زہیب حسن عطاری

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	اپریل 2013ء / جمادی الاول 1434ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0322-7202212
قیمت	روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

مقدمه رضویه

كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

فَصْلٌ فِي الْكِتَابَةِ الْفَاسِدَةِ

بَابُ مَا يَجُوزُ لِلْمُكَاتَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ

فَصْلٌ

فَصْلٌ

بَابُ مَنْ يُكَاتِبُ عَنِ الْعَبْدِ

باب كتابة العبد المشترك

باب موت المكاتب وعجزه و موت المولیٰ

كتاب الولاء

فَصْلٌ فِی وَلَاءِ الْمُوَالَاۃِ

كِتَابُ الْإِكْرَاهِ

کتاب الحجر

بَابُ الْحَجْرِ لِلْفَسَادِ

فَصْلٌ فِي حَدِّ الْبُلُوغِ

فصل

کتاب الغصب

فصل

فصل

فَصْلٌ فِی غَصْبِ مَا لَا یَتَقَوَّمُ

كتاب الشفعة

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

فصل فی مسائل الاختلاف

فصل فیما یؤخذ بہ المشفوع

فصل

باب ما تجب فیہ الشفعۃ وما لا تجب

باب ما يبطل به الشفعة

فصل

مسائل متفرقة

كتاب القسمة

فَصْلٌ فِيمَا يُقَسَّمُ وَمَا لَا يُقَسَّمُ

فصلٌ فی کَیفِیَّۃِ القِسمَۃِ

بَابُ دَعوَی الغَلَطِ فِی القِسمَۃِ وَالاستِحقَاقِ فِیهَا

فصل

فَصلٌ فِی المُهَایَأَۃِ

کِتَابُ المُزَارَعَۃِ

كِتَابُ الْمُسَاقَاة

مقدمه رضويه

الحمدُ لله الذى جعل العلماءَ ورثة الأنبياء، وخلاصةَ الأولياء، الذين يدعو لهم ملائكةُ السماء، والسَّمَكُ فى الماء، والطيرُ فى الهواء . والصلاةُ والسلامُ الأتمّان الأعمّان على زُبدةِ خُلاصة الموجودات، وعُمدة سُلالة المشهودات، فى الأصفياءِ الأزكياء، وعلى آله الطيبينَ الأطهارِ الأتقياء، وأصحابه الأبرار نجومِ الاقتداءِ والاهتداء .اما بعد فيقول العبد الضعيف الى حرم ربه البارى ،محمد لياقت على الحنفى الرضوى البريلوى غفرله والوالدية ، الساكن قرية سنتيكا من مضافات بهاولنگر .اعلم أن الفقه اساس من سائر العلوم الدينية وامور الدنياوية . احرر شرح الهدايه باسم "فيوضات الرضويه فى تشريحات الهدايه" بتوفق الله تعالى و بوسيلة النبى الكريم ﷺ . ومن علوم فقهاء الصحابة والتابعين وائمة المجتهدين فى الامة المسلمة ،(رضى الله عنهم)

﴿مذاہب اربعہ کے طبقات مجتہدین﴾

فقہ حنفیہ کے طبقات فقہاء

علامہ ابن کمال پاشا (متوفی ،۹۲۰ھ) کی تصریح کے مطابق فقہاء احناف کے کل سات طبقات ہیں۔

(۱) مجتہدین فی الشرع

وہ حضرات جو براہ راست ادلہ اربعہ (قرآن وسنت، اجماع وقیاس) سے اصول وکلیات اور جزئیات واحکام مستنبط کرتے ہیں، جیسے ائمہ اربعہ اوران کے درجہ کے مجتہدین، ان کو مجتہدین مطلق بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) مجتہدین مذہب

وہ حضرات فقہاء ہیں جو قواعد وکلیات میں تو اپنے استاد اور مجتہد مطلق کے پابند ہوتے ہیں، لیکن جزئیات اور فروعی مسائل میں استاذ گرامی کی تقلید چھوڑ دیتے ہیں، اس تصریح کے مطابق اس زمرے میں حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اور امام محمد علیہ الرحمہ۔

وغیرہ کو واجل ماننا محل نظر ہے، کیونکہ ان حضرات نے فروع کی طرح اصول میں بھی اجتہادات کئے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصول سے اختلاف کیا ہے، اسلئے شوافع کے یہاں جو مجتہد منتسب کی تعریف ہے وہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ان حضرات نے یہ تعریف کی ہے کہ جو حضرات رائے اور دلیل رائے، فروع اور استنباط کے اصول میں کسی امام کے مقلد نہ ہوں، البتہ ان کے اجتہاد و استنباط کا نہج کسی صاحب مذہب امام کے مطابق ہو (مقدمہ المجموع) اس تعریف کے مطابق ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کو مجتہد منتسب قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۳) مجتہدین فی المسائل

مذہب میں کچھ مسائل ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے بارے میں اصحاب مذہب کی کوئی صراحت منقول نہیں ہوتی، تو جو حضرات فقہاء مذہب کے قواعد وضوابط کو سامنے رکھ کر غیر منصوص مسائل کے احکام متعین کرتے ہیں انہیں مجتہدین فی المسائل کا لقب دیا جاتا ہے، یہ حضرات اصول وفروع کسی چیز میں بھی اپنے امام سے الگ راہ اپنانے کا حق نہیں رکھتے اس طبقہ میں امام احمد بن عمر خصاف علیہ الرحمہ (متوفی، ۲۹۱ھ) امام طحاوی علیہ الرحمہ (متوفی، ۳۲۱ھ) امام ابوالحسن کرخی علیہ الرحمہ (متوفی، ۳۴۰ھ) شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ (متوفی، ۴۲۸ھ) شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ (متوفی، ۴۸۳ھ) فخر الاسلام بزدوی علیہ الرحمہ (متوفی، ۴۸۲ھ) اور علامہ فخر الدین قاضی خاں علیہ الرحمہ (متوفی، ۵۵۲ھ) وغیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

(۴) اصحاب التخریج

وہ فقہاء کرام جو اجتہاد کی صلاحیت تو نہیں رکھتے، لیکن اصول و مآخذ کو محفوظ رکھنے کی بناء پر اتنی قدرت ضرور رکھتے ہیں کہ ذووجہین یا مجمل قول کی تعیین و تفصیل کرسکیں، اور نظائر فقہیہ اور قواعد مذہب پر نظر کر کے اپنی ذمہ داری انجام دینے کے اہل ہوں، انہیں اصحاب تخریج کہا جاتا ہے، اس طبقہ میں امام جصاص رازی (متوفی، ۳۷۰ھ) اور ان جیسے حضرات کا نام لیا جاسکتا ہے۔

(۵) اصحاب الترجیح

اس طبقہ کے فقہاء کا کام یہ ہے کہ وہ مذہب کی بعض روایت کو دوسری روایت پر اپنے قول ہذا اولی، ھذا اصح، ہذا اوضح وغیرہ کلمات کے ذریعہ ترجیح دیتے ہیں، اس طبقہ میں ابوالحسن قدوری علیہ الرحمہ (متوفی، ۴۲۸ھ) صاحب ہدایہ، علامہ مرغینانی علیہ الرحمہ (متوفی، ۵۹۳ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

(۶) اصحاب تمیز مقلدین

ان حضرات کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ مذہب کی مضبوط دکمزور روایات میں فرق و امتیاز کرتے ہیں اور ظاہر الروایت اور روایت نادرہ کی پہچان رکھتے ہیں، اکثر اصحاب متون اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، مثلا صاحب کنز علامہ نسفی علیہ الرحمہ (متوفی، ۷۱۰ھ) صاحب مختار علامہ موصلی علیہ الرحمہ (متوفی، ۶۸۳ھ) اور صاحب وقایہ علامہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ (متوفی، ۶۷۳ھ) وغیرہ، یہ حضرات اپنی تصنیفات میں مردود اور غیر معتبر اقوال نقل کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔

(۷) غیر ممیز مقلدین

جو حضرات گذشتہ طبقات میں سے کسی بھی ذمہ داری کو اٹھانے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں، انہیں ساتویں طبقہ میں رکھا جاتا ہے در حقیقت یہ لوگ فقیہ نہیں بلکہ محض ناقل فتاوی ہیں، آج کل کے اکثر مفتیان کرام کا تعلق اسی طبقہ سے ہے، اس لئے اس طبقہ کے لوگوں پر پوری احتیاط لازم ہے، جب تک مسئلہ منقح نہ ہو اس وقت تک جواب دینے سے گریز کرنا چاہئے۔ (رسم المفتی ۲۸،۳۲)

فقہ مالکیہ کے طبقات فقہاء

فقہاء مالکیہ کے یہاں مجتہد مطلق کے بعد مقلدین کے چار طبقات مقرر کئے گئے ہیں، مجتہدین منتسبین، مجتہدین مخرجین، فقہاء النفس اور مقلد اصحاب افتاء۔

(۱) مجتہد منتسب

وہ ہے جو مستقل طور پر ادلۂ شرعیہ کے ذریعہ مسائل و احکام کا استنباط کرے؛ البتہ اس استنباط و اجتہاد میں وہ صاحب مذہب کے اصول و قواعد ہی کو مشعل راہ بنائے اور ان سے متجاوز نہ ہو، اس طبقہ میں اشہب علیہ الرحمہ، ابن قاسم علیہ الرحمہ اور ابن وھب علیہ الرحمہ ہیں۔

(۲) مجتہد مخرج

وہ ہیں جو امام کے مذہب کو ثابت کرنے اور ان کے دلائل کو مستنبط کرنے کا فریضہ انجام دیں اور امام کے اصول کے پابند رہ کر اجتہاد کریں، فرق یہ ہے کہ "مجتہد منتسب" صاحب مذہب کے اصول کا پابند رہتے ہوئے فروعی مسائل میں اپنے امام کی رائے سے اختلاف بھی کرتا ہے، جبکہ مجتہد مخرج فروعی احکام میں بھی صاحب مذہب سے اختلاف نہیں کرتا۔

(۳) فقیہ النفس

وہ فقہاء ہیں جو اچھی طرح مذہب مالکی سے آگاہ ہوں، دلائل احکام سے واقف ہوں، البتہ استنباط نہ کرتے ہوں، ان کو فتوی دینے کا حق تو ہے ہی، بوقت ضرورت یہ احکام کی تخریج بھی کرتے ہیں؛ لیکن تخریج و استنباط میں ان کا درجہ مخرجین سے کم تر ہے اور علماء ان کو حق تخریج دینے پر متفق نہیں ہیں۔

(۴) فقہاء کے یہی تینوں طبقات ہیں، جن کو فقہ مالکی میں فتوی دینے کا حق ہے، ان کے بعد عام مقلدین کا درجہ ہے، جن کو فتوی دینے کا حق حاصل نہیں؛ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فتووں کے معاملہ میں مالکیہ کے یہاں بڑی شدت برتی جاتی ہے۔ (حیات امام مالک علیہ الرحمہ)

فقہ مالکی کی مقبولیت

ابتداءً فقہ مالکی کا اشاعت ابن وھب کے ذریعہ مصر اور مغرب کے علاقہ میں ہوئی؛ پھر ابوالحسن قرطبی علیہ الرحمہ کے ذریعہ

اندلس میں ہوئی ؛لیکن اس وقت فقہ مالکی زیادہ تر مراکش اور افریقی ممالک میں مروج ہے۔

فقہ شافعیہ کے طبقات فقہاء

فقہ شافعی میں فقہاء کے پانچ طبقات کئے گئے ہیں۔(۱) مجتہد مستقل (۲) مجتہد منتسب (۳) اصحاب وجوہ (۴) فقیہ النفس (۵) اصحاب افتاء

مجتہد مستقل

وہ ائمہ ہیں جو اجتہاد واستنباط میں اپنا مستقل نہج رکھتے ہوں، جیسے :ائمہ اربعہ۔

مجتہد منتسب

وہ حضرات ہیں جو رائے اور دلیل رائے ،فروع اور استنباط کے اصول ،کسی میں امام کے مقلد نہ ہوں البتہ ان کے اجتہاد واستنباط کا نہج کسی صاحب مذہب امام کے مطابق ہو،فقہاء شوافع میں مزنی ،ابوثور ،ابوبکر بن منذر علیہم الرحمہ وغیرہ کا شمار اسی طبقہ میں ہے۔

اصحاب وجوہ

ان فقہاء کو کہتے ہیں جو امام کے اصول کی روشنی میں اجتہاد کرتے ہوں ،لیکن دلائل میں امام کے مقرر کیے ہوئے اصول وقواعد سے انحراف نہ کرتے ہوں۔

فقیہ النفس

وہ حضرات ہیں جن کو اپنے مذہب کے احکام معلوم ہوں اور ان کے دلائل سے بھی واقف ہوں اور اختلاف اقوال کی صورت میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اصحاب افتاء

وہ لوگ ہیں جو مذہب کی جزئیات اور فتاوی سے واقف ہوں ،امام کے اقوال بھی ان کے سامنے ہوں اور منتسبین مذہب کی تخریجات بھی ،ان حضرات کو اجتہاد کا حق تو حاصل نہیں ہوتا ،البتہ اگر کوئی مسئلہ پیش آئے جس میں علماء مذہب کی رہنمائی موجود نہ ہو؛ البتہ علماء مذہب سے منقول کوئی ایسا جزئیہ موجود ہو کہ ادنی تامل سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہو کہ وہی حکم اس پیش آمدہ مسئلہ پر بھی جاری ہونا چاہئے ،تو اس کے لئے اس کے مطابق فتوی دینے کی گنجائش ہے۔(مقدمہ المجموع)

فقہ شافعی کی مقبولیت

اس وقت مصر ،انڈونیشیا ،یمن ،عراق اور ہندوپاک کے ساحلی علاقوں میں فقہ شافعی کے متبعین پائے جاتے ہیں ،اہل سنت میں فقہ حنفی کے بعد سب سے زیادہ اسی فقہ کو قبولیت حاصل ہوئی ہے۔

فقہ حنابلہ کے طبقات فقہاء

دوسرے مکاتب فقہ کی طرح حنابلہ نے بھی فقہاء کے طبقات مقرر کئے ہیں، علامہ ابن قیم نے عام مقلدین کے علاوہ فقہاء کے چار طبقات بیان کئے ہیں، مجتہد مطلق، مجتہد فی المذہب، مجتہد منتسب فی المذہب، متفق فی المذہب۔

(۱) مجتہد مطلق، یہ تو ظاہر ہے کہ صاحب مذہب ہیں۔

(۲) مجتہد فی المذھب

وہ ہے جو احکام اور دلائل احکام دونوں ہی میں اپنے امام کے مسلک کا پابند ہو، البتہ اپنے اجتہاد اور فتویٰ میں اس نے عمومی طور پر اس کے طریق استدلال اور آراء کو اختیار کیا ہو۔

(۳) مجتہد منتسب

وہ ہے جو امام کی رائے سے انحراف نہ کرتا ہو، البتہ جن مسائل میں امام کی رائے منقول نہ ہو ان میں خود اجتہاد کرتا ہو، ان کو اصحاب وجوہ بھی کہا جاتا ہے۔

(۴) متفق فی المذھب

فتاوی اور مذہب کی فروع سے واقف ہوتا ہے، یہ کتاب وسنت سے براہ راست استدلال نہیں کرتا، بلکہ اگر کہیں کتاب وسنت کی نصوص کا ذکر بھی کرتا ہے تو محض تبرکاً۔ (اعلام الموقعین)

ابوحمدان نے تیسرے اور چوتھے طبقے کے درمیان ایک طبقہ "فقیہ النفس" کا اضافہ کیا ہے جن کا کام اختلافی آراء میں تنقیح و ترجیح کا ہے۔ (احمد بن حنبل)

فقہ حنبلی کے متبعین

ائمہ اہل سنت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے متبعین کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس فقہ میں کوئی کمی یا خامی ہے، بلکہ اسکی اصل وجہ ایک تو امام احمد رحمہ اللہ کا دور ائمہ اربعہ میں سب سے آخر کا ہے، اس سے پہلے دوسرے فقہاء مجتہدین کی فقہ مقبول و مروج ہو چکی تھی دوسرے امام احمد بن حنبل اپنے ورع وتقوی اور احتیاط کے پیش نظر اپنی آراء کی نقل وروایت سے گریز کیا کرتے تھے، تیسرے فقہ حنبلی کی ایک ایسے علاقے میں پیدائش ونشو ونما ہوئی جہاں فقہ حنفی کا آفتاب بام عروج پر تھا، چوتھے جس طرح سلاطین کی نصرت وحمایت فقہ حنفی کو یا مغرب میں فقہ مالکی کو یا ایوبیوں کے عہد میں فقہ شافعی کو حاصل تھی، اس طرح فقہ مالکی کو حمایت حاصل نہ تھی۔ (حیات امام احمد بن حنبل، صفحہ نمبر ۲۹۹، تالیف: شیخ ابوزہرہ)

محمد لیاقت علی رضوی

چک سنتیکا بہاولنگر

كِتَابُ الْمُكَاتَب

﴿یہ کتاب مکاتب کے بیان میں ہے﴾

کتاب مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب اجارہ اور کتاب مکاتب کوایک ساتھ بیان کرنے کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ ان میں سے ہرایک کے سبب سے غیر مال کے مقابلے میں مال حاصل کیا جاتا ہے مگر اجارہ کے مسائل مکاتب کی بہ نسبت زیادہ ہیں اسی سبب سے اجارہ کو مکاتب پر مقدم کیا گیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب مکاتب، مکتبہ حقانیہ ملتان)

مکاتب کا لغوی فقہی مفہوم

مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جس کو مالک یہ کہہ دے کہ اگر تو اتنا روپیہ اتنی قسطوں میں ادا کر دے تو تو آزاد ہے۔ لفظ مکاتب تاء کے زبر اور زیر ہر دو کے ساتھ منقول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں والمکاتب بالفتح من تقع له الكتابة وبالكسر من تقع منه یعنی زبر کے ساتھ جس کے لیے کتابت کا معاملہ کیا جائے اور زیر کے ساتھ جس کی طرف سے کتابت کا معاملہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مکاتبت کا فقہی مفہوم

مکاتبت اصطلاح شریعت میں غلام و آقا کے درمیان معاہدے کا نام ہے۔ غلام اپنے آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دے دوں تو آزاد ہو جاؤں اور مالک اسے منظور کرے۔ یہ مکاتب اگر چہ ابھی غلام رہے گا۔ لیکن پیشہ یا تجارت اختیار کرنے کے باب میں خود مختار ہو جائے گا۔ پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو آزاد ہو جائے گا۔ نہ پوری ہونے کی صورت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت فسخ کرالے ورنہ قاضی کرادے گا۔

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں؛ لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس سے کسی قدر رقم لے کر جلد اسے جلد آزاد کر دیتی تھیں۔ (موطا امام مالك كتاب العتق والولاء باب القطاعة فى الكتابة)

کتاب مکاتب کے شرعی ماخذ کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کر لی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۔(النور)

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے آپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکشت رقم لینے سے انکار کر دیا اور باقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروا دی اور کہا، تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھدوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آ کر یہ رقم وصول کر لی۔

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابوسعید المقبر ی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے راہ خدا میں لڑنے والا اور وہ مکاتب غلام جس کا دل کتابت ادا کرنے کا ارادہ ہو اور وہ شادی شدہ جو پاکدامن رہنا چاہتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 676)

آقا کا غلام کو باندی کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلَى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ عَلَى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذَلِكَ صَارَ مُكَاتَبًا) أَمَّا الْجَوَازُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا) وَهَذَا لَيْسَ أَمْرَ إيجَابٍ بِإِجْمَاعٍ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ ، وَإِنَّمَا هُوَ أَمْرُ نَدْبٍ هُوَ الصَّحِيحُ .

وَفِي الْحَمْلِ عَلَى الْإِبَاحَةِ إلْغَاءُ الشَّرْطِ إذْ هُوَ مُبَاحٌ بِدُونِهِ ، أَمَّا النَّدْبِيَّةُ مُعَلَّقَةٌ بِهِ ، وَالْمُرَادُ بِالْخَيْرِ الْمَذْكُورِ عَلَى مَا قِيلَ أَنْ لَا يَضُرَّ بِالْمُسْلِمِينَ بَعْدَ الْعِتْقِ ، فَإِنْ كَانَ يَضُرُّ بِهِمْ فَالْأَفْضَلُ أَنْ لَا يُكَاتِبَهُ وَإِنْ كَانَ يَصِحُّ لَوْ فَعَلَهُ .

ترجمہ: فرمایا اور جب کسی آقا نے اپنے غلام یا اپنی باندی کو مال کی شرط پر مکاتب کیا ہے اور غلام نے اس کو قبول کر لیا ہے تو وہ

مکاتب بن جائے گا۔ اور اس جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے سبب سے ہے۔" پس جب تم غلاموں میں خیر نظر آئے تو تم ان کو مکاتب بنا دو۔ اور یہ امر فقہاء کے اجماع کے ساتھ وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔

کیونکہ اگر اس کو اباحت پر محمول کرتے تو اس کے سبب سے شرط لغو ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ مکاتبت بغیر شرط کے بھی مباح ہے لہذا مستحب ہونا اسی شرط کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اور جو قرآن میں خیر کو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آزادی کے بعد وہ غلام مسلمانوں کو نقصان نہ دے۔ کیونکہ اگر وہ نقصان دیتا ہے تو پھر افضل یہی ہے اس کو مکاتب نہ بنایا جائے۔ اور اگر پھر بھی مکاتب بنادیا تو مکاتبت درست ہوگی۔

مکاتب بنانے کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب کا بیان

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادگی کی بابت کوئی تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دے دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ اکثر علماء فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔ آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اسی قدر روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا غلام اس سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر چاہے وہ اس کی بات کو قبول کر لے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام سیرین نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کرلو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا، دربار فاروقی میں مقدمہ گیا، آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوادی۔ (بخاری) عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں قول مروی ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادگی کی تحریر کر دے، اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری، سچائی، مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم اپنے غلاموں میں جو تم سے مکاتب کرنا چاہیں، مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پوری کرو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے، اس میں سے کچھ معاف کر دو۔ چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوۃ سے ان کی مدد کرو آقا بھی اور

دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تا کہ وہ مقرر رقم پوری کر کے آزاد ہو جائے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ پر برحق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابوامیہ نے مکاتبہ کیا تھا جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لیکر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنی اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو اس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے۔ فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے۔ ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے۔ ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

بعض جدید مفسرین کے نزدیک امر مکاتبت کے وجوب کا بیان

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں کہ واضح رہے کہ عہد نبوی ﷺ میں معاشرے کا ایک کثیر حصہ غلاموں اور لونڈیوں پر مشتمل تھا۔ اور یہ معاشرہ کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ کسی شخص کی دولت کا معیار ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس کے پاس کتنے غلام ہیں۔ گویا یہ غلام ان آزاد لوگوں کی آمدنی کا ذریعہ بنتے تھے۔ منڈیوں میں غلاموں کا آزادانہ خرید وفروخت ہوتی تھی۔ جیسے ہمارے ہاں بھیڑوں اور گائے بھینسوں کی ہوتی ہے۔

اسلام نے اس اس غلام کے رواج کو سخت ناپسندیدہ سمجھا۔ غلاموں کی آزادی کے لئے ہر ممکن صورت اختیار کی لیکن شراب اور سود کی طرح اس کا کلی استیصال نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ تا قیامت جنگیں ہوتی رہیں گی اور قیدی بنتے رہیں گے۔ ایسے مواقع پر ایک غیر مسلم حکومت کے فوجی مفتوح قوم کی عورتوں پر جس طرح کی دست درازیاں کرتے اور ظلم وستم ڈھاتے ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسلام ایسی فحاشی اور ایسے مظالم کو حرام قرار دیتا ہے اور اس کے بجائے ملک یمین کی حلال راہیں کھولتا ہے۔ اسی اعلیٰ اخلاقی قدر کی بنا پر اسلام نے جنگی قیدیوں اور ملک یمین کا مکمل طور پر استیصال نہیں کیا۔

اسلام نے غلام کے رواج کی حوصلہ شکنی کے لئے بہت سے گناہوں کا کفارہ غلام کی آزادی قرار دیا۔ زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف یہ بھی فرمایا۔ مسلمانوں کو بہت بڑے اجر کا وعدہ فرما کر غلاموں کو آزاد کرنے اور کرانے کی ترغیب دی۔ غرض یہ باب بھی بڑا طویل ہے۔ ایسے ہی ذرائع میں سے مکاتبت بھی غلاموں کی آزادی کا ایک ذریعہ ہے۔ مکاتیب کا لغوی معنی تو باہمی تحریر یا لکھا پڑھی ہے۔ اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ (تحریری یا زبانی) معاہدہ ہے جو غلاموں کی آزادی کے سلسلہ میں مالک اور غلاموں کے درمیان باہمی رضامندی سے طے ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ غلام یہ وعدہ کرے کہ میں اتنی رقم اتنی مدت کے بعد یا مدت کے اندر

یکمشت یا بالاقساط ادا کروں گا اگر کوئی غلام اپنے مالک سے ایسی درخواست کرے تو مالک کو ایسی درخواست قبول کر لینا چاہئے۔ اس معاہدہ پر مزید کسی شرط کے اضافہ کی مالک کے لئے گنجائش نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

عمر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ بریرہ لونڈی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی وہ اپنی کتابت کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا: "اگر تو چاہے تو میں تیرے مالکوں کو رقم ادا کر دیتی ہوں مگر ولاء (تیرا ترکہ) میرا ہوگا" اور اس کے مالکوں نے اسے کہا: اگر تو چاہے کتابت کی بقایا رقم دے دے پھر خواہ وہ مجھے آزاد کر دیں۔ مگر۔۔۔ترکہ ہم ہی لیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو۔ اور ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے" پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں۔ اور ایسی شرطیں جو اللہ کی کتاب میں نہ ہوں۔ خواہ کوئی سو شرطیں لگائے اسے کچھ بھی نہ ملے گا" (بخاری۔ کتاب الصلوۃ۔ باب ذکر البیع والشراء فی المسجد)

اور مالک کے لئے یہ امر وجوب کے لئے ہے۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ مالک اگر چاہے تو غلام کی مکاتبت کی درخواست کو قبول کرے اور چاہے تو نہ کرے اور مالک مکاتبت پر رضامند نہ ہو تو اسے اسلام حکومت کی طرف سے ایسے معاہدہ کے لئے مجبور کیا جائے۔ البتہ ایسی مکاتبت کے لئے ایک شرط اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتلا دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مالک اپنی دیانتداری کے ساتھ اپنے لالچ کے بغیر یہ سمجھے کہ یہ آزادی فی الواقع غلام یا لونڈی کے حق میں بہتر نہ ہوگی۔ قید غلامی سے رہا ہو کر وہ چوری، بدکاری یا اور طرح طرح کی بدمعاشیاں نہ کرتا پھرے۔ اگر یہ اطمینان ہو تو اسے ضرور آزاد کر دینا چاہئے۔ کہ وہ آزاد ہو کر معاشرہ میں اپنا مقام پیدا کر سکے اور اگر نکاح کرنا چاہے تو اپنے اختیار سے کر سکے۔ نیز کسی بھی میدان میں غلامی کی وجہ سے اس کے لئے میدان تنگ نہ ہو۔ یا پھر خیر کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آیا وہ اپنے اس عہد کو نباہ بھی سکتا ہے یا نہیں یعنی اپنے معاوضہ کی رقم ادا کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

عقد کی قبولیت کا غلام کیلئے شرط ہونے کا بیان

وَأَمَّا اشْتِرَاطُ قَبُولِ الْعَبْدِ فَلِأَنَّهُ مَالٌ يَلْزَمُهُ فَلَا بُدَّ مِنْ الْتِزَامِهِ وَلَا يُعْتَقُ إلَّا بِأَدَاءِ كُلِّ الْبَدَلِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَيُّمَا عَبْدٍ كُوتِبَ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَأَدَّاهَا إلَّا عَشَرَةَ دَنَانِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ) وَفِيهِ اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَمَا اخْتَرْنَاهُ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَيُعْتَقُ بِأَدَائِهِ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ الْمَوْلَى إذَا أَدَّيْتهَا فَأَنْتَ حُرٌّ لِأَنَّ مُوجِبَ الْعَقْدِ يَثْبُتُ مِنْ غَيْرِ التَّصْرِيحِ بِهِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَلَا يَجِبُ حَطُّ شَيْءٍ مِنْ الْبَدَلِ اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ.

ترجمہ

اور غلام کیلئے اس عقد کو قبول کرنا شرط ہے۔ کیونکہ بدل کتابت میں اس کو مال لازم ہونے والا ہے۔ پس غلام کیلئے اس کو اپنے اوپر لازم ضروری ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو غلام سو دیناروں پر مکاتب بنایا جائے اور اس نے نوے دینا ادا کر دیئے ہیں تب بھی وہ غلام رہے گا۔ اور ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک مکاتبت پر ایک درہم بھی باقی ہے اس وقت تک وہ غلام ہی رہے گا۔ اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہم نے اختیار کیا ہے۔ کہ غلام بدل کتابت کو ادا کرنے سے آزاد ہو جائے گا۔ اگرچہ آقا نے یہ نہ بھی کہا ہو کہ تم جب ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وجوب عقد صراحت کے بغیر ثابت ہونے والا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح بیع میں ہوتا ہے اور آقا پر بدل میں کچھ کی واجب نہیں ہے اور اس کو بیع پر قیاس کیا جائے گا۔

شرح

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکاتب اس وقت تک غلام ہی ہے جب تک کہ اس کے بدل کتابت میں سے ایک درہم بھی باقی ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 535)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے مکاتب غلام رہے گا جب تک اس پر کچھ بھی بدل کتابت میں سے باقی رہے۔ حضرت عروہ بن زبیر اور سلیمان بن یسار کہتے تھے مکاتب غلام ہے جب تک اس پر کچھ بھی بدل کتاب میں سے باقی ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ میری رائے یہی ہے کہ اگر مکاتب اپنی بدل کتابت سے زیادہ مال چھوڑ کر مر جائے اور اپنی اولاد کو جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی تھی یا عقد کتابت میں داخل تھی چھوڑ جائے تو پہلے اس کے مال میں سے بدل کتابت ادا کریں گے پھر جس قدر بچ رہے گا اس کی وارث مکاتب کی اولاد ہوگی۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1170)

معاوضہ بننے والی چیز مکاتبت کرنے کا بیان

مُکاتبت کے لفظی معنی تو ہیں لکھا پڑھی، مگر اصطلاح میں یہ لفظ اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنی آزادی کے لیے اپنے آقا کو ایک معاوضہ ادا کرنے کی پیش کش کرے اور جب آقا اسے قبول کر لے تو دونوں کے درمیان شرائط کی لکھا پڑھی ہو جائے۔ اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لیے جو صورتیں رکھی گئی ہیں یہ ان میں سے ایک ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ معاوضہ مال ہی کی شکل میں ہو۔ آقا کے لیے کوئی خاص خدمت انجام دینا بھی معاوضہ بن سکتا ہے، بشرطیکہ فریقین اس پر راضی ہو جائیں۔ معاہدہ ہو جانے کے بعد آقا کو یہ حق نہیں رہتا کہ غلام کی آزادی میں بیجا رکاوٹیں ڈالے۔ وہ اس کو مال کتابت فراہم کرنے کے لیے کام کرنے کا موقع دے گا اور مدت مقررہ کے اندر جب بھی غلام نے اپنی مالکہ سے مکاتبت کی اور مدت مقررہ سے پہلے ہی مال کتابت

فراہم کر کے اس کے پاس لے گیا۔ مالکہ نے کہا کہ میں تو یک مشت نہ لوں گی بلکہ سال بسال اور ماہ بماہ قسطوں کی صورت میں لوں گی۔ غلام نے حضرت عمر سے شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا یہ رقم بیت المال میں داخل کر دے اور جا تو آزاد ہے۔ پر مالکہ کو کہا بھیجا کہ تیری رقم یہاں جمع ہو چکی ہے، اب تو چاہے یک مشت لے لے ورنہ ہم تجھے سال بسال اور ماہ بماہ دیتے رہیں گے۔

(دار قطنی، بروایت ابو سعید مقبری)

درخواست مکاتبت پر قبول مولیٰ میں مذاہب اربعہ

اس آیت کا مطلب فقہاء کے ایک گروہ نے یہ لیا ہے کہ جب کوئی لونڈی یا غلام مکاتبت کی درخواست کرے تو آقا پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ یہ عطاء، عمرو بن دینار، ابن سیرین، مسروق، ضحاک، عکرمہ، ظاہریہ، اور ابن جریر طبری کا مسلک ہے اور امام شافعی بھی پہلے اسی کے قائل تھے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب اور مندوب ہے۔

اس گروہ میں شعبی، مقاتل بن حیان، حسن بصری، عبدالرحمٰن بن زید، سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور مالک بن انس جیسے بزرگ شامل ہیں، اور آخر میں امام شافعی بھی اسی کے قائل ہو گئے تھے۔ پہلے گروہ کے مسلک کی تائید دو چیزیں کرتی ہیں۔ یک یہ کہ آیت کے الفاظ ہیں کَاتِبُوْھُمْ، ان سے مکاتبت کرلو۔ یہ الفاظ صاف طور پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ دوسرے یہ کہ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ مشہور فقیہ (محدث حضرت محمد بن سیرین کے والد سیرین نے اپنے آقا حضرت انس سے جب مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سیرین حضرت عمرؓ کے پاس شکایت لے گئے۔ انہوں نے واقعہ سنا تو درہ لے کر حضرت انس پر پل پڑے اور فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ مکاتبت کرلو (بخاری)۔ اس واقعہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کا ذاتی فعل نہیں بلکہ صحابہ کی موجودگی میں کیا گیا تھا اور کسی نے اس پر اظہار اختلاف نہیں کیا، لہٰذا یہ اس آیت کی مستند تفسیر ہے۔

دوسرے گروہ کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف فکاتبوھم نہیں فرمایا ہے بلکہ **فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا** ارشاد فرمایا ہے، یعنی ان سے مکاتبت کرلو اگر ان کے اندر بھلائی پاؤ یہ بھلائی پانے کی شرط ایسی ہے جس کا انحصار مالک کی رائے پر ہے، اور کوئی متعین معیار اس کا نہیں ہے جسے کوئی عدالت جانچ سکے۔ قانونی احکام کی یہ شان نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے اس حکم کو تلقین اور ہدایت ہی کے معنی میں لیا جائے گا نہ کہ قانونی حکم کے معنی میں۔ اور سیرین کی نظیر کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی ایک غلام تو نہ تھا جس نے مکاتبت کی درخواست کی ہو۔ ہزار ہا غلام عہد نبوی ﷺ اور عہد خلافت راشدہ میں موجود تھے، اور بکثرت غلاموں نے مکاتبت کی ہے۔

ابن سیرین والے واقعہ کے سوا کوئی مثال ہم کو نہیں ملتی کہ کسی آقا کو عدالتی حکم کے ذریعہ سے مکاتبت پر مجبور کیا گیا ہو۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو ایک عدالتی فعل سمجھنے کے بجائے ہم اس معنی میں لیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے درمیان محض قاضی ہی نہ تھے بلکہ افراد ملت کے ساتھ ان کا تعلق باپ اور اولاد کا سا تھا۔ بسا اوقات وہ بہت سے ایسے معاملات میں بھی دخل دیتے تھے

جس میں ایک باپ تو دخل دے سکتا ہے مگر ایک عام عدالت دخل نہیں دے سکتا۔

بھلائی سے مراد تین چیزیں ہیں

ایک یہ کہ غلام میں مال کتابت ادا کرنے کی صلاحیت ہو یعنی وہ کما کر یا محنت کر کے اپنی آزادی کا فدیہ ادا کر سکتا ہو، جیسا کہ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ان علمتم فیھم حرفۃ ولا ترسلوھم کلا علی الناس، اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ کما سکتا ہے تو مکاتبت کرو، یہ نہ ہو کہ اسے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرنے کے لیے چھوڑ دو۔ (ابن کثیر بحوالہ ابوداؤد)

دوسرے یہ کہ اس میں اتنی دیانت اور راست بازی موجود ہو کہ اس کے قول پر اعتماد کر کے معاہدہ کیا جا سکے۔ ایسا نہ ہو کہ مکاتبت کر کے وہ مالک کی خدمت سے چھٹی بھی پالے اور جو کچھ اس دوران میں کمائے اسے کھا پی کر برابر بھی کر دے۔

تیسرے یہ کہ مالک اس میں ایسے بُرے اخلاقی رجحانات، یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی کے ایسے تلخ جذبات نہ پائے ہو جن کی بنا پر یہ اندیشہ ہو کہ اس کی آزادی مسلم معاشرے کے لیے خطرناک ہوگی۔ بالفاظ دیگر اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہو کہ مسلم معاشرے کا ایک اچھا آزاد شہری بن سکے گا نہ کہ آستین کا سانپ بن کر رہے گا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ معاملہ جنگی قیدیوں کا بھی تھا جن کے بارے میں یہ احتیاطیں ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت تھی۔ یہ عام حکم ہے جس کے مخاطب آقا بھی ہیں، عام مسلمان بھی اور اسلامی حکومت بھی ہے۔

مکاتب کے آقا کا کچھ حصہ مکاتبت کو معاف کرنے کا بیان

آقاؤں کو ہدایت ہے کہ مال کتابت میں سے کچھ نہ کچھ معاف کر دو، چنانچہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام اپنے مکاتبوں کو مال کتابت کا ایک معتدبہ حصہ معاف کر دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو ہمیشہ حصہ معاف کیا ہے اور اس کی تلقین فرمائی ہے۔ (ابن جریر)

عام مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ جو مکاتب بھی اپنا مال کتابت ادا کرنے کے لیے ان سے مدد کی درخواست کرے، وہ دل کھول کر اس کی امداد کریں۔

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک فی الرقاب بھی ہے، یعنی گردنوں کو بند غلامی سے رہا کرانا (سورہ توبہ، آیت 60) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فک رقبہ گردن کا بند کھولنا ایک بڑی نیکی کا کام ہے۔ (سورہ بلد آیت 13)

حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھ کو جنت میں پہنچا دے۔ حضورﷺ نے فرمایا تو نے بڑے مختصر الفاظ میں بہت بڑی بات پوچھ ڈالی۔ غلام آزاد کر، غلاموں کو آزادی حاصل کرنے میں مدد دے، کسی کو جانور دے تو خوب دودھ دینے والا دے، اور تیرا جو رشتہ دار تیرے ساتھ ظلم سے پیش آئے اس کے ساتھ نیکی کر۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو بھوکے کو کھانا کھلا، پیاسے کو پانی پلا، بھلائی کی تلقین کر، برائی سے منع کر۔ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اپنی زبان کو روک کر رکھ۔ کھلے تو بھلائی کے لیے کھلے ورنہ بند رہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان عن البراء بن عازب)

اسلامی حکومت کو بھی ہدایت ہے کہ بیت المال میں جو زکوۃ جمع ہو اس میں سے مکاتب غلاموں کی رہائی کے لیے ایک حصہ خرچ کریں۔

اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ قدیم زمانے میں غلام تین طرح کے تھے۔ایک جنگی قیدی۔دوسرے، آزاد آدمی جن کو پکڑ پکڑ کر غلام بنایا اور بیچ ڈالا جاتا تھا۔تیسرے وہ جو نسلوں سے غلام چلے آ رہے تھے اور کچھ پتہ نہ تھا کہ ان کے آباء واجداد کب غلام بنائے گئے تھے اور دونوں قسموں میں سے کس قسم کے غلام تھے۔اسلام جب آیا تو عرب اور بیرون عرب، دنیا بھر کا معاشرہ ان تمام اقسام کے غلاموں سے بھرا ہوا تھا اور سارا معاشی نظام مزدوروں اور نوکروں سے زیادہ ان غلاموں کے سہارے چل رہا تھا۔ اسلام کے سامنے پہلا سوال یہ تھا کہ یہ غلام جو پہلے سے چلے آ رہے ہیں ان کا کیا کیا جائے۔اور دوسرا سوال یہ تھا کہ آئندہ کے لیے غلامی کے مسئلے کا کیا حل ہے۔

پہلے سوال کے جواب میں اسلام نے یہ نہیں کیا کہ یک لخت قدیم زمانے کے تمام غلاموں پر اسے لوگوں کے حقوق ملکیت ساقط کر دیتا، کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ پورا معاشرتی و معاشی نظام مفلوج ہو جاتا، بلکہ عرب کو امریکہ کی خانہ جنگی سے بھی بدرجہا زیادہ سخت تباہ کن خانہ جنگی سے دوچار ہونا پڑتا اور پھر بھی اصل مسئلہ حل نہ ہوتا جس طرح امریکہ میں حل نہ ہو سکا اور سیاہ فام لوگوں کی ذات کا مسئلہ بہر حال باقی رہ گیا۔اس احمقانہ طریق اصلاح کو چھوڑ کر اسلام نے فکِّ رَقَبَہ کی ایک زبردست اخلاق تحریک شروع کی اور تلقین وترغیب مذہبی احکام اور ملکی قوانین کے ذریعہ سے لوگوں کو اس بات پر ابھارا کہ یا تو آخرت کی نجات کے لیے طوعاً غلاموں کو آزاد کریں، یا اپنے قصوروں کے کفارے ادا کرنے کے لیے مذہبی احکام کے تحت انہیں رہا کریں، یا مالی معاوضہ لے کر ان کو چھوڑ دیں، اس تحریک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود 63 غلام آزاد کیے۔آپ کی بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حضرت عائشہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 تھی۔حضور کے چچا حضرت عباس نے اپنی زندگی میں 70 غلاموں کو آزاد کیا۔

حکیم بن حزام نے 100 ،عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار، ذوالکلاع حمیری نے آٹھ ہزار، اور عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار کو رہائی بخشی۔ایسے ہی واقعات دوسرے صحابہ کی زندگی میں بھی ملتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کے نام بہت ممتاز ہیں۔خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک عام شوق تھا جس کی بدولت لوگ کثرت سے خود اپنے غلام بھی آزاد کرتے تھے اور دوسروں سے بھی غلام خرید خرید کر آزاد کرتے چلے جاتے تھے۔اس طرح جہاں تک سابق دور کے غلاموں کا تعلق ہے، وہ خلفائے راشدین کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً سب کے سب رہا ہو چکے تھے۔

اب رہ گیا آئندہ کا مسئلہ۔اس کے لیے اسلام نے غلامی کی اس شکل کو تو قطعی حرام اور قانوناً مسدود کر دیا کہ کسی آزاد آدمی کو پکڑ کر غلام بنایا اور بیچا اور خریدا جائے۔البتہ جنگی قیدیوں کو صرف اس صورت میں غلام بنا کر رکھنے کی اجازت (حکم نہیں بلکہ اجازت) دی جب کہ ان کی حکومت ہمارے جنگی قیدیوں سے ان کا تبادلہ کرنے پر راضی نہ ہو، اور وہ خود بھی اپنا فدیہ ادا نہ کریں۔پھر ان غلاموں کے لیے ایک طرف اس امر کا موقع کھلا رکھا گیا کہ وہ اپنے مالکوں سے مکاتبت کر کے رہائی حاصل کر لیں اور دوسری طرف

وہ تمام ہدایات ان کے حق میں موجود رہیں جو قدیم غلاموں کے بارے میں تھیں کہ نیکی کا کام سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے انہیں آزاد کیا جائے، یا گناہوں کے کفارے میں ان کو آزادی بخش دی جائے، یا کوئی شخص اپنی زندگی تک اپنے غلام کو غلام رکھے اور بعد کے لیے وصیت کر دے کہ اس کے مرتے ہیں وہ آزاد ہو جائے گا (جسے اسلامی فقہ کی اصطلاح میں تدبیر اور ایسے غلام کو مدبر کہتے ہیں)، یا کوئی شخص اپنی لونڈی سے تمتع کرے اور اس کے ہاں اولاد ہو جائے، اس صورت میں مالک کے مرتے ہیں وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی خواہ مالک نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ حل ہے جو اسلام نے غلامی کے مسئلے کا کیا ہے۔ جاہل معترضین اس کو سمجھے بغیر اعتراضات جڑتے ہیں، اور معذرت پیشہ حضرات اس کی معذرتیں پیش کرتے کرتے آخر کار اس امر واقعہ ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں کہ اسلام نے غلام کو کسی نہ کسی صورت میں باقی رکھا تھا۔

مکاتبت میں نقد ادا کرنے کی شرط کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمَالَ حَالًّا وَيَجُوزُ مُؤَجَّلًا وَمُنَجَّمًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ حَالًّا وَلَا بُدَّ مِنْ نَجْمَيْنِ ، لِأَنَّهُ عَاجِزٌ عَنْ التَّسْلِيمِ فِي زَمَانٍ قَلِيلٍ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ قَبْلَهُ لِلرِّقِّ ، بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَى أَصْلِهِ لِأَنَّهُ أَهْلٌ لِلْمِلْكِ فَكَانَ احْتِمَالُ الْقُدْرَةِ ثَابِتًا ، وَقَدْ دَلَّ الْإِقْدَامُ عَلَى الْعَقْدِ عَلَيْهَا فَيَثْبُتُ .

وَلَنَا ظَاهِرُ مَا تَلَوْنَا مِنْ غَيْرِ شَرْطِ التَّنْجِيمِ ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ وَالْبَدَلُ مَعْقُودٌ بِهِ فَأَشْبَهَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ فِي عَدَمِ اشْتِرَاطِ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ ، بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَى أَصْلِنَا لِأَنَّ الْمُسَلَّمَ فِيهِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنْ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ ، وَلِأَنَّ مَبْنَى الْكِتَابَةِ عَلَى الْمُسَاهَلَةِ فَيُمْهِلُهُ الْمَوْلَى ظَاهِرًا ، بِخِلَافِ السَّلَمِ لِأَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَايَقَةِ وَفِي الْحَالِ كَمَا امْتَنَعَ مِنْ الْأَدَاءِ يُرَدُّ إلَى الرِّقِّ .

ترجمہ

فرمایا کہ مال کو نقد ادا کرنے کی شرط جائز ہے اور میعاد مقرر کر کے ادائیگی بھی جائز ہے اور قسطوں سے جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ فوری ادائیگی کی شرط جائز نہیں ہے بلکہ قسطوں میں جائز ہے کیونکہ تھوڑی مدت میں آزادی سے پہلے وہ بدل کتابت ادا کرنے عاجز ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مؤقف بیع سلم میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مسلم الیہ مالک ہونے اہلیت رکھنے والا ہے اور اس کے حق میں ادا کرنے کی طاقت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اور عقد کی جانب بڑھنا یہ اس معاملہ کی دلیل ہے پس اس کے بڑھنے کے سبب

اس کے حق میں قدرت ثابت ہو جائے گی۔

ہماری دلیل آیت مبارکہ میں بیان کردہ ظاہری حکم ہے جس میں قسط بنانے کی شرط نہیں بیان کی گئی۔ کیونکہ مکاتبت یہ عقد معاوضہ ہے اور معقود بہ کا بدل بھی ہے پس قدرت نہ ہونے کی وجہ یہ بیع میں ثمن کے مشابہ ہو جائے گا بہ خلاف بیع سلم کے جو ہمارے اصول کے موافق ہے۔ کیونکہ اس میں معقود مسلم فیہ ہوتی ہے۔ پس اس پر قادر ہونا یہ ضروری ہے کیونکہ کتابت کا دارومدار آسانی پر ہے۔ پس یہ ظاہری طور پر آقا اس کو مہلت دے گا بہ خلاف بیع سلم کے کیونکہ اس میں بیع کا دارومدار ہی تنگی پر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر اسی حالت میں مکاتب بدل کتابت ادا نہ کرسکا تو پھر وہ دوبارہ غلام بن جائے گا۔

شرح

گو وہ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز نہ ہوا ہو، اگر عاجز ہو گیا ہو تو وہ غلام ہو جاتا ہے اس کا بیچ ڈالنا سب کے نزدیک درست ہو جاتا ہے۔ امام احمد کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدک جب تک وہ عاجز نہ ہو اس کی بیع درست نہیں ہے۔

اقساط سے پہلے ادائیگی پر مکاتب کی آزادی کا بیان

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمن وغیرہ سے روایت ہے کہ فرافصہ بن عمیر کا ایک مکاتب تھا جو مدت پوری ہونے سے پہلے سب بدل کتابت لے کر آیا فرافصہ نے اس کے لینے سے انکار کیا مکاتب مروان کے پاس گیا جو حاکم تھا مدینہ کا اس سے بیان کیا مروان نے فرافصہ کو بلا بھیجا اور کہا بدل کتابت لے لے فرافصہ نے انکار کیا مروان نے حکم کیا کہ مکاتب سے وہ مال لے کر بیت المال میں رکھا جائے اور مکاتب سے کہا جا تو آزاد ہو گیا جب فرافصہ نے یہ حال دیکھا تو مال لے لیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ مکاتب اگر اپنی سب قسطوں کو مدت سے پیشتر ادا کر دے تو درست ہے اس کے مولی کو درست نہیں کہ لینے سے انکار کرے کیونکہ مولی اس کے سبب سے ہر شرط کو اور خدمت کو اس کے ذمے سے اتار دیتا ہے اس لیے کہ کسی آدمی کی آزادی پوری نہیں ہوتی جب تک اس کی حرمت تمام نہ ہو اور اس کی گواہی جائز نہ ہو اور اس کو میراث کا استحقاق نہ ہو اور اس کے مولی کو لائق نہیں کہ بعد آزادی کے اس پر کسی کام یا خدمت کی شرط لگائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو مکاتب سخت بیمار ہو جائے اور یہ چاہے کہ سب قسطیں اپنے مولی کو ادا کر کے آزاد ہو جائے تا کہ اس کے وارث میراث پائیں جو پہلے سے آزاد ہیں اس کی کتابت میں داخل نہیں ہیں تو مکاتب کو یہ امر درست ہے کیونکہ اس سے اس کی حرمت پوری ہوتی ہے اور اس کی گواہی درست ہوتی ہے اور جن آدمیوں کے قرضہ کا اقرار کرے وہ اقرار جائز ہوتا ہے اور اس کی وصیت درست ہوتی ہے اور اس کے مولی کو انکار نہیں پہنچتا اس خیال سے کہ اپنا مال بچانا چاہتا ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1177)

عقل مند چھوٹے غلام کی کتابت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ كِتَابَةُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ إذَا كَانَ يَعْقِلُ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ) لِتَحَقُّقِ الْإِيجَابِ

وَالْقَبُولِ ، إِذْ الْعَاقِلُ مِنْ أَهْلِ الْقَبُولِ وَالتَّصَرُّفُ نَافِعٌ فِي حَقِّهِ .
وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيهِ وَهُوَ بِنَاءٌ عَلَى مَسْأَلَةِ إِذْنِ الصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ لَا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ لِأَنَّ الْقَبُولَ لَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ فَلَا يَنْعَقِدُ الْعَقْدُ ، حَتَّى لَوْ أَدَّى عَنْهُ غَيْرُهُ لَا يَعْتِقُ وَيَسْتَرِدُّ مَا دَفَعَ .

ترجمہ

فرمایا کہ چھوٹے غلام کی کتابت بھی جائز ہے لیکن جب وہ عقل مندی سے خرید وفروخت کو جانتا ہو کیونکہ ایجاب وقبول ثابت ہوسکتا ہے اس لئے وہ عقل مندی کا اہل ہے جبکہ کتابت بچے کے حق میں بھی فائدے مند ہے۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں بھی ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے اور ان کا یہ اختلاف بچے کو تجارت کی اجازت دینے والے اختلافی مسئلہ کے موافق ہے اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جب وہ غلام خرید وفروخت کو جانتا ہی نہ ہو کیونکہ اس کی جانب سے قبول کرنا ثابت نہ ہوگا لہذا عقد کا انعقاد ہی نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اس کی جانب ادا کردیا ہے تب بھی وہ آزاد نہ ہوگا اور اس کے غیر نے جو مال ادا کیا ہے اس کو واپس دے دیا جائے گا۔

عجز کے سبب بقیہ غلاموں کے نقصان کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ اگر چند غلام ایک ہی عقد میں مکاتب کیے جائیں تو مولیٰ ان میں سے ایک غلام کو آزاد نہیں کرسکتا جب تک باقی مکاتب راضی نہ ہوں اگر وہ کم سن ہوں تو ان کی رضامندی کا اعتبار نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ چند غلاموں میں ایک غلام نہایت ہوشیار اور محنتی ہوتا ہے اس کے سبب سے توقع یہ ہوتی ہے کہ محنت مزدوری کر کے اوروں کو بھی آزاد کرادے مولیٰ کیا کرتا کہ اسی شخص کو آزاد کر دیتا ہے تاکہ باقی غلام محنت سے عاجز ہوکر غلام ہو جائیں تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں باقی غلاموں کا ضرر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں ضرر نہیں ہے۔
حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ اگر چند غلام مکاتب کیے جائیں اور ان میں کوئی غلام ایسا ہو کہ نہایت بوڑھا ہو یا نہایت کم سن ہو جس کے سبب سے اور غلاموں کو بدل کتابت کی ادا کرنے میں مدد نہ ملتی ہو تو مولیٰ کو اس کا آزاد کرنا درست ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1181)

اپنے غلام کا بدل کتابت ایک ہزار مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ : جَعَلْتُ عَلَيْكَ أَلْفًا تُؤَدِّيهَا إِلَيَّ نُجُومًا أَوَّلُ النَّجْمِ كَذَا وَآخِرُهُ كَذَا فَإِذَا أَدَّيْتَهَا فَأَنْتَ حُرٌّ وَإِنْ عَجَزْتَ فَأَنْتَ رَقِيقٌ فَإِنَّ هَذِهِ مُكَاتَبَةٌ) لِأَنَّهُ أَتَى بِتَفْسِيرِ الْكِتَابَةِ ، وَلَوْ قَالَ : إِذَا أَدَّيْتَ إِلَيَّ أَلْفًا كُلَّ شَهْرٍ مِائَةً فَأَنْتَ حُرٌّ فَهَذِهِ مُكَاتَبَةٌ فِي رِوَايَةِ

أَبِي سُلَيْمَانَ ، لِأَنَّ التَّنْجِيمَ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ وَذَلِكَ بِالْكِتَابَةِ . وَفِي نُسَخِ أَبِي حَفْصٍ لَا تَكُونُ مُكَاتَبَةً اعْتِبَارًا بِالتَّعْلِيقِ بِالْأَدَاءِ مَرَّةً .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تمہارے لئے کتابت کا بدل ایک ہزار مقرر کیا ہے اور تم مجھے بطور قسط کے ادا کردو۔ ایک قسط اتنی ہوگی اور دوسری قسط اتنی ہوگی اور جب تم ساری رقم ادا کردو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ اور جب تم اس رقم کو ادا نہ کر سکے تو تم غلام رہو گے۔ تو اس مکاتبت کا عقد بھی درست ہے۔ کیونکہ آقا کی کتابت کی وضاحت کو بیان کر دیا ہے اور جب اس نے اس طرح کہا ہے کہ تم ہر ماہ میں سو دراہم کے حساب سے ایک ہزار ادا کرو۔ تو آزاد ہو جاؤ گے۔

حضرت ابوسلیمان کے روایت کے مطابق یہ بھی مکاتبت ہو جائے گی کیونکہ قسط مقرر کرنا یہ دلیل وجوب ہے اور کتابت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ ابوحفص کبیر کے نسخہ کے موافق یہ مکاتبت نہ ہوگی کیونکہ اس نے آزادی کو ایک بار ادا کرنے کے ساتھ معلق کر رکھا ہے۔

کتابت میں معین شرط لگانے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سونے یا چاندی پر اور اس کی کتابت میں کوئی شرط لگادی سفر یا خدمت یا اضحیہ کی لیکن اس شرط کو معین کر دیا پھر مکاتب اپنے قسطوں کے ادا کرنے پر مدت سے پہلے قادر ہو گیا اور اس نے قسطیں ادا کر دیں مگر یہ شرط اس پر باقی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور حرمت اس کی پوری ہو جائے گی اب اس شرط کو دیکھیں گے اگر وہ شرط ایسی ہے جو مکاتب کو خود ادا کرنا پڑتی ہے (جیسے سفر یا خدمت کی شرط) تو یہ مکاتب پر لازم نہ ہوگی اور نہ مولی کو اس شرط کے پورا کرنے کا استحقاق ہوگا اور جو شرط ایسی ہے جس میں کچھ دینا پڑتا ہے جیسے اضحیہ یا کپڑے کی شرط تو یہ مانند روپوں اشرفیوں کے ہوگی اس چیز کی قیمت لگا کر وہ بھی اپنی قسطوں کے ساتھ ادا کر دے گا جب تک ادا نہ کرے گا آزاد نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مکاتب مثل اس غلام کے ہے جس کو مولیٰ آزاد کر دے دس برس تک خدمت کرنے کے بعد اگر مولیٰ مر جائے اور دس برس نہ گزرنے ہوں تو ورثاء کی خدمت میں دس برس پورے کرے گا اور ولاء اس کی اسی کو ملے گی جس نے اس کی آزادی ثابت کی یا اس کی اولاد کو مردوں میں سے یا عصبہ کو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے مکاتب سے شرط لگائے تو سفر نہ کرنا یا نکاح نہ کرنا یا میرے ملک میں سے باہر نہ جانا بغیر میرے پوچھے ہوئے اگر تو ایسا کرے گا تو تیری کتابت باطل کر دینا میرے اختیار میں ہوگا۔ اس صورت میں کتابت کا باطل کرنا اس کے اختیار میں نہ ہوگا اگرچہ مکاتب ان کاموں میں سے کوئی کام کرے اگر مکاتب کی کتابت کو مولی باطل کرے تو مکاتب کو چاہیے کہ حاکم کے سامنے فریاد کرے وہ حکم کر دے کہ کتابت باطل نہیں ہو سکتی مگر اتنی بات ہے کہ مکاتب کو نکاح کرنا یا سفر کرنا یا ملک سے باہر جانا بغیر مولیٰ کے پوچھے ہوئے درست نہیں ہے خواہ اس کی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے غلام کو سو دینار کے بدلے میں مکاتب کرتا ہے اور غلام کے پاس ہزار دینار موجود ہوتے ہیں تو وہ نکاح کر کے ان

دیناروں کو مہر کے بدلے میں تباہ ہو کر پھر عاجز ہو کر مولی کے پاس آتا ہے نہ اس کے پاس مال ہوتا ہے نہ اور کچھ اس میں سراسر مولی کا نقصان ہے یا مکاتب سفر کرتا ہے اور قسطوں کے دن آجاتے ہیں لیکن وہ حاضر نہیں ہوتا تو اس میں مولی کا حرج ہوتا ہے اسی نظر سے مکاتب کو درست نہیں کہ بغیر مولی کے پوچھے ہوئے نکاح کرے یا سفر کرے بلکہ ان امورات کا اختیار کرنا مولی کو ہے چاہے اجازت دے چاہے منع کرے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1179)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مکاتب کی قسط کی بیع درست نہیں کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اس واسطے کہ اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو اس کے ذمے جو روپیہ تھا باطل ہو گیا اور اگر مکاتب مر گیا یا مفلس ہو گیا اور اس پر لوگوں کے قرضے ہیں تو جس شخص نے اس کی قسط خریدی تو وہ قرض خواہوں کے برابر نہ ہوگا بلکہ مثل مکاتب کے مولی کے ہوگا اور مولی مکاتب کے قرض خواہوں کے برابر نہیں ہوتا اسی طرح خراج مولی کا اگر غلام کے ذمے پر جمع ہو جائے تب بھی مولی اور قرض خواہوں کے برابر نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مکاتب اگر اپنی کتابت کو خریدے نقد روپیہ اشرفی کے بدلے میں یا کسی اسباب کے بدلے میں جو بدل کتابت کی جنس سے نہ ہو یا اسی جنس سے مؤجل ہو یا معجل ہو تو درست ہے۔

مکاتب کی قیمت ایک ہزار دراہم اور وصیت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مولی مرتے وقت اپنے مکاتب کو آزاد کر دے تو مکاتب کی اس حالت میں جس میں وہ ہے قیمت لگا دیں گے اگر قیمت اس کی بدل کتابت سے کم ہے تو ثلث مال میں وہ قیمت مکاتب کو معاف ہو جائے گی اور جس قدر بدل کتابت اس پر باقی ہے اس کی مقدار کی طرف خیال نہ آئے گا وہ اگر کسی کے ہاتھ سے مارا جائے تو اس کے قاتل پر قتل کے دن کی قیمت لازم آئے گی اور اگر مجروح ہو تو زخمی کرنے والے پر اس دن کی دیت لازم آئے گی اور ان سب امور میں کتابت کی مقدار کی طرف خیال نہ کریں گے کیونکہ جب تک اس پر بدل کتابت میں سے باقی ہے وہ غلام ہے البتہ اگر بدل کتابت قیمت سے کم باقی ہے تو جس قدر بدل کتابت باقی رہ گیا ہے وہ ثلث مال میں معاف ہو جائے گا گویا میت نے مکاتب کے واسطے اس قدر مال کی وصیت کی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تفسیر اس کی یہ ہے مثلاً قیمت مکاتب کی ہزار درہم ہوں اور بدل کتابت میں اس پر سو درہم باقی ہوں تو گویا مولی نے اس کے لیے سو درہم کی وصیت کی اگر ثلث مال میں سے سو درہم کی وصیت کی اگر ثلث مال میں سے سو درہم نکل سکیں تو آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو مکاتب کرے مرتے وقت تو اس کی قیمت لگا دیں گے اگر ثلث مال میں گنجائش ہوگی تو یہ عقد کتابت جائز ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ غلام کی قیمت ہزار دینار ہو اور مولی اس کو مرتے وقت دو سو دینار کو مکاتب کر گیا اور ثلث مال مولی کا ہزار دینار کے مقدار ہو تو کتابت جائز ہوگی گویا یہ مولی نے وصیت کی اپنے مکاتب کے لیے

ثلث مال میں اگر مولیٰ نے اور بھی لوگوں کو وصیتیں کی ہیں اور ثلث مال مکاتب کی قیمت سے زیادہ نہیں ہے تو پہلے کتابت کی وصیت کو ادا کریں گے کیونکہ کتابت کا نتیجہ آزادی ہے اور آزادی اور وصیتوں پر مقدم ہے پھر اور وصیت والوں کو حکم ہوگا کہ مکاتب کا پیچھا کریں اور اس سے اپنی وصیتیں وصول کریں اور میت کے وارثوں کو اختیار ہے چاہیں وصیت والوں کو ان کی وصیتیں ادا کریں اور مکاتب کی کتابت آپ لے لیں اگر چاہیں مکاتب کو اور اس کے بدل کتابت کو وصیت والوں کے حوالے کر دیں کیونکہ ثلث مال مکاتب ہی میں رہ گیا ہے اور اس واسطے کہ جب کوئی شخص وصیت کرے پھر اس کے وارث یہ کہیں کہ یہ وصیت ثلث سے زیادہ ہے اور میت نے اپنے اختیار سے زیادہ تصرف کیا تو اس کے ورثہ کو اختیار ہوگا چاہیں تو وصیت والوں کو ان کی وصیتیں ادا کریں اور چاہیں تو میت کا ثلث مال وصیت والوں کے سپرد کر دیں اگر وارثوں نے مکاتب کو وصیت والوں کے سپرد کر دیا تو بدل کتابت وصیت والوں کا ہو جائے گا اب اگر مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا تو سب وصیت والے اپنے حصوں کے موافق بانٹ لیں گے اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو وصیت والوں کا غلام ہو جائے گا اب وصیت والے اس غلام کو وارثوں پر پھیر نہیں سکتے کیونکہ وارثوں نے اپنے اختیار سے اسے چھوڑ دیا اور اس واسطے کہ وصیت والوں کو جب وہ غلام مل گیا تو وہ اس کے ضامن ہو گئے اگر وہ غلام مر جاتا تو وارثوں سے یہ کچھ نہ لے سکتے اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے مر گیا اور بدل کتابت سے زیادہ مال چھوڑ گیا تو وہ مال وصیت والوں کو ملے گا اگر مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور ولاء اس کی مکاتب کرنے والے کے عصبوں کو ملے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس مکاتب پر مولیٰ کے ہزار درہم آتے ہوں پھر مولیٰ مرتے وقت ہزار درہم معاف کر دے تو مکاتب کی قیمت لگائی جائے گی اگر اس کی قیمت ہزار درہم ہوں گے تو گویا دسواں حصہ کتابت کا معاف ہوا اور قیمت کی رو سے دو سو درہم ہوئے تو گویا دسواں حصہ قیمت کا اس نے معاف کر دیا اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر مولیٰ سب بدل کتابت کو معاف کر دیتا تو ثلث مال میں صرف مکاتب کی قیمت کا حساب ہوتا یعنی ہزار درہم کا اگر نصف معاف کرتا تو ثلث مال میں نصف کا حساب ہوتا اگر اس سے کم زیادہ ہو وہ بھی اسی حساب سے ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1183)

غلام کی اقساط میں سے معاف کرنے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص مرتے وقت اپنے مکاتب کو ہزار درہم میں سے معاف کر دے مگر یہ نہ کہے کہ کون سی قسط میں یہ معافی ہوگی اول میں یا آخر میں تو ہر قسط میں سے دسواں حصہ معاف کیا جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے مکاتب کو ہزار درہم اول کتابت یا آخر کتابت میں معاف کر دے اور بدل کتابت تین ہزار درہم ہوں تو مکاتب کی قیمت لگا دیں گے پھر اس قیمت کو تقسیم کریں گے ہر ایک ہزار پر جو ہزار کہ مدت اس کی کم ہے اس کی قیمت کم ہوگی بہ نسبت اس ہزار کے جو اس کے بعد سے اسی طرح جو ہزار سب کے اخیر میں ہوگا اس کی قیمت سب سے کم ہوگی کیونکہ جس قدر میعاد بڑھتی جائے گی اسی قدر قیمت گھٹتی جائے گی پھر جس ہزار پر معافی ہوئی ہے اس کی جو قیمت ان کو پڑے گی وہ ثلث مال میں سے وضع کی جائے گی اگر اس سے کم زیادہ ہو وہ بھی اسی حساب سے ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے مرتے وقت ربع مکاتب کی کسی کے لیے وصیت کی اور ربع کو آزاد کر دیا پھر وہ شخص مرگیا بعد اس کے مکاتب مرگیا اور بدل کتابت سے زیادہ مال چھوڑ گیا تو پہلے مولیٰ کے وارثوں کو اور موصی لہ کو جس قدر بدل کتابت باقی تھا ادا دیں گے پھر جس قدر مال بچ جائے گا ثلث اس میں سے موصی لہ کو ملے گا اور دو ثلث وارثوں کو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس مکاتب کو مولیٰ مرتے وقت آزاد کر دے اور ثلث میں سے وہ آزاد نہ ہو سکے تو جس قدر گنجائش ہوگی اسی قدر آزاد ہوگا اور بدل کتابت میں سے اتنا وضع ہو جائے گا مثلاً مکاتب پر پانچ ہزار درہم تھے اور اس کی قیمت دو ہزار درہم تھی اور میت کا ثلث مال ہزار درہم ہے تو نصف مکاتب آزاد ہو جائے گا اور نصف بدل کتابت یعنی اڑھائی ہزار روپیہ ساقط ہو جائیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ فلانا غلام میرا آزاد ہے اور فلانے کو مکاتب کرنا پھر ثلث مال میں دونوں کی گنجائش نہ ہو تو آزادی مقدم ہوگی کتابت پر ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1183)

عقد مکاتبت کی صحت کے سبب غلام کا قبضہ سے نکل جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتْ الْكِتَابَةُ خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلَى وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْ مِلْكِهِ) أَمَّا الْخُرُوجُ مِنْ يَدِهِ فَلِتَحْقِيقِ مَعْنَى الْكِتَابَةِ وَهُوَ الضَّمُّ فَيَضُمُّ مَالِكِيَّةَ يَدِهِ إلَى مَالِكِيَّةِ نَفْسِهِ أَوْ لِتَحْقِيقِ مَقْصُودِ الْكِتَابَةِ وَهُوَ أَدَاءُ الْبَدَلِ فَيَمْلِكُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَالْخُرُوجَ إلَى السَّفَرِ وَإِنْ نَهَاهُ الْمَوْلَى ، وَأَمَّا عَدَمُ الْخُرُوجِ عَنْ مِلْكِهِ فَلِمَا رَوَيْنَا ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ وَمَبْنَاهُ عَلَى الْمُسَاوَاةِ ، وَيَنْعَدِمُ ذَلِكَ بِتَنَجُّزِ الْعِتْقِ وَيَتَحَقَّقُ بِتَأَخُّرِهِ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ لَهُ نَوْعُ مَالِكِيَّةٍ وَيَثْبُتُ لَهُ فِي الذِّمَّةِ حَقٌّ مِنْ وَجْهٍ (فَإِنْ أَعْتَقَهُ عَتَقَ بِعِتْقِهِ) لِأَنَّهُ مَالِكٌ لِرَقَبَتِهِ (وَسَقَطَ عَنْهُ بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّهُ مَا الْتَزَمَهُ إلَّا مُقَابَلًا بِحُصُولِ الْعِتْقِ بِهِ وَقَدْ حَصَلَ دُونَهُ .

ترجمہ

اور جب مکاتبت کا عقد درست ہو گیا ہے تو مکاتب آقا کے قبضہ سے نکل جائے گا مگر اسکی ملکیت سے نہ نکلے گا۔ اور آقا کے قبضہ سے اس کا نکلنا اس سبب سے ہے کہ کتابت کا حکم ثابت ہو جائے اور وہ ملانا ہے پس مکاتب اپنے تصرف اور قبضہ کی ملکیت کو اپنی ذات کے ساتھ ملانے والا ہے یا اس سبب سے کہ مقصود کتابت کو ثابت کیا جائے اور وہ بدل کو ادا کرنا ہے پس مکاتب خرید و فروخت کا مالک بن جائے گا اور سفر پر جانے کا مالک بھی بن جائے گا خواہ مالک نے اس کو روک دیا ہے۔ ہاں البتہ مکاتب آقا کی ملکیت سے نکلنے والا نہ ہوگا اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ مکاتبت یہ عقد معاوضہ ہے اور اس کا دارومدار برابری پر ہے۔ جبکہ فوری طور آزادی کے نفاذ کے سبب وہ برابری ختم ہو جائے گی۔ جبکہ اس کو موخر کرنے کے سبب وہ برابری ثابت ہو جائے گی۔ اور

یہ بھی دلیل ہے کہ اس طرح ایک جانب سے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور ایک جانب سے اس کا حق بھی ثابت ہو جائے گا۔

اور جب عقد مکاتبت کے بعد آقا نے اس کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا ابھی تک اس کا مالک ہے ہاں البتہ اس طرح کتابت کا بدل ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے غلام کے حق میں بدل کتابت دینے کو لازم کیا تھا جبکہ آزادی اس کو بدلے کے بغیر ہی مل رہی ہے۔

شرح

حضرت ابن ملیح نے اپنے والد سے روایت کیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک نہیں (مقصد یہ کہ اپنا پورا غلام آزاد کرتا) ابن کثیر نے اپنی روایت میں اتنا اضافہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے عتق کا جائز قرار دے دیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 542)

مکاتبہ باندی سے وطی کے سبب آقا پر مہر ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَطِيءَ الْمَوْلَى مُكَاتَبَتَهُ لَزِمَهُ الْعُقْرُ) لِأَنَّهَا صَارَتْ أَخَصَّ بِأَجْزَائِهَا تَوَسُّلًا إِلَى الْمَقْصُودِ بِالْكِتَابَةِ وَهُوَ الْوُصُولُ إِلَى الْبَدَلِ مِنْ جَانِبِهِ وَإِلَى الْحُرِّيَّةِ مِنْ جَانِبِهَا بِنَاءً عَلَيْهِ ، وَمَنَافِعُ الْبُضْعِ مُلْحَقَةٌ بِالْأَجْزَاءِ وَالْأَعْيَانِ (وَإِنْ جَنَى عَلَيْهَا أَوْ عَلَى وَلَدِهَا لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ) لِمَا بَيَّنَّا (وَإِنْ أَتْلَفَ مَالًا لَهَا غَرِمَ) لِأَنَّ الْمَوْلَى كَالْأَجْنَبِيِّ فِي حَقِّ أَكْسَابِهَا وَنَفْسِهَا ، إِذْ لَوْ لَمْ يُجْعَلْ كَذَلِكَ لَأَتْلَفَهُ الْمَوْلَى فَيَمْتَنِعُ حُصُولُ الْغَرَضِ الْمُبْتَغَى بِالْعَقْدِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

اور جب آقا نے مکاتبہ باندی کے ساتھ جماع کیا ہے تو آقا پر مہر لازم ہو جائے گا کیونکہ مکاتبہ اپنے حصوں کی ملکیت رکھنے والی ہے اور اس کی ملکیت ثابت ہو چکی ہے تا کہ اس ملکیت کے سبب مقصد کتابت حاصل کیا جا سکے۔ یعنی آقا کے حق میں بدل کتابت کو وصول کرنا اور باندی کے حق میں آزادی کو حاصل کرنا یہ اسی بدل کے ادا کرنے پر منحصر ہے جبکہ منافع بضع یہ منافع اجزاء کے ساتھ ملنے والے ہیں۔

اور جب آقا نے باندی یا اس کے بچے پر جنایت کی تو اس پر تاوان لازم آئے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور جب آقا نے مکاتبہ کا مال ہلاک کر دیا ہے تو وہ اس کا بھی ضامن ہوگا کیونکہ اب مکاتبہ کی جان اور اس کے مال میں آقا ایک غیر آدمی کی طرح ہے اور اس لئے کہ جب ایسا نہ کیا جائے تو آقا اس کا سارا مال ہلاک کر دے گا اور وہ مقصود ختم ہو جائے گا جس مقصد کیلئے عقد کیا گیا ہے۔

دیت کی ادائیگی کا کتابت پر مقدم ہونے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مکاتب کسی شخص کو ایسا زخمی کرے جس میں دیت واجب ہو تو اگر مکاتب اپنے بدل کتابت کے ساتھ دیت بھی ادا کر سکے تو دیت ادا کر دے وہ مکاتب بنا رہے گا اگر اس پر قدرت نہ ہو تو اپنی کتابت سے عاجز ہوا کیونکہ دیت کا ادا کرنا کتابت پر مقدم ہے پھر جب دیت دینے سے عاجز ہو جائے تو اس کے مولیٰ کو اختیار ہے اگر چاہے تو دیت ادا کر دے اور مکاتب کو غلام سمجھ کر رکھ لے اب وہ بدستور اس کا غلام ہو جائے گا اگر چاہے تو خود مکاتب کو اس شخص کے حوالے کر جو زخمی ہوا ہے مگر مولیٰ پر لازم نہیں ہے کہ غلام دے ڈالنے سے زیادہ اور کچھ اپنا نقصان کرے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب چند غلام ایک ساتھ مکاتب ہوں پھر ان میں سے ایک غلام کسی شخص کو زخمی کرے تو سب غلاموں سے کہا جائے گا دیت ادا کرو اگر ادا کریں گے اپنی کتابت پر قائم رہیں گے اگر نہ کریں گے سب کے سب عاجز سمجھے جائیں گے چاہے جس غلام نے زخمی کیا ہے اس کو حوالے کر دے باقی غلام بدستور مولیٰ کے غلام ہو جائیں گے کیونکہ وہ دیت دینے سے عاجز ہو گئے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی شرح یوں ایک شخص انے اپنے غلاموں کو تین ہزار درہم پر مکاتب کیا اور اس کے زخم کی دیت ایک ہزار درہم وصول پائی تو اب جب وہ مکاتب دو ہزار درہم ادا کر دے گا آزاد ہو جائے گا اگر مولیٰ کے اس غلام پر ہزار ہی درہم بابت کتابت کے باقی تھے کہ ایک ہزار درہم دیت کے پائے تو ہو آزاد ہو جائے گا اور جس قدر درہم باقی تھے اس سے زیادہ دیت کے درہم پائے تو مولیٰ جتنے باقی تھے اتنے لے کر باقی مکاتب کو پھیر دے گا اور مکاتب آزاد ہو جائے گا یہ درست نہیں کہ مکاتب کی دیت اسی کو حوالہ کر دیں وہ کھا پی کر برابر کر دے پھر اگر عاجز ہو جائے تو کانا لنگڑا لولا ہو کر اپنے مولیٰ کے پاس آئے کیونکہ مولیٰ نے اس کو اختیار دیا تھا اس کے مال اور کمائی پر نہ اپنی اولاد کی قیمت یا اپنی دیت پر کہ وہ کھا پی کر برابر کر دے بلکہ مکاتب کی دیت اور اس کی اولاد کی دیت جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی یا ان پر عقد کتابت ہوا مولیٰ کو دی جائے گی اور اس کے بدل کتابت میں مجرا ہو گی۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1174)

فَصْلٌ فِي الْكِتَابَةِ الْفَاسِدَةِ

﴿یہ فصل کتابت فاسدہ کے بیان میں ہے﴾

فصل کتابت فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے کتابت کی صحیح اقسام اوران کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے کتابت فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اوراسی طرح نماز وروزہ وحج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام ومرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

خنزیر وشراب کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمُسْلِمُ عَبْدَهُ عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ عَلَى قِيمَةِ نَفْسِهِ فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ لَا يَسْتَحِقُّهُ الْمُسْلِمُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فِي حَقِّهِ فَلَا يَصْلُحُ بَدَلًا فَيَفْسُدُ الْعَقْدُ.

وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْقِيمَةَ مَجْهُولَةٌ قَدْرًا وَجِنْسًا وَوَصْفًا فَتَفَاحَشَتْ الْجَهَالَةُ وَصَارَ كَمَا إذَا كَاتَبَ عَلَى ثَوْبٍ أَوْ دَابَّةٍ، وَلِأَنَّهُ تَنْصِيصٌ عَلَى مَا هُوَ مُوجَبُ الْعَقْدِ الْفَاسِدِ لِأَنَّهُ مُوجِبٌ لِلْقِيمَةِ.

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے خنزیر وشراب یا غلام کی قیمت کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنایا تو کتابت فاسد ہو جائے گی اور خنزیر وشراب کا سبب تو یہی ہے کہ مسلمان ان کا حقدار نہیں بنتا کیونکہ یہ اشیاء مسلمانوں کے حق میں مال نہیں ہیں۔ پس یہ بدل بھی نہیں بن سکتیں۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائے گی جبکہ قیمت کو عقد بنانا اس سبب سے فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی قیمت کی مقدار

وصف اور جنس سے مجہول رہے گی اور یہ جہالت فاحشہ ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ جب کسی شخص نے کپڑے یا سواری کے بدلے میں مکاتبت کی ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ میں نے اس کی قیمت پر مکاتبت کی" اس کا یہ قول عقد فاسد کی صراحت کو واجب کرنے والا ہے۔ کیونکہ عقد فاسد یہ قیمت کو واجب کرنے والا ہوتا ہے۔

مکاتبت کا مال متقوم کے بدلے میں ہونے کا بیان

اور مبیع کا موجود ہونا مال متقوم ہونا۔ مملوک ہونا۔ مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے اور اگر بائع اُس چیز کو اپنے لیے بیچتا ہو تو اُس چیز کا ملک بائع میں ہونا ضروری ہے۔ جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ اس کے موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو اُس کی بیع نہیں مثلاً حمل یا تھن میں جو دودھ ہے اُس کی بیع ناجائز ہے کہ ہو سکتا ہے جانور کا پیٹ پھولا ہے اور اُس میں بچہ نہ ہو اور تھن میں دودھ نہ ہو۔ پھل نمودار ہونے سے پہلے بیچ نہیں سکتے۔ اسی طرح خون اور مُردار کی بیع نہیں ہو سکتی کہ یہ مال نہیں اور مسلمان کے حق میں شراب وخنزیر کی بیع نہیں ہو سکتی کہ مال متقوم نہیں۔ زمین میں جو گھاس لگی ہوئی ہے اُس کی بیع نہیں ہو سکتی اگر چہ زمین اپنی ملک ہو کہ وہ گھاس مملوک نہیں۔ اسی طرح نہر یا کوئیں کا پانی، جنگل کی لکڑی اور شکار کہ جب تک ان کو قبضہ میں نہ کیا جائے مملوک نہیں۔

خمر سے ادائیگی کے سبب مکاتب کی آزادی کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَدَّى الْخَمْرَ عَتَقَ) وَقَالَ زُفَرُ : لَا يُعْتَقُ إلَّا بِأَدَاءِ قِيمَةِ نَفْسِهِ ، لِأَنَّ الْبَدَلَ هُوَ الْقِيمَةُ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : أَنَّهُ يُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْخَمْرِ لِأَنَّهُ بَدَلٌ صُورَةً ، وَيُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْقِيمَةِ أَيْضًا لِأَنَّهُ هُوَ الْبَدَلُ مَعْنًى .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إنَّمَا يُعْتَقُ بِأَدَاءِ عَيْنِ الْخَمْرِ إذَا قَالَ إنْ أَدَّيْتهَا فَأَنْتَ حُرٌّ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ الْعِتْقُ بِالشَّرْطِ لَا بِعَقْدِ الْكِتَابَةِ ، وَصَارَ كَمَا إذَا كَاتَبَ عَلَى مَيْتَةٍ أَوْ دَمٍ وَلَا فَصْلَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْمَيْتَةِ أَنَّ الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ مَالٌ فِي الْجُمْلَةِ فَأَمْكَنَ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ ، وَمُوجَبُهُ الْعِتْقُ عِنْدَ أَدَاءِ الْعِوَضِ الْمَشْرُوطِ .

وَأَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَيْسَتْ بِمَالٍ أَصْلًا فَلَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ فَاعْتُبِرَ فِيهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَذَلِكَ بِالتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ (وَإِذَا عَتَقَ بِأَدَاءِ عَيْنِ الْخَمْرِ لَزِمَهُ أَنْ يَسْعَى فِي قِيمَتِهِ) لِأَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ رَدُّ رَقَبَتِهِ لِفَسَادِ الْعَقْدِ وَقَدْ تَعَذَّرَ بِالْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ إذَا تَلِفَ الْمَبِيعُ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے شراب کو ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ شراب کی قیمت ادا کیے بغیر وہ آزاد نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ قیمت اصل میں بدل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ شراب ادا کرنے سے بھی وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی بطور صورت بدل ہے۔ اور وہ اپنی قیمت ادا کرنے سے بھی آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ معنوی طور پر بدل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آقا نے یہ کہا ہے کہ جب تم شراب ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے لہذا اب عین خمر کی ادائیگی کے سبب مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اب وہ شرط کے سبب سے آزاد ہونے والا ہے جبکہ عقد کتابت کے سبب سے آزاد ہونے والا نہیں ہے۔ اور اس کی نظیر اس طرح ہے کہ جب کسی شخص نے مردار اور خون پر عقد کیا ہے*۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق خنزیر اور خمر میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ خنزیر و خمر اور مردار میں فرق ہے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ خمر اور خنزیر یہ دونوں کسی نہ کسی طرح مال کے حکم میں چلے جاتے ہیں اور ان میں عقد کے حکم کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے اور وجوب عقد یہ ہے کہ معین کردہ ادائیگی کے وہ مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ مگر مردار یہ تو مال ہی نہیں ہے اور اس میں عقد کے حکم کا اعتبار کرنا یہ ممکن نہیں ہو سکتا لہذا اس میں شرط کے معنی کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جب اس کی صراحت کر دی جائے۔

اور جب مکاتب عین خمر کو ادا کر کے آزاد ہو گیا ہے تو اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنی قیمت کو ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ کیونکہ عقد فاسدہ ہو جانے کے سبب اس پر رقبہ کی واپسی واجب ہے جبکہ آزادی کے سبب سے یہ واپسی ناممکن ہے۔ کیونکہ اس پر اپنی قیمت کو واپس کرنا واجب ہے جس طرح بیع فاسدہ میں اس وقت ہوا کرتا ہے جب مبیع ہلاک ہو جائے تو اس کو قیمت کو لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔

غیر متقوم مال کی ادائیگی کا غیر معتبر ہونے کا بیان

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس صورت میں بیع کا کوئی رُکن مفقود ہو یا وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو وہ بیع باطل ہے۔ پہلی کی مثال یہ ہے کہ مجنون یا غیر عاقل بچے نے ایجاب یا قبول کیا کہ ان کا قول شرعاً معتبر ہی نہیں، لہذا ایجاب یا قبول پایا ہی نہ گیا۔ دوسری کی مثال یہ ہے کہ مبیع مُردار یا خون یا شراب یا آزاد ہو کہ یہ چیزیں بیع کے قابل نہیں ہیں اور اگر رُکنِ بیع یا محلِ بیع میں خرابی نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ کوئی خرابی ہو تو وہ بیع فاسد ہے مثلاً ثمن خمر ہو یا مبیع کی تسلیم پر قدرت نہ ہو یا بیع میں کوئی شرط خلاف عقد کے تقاضہ ہو۔

اور جب مبیع یا ثمن دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز ہو جو کسی دینِ آسمانی میں مال نہ ہو، جیسے مُردار، خون، آزاد، ان کو چاہے مبیع کیا جائے یا ثمن، بہر حال بیع باطل ہے اور اگر بعض دِین میں مال ہوں بعض میں نہیں جیسے شراب کہ اگر چہ اسلام میں یہ مال نہیں

مگر دین موسوی وعیسوی میں مال تھی، اس کو مبیع قرار دیں گے تو بیع باطل ہے اور ثمن قرار دیں تو فاسد مثلاً شراب کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو بیع فاسد ہے اور اگر روپیہ پیسہ سے شراب خریدی تو باطل۔ (ردمختار، کتاب بیوع، بیروت)

معین کردہ قیمت سے کمی نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَنْقُصُ عَنْ الْمُسَمّٰى وَيُزَادُ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ فَاسِدٌ فَتَجِبُ الْقِيمَةُ عِنْدَ هَلَاكِ الْمُبْدَلِ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْمَوْلٰى مَا رَضِيَ بِالنُّقْصَانِ وَالْعَبْدُ رَضِيَ بِالزِّيَادَةِ كَيْ لَا يَبْطُلَ حَقُّهُ فِي الْعِتْقِ أَصْلًا فَتَجِبُ قِيمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ ، وَفِيمَا إذَا كَاتَبَهُ عَلٰى قِيمَتِهِ يُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْقِيمَةِ لِأَنَّهُ هُوَ الْبَدَلُ .

وَأَمْكَنَ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ وَأَثَرُ الْجَهَالَةِ فِي الْفَسَادِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَاتَبَهُ عَلٰى ثَوْبٍ حَيْثُ لَا يُعْتَقُ بِأَدَاءِ ثَوْبٍ لِأَنَّهُ لَا يُوقَفُ فِيهِ عَلٰى مُرَادِ الْعَاقِدِ لِاخْتِلَافِ أَجْنَاسِ الثَّوْبِ فَلَا يَثْبُتُ الْعِتْقُ بِدُونِ إرَادَتِهِ .

ترجمہ

فرمایا اور معین کردہ قیمت میں سے کم نہ کرے لیکن اضافہ کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ عقد فاسد تھا۔ پس مبدل کے ہلاک ہونے کے سبب پوری قیمت واجب ہوگئی تھی جس قدر بھی قدر تھی جس طرح بیع فاسد میں ہوتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ آقا معین بدلہ لینے سے کم پر رضامند نہیں ہے جبکہ غلام زیادہ ادا کرنے پر رضامند ہے کہ کہیں اس کی آزادی کا حق ختم نہ ہو جائے پس جو قیمت بھی ہوگی وہ واجب ہوگی۔

اور اسی طرح جب آقا نے مکاتب کے ساتھ اس کی قیمت پر معاملہ کیا تو وہ قیمت ادا کرنے کے سبب آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ قیمت ہی بدلہ ہے۔ اور اس میں عقد کا معنی کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے جبکہ قیمت کی جہالت کا اثر یہ فساد بیع کے سبب سے ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کپڑے کے بدلے میں کتابت کا عقد کیا ہے تو وہ مکاتب کوئی کپڑا دینے سے آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں عاقد کی مراد پر اطلاع پانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کپڑے کیا اجناس مختلف ہیں۔ پس آقا کی مرضی کو جاننے کے سوا آزادی ثابت نہ ہوگی۔

بدل کتابت کا قرض کی طرح ہونے کا بیان :

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنا بدل کتابت ادا کرنے پر قادر نہیں ہوں (یعنی مال کتابت ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے مگر میرے پاس مال نہیں ہے) اس لئے آپ مال و دعا سے میری

مدد کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں وہ دعا نہ بتاؤں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی کہ جس کی برکت سے اگر تمہارے اوپر پہاڑ کی مانند بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ذمہ سے ادا کر دے گا۔ تو سنو وہ دعا یہ ہے تم اس کو پڑھا کیا کرو۔ دعا (اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک)۔ اے اللہ! مجھے حلال مال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کر دے (یعنی مجھے حلال رزق عطا فرما تا کہ اس کی وجہ سے حرام مال سے بے نیاز ہو جاؤں۔ اور اپنے فضل وکرم کے ذریعہ اپنے ماسوا سے مجھے مستغنی کر دے۔ (ترمذی، بیہقی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 980)

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کا مالک اس سے لکھوالے کہ جب وہ اتنا مال یا اتنے روپے ادا کر دے گا تو اس وقت وہ آزاد ہو جائے گا اسی طرح "بدل کتابت" اس مال کو کہتے ہیں جس کو ادا کرنے کی ذمہ داری اس مکاتب غلام نے قبول کرلی ہو لہذا جب وہ مقررہ مال ادا کر دے گا تو اسی وقت آزاد ہو جائے گا۔

غیر غلام کی جانب سے معین رقم پر عقد کتابت کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إنْ كَاتَبَهُ عَلَى شَيْءٍ بِعَيْنِهِ لِغَيْرِهِ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ .
وَمُرَادُهُ شَيْءٌ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ ، حَتَّى لَوْ قَالَ كَاتَبْتُك عَلَى هَذِهِ الْأَلْفِ الدَّرَاهِمِ وَهِيَ لِغَيْرِهِ جَازَ لِأَنَّهَا لَا تَتَعَيَّنُ فِي الْمُعَاوَضَاتِ فَيَتَعَلَّقُ بِدَرَاهِمِ دَيْنٍ فِي الذِّمَّةِ فَيَجُوزُ .
وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ أَنَّهُ يَجُوزُ ، حَتَّى إذَا مَلَكَهُ وَسَلَّمَهُ يُعْتَقُ ، وَإِنْ عَجَزَ يُرَدُّ فِي الرِّقِّ لِأَنَّ الْمُسَمَّى مَالٌ وَالْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيمِ مَوْهُومٌ فَأَشْبَهَ الصَّدَاقَ .
قُلْنَا : إنَّ الْعَيْنَ فِي الْمُعَاوَضَاتِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ شَرْطٌ لِلصِّحَّةِ إذَا كَانَ الْعَقْدُ يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ كَمَا فِي الْبَيْعِ ، بِخِلَافِ الصَّدَاقِ فِي النِّكَاحِ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى مَا هُوَ الْمَقْصُودُ بِالنِّكَاحِ لَيْسَ بِشَرْطٍ ، فَعَلَى مَا هُوَ تَابِعٌ فِيهِ أَوْلَى .
فَلَوْ أَجَازَ صَاحِبُ الْعَيْنِ ذَلِكَ فَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَجُوزُ الْبَيْعُ عِنْدَ الْإِجَازَةِ فَالْكِتَابَةُ أَوْلَى .
وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ اعْتِبَارًا بِحَالِ عَدَمِ الْإِجَازَةِ عَلَى مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ ، وَالْجَامِعُ أَنَّهُ لَا يُفِيدُ مِلْكَ الْمَكَاسِبِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ لِأَنَّهَا تَثْبُتُ لِلْحَاجَةِ إلَى الْأَدَاءِ مِنْهَا وَلَا حَاجَةَ فِيمَا إذَا كَانَ الْبَدَلُ عَيْنًا مُعَيَّنًا ، وَالْمَسْأَلَةُ فِيهِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ أَجَازَ ذَلِكَ أَوْ لَمْ يَجُزْ ، غَيْرَ أَنَّهُ عِنْدَ الْإِجَازَةِ يَجِبُ تَسْلِيمُ عَيْنِهِ ، وَعِنْدَ عَدَمِهَا يَجِبُ تَسْلِيمُ قِيمَتِهِ كَمَا فِي النِّكَاحِ ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا صِحَّةُ التَّسْمِيَةِ لِكَوْنِهِ مَالًا ، وَلَوْ مَلَكَ الْمُكَاتَبُ ذَلِكَ الْعَيْنَ ، فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَوَاهُ أَبُو يُوسُفَ أَنَّهُ إِذَا أَدَّاهُ لَا يُعْتَقُ ، وَعَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ لَمْ يَنْعَقِدْ الْعَقْدُ إِلَّا إِذَا قَالَ لَهُ إِذَا أَدَّيْت إِلَيَّ فَأَنْتَ حُرٌّ فَحِينَئِذٍ

يُعْتَقُ بِحُكْمِ الشَّرْطِ ، وَهَكَذَا عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ .وَعَنْهُ أَنَّهُ يُعْتَقُ قَالَ ذَلِكَ أَوْ لَمْ يَقُلْ ، لِأَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ مَعَ الْفَسَادِ لِكَوْنِ الْمُسَمَّى مَالًا فَيُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْمَشْرُوطِ .

وَلَوْ كَاتَبَهُ عَلَى عَيْنٍ فِي يَدِ الْمُكَاتَبِ فَفِيهِ رِوَايَتَانِ ، وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْكِتَابَةِ عَلَى الْأَعْيَانِ ، وَقَدْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي الْأَصْلِ ، وَقَدْ ذَكَرْنَا وَجْهَ الرِّوَايَتَيْنِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى .

ترجمہ

اور اسی طرح یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب آقا نے کسی ایسی معین چیز پر مکاتب بنایا ہے جو غلام کے سوا کسی دوسرے شخص کی تھی تو یہ مکاتبت جائز نہیں ہے کیونکہ غلام اس کو حوالے کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے معینہ چیز سے مراد یہ ہے کہ وہ اس طرح چیز ہو جو متعین کرنے سے متعین ہو جائے یہاں تک کہ جب آقا نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے تجھے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں مکاتب بنا دیا ہے اور وہ دراہم کسی دوسرے شخص کے ہوں تو عقد جائز ہے کیونکہ دراہم معاوضات میں معین نہیں ہوتے پس یہ عقد ایسے دراہم کے بارے میں ہوگا جو ذمہ میں قرض ہوں گے۔ اور عقد جائز ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے امام حسن علیہ الرحمہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ عقد جائز ہے یہاں تک کہ جب غلام ان دراہم کا مالک بن جائے اور ان کو آقا کے سپرد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ ادا نہ کر سکے تو وہ دوبارہ غلام بنا دیا جائے گا کیونکہ یہاں طے شدہ کا بدل مال ہے۔ اور سپرد کرنے کی طاقت بھی پائی جاتی ہے پس یہ بدلہ مہر کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہم نے کہا کہ معاوضات میں مال عین کا معقود علیہ ہوا کرتا ہے اور عقد درست ہونے کیلئے معقود علیہ کو قدرت شرط ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عقد فسخ کے قابل ہو جس طرح بیع میں ہوتا ہے بہ خلاف مہر نکاح کے، کیونکہ مقصود نکاح پر قدرت شرط نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب مالک نے عین کتابت کی اجازت دیدی ہے۔ تو کتابت کا یہ عقد درست ہو جائے گا۔ کیونکہ اجازت کے سبب سے جب بیع جائز ہو جاتی ہے تو عقد کتابت بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اجازت نہ ہونے پر قیاس کرتے ہوئے یہ عقد جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ اجازت کے ہونے یا نہ ہونے میں علت مشترکہ یہ ہے کہ اجازت مکاتب کی ملکیت میں فائدہ مند نہ ہوگی۔ جبکہ کتابت کا مقصد یہ ملکیت کا حاصل ہونا ہے کہ وہ اسی ملکیت کے بدل کتابت کو ادا کر کے ضرورت کو پورا کرے۔ اور اگر کتابت کا بدل معین مال ہے تو پھر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ مسئلہ بدل کے مال ہونے میں ہی قیاس کیا گیا ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ عقد جائز ہے اگرچہ مالک اس کی اجازت دے یا نہ دے کیونکہ جب اجازت مل جائے گی تو یہ عین مال کو حوالے کرنا واجب ہوگا اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں اس کی قیمت کو حوالے کرنا ہوگا جس طرح نکاح میں ہے اور ان میں جامع علت تسمیہ کا درست ہونا ہے اس لئے کہ وہ مال ہے۔

شرح

اسی مسئلہ کی تفریع ایک دوسرے فقہی مسئلہ سے بھی ملنے والی ہے جس میں تعین وعدم تعین کی حالت میں حکم کو بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ مسئلہ حسب ذیل ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں کبھی ثمن حال ہوتا ہے یعنی فوراً دینا اور کبھی مؤجل یعنی اُس کی ادا کے لیے کوئی میعاد معین ذکر کردی جائے کیونکہ میعاد معین نہ ہوگی تو جھگڑا ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ ثمن حال ہو لہٰذا عقد میں اس کہنے کی ضرورت نہیں کہ ثمن حال ہے بلکہ عقد میں ثمن کے متعلق اگر کچھ نہ کہا جب بھی فوراً دینا واجب ہوگا اور ثمن مؤجل کے لیے یہ ضرور ہے کہ عقد ہی میں مؤجل ہونا ذکر کیا جائے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور اگر مہر مقرر ہو چکا تھا، اور بعد میں شوہر یا اس کے ولی نے کچھ مقدار بڑھادی، تو یہ مقدار بھی شوہر پر واجب ہوگئی بشرطیکہ اسی مجلس میں عورت نے یا نابالغہ ہو۔ تو اس کے ولی نے قبول کر لی ہو اور زیادتی کی مقدار معلوم ہو اور اگر زیادتی کی مقدار معین نہ کی ہو تو کچھ نہیں، مثلاً کہا کہ میں نے تیرے مہر میں زیادتی کردی ہے اور یہ نہ بتایا کہ کتنی ہے، اس کے صحیح ہونے کے لیے گواہوں کی بھی حاجت نہیں۔ ہاں اگر شوہر انکار کردے تو ثبوت کے لیے گواہ درکار ہوں گے اگر عورت نے مہر معاف کردیا یا ہبہ کردیا ہے جب بھی زیادتی ہوسکتی ہے۔ (درمختار، کتاب النکاح، باب مہر، ج ۴، ص ۲۳۷، بیروت)

آقا کا شرط پر غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَهُ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ عَلَى أَنْ يَرُدَّ الْمَوْلَى عَلَيْهِ عَبْدًا بِغَيْرِ عَيْنِهِ) فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : هِيَ جَائِزَةٌ ، وَيُقَسَّمُ الْمِائَةُ الدِّينَارِ عَلَى قِيمَةِ الْمُكَاتَبِ وَعَلَى قِيمَةِ

عَبْدٍ وَسَطٍ فَيَبْطُلُ مِنْهَا حِصَّةُ الْعَبْدِ فَيَكُونُ مُكَاتَبًا بِمَا بَقِيَ لِأَنَّ الْعَبْدَ الْمُطْلَقَ يَصْلُحُ بَدَلَ الْكِتَابَةِ وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوَسَطِ ، فَكَذَا يَصْلُحُ مُسْتَثْنًى مِنْهُ وَهُوَ الْأَصْلُ فِي أَبْدَالِ الْعُقُودِ .وَلَهُمَا أَنَّهُ لَا يُسْتَثْنَى الْعَبْدُ مِنْ الدَّنَانِيرِ ، وَإِنَّمَا تُسْتَثْنَى قِيمَتُهُ وَالْقِيمَةُ لَا تَصْلُحُ بَدَلًا فَكَذَلِكَ مُسْتَثْنًى .

ترجمہ

اور جب آقا نے ایک سو دینار کے بدلے میں غلام کو اس شرط کے ساتھ مکاتب کیا ہے کہ آقا اس کو ایک غلام بھی دے گا تو ایسی کتابت طرفین کے نزدیک فاسد ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جائز ہے اور سو دینار کو مکاتب اور درمیانے درجے کے غلام کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس میں سے غلام کے حصے کی مقدار کے برابر دراہم ساقط ہو جائیں گے۔ اور بقیہ بدلہ مکاتب ہوگا۔ کیونکہ غلام مطلق کتابت کا بدلہ بن سکتا ہے اور غلام کو درمیانے درجے کے غلام کی جانب اس لئے پھیر دیا جائے گا کیونکہ وہ بدل کتابت سے مستثنیٰ بھی ہو سکتا ہے اور عقود کے بدلوں میں اصل یہی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

طرفین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام دیناروں سے مستثنیٰ نہ ہوگا بلکہ اس کی قیمت مستثنیٰ ہوگی۔ اور قیمت بدل نہیں بن سکتی پس وہ مستثنیٰ بھی نہ ہو سکے گی۔

معاملہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لینے کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اسی وقت تک بیع کو باقی رکھنے یا اس کو فسخ کر دینے کا اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں مگر جب کہ ان کی بیع بشرط خیار ہو تو اس میں جدائی کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کے لئے از روئے تقوی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ معاملہ کرتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اس خوف سے کہ مبادا دوسرا فریق معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار مانگ لے (یعنی جب تک کسی معاملے میں دونوں فریق پوری طرح مطمئن نہ ہو جائیں ایجاب وقبول میں ان میں سے کوئی شخص اس لئے جلد بازی نہ کرے کہ مبادا فریق ثانی معاملے کو فسخ کر دے یا معاملہ طے کرتے ہی ان میں سے کوئی شخص اس وجہ سے نہ بھاگ کھڑا ہو کہ کہیں دوسرا فریق بیع کو فسخ کرنے کے اختیار کی شرط نہ چاہنے لگے۔ (ابوداؤد ونسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 42)

حیوان کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَهُ عَلَى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوفٍ فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ) مَعْنَاهُ أَنْ يُبَيِّنَ الْجِنْسَ وَلَا يُبَيِّنَ النَّوْعَ وَالصِّفَةَ (وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوَسَطِ وَيُجْبَرُ عَلَى قَبُولِ الْقِيمَةِ) وَقَدْ مَرَّ فِي

النِّكَاحِ ، أَمَّا إِذَا لَمْ يُبَيِّنِ الْجِنْسَ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ دَابَّةً لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَشْمَلُ أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَةً فَتَتَفَاحَشُ الْجَهَالَةُ ، وَإِذَا بَيَّنَ الْجِنْسَ كَالْعَبْدِ وَالْوَصِيفِ فَالْجَهَالَةُ يَسِيرَةٌ وَمِثْلُهَا يُتَحَمَّلُ فِي الْكِتَابَةِ فَتُعْتَبَرُ جَهَالَةُ الْبَدَلِ بِجَهَالَةِ الْأَجَلِ فِيهِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ ، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ .وَلَنَا أَنَّهُ مُعَاوَضَةُ مَالٍ بِغَيْرِ مَالٍ أَوْ بِمَالٍ لَكِنْ عَلَى وَجْهٍ يَسْقُطُ الْمِلْكُ فِيهِ فَأَشْبَهَ النِّكَاحَ ، وَالْجَامِعُ أَنَّهُ يَبْتَنِي عَلَى الْمُسَامَحَةِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى الْمُمَاكَسَةِ .

ترجمہ

اور جب مالک نے اپنے غلام کو کسی ایسے حیوان کے بدلے میں مکاتب کیا ہے کہ اس نے اس جانور کا وصف بیان نہیں کیا ہے تو بطور استحسان یہ عقد درست ہوگا اور اسکا حکم یہ ہے کہ جب اس نے حیوان کی جنس کو بیان کر دیا ہے لیکن اس کی نوع اور صفت کو بیان نہیں کیا ہے اور اس حکم کو درمیانے درجے کے غلام کی جانب پھیر دیا جائے گا اور آقا کو قیمت لینے پر مجبور کیا جائے گا اور کتاب نکاح میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے۔ لیکن جب آقا نے جانور کی جنس کو بھی بیان نہیں کیا ہے جس طرح اس نے کہا کہ میں نے تجھے دابہ کے بدلے میں مکاتب کیا ہے تو یہ عقد جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ حیوان مختلف اجناس کے ہوا کرتے ہیں۔ اور جہالت فاحشہ ہے۔

اور جب وہ جنس کو بیان کر دیتا ہے جس طرح غلام اور اس کا وصف کہ وہ خدمت کرنے والا ہے تو اب جہالت کم ہو جائے گی اور اسی قسم کی جہالت کو کتابت میں برداشت کر لیا جاتا ہے پس بدل کی اس معمولی مدت کو جہالت پر قیاس کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا کوئی عقد جائز نہیں ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے اور بیع کے مشابہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ معاوضہ مال سے نہیں بلکہ غیر مال سے ہے لیکن یہ اس طرح کا ہے کہ اس میں ملکیت ساقط ہو جاتی ہے۔ پس یہ نکاح کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور ان میں جامع علت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چشم پوشی پر مبنی ہے بہ بخلاف بیع کے کیونکہ وہ تنگی و سختی پر مبنی ہے۔

بدل کتابت دی گئی چیز کی جنس کو بیان کرنے کا حکم

اور جب کسی شخص نے مبیع کی طرف اشارہ کیا اور نام بھی لے دیا مگر جس کی طرف اشارہ ہے اُس کا وہ نام نہیں مثلاً کہا کہ اس گائے کو اتنے میں بیچا اور وہ گائے نہیں بلکہ بیل ہے یا اس لونڈی کو بیچا اور وہ لونڈی نہیں غلام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو نام ذکر کیا ہے اور جس کی طرف اشارہ ہے دونوں کی ایک جنس ہے تو بیع صحیح ہے کہ عقد کا تعلق اُس کے ساتھ ہے جس کی طرف اشارہ ہے اور وہ موجود ہے مگر جو چیز سمجھ کر مشتری لینا چاہتا ہے چونکہ وہ نہیں ہے لہٰذا اُس کو اختیار ہے کہ لے یا نہ لے اور جنس مختلف ہو تو بیع باطل ہے

کہ عقد کا تعلق اس صورت میں اُس کے ساتھ ہے جس کا نام لیا گیا اور وہ موجود نہیں لہٰذا عقد باطل۔ انسان میں مرد و عورت دو جنس مختلف ہیں لہٰذا لونڈی کہہ کر بیع کی اور نکلا غلام یا بالعکس یہ بیع باطل ہے اور جانوروں میں نر و مادہ ایک جنس ہے گائے کہہ کر بیع کی اور نکلا بیل یا بالعکس تو بیع صحیح ہے اور مشتری کو خیار حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے میں خرید اتھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انہیں اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبھی ایک اونٹ، دو اونٹوں کے مقابلے میں بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا تھا، اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل ان شاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں میں سود نہیں چلتا۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے، اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار بیچی جا سکتی ہے ابن سیرین نے کہا کہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۲۲۷)

ربذہ ایک مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ بیع کے وقت یہ شرط ہوئی کہ وہ اونٹنی بائع کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں رہے گی۔ اور بائع ربذہ پہنچ کر اسے مشتری کے حوالے کر دے گا۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام شافعی نے وصل کیا ہے۔ طاؤس کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ جانور سے جانور کے بدلنے میں کمی اور بیشی اسی طرح ادھار بھی جائز ہے۔ اور یہ سود نہیں ہے گو ایک ہی جنس کا دونوں طرف ہو اور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع کیا ہے۔ ان کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے اصحاب سنن نے نکالا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ملیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۲۲۸)

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ جانور سے جانور کا تبادلہ درست ہے۔ اسی طرح غلام کا غلام سے، لونڈی کا لونڈی سے، کیوں کہ یہ سب حیوان ہی تو ہیں۔ اور ہر حیوان کا یہی حکم ہوگا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں کمی اور زیادتی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادھار کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات لونڈیاں دے کر خریدا۔ ابن بطال نے کہا جب آپ نے دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدل میں اور کوئی لونڈی قیدیوں میں سے لے لے تو یہ بیع ہوئی لونڈی کی بعوض لونڈی کے ادھار اور اس کا یہی مطلب ہے۔

غلام کو اشرفیوں کے بدلے میں مکاتب کرنے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ جو شخص اپنے غلام کو روپیوں اشرفیوں پر مکاتب کرے وہ اس کی کتابت کو کسی اسباب

کے بدلے میں بیچے مگر نقدا النقد وعدے پر نہیں کیونکہ اگر وعدہ کرے گا تو کالی کی بیع بعوض کالی کے ہو جائے گی یعنی دین کی بعوض دین
کے اور اگر کسی مال پر مکاتب کیا ہو جیسے اونٹ یا گائے یا بکریاں یا غلاموں پر تو مشتری کو جائز ہے کہ روپیہ اشرفی دے کر اس کی کتابت
خرید لے یا دوسری جنس دے کر سوا اس جنس کے جس پر مکاتب ہوا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ دام نقدا النقد دے دیر نہ کرے۔
(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1175)

نصرانی کا شراب کے عوض میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ النَّصْرَانِيُّ عَبْدَهُ عَلَى خَمْرٍ فَهُوَ جَائِزٌ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مِقْدَارًا مَعْلُومًا وَالْعَبْدُ كَافِرًا لِأَنَّهَا مَالٌ فِي حَقِّهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْخَلِّ فِي حَقِّنَا (وَأَيُّهُمَا أَسْلَمَ فَلِلْمَوْلَى قِيمَةُ الْخَمْرِ) لِأَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوعٌ عَنْ تَمْلِيكِ الْخَمْرِ وَتَمَلُّكِهَا ، وَفِي التَّسْلِيمِ ذَلِكَ إِذْ الْخَمْرُ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَيَعْجِزُ عَنْ تَسْلِيمِ الْبَدَلِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قِيمَتُهَا ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا تَبَايَعَ الذِّمِّيَّانِ خَمْرًا ثُمَّ أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا حَيْثُ يَفْسُدُ الْبَيْعُ عَلَى مَا قَالَهُ الْبَعْضُ ، لِأَنَّ الْقِيمَةَ تَصْلُحُ بَدَلًا فِي الْكِتَابَةِ فِي الْجُمْلَةِ ، فَإِنَّهُ لَوْ كَاتَبَ عَلَى وَصِيفٍ وَأَتَى بِالْقِيمَةِ يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ فَجَازَ أَنْ يَبْقَى الْعَقْدُ عَلَى الْقِيمَةِ ، فَأَمَّا الْبَيْعُ فَلَا يَنْعَقِدُ صَحِيحًا عَلَى الْقِيمَةِ فَافْتَرَقَا .

قَالَ (وَإِذَا قَبَضَهَا عَتَقَ) لِأَنَّ فِي الْكِتَابَةِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ . فَإِذَا وَصَلَ أَحَدُ الْعِوَضَيْنِ إِلَى الْمَوْلَى سَلَّمَ الْعِوَضَ الْآخَرَ لِلْعَبْدِ وَذَلِكَ بِالْعِتْقِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْعَبْدُ مُسْلِمًا حَيْثُ لَمْ تَجُزْ الْكِتَابَةُ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْتِزَامِ الْخَمْرِ ، وَلَوْ أَدَّاهَا عَتَقَ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ . وَاَللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب نصرانی نے شراب کے بدلے میں غلام کو مکاتب بنا دیا ہے تو یہ جائز ہے اور جب شراب کی مقدار معلوم ہو اور غلام کافر ہو۔ کیونکہ کفار کے حق میں شراب اسی طرح مال ہے جس طرح ہمارے حق میں سرکہ مال ہے۔ اور جب آقا و غلام میں سے جو شخص بھی مسلمان ہو گا آقا کو شراب کی قیمت ملے گی۔ کیونکہ مسلمان نہ شراب کا مالک بن سکتا ہے اور نہ شراب دینے والا بن سکتا ہے۔ جبکہ شراب دینے سے مالک بننا لازم آئے گا۔ اور اسلئے بھی شراب غیر معین ہے۔ پس مکاتب بدل کو حوالے کرنے سے عاجز آ جائے گا اور اس پر قیمت واجب ہو جائے گی۔ اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ جب دو ذمیوں نے مل کر شراب کی خرید و فروخت کی۔

اس کے بعد ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور بعض مشائخ فقہاء کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ یہ عموم قیمت بدل کتابت بن سکتی ہے۔

اور جب مالک نے خدمت کرنے والے غلام کو مکاتب بنایا ہے اور مکاتب اس نے اس کی قیمت سپرد کی تو آقا اس کو قیمت کو لینے پر مجبور کیا جائے گا ہاں اور قیمت پر عقد کا باقی رہنا بھی جائز ہوگا۔ مگر بیع قیمت کے بدلے میں درست نہ ہوگی کیونکہ بیع اور کتابت میں فرق ہے۔

فرمایا کہ جب آقا نے شراب پر قبضہ کر لیا ہے تو مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ اور کتابت میں معاوضہ کا حکم بھی ہے پس جب آقا کو ایک بدلہ مل گیا ہے تو غلام کو دوسرا بدل ملے گا اور یہ مکاتب کی آزادی سے حاصل ہوگا۔ بہ خلاف اس حالت کے کہ جب غلام مسلمان ہو تو اب کتابت جائز نہ ہوگی کیونکہ مسلمان شراب کا اہل نہیں ہے۔ لہذا جب مسلمان غلام نے شراب ادا کر دی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

حرام اشیاء کی خرید وفروخت کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فتح مکہ کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ ابو عاصم نے کہا کہ ہم سے عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے یزید نے بیان کیا، انہیں عطاء نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (بخاری، رقم الحدیث، ۲۲۳۶)

علامہ ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرمایا: اور جب کسی مسلمان نے نصرانی کو شراب کی خرید وفروخت میں وکیل بنا دیا اور اس نے یہ کام کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک مسلمان کو اس طرح کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اور خنزیر کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور احرام والے کا اپنا شکار بیچنے میں کسی کو وکیل بنانے کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب خود مؤکل اس کا اہل نہیں ہے تو دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ وکیل کے لئے ثابت ہونے والی چیز مؤکل کی جانب منتقل ہونے والی ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مؤکل نے خود یہ کام کیا ہو حالانکہ اس کیلئے جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، بیروت)

بَابُ مَا يَجُوزُ لِلْمُكَاتَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ

﴿یہ باب مکاتب کیلئے کرنیوالے کاموں کیلئے ہے﴾

باب جواز امور مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے مکاتبت صحیحہ اور مکاتبت فاسدہ سے متعلق احکام کوذکر کیا ہے۔اب یہاں سے مکاتبت میں تصرف کے جواز وعدم جواز کے بارے میں فقہی احکام کوذکر کررہے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز میں تصرف کے اس چیز کے عقد کے درست ہونے کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳،ص ۱۶، بیروت)

مکاتب کیلئے خرید وفروخت کرنے کی اجازت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُكَاتَبِ الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ وَالسَّفَرُ) لِأَنَّ مُوجَبَ الْكِتَابَةِ أَنْ يَصِيرَ حُرًّا يَدًا ، وَذَلِكَ بِمَالِكِيَّةِ التَّصَرُّفِ مُسْتَبِدًّا بِهِ تَصَرُّفًا يُوَصِّلُهُ إلَى مَقْصُودِهِ وَهُوَ نَيْلُ الْحُرِّيَّةِ بِأَدَاءِ الْبَدَلِ ، وَالْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ ، وَكَذَا السَّفَرُ لِأَنَّ التِّجَارَةَ رُبَّمَا لَا تَتَّفِقُ فِي الْحَضَرِ فَتَحْتَاجُ إلَى الْمُسَافَرَةِ ، وَيَمْلِكُ الْبَيْعَ بِالْمُحَابَاةِ لِأَنَّهُ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ ، فَإِنَّ التَّاجِرَ قَدْ يُحَابِي فِي صَفْقَةٍ لِيَرْبَحَ فِي أُخْرَى .

ترجمہ

فرمایا کہ مکاتب کیلئے جائز ہے کہ وہ خرید وفروخت کرے اور سفر کرے۔کیونکہ کتابت کا تقاضہ یہ ہے کہ مکاتب قبضہ سے آزاد ہو چکا ہے۔اور یہ کام تب پورا ہوسکتا ہے جب مکاتب مکمل طور پر تصرف کا مالک بن جائے۔اور وہ اسی تصرف سے اپنا مقصد حاصل کرسکے گا۔اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ بدل کتابت ادا کر کے اپنی آزادی کو حاصل کرلے۔جبکہ خرید وفروخت بھی اسی حکم میں سے ہیں اور سفر کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ کبھی کبھی شہر میں تجارت نہیں ہو پاتی جس کیلئے تاجر کو سفر کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔اور وہ کسی چیز سستی قیمت میں بھی بیچ سکتا ہے۔کیونکہ یہ بھی تاجروں کا طریقہ ہوتا ہے کیونکہ تاجر کبھی معاملہ میں قیمت تھوڑی لے لیتا ہے۔کہ اس کو دوسرے معاملہ میں نفع حاصل ہوجائے گا۔

شرح

حضرت سیرین نے جو کثیر مال کمایا تھا، وہ اسی کے ذریعے اپنی مکاتبت خریدنا چاہتے تھے۔اگر غلام اپنے مال کا مالک نہ ہوتا اور اس کے جان ومال کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ ان سے وہ مال لے لیتے اور کہہ دیتے کہ "

یہ تو میرا ہی ہے، جاؤ جا کر مزید کما کر لاؤ اور پھر مکاتبت کی بات کرنا۔" سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس مال کی کوئی بات نہیں کی۔ سیرین کے پاس اتنا مال تھا کہ 40,000 درہم بطور مکاتبت ادا کرے وہ آزاد ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے بصرہ کے نواح میں زرعی زمین کا ایک بڑا ٹکڑا خریدا اور اس پر ایک زرعی فارم بنا کر اپنے بیوی بچوں کو وہاں آباد کیا۔ ان کے بچوں میں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ کے فقیہ کا درجہ حاصل کیا۔

مکاتب کیلئے کوفہ جانے سے ممانعت کی شرط کا بیان

قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ الْكُوفَةِ فَلَهُ أَنْ يَخْرُجَ اسْتِحْسَانًا) لِأَنَّ هَذَا الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِمُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ مَالِكِيَّةُ الْيَدِ مِنْ جِهَةِ الِاسْتِبْدَادِ وَثُبُوتِ الِاخْتِصَاصِ فَبَطَلَ الشَّرْطُ وَصَحَّ الْعَقْدُ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَمْ يَتَمَكَّنْ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ ، وَبِمِثْلِهِ لَا تَفْسُدُ الْكِتَابَةُ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْكِتَابَةَ تُشْبِهُ الْبَيْعَ وَتُشْبِهُ النِّكَاحَ فَأَلْحَقْنَاهُ بِالْبَيْعِ فِي شَرْطٍ تَمَكَّنَ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ ، كَمَا إذَا شَرَطَ خِدْمَةً مَجْهُولَةً لِأَنَّهُ فِي الْبَدَلِ وَبِالنِّكَاحِ فِي شَرْطٍ لَمْ يَتَمَكَّنْ فِي صُلْبِهِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ .

أَوْ نَقُولُ : إنَّ الْكِتَابَةَ فِي جَانِبِ الْعَبْدِ إعْتَاقٌ لِأَنَّهُ إسْقَاطُ الْمِلْكِ ، وَهَذَا الشَّرْطُ يَخُصُّ الْعَبْدَ فَاعْتُبِرَ إعْتَاقًا فِي حَقِّ هَذَا الشَّرْطِ ، وَالْإِعْتَاقُ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ .

ترجمہ

اور جب مالک نے یہ شرط لگا دی ہے کہ مکاتب کوفہ نہ جائے گا تو وہ بطور استحسان جا سکتا ہے کیونکہ یہ شرط عقد کے تقاضہ کے خلاف ہے۔ جبکہ وہ تو مستقل طور متصرف ہے۔ اور کمائی کرنا بھی اسی کے ساتھ خاص ہے۔ لہذا شرط باطل ہو جائے گی۔ اور عقد درست ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ شرط اصل عقد میں داخل نہیں ہے۔ جبکہ اس قسم کی شرط سے عقد فاسد نہ ہوگا۔

یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ کتابت یہ بیع کے مشابہ ہے اور نکاح کے مشابہ بھی ہے پس اصل عقد میں داخل ہونے کی شرط کو ہم نے بیع کے حکم کے ساتھ ملا دیا ہے جس طرح مجہول خدمت کی شرط لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہی شرط بدل میں ہے اور جو شرط اصل میں داخل نہ ہو تو ایسی کتابت کو ہم نے نکاح کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور قاعدہ فقہیہ بھی یہی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس کے پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ غلام کے حق میں کتابت کا عقد آزادی ہے اس لئے کہ یہی آقا کی ملکیت کو ساقط کرنے والا ہے۔ اور یہ شرط غلام کے ساتھ خاص ہے پس اس شرط کے حق میں اس کو آزاد قرار دیا جائے گا اور آزادی فاسد شرائط کے سبب باطل نہیں ہوا کرتی۔

غلام و باندی کے آقا پر ہونے والے امور موقوفہ کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کرلیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کردیا تو یہ نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ہے جائز کردے گا نافذ ہو جائے گا، رد کردے گا باطل ہو جائے گا، پھر اگر وطی بھی ہو چکی اور مولی نے رد کردیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کرسکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہوسکتا ہے اور اگر وطی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔ یہاں مولی سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدبر، مکاتب، ماذون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا سب کو شامل ہے۔ مکاتب اپنی لونڈی کا نکاح اپنے اذن سے کرسکتا ہے اور اپنا یا اپنے غلام کا نہیں کرسکتا اور ماذون غلام، لونڈی کا بھی نہیں کرسکتا۔ مولی کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تو مہر ونفقہ خود غلام پر واجب ہے، مولی پر نہیں اور مر گیا تو مہر ونفقہ دونوں ساقط اور غلام خالص مہر ونفقہ کے سبب بیچ ڈالا جائے گا اور مدبر مکاتب نہ بیچے جائیں بلکہ انھیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ ہاں مکاتب اگر بدل کتابت سے عاجز ہو تو اب مکاتب نہ رہے گا اور مہر ونفقہ میں بیچا جائے گا اور غلام کی بیع اُس کا مولی کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کردے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن داموں کو فروخت ہو رہا ہے، مولی اپنے پاس سے اتنے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔ (ردمحتار، کتاب نکاح غلام، بیروت)

مالک کی اجازت کے بغیر مکاتب کے نکاح کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَتَزَوَّجُ إلَّا بِإِذْنِ الْمَوْلَى) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ فَكُّ الْحَجْرِ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ ضَرُورَةَ التَّوَسُّلِ إلَى الْمَقْصُودِ ، وَالتَّزَوُّجُ لَيْسَ وَسِيلَةً إلَيْهِ ، وَيَجُوزُ بِإِذْنِ الْمَوْلَى لِأَنَّ الْمِلْكَ لَهُ (وَلَا يَهَبُ وَلَا يَتَصَدَّقُ إلَّا بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ) لِأَنَّ الْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ تَبَرُّعٌ وَهُوَ غَيْرُ مَالِكٍ لِيُمَلِّكَهُ ، إلَّا أَنَّ الشَّيْءَ الْيَسِيرَ مِنْ ضَرُورَاتِ التِّجَارَةِ لِأَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْ ضِيَافَةٍ وَإِعَارَةٍ لِيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ الْمُجَاهِزُونَ .

وَمَنْ مَلَكَ شَيْئًا يَمْلِكُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُورَاتِهِ وَتَوَابِعِهِ (وَلَا يَتَكَفَّلُ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ ، فَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَاتِ التِّجَارَةِ وَالِاكْتِسَابِ وَلَا يَمْلِكُهُ بِنَوْعَيْهِ نَفْسًا وَمَالًا لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ تَبَرُّعٌ (وَلَا يُقْرِضُ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ لَيْسَ مِنْ تَوَابِعِ الِاكْتِسَابِ (فَإِنْ وَهَبَ عَلَى عِوَضٍ لَمْ يَصِحَّ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ ابْتِدَاءً (وَإِنْ زَوَّجَ أَمَتَهُ جَازَ) لِأَنَّهُ اكْتِسَابٌ لِلْمَالِ فَإِنَّهُ يَتَمَلَّكُ بِهِ الْمَهْرَ فَدَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ .

ترجمہ

اور مکاتب اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا کیونکہ مقصد حاصل کرنے کی حاجت کے سبب سے کتابت کے مقد سے آقا کا حق بند ہو جائے گا۔لہٰذا کسی نہ کسی حد تک اس میں آقا کی ملکیت باقی رہتی ہے۔جبکہ نکاح کرنا یہ مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ہاں البتہ جب آقا اجازت دیدے تو نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ مکاتب اسی کی ملکیت میں ہے۔

اسی طرح مکاتب ہبہ اور صدقہ بھی نہیں کرسکتا۔مگر وہ کوئی معمولی چیز ہبہ یا صدقہ کرسکتا ہے کیونکہ ہبہ وصدقہ میں احسان ہے اور اسی طرح مکاتب کسی دوسرے کا مالک بنانے کا مالک بھی نہیں بن سکتا جبکہ تھوڑی بہتی تجارت یہ عام ضروریات میں سے ہے۔ کیونکہ اس کی مہمان نوازی کی ضرورت بھی پڑسکتی ہے اور اس کو ادھار دینے کی ضرورت بھی پڑسکتی ہے۔تاکہ اہل قافلہ اس سے اپنا تعلق واسطہ رکھیں۔اور جب بندہ کسی چیز کا مالک ہے وہ اس کی ضروریات وحاجات کا مالک بھی ہوتا ہے۔

اور اسی طرح مکاتب کسی کا کفیل بھی نہیں بن سکے گا۔کیونکہ یہ تو ایک خاص احسان ہے جبکہ یہ تجارت کرنے یا مال کمانے کے اسباب میں سے نہیں ہے پس مکاتب کفالت کی دونوں اقسام نفس اور جان کا مالک نہ ہوگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز احسان ہے اور اسی طرح مکاتب قرض بھی نہیں دے سکتا کیونکہ قرض دینا بھی احسان ہے اور یہ کمانے کی ذرائع میں سے نہیں ہے اور اس کا بدلہ لیکر ہبہ کرنا یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ ابتدائی طور پر احسان ہے اور جب مکاتب نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہی مال کمانے کا ذریعہ ہے پس اس کے مہر کا مالک مکاتب ہوگا اور یہ معاملہ کتابت کے عقد میں بھی شامل ہے۔

اکمال نفقہ میں بیع عبد کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب غلام نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو اگر غلام خالص ہے یعنی مدبر ومکاتب نہ ہو تو اُسے بیچ کر اُس کی عورت کا نفقہ ادا کریں پھر بھی باقی رہ جائے تو یکے بعد دیگرے بیچتے رہیں یہاں تک کہ نفقہ ادا ہو جائے بشرطیکہ خریدار کو معلوم ہو کہ نفقہ کی وجہ سے بیچا جا رہا ہے اور اگر خریدتے وقت اُسے معلوم نہ تھا بعد کو معلوم ہوا تو خریدار کو بیع رد کرنے کا اختیار ہے اور اگر بیع کو قائم رکھا تو ثابت ہوا کہ راضی ہے لہٰذا اب اسے کوئی عذر نہیں اور اگر مولیٰ بیچنے سے انکار کرتا ہے تو مولیٰ کے سامنے قاضی بیع کر دے گا مگر نفقہ میں بیچنے کے لیے یہ شرط ہے کہ نفقہ اتنا اُس کے ذمہ باقی ہو کہ ادا کرنے سے عاجز ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مولیٰ اپنے پاس سے نفقہ دیکر اپنے غلام کو چھڑا لے اور اگر وہ غلام مدبر یا مکاتب ہو جو بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز نہیں تو بیچا نہ جائے بلکہ کما کر نفقہ کی مقدار پوری کرے۔اور اگر جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ اس کے مولیٰ کی کنیز ہے تو اس پر نفقہ واجب ہی نہیں۔(درمختار، ج ۵،ص ۳۲۰، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں۔کہ ماذون یا مدبر یا مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو نکاح فاسد نہ ہوا۔یونہی اگر کسی نے اپنی زوجہ کو خریدا اور بیع میں اختیار رکھا کہ اگر چاہے گا تو واپس کر دے گا تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔یونہی جس غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہے وہ اگر

اپنی منکوحہ کو خریدے تو نکاح فاسد نہ ہوا۔ مکاتب یا ماذون کی کنیز سے مولیٰ نکاح نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مکاتب)

ماذون غلام کے مہر قرض ہونے کا بیان

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: ایک شخص اپنے غلام کو اذن یعنی اجازت دیتا ہے کہ وہ خرید و فروخت کرسکتا ہے' پھر اس غلام کے ذمے قرض کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے' تو وہ آقا اپنے اس غلام کی شادی اگر کسی خاتون کے ساتھ کردیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ اس پر یہ سوال کیا جائے گا: اس خاتون کا مہر کیسے ادا کیا جائے گا؟ تو مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے' دیگر قرض خواہوں کی طرح وہ خاتون بھی قرض کے طور پر اپنا مہر وصول کرنے کی حقدار ہوگی۔

مکاتب کا اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ ، لِأَنَّ مَآلَهُ الْعِتْقُ وَالْمُكَاتَبُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ كَالْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ عَقْدُ اكْتِسَابٍ لِلْمَالِ فَيَمْلِكُهُ كَتَزْوِيجِ الْأَمَةِ وَكَالْبَيْعِ وَقَدْ يَكُونُ هُوَ أَنْفَعَ لَهُ مِنْ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ لَا يُزِيلُ الْمِلْكَ إلَّا بَعْدَ وُصُولِ الْبَدَلِ إلَيْهِ وَالْبَيْعُ يُزِيلُهُ قَبْلَهُ وَلِهَذَا يَمْلِكُهُ الْأَبُ وَالْوَصِيُّ ثُمَّ هُوَ يُوجِبُ لِلْمَمْلُوكِ مِثْلَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ . بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ لِأَنَّهُ يُوجِبُ فَوْقَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ .

قَالَ : فَإِنْ أَدَّى الثَّانِي قَبْلَ أَنْ يُعْتَقَ الْأَوَّلُ فَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلَى ، لِأَنَّ لَهُ فِيهِ نَوْعَ مِلْكٍ .وَتَصِحُّ إضَافَةُ الْإِعْتَاقِ إلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ ، فَإِذَا تَعَذَّرَ إضَافَتُهُ إلَى مُبَاشِرِ الْعَقْدِ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ أُضِيفَ إلَيْهِ كَمَا فِي الْعَبْدِ إذَا اشْتَرَى شَيْئًا (فَلَوْ أَدَّى الْأَوَّلُ بَعْدَ ذَلِكَ وَعَتَقَ لَا يَنْتَقِلُ الْوَلَاءُ إلَيْهِ) لِأَنَّ الْمَوْلَى جُعِلَ مُعْتِقًا وَالْوَلَاءُ لَا يَنْتَقِلُ عَنْ الْمُعْتِقِ (وَإِنْ أَدَّى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْأَوَّلِ فَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِأَنَّ الْعَاقِدَ مِنْ أَهْلِ ثُبُوتِ الْوَلَاءِ وَهُوَ الْأَصْلُ فَيَثْبُتُ لَهُ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنادیا ہے تو یہ جائز ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس طرح جائز نہیں ہے۔ اور اسی کے موافق امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول ہے۔ کیونکہ مال کتابت یہ آزادی ہے اور مکاتب آزادی کا مالک نہیں ہے جس طرح آزادی والے مال کا مالک نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب بنانے یہ مال کمانے والا عقد ہے پس یہ مکاتب اس عقد کا مالک بن جائے گا جس طرح وہ باندی سے نکاح کرنے اور خرید وفروخت کا مالک بن جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی مکاتبت اس کیلئے بیع سے زیادہ فائدے والی ہوتی ہے۔ کیونکہ کتابت یہ مکاتب سے بدل ادا کرنے سے پہلے تک اس کی ملکیت کو ختم کرنے والی نہیں ہے جبکہ بیع یہ بدل ملنے سے قبل ہی ملکیت کو ختم کر دیتی ہے اسی دلیل کے سبب سے باپ اور وصی بھی مکاتبت کے مالک ہیں۔

اور کے بعد حکم فقہی یہ ہے کہ یہ مکاتبت دوسرے مکاتب کیلئے وہی اختیارات ثابت کرنے والی ہے جو پہلے کیلئے اس نے ثابت کیے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

البتہ مال کے سبب حاصل ہونے والی آزادی کے خلاف ہے کیونکہ یہ مکاتب کی آزادی کو پہلے مکاتب سے زیادہ اختیارات کو ثابت کرنے والی ہے۔

اور جب دوسرے مکاتب نے پہلے کی آزادی سے پہلے ہی بدل کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کر لی ہے تو اس کا ولاء پہلے مکاتب کے آقا کا ہوگا۔ کیونکہ اس مکاتب میں ابھی آقا کی ملکیت باقی ہے اور مکمل طور پر اس کی جانب آزادی کی اضافت کرنا درست ہے۔ کیونکہ مکاتب اول کی جانب اس کی نسبت کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس میں آزادی کی اہلیت نہیں پائی جاتی۔ جس طرح آقا کوئی چیز خریدے تو آقا ہی کی ملکیت ہوگی۔

اور اس کے بعد پہلے مکاتب نے کتابت کا ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا تو اس کی جانب ولاء منتقل نہ ہوگی۔ کیونکہ آقا کو معتق قرار دے دیا گیا ہے اور معتق سے ولاء منتقل نہیں ہوا کرتی۔

اور جب مکاتب اول کی آزادی کے بعد دوسرے مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا ہے تو دوسرے ولاء اسی یعنی پہلے مکاتب کو ملے گی کیونکہ اب عقد کرنے والا ہی اس کا اہل ہے لہذا اس کیلئے ولاء ثابت ہو جائے گی۔ اور یہ اصل (قاعدہ فقہیہ) پس اس کیلئے ولاء ثابت ہو چکی ہے۔

مالک کا غلام کے صدقے کو لغو کرنے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ اگر مکاتب اپنے غلام کو آزاد کر دے یا اپنے مال میں سے کچھ صدقہ دے دے اور مولیٰ کو اس کی خبر نہ ہو یہاں تک کہ مکاتب آزاد ہو جائے تو اب مکاتب کو بعد آزادی کے اس صدقہ یا عتاق کا باطل کرنا نہیں پہنچتا البتہ اگر مولیٰ کو قبل آزادی کے اس کی خبر ہوگئی۔

اور اس نے اجازت نہ دی تو وہ صدقہ یا عتاق لغو ہو جائے گا اب پھر مکاتب کو لازم نہیں کہ بعد آزادی کے اس غلام کو پھر آزاد کرے یا صدقہ نکالے البتہ خوشی سے کر سکتا ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1182)

مکاتب کا مال کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى مَالٍ أَوْ بَاعَهُ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ زَوَّجَ عَبْدَهُ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ هَذِهِ

الْأَشْيَاءَ لَيْسَتْ مِنَ الْكَسْبِ وَلَا مِنْ تَوَابِعِهِ .

أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ إِسْقَاطُ الْمِلْكِ عَنْ رَقَبَتِهِ وَإِثْبَاتُ الدَّيْنِ فِي ذِمَّةِ الْمُفْلِسِ فَأَشْبَهَ الزَّوَالَ بِغَيْرِ عِوَضٍ ، وَكَذَا الثَّانِي لِأَنَّهُ إِعْتَاقٌ عَلَى مَالٍ فِي الْحَقِيقَةِ .

وَأَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّهُ تَنْقِيصٌ لِلْعَبْدِ وَتَعْيِيبٌ لَهُ وَشَغْلُ رَقَبَتِهِ بِالْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ ، بِخِلَافِ تَزْوِيجِ الْأَمَةِ لِأَنَّهُ اكْتِسَابٌ لِاسْتِفَادَتِهِ الْمَهْرَ عَلَى مَا مَرَّ .

قَالَ (وَكَذَلِكَ) (الْأَبُ وَالْوَصِيُّ فِي رَقِيقِ الصَّغِيرِ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ) لِأَنَّهُمَا يَمْلِكَانِ الِاكْتِسَابَ كَالْمُكَاتَبِ ، وَلِأَنَّ فِي تَزْوِيجِ الْأَمَةِ وَالْكِتَابَةِ نَظَرًا لَهُ ، وَلَا نَظَرَ فِيمَا سِوَاهُمَا وَالْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنے غلام کو مال کے بدلے میں آزاد کردیا ہے یا پھر اس نے غلام کو اسی شخص کے ہاتھ میں بیچ دیا ہے یا اس غلام کا نکاح کیا ہے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا تعلق کسب ولوازمات میں سے نہیں ہے۔ اور پہلی چیز کا حکم اس لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی گردن سے ملکیت کو ساقط کرنا ہے اور غریب کے ذمہ پر قرض کو ثابت کرنا ہے پس یہ بدلہ بغیر زوال ملک کے مشابہ ہوجائے گا۔

اور دوسری چیز کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے آزادی پر مال ہے اور تیسری چیز کے جائز نہ ہونے کا حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ یہ غلام نقص وعیب ہے۔ اور اس کی گردن کا مہر اور نفقہ کے ساتھ مصروف کرنے والی بات ہے۔ یہ خلاف نکاح باندی کے کیونکہ اس میں یہ کمائی کرنا ہے اس لئے کہ نکاح کے سبب سے اس مکاتب کو حق مہر ملے گا جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اور بچے کے غلام سے متعلق باپ اور وصی کا حکم بھی مکاتب کی طرح ہے کیونکہ یہ دونوں بھی مکاتب کی طرح کمائی کرنے کے مالک ہیں۔ کیونکہ بچے کی باندی کا نکاح کرنے اور چھوٹے کے غلام کو مکاتب بنانے میں اس کے حق میں مہربانی ہے جبکہ ان دونوں امور کے سوا مہربانی مفقود ہے حالانکہ ولایت مہربانی پر مبنی ہوتی ہے۔

مکاتب کے اذن سے باندی کے نکاح کرنے کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مکاتب اپنی لونڈی کا نکاح اپنے اذن سے کرسکتا ہے اور اپنا یا اپنے غلام کا نہیں کرسکتا اور ماذون غلام، لونڈی کا بھی نہیں کرسکتا۔ مولیٰ کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تو مہر ونفقہ خود غلام پر واجب ہے، مولیٰ

پر نہیں اور مر گیا تو مہر ونفقہ دونوں ساقط اور غلام خالص مہر ونفقہ کے سبب بیچ ڈالا جائے گا اور مدبر مکاتب نہ بیچے جائیں بلکہ انہیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ ہاں مکاتب اگر بدل کتابت سے عاجز ہو تو اب مکاتب نہ رہے گا اور مہر ونفقہ میں بیچا جائے گا اور غلام کی بیع اُس کا مولیٰ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کر دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن داموں کو فروخت ہو رہا ہے، مولیٰ اپنے پاس سے اتنے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔ (ردمحتار، کتاب النکاح، بیروت)

ماذون غلام کیلئے بعض امور ممانعت کا بیان

قَالَ (فَأَمَّا الْمَأْذُونُ لَهُ فَلا يَجُوزُ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَهُ أَنْ يُزَوِّجَ أَمَتَهُ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْمُضَارِبُ وَالْمُفَاوِضُ وَالشَّرِيكُ شَرِكَةَ عَنَانٍ هُوَ قَاسَهُ عَلَى الْمُكَاتَبِ وَاعْتَبَرَهُ بِالْإِجَارَةِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْمَأْذُونَ لَهُ يَمْلِكُ التِّجَارَةَ وَهَذَا لَيْسَ بِتِجَارَةٍ ، فَأَمَّا الْمُكَاتَبُ يَتَمَلَّكُ الِاكْتِسَابَ وَهَذَا اكْتِسَابٌ ، وَلِأَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَيُعْتَبَرُ بِالْكِتَابَةِ دُونَ الْإِجَارَةِ ، إذْ هِيَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ هَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ تَزْوِيجَ الْعَبْدِ ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک ماذون غلام کیلئے مذکورہ کاموں کو کر لینا جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کیلئے اپنی باندی کا نکاح کرنا جائز ہے۔ مضارب، مفاوض، اور شرکت عنان کا اختلاف بھی اسی اختلاف کی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس کو مکاتب کی مثل قرار دیکر اس کو اجارہ پر قیاس کیا ہے جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ غلام ماذون لہ کی تجارت کا مالک ہے جبکہ باندی کی شادی میں یہ تجارت نہیں ہے۔ اور مکاتب کو کمائی کرنے کا اختیار حاصل ہے اور یہ کمائی ہے اور اس کیلئے یہ غیر مال کا بدلہ مال کے مقابلے میں ہے پس اس کو کتابت پر قیاس کیا جائے گا۔ اجارے پر قیاس نہ کیا جائے گا کیونکہ اجارے میں مال کا بدلہ مال کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے ان میں سے کسی کو بھی اپنے غلام کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

ماذون کے مال کی ولایت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکاتب یا غلام ماذون نے ایک چیز دس روپے میں خریدی تھی اُس کے مولیٰ نے اُس

پندرہ میں خرید لی یا مولی نے دس میں خرید کر غلام کے ہاتھ پندرہ میں بیچی تو اس کا مرابحہ اُسی بیع اول کے ثمن پر یعنی دس پر ہوسکتا ہے، پندرہ پر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو جیسے اس کے اصول ماں، باپ، دادا، دادی یا اس کی فروع بیٹا، بیٹی وغیرہ اور میاں بی بی اور دو شخص جن میں شرکت مفاوضہ ہے ان میں ایک نے ایک چیز خریدی پھر دوسرے نے نفع دیکر اُس سے خرید لی تو مرابحہ دوسرے ثمن پر نہیں ہوسکتا ہاں اگر یہ لوگ ظاہر کر دیں کہ یہ خریداری اس طرح ہوئی ہے تو جس ثمن سے خود خریدی ہے اُس پر مرابحہ ہوسکتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب نابالغ غیر ماذون نے بیع کی تھی اور ولی نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا یہاں تک کہ یہ خود بالغ ہوگیا تو اب اجازت ولی پر موقوف نہیں ہے یہ خود نافذ کرسکتا ہے۔

اور جب اس کا ولی باپ ہے باپ کے مرنے کے بعد اس کا وصی پھر وصی کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی پھر اس وصی کا وصی پھر بادشاہ یا قاضی یا وہ جس کو قاضی نے وصی مقرر کیا ہو ان تینوں میں تقدیم و تاخیر نہیں ان تینوں میں سے جو تصرف کر دے گا نافذ ہوگا۔ چچا اور بھائی اور ماں یا اس کے وصی کو ولایت نہیں ہے تو بہن پھوپی خالہ کو کیا ہوتی۔ یہاں مال کی ولایت کا ذکر ہے نکاح کا ولی کون ہے اس کو ہم کتاب النکاح میں بیان کر چکے ہیں وہاں سے معلوم کریں۔ اور جب ولی نے نابالغ یا معتوہ کو بیع کرتے دیکھا اور منع نہ کیا خاموش رہا تو یہ سکوت بھی اذن ہے اور قاضی نے ان کو بیع و شراء کرتے ہوئے دیکھا ہے اور خاموش رہا تو اس کا سکوت اذن نہیں۔ (درمختار، کتاب ماذون، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل بطور تابع مسائل کتابت کے بیان میں ہے﴾

فصل بطور تابع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ان مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جو مکاتب کے باب میں اصل کے طور پر داخل ہیں تو اب انہوں نے ان مسائل کا ذکر شروع کیا ہے جو مکاتبت میں بطور تبع داخل ہیں اور یہ فقہ اور دیگر فنون کا بھی اصول ہے کہ اصل تابع پر مقدم جبکہ تابع اصل سے مؤخر ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۰، بیروت)

مکاتب کا اپنے باپ یا بیٹے کو خرید نے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْمُكَاتَبُ أَبَاهُ أَوْ ابْنَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ) لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ أَنْ يُكَاتِبَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْإِعْتَاقِ فَيُجْعَلُ مُكَاتَبًا تَحْقِيقًا لِلصِّلَةِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ الْحُرَّ مَتَى كَانَ يَمْلِكُ الْإِعْتَاقَ يُعْتَقُ عَلَيْهِ (وَإِنْ اشْتَرَى ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَا وِلَادَ لَهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا : يَدْخُلُ) اعْتِبَارًا بِقَرَابَةِ الْوِلَادِ إذْ وُجُوبُ الصِّلَةِ يَنْتَظِمُهُمَا وَلِهَذَا لَا يَفْتَرِقَانِ فِي الْحُرِّ فِي حَقِّ الْحُرِّيَّةِ .

وَلَهُ أَنَّ لِلْمُكَاتَبِ كَسْبًا لَا مِلْكًا ، غَيْرَ أَنَّ الْكَسْبَ يَكْفِي الصِّلَةَ فِي الْوِلَادِ حَتَّى أَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ يُخَاطَبُ بِنَفَقَةِ الْوَالِدِ وَالْوَلَدِ وَلَا يَكْفِي فِي غَيْرِهِمَا حَتَّى لَا تَجِبَ نَفَقَةُ الْأَخِ إلَّا عَلَى الْمُوسِرِ ، وَلِأَنَّ هَذِهِ قَرَابَةٌ تَوَسَّطَتْ بَيْنَ بَنِي الْأَعْمَامِ وَقَرَابَةِ الْوِلَادِ فَأَلْحَقْنَاهَا بِالثَّانِي فِي الْعِتْقِ ، وَبِالْأَوَّلِ فِي الْكِتَابَةِ وَهَذَا أَوْلَى لِأَنَّ الْعِتْقَ أَسْرَعُ نُفُوذًا مِنْ الْكِتَابَةِ ، حَتَّى أَنَّ أَحَدَ الشَّرِيكَيْنِ إذَا كَاتَبَ كَانَ لِلْآخَرِ فَسْخُهُ ، وَإِذَا أَعْتَقَ لَا يَكُونُ لَهُ فَسْخُهُ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو خریدا ہے تو مشتری اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا۔ اس لئے کی مکاتب کو مکاتب بنانے کی اہلیت حاصل ہے۔ ہاں البتہ آزادی کا وہ اہل نہیں ہے۔ پس اس کو ممکن حد تک صلہ رحمی کرتے ہوئے مکاتب بنانے والا سمجھا جائے گا۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب آزاد شخص آزادی کا مالک بنے تو اس کا خرید کردہ ذی رحم محرم آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکاتب کا خریدا ہوا وہ شخص جو ذی رحم محرم تو ہے لیکن ولادت کا کوئی رشتہ نہیں ہے تو وہ اس کی مکاتبت میں داخل نہ ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ولادت والی قرابت پر قیاس کرتے ہوئے وہ خریدا ہوا بندہ مکاتبت میں شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ صلہ رحمی کا وجوب یہ ولادت والی قربت اور غیر ولادت والی قربت دونوں کو شامل ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے آزاد کے حق میں آزادی کے بارے میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کمانے کا حقدار ہے لیکن وہ مالک بیٹے کا اہل نہیں ہے۔ لہذا کمائی پر قدرت کا ہونا یہ ولادت والی قرابت صلہ رحمی کیلئے کافی ہے کیونکہ جو کمائی پر قدرت رکھتا ہے اس سے والدین اور اولاد کے نفقہ کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے سوا میں صلہ رحمی کرنے کیلئے کمائی سے کام نہ بنے گا یہاں تک کہ بھائی کا نفقہ صرف مالدار بھائی پر واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ غیر ولادت والی قرابت چچازاد کزنوں اور ولادت والی قرابت کے درمیان گھومنے والی ہے۔ پس آزادی کے حق میں ہم نے اس کو ولاء کی قرابت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور کتابت کے حق میں اس کو قرابت بعیدہ کے ساتھ ملا دیا ہے اور یہ طریقہ سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ آزادی کتابت سے زیادہ جلد نافذ ہونے والی ہے یہاں تک کہ جب دو شرکاء میں سے ایک نے مکاتبت کا معاملہ کیا ہے تو دوسرے کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا مگر جب ایک نے آزاد کر دیا ہے تو دوسرے کو اس معاملے کو فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

شرح

اور جب مکاتب نے اپنے بھائی یا کسی بھائی کے قائم مقام کو خرید لیا تو وہ اس مکاتب کے اوپر مکاتب نہ ہوگا کیونکہ مکاتب کو اس قدر کامل ملکیت حاصل نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ جس نے اس کو آزادی پر قدرت دے دی تو مسئلہ وقت قدرت ہی سپرد ہو جائے گا۔ جبکہ ولادت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ کتابت کے مقاصد میں آزادی ہے۔ کیونکہ اسی وجہ سے اس کی (مکاتب) بیع منع ہوئی ہے۔ کیونکہ مقصود عقد کو ثابت کرتے ہوئے وہ آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکاتب کا بھائی پر اسی پر مکاتب ہوگا اور صاحبین کا قول بھی اسی طرح ہے۔ پس منع کا اختیار ہے۔ اور البتہ یہ صورت اس کے خلاف ہے جب کوئی شخص اپنے چچا کی بیٹی کا مالک بن جائے اور اس کی رضاعی بہن

بھی ہو، کیونکہ محرم ہونے معتبر ہے جواس کی قرابت سے ثابت ہے اور بچے اور اسی مجنون کو اس کا اہل قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ قریبی آدمی مالک ہونے کے وقت ہی آزاد ہو جائے گا۔ لہٰذا بندے کا حق آزادی اس سے متعلق ہو گیا اور یہ نفقہ کے مشابہ ہو گیا ہے۔

مکاتب کا اپنی ام ولد کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى أُمَّ وَلَدِهِ دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ وَلَمْ يَجُزْ بَيْعُهَا) وَمَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدُهَا ، أَمَّا دُخُولُ الْوَلَدِ فِي الْكِتَابَةِ فَلِمَا ذَكَرْنَاهُ .

وَأَمَّا امْتِنَاعُ بَيْعِهَا فَلِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْوَلَدِ فِي هَذَا الْحُكْمِ ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدُهَا فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ .

وَلَهُ أَنَّ الْقِيَاسَ أَنْ يَجُوزَ بَيْعُهَا وَإِنْ كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ لِأَنَّ كَسْبَ الْمُكَاتَبِ مَوْقُوفٌ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مَا لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ ، إِلَّا أَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ هَذَا الْحَقُّ فِيمَا إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ تَبَعًا لِثُبُوتِهِ فِي الْوَلَدِ بِنَاءً عَلَيْهِ ، وَبِدُونِ الْوَلَدِ لَوْ ثَبَتَ ثَبَتَ ابْتِدَاءً وَالْقِيَاسُ يَنْفِيهِ (وَإِنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ أَمَةٍ لَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْمُشْتَرَى (وَكَانَ حُكْمُهُ كَحُكْمِهِ وَكَسْبُهُ لَهُ) لِأَنَّ كَسْبَ الْوَلَدِ كَسْبُ كَسْبِهِ وَيَكُونُ كَذَلِكَ قَبْلَ الدَّعْوَةِ فَلَا يَنْقَطِعُ بِالدَّعْوَةِ اخْتِصَاصُهُ ، وَكَذَلِكَ إِنْ وَلَدَتْ الْمُكَاتَبَةُ وَلَدًا لِأَنَّ حَقَّ امْتِنَاعِ الْبَيْعِ ثَابِتٌ فِيهَا مُؤَكَّدًا فَيَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ كَالتَّدْبِيرِ وَالِاسْتِيلَادِ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنی ام ولد کو خریدا ہے تو اس ام ولد کا بیٹا عقد کتابت میں شامل ہو گا۔ اور اس کی ماں ام ولد کی بیع درست نہ ہو گی اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب عورت کے ساتھ بچہ بھی ہے۔ تو اس بچے کا کتابت کے عقد میں داخل ہونا یہ اس دلیل کے سبب سے ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی ماں کو بیع کا عدم جواز اس لئے ہے کہ وہ اس حکم میں بچے کے تابع ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماریہ کو ان کے بیٹے نے آزاد کرا دیا ہے۔

صاحبین کے نزدیک عورت کے ہاں بچہ نہ ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ ام ولد ہے اور اس میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ قیاس کے مطابق بیع جائز ہونی چاہیے خواہ اس کے ساتھ بچہ بھی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مکاتب کی کمائی موقوف ہے پس اس کے ساتھ کوئی اس قسم کا حکم متعلق نہ ہو گا جس کے سبب سے فسخ کا

احتمال نہ ہو۔ مگر جب اس کے ساتھ بچہ ہے تو اب بیع کو روکنے کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ بچے میں یہی حکم ثابت ہے اور ماں کا حکم بھی اسی بناء کے مطابق ہے۔ اور جب بچے کے سوا بھی یہ حکم ثابت ہو جائے تو وہ ابتدائی طور ثابت ہوگا جبکہ قیاس تو اس کی نفی کرنے والا ہے۔

اور جب مکاتب کی باندی سے بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ بھی عقد کتابت میں شامل ہوگا اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم خریدے ہوئے کے بارے میں بیان کرآئے ہیں۔ پس بچے کا حکم مکاتب کے حکم جیسا ہوگا۔ اور اس بچے کی کمائی مکاتب کی ہوگی۔ اس لئے کہ اس بچے کی کمائی مکاتب ہی کی ہے۔ اور جب دعویٰ نسب سے قبل اسی طرح ہے تو دعویٰ کے بعد یہ خاص ہونا ختم نہ ہوگا۔

اور یہ حکم اس حالت میں بھی ہے۔ جب مکاتب کی مکاتبہ باندی نے بچے کو جنم دے دیا ہے کیونکہ مکاتبہ باندی کو فروخت کرنے کے حق کی ممانعت ثابت ہے۔ اور اس میں تاکید بھی ہے پس یہ حق بچے میں بھی اثر انداز ہو جائے گا جس طرح مدبر بنانے اور ام ولد بنانے میں ہوتا ہے۔

شرح

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکاتبہ لونڈی سے مولیٰ وطی نہیں کرسکتا اگر وطی کریگا تو عقر لازم آئیگا اور اگر لونڈی کے مولیٰ سے بچہ پیدا ہو تو اوسے اختیار ہے کہ عقد کتابت باقی رکھے اور مولیٰ سے عقر لے یا عقد کتابت سے انکار کر کے ام ولد ہو جائے۔ آقا نے مکاتب کا مال ضائع کر دیا تو تاوان لازم ہوگا۔ ام ولد کو بھی مکاتبہ کرسکتا ہے اور مکاتب کو آزاد کر دیا تو بدل کتابت ساقط ہو گیا۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب عتاق)

اپنے غلام سے اپنی باندی کا نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ زَوَّجَ أَمَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ ثُمَّ كَاتَبَهُمَا فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَلَدًا دَخَلَ فِي كِتَابَتِهَا وَكَانَ كَسْبُهُ لَهَا) لِأَنَّ تَبَعِيَّةَ الْأُمِّ أَرْجَحُ وَلِهَذَا يَتْبَعُهَا فِي الرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ .

قَالَ (وَإِنْ تَزَوَّجَ الْمُكَاتَبُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ امْرَأَةً زَعَمَتْ أَنَّهَا حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ مِنْهُ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ فَأَوْلَادُهَا عَبِيدٌ وَلَا يَأْخُذُهُمْ بِالْقِيمَةِ ، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ يَأْذَنُ لَهُ الْمَوْلَى بِالتَّزْوِيجِ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : أَوْلَادُهَا أَحْرَارٌ بِالْقِيمَةِ) لِأَنَّهُ شَارَكَ الْحُرَّ فِي سَبَبِ ثُبُوتِ هَذَا الْحَقِّ وَهُوَ الْغُرُورُ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مَا رَغِبَ فِي نِكَاحِهَا إلَّا لِيَنَالَ حُرِّيَّةَ الْأَوْلَادِ ، وَلَهُمَا أَنَّهُ مَوْلُودٌ بَيْنَ رَقِيقَيْنِ فَيَكُونُ رَقِيقًا ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ الْوَلَدَ يَتْبَعُ الْأُمَّ فِي الرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ ،

وَخَالَفْنَا هَذَا الْأَصْلَ فِي الْحُرِّ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، وَهَذَا لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ لِأَنَّ حَقَّ الْمَوْلَى هُنَاكَ مَجْبُورٌ بِقِيمَةٍ نَاجِزَةٍ وَهَاهُنَا بِقِيمَةٍ مُتَأَخِّرَةٍ إلَى مَا بَعْدَ الْعِتْقِ فَيَبْقَى عَلَى الْأَصْلِ وَلَا يَلْحَقُ بِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے نے اپنے غلام کا اپنی باندی کے ساتھ نکاح کر دیا ہے اور اس نے اس کے بعد دونوں کو مکاتب بنا دیا ہے اور مکاتبہ باندی نے ایک بچے کو جنم دے دیا ہے تو وہ بچہ بھی اس کے عقد کتابت میں شامل ہوگا جبکہ اس کی کمائی اس باندی کو ملے گی کیونکہ اس میں ماں کے تابع ہونا یہ غالب ہے کیونکہ آزادی وغلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوا کرتا ہے۔

اور جب مکاتب نے آقا کی اجازت کے ساتھ کسی عورت کو آزاد جانتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا ہے اور اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا ہے اس کے بعد وہ کسی کی حقدار نکل آئی۔ تو اس کی اولاد غلام ہوگی اور باپ ان کی قیمت دیکر بھی ان کو نہیں خرید سکے گا اور اسی طرح کا حکم اس غلام کیلئے بھی ہے۔ جس کو اس کے آقا نے نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ شیخین کا نزدیک یہی حکم ہے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حقدار بننے والی عورت کی اولاد قیمت کے بدلے میں آزاد ہو سکتی ہے کیونکہ یہ غلام اس حق میں مستحق ہونے کے سبب سے آزادی میں شریک ہو چکا ہے۔ کیونکہ مکاتب نے اس سے شادی اس سبب سے کی تھی کہ وہ اولاد کی نعمت اس سے حاصل کرے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ وہ بچہ غلاموں سے پیدا ہوا ہے پس وہ غلام ہی رہے گا۔ کیونکہ اس کی اصل یہی ہے کیونکہ آزادی وغلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے سبب سے آزاد آدمی کے حق میں اس قانون کی مخالفت کی ہے کیونکہ مکاتب آزاد کے حکم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ آزاد ہونے کی صورت میں نقد قیمت دیتے ہوئے آقا کے حق کو پورا کیا جا سکتا ہے جبکہ مکاتب وغلام میں آزادی کے بعد والی حالت کی جانب دیکھتے ہوئے ادھار قیمت کے سبب آقا کی حق تلف ہو جائے گی۔ پس مکاتب وغلام کے حق میں یہ حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا۔ اور اس کو مکاتب کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

غلاموں میں اولاد کا والدین کے تابع ہونے کا بیان

حضرت امام ابراہیم نخعی نے ایسی صورت کے بارے میں فتوی دیا جس میں ایک شخص نے اپنی ام ولد کی شادی اپنے غلام سے کر دی تھی اور پھر اس غلام میں سے اس کی اولاد بھی پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا، "وہ اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے۔ جب تک وہ غلامی کی حالت میں رہے گی، یہ بھی غلام رہیں گے اور جب وہ مکمل آزاد ہو جائے گی تو یہ بھی آزاد ہو جائیں گے۔ جب ماں کا آقا فوت ہوگا تو یہ سب کے سب آزاد ہو جائیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم ۲۰۹۹۶)

اس معاملے میں بھی کسی مرفوع حدیث کے نہ پائے جانے کا سبب بنیادی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کے دور میں پیش نہیں آیا جس میں کسی غلام یا لونڈی کے مالک نے ان کے بچوں کو آزاد کرنے سے انکار کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اس اصول کو مان لیا گیا ہے کہ غلاموں کے نابالغ بچے اپنے والدین کے تابع ہی ہوں گے۔ اگر ان بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے ان کے والدین آزاد نہیں ہو پاتے، جس کا امکان عہد رسالت میں بہت ہی کم تھا، تو ان بچوں کو خود یہ اختیار حاصل ہو جائے گا کہ یہ مکاتبت کے ذریعے اپنی آزادی خرید سکیں۔ غلاموں کے بچوں کو اپنے والدین کی حالت پر برقرار رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر انہیں پیدائش کے وقت سے ہی آزاد کر دیا جاتا تو ان کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ ان بچوں کی کفالت ان کے والدین کی کفالت کے ساتھ ساتھ والدین کے آقاؤں کے ذمہ تھی۔ اگر ان بچوں کو پیدائش کے وقت ہی آزاد قرار دے دیا جاتا تو پھر ان کی کفالت کی ذمہ داری ان کے والدین کے آقاؤں پر کیسے عائد کی جاتی؟ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے والدین کے تابع ہی رہنے دیا گیا اور بالغ ہونے پر اپنی آزادی خریدنے کا حق انہیں دے دیا گیا۔

مکاتب کا اجازت آقا کے بغیر باندی سے وطی کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وَطِیءَ الْمُكَاتَبُ أَمَةً عَلَى وَجْهِ الْمِلْكِ بِغَيْرِ إذْنِ الْمَوْلَى ثُمَّ اسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ فَعَلَيْهِ الْعُقْرُ يُؤْخَذُ بِهِ فِي الْكِتَابَةِ ، وَإِنْ وَطِئَهَا عَلَى وَجْهِ النِّكَاحِ لَمْ يُؤْخَذْ بِهِ حَتَّى يُعْتَقَ وَكَذَلِكَ الْمَأْذُونُ لَهُ) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ ظَهَرَ الدَّيْنُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى لِأَنَّ التِّجَارَةَ وَتَوَابِعَهَا دَاخِلَةٌ تَحْتَ الْكِتَابَةِ ، وَهَذَا الْعُقْرُ مِنْ تَوَابِعِهَا ، لِأَنَّهُ لَوْلَا الشِّرَاءُ لَمَا سَقَطَ الْحَدُّ وَمَا لَمْ يَسْقُطْ الْحَدُّ لَا يَجِبُ الْعُقْرُ .

أَمَّا لَمْ يَظْهَرْ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي لِأَنَّ النِّكَاحَ لَيْسَ مِنْ الِاكْتِسَابِ فِي شَيْءٍ فَلَا تَنْتَظِمُهُ الْكِتَابَةُ كَالْكَفَالَةِ .

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْمُكَاتَبُ جَارِيَةً شِرَاءً فَاسِدًا ثُمَّ وَطِئَهَا فَرَدَّهَا أُخِذَ بِالْعُقْرِ فِي الْمُكَاتَبَةِ ، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ) لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ التِّجَارَةِ ، فَإِنَّ التَّصَرُّفَ تَارَةً يَقَعُ صَحِيحًا وَمَرَّةً يَقَعُ فَاسِدًا ، وَالْكِتَابَةُ وَالْإِذْنُ يَنْتَظِمَانِهِ بِنَوْعَيْهِ كَالتَّوْكِيلِ فَكَانَ ظَاهِرًا فِي حَقِّ الْمَوْلَى .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے آقا کی اجازت کے بغیر بطور ملکیت کسی باندی سے جماع کیا ہے اور اس کے بعد کوئی شخص اس کا حقدار نکل آیا ہے تو مکاتب پر باندی کو حق مہر واجب ہوگا۔ اور یہ حق کتابت کی حالت میں ہی اس سے لیا جائے گا۔ اور جب مکاتب نے

نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع کیا ہے تو اب اس کے آزاد ہونے سے پہلے مہر نہ لیا جائے گا۔ اور ماذون غلام کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت میں قرض آقا کے حق میں ظاہر ہونے والا ہے۔ کیونکہ تجارت اور اس کے احکام کتابت کے عقد کے تحت داخل ہیں۔ اور تاوان بھی توابع میں سے ہے۔ کیونکہ جب وہ باندی خریدی ہوئی نہ ہوتی تو اس سے زنا کی حد ساقط نہ ہوتی اور جب حد ساقط نہ ہوگی تو اس پر تاوان واجب ہو جائے گا۔

اور دوسرے حالت میں قرض آقا پر واجب نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنا کسی صورت میں بھی کسب نہیں بنتا۔ لہذا کتابت اس میں شامل نہ ہوگی۔ جس طرح کفالت کو کتابت شامل نہیں ہوا کرتی۔

اور جب مکاتب فاسد بیع کے طور پر کوئی باندی خریدی ہے اور اس کے بعد اس سے ساتھ جماع کر کے اس کو واپس کر دیا ہے تو مکاتبت کی حالت میں اس پر تاوان واجب ہو جائے گا۔ اور ماذون غلام بھی اسی حکم میں ہے۔ کیونکہ فاسد بیع یہ تجارت کے حکم میں داخل ہے۔ پس کبھی تصرف درست ہوگا اور کبھی فاسد ہو جائے گا جبکہ کتابت اور اجازت یہ توکیل کی طرح دونوں اقسام کو شامل ہے پس یہ تاوان آقا کے حق میں ظاہر ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ آزاد عورت نکاح میں ہے اور باندی سے نکاح کیا صحیح نہ ہوا۔ یونہی ایک عقد میں دونوں سے نکاح کیا، حرہ کا صحیح ہوا، باندی سے نہ ہوا۔

ایک عقد میں آزاد عورت اور باندی سے نکاح کیا اور کسی وجہ سے آزاد عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا تو باندی سے نکاح ہو جائے گا۔ پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے تو دونوں نکاح ہو گئے اور اگر باندی سے بلا اجازت مالک نکاح کیا اور دخول نہ کیا تھا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا، اب اس کے مالک نے اجازت دی تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ یونہی اگر غلام نے بغیر اجازتِ مولیٰ حرہ سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر باندی سے نکاح کیا، اب مولیٰ نے دونوں نکاح کی اجازت دی تو باندی سے نکاح نہ ہوا۔ آزاد عورت کو طلاق دے دی تو جب تک وہ عدت میں ہے، باندی سے نکاح نہیں کر سکتا اگرچہ تین طلاقیں دے دی ہوں۔ اگر حرہ نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اتنی استطاعت ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کر لے۔

اور اگر باندی نکاح میں تھی اسے طلاق رجعی دے کر آزاد سے نکاح کیا، پھر رجعت کر لی تو وہ باندی بدستور زوجہ ہو گئی۔ اگر چار باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو باندیوں کا ہو گیا اور آزاد عورتوں کا نہ ہوا اور دونوں چار چار تھیں تو آزاد عورتوں کا ہوا، باندیوں کا نہ ہوا۔ (درمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۳۵)

حدیث میں ہے جو غلام بغیر اپنے آقا کی اجازت کے اپنا نکاح کر لے وہ زانی ہے، ہاں اگر کسی لونڈی کی مالکہ کوئی عورت ہو تو اس کی اجازت سے اس لونڈی کا نکاح وہ کرائے جو عورت کا نکاح کرا سکتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے عورت عورت کا نکاح نہ کرائے

یہ عورت اپنا نکاح کرائے، وہ عورتیں زناکار ہیں جو اپنا نکاح آپ کرتی ہیں۔ پھر فرمایا عورتوں کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو، گھٹا گھٹا کر کے تکلیف پہنچا کر تھوڑی تھوڑی کر کے نہ دو، پھر فرماتا ہے کہ دیکھ لیا کرو یہ عورتیں بدکاری کی طرف از خود مائل نہ ہوں، نہ ایسی ہوں اگر کوئی ان کی طرف مائل ہو تو یہ جھک جائیں یعنی نہ تو علانیہ زناکار ہوں نہ خفیہ بدکردار ہوں کہ ادھر ادھر آشنائیاں کرتی پھریں اور چپ چاپ دوست آشنا بناتی پھریں، جو ایسی بداطوار ہوں ان سے نکاح کرنے کو اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے۔

احصن کی دوسری قرأت احسن بھی ہے، کہا گیا ہے کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے، یہاں احصان سے مراد اسلام ہے یا نکاح والی ہو جانا ہے، ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ان کا احصان اسلام اور عفت ہے لیکن یہ حدیث منکر ہے اس میں ضعف بھی ہے اور ایک راوی کا نام نہیں، ایسی حدیث حجت کے لائق نہیں ہوتی، دوسرا قول یعنی احصان سے مراد نکاح ہے حضرت ابن عباس مجاہد عکرمہ طاؤس سعید بن جبیر حسن قتادہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔

فصل

﴿یہ فصل کتابت میں نوع ثانی کے بیان میں ہے﴾

فصل دوسری نوع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل پہلی فصل میں کتابت سے متعلق بیان کردہ مسائل کی جنس میں سے دوسری نوع ہے۔ لہذا نوع ثانی ہونے کے سبب سے اس کو الگ فصل میں بیان کیا ہے تا کہ نوع اول اور نوع ثانی کے درمیان فرق وامتیاز باقی رہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۴۳، بیروت)

مکاتبہ کا مالک کے نسب سے بچے کو جنم دینے کا بیان

: قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتْ الْمُكَاتَبَةُ مِنْ الْمَوْلَى فَهِيَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ ، وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا ، وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ) لِأَنَّهَا تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ عَاجِلَةٌ بِبَدَلٍ وَآجِلَةٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ فَتُخَيَّرُ بَيْنَهُمَا ، وَنَسَبُ وَلَدِهَا ثَابِتٌ مِنْ الْمَوْلَى وَهُوَ حُرٌّ لِأَنَّ الْمَوْلَى يَمْلِكُ الْإِعْتَاقَ فِي وَلَدِهَا وَمَا لَهُ مِنْ الْمِلْكِ يَكْفِي لِصِحَّةِ الِاسْتِيلَادِ بِالدَّعْوَةِ .وَإِذَا مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ أَخَذَتْ الْعُقْرَ مِنْ مَوْلَاهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِنَفْسِهَا وَبِمَنَافِعِهَا عَلَى مَا قَدَّمْنَا .

ثُمَّ إنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالِاسْتِيلَادِ وَسَقَطَ عَنْهَا بَدَلُ الْكِتَابَةِ ، وَإِنْ مَاتَتْ هِيَ وَتَرَكَتْ مَالًا تُؤَدَّى مِنْهُ مُكَاتَبَتُهَا وَمَا بَقِيَ مِيرَاثٌ لِابْنِهَا جَرْيًا عَلَى مُوجَبِ الْكِتَابَةِ ، وَإِنْ لَمْ تَتْرُكْ مَالًا فَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْوَلَدِ لِأَنَّهُ حُرٌّ ، وَلَوْ وَلَدَتْ وَلَدًا آخَرَ لَمْ يَلْزَمْ الْمَوْلَى إلَّا أَنْ يَدَّعِيَ لِحُرْمَةِ وَطْئِهَا عَلَيْهِ ، فَلَوْ لَمْ يَدَّعِ وَمَاتَتْ مِنْ غَيْرِ وَفَاءٍ سَعَى هَذَا الْوَلَدُ لِأَنَّهُ مُكَاتَبٌ تَبَعًا لَهَا ، فَلَوْ مَاتَ الْمَوْلَى بَعْدَ ذَلِكَ عَتَقَ وَبَطَلَ عَنْهُ السِّعَايَةُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أُمِّ الْوَلَدِ إذْ هُوَ وَلَدُهَا فَيَتْبَعُهَا .

ترجمہ

اور جب مکاتبہ نے مالک کے نطفہ سے بچے کو جنم دیا ہے تو اب اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو کتابت کے عقد پر قائم رہے اور اگر وہ چاہے تو بدل کتابت کو ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز قرار دیتے ہوئے آقا کی ام ولد بن جائے گا۔ کیونکہ اس نے آزادی کے دونوں راستے حاصل کر لیے ہیں۔

(۱) بدل ادا کرتے ہوئے فوری طور پر آزاد ہو جائے۔ (۲) بدل کے بغیر آقا کی موت کے بعد آزاد ہو جائے۔ پس اس کیلئے ان میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ اور اس کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا مکاتبہ کے بچے کو آزاد کرنے کا مالک ہے اور اس پر آقا کو جو ملکیت حاصل ہے وہ دعویٰ نسب کیلئے کافی ہے۔ اور جب عورت کتابت پر قائم رہنے کو اختیار کرتی ہے تو وہ آقا سے حق مہر وصول کرے گی۔ کیونکہ مکاتبہ اپنی اور اپنے نفع ونقصان کی خود مالک بن چکی ہے جس طرح اس سے پہلے اس مسئلہ کی دلیل بیان کر دی گئی ہے۔

اور اگر اس کا آقا فوت ہو گیا تو وہ مکاتبت سے آزاد ہو جائے گی۔ اور بدل کتابت بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اور جب یہ مکاتبہ خود پہلے فوت ہو گئی ہے اور اس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے تو اس مال سے بدل کتابت ادا کیا جائے گا۔ اور جو کچھ بچ جائے گا وہ اس کے بیٹے کو میراث میں مل جائے گا اور جب مکاتبہ نے وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا تو بچے پر واجب نہ ہوگا کہ وہ کمائی کر کے آقا کے مال ادا کرے۔ اس لئے کہ وہ آزاد ہے۔

اور جب مکاتبہ باندی نے دوسرے بچے کو جنم دیا ہے تو وہ بچہ آقا پر لازم نہ ہوگا ہاں البتہ جب آقا اس کے لئے دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ آقا پر اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔ اور اگر آقا نے دعویٰ نہیں کیا ہے اور مکاتبہ بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے فوت ہو گئی ہے۔ تو یہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اس سے سعایہ بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اب یہ ام ولد کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ یہ ام ولد ہی کا بچہ ہے پس وہ اسی کے تابع ہوگا۔

شرح

جب باندی نے اپنے آقا (کے نطفہ) سے بچہ جنا تو وہ اپنے آقا کی ام ولد ہو گئی اور اسے بیچنا اور (دوسرے کی) ملکیت میں دینا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اسے اس کے لڑکے نے آزاد کر دیا آپ ﷺ نے باندی کے آزاد ہونے کی خبر دی، لہٰذا اس آزادی سے اس کے بعض احکام بھی ثابت ہو جائیں گے اور وہ بیع کا حرام ہونا ہے۔ اور اس لئے کہ واطی اور موطوءہ کے مابین لڑکے کے واسطے سے جزئیت ثابت ہو جاتی ہے اس لئے کہ دونوں پانی اس طرح ایک دوسرے سے مل گئے کہ ان میں فرق کرنا ناممکن ہے جیسا کہ حرمت مصاہرت میں یہ معلوم ہو چکا ہے اس وجہ سے بچہ نکلنے کے بعد یہ جزئیت حکما ثابت رہتی ہے نہ کہ حقیقتا لہٰذا سبب کمزور ہو گیا اسی وجہ سے اس سبب نے ایسا حکم ثابت کیا جو موت کے بعد تک موءخر ہے اور حکما جزئیت کا باقی رہنا نسب کے اعتبار سے ہوتا ہے اور نسب کا اعتبار مردوں کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے آزادی بھی مردوں کے حق میں ثابت ہوگی عورتوں کے حق

میں ثابت نہیں ہوگی حتیٰ اگر کہ آزاد عورت اپنے شوہر کی مالک ہوگئی اور اس شوہر سے اس کی اولاد بھی ہو تو بھی اس عورت کے مرنے سے اس کا شوہر آزاد نہیں ہوگا۔

اور آزادی مؤجل کا ثبوت (ام ولد میں) فی الحال حق آزادی کو ثابت کرتا ہے۔لہٰذا اسے فی الوقت فروخت کرنا اور غیر حریت کی طرف نکالنا ممتنع ہوگا اور آقا کی موت کے بعد باندی کی آزادی کو ثابت کرے گی، ایسے ہی جب باندی کا کچھ حصہ آقا کا مملوک ہو اسکی دلیل یہ ہے کہ استیلاء کے اجزاء نہیں ہوتے، اس وجہ سے کہ استیلاد نسب کی فرع ہے اس لئے اسے اس کی اصل پر قیاس کیا جائے گا۔

مکاتب کا اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلَى أُمَّ وَلَدِهِ جَازَ) لِحَاجَتِهَا إلَى اسْتِفَادَةِ الْحُرِّيَّةِ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلَى وَذَلِكَ بِالْكِتَابَةِ ، وَلَا تَنَافِيَ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ (فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالِاسْتِيلَادِ) لِتَعَلُّقِ عِتْقِهَا بِمَوْتِ السَّيِّدِ (وَسَقَطَ عَنْهَا بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّ الْغَرَضَ مِنْ إيجَابِ الْبَدَلِ الْعِتْقُ عِنْدَ الْأَدَاءِ ، فَإِذَا عَتَقَتْ قَبْلَهُ لَمْ يُمْكِنْ تَوْفِيرُ الْغَرَضِ عَلَيْهِ فَسَقَطَ وَبَطَلَتْ الْكِتَابَةُ لِامْتِنَاعِ إبْقَائِهَا بِغَيْرِ فَائِدَةٍ ، غَيْرَ أَنَّهُ تُسَلَّمُ لَهَا الْأَكْسَابُ وَالْأَوْلَادُ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِي حَقِّ الْبَدَلِ وَبَقِيَتْ فِي حَقِّ الْأَكْسَابِ وَالْأَوْلَادِ ، لِأَنَّ الْفَسْخَ لِنَظَرِهَا وَالنَّظَرُ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ .وَلَوْ أَدَّتْ الْمُكَاتَبَةُ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالْكِتَابَةِ لِأَنَّهَا بَاقِيَةٌ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنادیا ہے تو یہ جائز ہوگا کیونکہ آقا کے موت سے پہلے وہ بھی آزادی کو حاصل کرنے کی ضرورت رکھتی ہے اور اس کی یہ ضرورت کتابت کے ذریعے مکمل ہوگی۔اور استیلاد اور کتابت میں کوئی فرق بھی زیادہ نہیں ہے کیونکہ اس طرح مکاتبہ کو آزادی کی ایک جانب مل جاتی ہے۔اور اس کے بعد جب آقا فوت ہوجائے تو استیلاد کے سبب سے باندی آزاد ہوجائے گی۔کیونکہ اس کی آزادی آقا کی موت کے ساتھ معلق تھی۔اور اس سے کتابت کا بدل ساقط ہوجائے گا۔کیونکہ بدل کو واجب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بدل کو آزاد کرنے کے وقت آزادی مل جائے گی۔

اور جب وہ آزادی ملنے سے پہلے ہی آزاد ہوجائے تو مقصد کو بدل کے ساتھ جوڑنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ بدل تو ساقط ہوچکا ہے۔ لہٰذا کتابت باطل ہوجائے گی۔اور اس کیلئے بغیر فائدے کے اس کو باقی رکھنا منع ہوگا ہاں البتہ اس مکاتبہ کی اولاد اور کمائی اسی کی ہو.

گی۔کیونکہ کتابت بدل کے حق میں فسخ ہوئی ہے جبکہ وہ اولاد اور کسب کرنے کے حق میں باقی ہے۔اس لئے کہ کتابت اسی مکاتبہ کے فائدے کیلئے ختم کی گئی ہے اور فائدہ کی صورت وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔اور جب آقا کی موت سے پہلے مکاتبہ نے بدل کتابت کو ادا کیا ہے تو بھی مکاتبت کے سبب وہ آزاد ہو جائے گی۔اس لئے کہ مکاتبت ابھی تک باقی ہے۔

شرح

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکاتبہ لونڈی سے مولیٰ وطی نہیں کرسکتا اگر وطی کریگا تو عقر لازم آئیگا اور اگر لونڈی کے مولیٰ سے بچہ پیدا ہو تو اوسے اختیار ہے کہ عقد کتابت باقی رکھے اور مولیٰ سے عقر لے یا عقد کتابت سے انکار کر کے ام ولد ہوجائے۔آقا نے مکاتب کا مال ضائع کر دیا تو تاوان لازم ہوگا۔ ام ولد کو بھی مکاتبہ کرسکتا ہے اور مکاتب کو آزاد کر دیا تو بدل کتابت ساقط ہوگیا۔(جوہرہ نیرہ، کتاب عتاق)

آقا کا اپنی مدبرہ باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ جَازَ) لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ الْحَاجَةِ وَلَا تَنَافِي ، إذْ الْحُرِّيَّةُ غَيْرُ ثَابِتَةٍ ، وَإِنَّمَا الثَّابِتُ مُجَرَّدُ الِاسْتِحْقَاقِ (وَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ أَنْ تَسْعَى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا أَوْ جَمِيعِ مَالِ الْكِتَابَةِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : تَسْعَى فِي أَقَلِّ مِنْهُمَا .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : تَسْعَى فِي الْأَقَلِّ مِنْ ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا وَثُلُثَيْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ ، فَالْخِلَافُ فِي الْخِيَارِ وَالْمِقْدَارِ ، فَأَبُو يُوسُفَ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْمِقْدَارِ ، وَمَعَ مُحَمَّدٍ فِي نَفْيِ الْخِيَارِ أَمَّا الْخِيَارُ فَفَرْعُ تَجَزُّؤِ الْإِعْتَاقِ عِنْدَهُ لَمَّا تَجَزَّأَ بَقِيَ الثُّلُثَانِ رَقِيقًا وَقَدْ تَلَقَّاهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ بِبَدَلَيْنِ مُعَجَّلٌ بِالتَّدْبِيرِ وَمُؤَجَّلٌ بِالْكِتَابَةِ فَتُخَيَّرُ .

وَعِنْدَهُمَا لَمَّا عَتَقَ كُلُّهَا بِعِتْقِ بَعْضِهَا فَهِيَ حُرَّةٌ وَجَبَ عَلَيْهَا أَحَدُ الْمَالَيْنِ فَتَخْتَارُ الْأَقَلَّ لَا مَحَالَةَ فَلَا مَعْنَى لِلتَّخْيِيرِ .

وَأَمَّا الْمِقْدَارُ فَلِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَابَلَ الْبَدَلَ بِالْكُلِّ وَقَدْ سَلَّمَ لَهَا الثُّلُثَ بِالتَّدْبِيرِ فَمِنْ الْمُحَالِ أَنْ يَجِبَ الْبَدَلُ بِمُقَابَلَتِهِ ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ سَلَّمَ لَهَا الْكُلَّ بِأَنْ خَرَجَتْ مِنْ الثُّلُثِ يَسْقُطُ كُلُّ بَدَلِ الْكِتَابَةِ فَهُنَا يَسْقُطُ الثُّلُثُ وَصَارَ كَمَا إذَا تَأَخَّرَ التَّدْبِيرُ عَنْ الْكِتَابَةِ .

وَلَهُمَا أَنَّ جَمِيعَ الْبَدَلِ مُقَابَلٌ بِثُلُثَيْ رَقَبَتِهَا فَلَا يَسْقُطُ مِنْهُ شَيْءٌ ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْبَدَلَ وَإِنْ قُوبِلَ بِالْكُلِّ صُورَةً وَصِيغَةً لٰكِنَّهُ مُقَيَّدٌ بِمَا ذَكَرْنَا مَعْنًى وَإِرَادَةً لِأَنَّهَا اسْتَحَقَّتْ حُرِّيَّةَ الثُّلُثِ ظَاهِرًا ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَلْتَزِمُ الْمَالَ بِمُقَابَلَةِ مَا يَسْتَحِقُّ حُرِّيَّتَهُ وَصَارَ كَمَا إذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثِنْتَيْنِ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا عَلَى أَلْفٍ كَانَ جَمِيعُ الْأَلْفِ بِمُقَابَلَةِ الْوَاحِدَةِ الْبَاقِيَةِ لِدَلَالَةِ الْإِرَادَةِ ، كَذَا هَاهُنَا ، بِخِلَافِ مَا إذَا تَقَدَّمَتْ الْكِتَابَةُ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِيهِ لِأَنَّ الْبَدَلَ مُقَابَلٌ بِالْكُلِّ إذْ لَا اسْتِحْقَاقَ عِنْدَهُ فِي شَيْءٍ فَافْتَرَقَا .

ترجمہ

اور جب آقا نے اپنی مدبرہ کا مکاتب بنادیا ہے تو یہ جائز ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ کیونکہ کتابت وتدبیر میں کوئی فرق والی بات نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ مدبر میں آزادی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں محض آزادی کا حق ثابت ہونے والا ہے اور جب آقا فوت ہوجائے اور اس مدبرہ کے سوا آقا کا کوئی دوسرا مال بھی نہ ہو تو اب مدبرہ کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اپنی دوتہائی کمائی کرکے یا سارا بدل کتابت دیکر کمائی کرے۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں میں سے تھوڑے کیلئے وہ کمائی کرے لہذا دوتہائی قیمت یا دوتہائی بد کتابت میں سے جو کم ہوگا۔ اس کیلئے وہ کمائی کرے گی۔ اور یہ فقہی اختلاف اس کو اختیار دینے اور مقدار دونوں میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مقدار کے بارے میں امام صاحب علیہ الرحمہ کے موقف کے ساتھ ہیں۔ جبکہ اختیار نہ دینے میں امام محمد علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں۔ اور اختیار دینے والا اختلاف یہ آزادی کے اجزاء ہونے والے اختلاف کی فرع ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی کے حصے ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ اس مکاتبہ کا دوتہائی حصہ آزادی میں باقی ہے اور اس کو دوبدلوں کے بدلے میں آزادی کے دونوں طرق حاصل ہیں۔ ایک ذریعہ یہ ہے کہ تدبیر کے سبب سے فوری طور پر وہ آزاد ہوجائے گی۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ وہ بدل کتابت ادا کرے آزاد ہوجائے گی۔ پس اس کا اختیار دیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب بعض آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہوگی ہے تو وہ آزاد ہوچکی ہے اور اس پر دونوں اعواض میں سے ایک بدلہ لازم ہوچکا ہے۔ پس وہ یقیناً کم کو اختیار کرے گی۔ تو اس میں اختیار دینے والی کوئی بات نہ رہی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل مقدار والے اختلاف میں ہے۔ کہ جب آقا نے بدل کو پوری مدبرہ ٹھہرایا ہے جبکہ تدبیر کیلئے باندی کے واسطے ایک تہائی حصہ سالم ہے پس اس کے مقابلے میں بدل کا ہونا ناممکن ہے غور کیجئے کہ جب پوری جان اس کے لئے سلامتی والی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ تہائی سے نکل جائے گی۔ تو سارا بدل کتابت ساقط ہوجاتا ہے۔ مگر جب وہ تہائی سے نہیں نکلے گی تو بدل سے ایک ثلث ساقط ہوجائے گا۔ لہذا یہ اسی طرح ہوجائے گا جس طرح تدبیر کو کتابت کے بعد مکمل کیا جاتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سارا بدل اس باندی کے دوثلث کے مقابلے میں ہوگا پس اس بدل میں سے ایک روپیہ بھی ساقط نہ ہو گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب بدل لفظی اور صوری شکل میں باندی کی پوری ذات کے مقابلے میں ہو۔ جبکہ بطور معنی ومراد ہماری بیان کردہ حالت کے ساتھ مقید ہے۔ اور اس لئے بھی کہ تدبیر کے سبب سے وہ ایک تہائی آزادی کی حقدار بن چکی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان جب کسی چیز کے بدلے میں آزادی کا حقدار بن جاتا ہے تو وہ اس کے بدلے میں مال کو لازم نہیں کرے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دی ہیں۔ اور اس کے بعد اس نے ایک ہزار کے بدلے میں اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو اب مکمل ایک ہزار بقیہ ایک طلاق کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ اس کے ارادہ کی دلالت اسی پر ہے۔ اور یہاں بھی اسی طرح ہوگا۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کتابت پہلے ہو چکی ہو۔ اور یہ مسئلہ اس کے بعد والے مسئلہ میں ہے کیونکہ وہاں بدل کل باندی کے مقابل میں ہے پس عقد کتابت کی صورت میں کسی بھی چیز میں حق ثابت نہ ہوگا۔

آزادی میں بعض حصے کے اعتبار کا بیان

حضرت ابوملیح (تابعی) اپنے والد مکرم (حضرت اسامہ ابن عمیر صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے ایک غلام میں سے کچھ حصہ آزاد کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" خدا کا کوئی شریک نہیں ہے" اور پھر یہ حکم دیا کہ اس غلام کو بالکل آزاد کر دیا جائے۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 582)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ جو بھی کام اللہ تعالٰی کے لئے کیا جائے اور وہ عبادت کی قسم سے ہو تو اس میں اپنے حصہ کو شریک نہ کرنا چاہئے۔ لہذا ایک غلام کے بعض حصوں کو آزاد کر دینا اور بعض حصوں کو بدستور غلام رکھنا مناسب نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آزادی اور غلامی متجزی نہیں ہوتی، لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ چونکہ متجزی کے قائل ہیں اس لئے ان کے نزدیک ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو بالکل آزاد کر دینے کا حکم دیا بایں طور کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کو اس کی ترغیب دلائی کہ وہ اس غلام کو بالکل آزاد کر دے۔

آقا کا اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ دَبَّرَ مُكَاتَبَتَهُ صَحَّ التَّدْبِيرُ) لِمَا بَيَّنَّا .(وَلَهَا الْخِيَارُ ، إنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ ، وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ فِي جَانِبِ الْمَمْلُوكِ ، فَإِنْ مَضَتْ عَلَى كِتَابَتِهَا فَمَاتَ الْمَوْلَى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَتْ سَعَتْ فِي ثُلُثَيْ مَالِ الْكِتَابَةِ أَوْ ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا : تَسْعَى فِي الْأَقَلِّ مِنْهُمَا ، فَالْخِلَافُ فِي هَذَا الْفَصْلِ فِي الْخِيَارِ بِنَاءٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ، أَمَّا الْمِقْدَارُ فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا .

قَالَ (وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مُكَاتَبَهُ عَتَقَ بِإِعْتَاقِهِ) لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِيهِ (وَسَقَطَ بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّهُ مَا الْتَزَمَهُ إِلَّا مُقَابَلًا بِالْعِتْقِ وَقَدْ حَصَلَ لَهُ دُونَهُ فَلَا يَلْزَمُهُ ، وَالْكِتَابَةُ وَإِنْ كَانَتْ لَازِمَةً فِي جَانِبِ الْمَوْلَى وَلَكِنَّهُ يُفْسَخُ بِرِضَا الْعَبْدِ وَالظَّاهِرُ رِضَاهُ تَوَسُّلًا إِلَى عِتْقِهِ بِغَيْرِ بَدَلٍ مَعَ سَلَامَةِ الْأَكْسَابِ لَهُ لِأَنَّا نُبْقِي الْكِتَابَةَ فِي حَقِّهِ .

ترجمہ

اور جب آقا نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنایا ہے تو اس کی یہ تدبیر درست ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اب اس باندی کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بدل کتابت پر قائم رہ جائے اور وہ چاہے تو عجز کا اظہار کرے مدبرہ ہونے پر قائم رہے۔ اس لئے کہ مملوک کے حق میں کتابت لازم نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر اس باندی کتابت کو اختیار کیا ہے اور آقا فوت ہو گیا ہے اور آقا کے پاس اسی باندی کے سوا کوئی مال نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو دو تہائی مال کتابت یا دو تہائی قیمت کیلئے وہ سعی کرے گی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ان میں سے قلیل کیلئے وہ کوشش کرے گی۔ اور اس فصل میں اختیار کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ ہمارے بیان کردہ اختلاف پر مبنی ہے جبکہ یہاں مقدار پر اتفاق ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس میں آقا کی ملکیت باقی ہے جبکہ بدل کتابت ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ مکاتب نے آزادی کے سبب اس بدل کو بجھ پر اپنے اوپر لازم کیا تھا حالانکہ آزادی اس کو بدل کے بغیر ہی مل رہی ہے۔ پس اس پر بدل لازم نہ ہوگا۔ اور کتابت اگر چہ آقا کے حق میں لازم ہوئی ہے مگر غلام کی مرضی سے اس کو ختم کیا جا سکتا ہے اور یہی ظاہر ہے کہ وہ تو اس پر رضامند ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بغیر بدل کے آزاد ہو جائے گا جبکہ اس کی کمائی اس کیلئے محفوظ ہے۔ کیونکہ ہم محنت کے حق میں کتابت کو باقی رکھنے والے ہیں۔

شرح

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو مکاتب کرے پھر مکاتب مر جائے اور ام ولد چھوڑ جائے اور اس قدر مال چھوڑ جائے کہ اس کو بدل کتابت کو کافی ہو تو وہ ام ولد مکاتب کے مولیٰ کی لونڈی ہو جائے گی کیونکہ وہ مکاتب مرتے وقت آزاد نہیں ہوا نہ اولاد چھوڑ گیا جس کے ضمن میں ام ولد بھی آزاد ہو جائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مکاتب اپنے غلام کو آزاد کردے یا اپنے مال میں سے کچھ صدقہ دے دے اور مولیٰ کو اس کی خبر نہ ہو یہاں تک کہ مکاتب آزاد ہو جائے تو اب مکاتب کو بعد آزادی کے اس صدقہ یا عتاق کا باطل کرنا نہیں پہنچتا البتہ اگر مولیٰ کو قبل آزادی کے اس کی خبر ہوگئی اور اس نے اجازت نہ دی تو وہ صدقہ یا عتاق لغو ہو جائے گا اب پھر مکاتب کو لازم نہیں کہ بعد آزادی کے اس غلام کو پھر آزاد کرے یا صدقہ نکالے البتہ خوشی سے کرسکتا ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1182)

سالانہ ایک ہزار ادائیگی پر مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ إلَى سَنَةٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ مُعَجَّلَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ) اسْتِحْسَانًا .وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ اعْتِيَاضٌ عَنْ الْأَجَلِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَالٍ وَالدَّيْنُ مَالٌ فَكَانَ رِبًا ، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ مِثْلُهُ فِي الْحُرِّ وَمُكَاتَبِ الْغَيْرِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْأَجَلَ فِي حَقِّ الْمُكَاتَبِ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْأَدَاءِ إلَّا بِهِ فَأُعْطِيَ لَهُ حُكْمُ الْمَالِ ، وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ حَتَّى لَا تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِهِ فَاعْتَدَلَا فَلَا يَكُونُ رِبًا ، وَلِأَنَّ عَقْدَ الْكِتَابَةِ عَقْدٌ مِنْ وَجْهٍ دُونَ وَجْهٍ وَالْأَجَلُ رِبًا مِنْ وَجْهٍ فَيَكُونُ شُبْهَةَ الشُّبْهَةِ ، بِخِلَافِ الْعَقْدِ بَيْنَ الْحُرَّيْنِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَكَانَ رِبًا وَالْأَجَلُ فِيهِ شُبْهَةٌ .

ترجمہ

اور جب کسی غلام نے ایک سال میں ادائیگی کرنے میں ایک ہزار کے بدلے میں اپنے آقا کے ساتھ مکاتبت کا عقد کیا ہے اس کے بعد پانچ سو فوری پر ادا کرنے پر صلح کرلی ہے تو یہ صلح بطور استحسان جائز ہے جبکہ بطور قیاس جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ میعاد کا بدلہ ہے جبکہ میعاد مال نہیں ہے۔جبکہ قرض مال ہے۔پس یہ سود بن جائے گا۔اور ایسی صلح آزاد اور غیر مکاتب میں جائز نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کے حق میں میعاد ایک جانب سے مال ہے یہاں تک کہ کتابت پر کفالت درست نہیں ہے پس میعاد اور بدل کتابت یہ دونوں برابر ہوئے۔اور سود ختم ہوا۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ کتابت کا عقد یہ ایک جانب سے عقد بھی ہے اور ایک طرح یہ عقد نہیں بھی ہے جبکہ یہ میعاد کے سبب سے سود ہے لہذا میعاد کا سود ہونا یہ شبہ پر شبہ کے حکم میں ہو جائے گا۔بہ خلاف اس عقد کے کہ جو عقد دو آزاد بندوں کے درمیان ہوا ہے۔کیونکہ وہ ہر طرح سے عقد ہے پس اس میں میعاد سود ہوگی کیونکہ وہ شبہہ کے حکم میں ہے۔

عدم ادائیگی کے سبب عقد کتابت کے ختم ہو جانے کا بیان

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب) سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو سو اوقیہ کے بدلے مکاتب کیا اور اس غلام نے سب اوقیہ ادا کر دیئے مگر دس اوقیہ ادا نہ کر سکا یا یہ فرمایا کہ "دس دینار ادا نہ کر سکا (یہاں راوی کو شک ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اوقیہ فرمایا تھا یا دس دینار کا ذکر کیا تھا) اور پھر وہ اس باقی کی ادائے گی سے عاجز ہو گیا تو وہ مکاتب (بدستور) غلام ہی رہے گا۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 586)

حضرت ابن مالک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مکاتب کا اپنے بدل کتابت کے کچھ حصے کی ادائے گی سے قاصر رہنا پورے بدل کتابت کی ادائیگی سے قاصر رہنا ہے لہذا ایسی صورت میں مالک کو اس کی کتابت فسخ کر دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اور فسخ کتابت کے بعد وہ مکاتب بدستور غلام رہتا ہے، نیز حدیث کے الفاظ (فھو رقیق) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس مکاتب نے اپنے بدل کتابت کا جو کچھ حصہ مالک کو ادا کر دیا ہے وہ اس مالک ہی کی ملکیت رہے گا۔

اور حضرت ابن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کوئی مکاتب "دیت یا میراث کا مستحق ہو جائے تو اس کو (اس دیت یا میراث کا) صرف اس قدر حصہ ملے گا جس قدر وہ آزاد ہوا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مکاتب کو دیت میں اس حصہ کے بقدر مال دیا جائے گا جو وہ اپنی آزادی کی قیمت (یعنی بدل کتابت) میں سے ادا کر چکا تھا، اور اس حصہ کے بقدر قیمت دی جائے گی اور ابھی بطور غلام باقی ہے، اس روایت کو ترمذی نے ضعیف کہا ہے۔

دیت یا میراث کا مستحق ہو جائے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مکاتب کسی دیت یا کسی میراث کا حقدار ہو جائے تو اس دیت یا میراث میں سے اس کو اسی قدر ملے گا جس قدر وہ آزاد ہوا ہے اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جاتا ہے کہ زید کسی شخص کا غلام تھا اس کے مالک نے اس کو مکاتب کیا، اور زید نے ابھی اپنے بدل کتابت میں سے آدھا ہی حصہ اپنے مالک کو ادا کیا تھا کہ اس کا باپ مر گیا جو ایک آزاد شخص تھا لیکن اس نے اپنے اس مکاتب بیٹے یعنی زید کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو اس صورت میں زید اپنے مرحوم باپ کی وراثت میں صرف آدھے حصے کا حقدار ہوگا۔ یا دوسری صورت جس کو دوسروں نے بیان کیا ہے، یہ ہو کہ اس مکاتب نے اپنے بدل کتابت میں سے آدھا حصہ اپنے مالک کو ادا کیا تھا کہ کسی نے اس (زید) کو قتل کر دیا تھا، اس صورت میں قاتل اس مکاتب کے آدھے آزاد حصہ کی دیت تو اس کے ورثاء کو ادا کرے گا اور اس کے آدھے غلام حصہ کی دیت جو اس کی قیمت کا بھی آدھا حصہ ہے، اس کے مالک کو ادا کرے مثلاً بکر نے اپنے غلام زید کو ایک ہزار کے بدلے مکاتب کیا ویسے زید نے غلام ہونے کی حیثیت سے سو روپے کی قیمت کا تھا، مکاتب ہونے کے بعد زید اپنے مالک بکر کو اپنے بدلے کتابت کے مقررہ ایک ہزار روپے میں سے پانچ سو روپے ہی ادا کر پایا تھا کہ کسی شخص نے اس کو قتل کر دیا، اس صورت میں قاتل زید کے ورثاء کو پانچ سو روپے ادا کرے گا جو

اس کی آزادی کی قیمت (یعنی بدل کتابت) کا نصف حصہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے مالک بکر کو پچاس روپے ادا کرے گا جو اس کی اصل قیمت کا نصف حصہ ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکاتب اپنے بدل کتابت میں سے جو مقدار مالک کو ادا کردے گا اس کے بقدر وہ آزاد ہو جائے گا اور جو مقدار ادا نہیں کرے گا اس کے بقدر غلام رہے گا چنانچہ اس حدیث پر صرف امام نخعی نے عمل کیا ہے لیکن جمہور علماء یہ فرماتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس کو کسی مسلک کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا بلکہ یہ ان دونوں حدیثوں کے معارض بھی ہے جو اس سے پہلے بروایت حضرت عمرو ابن شعیب نقل ہو چکی ہیں جن سے یہ بات بصراحت ثابت ہوتی ہے کہ مکاتب کے ذمہ جب تک بدل کتابت کا کچھ حصہ بھی باقی رہے گا وہ غلام ہی رہے گا۔

مریض کا دو سال کی میعاد پر اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْمَرِيضُ عَبْدَهُ عَلَى أَلْفَيْ دِرْهَمٍ إِلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهُ أَلْفٌ ثُمَّ مَاتَ وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهُ وَلَمْ تُجِزْ الْوَرَثَةُ فَإِنَّهُ يُؤَدِّي ثُلُثَيْ الْأَلْفَيْنِ حَالًّا وَالْبَاقِيَ إِلَى أَجَلِهِ أَوْ يُرَدُّ رَقِيقًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يُؤَدِّي ثُلُثَيْ الْأَلْفِ حَالًّا وَالْبَاقِيَ إِلَى أَجَلِهِ) لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَتْرُكَ الزِّيَادَةَ بِأَنْ يُكَاتِبَهُ عَلَى قِيمَتِهِ فَلَهُ أَنْ يُؤَخِّرَهَا وَصَارَ كَمَا إِذَا خَالَعَ الْمَرِيضُ امْرَأَتَهُ عَلَى أَلْفٍ إِلَى سَنَةٍ جَازَ ، لِأَنَّ لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا بِغَيْرِ بَدَلٍ ، وَلَهُمَا أَنَّ جَمِيعَ الْمُسَمَّى بَدَلُ الرَّقَبَةِ حَتَّى أُجْرِيَ عَلَيْهَا أَحْكَامُ الْأَبْدَالِ وَحَقُّ الْوَرَثَةِ مُتَعَلِّقٌ بِالْمُبْدَلِ فَكَذَا بِالْبَدَلِ ، وَالتَّأْجِيلُ إسْقَاطٌ مَعْنًى فَيُعْتَبَرُ مِنْ ثُلُثِ الْجَمِيعِ ، بِخِلَافِ الْخُلْعِ لِأَنَّ الْبَدَلَ فِيهِ لَا يُقَابِلُ الْمَالَ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ حَقُّ الْوَرَثَةِ بِالْمُبْدَلِ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِالْبَدَلِ ، وَنَظِيرُ هَذَا إذَا بَاعَ الْمَرِيضُ دَارِهِ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ إلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهَا أَلْفٌ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ تُجِزْ الْوَرَثَةُ فَعِنْدَهُمَا يُقَالُ لِلْمُشْتَرِي أَدِّ ثُلُثَيْ جَمِيعِ الثَّمَنِ حَالًّا وَالثُّلُثَ إلَى أَجَلِهِ وَإِلَّا فَانْقُضْ الْبَيْعَ ، وَعِنْدَهُ يُعْتَبَرُ الثُّلُثُ بِقَدْرِ الْقِيمَةِ لَا فِيمَا زَادَ عَلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ الْمَعْنَى ، قَالَ (وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلَى أَلْفٍ إلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهُ أَلْفَانِ وَلَمْ تُجِزْ الْوَرَثَةُ يُقَالُ لَهُ أَدِّ ثُلُثَيْ الْقِيمَةِ حَالًّا أَوْ تُرَدُّ رَقِيقًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّ الْمُحَابَاةَ هَاهُنَا فِي الْقَدْرِ وَالتَّأْخِيرِ فَاعْتُبِرَ الثُّلُثُ فِيهِمَا .

ترجمہ: اور جب مریض نے دو سال کیلئے اپنے غلام کو دو ہزار دراہم پر مکاتب کیا ہے جبکہ اس غلام کی قیمت تو ایک

ہزار دراہم ہے اس کے بعد مریض فوت ہوگیا اور اس غلام کے سوا اس کا کوئی مال بھی نہیں ہے اور اس کے وارثوں نے عقد کی اجازت نہیں دی تو شیخین کے نزدیک یہ غلام دو ہزار کا دو تہائی نقد ادا کرے اور بقیہ میعاد تک پورا کرے یا اس کو دوبارہ غلام بنائے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ غلام ایک ہزار کا دو تہائی نقد ادا کرے اور بقیہ بدل میعاد تک پورا کرے جب وہ چاہے یعنی مدت کے اندر زائد رقم کو پورا کردے۔ کیونکہ جب آقا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غلام کو اس کی قیمت پر مکاتب بنا کر زیادتی کو چھوڑ دے تو اس کو زیادتی میں تاخیر کرنے کا حق بھی حاصل ہوگا۔ لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جب کسی مریض نے ایک سال کیلئے ایک ہزار پر اپنی بیوی سے خلع کیا ہے تو یہ خلع جائز ہے کیونکہ وہ اس کو بغیر کسی بدل کے بھی طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سارا مال غلام کی آزادی کا بدل ہے یہاں تک کہ اس پر ابدال کرنے کے احکام کا اجراء ہوگا۔ جبکہ ورثاء کا حق یہ مبدل سے متعلق ہو جائے گا۔ پس بدل بھی متعلق ہوگا۔ جبکہ تاخیر کرنا یہ معنوی اسقاط ہے پس جلدی کرنا یہ سارے بدل کے ثلث سے اعتبار کی جائے گی۔ بہ خلاف خلع کے کیونکہ اس میں جو بدل ہے وہ مال کے مقابل نہیں ہے پس خلع میں وارثوں کا حق متعلق نہ ہوگا لہذا بدل سے بھی متعلق نہ ہوگا۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب مریض نے ایک سال کی مدت پر تین ہزار دراہم کے بدلے میں اپنا گھر بیچ دیا ہے جبکہ اس گھر کی قیمت ایک ہزار دراہم تھی۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور وارثوں نے اس کی بیع کی اجازت نہ دی تو شیخین کے نزدیک مشتری سے کہا جائے گا کہ ساری قیمت کے دو ثلث تم ابھی ادا کرو۔ اور ایک ثلث مدت پوری ہونے تک ادا کرنا اور جب وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر بیع کو ختم کردو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے ثلث کا اعتبار کیا جائے گا اور جو قیمت زیادہ ہوگی اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مریض نے ایک سال کی مدت پر ایک ہزار کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنا دیا ہے جبکہ اس کی قیمت دو ہزار ہے۔ اور وارثوں نے اس کی اجازت نہیں دی ہے تو سب کے نزدیک وہ اس غلام سے کہہ دیا جائے گا کہ تم قیمت کا دو ثلث ادا کردو یا دوبارہ غلام بن جاؤ کیونکہ یہاں رعایت مقدار اور تاخیر دونوں میں پائی جاتی ہے پس دونوں میں تہائی کا اعتبار کیا جائے گا۔

موت کے بعد ام ولد کی آزادی میں مذاہب اربعہ

ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک کو جنے۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے اور امام احمد اور اسحاق بھی اسی طرف گئے ہیں۔ بعض علماء نے کہا وہ آزاد نہیں ہوتی اور اس کی بیع جائز ہے۔ ترجیح قول اول ہی کو حاصل ہے۔ قیامت کی نشانی والی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اس لیے لائے تاکہ اشارہ ہو کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں اور ام ولد کا بکنا یا اس کا اپنی اولاد کی ملکت میں رہنا قیامت کی نشانی ہے۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں: وقد اختلف السلف والخلف فی عتق ام الولد و فی جواز بیعها فالثابت عن عمر عدم جواز بیعها ۔

یعنی سلف اور خلف کا ام ولد کی آزادی اور اس کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا عدم جواز ثابت ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ عہد رسالت میں پھر عہد صدیقی میں ام ولد کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں کچھ مصالح کی بنا پر ان کی بیع کو ممنوع قرار دے دیا اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ وقتی فیصلہ ایک اجماعی مسئلہ بن گیا۔

بَابُ مَنْ يُكَاتِبُ عَنِ الْعَبْدِ

﴿ یہ باب غلام کی جانب سے عقد کتابت کرنے والے کے بیان میں ہے ﴾

باب غلام کی دوسرے کی جانب سے مکاتبت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کتابت کے ان مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جو اصیل کے ساتھ موجود ہیں تو انہوں نے ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جو ان اصیل کے نائب ہیں۔ اور اصیل کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان میں اپنی ذات کیلئے تصرف ہوتا ہے۔ جو طبعی طور پر بھی مقدم ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۶۰، بیروت)

غلام کی جانب سے آزاد کا عقد کتابت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْحُرُّ عَنْ عَبْدٍ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ ، فَإِنْ أَدَّى عَنْهُ عَتَقَ ، وَإِنْ بَلَغَ الْعَبْدُ فَقَبِلَ فَهُوَ مُكَاتَبٌ) وَصُورَةُ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ الْحُرُّ لِمَوْلَى الْعَبْدِ كَاتِبْ عَبْدَكَ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَى أَنِّي إنْ أَدَّيْت إلَيْك أَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَكَاتَبَهُ الْمَوْلَى عَلَى هَذَا يُعْتَقُ بِأَدَائِهِ بِحُكْمِ الشَّرْطِ ، وَإِذَا قَبِلَ الْعَبْدُ صَارَ مُكَاتَبًا ، لِأَنَّ الْكِتَابَةَ كَانَتْ مَوْقُوفَةً عَلَى إجَازَتِهِ وَقَبُولُهُ إجَازَةٌ ، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ عَلَى أَنِّي إنْ أَدَّيْت إلَيْك أَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَأَدَّى لَا يُعْتَقُ قِيَاسًا ، لِأَنَّهُ لَا شَرْطَ وَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ عَلَى إجَازَةِ الْعَبْدِ .

وَفِي الِاسْتِحْسَانِ يُعْتَقُ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ لِلْعَبْدِ الْغَائِبِ فِي تَعْلِيقِ الْعِتْقِ بِأَدَاءِ الْقَائِلِ فَيَصِحُّ فِي حَقِّ هَذَا الْحُكْمِ وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ لُزُومِ الْأَلْفِ عَلَى الْعَبْدِ .

وَقِيلَ هَذِهِ هِيَ صُورَةُ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ (وَلَوْ أَدَّى الْحُرُّ الْبَدَلَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ .

ترجمہ

اور جب کسی آزاد شخص نے غلام کی جانب سے ایک ہزار دراہم کے بدلے میں کتابت کا عقد کیا ہے اور اس نے اس کی جانب سے بدل ادا کر دیا ہے تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور جب غلام کو اس بات کا پتہ چلا اور اس نے اس بات کو قبول کر لیا ہے تو وہ مکاتب

ہو جائے گا۔اور یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ آزاد آدمی غلام کے آقا سے کہے گا کہ تم ایک ہزار کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنا دو اس شرط کے مطابق کہ جب میں ایک ہزار ادا کردوں تو وہ آزاد ہے۔اور جب آقا نے اس کو اس شرط پر مکاتب کیا ہے تو آزاد کا آدمی کا ایک ہزار آزادی کے حکم سے جو مشروط ہے اس سے وہ آزاد ہو جائے گا۔اور جب غلام نے اس کو قبول کرلیا ہے تو وہ مکاتب بن جائے گا۔کیونکہ کتابت غلام کی اجازت پر موقوف ہے لہذا اس کا قبول کرنا یہ اس کی جانب سے اجازت ہوگی۔

اور جب آزاد بندے نے کہا ہے کہ مجھ پر نہیں ہے اس کے بعد اس نے ایک ہزار ادا کر دیا ہے تو وہ بطور قیاس آزاد نہ ہوگا کیونکہ یہاں شرط نہیں پائی گئی۔اور عقد موقوف ہو جائے گا۔جبکہ استحسان کے مطابق وہ ایک ہزار ادا کرنے کے سبب سے آزاد ہو جائے گا۔کیونکہ قائل کی ادائیگی پر آزادی کو موقوف کرنا اور معلق کرنے کے سبب سے موجود نہ ہونے والے غلام کا کوئی نقصان نہیں ہے۔پس اس حکم کے حق میں یہ عقد درست ہو جائے گا جبکہ غلام پر ہزار کے لازم ہونے کے اعتبار سے موقوف ہوگا۔اور ایک قول یہ ہے کہ جامع صغیر میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب آزاد نے بدل ادا کر دیا ہے تو وہ غلام سے واپس نہ لے گا۔کیونکہ وہ احسان ہے۔

شرح

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام طور پر اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ مکاتب کا مالک کسی اور شخص سے رقم لے کر مکاتب کی بقیہ اقساط کو کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دے۔ہاں اگر وہ خود اس کی اجازت دے دے تو اسے منتقل کیا جا سکتا ہے۔

حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ : أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ بَيْعَ الْمُكَاتَبِ. (مصنف ابن ابی شیبة؛ حدیث (23054)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکاتب کے منتقل کیے جانے کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے۔

غلام کا دوسرے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ الْعَبْدُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ عَبْدٍ آخَرَ لِمَوْلَاهُ وَهُوَ غَائِبٌ ، فَإِنْ أَدَّى الشَّاهِدُ أَوْ الْغَائِبُ عَتَقَا) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ كَاتِبْنِي بِأَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَى نَفْسِي وَعَلَى فُلَانٍ الْغَائِبِ ، وَهَذِهِ كِتَابَةٌ جَائِزَةٌ اسْتِحْسَانًا .

وَفِي الْقِيَاسِ : يَصِحُّ عَلَى نَفْسِهِ لِوِلَايَتِهِ عَلَيْهَا وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْغَائِبِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ عَلَيْهِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْحَاضِرَ بِإِضَافَةِ الْعَقْدِ إلَى نَفْسِهِ ابْتِدَاءً جَعَلَ نَفْسَهُ فِيهِ أَصْلًا

وَالْغَائِبُ تَبَعًا ، وَالْكِتَابَةُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ مَشْرُوعَةٌ كَالْأَمَةِ إِذَا كُوتِبَتْ دَخَلَ أَوْلَادُهَا فِي كِتَابَتِهَا تَبَعًا حَتَّى عَتَقُوا بِأَدَائِهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَدَلِ شَيْءٌ وَإِذَا أَمْكَنَ تَصْحِيحُهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ يَنْفَرِدُ بِهِ الْحَاضِرُ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِكُلِّ الْبَدَلِ لِأَنَّ الْبَدَلَ عَلَيْهِ لِكَوْنِهِ أَصْلًا فِيهِ ، وَلَا يَكُونُ عَلَى الْغَائِبِ مِنَ الْبَدَلِ شَيْءٌ لِأَنَّهُ تَبَعٌ فِيهِ .

ترجمہ

اور جب کسی غلام نے اپنی جانب سے آقا کے کسی دوسرے غلام کیلئے کتابت کا عقد کیا اس حالت میں کہ دوسرا غلام موجود نہیں ہے تو موجود اور غائب دونوں غلاموں میں سے جو غلام بھی عقد کتابت ادا کرے گا اس طرح وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ اور یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ موجود غلام اس طرح کہے گا کہ ایک ہزار غلام کے بدلے میں مجھ سے اور فلاں غائب شخص سے مکاتبت کرو۔ تو یہ مکاتبت بطور استحسان جائز ہو جائے گی۔ جبکہ قیاسی طور پر حاضر غلام کے حق میں درست ہے اس لئے کہ اس کو تو اپنی جان پر ولایت حاصل ہے۔ جبکہ غائب غلام کے حق میں یہ عقد موقوف ہو جائے گا کیونکہ موجود کو اس پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ موجود غلام نے ابتدائی طور پر اپنی جانب سے عقد کو منسوب کر کے اپنے آپ کو اس میں اصیل بنالیا ہے اور غائب کو اس کا تابع بنایا ہے اور اسی طریقے کے مطابق کتابت مشروع ہے جس طرح جب باندی مکاتبہ بنائی جائے تو اس کی کتابت میں بطور تابع اس کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے یہاں تک کہ باندی کے بدل کتابت ادا کرنے کے سبب سے اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔ اور ان پر کوئی بدل نہ ہوگا۔ اور جب اسی طرح ذکر کردہ عقد کو درست قرار دیا جاسکتا ہے تو موجود غلام عقد میں تنہا ہوگا۔ اور آقا کو اسی سے سارا بدل لینے کا اختیار ہوگا۔ اس لئے کہ سارا بدل اسی پر لازم ہے کیونکہ عقد میں اصل یہی ہے جبکہ غائب غلام پر کوئی بدل نہیں ہے کیونکہ وہ عقد میں تابع بننے والا ہے۔

دوسرے کی جانب سے عقد کتابت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ چند غلام اگر ایک ہی عقد میں مکاتب کیے جائیں تو ایک کا بار دوسرے کو اٹھانا پڑے گا اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو بدل کتابت کم نہ ہوگا اگر کوئی ان میں سے عاجز ہو کر ہاتھ پاؤں چھوڑ دے تو اس کے ساتھیوں کو چاہیے کہ موافق طاقت کے اس سے مزدوری کرائیں اور بدل کتابت کے ادا کرنے میں مدد لیں اگر سب آزاد ہوں گے وہ بھی آزاد ہوگا اور جو سب غلام ہوں گے وہ بھی غلام ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ بدل کتابت کی ضمانت نہیں ہو سکتی تو غلام کو جب مولیٰ مکاتب کرے تو بدل کتابت کی ضمانت اگر غلام عاجز ہو جائے یا مر جائے کسی سے نہیں لے سکتا نہ یہ مسلمانوں کا طریقہ ہے کیونکہ اگر کوئی شخص مکاتب کے بدل کتابت کا ضامن ہو اور مولیٰ اس پیچھا کرے ضامن سے بدل کتابت وصول کرے تو یہ وصول

کرنا ناجائز طور پر ہوگا کیونکہ ضامن نے نہ مکاتب کو خرید کیا تاکہ جو مالک دیا ہے اس کے عوض میں آجائے نہ مکاتب آزاد ہوا کہ وہ مالک اس کی آزادی کا بدلہ ہو بلکہ مکاتب جب عاجز ہوگیا تو پھر اپنے مولیٰ کا غلام ہوگیا اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابت دین صحیح نہیں جس کی ضمانت درست ہو۔

دونوں غلاموں میں سے کسی ایک کی ادائیگی کے سبب آزادی کا بیان

قَالَ (وَأَيُّهُمَا أَدَّى عَتَقَا وَيُجْبَرُ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ) أَمَّا الْحَاضِرُ فَلِأَنَّ الْبَدَلَ عَلَيْهِ وَأَمَّا الْغَائِبُ فَلِأَنَّهُ يَنَالُ بِهِ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْبَدَلُ عَلَيْهِ وَصَارَ كَمُعِيرِ الرَّهْنِ إذَا أَدَّى الدَّيْنَ يُجْبَرُ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْقَبُولِ لِحَاجَتِهِ إلَى اسْتِخْلَاصِ عَيْنِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الدَّيْنُ عَلَيْهِ .

قَالَ (وَأَيُّهُمَا أَدَّى لَا يَرْجِعُ عَلَى صَاحِبِهِ) لِأَنَّ الْحَاضِرَ قَضَى دَيْنًا عَلَيْهِ وَالْغَائِبُ مُتَبَرِّعٌ بِهِ غَيْرُ مُضْطَرٍّ إلَيْهِ .

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمَوْلَى أَنْ يَأْخُذَ الْغَائِبَ بِشَيْءٍ) لِمَا بَيَّنَّا (فَإِنْ قَبِلَ الْعَبْدُ الْغَائِبُ أَوْ لَمْ يَقْبَلْ فَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْهُ بِشَيْءٍ ، وَالْكِتَابَةُ لَازِمَةٌ لِلشَّاهِدِ) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ نَافِذَةٌ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ قَبُولِ الْغَائِبِ فَلَا تَتَغَيَّرُ بِقَبُولِهِ ، كَمَنْ كَفَلَ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَبَلَغَهُ فَأَجَازَهُ لَا يَتَغَيَّرُ حُكْمُهُ ، حَتَّى لَوْ أَدَّى لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ ، كَذَا هَذَا .

ترجمہ

اور جب ان دونوں غلاموں میں سے کسی ایک نے بھی بدل ادا کر دیا ہے تو وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ جبکہ آقا کو بدل لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور موجود اس سبب سے کہ بدل اسی پر لازم ہوا ہے اور غائب اس سبب سے کہ اس نے بدل کو قبول کیا ہے کہ وہ اسی کی ادائیگی کے سبب آزادی سے فیضیاب ہو جائے گا۔ اگرچہ اس پر بدل واجب نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح رہن کو عاریت پر دینے والا بندہ جب مستعیر کا قرض ادا کر دے تو مرتہن کو اس کو لینے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اس کو اپنی اصل کو چھڑوانے کی ضرورت ہے خواہ اس پر کوئی قرض نہ ہو۔

اور جب دونوں میں سے جس نے جتنا بدل ادا کیا ہے وہ اپنے ساتھی سے واپس نہ لے سکے گا کیونکہ موجود غلام اپنے سر کا بوجھ ادا کرنے والا ہے جبکہ غائب اس کی ادائیگی میں احسان والا ہے مجبور نہیں ہے۔

اور آقا کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ ہوگا کہ وہ غائب غلام سے کچھ رقم بٹور لے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے

ہیں۔اگر چہ غائب غلام اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جبکہ کتابت یہ موجود غلام پر لازم ہوگی۔کیونکہ غائب کے قبول کیے بغیر بھی یہ اس پر نافذ ہو چکی ہے۔جبکہ غائب کے قبول کرنے کے سبب اس میں تبدیلی نہ ہوگی جس طرح کسی شخص نے دوسرے حکم کے بغیر اس کی جانب سے کفالت کو قبول کر لیا ہے اور مکفول عنہ کو جب پتہ چلا تو اس نے اس کو جائز قرار دیا ہے تب بھی اس کے حکم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی یہاں تک کہ جب کفیل نے مال دے دیا ہے تو مکفول عنہ اس کو واپس نہیں لے سکتا اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام (مشترک) میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اسے چھڑانا اس کے مال میں ہے اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی درمیانی قیمت لگائی جائے گی اور دوسرے حصہ کے شرکاء کے حصوں کی قیمت کے برابر غلام سے مزدوری کرائی جائے گی بغیر اس پر مشقت ڈالے ہوئے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ پھر غلام سے محنت مزدوری کروائی گئی بغیر مشقت ڈالے ہوئے اس پر۔(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 547)

باندی کا اپنی اولاد کی جانب سے مکاتبت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَـاتَبَتْ الْأَمَةُ عَنْ نَفْسِهَا وَعَنْ ابْنَيْنِ لَهَا صَغِيرَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ ، وَأَيُّهُمْ أَدَّى لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ وَيُجْبَرُ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ وَيُعْتَقُونَ) لِأَنَّهَا جَعَلَتْ نَفْسَهَا أَصْلًا فِي الْكِتَابَةِ وَأَوْلَادَهَا تَبَعًا عَلَى مَا بَيَّنَّا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَهِيَ أَوْلَى بِذَلِكَ مِنْ الْأَجْنَبِيِّ .

ترجمہ

اور جب کسی باندی نے اپنا اور اپنے دو کم سن بچوں کی جانب سے عقد کتابت کیا ہے تو یہ جائز ہے اور ان تینوں میں سے جو بھی بدل ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی مکاتب سے واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا اور آقا کو اس بدل لینے پر مجبور کیا جائے گا اور ایک کی ادائیگی کے سبب سب آزاد ہو جائیں گے۔اور اس کی دلیل یہ ہے باندی نے اپنے آپ کو کتابت میں اصیل بنایا ہے اور اس نے اپنی اولاد کو تابع بنایا ہے جس طرح یہ مسئلہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔لہذا باندی اجنبی سے زیادہ عقد کو جائز کرنے والی ہوگی یعنی جس طرح ایک اجنبی غلام دوسرے اجنبی غلام کی جانب سے عقد کتابت کرے تو یہ دونوں کی جانب سے عقد جائز ہوتا ہے پس جب ایک ماں اپنی اولاد کی جانب سے عقد کرے گی تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔کیونکہ اجنبی کے مقابلے میں ماں اور اولاد کا رشتہ بہت زیادہ قوی ہے۔

کتابت وام ولد دونوں کا اسباب آزادی ہونے کا بیان

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "جس شخص کے ہاں بھی کسی لونڈی سے بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ اس کے فوت ہوتے ہی آزاد ہو جائے گی۔

ان دونوں احادیث کی سند میں اگرچہ حسین بن عبداللہ ضعیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کی دیگر صحیح اسناد بھی موجود ہیں۔ دارمی میں یہی حدیث صحیح سند سے روایت کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہی فرمان تھا کہ ام ولد کی منتقلی کو مکمل طور پر روک کر اس کی آزادی پر عمل درآمد کیا جائے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "ام ولد آزاد ہی ہے اگرچہ اس کا حمل ساقط ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ام ولد کی آزادی کو بچے کے پیدا ہونے سے مشروط نہیں فرمایا بلکہ محض حمل ٹھہر جانے سے مشروط فرما دیا اگرچہ وہ حمل بعد میں ضائع بھی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں سختی سے ام ولد کی آزادی کو نافذ کیا۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ : أَيُّمَا وَلِيدَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا، فَإِنَّهُ لاَ يَبِيعُهَا، وَلاَ يَهَبُهَا، وَلاَ يُوَرِّثُهَا ، وَهُوَ يَسْتَمْتِعُ بِهَا، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ . (موطا مالك، كتاب العتق، حديث (2248)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: جس لونڈی کے بھی اپنے آقا سے بچہ پیدا ہو، تو اس کی خدمات کو نہ تو بیچا جائے گا، نہ ہی کسی کو تحفتاً منتقل کیا جائے گا، نہ ہی وراثت میں منتقل کیا جائے گا۔ وہ مالک ہی اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو گی۔

بَابُ كِتَابَةِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ

﴿یہ باب مشترکہ غلام کی کتابت کے بیان میں ہے﴾

باب مشترکہ غلام کی کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے دو کی کتابت کو ایک مکاتب کی کتابت کے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ واحد کا مقام دونوں کی کتابت سے پہلے ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب مکاتب، بیروت)

متعدد مالکوں کے مشترک غلام کی مکاتبت کا بیان

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص متعدد مالکوں کا غلام ہوتا تھا۔ اس کی صورت ایسی ہی تھی جیسا کہ اگر کوئی کسی پارٹنر شپ کمپنی کا ملازم ہو۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ اگر کوئی ایک پارٹنر غلام میں اپنے حصے کو آزاد کرے تو باقی پارٹنر بھی اپنے اپنے حصوں کو آزاد کر دیں۔ اگر وہ ایسا کرنے پر تیار نہ ہوں تو غلام خود بخود مکاتب کا درجہ اختیار کر جائے گا۔ وہ کما کر اپنے باقی مالکان کو ادائیگی کرے گا اور اس معاملے میں اس پر سختی نہ کی جائے گی۔

قال الامام البخاری حدثنا بشر بن محمد: أخبرنا عبد الله: أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن النضر بن أنس، عن بشير بن نهيك، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من أعتق شقيصا من مملوكه فعليه خلاصه في ماله، فإن لم يكن له مال، قوم المملوك قيمة عدل، ثم استسعى غير مشقوق عليه. بخاری، کتاب الشرکة، حدیث (2492)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "اگر کسی نے غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اس غلام کو پورا آزاد کروائے۔ اگر ان کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی مناسب قیمت لگوائی جائے اور اس کو کمانے کو کہا جائے گا اور اس پر سختی نہ کی جائے گی۔

دو بندوں میں مشترکہ غلام کی کتابت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَذِنَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْ يُكَاتِبَ نَصِيبَهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ وَيَقْبِضَ بَدَلَ الْكِتَابَةِ فَكَاتَبَ وَقَبَضَ بَعْضَ الْأَلْفِ ثُمَّ عَجَزَ فَالْمَالُ لِلَّذِي قَبَضَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : هُوَ مُكَاتَبٌ بَيْنَهُمَا وَمَا أَدَّى فَهُوَ بَيْنَهُمَا) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْكِتَابَةَ تَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ

بِخِلَافِ لَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتَاقِ ، لِأَنَّهَا تُفِيدُ الْحُرِّيَّةَ مِنْ وَجْهٍ فَتَقْتَصِرُ عَلَى نَصِيبِهِ عِنْدَهُ لِلتَّجَزُّؤِ ، وَفَائِدَةُ الْإِذْنِ أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ حَقُّ الْفَسْخِ كَمَا يَكُونُ لَهُ إذَا لَمْ يَأْذَنْ ، وَإِذْنُهُ لَهُ بِقَبْضِ الْبَدَلِ إذْنٌ لِلْعَبْدِ بِالْأَدَاءِ فَيَكُونُ مُتَبَرِّعًا بِنَصِيبِهِ عَلَيْهِ فَلِهَذَا كَانَ كُلُّ الْمَقْبُوضِ لَهُ . وَعِنْدَهُمَا الْإِذْنُ بِكِتَابَةِ نَصِيبِهِ إذْنٌ بِكِتَابَةِ الْكُلِّ لِعَدَمِ التَّجَزُّؤِ ، فَهُوَ أَصِيلٌ فِي النِّصْفِ وَكِيلٌ فِي النِّصْفِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا وَالْمَقْبُوضُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا فَيَبْقَى كَذَلِكَ بَعْدَ الْعَجْزِ .

ترجمہ

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہو اور ان میں سے ایک سے دوسرے کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ایک ہزار کے بدلے میں اپنا حصہ مکاتب بنا کر بدل کتابت پر قبضہ کرے۔ پس اس نے اپنے حصہ کو مکاتب بناتے ہوئے بعض پر قبضہ کرلیا اس کے بعد وہ غلام بے بس ہوگیا۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدل کتابت کے مال پر قبضہ کرنے والے شریک کا ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ ان دونوں کا مکاتب ہوگا۔ اور مکاتب جو بھی ادا کرے گا وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی کی طرح کتابت کے اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء نہیں ہوتے۔ کیونکہ کتابت بھی ایک طرح سے آزادی کا فائدہ دینے والی ہے۔ پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تجزی کے سبب سے ایک ہی شریک کے حصے پر کتابت میں تجزی ہوگی۔ اور دوسرے ساتھی کی اجازت دینے کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اس کیلئے ختم کرنے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اجازت نہ دیتا تو اس کیلئے فسخ کرنے کا حق باقی رہتا۔ اور اس کا بدل پر قبضہ کرنے کی اجازت دینا یہی غلام کو بدل ادا کرنے کی اجازت دینا ہے۔ پس اجازت دینے والا اپنے حصے کی کمائی سے اس پر احسان کرنے والا ہے۔ کیونکہ سارا قبضہ شدہ مال اسی کا ہے۔

صاحبین کے نزدیک کتابت میں تجزی نہیں ہے کیونکہ ایک ساتھی کے حصے کی کتابت کی اجازت سارے غلام کی کتابت کی اجازت ہے پس عقد کرنے والا نصف میں اصیل بن جائے گا اور بقیہ نصف میں وکیل بن جائے گا۔ کیونکہ بدل دونوں میں مشترک ہے اور جو چیز مقبوضہ ہے وہ دونوں میں مشترکہ ہے پس وہ بے بس ہونے کے بعد اشتراک پر باقی رہے گی۔

شرح

حضرت ابن ملیح نے اپنے والد سے روایت کیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک نہیں (مقصد یہ کہ اپنا پورا غلام آزاد کرتا) ابن کثیر نے اپنی روایت میں اتنا اضافہ

کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آزادی کو جائز قرار دے دیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 542)

مشترکہ مکاتبت سے متعلق بعض فقہی جزئیات کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ جو مکاتب دو آدمیوں میں مشترک ہو تو ایک شریک کو جائز نہیں کہ بغیر دوسرے شریک کی اذن کے اپنے حصے کی قطاعت کرے کیونکہ غلام اور اس کا مالک دونوں میں مشترک ہے ایک کو نہیں پہنچتا کہ اس کے مال میں تصرف کرے بغیر دوسرے شریک کے پوچھے ہوئے اگر ایک شریک نے قطاعت کے بغیر دوسرے سے پوچھے ہوئے اور زر قطاعت وصول کر لیا بعد اس کے مکاتب کچھ مال چھوڑ کر مر گیا تو قطاعت کر چکا اس کو اس مکاتب کے مالک میں استحقاق نہ ہوگا نہ یہ ہو سکے گا کہ زر قطاعت کو پھیر دے اور اس مکاتب کو پھر غلام کر لے البتہ جو شخص اپنے شریک کے اذن سے قطاعت کرے پھر مکاتب عاجز ہو جائے اور قطاعت کرنے والا یہ چاہے کہ زر قطاعت پھیر کر اس غلام کا اپنے حصے کے موافق مالک ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ اگر مکاتب مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو جس شریک نے قطاعت نہیں کی اس کا بدل کتابت ادا کر کے جو کچھ مال بچے گا اس کو دونوں شریک اپنے حصے کے موافق بانٹ لیں گے اگر ایک نے قطاعت کی اور دوسرے نے نہ کی اور دوسرے نے نہ کی بعد اس کے مکاتب عاجز ہو گیا تو جس نے قطاعت کی اس سے کہا جائے گا اگر تجھ کو منظور ہے تو جس قدر روپیہ تو نے قطاعت کا لیا ہے اس کا آدھا اپنے شریک کو پھیر دے غلام تم دونوں میں مشترت رہے گا ورنہ پورا غلام اس شخص کا ہو جائے گا جس نے قطاعت نہیں کی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو مکاتب دو آدمیوں میں مشترک ہو ایک آدمی ان میں سے قطاعت کرے دوسرے کے اذن سے پھر جس نے قطاعت نہیں کی وہ بھی اسی قدر غلام سے وصول کرے جتنا قطاعت کرنے والے نے وصول کیا ہے یا اس سے زیادہ بعد اسکے مکاتب عاجز ہو جائے تو قطاعت والا قطاعت نہ کرنے والے سے کچھ پھیر نہ سکے گا اگر دوسرے شریک نے قطاعت سے کم وصول کیا پھر غلام عاجز ہو گیا تو قطاعت والے کو اختیار ہے اگر چاہے تو جتنی قطاعت زیادہ ہے اسکا نصف اپنے شریک کو دے کر غلام میں آدھم ساجھا کریں اگر نہ دے تو سارا غلام دوسرے شریک کا جائے گا اگر مکاتب مر جائے اور مال چھوڑ گیا اور قطاعت والے نے چاہا کہ جتنا زیادہ لیا ہے اس کا نصف اپنے شریک کو پھیر دے اور میراث میں شریک ہو جائے تو ہو سکتا ہے اور جس نے قطاعت نہیں کی وہ بھی مکاتب سے قطاعت کے برابر یا اس سے زیادہ وصول کر چکا ہے اس صورت میں میراث دونوں کے ملے گی کیونکہ ہر ایک نے اپنا حق وصول کر لیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو مکاتب دو آدمیوں میں مشترک ہو ایک اس سے قطاعت کرے اپنے حق کے نصف پر دوسرے کے اذن سے پھر جس نے قطاعت نہیں کی وہ بھی مکاتب سے قطاغت سے کم وصول کرے بعد اس کے مکاتب عاجز ہو جائے تو قطاعت والا اگر چاہے جتنی قطاعت زیادہ ہے اس کا آدھا اپنے شریک کو دے کر غلام میں آدھم ساجھا کریں ورنہ اس قدر حصہ غلام کا دوسرے شریک کا ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی شرح یہ ہے کہ مثلا ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو دونوں مل کر اس کو مکاتب کریں پھر ایک شریک اپنے نصف حق پر غلام سے قطاعت کر لے یعنی پورے غلام کے ربع پر بعد اس کے مکاتب عاجز ہو جائے تو جس نے قطاعت کی ہے اس سے کہا جائے گا کہ جس قدر تو نے زیادہ لیا ہے اس کا نصف اپنے شریک کو پھیر دے اور غلام میں آدھم سا جھا رکھ اگر وہ انکار کرے تو قطاعت والے کا ربع غلام بھی اس شریک کو مل جائے گا اس صورت میں اس شریک کے تین ربع ہوں گے اور اس کا ایک ربع۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مکاتب سے اس مولیٰ قطاعت کرے اور وہ آزاد ہو جائے اور جس قدر قطاعت کا روپیہ مکاتب پر رہ جائے وہ اس پر قرض ہے بعد اس کے مکاتب مر جائے اور وہ مقروض ہو لوگوں کا تو مولیٰ دوسرے قرض خواہوں کے برابر نہ ہوگا بلکہ اس مال میں سے پہلے اور قرض خواہ اپنا قرضہ وصول کریں گے۔

کہا مالک نے جو مکاتب مقروض ہو اس سے مولیٰ قطاعت نہ کرے ایسا نہ ہو کہ وہ غلام آزاد ہو جائے بعد اس کے سارا مال اس کا قرض خواہوں کو مل جائے مولیٰ کو کچھ نہ ملے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مکاتب کرے پھر اس سے سونے پر قطاعت کرے اور بدل کتابت معاف کر دے اس شرط سے کہ زر قطاعت فی الفور دے دے تو اس میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس شخص نے اس کو مکروہ رکھا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کا میعادی قرضہ کسی پر ہو وہ اس کے بدلے میں کچھ نقد لے کر قرضہ چھوڑ دے حالانکہ یہ قرض کی مثل نہیں ہے بلکہ قطاعت اس لیے ہوتی ہے کہ غلام جلد آزاد ہو جائے اور اس کے لیے میراث اور شہادت اور حدود لازم آ جائیں۔

اور حرمت عتاقہ ثابت ہو جائے اور یہ نہیں لے کہ اس نے روپیوں کو روپیوں کے عوض میں یا سونے کو سونے کے عوض میں خریدا بلکہ اس کی مثال یہ ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا تو مجھے اس قدر اشرفیاں لا دے اور تو آزاد ہے پھر اس سے کم کر کے کہا اگر اتنے بھی لا دے تو بھی تو آزاد ہے۔ کیونکہ بدل کتابت دین صحیح نہیں ہے ورنہ جب مکاتب مر جاتا تو مولیٰ بھی اور قرض خواہوں کے برابر اس کے مال کا دعویٰ دار ہوتا ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1173)

مشترکہ باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ جَارِيَةٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاتَبَاهَا فَوَطِئَهَا أَحَدُهُمَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثُمَّ وَطِئَهَا الْآخَرُ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثُمَّ عَجَزَتْ فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ لَمَّا ادَّعَى أَحَدُهُمَا الْوَلَدَ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمِلْكِ لَهُ فِيهَا وَصَارَ نَصِيبُهُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ ، لِأَنَّ الْمُكَاتَبَةَ لَا تَقْبَلُ النَّقْلَ مِنْ مِلْكٍ إلَى مِلْكٍ فَتَقْتَصِرُ أُمُومِيَّةُ الْوَلَدِ عَلَى نَصِيبِهِ كَمَا فِي

الْمُدَبَّرَةِ الْمُشْتَرَكَةِ ، وَإِذَا ادَّعَى الثَّانِي وَلَدَهَا الْآخِرَ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ مِلْكِهِ ظَاهِرًا ، ثُمَّ إِذَا عَجَزَتْ بَعْدَ ذَلِكَ جُعِلَتِ الْكِتَابَةُ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ وَتَبَيَّنَ أَنَّ الْجَارِيَةَ كُلَّهَا أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ لِأَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنَ الِانْتِقَالِ وَوَطْؤُهُ سَابِقٌ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَهُ لَمَّا اسْتَكْمَلَ الِاسْتِيلَادَ (وَنِصْفَ عُقْرِهَا) لِوَطْئِهِ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً (وَيَضْمَنُ شَرِيكُهُ كَمَالَ عُقْرِهَا وَقِيمَةَ الْوَلَدِ وَيَكُونُ ابْنَهُ) لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَغْرُورِ ، لِأَنَّهُ حِينَ وَطِئَهَا كَانَ مِلْكُهُ قَائِمًا ظَاهِرًا .

وَوَلَدُ الْمَغْرُورِ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْهُ حُرٌّ بِالْقِيمَةِ عَلَى مَا عُرِفَ لَكِنَّهُ وَطِءَ أُمَّ وَلَدِ الْغَيْرِ حَقِيقَةً فَيَلْزَمُهُ كَمَالُ الْعُقْرِ (وَأَيُّهُمَا دَفَعَ الْعُقْرَ إِلَى الْمُكَاتَبَةِ جَازَ) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ مَا دَامَتْ بَاقِيَةً فَحَقُّ الْقَبْضِ لَهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِمَنَافِعِهَا وَأَبْدَالِهَا ، وَإِذَا عَجَزَتْ تَرُدُّ الْعُقْرَ إِلَى الْمَوْلَى لِظُهُورِ اخْتِصَاصِهِ (وَهَذَا) الَّذِي ذَكَرْنَا (كُلُّهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ .

ترجمہ

اور جب کوئی باندی دو بندوں کے درمیان مشترکہ تھی۔ اوران دونوں نے اس کو مکاتبہ بنا دیا ہے اوراس کے بعدان میں سے ایک شریک نے اس کے ساتھ جماع کرلیا ہے۔ اور بچہ پیدا ہونے پراس واطی نے اس پر دعویٰ کردیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے شریک نے بھی اس کے ساتھ جماع کیا ہے اوراس سے بھی بچہ پیدا ہو گیا اور دوسرے نے بچے کا دعویٰ کردیا ہے۔ اس کے بعد وہ باندی بدل کتابت دینے سے بے بس ہوگئی۔ تو وہ پہلے واطی کی ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ جب ایک شریک نے بچے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ درست ہے کیونکہ اس باندی میں مدعی کی ملکیت موجود ہے۔ پس باندی اس مدعی کے حصے میں اس کا ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ مکاتبہ ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل نہیں ہوتی۔ پس ام ولد ہونا یہ مدعی کے حصے پر رہے گا۔ جس طرح مدبرہ مشترکہ میں ہوتا ہے۔

اور جب دوسرے واطی نے دوسرے بچے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا دعویٰ بھی درست ہے۔ کیونکہ ظاہری طور پر اس کی ملکیت بھی موجود ہے اوراس کے بعد باندی اگر بدل کتابت ادا نہ کرسکے تو کتابت کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ساری باندی واطی اول کی ام ولد بن گئی ہے۔ کیونکہ ملکیت کو منتقل کرنے سے جو چیز مانع تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ اور پہلے کی وطی مقدم بھی ہے اور پہلا اپنے شریک ثانی کیلئے باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ استیلاد کے سبب وہ دوسرے کے حصے کا مالک بن چکا ہے اوراسی پر باندی کا نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے جماع کیا ہے جبکہ دوسرا شریک سارے تاوان اور لڑکے کی

قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ لڑکا اسی کا بیٹا ہوگا۔ کیونکہ دوسرا مغرور کے حکم میں ہے۔ کیونکہ جب اس نے وطی کی تھی بہ ظاہر اس میں کی ملکیت موجود تھی اور مغرور کے لڑکے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا۔ اور وہ قیمت کے بدلے میں آزاد ہوتا ہے۔ جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے۔

لیکن حقیقت میں اس شخص نے دوسرے کی ام ولد سے وطی کی ہے پس اس پر سارا تاوان لازم آئے گا۔ اور ان میں سے جو بھی مکاتبہ کو تاوان ادا کرے گا جائز ہوگا۔ کیونکہ جب تک کتابت موجود رہے گی۔ اس وقت تک اس کو تاوان پر قبضہ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ کیونکہ وہی باندی اپنے منافع وکمائی کی مالکن ہے۔

اور جب وہ بدل ادا کرنے سے بے بس ہو چکی ہے تو تاوان آقا کو واپس دے گی کیونکہ اب آقا اس کے منافع کا مالک بن چکا ہے۔ یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں جب کسی شخص کی کنیز اسکے بچے کو جنم دے تو وہ اس شخص کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 419)

خارجہ قیس غیلان کے قبیلہ کی عورت تھی کہتی ہیں کہ میرا چچا مجھے زمانہ جاہلیت میں لے کر آیا اور حباب بن عمرو جو ابوالیسر بن عمرو کا بھائی تھا، کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا، میں نے اس کے لیے عبدالرحمن بن الحباب کو جنم دیا، پھر حباب مر گیا تو اس کی بیوی کہنے لگی کہ خدا کی قسم، تجھے حباب کے قرضہ (کی ادائیگی) کے لیے فروخت کیا جائے گا سو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں بنی خارجہ قیس غیلان کی عورت ہوں۔

اور مجھے میرا چچا مدینہ لے کر آیا تھا زمانہ جاہلیت میں، پس اس نے مجھے حباب بن عمرو، ابوالیسر بن عمرو کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا پس میں نے اس کے واسطے عبدالرحمن بن حباب کو جنم دیا، اب حباب کی بیوی کہتی ہے کہ حباب کے قرضہ میں تجھے فروخت کیا جائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا حباب کا والی وارث کون ہے؟ کہا گیا کہ اس کا بھائی ابوالیسر بن عمرو، حضور نے اس کے پاس نامہ بھیجا اور فرمایا کہ اسے (سلامہ) کو آزاد کر دو اور جب تم یہ سنو کہ میرے پاس غنیمت میں غلام وغیرہ آئے ہیں تو میرے پاس آنا میں تمہیں اس کا عوض دوں گا، سلامہ کہتی ہیں کہ انہوں نے مجھے آزاد کر دیا حضور ﷺ کے پاس غلام آئے تو انہیں میرے بدلہ میں غلام دیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 562)

صاحبین کے نزدیک باندی کا واطی اول کی ام ولد ہونے کا بیان

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : هِيَ أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ وَلَا يَجُوزُ وَطْءُ الْآخَرِ) لِأَنَّهُ لَمَّا ادَّعَى الْأَوَّلُ الْوَلَدَ صَارَتْ كُلُّهَا أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لِأَنَّ أُمُومِيَّةَ الْوَلَدِ يَجِبُ تَكْمِيلُهَا بِالْإِجْمَاعِ مَا

أَمْكَنَ ، وَقَدْ أَمْكَنَ بِفَسْخِ الْكِتَابَةِ لِأَنَّهَا قَابِلَةٌ لِلْفَسْخِ فَتُفْسَخُ فِيمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُكَاتَبَةُ وَتَبْقَى الْكِتَابَةُ فِيمَا وَرَاءَهُ ، بِخِلَافِ التَّدْبِيرِ لِأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ ، وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ لِأَنَّ فِي تَجْوِيزِهِ إبْطَالَ الْكِتَابَةِ إذْ الْمُشْتَرِي لَا يَرْضَى بِبَقَائِهِ مُكَاتَبًا .

وَإِذَا صَارَتْ كُلُّهَا أُمَّ وَلَدٍ لَهُ فَالثَّانِي وَطِئَ أُمَّ وَلَدِ الْغَيْرِ (فَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ وَلَا يَكُونُ حُرًّا عَلَيْهِ بِالْقِيمَةِ) غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهِ لِلشُّبْهَةِ (وَيَلْزَمُهُ جَمِيعُ الْعُقْرِ) لِأَنَّ الْوَطْءَ لَا يَعْرَى عَنْ إحْدَى الْغَرَامَتَيْنِ ، وَإِذَا بَقِيَتْ الْكِتَابَةُ وَصَارَتْ كُلُّهَا مُكَاتَبَةً لَهُ ، قِيلَ يَجِبُ عَلَيْهَا نِصْفُ بَدَلِ الْكِتَابَةِ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِيمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُكَاتَبَةُ وَلَا تَتَضَرَّرُ بِسُقُوطِ نِصْفِ الْبَدَلِ .

وَقِيلَ يَجِبُ كُلُّ الْبَدَلِ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ لَمْ تَنْفَسِخْ إلَّا فِي حَقِّ التَّمَلُّكِ ضَرُورَةً فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ سُقُوطِ نِصْفِ الْبَدَلِ وَفِي إبْقَائِهِ فِي حَقِّهِ نَظَرٌ لِلْمَوْلَى وَإِنْ كَانَ لَا تَتَضَرَّرُ الْمُكَاتَبَةُ بِسُقُوطِهِ ، وَالْمُكَاتَبَةُ هِيَ الَّتِي تُعْطَى الْعُقْرَ لِاخْتِصَاصِهَا بِأَبْدَالِ مَنَافِعِهَا . وَلَوْ عَجَزَتْ وَرُدَّتْ فِي الرِّقِّ تُرَدُّ إلَى الْمَوْلَى لِظُهُورِ اخْتِصَاصِهِ عَلَى مَا بَيَّنَّا .

ترجمہ

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی۔اور دوسرے کیلئے وطی کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب واطی اول نے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے تو پوری باندی اس کی ام ولد بن جائے گی کیونکہ ممکن حد تک ام ولد کی تکمیل بہ اتفاق واجب ہے اور عقد کتابت کو ختم کر کے اس کی تکمیل ممکن ہے کیونکہ کتابت کا عقد ختم ہونے کے قابل ہے پس جس چیز میں مکاتبہ کو نقصان نہ ہو اس میں کتابت کو ختم کر دیا جائے گا۔جبکہ اس کے سوا میں مکاتبت باقی رہ جائے گی۔بہ خلاف تدبیر کے کیونکہ وہ فسخ کو قبول کرنے والی نہیں ہے۔بہ خلاف مکاتب کی بیع کے کیونکہ بیع کو جائز قرار دینے میں کتابت کو باطل کرنا لازم آئے گا۔کیونکہ مشتری غلام کے مکاتب رہنے پر راضی نہ ہوگا۔

البتہ جب پوری باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی تو دوسرا شخص کسی دوسرے کی ام ولد سے وطی کرنے والا ہوگا پس اس پر پورا تاوان لازم آئے گا۔کیونکہ وطی دونوں میں سے کسی ایک کے تاوان سے خالی نہ ہوگی۔

اور جب نقصان کے سوا میں مکاتبت باقی ہو اور یہ باندی مکمل طور پر مکاتبہ بھی بن گئی ہے تو ایک قول کے مطابق اس باندی پر نصف بدل واجب ہوگا۔کیونکہ کتابت میں انہی چیزوں کو ختم کیا گیا ہے جو باندی کیلئے نقصان دہ نہیں ہیں۔اور نصف بدل کے ساقط

ہونے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس پر پورا بدل واجب ہوگا کیونکہ ضرورت کے مطابق صرف ملکیت کے حق میں عقد کتابت ختم ہوا ہے۔ پس نصف بدل کے سقوط پہ فسخ اثر انداز نہ ہوگا کیونکہ نصف بدل کے حق میں عقد کو باقی رکھنے میں آقا کا فائدہ ہے۔ اگر چہ اس کے ساقط ہونے میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہوگا۔ اور مکاتبہ کے اپنے منافع کے ساتھ خاص ہونے کے سبب سے اس کو تاوان ملتا ہے۔ مگر جب وہ بدل کے کتابت سے بے بس ہو جائے اور دوبارہ رقیت کی جانب لوٹ کر جائے تو اب تاوان آقا کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اب آقا کا حق اور خصوصیت ظاہر ہو چکی ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

مشترکہ حصے کی قیمت کی ادائیگی کا بیان

حضرت بشیر بن نہیک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام (مشترک) میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کو جائز قرار دیا اور باقی غلام کی قیمت بطور تاوان مالک کو دلوائی (کیونکہ آدھا آزاد ہو آدھا غلام) یہ ناممکن ہے لہذا اعتق تو جائز ہے البتہ آزاد کرنے والا اپنے شریک کے حصہ کی قیمت اپنے شریک کو ادا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 543)

اس تفصیلی مدلل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام لونڈی اگر اپنے آقاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں اور ان میں اتنی اہلیت بھی ہو کہ کسی نہ کسی طرح اس معاملہ کو باحسن طریق پورا کریں گے تو آقاؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ معاملہ کر کے ان کو آزاد کر دیں۔ آیت کریمہ ان علمتم فیھم خیرا (النور:33) (اگر تم ان میں خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کرلو) میں خیر سے مراد یہ ہے کہ وہ کمائی کے لائق اور ایماندار ہوں، محنت مزدوری کر کے بدل کتابت ادا کر دیں، لوگوں کے سامنے بھیک مانگتے نہ پھریں۔ واتوھم من مال ا اللذی اتٰکم (النور:33) (اور اپنے مال میں سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے ان کی کچھ مدد بھی کرو) سے مراد یہ کہ اپنے پاس ان کو بطور امداد کچھ دو، تا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں یا بدل کتابت میں سے کچھ معاف کر دو۔

روح کے اثر کو اسماعیل قاضی نے احکام القرآن میں اور عبدالرزاق اور شافعی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عطاء نے واجب قرار دیا کہ بشرط مذکور آقا غلام کی مکاتبت قبول کرلے۔ امام ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک اگر غلام مکاتبت کا خواہاں ہو تو مالک پر مکاتبت کر دینا واجب ہے۔ کیوں کہ قرآن میں فکاتبوھم امر کے لیے ہے جو وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ مگر جمہور یہاں امر کو بطور استحباب قرار دیتے ہیں۔ حضرت عطاء نے جب اپنا خیال ظاہر کیا تو عمرو بن دینار نے ان سے سوال کیا کہ وجوب کا قول آپ نے کسی صحابی سے سنا ہے یا اپنے قیاس اور رائے سے ایسا کہتے ہو۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن دینار نے عطاء سے یہ پوچھا لیکن حافظ نے کہا یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ابن جریج نے عطاء سے یہ پوچھا۔ جیسے عبدالرزاق اور شافعی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس صورت میں قال عمرو بن دینار جملہ معترضہ ہوگا۔ اور نسفی کی روایت میں یوں ہے وقالہ عمرو بن دینار یعنی عمرو بن دینا بھی وجوب کے

قائل ہوئے ہیں اور ترجمہ یوں گا اور عمرو بن دینار نے بھی اس کو واجب کہا ہے ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا تم کسی سے روایت کرتے ہو؟

حضرت سیرین جن کا قول آگے مذکور ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور یہ محمد کے والد ہیں، جو محمد بن سیرین سے مشہور ہیں۔ تابعی، فقیہ اور ماہر علم تعبیر رؤیا ہیں۔ اس روایت کو عبدالرزاق اور طبری نے وصل کیا ہے۔

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے اور عمل بھی ظاہر ہے کہ وہ بشرط مذکور مکاتبت کو واجب کہتے تھے۔ جیسے ابن حزم اور ظاہریہ کا قول ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال میں ادا کرنی مقرر ہوئی تھی۔ اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ بعض علماء نے کہا کہ آیت کریمہ۔ واتوھم من مال ا الذی اتکم(النور:33) سے مکاتب کو مال زکوۃ میں سے بھی امداد دی جاسکتی ہے۔ دور حاضرہ میں ناحق مصائب قید میں گرفتار ہو جانے والے مسلمان مرد وعورت بھی حق رکھتے ہیں کہ ان کی آزادی کے لیے ان طریقوں سے مدد دی جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان کی عمر دس سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ میں قیام کیا۔ وہاں لوگوں کو 91ھ تک علوم دین سکھاتے رہے۔ عمر سو سال کے لگ بھگ پائی۔ ان کی اولاد کا بھی شمار سو کے قریب ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔

واطی اول کا اپنی مکاتبہ باندی کے نصف ضمان کا بیان

قَالَ (وَيَضْمَنُ الْأَوَّلُ لِشَرِيكِهِ فِي قِيَاسِ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ نِصْفَ قِيمَتِهَا مُكَاتَبَةً) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ شَرِيكِهِ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَيَضْمَنُهُ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا لِأَنَّهُ ضَمَانُ التَّمَلُّكِ (وَفِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ : يَضْمَنُ الْأَقَلَّ مِنْ نِصْفِ قِيمَتِهَا وَمِنْ نِصْفِ مَا بَقِيَ مِنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّ حَقَّ شَرِيكِهِ فِي نِصْفِ الرَّقَبَةِ عَلَى اعْتِبَارِ الْعَجْزِ ، وَفِي نِصْفِ الْبَدَلِ عَلَى اعْتِبَارِ الْأَدَاءِ فَلِلتَّرَدُّدِ بَيْنَهُمَا يَجِبُ أَقَلُّهُمَا .

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الثَّانِي لَمْ يَطَأْهَا وَلَكِنْ دَبَّرَهَا ثُمَّ عَجَزَتْ بَطَلَ التَّدْبِيرُ) لِأَنَّهُ لَمْ يُصَادِفْ الْمِلْكَ . أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ لِأَنَّ الْمُسْتَوْلِدَ تَمَلَّكَهَا قَبْلَ الْعَجْزِ .

وَأَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَلِأَنَّهُ بِالْعَجْزِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَهُ مِنْ وَقْتِ الْوَطْءِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ مُصَادِفٌ مِلْكَ غَيْرِهِ وَالتَّدْبِيرُ يَعْتَمِدُ الْمِلْكَ ، بِخِلَافِ النَّسَبِ لِأَنَّهُ يَعْتَمِدُ

الْغُرُورَ عَلٰی مَا مَرَّ.

قَالَ (وَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ شَرِيكِهِ وَكَمَّلَ الِاسْتِيلَادَ عَلٰى مَا بَيَّنَّا (وَيَضْمَنُ لِشَرِيكِهِ نِصْفَ عُقْرِهَا) لِوَطْئِهِ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً (وَنِصْفَ قِيمَتِهَا) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نِصْفَهَا بِالِاسْتِيلَادِ وَهُوَ تَمَلُّكٌ بِالْقِيمَةِ (وَالْوَلَدُ وَلَدُ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمُصَحِّحِ، وَهٰذَا قَوْلُهُمْ جَمِيعًا. وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ واطی اول اپنے شریک کیلئے مکاتبہ باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ واطی اول اس حالت میں اپنے شریک کے حصے کا مالک بنا ہے کہ وہ مکاتبہ ہے۔ پس وہ مکاتبہ ہونے کی حالت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگرچہ وہ تنگ دست ہو یا خوشحال ہو۔ کیونکہ یہ ضمان ملکیت کا ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت اور بقیہ بدل کے نصف میں سے جو کم ہوگا۔ اول اسی کا ضامن بنے گا۔ کیونکہ باندی کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے اس کے شریک کا حق نصف رقبہ میں ہے اور ادا کو دیکھتے ہوئے نصف بدل میں اسی کا حق ہے پس دونوں میں شک کے سبب کم از کم لازم ہو جائے گا۔

اور جب دوسرے شریک نے باندی سے وطی نہیں کی لیکن اس نے اس کو مدبرہ بنایا ہے اس کے بعد وہ بے بس ہوگئی ہے۔ تو تدبیر باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ملکیت سے ملی ہوئی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مستولد صرف دعویٰ سے اظہار عجز سے قبل ہی اس کا مالک بن چکا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ اظہار عجز سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ پہلا واطی کے وقت سے ہی ثانی کے حصے کا مالک ہو گیا تھا۔ اور دوسرے کی تدبیر یہ دوسرے کی ملکیت سے ملی ہوئی تھی۔ حالانکہ تدبیر کا مدار ملکیت پر ہے۔ بہ خلاف نسب کے کیونکہ مدار غرور پر ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب یہ باندی واطی اول کی ام ولد ہو چکی ہے کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور استیلاد مکمل ہو چکا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اول اپنے شریک کیلئے نصف تاوان کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے وطی کی ہے اور اس پر باندی کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ نصف کا استیلاد کے سبب سے وہ مالک بنا ہے اور استیلاد میں مالک بھی بنا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں جو بچہ ہے وہ پہلے کا ہوگا۔ کیونکہ اس کا دعویٰ صحیح ہے۔ اس لئے بھی کہ دعویٰ کو درست قرار دینے والی چیز موجود ہے۔ یہی سب فقہاء کا قول ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

مکاتبین کی باہمی عدم کفالت ووراثت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ جب غلام ایک ہی عقد میں مکتب کیے جائیں اوران میں آپس میں ایسی قرابت نہ ہو جس کے سبب سے ایک دوسرے وارث نہ ہوں تو وہ سب ایک دوسرے کے کفیل ہوں گے کوئی ان میں سے بغیر دوسرے کے آزاد نہ ہو سکے گا۔یہاں تک کہ بدل کتابت پورا پورا ادا کردیں اگر ان میں سے کوئی مرجائے اوراس قدر مال چھوڑ گیا جو سب کے بدل کتابت سے زیادہ ہے تو اس مال میں سے بدل کتابت ادا کیا جائے گا اور جو کچھ بچ رہے گا مولیٰ لے لے گا اس کے ساتھیوں کو نہ ملے گا پھر ایک غلام کی آزادی میں جس قدر روپیہ اس مال میں صرف ہوا ہے اس کو مولیٰ ہر ایک غلام سے مجرا لے گا۔کیونکہ جو غلام مر گیا ہے وہ ان کا کفیل تھا جس قدر روپیہ اس کا ان کی آزادی میں اٹھا ان کو ادا کرنا پڑے گا۔اگر اس مکاتب کا جو مرگیا کوئی آزاد لڑکا ہو جو حالت کتابت میں پیدا نہ ہوا ہو نہ عقد کتابت اس پر واقع ہوا ہو تو وہ اس کا وارث نہ ہوگا کیونکہ مکاتب مرتے وقت آزاد نہ تھا۔(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1172)

دو مالکوں کا باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَا كَاتَبَاهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ ثُمَّ عَجَزَتْ يَضْمَنُ الْمُعْتِقُ لِشَرِيكِهِ نِصْفَ قِيمَتِهَا وَيَرْجِعُ بِذَلِكَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : لَا يَرْجِعُ عَلَيْهَا) لِأَنَّهَا لَمَّا عَجَزَتْ وَرُدَّتْ فِي الرِّقِّ تَصِيرُ كَأَنَّهَا لَمْ تَزَلْ قِنَّةً ، وَالْجَوَابُ فِيهِ عَلَى الْخِلَافِ فِي الرُّجُوعِ وَفِي الْخِيَارَاتِ وَغَيْرِهَا كَمَا هُوَ مَسْأَلَةُ تَجَزُّؤِ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ قَرَرْنَاهُ فِي الْإِعْتَاقِ ، فَأَمَّا قَبْلَ الْعَجْزِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لَمَّا كَانَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ كَانَ أَثَرُهُ أَنْ يُجْعَلَ نَصِيبُ غَيْرِ الْمُعْتِقِ كَالْمُكَاتَبِ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِهِ نَصِيبُ صَاحِبِهِ لِأَنَّهَا مُكَاتَبَةٌ قَبْلَ ذَلِكَ وَعِنْدَهُمَا لَمَّا كَانَ لَا يَتَجَزَّأُ بِعِتْقِ الْكُلِّ فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ مُكَاتَبًا إنْ كَانَ مُوسِرًا ، وَيُسْتَسْعَى الْعَبْدُ إنْ كَانَ مُعْسِرًا لِأَنَّهُ ضَمَانُ إعْتَاقٍ فَيَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ .

ترجمہ

اور جب دو مالکوں نے اپنی باندی کو مکاتبہ کیا اوراس کے بعد ان میں سے ایک نے اس کو آزاد کردیا ہے اس حالت میں کہ وہ مالدار ہے اس کے بعد مکاتبہ بدل کتابت کو ادا کرنے میں بے بس ہوگئی ہے تو معتق اپنے شریک کیلئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک معتق کو اس مکاتبہ سے رقم واپس لینے کا حق ہوگا۔جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ معتق

اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بے بس ہوئی ہے تو وہ غلامی میں لوٹا دی گئی ہے اور وہ ایسے ہو جائے گی کہ ہمیشہ غلامی میں رہی ہو۔ اور اس میں رجوع کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ وہی اختلاف خیارات میں بھی ہے۔ جس طرح آزادی کی تجزی میں اختلاف ہے۔ اور اس کو ہم اعتاق میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکاتبہ کے اظہار عجز سے پہلے غیر معتق کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ معتق کو ضامن بنا دے۔ کیونکہ اس کے شریک کے حصے میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے بھی مکاتبہ بن چکی ہے۔

صاحبین کے نزدیک اعتاق میں تجزی نہیں ہے لہذا ایک کی آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور غیر معتق کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ معتق کو اپنے حصے کی مکاتبت والی قیمت کا ضامن بنا دے۔ جب معتق خوشحال ہو یا اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس سے کمائی کرائے۔ کیونکہ یہ ضمان اعتاق ہے پس معتق کے خوشحال ہونے یا تنگدست ہونے کی صورت میں اس میں تبدیلی ہو گی۔

ام ولد ہونے کے دعویٰ شریک پر ایک دن کے توقف کا بیان

اور اگر ایک لونڈی دو مالکوں کے درمیان مشترکہ تھی اور پھر ان میں سے کسی ایک نے دعویٰ کر دیا کہ وہ اس کے شریک کی ام ولد ہے جبکہ دوسرے نے اس کا انکار کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک دن توقف کیا جائے گا اور وہ ایک دن منکر شریک کی خدمت کرے۔

صاحبین کے نزدیک اگر منکر چاہے تو نصف قیمت میں باندی سے کمائی کرائے تو پھر وہ باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ صاحبین کے دلیل یہ ہے کہ جب اقرار کرنے والے نے اس کے ساتھی سے تصدیق نہیں کی تو مقر کا اقرار اسی پر لوٹ آئے گا۔ گویا باندی کو ام ولد بنانے والا ہی وہی ہے اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح مشتری نے بائع پر اقرار کیا کہ بائع نے فروخت کرنے سے پہلے ہی مبیع کو آزاد کر دیا ہے اور یہ اقرار اس طرح ہو جائے ا جس طرح مشتری نے خود آزاد کیا ہو۔ اور یہاں بھی اسی طرح حکم ہے۔ پس خدمت لینا ممتنع ہے اور منکر کا حصہ اس کی ملکیت میں حکمی طور پر باقی ہے۔ پس اعتاق کیلئے سعایہ کے سبب تخریج کی جائے گی۔ جس طرح نصرانی کی ام ولد جب وہ مسلمان ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اقرار کرنے والے کی تصدیق کی جاتی تو منکر کیلئے پوری قیمت ہوتی اور جب اس کو جھٹلایا گیا تو منکر کیلئے آدھی خدمت ہوگی۔ لہذا حکم اسی کا ثابت ہوگا جو یقین سے ثابت ہوگی۔ اور وہ نصف ہے اور موجودہ شریک کیلئے نہ خدمت کا حق ہے اور نہ ہی سعایہ کا حق ہے کیونکہ یہ شریک استیلاد اور ضمان کا دعویٰ کرتے ہوئے ان سب سے بری ہے اور ام ولد کا اقرار نسبی اقرار کی طرح ثابت ہو جائے گا۔ اور حکم لازم ہے جو رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔ پس اقرار کرنے والا مستولد کی طرح نہ ہوگا۔

مشترکہ باندی سے جماع کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

اگر باندی دو مالکوں کے درمیان مشترک ہے تو ان دونوں کا باندی سے جماع کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی شادی شدہ باندی سے جماع حرام ہے اور اس پر فقہاء اربعہ کا اجماع ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ المغنی میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں۔ کہ اگر مالک اپنی لونڈی کی شادی کر دے تو مالک کا اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

شادی شدہ لونڈی سے جماع کی تحریم میں کوئی شک وشبہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی اختلاف ہے، وہ تو صرف خاوند کے لیے مباح ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ ایک عورت دو مردوں کے لیے حلال نہیں اگر مالک نے اس سے جماع کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اسے تعزیر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور ایک جگہ پر ان کا قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور سنگسار نہیں کیا جائے گا یعنی اسے کوڑوں کی صورت میں تعزیر لگائی جائے گی۔ (المغنی لابن قدامہ (9/497)

مشترکہ غلام کو مدبر یا آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ دَبَّرَهُ أَحَدُهُمَا ثُمَّ أَعْتَقَهُ الْآخَرُ وَهُوَ مُوسِرٌ، فَإِنْ شَاءَ الَّذِي دَبَّرَهُ ضَمَّنَ الْمُعْتِقَ نِصْفَ قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا ، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ ، وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ ، وَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا ثُمَّ دَبَّرَهُ الْآخَرُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ وَيُسْتَسْعَى أَوْ يُعْتَقُ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) وَوَجْهُهُ أَنَّ التَّدْبِيرَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ فَتَدْبِيرُ أَحَدِهِمَا يَقْتَصِرُ عَلَى نَصِيبِهِ لَكِنْ يَفْسُدُ بِهِ نَصِيبُ الْآخَرِ فَيَثْبُتُ لَهُ خِيرَةُ الْإِعْتَاقِ وَالتَّضْمِينِ وَالِاسْتِسْعَاءِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ ، فَإِذَا أَعْتَقَ لَمْ يَبْقَ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِينِ وَالِاسْتِسْعَاءِ ، وَإِعْتَاقُهُ يَقْتَصِرُ عَلَى نَصِيبِهِ لِأَنَّهُ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ ، وَلَكِنْ يَفْسُدُ بِهِ نَصِيبُ شَرِيكِهِ فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ ، وَلَهُ خِيَارُ الْعِتْقِ وَالِاسْتِسْعَاءِ أَيْضًا كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ وَيُضَمِّنُهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ مُدَبَّرًا لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ صَادَفَ الْمُدَبَّرَ .

ثُمَّ قِيلَ : قِيمَةُ الْمُدَبَّرِ تُعْرَفُ بِتَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ ، وَقِيلَ يَجِبُ ثُلُثَا قِيمَتِهِ وَهُوَ قِنٌّ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ أَنْوَاعٌ ثَلَاثَةٌ : الْبَيْعُ وَأَشْبَاهُهُ ، وَالِاسْتِخْدَامُ وَأَمْثَالُهُ ، وَالْإِعْتَاقُ وَتَوَابِعُهُ ، وَالْفَائِتُ الْبَيْعُ فَيَسْقُطُ الثُّلُثُ .

وَإِذَا ضَمَّنَهُ لَا يَتَمَلَّكُهُ بِالضَّمَانِ لِأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الِانْتِقَالَ مِنْ مِلْكٍ إِلَى مِلْكٍ ، كَمَا إِذَا غَصَبَ مُدَبَّرًا فَأَبَقَ .

وَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا أَوَّلًا كَانَ لِلْآخَرِ الْخِيَارَاتُ الثَّلَاثُ عِنْدَهُ ، فَإِذَا دَبَّرَهُ لَمْ يَبْقَ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِينِ وَبَقِيَ خِيَارُ الْإِعْتَاقِ وَالِاسْتِسْعَاءِ لِأَنَّ الْمُدَبَّرَ يُعْتَقُ وَيُسْتَسْعَى (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إِذَا دَبَّرَهُ أَحَدُهُمَا فَعِتْقُ الْآخَرِ بَاطِلٌ) لِأَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُمَا فَيَتَمَلَّكُ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالتَّدْبِيرِ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا) (لِأَنَّهُ ضَمَانُ تَمَلُّكٍ فَلَا يَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ ، وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ قِنًّا لِأَنَّهُ صَادَفَهُ التَّدْبِيرُ وَهُوَ قِنٌّ (وَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا فَتَدْبِيرُ الْآخَرِ بَاطِلٌ) لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لَا يَتَجَزَّأُ فَعَتَقَ كُلُّهُ فَلَمْ يُصَادِفْ التَّدْبِيرُ الْمِلْكَ وَهُوَ يَعْتَمِدُهُ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا) وَيَسْعَى الْعَبْدُ فِي ذَلِكَ إِنْ كَانَ مُعْسِرًا لِأَنَّ هَذَا ضَمَانُ الْإِعْتَاقِ فَيَخْتَلِفُ ذَلِكَ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ عِنْدَهُمَا ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اوران میں سے ایک نے اس کو مدبر بنادیا ہے جبکہ دوسرے نے اس کو آزاد کردیا ہے اوروہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اب اگر مدبر چاہے تو وہ معتق سے نصف قیمت کا ضمان ہے اوراگر وہ چاہے تو اس غلام سے کمائی کرائے۔ اوراگر وہ چاہے تو خود بھی اسکو آزاد کردے۔

اور جب دونوں شرکاء میں سے پہلے نے اپنے حصے سے آزاد کردیا ہے اوراس کے بعد دوسرے نے مدبر کیا ہے تو اب اس کیلئے معتق سے ضمان لینے کا حق کا نہ ہوگا۔ بلکہ یا وہ غلام سے کمائی کرائے یا وہ اس کو آزاد کرائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تدبیر میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس ایک شریک کا حصہ اس کے حصے تک رہے گا۔ مگراس تدبیر کے سبب سے دوسرے کا حصہ فاسد ہوجائے گا۔ پس اس کیلئے آزادی، ضمان اورسعی میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کردیا ہے تو اس سے ضمان اورسعی کا اختیار بھی ساقط ہوجائے گا۔ اوراس کی آزادی اس کے حصے تک موقوف رہے گی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس اسی اعتاق کے سبب سے اسکے ساتھی کا حصہ ساقط ہوجائے گا۔ پس اس مدبر کو معتق سے آزادی، ضمان اورسعی کا کوئی حق نہ ہوگا جس طرح امام اعظم رضی

اللہ عنہ کہنے کا سبب بیان

اور مدبر معتق سے مدبر غلام کی قیمت کا ضمان لے گا۔ کیونکہ آزادی مدبر غلام سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اب سوال یہ بھی ہے
کہ مدبر کی قیمت مقرر کرنے کا طریقہ کیا ہے جو معلوم ہو جائے گی۔ ہم کہتے ہیں کہ خالص غلام کی قیمت کا دو تہائی اس کا سبب ہو جائے
گی کیونکہ ان میں منافع تین طرح کے ہیں۔ (۱) بیع اور ہبہ کے مشابہ جس طرح صدقہ اور وصیت ہے
(۲) ملکیت ہے اور اسی طرح کوئی کام جس طرح اجارہ، اعارہ وغیرہ ہیں۔
(۳) آزادی اور اس کے تابع دوسرے عقود جس طرح کتابت اور تدبیر وغیرہ ہے۔ اور مدبر میں بیع تو ختم ہو چکی ہے۔ پس ان میں
سے ایک قسم فوت ہو جانے کے سبب سے ایک تہائی ساقط ہو جائے گی۔ اور دو تہائی ضمان کے طور لازم ہو جائیں گے۔ اور مدبر کا
ضمان دینے کے بعد معتق غلام یعنی مدبر حصہ تدبیر کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ ضمان کہلاتا ہے یہ ضمان ملکیت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مدبر
ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل ہونے والا نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی شخص نے کوئی مدبر غلام غصب کیا ہے اور اس
کے بعد وہ غاصب کے پاس بھاگ گیا ہے تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے آزاد کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو وہی تینوں اختیارات
دیئے جائیں گے۔ دوسرے اپنا حصہ مدبر بنایا ہے تو ضمان کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ آزادی اور سعی کا اختیار باقی رہ جائے گا۔
کیونکہ مدبر کو آزاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے کمائی بھی کروائی جا سکتی ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ایک کے مدبر بنانے کے بعد دوسرے کا آزاد کرنا باطل ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تدبیر میں اجزاء نہیں
ہوا کرتے پس مدبر تدبیر کے ذریعے سے اپنے ساتھی کے حصے کا مالک بن جائے گا۔ اور ساتھی اس غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا
اگرچہ مدبر خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ کیونکہ یہ ملکیت کا ضمان ہے اور ملکیت کا ضمان حالت تنگی و خوشحالی دونوں میں مختلف نہیں ہوا کرتا۔
اور ان کے نزدیک ایک فرق یہ بھی ہے کہ مدبر خالص غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ حالت خالص غلام ہونے میں تدبیر
اسی غلام سے ملی ہوئی ہے۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا ہے تب بھی دوسرے کی تدبیر باطل ہے کیونکہ آزادی میں اجزاء
نہیں ہوتے پس سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور تدبیر ملکیت سے متصل نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ ملکیت ہی تدبیر کا دارومدار ہے۔ اور
اگر اب معتق خوشحال ہے تو اپنے ساتھی کیلئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے تو غلام غیر معتق کیلئے اس کے حصے کی
کمائی کرے گا۔ کیونکہ ضمان آزادی ہے اور یہ تنگی و خوشحالی میں صاحبین کے نزدیک مختلف ہونا رہتا ہے۔

تدبیر کا ممانعت بیع میں سبب بننے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ مدبر کو مولی نہ بیچے اور نہ کسی طرح سے اس کی
ملک منتقل کرے اور مولی اگر قرضدار ہو جائے تو اس کے قرضخواہ مدبر کو بیچ نہیں سکتے جب تک اس کا مولی زندہ ہے اگر مر جائے اور

قرض وار نہ ہو تو ثلث مال میں کل مدبر آزاد ہو جائے گا کیونکہ اگر کل مال میں سے آزاد ہو تو سراسر مولیٰ کا فائدہ ہے کہ زندگی بھر اس سے خدمت لی پھر مرتے وقت آزادی کو بھی ثواب کمالیا اور ورثاء کا بالکل نقصان ہے اگر سوا اس مدبیر کے مولیٰ کا کچھ مال نہ ہو تو ثلث مدبر آزاد ہو جائے گا اور دو ثلث وارثوں کا حق ہوگا اگر مدبر کا مولیٰ مر جائے اور اس قدر مقروض ہو کہ مدبر کی کل قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تو مدبر کو بیچیں گے کیونکہ مدبر جب آزاد ہوتا ہے کہ ثلث مال میں گنجائش ہو اگر قرضہ غلام کے نصف قیمت کے برابر ہو تو نصف مدبر کو قرضہ ادا کرنے کے لیے بیچیں گے اور نصف جو باقی ہے اس کا ایک ثلث آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مدبر کا بیچنا درست نہیں اور نہ کسی کو اس کا خریدنا درست ہے مگر مدبر اپنا آپ مولیٰ سے خرید سکتا ہے یہ جائز ہے اور یہ بھی جائز کہ کوئی شخص مدبیر کے مولیٰ کو کچھ مالک دے تاکہ وہ اپنے مدبر کو آزاد کر دے مگر ولاء اس کے مولیٰ کو ملے گی جس نے اس کو مدبر کیا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو اور یہ شخص ان میں سے اپنے حصے کو مدبر کر دے تو اس کی قیمت لگا دیں گے اگر جس شخص نے مدبر کیا ہے اس نے دوسرے شریک کا بھی حصہ خرید لیا تو کل غلام مدبر ہو جائے گا اگر نہ خریدا تو اس کی تدبیر باطل ہو جائے گی مگر جس صورت میں جس نے مدبر نہیں کیا وہ اپنے شریک سے قیمت لینے پر راضی ہو جائے اور قیمت لے لے تو غلام مدبر ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر نصرانی اپنے نصرانی غلام کو مدبر کرے بعد اس کے غلام مسلمان ہو جائے تو اس کو مولیٰ سے الگ کر دیں گے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1189)

باب موت المكاتب وعجزه وموت المولى

﴿یہ باب موت مکاتب وآقا کے بیان میں ہے﴾

باب موت مکاتب ومولیٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ عقد کتابت کے وہ مسائل جو کسی سبب یا عذر کی وجہ سے فسخ کتابت کی علت بنتے ہیں۔ان کو بیان کرنے کے ساتھ بعض منفرد مسائل جن علت اگرچہ وہی ہے یعنی وہ بھی فسخ عقد کا سبب بنتے ہیں یا نہیں بنتے مگر ان کی نوعیت جدا ہونے کے سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو سابقہ مسائل سے مؤخر ذکر کیا ہے۔تا کہ ان کے درمیان امتیاز قائم رہے۔(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳،ص ۹۱، بیروت)

مکاتب کا قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَنْ نَجْمٍ نَظَرَ الْحَاكِمُ فِي حَالِهِ ، فَإِنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ يَقْبِضُهُ أَوْ مَالٌ يَقْدُمُ عَلَيْهِ لَمْ يَعْجَلْ بِتَعْجِيزِهِ وَانْتَظَرَ عَلَيْهِ الْيَوْمَيْنِ أَوْ الثَّلَاثَةَ) نَظَرًا لِلْجَانِبَيْنِ ، وَالثَّلَاثُ هِيَ الْمُدَّةُ الَّتِي ضُرِبَتْ لِإِبْلَاءِ الْأَعْذَارِ كَإِمْهَالِ الْخَصْمِ لِلدَّفْعِ وَالْمَدْيُونِ لِلْقَضَاءِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَجْهٌ وَطَلَبَ الْمَوْلَى تَعْجِيزَهُ عَجَّزَهُ وَفَسَخَ الْكِتَابَةَ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يُعَجِّزُهُ حَتَّى يَتَوَالَى عَلَيْهِ نَجْمَانِ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إذَا تَوَالَى عَلَى الْمُكَاتَبِ نَجْمَانِ رُدَّ فِي الرِّقِّ عَلَّقَهُ بِهَذَا الشَّرْطِ ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ إرْفَاقٍ حَتَّى كَانَ أَحْسَنُهُ مُؤَجَّلَهُ وَحَالَةُ الْوُجُوبِ بَعْدَ حُلُولِ نَجْمٍ فَلَا بُدَّ مِنْ إمْهَالِ مُدَّةٍ اسْتِيسَارًا ، وَأَوْلَى الْمُدَدِ مَا تَوَافَقَ عَلَيْهِ الْعَاقِدَانِ .

وَلَهُمَا أَنَّ سَبَبَ الْفَسْخِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الْعَجْزُ ، لِأَنَّ مَنْ عَجَزَ عَنْ أَدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ يَكُونُ أَعْجَزَ عَنْ أَدَاءِ نَجْمَيْنِ ، وَهَذَا لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمَوْلَى الْوُصُولُ إلَى الْمَالِ عِنْدَ حُلُولِ نَجْمٍ وَقَدْ فَاتَ فَيُفْسَخُ إذَا لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِدُونِهِ ، بِخِلَافِ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ لِأَنَّهُ

لَا بُدَّ مِنْهَا لِإِمْكَانِ الْأَدَاءِ فَلَمْ يَكُنْ تَأْخِيرًا ، وَالْآثَارُ مُتَعَارِضَةٌ ، فَإِنَّ الْمَرْوِيَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ مُكَاتَبَةً لَهُ عَجَزَتْ عَنْ أَدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ فَرَدَّهَا فَسَقَطَ الِاحْتِجَاجُ بِهَا .

ترجمہ

اور جب مکاتب ایک قسط ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہے تو حاکم اس کی حالت کو دیکھے گا۔لہذا جب کوئی قرض ملنے والا یا اس کیلئے کوئی مال آنے والا ہے تو اس کی عاجزی کا فیصلہ کرنے میں حاکم جلدی نہ کرے اور وہ دو یا تین دن تک انتظار کرے۔ تاکہ آقا اور غلام دونوں کے حق میں مہربانی ثابت ہو جائے۔ اور تین دن کی مدت ایسی مدت ہے جو عذروں کے اظہار کیلئے معین ہوئی ہے۔ جس طرح مدعی علیہ کو مدعی کے دعویٰ کا دفاع کرنے اور مقروض کو قرض ادا کرنے کیلئے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے پس اس پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اور جب تین دن کے بعد بھی مکاتب کے پاس مال آنے کوئی توقع نہ ہو جبکہ آقا کی عجز کا طالب ہو قاضی اس کو عاجز قرار دے گا۔ اور عقد کتابت کا ختم کر دے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے۔ اس وقت تک قاضی اس کو عاجز قرار نہ دے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مکاتب مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے تو وہ غلامی کی جانب لوٹا دیا جائے یعنی آپ نے اس کے رد کو اس شرط کے ساتھ معلق کر دیا ہے اور اس لئے بھی کہ عقد کتابت ایسا عقد ہے جو درگزر اور مہربانی پر ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ معجل اور موخر عقد کتابت اچھا ہوتا ہے جبکہ واجب کی ادائیگی کی حالت یہ قسط ادا ہونے کے بعد کی ہے پس ایک مدت تک اس کو مہلت دینا ضروری ہے۔ تاکہ مکاتب آسانی سے بدل کی قسط ادا کر سکے اور سب سے بہترین مدت وہ ہے جس پر عقد کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ختم کرنے کا سبب ثابت ہو چکا ہے اور وہ عجز ہے کیونکہ جب وہ ایک قسط ادا نہیں کر سکا ہے تو وہ دو اقساط کس طرح ادا کرے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قسط کی ادائیگی کے مکمل ہونے پر آقا کا مقصد یہ تھا کہ اس کو مال مل جائے جبکہ عدم ادائیگی کے سبب سے وہ مقصد ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ پس جب آقا قسط لیے بغیر عقد کو باقی رکھنے پر رضامند نہ ہو تو عقد کو ختم کر دیا جائے گا۔ بہ خلاف دو یا تین دن تک مہلت دینے کے کیونکہ اتنی مدت تک مہلت دینا ناگزیر ہے۔ اس لئے اس مدت میں ادا کرنا ممکن ہے۔ پس اتنی مدت کے بعد کوئی تاخیر نہ کی جائے گی۔ اور اس میں آثار میں تعارض ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مکاتبہ باندی ایک قسط کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی تو آپ نے اس کی غلامی کو واپس لوٹا دیا تھا۔ پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اثر سے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا استدلال کرنا ساقط ہو

جائے گا۔

اعتاق کا ملکیت کو زائل کرنے کا بیان

امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ ملک کو زائل کر کے عتق ثابت کرنے کا نام اعتاق ہے یا خود اعتاق ہی ملک زائل کرنے کا نام ہے کیونکہ ملک معتق کا حق ہے یا عوام کا حق ہے اور تصرف کا حکم اسی قدر ہوتا ہے جتنا کہ متصرف کی ولایت کے تحت داخل ہوتا ہے اور یہ اپنے حق کو ختم کرنا ہے نا کہ دوسروں کے حق کو۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ تصرف موضع اضافت تک محدود رہتا ہے۔

اور اس کے علاوہ کی طرف متعدی ہونا تجزی کے نہ پائے جانے کی ضرورت کے تحت ہوتا ہے اور ملک متجزی ہے جیسا کہ بیع اور ہبہ میں ہے اسی وجہ سے تصرف اعتاق اپنی اصل پر باقی رہے گا اور غلام پر سعی کرنا واجب ہوگا اس لئے کہ اس کے پاس کچھ مالیت محبوس ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مستسعی مکاتب کے درجے میں ہے۔ اس لئے کہ بعض غلام کی طرف اعتاق کو منسوب کرنا پورے غلام میں ثبوت ملکیت کے موجب ہے لیکن بعض غلام میں ملکیت کی بقاء اس کے لئے مانع ہے لہذا ہم نے دونوں دلیلوں پر عمل کر کے اس کو مکاتب قرار دے دیا اس لئے کہ وہ تصرف کا مالک ہے نہ کے رقبہ کا اور کمائی کرنا بدل کتابت کی طرح ہے۔ اس لئے آقا کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ غلام سے کمائی کروالے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اس کو آزاد کر دے اس لئے کہ مکاتب اعتاق کے لائق رہتا ہے لیکن اگر وہ کمائی کرنے سے عاجز ہو جائے تو اسے رقیت کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ اسقاط لا الی احد ہے ہے اس لئے فسخ کو قبول نہیں کرے گا کتابت مقصودہ کے خلاف اس لئے کہ وہ ایسا عقد ہے جس کا اقالہ بھی ہو سکتا ہے اور جو فسخ بھی ہو سکتا ہے۔

مکاتبت میں فسخ کے جواز کا ایک فقہی بیان

قَالَ (فَإِنْ أَخَلَّ بِنَجْمٍ عِنْدَ غَيْرِ السُّلْطَانِ فَعَجَزَ فَرَدَّهُ مَوْلَاهُ بِرِضَاهُ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ تُفْسَخُ بِالتَّرَاضِي مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَبِالْعُذْرِ أَوْلَى (وَلَوْ لَمْ يَرْضَ بِهِ الْعَبْدُ لَا بُدَّ مِنْ الْقَضَاءِ بِالْفَسْخِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَازِمٌ تَامٌّ فَلَا بُدَّ مِنْ الْقَضَاءِ أَوْ الرِّضَا كَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ .

قَالَ (وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَادَ إِلَى أَحْكَامِ الرِّقِّ) لِانْفِسَاخِ الْكِتَابَةِ (وَمَا كَانَ فِي يَدِهِ مِنْ الْأَكْسَابِ فَهُوَ لِمَوْلَاهُ) لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّهُ كَسْبُ عَبْدِهِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ أَوْ عَلَى مَوْلَاهُ وَقَدْ زَالَ التَّوَقُّفُ .

ترجمہ

جب مکاتب نے قاضی کے سوا کسی دوسرے مقام پر قسط ادا کرنے میں کوتاہی کر ڈالی اور وہ عاجز ہو گیا ہے تو اس کے آقا نے اس مکاتب کی رضامندی کے ساتھ اس کو دوبارہ غلام بنالیا ہے تو یہ رد اور فسخ جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کتابت ایک دوسرے کی رضامندی کے سوامحض عذر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب غلام اس پر رضامند نہ ہو تو قاضی کی قضاء کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ یہ عقد لازم بھی ہے اور مکمل بھی ہے پس اس کو ختم کرنے کیلئے قضاء یا رضامندی لازم ہے جس طرح قبضہ کے بعد عیب ہونے کی صورت میں بیع میں قضاء یا رضا لازم ہوتی ہے۔

اور جب مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز آ گیا ہے تو وہ غلامی کے احکام میں واپس چلا جائے گا کیونکہ عقد کتابت ختم ہو چکا ہے۔ اور اس کے پاس جو کمائی ہے وہ اس کے آقا کیلئے ہوگی۔ اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ اس کے آقا کی کمائی ہے اور یہ حکم بھی اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ اس کی کمائی اس غلام پر یا اس کے آقا پر تھی پس عجز کے سبب اس کا موقوف ہونا ختم ہو چکا ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا حصہ کسی غلام میں آزاد کر دیا تو اس پر اس کا آزاد کرانا اپنے مال سے واجب ہے اگر اس کے پاس مال ہو ورنہ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس غلام سے محنت کرائی جائے گی لیکن اس کو مشقت میں نہ ڈالا جائے حجاج بن حجاج ابان اور موسیٰ بن خلف نے قتادہ سے روایت کی ہے اور اس کو شعبہ نے مختصر اطور پر بیان کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2379)

مال والے مکاتب کی موت کے سبب عقد کتابت فسخ نہ ہوگا

قَالَ (فَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتِبُ وَلَهُ مَالٌ لَمْ تَنْفَسِخْ الْكِتَابَةُ وَقَضَى مَا عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ وَحُكِمَ بِعِتْقِهِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ مِيرَاثٌ لِوَرَثَتِهِ وَيَعْتِقُ أَوْلَادُهُ) وَهَذَا قَوْلُ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، وَبِهِ أَخَذَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : تَبْطُلُ الْكِتَابَةُ وَيَمُوتُ عَبْدًا وَمَا تَرَكَهُ لِمَوْلَاهُ ، وَإِمَامُهُ فِي ذَلِكَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ الْكِتَابَةِ عِتْقُهُ وَقَدْ تَعَذَّرَ إثْبَاتُهُ فَتَبْطُلُ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو إمَّا أَنْ يَثْبُتَ بَعْدَ الْمَمَاتِ مَقْصُودًا أَوْ يَثْبُتَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ مُسْتَنِدًا ، لَا وَجْهَ إلَى الْأَوَّلِ لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ ، وَلَا إلَى الثَّانِي لِفَقْدِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْأَدَاءُ ، وَلَا إلَى

الثَّالِثِ لِتَعَذُّرِ الثُّبُوتِ فِي الْحَالِ وَالشَّيْءُ يَثْبُتُ ثُمَّ يَسْتَنِدُ .

وَلَنَا أَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ ، وَلَا يَبْطُلُ بِمَوْتِ أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَهُوَ الْمَوْلَى فَكَذَا بِمَوْتِ الْآخَرِ ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا الْحَاجَةُ إِلَى إِبْقَاءِ الْعَقْدِ لِإِحْيَاءِ الْحَقِّ ، بَلْ أَوْلَى لِأَنَّ حَقَّهُ آكَدُ مِنْ حَقِّ الْمَوْلَى حَتَّى لَزِمَ الْعَقْدُ فِي جَانِبِهِ ، وَالْمَوْتُ أَنْفَى لِلْمَالِكِيَّةِ مِنْهُ لِلْمَمْلُوكِيَّةِ فَيُنْزَلُ حَيًّا تَقْدِيرًا ، أَوْ تَسْتَنِدُ الْحُرِّيَّةُ بِاسْتِنَادِ سَبَبِ الْأَدَاءِ إِلَى مَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَيَكُونُ أَدَاءُ خَلَفِهِ كَأَدَائِهِ ، وَكُلُّ ذَلِكَ مُمْكِنٌ عَلَى مَا عُرِفَ تَمَامُهُ فِي الْخِلَافِيَّاتِ .

ترجمہ

اور جب مکاتب فوت ہوجائے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو کتابت کا عقد ختم نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے مال سے بدل کتابت کو ادا کیا جاسکتا ہے۔ لہذا اس زندگی کے آخری لحات میں بھی اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جو مال بچ جائے گا وہ اس کے وارثوں کیلئے میراث بن جائے گا۔ اور اس کی اولاد آزاد ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی اسی طرح ہے۔ اور ہمارے فقہاء نے بھی اسی کو اپنایا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کتابت باطل ہوجائے گی اور مکاتب حالت غلامی میں فوت ہونے والا ہوگا۔ اور اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے آقا کیلئے ہوگا۔ ان کے امام اس موقف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ کتابت کا مقصد اس کی آزادی ہے جبکہ آزادی کو ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس کتابت باطل ہوجائے گی اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ آزادی کئی احوال سے خالی نہ ہوگی۔ کہ وہ موت کے بعد یا موت سے پہلے یا اس کے بعد حالت حیات کی جانب مضاف ہوکر ثابت ہوگی۔ پہلے کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ محل کالعدم ہے اور دوسرا بھی ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط یعنی ادائیگی نہیں پائی جارہی اور تیسری حالت میں ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں آزادی کا ثبوت ناممکن ہے اور کوئی بھی شئی ہو وہ پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ معاوضے کا عقد ہے اور ایک عاقد یعنی آقا کی موت سے باطل نہ ہوگا پس دوسرے کی موت کے سبب بھی باطل نہ ہوگا اور غلام و آقا کے درمیان جامع علت حق کو زندہ کرنے کیلئے عقد کو باقی رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ مکاتب کے حق میں عقد کو باقی رکھنا تو زیادہ ضروری ہے کیونکہ مکاتب کا حق آقا کے حق سے زیادہ قوت والا ہے یہاں تک کہ اس کے حق میں عقد لازم ہونے والا ہے۔ اور موت ملکیت کے مقابلے میں مالک ہونے کو زیادہ ختم کرنے والی ہے پس اس کو بطور حکم زندہ سمجھا جائے گا۔ یا پھر ادائیگی کے سبب کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے آزادی کو موت سے پہلے کی حالت کی جانب مضاف کیا جائے گا اور مکاتب

کے نائب کی ادائیگی اس کی ذاتی ادائیگی کی طرح ہوگی۔اوران میں سے ہرایک چیز ممکن بھی ہے جس طرح خلافیات میں اس مسئلہ کو بیان کردیا گیا ہے۔

اہل شرف کیلئے صدقات کے عدم جواز کا بیان

حضرت بردۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لے کرآئے جس میں تازہ کھجوریں تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں۔انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں پرصدقہ ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے میرے پاس سے اٹھالو(اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے۔

بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جسے جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک جماعت انبیاء مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اقارب جن کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہیں مراد ہیں۔بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تیسرا احتمال راجح ہے اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر سلمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہدیہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی نوش فرمایا۔(چنانچہ بیجوری نے اسکی تصریح کی ہے۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح پر دونوں دن لانا حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آقا بنانے کا امتحان تھا اس لئے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرانے زمانے کے علماء میں سے تھے اڑھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس ان کی عمر ہوئی۔انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات میں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے،پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا(مجازاً خریدا کے لفظ سے تعبیر کردیا ورنہ حقیقت میں انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکاتب بنایا تھا۔مکاتب بنانا اس کو کہتے ہیں کہ آقا غلام سے معاملہ کرلے کہ اتنی مقدار جو آپس میں طے ہو جائے کما کردے دو،پھر تم آزاد ہو)اور بدل کتابت بہت سے درہم قرار پائے۔

اور نیز یہ کہ حضرت سلمان انکے لئے (تین سو) کھجور کے درخت لگائیں اوران درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگرایک درخت نہ پھلا۔تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ درخت حضرت سلمان فارسی کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا۔حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم لگایا ہوا درخت بھی اسی سال پھل لے آیا۔ (شمائل ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 20)

مکاتب کے بیٹے کا بدل کتابت کو ادا کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَتَرَكَ وَلَدًا مَوْلُودًا فِي الْكِتَابَةِ سَعَى فِي كِتَابَةِ أَبِيهِ عَلَى نُجُومِهِ فَإِذَا أَدَّى حَكَمْنَا بِعِتْقِ أَبِيهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَعِتْقِ الْوَلَدِ) لِأَنَّ الْوَلَدَ دَاخِلٌ فِي كِتَابَتِهِ وَكَسْبُهُ كَكَسْبِهِ فَيَخْلُفُهُ فِي الْأَدَاءِ وَصَارَ كَمَا إذَا تَرَكَ وَفَاءً

(وَإِنْ تَرَكَ وَلَدًا مُشْتَرًى فِي الْكِتَابَةِ قِيلَ لَهُ إمَّا أَنْ تُؤَدِّيَ الْكِتَابَةَ حَالَّةً أَوْ تُرَدَّ رَقِيقًا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَأَمَّا عِنْدَهُمَا يُؤَدِّيهِ إلَى أَجَلِهِ اعْتِبَارًا بِالْوَلَدِ الْمَوْلُودِ فِي الْكِتَابَةِ ، وَالْجَامِعُ أَنَّهُ يُكَاتَبُ عَلَيْهِ تَبَعًا لَهُ وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْمَوْلَى إعْتَاقَهُ بِخِلَافِ سَائِرِ أَكْسَابِهِ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلَيْنِ أَنَّ الْأَجَلَ يَثْبُتُ شَرْطًا فِي الْعَقْدِ فَيَثْبُتُ فِي حَقِّ مَنْ دَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ وَالْمُشْتَرَى لَمْ يَدْخُلْ لِأَنَّهُ لَمْ يُضِفْ إلَيْهِ الْعَقْدَ وَلَا يَسْرِي حُكْمُهُ إلَيْهِ لِانْفِصَالِهِ ، بِخِلَافِ الْمَوْلُودِ فِي الْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ وَقْتَ الْكِتَابَةِ فَيَسْرِي الْحُكْمُ إلَيْهِ وَحَيْثُ دَخَلَ فِي حُكْمِهِ سَعَى فِي نُجُومِهِ

(فَإِنْ اشْتَرَى ابْنَهُ ثُمَّ مَاتَ وَتَرَكَ وَفَاءً وَرِثَهُ ابْنُهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا حَكَمَ بِحُرِّيَّتِهِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ يُحْكَمُ بِحُرِّيَّةِ ابْنِهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لِأَبِيهِ فِي الْكِتَابَةِ فَيَكُونُ هَذَا حُرًّا يَرِثُ عَنْ حُرٍّ (وَكَذَلِكَ إنْ كَانَ هُوَ وَابْنُهُ مُكَاتَبَيْنِ كِتَابَةً وَاحِدَةً) لِأَنَّ الْوَلَدَ إنْ كَانَ صَغِيرًا فَهُوَ تَبَعٌ لِأَبِيهِ ، وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا جُعِلَا كَشَخْصٍ وَاحِدٍ ، فَإِذَا حَكَمَ بِحُرِّيَّةِ الْأَبِ يَحْكُمُ بِحُرِّيَّتِهِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَلَى مَا مَرَّ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے کتابت کی ادائیگی کی مقدار کے برابر مال نہیں چھوڑا مگر مکاتبت کی حالت میں اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بقیہ باپ کی مکاتبت کی اقساط کو محنت کر کے ادا کرے گا۔ اور جب وہ ادا کر دے گا تو اس کے باپ کی موت سے پہلے اس کی

آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس لڑکے کی آزادی کا حکم بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لڑکا اپنے باپ کی کتابت میں شامل ہے اور اس کی کمائی باپ کی کمائی کے حکم میں ہے۔ پس بدل کتابت کی ادائیگی میں بیٹا اپنے باپ کا خلیفہ بن جائے گا، اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مکاتب نے بدل کتابت کی مقدار کے برابر مال چھوڑا ہے۔

اور جب مکاتب نے کتابت کی حالت میں کسی بچے کو خریدا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس بچے سے کہا جائے گا کہ تم فوری طور پر بدل کتابت کو ادا کر دو یا پھر غلام بن جاؤ۔

صاحبین کے نزدیک یہ لڑکا بدل کتابت کو ادا کرنے کے وقت پر ہی ادا کرے گا۔ انہوں نے اس مسئلہ کو کتابت پر پیدا ہونے والے بچے پر قیاس کیا ہے۔ اور ان میں جامع علت یہ ہے کہ وہ لڑکا مکاتب پر مکاتب ہے اور وہ اس کے تابع ہے کیونکہ مکاتب کا آقا اس کی آزادی کا مالک ہے بہ خلاف اس کے کہ جب مکاتب کی کوئی دوسری کمائی بھی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مدت عقد میں بطور شرط ثابت ہو چکی ہے پس وہ اسی مدت کے حق میں ثابت ہوگی، جو عقد کے تحت داخل ہوگا۔ جبکہ خریدا گیا بچہ عقد میں شامل ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کی جانب عقد کو مضاف نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا اس کی جانب عقد کا حکم بھی منسوب نہ ہوگا۔ کیونکہ عقد کے وقت وہ مکاتب سے الگ ہے بہ خلاف حالت کتابت میں پیدا ہونے والے بچے کے کیونکہ وہ مکاتب کے ساتھ کتابت کے وقت ملا ہوا ہے۔ پس حکم اس کی جانب اثر انداز ہوگا۔ اور جب وہ حکم عقد میں داخل ہے تو مکاتب کا اس کی اقساط کو ادا کرنے بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

اور جب مکاتب نے اپنے بیٹے کو خریدا اور اس کے بعد بدل کتابت کی مقدار کے برابر اس نے مال چھوڑا اور وہ فوت گیا ہے تو اس کا وارث ہوگا۔ کیونکہ جب مکاتب کی آخری زندگی میں اس کی آزادی کا فیصلہ کیا گیا ہے تو اس کے بیٹے کی آزادی کا فیصلہ بھی اس وقت سے کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ لڑکا کتابت میں اپنے باپ کے تابع ہے۔ پس یہ بھی آزاد ہوگا۔ اور آزاد باپ کا وارث ہوگا۔ اور یہ حکم اس صورت میں بھی ہوگا۔ اور جب مکاتب اور اس کا بیٹا ایک ہی عقد میں مکاتب بنائے گئے ہیں۔ اس لئے کہ لڑکا چھوٹا ہے اور وہ اپنے باپ کے تابع ہوگا۔ اور جب وہ لڑکا بڑا ہے تو اب باپ اور بیٹا دونوں ایک ہی بندے کے حکم میں ہوں گے۔ پس جب باپ کی زندگی کے آخری لمحات میں اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا تو اس کیفیت میں بیٹے کی آزادی کا فیصلہ بھی کر دیا جائے گا جس طرح اس کا بیان پہلے گزر گیا ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا حصہ کسی غلام میں آزاد کر دیا تو اس پر اس کا آزاد کرانا اپنے مال سے واجب ہے اگر اس کے پاس مال ہو ورنہ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس غلام سے محنت کرائی جائے گی لیکن اس کو مشقت میں نہ ڈالا جائے حجاج بن حجاج ابان اور موسیٰ بن خلف نے قتادہ سے روایت کی ہے اور اس کو شعبہ نے مختصر اطور پر بیان کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2379)

فوت ہونے والے مکاتب کا آزاد عورت سے بیٹا ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ وَلَدٌ مِنْ حُرَّةٍ وَتَرَكَ دَيْنًا وَفَاءً بِمُكَاتَبَتِهِ فَجَنَى الْوَلَدُ فَقُضِيَ بِهِ عَلَى عَاقِلَةِ الْأُمِّ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ قَضَاءً بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ) لِأَنَّ هَذَا الْقَضَاءَ يُقَرِّرُ حُكْمَ الْكِتَابَةِ ، لِأَنَّ مِنْ قَضِيَّتِهَا إلْحَاقُ الْوَلَدِ بِمَوَالِي الْأُمِّ وَإِيجَابُ الْعَقْلِ عَلَيْهِمْ ، لَكِنْ عَلَى وَجْهٍ يَحْتَمِلُ أَنْ يُعْتَقَ فَيَنْجَرَّ الْوَلَاءُ إلَى مَوَالِي الْأَبِ ، وَالْقَضَاءُ بِمَا يُقَرِّرُ حُكْمَهُ لَا يَكُونُ تَعْجِيزًا (وَإِنْ اخْتَصَمَ مَوَالِي الْأُمِّ وَمَوَالِي الْأَبِ فِي وَلَائِهِ فَقَضَى بِهِ لِمَوَالِي الْأُمِّ فَهُوَ قَضَاءٌ بِالْعَجْزِ) لِأَنَّ هَذَا اخْتِلَافٌ فِي الْوَلَاءِ مَقْصُودًا ، وَذَلِكَ يَبْتَنِي عَلَى بَقَاءِ الْكِتَابَةِ وَانْتِقَاضِهَا ، فَإِنَّهَا إذَا فُسِخَتْ مَاتَ عَبْدًا وَاسْتَقَرَّ الْوَلَاءُ عَلَى مَوَالِي الْأُمِّ ، وَإِذَا بَقِيَتْ وَاتَّصَلَ بِهَا الْأَدَاءُ مَاتَ حُرًّا وَانْتَقَلَ الْوَلَاءُ إلَى مَوَالِي الْأَبِ ، وَهَذَا فَصْلٌ مُجْتَهَدٌ فِيهِ فَيَنْفُذُ مَا يُلَاقِيهِ مِنْ الْقَضَاءِ فَلِهَذَا كَانَ تَعْجِيزًا .

ترجمہ

اور جب مکاتب فوت ہو گیا ہے اور اس کا ایک بیٹا آزاد عورت سے ہے اور مکاتب نے اتنا قرض ترکہ میں چھوڑا ہے جو اس کے بدل کتابت کیلئے کافی ہے اور اس کے بعد لڑکے نے جنایت کر ڈالی اور اس کی ماں کی عاقلہ پر ارش کا فیصلہ ہوا تو یہ فیصلہ مکاتب کے عجز کے سبب سے نہ ہوگا۔ اور ان پر دیت لازم کی جائے گی۔ مگر یہ اس سبب سے ہے کہ مکاتب میں آزاد ہونے کا احتمال بھی موجود ہے۔ اور مکاتب لڑکے کی ولاء اس کے باپ کے موالی کی جانب جانے والی ہے۔ اور جس چیز مکاتبت کا فیصلہ پختہ ہونا تھا اس فیصلہ میں کوئی عجز نہ ہوگا۔

اور جب لڑکے کی ولاء کے بارے میں والدین میں اختلاف ہو جائے اور ماں کے موالی کے بارے میں فیصلہ کر دیا جائے تو یہ قضاء بہ عجز ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ اختلاف بہ قصد ولاء میں سے ہے اور ولاء کے باقی رہنے کا دار و مدار کتابت کے باقی رہنے یا فسخ ہونے پر ہے۔ لہذا جب کتابت فسخ ہو گئی ہے تو وہ لڑکا غلام ہو کر فوت ہونے والا ہوگا۔ اور ولاء ماں کے موالی کیلئے باقی رہے گی اور جب کتابت باقی ہے تو اس کیلئے بدل کی ادائیگی مل ہوئی ہے تو وہ لڑکا آزاد ہو کر فوت ہونے والا ہوگا اور ولاء باپ کے موالی کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ اور یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے پس اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہے وہ نافذ ہونے والا ہوگا پس یہ عجز والی قضاء میں نہ سمجھا جائے گا۔

ولد باندی کی دیت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن کہتے تھے کہ غلام یا لونڈی کی قیمت جو پیٹ کے بچے کی دیت میں دی جائے پچاس دینار ہونے چاہئے یا چھ سو درہم اور عورت مسلمان آزاد کی دیت پانچ سو دینار ہیں یا چھ ہزار درہم۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آزاد عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی دیت عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور وہ پچاس دینار ہے یا چھ سو درہم اور یہ دیت پیٹ کے بچے میں اس وقت لازم آتی ہے جب کہ وہ پیٹ سے نکل پڑے مردہ: کہ میں نے کسی کو اس میں اختلاف کرتے نہیں سنا اگر پیٹ سے زندہ نکل کر مر جائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جنین یعنی پیٹ کے بچے کی زندگی اس کے رونے سے معلوم ہوگی اگر رو کر مر جائے تو پوری دیت لازم آئے گی اور لونڈی کے جنین میں اس لونڈی کی قیمت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک عورت حاملہ نے کسی مرد یا عورت کو مار ڈالا تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا جب تک وضع حمل نہ ہو اگر عورت حاملہ کو کسی نے مار ڈالا عمداً یا خطاءً تو اس کے جنین کی دیت واجب نہ ہوگی بلکہ اگر عمداً مارا ہے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر خطاءً مارا ہے تو قاتل کے عاقلہ پر عورت کی دیت واجب ہوگی۔ سوال ہوا مالک سے اگر کسی نے یہودیہ نصرانیہ کے جنین کو مار ڈالا تو جواب دیا کہ اس کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1425)

مکاتب کا آقا کو صدقہ زکوٰۃ کا مال دینے کا بیان

قَالَ (وَمَا أَدَّى الْمُكَاتَبُ مِنْ الصَّدَقَاتِ إلَى مَوْلَاهُ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ طَيِّبٌ لِلْمَوْلَى لِتَبَدُّلِ الْمِلْكِ) فَإِنَّ الْعَبْدَ يَتَمَلَّكُهُ صَدَقَةً وَالْمَوْلَى عِوَضًا عَنْ الْعِتْقِ ، وَإِلَيْهِ وَقَعَتْ الْإِشَارَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي حَدِيثِ بَرِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا (هِيَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ) وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا أَبَاحَ لِلْغَنِيِّ وَالْهَاشِمِيِّ ، لِأَنَّ الْمُبَاحَ لَهُ يَتَنَاوَلُهُ عَلَى مِلْكِ الْمُبِيحِ ، وَنَظِيرُهُ الْمُشْتَرِي شِرَاءً فَاسِدًا إذَا أَبَاحَ لِغَيْرِهِ لَا يَطِيبُ لَهُ وَلَوْ مَلَّكَهُ يَطِيبُ ، وَلَوْ عَجَزَ قَبْلَ الْأَدَاءِ إلَى الْمَوْلَى فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ ، وَهَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ ظَاهِرٌ لِأَنَّ بِالْعَجْزِ يَتَبَدَّلُ الْمِلْكُ عِنْدَهُ ، وَكَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ ، وَإِنْ كَانَ بِالْعَجْزِ يَتَقَرَّرُ مِلْكُ الْمَوْلَى عِنْدَهُ لِأَنَّهُ لَا خُبْثَ فِي نَفْسِ الصَّدَقَةِ ، وَإِنَّمَا الْخُبْثُ فِي فِعْلِ الْآخِذِ لِكَوْنِهِ إذْلَالًا بِهِ.

وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ لِلْغَنِيِّ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ وَلِلْهَاشِمِيِّ لِزِيَادَةِ حُرْمَتِهِ وَالْآخِذُ لَمْ يُوجَدْ مِنْ

الْمَوْلَى فَصَارَ كَابْنِ السَّبِيلِ إِذَا وَصَلَ إِلَى وَطَنِهِ وَالْفَقِيرِ إِذَا اسْتَغْنَى وَقَدْ بَقِيَ فِي أَيْدِيهِمَا مَا أَخَذَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَإِنَّهُ يَطِيبُ لَهُمَا ، وَعَلَى هَذَا إِذَا أُعْتِقَ الْمُكَاتَبُ وَاسْتَغْنَى يَطِيبُ لَهُ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّدَقَةِ فِي يَدِهِ .

ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنے آقا کو صدقہ زکوۃ کا مال دیا ہے اور وہ مال اس کے آقا کیلئے اس غلام کے عاجز ہونے کے بعد بھی حلال ہوگا۔ اسلئے کہ ملکیت بدلنے والی ہے پس غلام اس کو صدقہ کی حالت میں لینے والا ہے اور آقا آزادی کا بدلہ سمجھ کر لینے والا ہے اور اسی تبدیلی ملکیت کے بارے میں حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا میں اشارہ موجود ہے کہ وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کیلئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اور یہ اس صورت کے خلاف ہوگا کہ جب فقیر نے کسی غنی یا ہاشمی کیلئے مباح قرار دیا ہے۔ کیونکہ جس کیلئے مباح کیا ہے وہ اس اباحت والے کو ملکیت پر لینے والا ہوگا اور ملکیت اس طرح تبدیل نہ ہوگی کیونکہ یہ چیز ان کیلئے حلال نہیں ہے ہاں البتہ جب مشتری نے اس کو مالک بنادیا ہے تو وہ مباح ہوجائے گی۔

اور جب مکاتب آقا کو وہ مال دینے سے پہلے ہی عاجز آگیا ہے تب بھی حکم یہی ہے۔ اور یہ حکم امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک عجز کے سبب سے ملکیت میں تبدیلی آجاتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کا یہی حکم ہے کیونکہ صدقہ لینا اپنے آپ کو عاجز کرنے والی بات ہے پس مالدار کیلئے بغیر کسی ضرورت کے صدقہ لینا جائز نہ ہوگا اور ہاشمی کیلئے زیادہ عزت واحترام والا ہونے کے سبب سے صدقہ لینا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ آقا کی جانب سے لینا نہیں پایا جارہا ہے۔ لہذا یہ اسی طرح ہوجائے گا جس کوئی مسافر جب اپنے وطن میں پہنچ جائے اور فقیر اس سے بے پراوہ ہوجائے اور وصول کردہ مال جو صدقے کا ہے وہ بھی ان کے پاس موجود ہے وہ مال ان کیلئے حلال ہوگا اور مکاتب بھی اس حکم کے مطابق ہے کہ جب اس کو آزاد کردیا گیا ہے اور وہ مالدار بن گیا ہے تو اب جو اس کے پاس صدقے کا مال ہے وہ اس کیلئے حلال رہے گا۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ کے ذکر کردہ اس مسئلہ کی اصل حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا ہے جس کو ہم آئندہ کتاب ولاء میں مکمل تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

حضرت نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے، "غلام کو اس کی اجازت تو نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی چیز دے یا مالک کا غلام آزاد کرے یا اس میں سے صدقہ کرے۔ لیکن اسے دستور کے مطابق اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے خوراک اور کپڑا لینے کا حق حاصل ہے۔"

غلاموں کے ان حقوق کا تقدس اس درجے کا تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حقوق فراہم نہ کرنے والے مالک پر غلام کے جرم کی سزا نافذ کی۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، أَنَّ رَقِيقاً لِحَاطِبٍ سَرَقُوا نَاقَةً لِرَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ، فَانْتَحَرُوهَا فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَمَرَ عُمَرُ كَثِيرَ بْنَ الصَّلْتِ أَنْ يَقْطَعَ أَيْدِيَهُمْ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ : أَرَاكَ تُجِيعُهُمْ. ثُمَّ قَالَ عُمَرُ : وَاللَّهِ لَأُغَرِّمَنَّكَ غُرْماً يَشُقُّ عَلَيْكَ. ثُمَّ قَالَ : لِلْمُزَنِيِّ كَمْ ثَمَنُ نَاقَتِكَ ؟ فَقَالَ الْمُزَنِيُّ : قَدْ كُنْتُ وَاللَّهِ أَمْنَعُهَا مِنْ أَرْبَعِ مِئَةِ دِرْهَمٍ. فَقَالَ عُمَرُ : أَعْطِهِ ثَمَانَ مِئَةِ دِرْهَمٍ . (موطاء مالك، كتاب الاقضية، حديث (2178)

حضرت عبدالرحمن بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ (ان کے والد) حاطب کے ایک غلام نے بنومزینہ کے کسی شخص کی اونٹنی چرا کر اسے ذبح کر (کے کھا گیا۔) یہ معاملہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کی عدالت میں) لایا گیا۔ (پہلے) سیدنا عمر نے کثیر بن صلت کو اس غلام کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لیکن پھر (آقا سے) ارشاد فرمایا، "مجھے لگتا ہے تم انہیں بھوکا رکھتے ہو۔" پھر فرمایا، "اللہ کی قسم! میں تم پر ایسا جرمانہ عائد کروں گا جو تمہیں ناگوار گزرے گا۔" اس کے بعد بنومزینہ کے اس مدعی سے پوچھا، "تمہاری اونٹنی کی قیمت کیا ہے؟" اس نے کہا، "واللہ میں نے تو اس کے چار سو درہم قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آقا سے فرمایا، "اسے آٹھ سو درہم ادا کر دو۔

آقا کے علم میں غلام کی جنایت کے نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ فَكَاتَبَهُ مَوْلَاهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْجِنَايَةِ ثُمَّ عَجَزَ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ أَوْ يَفْدِي) لِأَنَّ هَذَا مُوجَبُ جِنَايَةِ الْعَبْدِ فِي الْأَصْلِ وَلَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِالْجِنَايَةِ عِنْدَ الْكِتَابَةِ حَتَّى يَصِيرَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ إلَّا أَنَّ الْكِتَابَةَ مَانِعَةٌ مِنْ الدَّفْعِ ، فَإِذَا زَالَ عَادَ الْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ (وَكَذَلِكَ إذَا جَنَى الْمُكَاتَبُ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ حَتَّى عَجَزَ) لِمَا بَيَّنَّا مِنْ زَوَالِ الْمَانِعِ (وَإِنْ قَضَى بِهِ عَلَيْهِ فِي كِتَابَتِهِ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ دَيْنٌ يُبَاعُ فِيهِ) لِانْتِقَالِ الْحَقِّ مِنْ الرَّقَبَةِ إلَى قِيمَتِهِ بِالْقَضَاءِ ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ ، وَقَدْ رَجَعَ أَبُو يُوسُفَ إلَيْهِ ، وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا يُبَاعُ فِيهِ وَإِنْ عَجَزَ قَبْلَ الْقَضَاءِ ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنْ الدَّفْعِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ قَائِمٌ وَقْتَ الْجِنَايَةِ ، فَكَمَا وَقَعَتْ انْعَقَدَتْ مُوجِبَةً لِلْقِيمَةِ كَمَا فِي جِنَايَةِ الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ .

وَلَنَا أَنَّ الْمَانِعَ قَابِلٌ لِلزَّوَالِ لِلتَّرَدُّدِ وَلَمْ يَثْبُتْ الِانْتِقَالُ فِي الْحَالِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَضَاءِ أَوْ الرِّضَا وَصَارَ كَالْعَبْدِ الْمَبِيعِ إذَا أَبَقَ قَبْلَ الْقَبْضِ يَتَوَقَّفُ الْفَسْخُ عَلَى الْقَضَاءِ لِتَرَدُّدِهِ وَاحْتِمَالِ عَوْدِهِ ، كَذَا هَذَا ، بِخِلَافِ التَّدْبِيرِ وَالِاسْتِيلَادِ لِأَنَّهُمَا لَا يَقْبَلَانِ الزَّوَالَ بِحَالٍ .

ترجمہ

اور جب غلام نے کوئی جنایت کی ہے لیکن آقا کو اس کی جنایت کا پتہ بھی نہیں ہے اور اس نے غلام سے کتابت کا عقد کرڈالا ہے اور اس کے بعد مکاتب اس سے عاجز آگیا ہے تو اس غلام کو جنایت کے اولیاء کے سپرد کردیا جائے گا۔ یا پھر اس کو فدیہ میں دے دیا جائے گا۔ کیونکہ غلام کی جنایت میں قانون کا تقاضہ یہی ہے۔ اور وقت جنایت سے آقا کو علم نہ ہونے کا فائدہ بھی یہی ہے کہ آقا کو فدیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا مگر کتابت غلام کو دور کرنے سے مانع ہوگی۔ لیکن اس کے بارے میں موجب جنایت کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ عاجز آنے والا ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ کہ مانع ختم ہوگیا ہے۔

اور جب مکاتب پر کتابت کی حالت میں جنایت کو واجب کرنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ عاجز آگیا ہے تو جو ادا کیا گیا ہے وہی اس کے ذمہ پر بطور قرض ہوگا اور اس قرض میں اس کو بیچ دیا جائے گا کیونکہ فیصلہ کے سبب سے اس کے آقا کا حق رقبہ سے قیمت کی جانب منتقل ہوگیا ہے اور طرفین کا قول اسی طرح ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے بھی اسی جانب رجوع کیا ہے

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اس سے پہلے اس موقف پر قائم تھے کہ اس مکاتب کو جو اس پر قرض دیا گیا ہے اس میں بیچ دیا جائے گا خواہ وہ قضاء سے پہ قبل عاجز آنے والا ہے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے، کیونکہ غلامیت سے دور کرنے والی جو چیز روکنے والی تھی یعنی مکاتبت تو وہ بوقت جنایت موجود ہے، پس جنایت اپنے وقت وجود سے ہی قیمت کو واجب کرنے پر واقع ہونے والی ہے۔ جس طرح مدبر اور ام ولد کی جنایت کا حکم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مانع کے ختم ہوجانے کا امکان ہے اس لئے کہ مکاتب کی حالت شک والی ہے اور اسی حالت میں حالت اصلی سے منتقل ہونا یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ پس یہ حکم یا تو قاضی کی قضاء یا مکاتب کی رضامندی پر موقوف ہوجائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہوجائے گا کہ جب مبیع غلام قبضہ سے پہلے بھاگ کھڑا ہوا ہے تو بیع کو ختم کرنے کا حکم قاضی کی قضاء پر موقوف ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس کی حالت شک والی ہے اور اس کی واپسی کا احتمال بھی موجود ہے اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی ہے جو مدبر اور ام ولد کے خلاف ہے کیونکہ وہ دونوں کسی حالت میں بھی منتقل ہونے کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

زوال مانع کا سبب عود ممنوع کا قاعدہ فقہیہ

اذا زال المانع عاد الممنوع ۔الاشباہ)

جب مانع زائل ہوجائے تو ممنوع واپس لوٹ آتا ہے۔

اس قاعدہ کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کا مانع زائل ہوجائے یعنی جس کی وجہ سے وہ حکم ممنوع لگایا گیا تھا وہ وجہ ختم ہوجائے تو اس وجہ کے ختم ہوتے ہی ممنوع واپس لوٹ آئے گا۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی وقوعہ کا آنکھوں بھرا مشاہدہ کیا اس کے بعد اس واقعہ کو عدالت میں پیش کیا گیا اور جب اس مشاہدہ کرنے والے گواہ کو عدالت نے طلب کیا تو وہ اس وقت نابینا ہو چکا تھا، اس پر عدالت نے اس کی گواہی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ نابینا شخص کی گواہی قابل قبول نہیں۔اور اس کا نابینا ہونا ہی فیصلے اور شہادت کے اندر مانع مخل پیدا ہوگیا۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ نابینا تندرست ہوگیا اور اسکی نظر ٹھیک ہوگئی تو عدالت اسکی شہادت کو قبول کرے گی اور اسکی گواہی اسی طرح کارگر ثابت ہوگی جس طرح گواہوں کی گواہی کا حکم ہوتا ہے۔لہذا اسکی اہلیت شہادت کا حکم جس نابینا پن ہونے کی وجہ سے مانع تھا اس مانع کے ختم ہوتے ہی حکم ممنوع واپس لوٹ آئے گا اور وہ نابینا شخص گواہی کے قابل سمجھا جائے گا۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اناج کو خریدے تو وہ اس اناج کو وزن کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔ (صحیح مسلم ج ۲،ص ۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مبیع پر قبضہ سے پہلے اور حتی کہ اسکی مقدار یا اس کا وزن کرنے پہلے اسکی بیع سے منع کردیا گیا اور اس کا مانع عدم قبضہ ہے اور جیسے ہی اس کا مانع ختم ہوگا ویسے ہی مشتری کی دوسرے کے ہاں بیع کی اباحت کا حکم لوٹ آئے گا کیونکہ اصل تو اباحت تھی۔

آقا کی موت کے سبب عقد کتابت کے فسخ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى الْمُكَاتِبُ لَمْ تَنْفَسِخْ الْكِتَابَةُ) كَيْ لَا يُؤَدِّي إلَى إبْطَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ ، إذْ الْكِتَابَةُ سَبَبُ الْحُرِّيَّةِ وَسَبَبُ حَقِّ الْمَرْءِ حَقُّهُ (وَقِيلَ لَهُ أَدِّ الْمَالَ إلَى وَرَثَةِ الْمَوْلَى عَلَى نُجُومِهِ) لِأَنَّهُ اسْتِحْقَاقُ الْحُرِّيَّةِ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَالسَّبَبُ انْعَقَدَ كَذَلِكَ فَيَبْقَى بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَلَا يَتَغَيَّرُ ، إلَّا أَنَّ الْوَرَثَةَ يَخْلُفُونَهُ فِي الِاسْتِيفَاءِ (فَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ لَمْ يَنْفُذْ عِتْقُهُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُكَاتِبَ لَا يَمْلِكُ بِسَائِرِ أَسْبَابِ الْمِلْكِ فَكَذَا بِسَبَبِ الْوِرَاثَةِ .

وَإِنْ أَعْتَقُوهُ جَمِيعًا عَتَقَ وَسَقَطَ عَنْهُ بَدَلُ الْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ يَصِيرُ إبْرَاءً عَنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ فَإِنَّهُ حَقُّهُمْ وَقَدْ جَرَى فِيهِ الْإِرْثُ ، وَإِذَا بَرِئَ الْمُكَاتَبُ عَنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ يُعْتَقُ كَمَا إذَا أَبْرَأَهُ

الْمَوْلَى ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَعْتَقَهُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ لَا يَصِيرُ إِبْرَاءً عَنْ نَصِيبِهِ ، لِأَنَّا نَجْعَلُهُ إِبْرَاءً اقْتِضَاءً تَصْحِيحًا لِعِتْقِهِ . وَالْعِتْقُ لَا يَثْبُتُ بِإِبْرَاءِ الْبَعْضِ أَوْ أَدَائِهِ فِي الْمُكَاتَبِ لَا فِي بَعْضِهِ وَلَا فِي كُلِّهِ ، وَلَا وَجْهَ إِلَى إِبْرَاءِ الْكُلِّ لِحَقِّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب کسی مکاتب کا آقا فوت ہو جائے تو اس کی موت کے سبب کتابت کا عقد فسخ نہ ہوگا۔ تا کہ اس سے مکاتب کے حق کو باطل کرنا لازم نہ آئے کیونکہ کتابت آزادی کا سبب ہے اور انسان کے حق کے سبب سے اس کا حق بن جاتا ہے اور مکاتب سے کہا جائے گا۔ کہ اقساط کے مطابق آقا کے ورثاء کو بدل کتابت ادا کرو کیونکہ مکاتب اسی سبب سے آزادی کا حقدار بنا ہے۔ اور آزادی کا سبب بھی اسی طرح منعقد ہوا ہے۔ پس اسی صفت کے ساتھ عقد باقی رہے گا۔ اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ہاں البتہ بدل وصول کرنے میں ورثاء اس کے خلیفہ ہوں گے۔ اور جب کسی وارث نے اس کو آزاد کر دیا تو اس کی آزادی نافذ نہ ہوگی۔ کیونکہ آزاد کرنے والا اس کا مالک نہیں ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مکاتب ملکیت کے اسباب میں سے غلام نہیں ہوتا پس وراثت کے اسباب میں سے بھی وہ غلام نہ ہوگا۔ لیکن جب سارے ورثاء مل کر اس کو آزاد کریں تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ بطور استحسان ہوگا۔ اور اس سے کتابت کا بدل بھی ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ آزادی یہ بدل کتابت سے بری کرنے والی ہے۔ کیونکہ بدل انہی کا حق ہے اور وارثت اسی میں جاری ہوئی ہے۔ پس مکاتب بدل کتابت سے بری ہو جائے گا اور وہ آزاد ہو جائے گا۔

جس طرح آقا کے بری کرنے کے سبب وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن جب ایک وارث نے اس کو آزاد کیا ہے تو اب یہ اس کے حصہ سے بری نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم اس کی آزادی کو درست قرار دیتے ہوئے آزادی کو برأت کہتے ہیں۔ حالانکہ بعض بدل سے بری ہونے سے آزادی ثابت نہ ہوگی اور نہ کچھ بدل کی ادائیگی کے سبب سے کچھ مکاتبت یا سارے مکاتب میں آزادی ثابت ہوگی۔ کیونکہ ایک کی آزادی کے سبب کل یا سارنے سے برأت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس میں دوسرے وارثوں کا حق بھی باقی ہے۔ اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ مولیٰ اگر اپنے مرنے کے بعد اپنے غلام کا ایک حصہ جیسے ثلث یا ربع یا نصف آزاد کر جائے تو بعد مولیٰ کے مرجانے کے اسی قدر حصہ جتنا مولیٰ نے آزاد کیا تھا آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس حصے کی آزادی بعد مولیٰ کے مرجانے کے لازم ہوئی اور جب تک مولیٰ زندہ تھا اس کو اختیار تھا جب مرگیا تو موافق اس کی وصیت کے اسی قدر حصہ آزاد ہوگا اور باقی غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ غیر کی ملک ہوگا تو باقی غلام غیر کی طرف سے کیونکر آزاد ہوگا نہ اس نے آزادی شروع کی اور نہ ثابت کی اور نہ اس کے واسطے ولاء ہے بلکہ یہ میت کا فعل ہے اسی نے آزاد کیا اور اسی نے

اپنے لیے ولاء ثابت کی تو غیر کے مالک میں کیونکر درست ہوگا البتہ اگر یہ وصیت کر جائے کہ باقی غلام بھی اس کے مال میں سے آزاد کر دیا جائے گا اور ثلث مال میں سے وہ غلام آزاد ہوسکتا ہو تو آزاد ہو جائے گا پھر اس کے شریکوں یا وارثوں کو تعرض نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا کچھ ضرر نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیماری میں تہائی غلام آزاد کر دیا تو وہ ثلث مال میں سے پورا آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ مثل اس شخص کے نہیں ہے جو اپنی تہائی غلام کی آزادی اپنی موت پر معلق کر دے اس واسطے کہ اس کی آزادی قطعی نہیں جب تک زندہ ہے رجوع کر سکتا ہے اور جس نے اپنے مرض میں تہائی غلام قطعاً آزاد کر دیا اگر وہ زندہ رہ گیا تو کل غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ میت کا تہائی مال میں وصیت درست ہے جیسے صحیح سالم کا تصرف کل مالک میں درست ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنا غلام قطعی طور پر آزاد کر دیا یہاں تک کہ اس کی شہادت ہوگئی اور اس کی حرمت پوری ہوگئی اور اس کی میراث ثابت ہوگئی اب اس کے مولیٰ کو نہیں پہنچتا کہ اس پر کسی مال یا خدمت کی شرط لگا دے یا اس پر کچھ غلامی کا بوجھ ڈالے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ غلام میں سے آزاد کر دے تو اس کی قیمت لگا کر ہر ایک شریک کو موافق حصہ کر آزاد کرے اور غلام اس کے اوپر آزاد ہو جائے گا پس جس صورت میں وہ غلام خاص اسی کی ملک ہے تو زیادہ تر اس کی آزادی پوری کرنے کا حقدار ہوگا اور غلامی کا بوجھ اس پر نہ رکھ سکے گا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1150)

کتاب الولاء

﴿یہ کتاب ولاء کے بیان میں ہے﴾

کتاب ولاء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب ولاء کو کتاب مکاتبت کے بعد بیان کرنے کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ اس سے ملکیت رقبہ کے زائل ہونے کا اثر موجود ہے۔ لہذا اس کی ترتیب کو ابواب کی مطابقت کے ساتھ بیان کرنا ضروری تھا تو اس اعتبار سے کتاب ولاء کو مؤخر کرنا لازم تھا تا کہ اثر اپنے مؤثر سے مقدم نہ ہو جائے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳،ص ۱۲۲، کتاب ولاء، بیروت)

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و، ل، ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرتا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سر سے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حق ولاء کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن بریرہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کیا کروں گی لہذا آپ میری مدد کیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو یہ پسند ہو کہ میں سب کے سب اوقیے ایک ہی مرتبہ میں انہیں دے دوں اور پھر تجھے آزاد کر دوں تو ایسا کر سکتی ہوں لیکن اس صورت میں حق ولاء مجھے حاصل ہوگا بریرہ یہ سن کر اپنے مالکوں کے پاس گئی اور ان کے سامنے یہ صورت رکھی مگر انہوں نے اسے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ہم صرف اس شرط کے ساتھ تجھے بیچ سکتے ہیں کہ حق ولاء ہمیں حاصل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اسے لیکر آزاد کر دو اس کا حق ولاء تمہیں

ہی حاصل ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے یعنی مشروع نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرطیں ہوں (یعنی جو شرط ناجائز و نامشروع ہے اسے چاہے کوئی سو بار ہی کیوں نہ عائد کرے وہ باطل ہی رہے گی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی)۔

اور خدا ہی کا حکم سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی شرط سب سے زیادہ مضبوط ہے یعنی بیع وشراء کے معاملات میں خدا نے جو احکام دیئے ہیں بہر صورت ان ہی کی تعمیل ضروری ہے اور خدا نے جو شرائط مقرر کی ہیں صرف انہی کا لحاظ ضروری ہے اپنی طرف سے عائد کردہ کوئی شرط بھی قابل عمل نہیں ہوگی جان لو حق ولاء اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو آزاد کرے (بخاری مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 103)

مکاتبت غلام اور اس کے مالک کے درمیان ایک خاص نوعیت کے معاہدہ کا اصطلاحی نام ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا مالک اسے اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ روپیہ کی اتنی مقدار اتنی مدت میں دینی ہوگی غلام اسے قبول ومنظور کر لیتا ہے چنانچہ غلام اگر روپیہ کی وہ مقدار اس متعینہ مدت میں ادا کر لیتا ہے تو اپنے مالک کی غلام سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر وہ مقدار ادا نہیں کر پاتا تو پھر جوں کا توں اس کی غلامی میں رہتا ہے اس معاملہ کو مکاتبت یا کتابت اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔

ولاء آزاد کرنے کے اس حق کو کہتے ہیں جو غلام کے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کر دے اور وہ آزادی ہی کی حالت میں مرجائے اور اپنے پیچھے کچھ مال واسباب چھوڑ جائے تو اس کے عصبہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے تمام مال واسباب کا حق دار وہی ازاد کرنیوالا شخص ہوتا ہے یہی حق ولاء کہلاتا ہے۔

بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کا نام ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آنے سے پہلے ایک یہودی کی ملکیت میں تھی جب انہوں نے اپنے مالکوں سے کتابت کی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ کتابت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے دیا کروں گی اب میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے اتنا دیدیں جو میں بدل کتابت کے طور پر اپنے مالکوں کو دیدوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو پسند ہو تو میں یہ کر سکتی ہوں کہ انہیں یہ نو اوقیہ یک مشت تمہاری قیمت کے طور پر انہیں دیدوں اور تمہیں خرید کر آزاد کر دوں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے بیچنا خریدنا جائز ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تمہاری طرف سے حق ولاء مجھے ہی حاصل ہوگا لیکن جب یہ بات بریرہ کے مالکوں کو پہنچی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بریرہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرنا چاہتے تھے کہ بریرہ کا حق ولاء انکو حاصل ہو چونکہ ان کی یہ شرط کہ بریرہ کو خرید کر آزاد تو کریں عائشہ رضی اللہ عنہا اور حق ولاء پہنچے ان کو بالکل نادانی کی بات تھی اور شرعی طور پر مطلقاً ناجائز اس لئے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حدیث میں مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے۔

حق ولاء کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنا ناجائز ہے

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو بیچنے یا اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم)
یعنی مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا جس کی وجہ سے حق ولاء اس کے لئے ثابت ہو گیا اب اگر وہ یہ چاہے کہ اس حق ولاء کو کسی کے ہاتھ بیچ دے یا کسی کو ہبہ کر دے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کو بیچا یا ہبہ کیا جا سکے اس بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے۔

یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔

ولاء کی فقہی اقسام کا بیان

قَالَ (الْوَلَاءُ نَوْعَانِ) يَتَنَوَّعُ الْوَلَاءُ بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ إِلَى نَوْعَيْنِ : فَالْأَوَّلُ (وَلَاءُ عَتَاقَةٍ وَيُسَمَّى وَلَاءَ نِعْمَةٍ) اقْتِفَاءً بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) أَيْ بِالْإِعْتَاقِ وَهُوَ زَيْدٌ .

وَسَبَبُهُ الْعِتْقُ عَلَى مِلْكِهِ فِي الصَّحِيحِ ، حَتَّى لَوْ عَتَقَ قَرِيبُهُ عَلَيْهِ بِالْوِرَاثَةِ كَانَ الْوَلَاءُ لَهُ .وَوَلَاءُ مُوَالَاةٍ ، وَسَبَبُهُ الْعَقْدُ وَلِهَذَا يُقَالُ وَلَاءُ الْعَتَاقَةِ وَوَلَاءُ الْمُوَالَاةِ ، وَالْحُكْمُ يُضَافُ إِلَى سَبَبِهِ ، وَالْمَعْنَى فِيهِمَا التَّنَاصُرُ ، وَكَانَتْ الْعَرَبُ تَتَنَاصَرُ بِأَشْيَاءَ ، وَقَرَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَاصُرَهُمْ بِالْوَلَاءِ بِنَوْعَيْهِ فَقَالَ : (إِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَحَلِيفُهُمْ مِنْهُمْ) وَالْمُرَادُ بِالْحَلِيفِ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يُؤَكِّدُونَ الْمُوَالَاةَ بِالْحِلْفِ .

ترجمہ

فرمایا اور ولاء کی دو اقسام ہیں۔(۱) عتاقہ کی ولاء جس کو ولاء نعمت بھی کہتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ آقا کی ملکیت پر آزادی واقع ہو یہاں تک کہ جب کسی بندے پر وراثت کے سبب سے اس کا قریبی رشتے دار آزاد ہو تو اسی آزاد کرنے والے آدمی کو ولاء مل جائے گی۔

(۲) ولاء کی دوسری قسم موالات ہے۔اوراس کا سبب بھی عقد موالات ہے۔اوراسلئے وجہ سے ان کو ولاء عتاقہ اور ولاء موالاۃ کہا جاتا ہے۔اور حکم کو اس کے سبب کی جانب مضاف کیا جاتا ہے۔اوران دونوں اقسام کی آپس میں مدد بھی مقصود ہوا کرتی ہے۔ لہذا اہل عرب آپس میں کئی طرق سے مدد کرتے تھے۔تو نبی کریم ﷺ نے ولاء کو انہی دو اقسام پر برقرار رکھا ہے۔اوراس طرح فرمایا ہے کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی میں سے ہوگا۔اوران کا حلیف بھی انہی میں سے ہوتا ہے جبکہ یہاں حلیف سے مراد مولی الموالات ہے۔کیونکہ اہل عرب قسم کے ذریعے موالات کو پختہ کرنے والے ہیں۔

ناحق ولاء قائم کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرف سے علاوہ قرآن اوران باتوں کے جو اس صحیفہ میں ہیں، اور کچھ نہیں لکھا ہے! حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے اس صحیفہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی لکھا ہے کہ مدینہ عیر اور ثور کے درمیان حرام ہے،لہٰذا جو شخص مدینہ میں بدعت پیدا کرے یعنی ایسی بات کہے یا رائج کرے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر خدا کی ،فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے،اس شخص کے نہ (کامل طور) فرض (اعمال) قبول کیے جاتے ہیں نہ نفل! مسلمانوں کے عہد ایک ہے،جس کے لئے ان کا ادنی شخص بھی کوشش کرسکتا ہے لہٰذا جو شخص کسی مسلمان کے عہد کو توڑے اس پر اللہ کی،فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے،نہ تو اس کے فرض قبول کیے جاتے ہیں اور نہ نفل! جو شخص اپنے ساتھوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے موالات (دوستی) قائم کرے اس پر اللہ کی،فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے،نہ تو اس کے فرض قبول کئے جاتے ہیں اور نہ نفل۔

(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1278)

بخاری اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "جو شخص اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کا دعویٰ کرے (یعنی یوں کہے کہ میں زید کا بیٹا ہوں جب کہ حقیقت میں وہ بکر کا بیٹا ہو) یا اپنے مالک کی بجائے کسی دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے (مثلاً یوں کہے کہ میں زید کا غلام یا خدمت گار ہوں جب کہ حقیقت میں وہ بکر کا غلام یا خدمت گار ہو) تو اس پر اللہ کی،فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے نہ تو اس کے فرض قبول کیے جاتے ہیں اور نہ نفل۔

کچھ لوگوں نے آپس میں کہا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کے علاوہ کوئی اور کتاب بطور خاص عنایت کی ہے،جس کا علم اور کسی کو نہیں ہے،جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو اس کی تردید کی اور فرمایا کہ میں نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے صرف قرآن کریم لکھا ہے یا پھر چند احکام پر مشتمل وہ احادیث لکھی ہیں جو اس صحیفہ میں ہیں،ان کے علاوہ نہ تو میں نے کوئی اور کتاب لکھی ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے علاوہ مجھے اور کوئی کتاب دی ہے،چنانچہ اس "صحیفہ" سے مراد وہ لکھا ہوا ورق تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیات کے احکام اور چند دوسرے احکام تحریر کرائے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا۔

اس صحیفہ یا ورق میں دیات کے احکام کے علاوہ اور جو احکام لکھے ہوئے تھے ان میں مدینہ کے بارہ میں بھی یہی حکم تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث میں بیان کیا۔ لہٰذا مدینہ عیر اور ثور کے درمیان حرام ہے، کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ اور اس کے گرداگرد زمین کا وہ حصہ جو عیر اور ثور کے درمیان ہے بزرگ قدر اور باعظمت ہے! اس میں ایسی چیزوں کا ارتکاب ممنوع ہے، جو اس مقدس شہر اور اس کی باعظمت زمین کی توہین وحقارت کا سبب ہوں، لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک حرام سے مراد "حرم" ہے یعنی مدینہ، حرم مکہ کی مانند ہے کہ جو چیزیں مثلاً شکار وغیرہ حرم مکہ میں حرام ہیں وہ مدینہ میں بھی حرام ہیں، اس طرح ان کے ہاں حرم مدینہ کی حدود عیر اور ثور نامی پہاڑ ہیں جو مدینہ مطہرہ کے دونوں طرف واقع ہیں۔

لایقبل منه صرف ولاعدل، میں لفظ صرف کے معنی "فرض" بھی مراد لئے جاسکتے ہیں اور "نفل" بھی نیز "توبہ" اور "شفاعت" بھی اس لفظ کے معنی ہوسکتے ہیں، اس طرح لفظ عدل کے معنی نفل بھی مراد لئے جاسکتے ہیں اور فرض بھی۔ نیز فدیہ اور بعض حضرات کے قول کے مطابق شفاعت، یا توبہ، بھی اس لفظ کے معنیٰ ہوسکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس صحیفہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھوایا ہوا دوسرا حکم یہ بیان کیا کہ مسلمانوں کا امان ایک شئے واحد کی مانند ہے کہ اس کا تعلق ملت کے ہر فرد سے ہوسکتا ہے خواہ وہ برتر ہو یا کمتر، مثلاً جس طرح کسی اعلیٰ حیثیت کے مسلمان کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو عہد امان دے اسی طرح کسی ادنیٰ ترین مسلمان کو بھی عہد امان دینے کا اختیار حاصل ہے اور اس کے عہد امان کا لحاظ کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، گویا اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی بھی شخص خواہ وہ کتنا ہی حقیر وکمتر ہو (جیسے غلام وغیرہ) کسی غیر مسلم کو امان دے اور اس سے اس کی جان ومال کی حفاظت کا عہد کرے، اس کو اپنی پناہ میں لے لے تو اس کے عہد کو توڑنا کسی دوسرے مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے عہد امان کو پامال کرے گا بایں طور کہ اس کے زیر امان غیر مسلم کی جان ومال کو نقصان پہنچائے تو وہ خدا کی، فرشتوں کی اور تمام مسلمانوں کی لعنت کا مستحق ہوگا۔

ولائے موالاۃ وعتاقہ کی توضیح کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس صحیفہ کا ایک حکم یہ بھی بیان کیا کہ جو شخص اپنے ساتھیوں اور دوستوں کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں سے سلسلہ موالات یعنی رابطہ دوستی قائم کرے وہ بھی لعنت کا مستحق ہوتا ہے! اس ضمن میں کچھ تفصیل ہے اس کو جان لینا چاہئے "ولاء" کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم تو "ولاء موالات" ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً اہل عرب کا یہ معمول تھا کہ کچھ لوگ آپس میں دوستی کا رشتہ قائم کر کے یہ عہد کرتے اور قسم کھاتے تھے کہ ہم دوسرے کے بھلے برے میں شریک رہیں گے، زندگی کے ہر مرحلہ پر ہر ایک دوسرے کا ممد ومعاون رہے گا، آپس میں ایک دوسرے کے دوست سے دوستی رکھیں گے اور دشمن کو دشمن سمجھیں گے۔ اسی کو "ولاء موالات" کہتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں تو آپس کے عہد وپیمان کا تعلق صحیح وغلط، حق وناحق، ہر معاملہ سے ہوتا تھا، ایک شخص چاہے حق پر ہو چاہے ناحق پر، اس کے دوسرے ساتھی اس کی مدد ہر حال میں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام کی روشنی

نے عہد جاہلیت کی ظلمت کو ختم کیا تو مسلمانوں نے اس میں اتنی ترمیم کی کہ ان کا ایک دوسروں کے ساتھ تعاون واشتراک صرف صحیح اور حق معاملہ تک محدود رہتا لیکن اس کے باوجود یہ معمول جاری رہا یہاں تک کہ اکثر اہل عجم، عرب میں آ کر صحابہ سے اس کا سلسلہ قائم کرتے تھے۔

دوسری قسم "ولاء عتاقت" ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو اس غلام پر یہ حق ولاء ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کے عصبہ (بیٹا پوتا وغیرہ) نہ ہونے کی صورت میں وہ آزاد کرنے والا اس کا وارث بن جاتا ہے لہٰذا ذوی الفروض (باپ دادا وغیرہ سے جو کچھ بچتا ہے وہ اس کا مالک ہوتا ہے۔

اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھئے کہ حدیث میں مذکورہ "موالات" سے ولاء کی پہلی قسم بھی مراد ہو سکتی ہے، اس صورت میں اس حکم کے معنی یہ ہوں گے کہ جس شخص کے موالی یعنی مذکورہ بالا عہد و پیمان کے مطابق دوست اور رفقاء ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے ان دوستوں کی اجازت کے بغیر کسی اور جماعت کو اپنا موالی (دوست) نہ بنائے کیونکہ اس کی وجہ سے ایک طرح کی عہد شکنی بھی ہوتی ہے اور مسلمانوں کو قلبی اذیت اور روحانی تکلیف میں مبتلا کرنا بھی ہوتا ہے جو کسی مسلمان کے لئے قطعاً مناسب نہیں ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ "موالات" سے ولاء کی دوسری قسم مراد ہو، اس کے پیش نظر معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص اپنی آزادی کی نسبت آزاد کرنے والے کی بجائے کسی دوسرے کی طرف کرے تو وہ مستحق لعنت ہوتا ہے جیسا کہ اپنے باپ کی بجائے کسی غیر کی طرف اپنی نسبت کرنے والا شخص مستحق لعنت ہوتا ہے اس صورت میں "بغیر اذن موالیہ" کی قید اکثر کے اعتبار سے ہوگی کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر آزادی یافتہ غلام اپنے مالک سے اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ وہ اپنی آزادی کی نسبت اس کی بجائے کسی دوسرے کی طرف کرے تو وہ اس کی اجازت نہیں دیتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر مالک اجازت دے دے تو پھر غیر مالک کی طرف نسبت کرنا درست ہو جائے گا کیونکہ پھر جھوٹ کی صورت بن جائے گی جو ویسے بھی جائز نہیں ہے۔

اہل تشیع کے قول کی تردید کا بیان

شیعہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک وصیت نامہ مرتبہ کرایا تھا، جس میں جہاں اور بہت سی خاص باتیں تھیں وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اول مقرر کرنے کی ہدایت بھی تھی۔ اس وصیت نامہ کا علم اہل بیت میں سے چند مخصوص افراد (مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ) کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا، ظاہر ہے کہ شیعہ حضرات کا یہ قول اختراع سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ مذکورہ بالا حدیث اس قول کی تردید میں مضبوط دلیل ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود وضاحت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قرآن کریم اور صحیفہ مذکورہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں لکھی ہے۔

آخر میں ایک بات یہ بھی جان لیجئے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ علم کی باتوں کو لکھنا اور مرتب کرنا مستحب ہے، جو ایک عظیم الشان خدمت بھی ہے اور اجر و ثواب کا باعث بھی ہے۔

آزاد کرنے والے کیلئے معتق کی ولاء کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مَمْلُوكَهُ فَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) ، وَلِأَنَّ التَّنَاصُرَ بِهِ فَيَعْقِلُهُ وَقَدْ أَحْيَاهُ مَعْنًى بِإِزَالَةِ الرِّقِّ عَنْهُ فَيَرِثُهُ وَيَصِيرُ الْوَلَاءُ كَالْوِلَادِ ، وَلِأَنَّ الْغُنْمَ بِالْغُرْمِ ، وَكَذَا الْمَرْأَةُ تَعْتِقُ لِمَا رَوَيْنَا ، (وَمَاتَ مُعْتَقٌ لِابْنَةِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْهَا وَعَنْ بِنْتٍ فَجَعَلَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمَالَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ) .وَيَسْتَوِي فِيهِ الْإِعْتَاقُ بِمَالٍ وَبِغَيْرِهِ لِإِطْلَاقِ مَا ذَكَرْنَاهُ .

قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ أَنَّهُ سَائِبَةٌ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَالْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) لِأَنَّ الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ فَلَا يَصِحُّ .

ترجمہ

اور جب آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کیا ہے تو آزاد کرنے والے کو یہ آزاد کردہ کی ولاء ملے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کیلئے ہے۔ کیونکہ اس کو یہ شرف آزاد کرنے کے سبب سے ملا ہے پس آقا ہی اس کی دیت کو ادا کرے گا۔ اور آقا نے اس سے غلامی کو ختم کر کے بطور حکم اس کو زندہ کر دیا ہے پس اس کا وارث بھی وہی ہوگا۔ اور ولاء کا حکم اولاد کی طرح ہوگا۔ کیونکہ نفع ضمان کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور آزاد گئی عورت کا حکم بھی اسی طرح ہے اسی حدیث کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا آزاد کردہ ایک غلام ایک بیٹی کو چھوڑ کر فوت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا ترکہ دونوں کو نصف نصف دیا تھا۔ کیونکہ ولاء کے ثبوت میں مال کے ساتھ آزادی اور غیر مال کے ساتھ آزادی یہ دونوں برابر ہے۔ کیونکہ ہماری استدلال کردہ حدیث مطلق ہے۔ اور جب اس نے یہ شرط بیان کر دی ہے کہ غلام آزاد ہے تو یہ شرط باطل ہوگی اور ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ کیونکہ اس کی وہ بیان کردہ شرط نص کے خلاف ہے۔ پس وہ درست نہ ہوگی۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ کے متعلق تین احکام سامنے آئے پہلا حکم تو یہ کہ جب وہ آزاد ہوئی تو اسے اپنے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا (دوسرا حکم یہ کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میراث کا حق اس شخص کے لیے ہے جس نے آزاد کیا (تیسرا حکم یہ کہ ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پک رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روٹی اور گھر کا سالن لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں نے وہ ہانڈی نہیں دیکھی جس میں گوشت ہے؟ یعنی جب گوشت پک رہا ہے تو وہ مجھے کیوں نہیں دیا گیا؟ عرض کیا گیا کہ بے شک ہانڈی میں

گوشت پک رہا ہے لیکن وہ گوشت بریرہ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 323)

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ بریرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں اس کے سبب تین شرعی احکام نافذ ہوئے پہلا حکم تو یہ کہ جب بریرہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو وہ اپنے خاوند کہ جس کا نام مغیث تھا کے نکاح میں رہے یا اس سے جدائی اور علیحدگی اختیار کر لے۔

علماء کے یہاں "خیار عتق" کہلاتا ہے یعنی جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے چاہے اس سے جدائی اختیار کرلے لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کا خاوند غلام ہو حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔

بریرہ کا خاوند مغیث غلام تھا جب بریرہ نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کر لی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا ہی پریشان ہوا یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق وفراق میں روتا اور فریاد کرتا پھرتا رہا مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔

بریرہ کے سبب سے دوسرا حکم یہ نافذ ہوا کہ ولاء یعنی لونڈی کی میراث اس شخص کے لیے ہے جس نے اسے آزاد کیا ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھی جس نے اسے مکاتب کر دیا تھا یعنی یہودی نے اسے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تو اتنے درہم دے دے گی تو آزاد ہو جائے گی جب بریرہ مطلوبہ تعداد میں درہم فراہم کرنے سے عاجز ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ اگر وہ کچھ دے دیں تو اپنے مالک کو دے کر آزادی کا خلعت زیب تن کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اپنے مالک سے پوچھ اگر وہ تجھے بیچے تو میں خرید لیتی ہوں۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی خواہش بیان کی وہ فروخت کرنے پر تیار ہو گیا مگر اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس شرط پر فروخت کرنے کے لیے تیار ہوں کہ ولاء یعنی بریرہ کی میراث کے ہم حقدار ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یہودی اس طرح کہتے ہیں اور ان کی یہ شرط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی غلط کہتے ہیں۔ میراث کا حق اسی کو ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہ تم اس سے خرید کر آزاد کر دو اس کی میراث تمہارے لیے ہوگی، یہودیوں کی یہ شرط باطل ہے۔

تیسرا حکم جو بریرہ کے سبب سے نافذ ہوا اس کا ذکر حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے اس کا حاصل اور مطلب یہ ہے کہ اگر مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا مال دیا جائے اور مستحق زکوۃ وہ مال لے کر ایسے شخص کو دے دے جو زکوۃ کا مستحق نہیں ہے تو اس کے لیے یہ مال حلال و جائز ہوگا کیونکہ زکوۃ دینے والے نے تو ایک صحیح شخص اور مستحق کو مال دے دیا اور وہ مال اس مستحق زکوۃ کی ملکیت ہوگا اب وہ جس

شخص کو بھی اپنا مال دے گا جائز اور درست ہوگا اصطلاح میں اسے "تملیک" کہا جاتا ہے جو جائز اور حلال ہے۔

مکاتب کی ولاء کا آقا کیلئے ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَدَّى الْمُكَاتَبُ عَتَقَ وَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلَى وَإِنْ عَتَقَ بَعْدَ مَوْتِ الْمَوْلَى) لِأَنَّهُ عَتَقَ عَلَيْهِ بِمَا بَاشَرَ مِنَ السَّبَبِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْمُكَاتَبِ (وَكَذَا الْعَبْدُ الْمُوصَى بِعِتْقِهِ أَوْ بِشِرَائِهِ وَعِتْقِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ) لِأَنَّ فِعْلَ الْوَصِيِّ بَعْدَ مَوْتِهِ كَفِعْلِهِ وَالتَّرِكَةُ عَلَى حُكْمِ مِلْكِهِ

(وَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ مُدَبَّرُوهُ وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَوَلَاؤُهُمْ لَهُ) لِأَنَّهُ أَعْتَقَهُمْ بِالتَّدْبِيرِ وَالِاسْتِيلَادِ .

(وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِوُجُودِ السَّبَبِ وَهُوَ الْعِتْقُ عَلَيْهِ

ترجمہ

اور جب مکاتب نے کتابت کا بدل ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور ولاء اس کے آقا کو مل جائے گی۔ خواہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہوا ہے اس لئے کہ مکاتب سابقہ عقد کے سبب آزاد ہونے والا ہے اور کتاب مکاتب میں ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

اور اسی طرح جب کسی غلام موصیٰ کی ولاء یا آقا کی موت کے بعد کسی غلام کو خریدنے یا اس کو آزاد کرنے کی وصیت کی گئی ہے اور اس کی ولاء بھی اس فوت ہونے والے آقا کو ملے گی۔ کیونکہ آقا کی موت کے وصی کا عمل یہ آقا کے عمل کے حکم میں ہے۔ اور ترکہ بھی اسی کی وصیت پر باقی رہنے والا ہے۔

اور جب آقا فوت ہو جائے تو اس کے مدبر اور امہات اولاد یہ سب آزاد ہو جائیں گے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس ہم کتاب عتاق میں بیان کر آئے ہیں۔ اور ان سب کی ولاء آقا کو ملے گی۔ کیونکہ آقا ہی اس کو تدبیر اور استیلاد کے سبب سے آزاد کرنے والا ہے۔

اور جو شخص ذی رحم محرم کا مالک بنا ہے تو وہ مملوک اس کے مالک بننے کے سبب سے آزاد ہو جائے اسی دلیل کے سبب سے جس ہم کتاب عتاق میں بیان کر آئے ہیں۔ اور مملوک کی ولاء مالک کو ملے گی کیونکہ اس کی آزادی ولاء کے سبب پر پائی گئی ہے۔

شرح

عن سمرة، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وقال موسی فی موضع آخر: عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من ملك ذا رحمٍ محرمٍ فهو حرٌّ." (ابو داؤد، کتاب العتق، حدیث 3949، ابن ماجة، کتاب العتق، حدیث (2326)

حضرت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "جو کوئی اپنے ذی رحم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

اس بات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ اس قانون کے تحت کتنے غلام آزاد ہوئے لیکن ان سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مختلف صورتوں میں غلام آزاد کرنے کی کس حد تک ترغیب دی ہے۔

دوسرے کی باندی سے نکاح کرنے کا بیان

(وَإِذَا تَزَوَّجَ عَبْدُ رَجُلٍ أَمَةً لِآخَرَ فَأَعْتَقَ مَوْلَى الْأَمَةِ الْأَمَةَ وَهِيَ حَامِلٌ مِنْ الْعَبْدِ عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا ، وَوَلَاءُ الْحَمْلِ لِمَوْلَى الْأُمِّ لَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ أَبَدًا) لِأَنَّهُ عَتَقَ عَلَى مُعْتِقِ الْأُمِّ مَقْصُودًا إذْ هُوَ جُزْءٌ مِنْهَا يَقْبَلُ الْإِعْتَاقَ مَقْصُودًا فَلَا يَنْتَقِلُ وَلَاؤُهُ عَنْهُ عَمَلًا بِمَا رَوَيْنَا (وَكَذَلِكَ إذَا وَلَدَتْ وَلَدًا لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ) لِلتَّيَقُّنِ بِقِيَامِ الْحَمْلِ وَقْتَ الْإِعْتَاقِ (أَوْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ أَحَدُهُمَا لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ) لِأَنَّهُمَا تَوْأَمَانِ يَتَعَلَّقَانِ مَعًا .

وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا وَالَتْ رَجُلًا وَهِيَ حُبْلَى وَالزَّوْجُ وَالَى غَيْرَهُ حَيْثُ يَكُونُ وَلَاءُ الْوَلَدِ لِمَوْلَى الْأَبِ لِأَنَّ الْجَنِينَ غَيْرُ قَابِلٍ لِهَذَا الْوَلَاءِ مَقْصُودًا ، لِأَنَّ تَمَامَهُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَهُ .

قَالَ (فَإِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَلَدًا فَوَلَاؤُهُ لِمَوَالِي الْأُمِّ) لِأَنَّهُ عَتَقَ تَبَعًا لِلْأُمِّ لِاتِّصَالِهِ بِهَا بَعْدَ عِتْقِهَا فَيَتْبَعُهَا فِي الْوَلَاءِ وَلَمْ يَتَيَقَّنْ بِقِيَامِهِ وَقْتَ الْإِعْتَاقِ حَتَّى يَعْتِقَ مَقْصُودًا .

ترجمہ

اور جب کسی بندے کے غلام نے دوسرے آدمی کی باندی کے ساتھ نکاح کیا ہے اور باندی کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا ہے حالانکہ وہ اسی غلام سے حاملہ ہے تو اس باندی کے ساتھ اس کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا۔ اور حمل کی ولاء اس ماں کے آقا کیلئے ہوگی اور وہ اس سے کسی طرح بھی منتقل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ حمل ایک مقصد ہوتے ہوئے ماں کو آزاد کرنے پر ہوا ہے۔ اور حمل ماں کا حصہ ہے اور یہ قصہ آزادی کو قبول کرنے والا ہے پس ہماری روایت کردہ حدیث کے مطابق اس حمل کی ولاء آزاد کرنے والے کی ماں سے منتقل نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب اس نے چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کو جنم دیا ہے اور آزادی کے وقت حمل ہونے کا بھی یقین ہے یا پھر اس نے دو بچوں کو جنم دیا ہے اور ان میں سے ایک چھ ماہ کی مدت سے بھی کم مدت میں پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جڑوے بچے ہیں۔ اور اکٹھے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جب باندی نے حاملہ ہونے کی حالت میں کسی بندے سے موالات کا عقد کیا ہے اور خاوند نے کسی دوسرے سے موالات کیا ہے تو اب بچے کی ولاء باپ کے آقا کیلئے ہوگی۔ کیونکہ جنین بطور ارادہ اس کی ولاء کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ولاء کا پورا ہونا یہ ایجاب وقبول کے موقوف ہے اور جنین اس کا محل نہیں ہے

اور جب آزادی کے بعد چھ ماہ کی مدت کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا ہے تو اس کی ولاء ماں کے آقا کیلئے ہوگی۔ کیونکہ وہ بچہ ماں کے تابع ہوتے ہوئے آزاد ہوا ہے کیونکہ ماں کی آزادی کے بعد وہ بچہ ماں سے ملنے والا ہے۔ پس ولاء بھی اسی کے تابع ہوگی۔ اور اعتاق کے وقت بھی اس بچے کے موجود ہونے کا یقین نہیں ہے کیونکہ وہ بطور مقصد بن کر آزاد ہونے والا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کرلیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کر دیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گا نافذ ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، پھر اگر وطی بھی ہو چکی اور مولیٰ نے رد کر دیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کر سکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور اگر وطی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔ یہاں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدبّر، مکاتب، ماذون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا سب کو شامل ہے۔ مکاتب اپنی لونڈی کا نکاح اپنے اذن سے کر سکتا ہے اور اپنا یا اپنے غلام کا نہیں کر سکتا اور ماذون غلام، لونڈی کا بھی نہیں کر سکتا۔ مولیٰ کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تو مہر ونفقہ خود غلام پر واجب ہے، مولیٰ پر نہیں اور مر گیا تو مہر ونفقہ دونوں ساقط اور غلام خالص مہر ونفقہ کے سبب بیچ ڈالا جائے گا اور مدبر مکاتب نہ بیچے جائیں بلکہ انھیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ ہاں مکاتب اگر بدل کتابت سے عاجز ہو تو اب مکاتب نہ رہے گا اور مہر ونفقہ میں بیچا جائے گا اور غلام کی بیع اُس کا مولیٰ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کر دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن داموں کو فروخت ہو رہا ہے، مولیٰ اپنے پاس سے اتنے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔ (ردمحتار، کتاب نکاح غلام)

باپ کے آزاد کرنے کے سبب بچے کی ولاء کا بیان

(فَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ جَرَّ وَلَاءَ ابْنِهِ وَانْتَقَلَ عَنْ مَوَالِي الْأُمِّ إِلَى مَوَالِي الْأَبِ) لِأَنَّ الْعِتْقَ هَاهُنَا فِي الْوَلَدِ يَثْبُتُ تَبَعًا لِلْأُمِّ ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْوَلَاءَ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ) ثُمَّ النَّسَبُ إِلَى الْآبَاءِ فَكَذَلِكَ الْوَلَاءُ وَالنِّسْبَةُ إِلَى مَوَالِي الْأُمِّ كَانَتْ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْأَبِ ضَرُورَةً ، فَإِذَا صَارَ أَهْلًا عَادَ الْوَلَاءُ إِلَيْهِ ؛ كَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ يُنْسَبُ إِلَى قَوْمِ الْأُمِّ ضَرُورَةً ، فَإِذَا أَكْذَبَ الْمُلَاعِنُ نَفْسَهُ يُنْسَبُ إِلَيْهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُعْتِقَتْ الْمُعْتَدَّةُ عَنْ مَوْتٍ أَوْ طَلَاقٍ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْمَوْتِ أَوْ الطَّلَاقِ حَيْثُ يَكُونُ الْوَلَدُ مَوْلًى لِمَوَالِي الْأُمِّ وَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ لِتَعَذُّرِ إِضَافَةِ الْعُلُوقِ إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالطَّلَاقِ الْبَائِنِ لِحُرْمَةِ الْوَطْءِ وَبَعْدَ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ لِمَا أَنَّهُ يَصِيرُ مُرَاجِعًا بِالشَّكِّ فَأُسْنِدَ إِلَى حَالَةِ النِّكَاحِ فَكَانَ الْوَلَدُ مَوْجُودًا عِنْدَ الْإِعْتَاقِ فَعَتَقَ مَقْصُودًا

ترجمہ

اور جب باپ نے آزاد کردیا ہے تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء کو حاصل کرنے والا ہوگا اور ولاء ماں کے آقاؤں سے باپ کے آقاؤں کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس حالت میں ماں کے تابع ہو کر بچے میں ولاء ثابت ہوئی ہے بہ خلاف صورت اول کے کیونکہ یہ حکم تو اس سبب سے ہے کہ ولاء نسب کے حکم میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ولاء نسبی قرابت کی طرح ایک قرابت ہے۔ جس کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ نہ ہی موروث ہوتا ہے۔ جبکہ نسب آباء سے ثابت ہونے والا ہے پس ولاء بھی آباء ثابت ہوگی۔ اور باپ کے اہل نہ ہونے کے سبب سے ضرورت کے پیش نظر ماں کے آقاؤں کی جانب ولاء کو منسوب کیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ جب باپ ولاء کا اہل بن گیا ہے تو ولاء اس کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ جس طرح لعان کرنے پر بچے کو ضرورت کی بناء پر والدہ کی قوم کی جانب منسوب کردیا جاتا ہے۔ مگر جب ملاعن اپنے آپ کی تکذیب کردیتا ہے تو پھر بچہ اسی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب معتدہ موت یا طلاق کے سبب سے آزاد ہوگئی ہے اور اس موت یا طلاق کے وقت سے دو سال کم میں اس نے ایک بچے کو جنم دیا ہے تو وہ بچہ ماں کے آقاؤں کا ہوگا۔ خواہ باپ آزاد ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ موت کے بعد علوق کو منسوب کرنا ممکن نہیں ہے جبکہ طلاق بائنہ کے بعد کی جانب بھی اس کو منسوب کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ بائنہ طلاق کے بعد وطی کرنا حرام ہے اور طلاق رجعی کے بعد بھی منسوب کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ رجوع کرنے والا بنتا تو ہے

لیکن شک کے ساتھ رجوع کرنے والا ہے۔ پس اس علوق کو حالت نکاح کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔ کیونکہ آزادی کے وقت لڑکا موجود تھا پس وہ بھی مقصود بنتے ہوئے آزاد ہوا ہے۔

معتقہ کا نکاح غلام سے بچے کو جنم دینے کا بیان

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَإِذَا تَزَوَّجَتْ مُعْتَقَةٌ بِعَبْدٍ فَوَلَدَتْ أَوْلَادًا فَجَنَى الْأَوْلَادُ فَعَقْلُهُمْ عَلَى مَوَالِي الْأُمِّ) لِأَنَّهُمْ عَتَقُوا تَبَعًا لِأُمِّهِمْ وَلَا عَاقِلَةَ لِأَبِيهِمْ وَلَا مَوْلَى ، فَأُلْحِقُوا بِمَوَالِي الْأُمِّ ضَرُورَةً كَمَا فِي وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا (فَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ جَرَّ وَلَاءَ الْأَوْلَادِ إلَى نَفْسِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يَرْجِعُونَ عَلَى عَاقِلَةِ الْأَبِ بِمَا عَقَلُوا) لِأَنَّهُمْ حِينَ عَقَلُوهُ كَانَ الْوَلَاءُ ثَابِتًا لَهُمْ ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ لِلْأَبِ مَقْصُودًا لِأَنَّ سَبَبَهُ مَقْصُودٌ وَهُوَ الْعِتْقُ ، بِخِلَافِ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ إذَا عَقَلَ عَنْهُ قَوْمُ الْأُمِّ ثُمَّ أَكْذَبَ الْمُلَاعِنُ نَفْسَهُ حَيْثُ يَرْجِعُونَ عَلَيْهِ ، لِأَنَّ النَّسَبَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا إلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ وَكَانُوا مَجْبُورِينَ عَلَى ذَلِكَ فَيَرْجِعُونَ .

ترجمہ

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب باندی آزاد ہونے والی نے کسی غلام کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس نے کئی بچوں کو جنم دیا ہے اور لڑکوں نے کوئی جنایت کر ڈالی ہے تو ان کی دیت ماں کے آقاؤں پر ہوگی۔ کیونکہ وہ سارے اپنے والدہ کے تابع ہو کر آزاد ہونے والے ہیں۔ اور ان کے باپ کی نہ کوئی عاقلہ ہے اور نہ ہی آقا ہیں۔ پس ضرورت کے سبب سے والدہ کے آقاؤں پر ہوگی۔ جس طرح ملاعنہ کے بچے کا حکم ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

اس کے بعد جب باپ بھی آزاد ہو چکا ہے اور وہ اولاد کی ولاء کو اپنی جانب لے جانے والا ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور والدہ کی عاقلہ ادا کردہ مال عقل کو باپ کی عاقلہ سے واپس نہ سکے گی۔ کیونکہ جب انہوں نے دیت ادا کی ہے اس وقت ان کیلئے ولاء ثابت تھی۔ جبکہ باپ کیلئے ولاء آزادی کے حصر میں جا کر کہیں ثابت ہوئی ہے لہذا اس کے حق میں دیت کے ثبوت کا سبب قاصر ہے۔ بہ خلاف ملاعنہ بچے کے کیونکہ ماں کی عاقلہ نے اگر اس کی دیت ادا کر دی ہے اور اس کے بعد ملاعن نے اپنے آپ کی تکذیب کر دی ہے تو والدہ کی قوم کی عاقلہ باپ سے دیت میں دیئے گئے مال کو واپس لیں گے۔ کیونکہ وہاں علوق وقت کی جانب منسوب ہو کر نسب ثابت ہوا ہے اور والدہ کی قوم دیت کی ادائیگی میں مجبور ہے پس ان کو باپ سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

ام ولد کے بچے کا ماں کے حکم میں ہونے کا بیان

اور جب آقا نے اپنی ام ولد کا نکاح کر دیا تو اس کے بعد اگر اس نے بچہ پیدا کیا تو وہ بچہ اپنی ماں کے حکم میں ہوگا اس لئے کہ آزاد ہونے کا حق بچے کی طرف سرائیت کر جاتا ہے جس طرح تدبیر میں سرائیت کر جاتا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آزاد عورت کا بچہ آزاد ہوتا ہے۔ اور خالص باندی کا بچہ خالص غلام ہوتا ہے۔ اور نسب شوہر سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ فراش اسی کا ہوتا ہے اگر چہ نکاح فاسد ہی کیوں نہ ہو اس وجہ سے کہ نکاح فاسد بھی احکام میں نکاح صحیح کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لئے اگر آقا اس بچے کا دعویٰ بھی کرے تو آقا سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس بچے کا نسب آقا کے علاوہ دوسرے باپ سے ثابت ہے اور بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں اس آقا کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ آقا اس کا اقرار کر چکا ہے۔

عجمی کا آزاد کردہ عرب کی عورت سے شادی کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ بِمُعْتَقَةٍ مِنَ الْعَرَبِ فَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا) فَوَلَاءُ أَوْلَادِهَا لِمَوَالِيهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : حُكْمُهُ حُكْمُ أَبِيهِ ، لِأَنَّ النَّسَبَ إِلَى الْأَبِ كَمَا إِذَا كَانَ الْأَبُ عَرَبِيًّا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْأَبُ عَبْدًا لِأَنَّهُ هَالِكٌ مَعْنًى .

وَلَهُمَا أَنَّ وَلَاءَ الْعَتَاقَةِ قَوِيٌّ مُعْتَبَرٌ فِي حَقِّ الْأَحْكَامِ حَتَّى اُعْتُبِرَتْ الْكَفَاءَةُ فِيهِ ، وَالنَّسَبُ فِي حَقِّ الْعَجَمِ ضَعِيفٌ فَإِنَّهُمْ ضَيَّعُوا أَنْسَابَهُمْ وَلِهَذَا لَمْ تُعْتَبَرْ الْكَفَاءَةُ فِيمَا بَيْنَهُمْ بِالنَّسَبِ ، وَالْقَوِيُّ لَا يُعَارِضُهُ الضَّعِيفُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْأَبُ عَرِبِيًّا لِأَنَّ أَنْسَابَ الْعَرَبِ قَوِيَّةٌ مُعْتَبَرَةٌ فِي حُكْمِ الْكَفَاءَةِ وَالْعَقْلِ ، كَمَا أَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِهَا فَأَغْنَتْ عَنْ الْوَلَاءِ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : الْخِلَافُ فِي مُطْلَقِ الْمُعْتَقَةِ وَالْوَضْعُ فِي مُعْتَقَةِ الْعَرَبِ وَقَعَ اتِّفَاقًا (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : نَبَطِيٌّ كَافِرٌ تَزَوَّجَ بِمُعْتَقَةٍ كَافِرَةٍ ثُمَّ أَسْلَمَ النَّبَطِيُّ وَوَالَى رَجُلًا ثُمَّ وَلَدَتْ أَوْلَادًا .قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ : مَوَالِيهِمْ مَوَالِي أُمِّهِمْ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : مَوَالِيهِمْ مَوَالِي أَبِيهِمْ)لِأَنَّ الْوَلَاءَ وَإِنْ كَانَ أَضْعَفَ فَهُوَ مِنْ جَانِبِ الْأَبِ فَصَارَ كَالْمَوْلُودِ بَيْنَ وَاحِدٍ مِنَ الْمَوَالِي وَبَيْنَ الْعَرَبِيَّةِ .وَلَهُمَا أَنَّ وَلَاءَ الْمُوَالَاةِ

أَضْعَفُ حَتّٰى يَقْبَلَ الْفَسْخَ ، وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ لَا يَقْبَلُهُ ، وَالضَّعِيفُ لَا يَظْهَرُ فِي مُقَابَلَةِ الْقَوِيِّ ، وَإِنْ كَانَ الْأَبَوَانِ مُعْتَقَيْنِ فَالنِّسْبَةُ إِلَى قَوْمِ الْأَبِ لِأَنَّهُمَا اسْتَوَيَا ، وَالتَّرْجِيحُ لِجَانِبِهِ لِشَبَهِهِ بِالنَّسَبِ أَوْ لِأَنَّ النُّصْرَةَ بِهِ أَكْثَرُ .

ترجمہ

اور جب کسی عجمی شخص نے کسی عربی کی آزاد کردہ عورت کے ساتھ شادی کی ہے اور اس سے اولاد ہوئی ہے۔ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی اولاد کی ولاء والدہ کے آقاؤں کیلئے ہوگی۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اولاد کا حکم ان کے باپ کی طرح ہوگا۔ کیونکہ نسب باپ سے چلنے والا ہے۔ جس طرح جب عربی باپ ہے تو ولاء والدہ کے موالی کو نہ ملے گی۔ بہ خلاف اس حالت کے کہ جب باپ غلام ہے۔ کیونکہ غلام حکمی طور پر فوت شدہ کے حکم میں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب ولائے عتاقہ ایک مضبوط چیز ہے اور احکام کے بارے میں اس کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس میں کفائت کا اعتبار بھی ہوتا ہے جبکہ عجمیوں کے حق میں نسب کا معاملہ کمزور ہے کیونکہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر دیئے ہیں کیونکہ ان کے درمیان نسب کے سبب سے کفائت کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور کوئی ضعیف قوی سے معارضہ کرنے والا نہیں ہوتا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب باپ نسب کے اعتبار سے عربی ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے نسب مستحکم ہیں۔ اور کفائت و دیت کے بارے میں ان کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا تناصر نسبوں کے سبب سے ہوتا ہے اور نسبوں سے تناصر نے ان کو ولاء سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہاں جو اختلاف ہے وہ مطلق طور پر آزاد کردہ باندی کے بارے میں ہے جبکہ امام قدوری علیہ الرحمہ نے معتقہ کو عرب کے ساتھ ملا دیا ہے اور ان کی یہ وضع اتفاقی ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ ایک نبطی کافر نے کسی قوم کی آزاد کردہ سے شادی کی ہے اس کے بعد وہ نبطی مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے کسی بندے سے موالات کا عقد کیا ہے اور اس کے بعد معتقہ سے اس کی اولاد ہوئی ہے تو طرفین نے یہ کہا ہے کہ اس اولاد کی ولاء مالک اس ماں کے آقا ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان کے باپ موالی ان کے موالی ہوں گے کیونکہ خواہ وہ ضعیف ہیں مگر وہ باپ کی جانب سے ہیں اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی عجمی اور آزاد عربی عورت کے درمیان پیدا ہونے والا بچہ ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ موالات کی ولاء کمزور ہوتی ہے کیونکہ وہ فسخ کو قبول کرنے والی ہے جبکہ ولائے عتاقہ یہ فسخ کو قبول کرنے والا ولاء نہیں ہے۔ اور قوی کے سامنے کمزور کی کیا اوقات ہے۔

اور جب والدین دونوں معتق ہیں تو بچہ باپ کی قوم کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ ماں باپ دونوں برابر ہیں اور باپ کی جانب کو ترجیح اس سبب سے دی جائے گی کیونکہ ولاء نسب کے مشابہ ہے یا پھر اس سبب سے کہ باپ کی قوم سے مدد زیادہ ملنے والی ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص عاقل بالغ کسی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا اس نومسلم نے اُس سے یا کسی دوسرے سے موالاۃ کی یعنی یہ کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا وارث تو ہے اور مجھ سے کوئی جنایت ہو تو دیت تجھے دینی ہوگی اُس نے قبول کرلیا یہ موالاۃ صحیح ہے اسکا نام مولی الموالاۃ ہے اور دونوں جانب سے بھی موالاۃ ہوسکتی ہے یعنی ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری جنایت کی دیت دے گا اور دوسرا قبول کرے۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ مولی عرب میں سے نہ ہو۔ (درمختار، کتاب ولاء، بیروت)

ولائے عتاقہ کا سبب عصبہ بننے کا بیان

قَالَ (وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ تَعْصِيبٌ وَهُوَ أَحَقُّ بِالْمِيرَاثِ مِنْ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ هُوَ أَخُوك وَمَوْلَاك ، إنْ شَكَرَك فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَشَرٌّ لَك ، وَإِنْ كَفَرَك فَهُوَ خَيْرٌ لَك وَشَرٌّ لَهُ ، وَلَوْ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَارِثًا كُنْت أَنْتَ عَصَبَتَهُ) (وَوَرَّثَ ابْنَةَ حَمْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى سَبِيلِ الْعُصُوبَةِ مَعَ قِيَامِ وَارِثٍ) وَإِذْ كَانَ عَصَبَةً تَقَدَّمَ عَلَى ذَوِي الْأَرْحَامِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (فَإِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنْ النَّسَبِ فَهُوَ أَوْلَى مِنْ الْمُعْتِقِ) ، لِأَنَّ الْمُعْتِقَ آخِرُ الْعَصَبَاتِ ، وَهَذَا لِأَنَّ قَوْلَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَلَمْ يَتْرُكْ وَارِثًا) قَالُوا : الْمُرَادُ مِنْهُ وَارِثٌ هُوَ عَصَبَةٌ بِدَلِيلِ الْحَدِيثِ الثَّانِي فَتَأَخَّرَ عَنْ الْعَصَبَةِ دُونَ ذَوِي الْأَرْحَامِ .

ترجمہ

اور ولائے عتاق کے سبب سے انسان عصبہ بن جاتا ہے اور وہ پھوپھی اور خالہ کی نسبت زیادہ حقدار بنتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک غلام کو خرید کر آزاد کرنے والے بندے سے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ تیرا دینی بھائی ہے اور آقا ہے اور اگر وہ تجھ کو بدلے دے دیتا ہے تو وہ اس کے حق میں اچھا ہوگا جبکہ تیرے لئے بہتر نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ تیری ناشکری کرتا ہے تو تیرے بہتر ہوگا۔ اور اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

اور جب کوئی بندہ وارث چھوڑے بغیر فوت ہو جائے تو تم اس کے عصبہ بن جاؤ گے۔ اور نبی کریم ﷺ نے عصبہ ہونے کے سبب سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو میراث دلوائی تھی۔ حالانکہ وارث بھی موجود تھے۔ اور جب موالی عتاقہ عصبہ ہوگا تو اس کو ذوالارحام پر تقدم حاصل ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اور جب معتق کا کوئی نسبی عصبہ ہے تو اس کو معتق پر تقدم حاصل ہوگا۔ کیونکہ معتق سب سے آخری عصبہ ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کہ جس نے کوئی وارث نہ چھوڑا'' اس سے مشائخ فقہاء نے عصبہ وارث مراد لیا ہے۔ کیونکہ اس پر دوسری حدیث دلیل ہے۔ پس معتق عصبہ نسبی سے مؤخر ہوگا مگر وہ ذوالارحام سے مؤخر نہ ہوگا۔

مالک مال کیلئے ملکیت ولاء ہونے کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مال کا وارث ہوتا ہے وہ ولاء کا بھی وارث ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 290)

آزاد شدہ غلام کے مال کو ولاء کہتے ہیں لہذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مثلا زید کا باپ مر گیا پھر اس کے بعد اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام یا اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام مرا تو اب یہ شخص یعنی زید اس کے مال کا وارث ہوگا کیونکہ جس طرح یہ اپنے باپ کی دیگر املاک کا وارث ہوتا ہے اسی طرح اپنے باپ کے ولاء کا بھی وارث ہے لیکن یہ حکم صرف عصبہ کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو عصبہ وارث مثلا بیٹا بنفسہ ہونے کی حیثیت سے میت کے مال کا وارث ہوتا ہے وہی عصبہ ولاء کا وارث ہوگا لہذا آزاد کرنیوالے کی بیٹی اپنے باپ کے ولاء کی وارث نہیں ہوگی کیونکہ اگر چہ وہ اپنے باپ کے مال کی وارث ہوتی ہے مگر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ عصبہ بنفسہ تو صرف مرد ہوتے ہیں عورتیں عصبہ بنفسہ نہیں ہوتیں ہاں عورت ایسے آزاد شدہ غلام کے مال کی تو وارث ہوتی ہے جسے اس نے خود آزاد کیا ہو یا اس کو اسکے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔

یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ آزاد شدہ غلام کے اگر عصبات نسبی نہیں ہوتے تو اس کا حق ولاء اس کو آزاد کرنیوالے کو پہنچتا ہے یعنی اس کے مرنے کے بعد اس کے آزاد کرنیوالا اس کی میراث کا مالک بنتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام مر گیا اور اس کا کوئی نسبی وارنہیں تھا تو اس کی میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنی چاہئے تھی لیکن انبیاء چونکہ کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی شخص انبیاء کا وارث ہوتا ہے اس لئے اس آزاد شدہ غلام کی میراث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں لی بیت المال کے مصرف میں دیدی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کسی کے وارث کیوں نہیں ہوتے اور انکی میراث کسی کو کیوں نہیں ملتی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی بے ثباتی دنیا کے مال واسباب سے بے تعلقی اور دنیا کی خواہشات سے اجتناب کی صرف تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ اپنی تعلیم پر خود عمل بھی کرتے تھے اور دنیاداری کی کوئی چیز ان کے لئے اہمیت نہیں رکھتی تھی چنانچہ ان کی حقیقت شناس نظر پر

چونکہ غفلت کا پردہ نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے حقیقی مالک ومتصرف ہونے کا مشاہدہ اور کامل یقین ان کو حاصل ہوتا تھا دنیا کے مال واسباب کے مستعار ہونے اور دنیا میں انسان کی مسافرانہ حالت کا نقشہ ان کے پیش نظر رہتا تھا اس لئے انہیں نہ تو دنیا کے مال واسباب اور یہاں کے سازوسامان سے کوئی دلچسپی ہوتی تھی اور نہ انہیں یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہمارے فلاں عزیز ورشتہ دار کا متروکہ ہمیں مل جائے اور نہ ہی اس دنیا سے رخصت ہونے کے وقت انہیں اپنے مال واسباب کے چھوٹنے کا کوئی افسوس ہوتا تھا کیونکہ اول تو انبیاء کے پاس دنیا کا مال واسباب ہوتا ہی کیا تھا اور جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا بھی تھا تو اس سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی لہذا انبیاء کی اس شان کے پیش نظر قانون الہی نے یہ فیصلہ نافذ کیا انبیاء اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جو تھوڑا بہت سامان واسباب چھوڑ جاتے وہ بھی کسی کی وراثت نہیں ہوگا اور نہ انبیاء اپنی زندگی میں اپنے اقرباء کی میراث سے کوئی حصہ لیں گے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی شان ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ یعنی ہم نبیوں کے مال واسباب میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

نسبی عصبہ کا معتق سے اولیٰ ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَهُوَ أَوْلَى) لِمَا ذَكَرْنَا (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَمِيرَاثُهُ لِلْمُعْتِقِ) تَأْوِيلُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ صَاحِبُ فَرْضٍ ذُو حَالٍ ، أَمَّا إِذَا كَانَ فَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضٍ لِأَنَّهُ عَصَبَةٌ عَلَى مَا رَوَيْنَا ، وَهَذَا لِأَنَّ الْعَصَبَةَ مَنْ يَكُونُ التَّنَاصُرُ بِهِ لِبَيْتِ النِّسْبَةِ وَبِالْمَوَالِي الِانْتِصَارُ عَلَى مَا مَرَّ وَالْعَصَبَةُ تَأْخُذُ مَا بَقِيَ

ترجمہ

اور جب معتق کا نسبی عصبہ موجود ہے تو وہ معتق سے آزاد ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب معتق کا نسبی عصبہ نہ ہو تو اب اس کی میراث معتق کو ملے گی۔ اور متن میں بیان کردہ کی تاویل یہ ہے کہ وہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب معتق کے اصحاب فرائض میں سے کوئی حال والا نہ ہو۔ اور اگر کوئی ایسا وارث حقدار ہے تو صاحب فرض کے لینے کے بعد جو بچ جائے گا۔ وہ معتق کا ہوگا۔ کیونکہ معتق عصبہ ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عصبہ وہ ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ خاندان اور قبیلہ کے سبب سے مدد ہوتی ہے اور موالی میں بھی باہمی مدد ہوتی ہے جس طرح اسکا بیان گزر گیا ہے اور بچہ ہوا ترکہ عصبہ ہی لیتا ہے۔

آقا کے بعد معتق کی موت پر حقدار میراث کا بیان

(فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتَقُ فَمِيرَاثُهُ لِبَنِي الْمَوْلَى دُونَ بَنَاتِهِ) ، وَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ

مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ أَوْ كَاتَبْنَ أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ بِهَذَا اللَّفْظِ وَرَدَ الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي آخِرِهِ (أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقِهِنَّ) وَصُورَةُ الْجَرِّ قَدَّمْنَاهَا، وَلِأَنَّ ثُبُوتَ الْمَالِكِيَّةِ وَالْقُوَّةِ فِي الْعِتْقِ مِنْ جِهَتِهَا فَيُنْسَبُ بِالْوَلَاءِ إِلَيْهَا وَيُنْسَبُ إِلَيْهَا مَنْ يُنْسَبُ إِلَى مَوْلَاهَا، بِخِلَافِ النَّسَبِ لِأَنَّ سَبَبَ النِّسْبَةِ فِيهِ الْفِرَاشُ، وَصَاحِبُ الْفِرَاشِ إِنَّمَا هُوَ الزَّوْجُ، وَالْمَرْأَةُ مَمْلُوكَةٌ لَا مَالِكَةٌ، وَلَيْسَ حُكْمُ مِيرَاثِ الْمُعْتَقِ مَقْصُورًا عَلَى بَنِي الْمَوْلَى بَلْ هُوَ لِعَصَبَتِهِ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ، لِأَنَّ الْوَلَاءَ لَا يُورَثُ وَيَخْلُفُهُ فِيهِ مَنْ تَكُونُ النُّصْرَةُ بِهِ، حَتَّى لَوْ تَرَكَ الْمَوْلَى أَبًا وَابْنًا فَالْوَلَاءُ لِلِابْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ أَقْرَبُهُمَا عُصُوبَةً، وَكَذَلِكَ الْوَلَاءُ لِلْجَدِّ دُونَ الْأَخِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ فِي الْعُصُوبَةِ عِنْدَهُ.

وَكَذَا الْوَلَاءُ لِابْنِ الْمُعْتَقَةِ حَتَّى يَرِثَهُ دُونَ أَخِيهَا لِمَا ذَكَرْنَا، إِلَّا أَنَّ عَقْلَ جِنَايَةِ الْمُعْتَقِ عَلَى أَخِيهَا لِأَنَّهُ مِنْ قَوْمِ أَبِيهَا وَجِنَايَتُهُ كَجِنَايَتِهَا

ترجمہ

اور جب آقا کی وفات کے بعد معتق فوت ہوا ہے تو اس کی میراث معتق کے بیٹوں کو ملے گی اور اس کی بیٹیوں کو نہ ملے گی۔ کیونکہ عورتوں کے صرف معتق یا معتق کے معتق کی یا مکاتب کے مکاتب کی ولاء ملتی ہے۔اور حدیث بھی ایسے ہی الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔اور اس حدیث کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے یا پھر ان کے معتق نے ولاء کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔اور ولاء کو اپنی جانب لے جانے کے حکم کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔کیونکہ معتق میں معتقہ اور مالکن کی جانب سے مالک ہونے والا ہے اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔پس ولاء کے متعلق معتق اپنی معتقہ کی جانب منسوب ہوگا۔(قاعدہ فقہیہ) اور اس کا وارث بھی وہی بنے گا اور اس کے معتق کی جانب منسوب ہوگا اس کا تعلق بھی معتق کے ذریعے سے اسی معتقہ کی جانب ہوگا بہ خلاف نسب کے کیونکہ نسب کی جانب منسوب ہونے کا سبب فراش ہے اور فراش کا مالک خاوند ہے عورت نہیں ہوگی۔کیونکہ عورت تو مملوکہ ہے وہ مالکن نہیں ہے اور معتق کی میراث کا حکم آقا کے بیٹوں تک محدود نہ ہوگا بلکہ قریبی در قریبی کے حساب سے یہ میراث آقا کے عصبہ کو ملے گی۔کیونکہ ولاء میں میراث چلنے والی نہیں ہے اور ولاء میں وہ آدمی آقا کا نائب بنے گا جس سے تصرف ثابت ہوگا یہاں تک کہ جب آقا نے بیٹا اور باپ کو چھوڑا ہے تو طرفین کے نزدیک ولاء بیٹے کو ملے گی۔کیونکہ بیٹا باپ سے زیادہ قریب عصبہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی طرح دادا کو ولاء ملے گی اور اگر بھائی ہے تو اس کو ولاء نہ ملے گی کیونکہ امام

صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک دادا بھائی سے حق ولاء میں زیادہ قریبی ہے اسی طرح معتقہ کے بیٹے کو ولاء ملے گی اور معتق کا وارث بھی وہی ہوگا۔ جبکہ بھائی وارث نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ مگر معتق کی جنایت کی دیت معتقہ کے بھائی پر ہوگی۔ کیونکہ بھائی اس کے باپ کی برادری کا شخص ہے۔ اور معتق کی جنایت معتقہ کی جنایت جیسی ہے۔

شرح

جس شخص سے اس نے موالاۃ کی ہے اب یہ (مولیٰ اسفل) اس ولا کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو اُس کی موجودگی میں فسخ کرسکتا ہے یعنی اُس کو علم ہو جانا ضروری ہے کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے تنہا فسخ کرسکتا ہے دوسرے کی رضامندی ضروری نہیں۔ اور اگر دوسرے سے موالاۃ کرلی تو پہلی موالاۃ فسخ ہوگئی اس میں علم کی ضرورت نہیں کہ دوسرے سے عقد کرنے ہی سے پہلی موالاۃ خود بخود فسخ ہوگئی مگر شرط یہ ہے کہ اُس نے اسکی طرف سے دیت ادا نہ کی ہو اور اگر اُس نے کسی معاملہ میں دیت دیدی ہے تو اب نہ فسخ کرسکتا ہے نہ دوسرے سے موالاۃ کرسکتا ہے بلکہ اس کی اولاد کی طرف سے اگر اُس نے دیت دے دی جب بھی فسخ نہیں کرسکتا نہ دوسرے سے موالاۃ کرسکتا ہے۔

صلبی اولاد کا زیادہ قریب ہونے کا بیان

(وَلَوْ تَرَكَ الْمَوْلَى ابْنًا وَأَوْلَادَ ابْنٍ آخَرَ) مَعْنَاهُ بَنِي ابْنٍ آخَرَ (فَمِيرَاثُ الْمُعْتَقِ لِلِابْنِ دُونَ بَنِي الِابْنِ لِأَنَّ الْوَلَاءَ لِلْكِبَرِ) هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنْهُمْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَغَيْرُهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ ، وَمَعْنَاهُ الْقُرْبُ عَلَى مَا قَالُوا ، وَالصُّلْبِيُّ أَقْرَبُ .

ترجمہ

اور جب آقا نے بیٹا چھوڑا ہے اور پوتے چھوڑے ہیں تو اب معتق کی میراث بیٹے کو ملے گی پوتوں کو میراث نہ ملے گی کیونکہ ولاء قریب ہونے کی اساس پر ملا کرتی ہے اور یہ حکم کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ جن میں سے حضرت عمر فاروق، علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ اور کبر یعنی بڑا ہونا یہ قرب کے حکم میں ہے اور مشائخ فقہاء کا قول بھی اسی طرح ہے اور صلبی اولاد زیادہ قریب ہوتی ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی وضاحت میراث اور وصایا کے احکام میں ہے وہاں اس کی وضاحت کردی جائے گی۔

فصل في ولاء الموالاة

﴿یہ فصل ولائے موالاۃ کے بیان میں ہے﴾

فصل ولائے موالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے ولائے موالہ کو ولائے عتاقہ سے مؤخر ذکر کیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ ولائے عتاقہ تحویل کے لائق نہ ہونے کی وجہ قوی ہے جبکہ ولائے موالہ یہ مولی کیلئے عقل سے پہلے نقل کرنا ہوتا ہے۔ اور ولاء کا لغوی واصطلاحی معنی پہلے بیان کردیا گیا ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب ولاء، بیروت)

مسلمان ہوکر عقد موالات کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَسْلَمَ رَجُلٌ عَلَى يَدِ رَجُلٍ وَوَالَاهُ عَلَى أَنْ يَرِثَهُ وَيَعْقِلَ عَنْهُ أَوْ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ غَيْرِهِ وَوَالَاهُ فَالْوَلَاءُ صَحِيحٌ وَعَقْلُهُ عَلَى مَوْلَاهُ ، فَإِنْ مَاتَ وَلَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ فَمِيرَاثُهُ لِلْمَوْلَى) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : الْمُوَالَاةُ لَيْسَ بِشَيْءٍ لِأَنَّ فِيهِ إبْطَالَ حَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ فِي حَقِّ وَارِثٍ آخَرَ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ عِنْدَهُ الْوَصِيَّةُ بِجَمِيعِ الْمَالِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُوصِي وَارِثٌ لِحَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَإِنَّمَا يَصِحُّ فِي الثُّلُثِ .وَلَنَا قَوْله تَعَالَى (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) وَالْآيَةُ فِي الْمُوَالَاةِ .(وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ رَجُلٍ آخَرَ وَوَالَاهُ فَقَالَ : هُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ مَحْيَاهُ وَمَمَاتَهُ) وَهَذَا يُشِيرُ إلَى الْعَقْلِ وَالْإِرْثِ فِي الْحَالَتَيْنِ هَاتَيْنِ ، وَلِأَنَّ مَالَهُ حَقُّهُ فَيَصْرِفُهُ إلَى حَيْثُ شَاءَ ، وَالصَّرْفُ إلَى بَيْتِ الْمَالِ ضَرُورَةُ عَدَمِ الْمُسْتَحِقِّ لَا أَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے کے ہاں سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اسی بات پر اس نے اسکے ساتھ عقد موالات کیا ہے تو آقا اس کا وارث ہوگا اور جب وہ جنایت کرے گا تو اس کی دیت اس کا آقا ادا کرے گا۔ یا اسی طرح جب وہ کسی دوسرے

بندے کے ہاں مسلمان ہوا ہے لیکن عقد موالات اس نے کسی تیسرے بندے کے ساتھ کیا ہے تو ولاء درست ہوگی اور اس کی دیت اس کے آقا پر ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے موالات کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اس میں بیت المال کے حق کو ختم کرنا ہے لہذا کسی دوسرے شخص کے حق میں عقد موالات درست نہ ہوگا اور اسی دلیل کے سبب سے امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سارے مال میں وصیت درست نہیں ہے کیونکہ بیت المال کا حق ثابت ہے۔ہاں البتہ اس میں تہائی مال کی وصیت درست ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں سے تم نے عہد کیا ہے ان کو میراث سے حصہ دو۔ یہ آیت موالات کے عقد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے اس بندے کے بارے میں پوچھا گیا جو دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اور اس سے عقد موالات کیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا آقا اس کی زندگی اور موت کی حالت میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔اور یہ حدیث اس حکم کی جانب اشارہ ہے کہ زندگی میں آقا دیت دے گا اور موت کے بعد وہ اس کی میراث کا حقدار ہوگا اور یہ بھی دلیل ہے کہ موالی کا مال اس کا اپنا حق ہے پس اس میں اپنی مرضی کے ساتھ تصرف کا حق بھی اسی کیلئے ہوگا۔اور بیت المال میں مال اس وقت دیا جاتا ہے جب اس مال کا کوئی حقدار نہ ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے کہ بیت المال حقدار بن سکے۔

شرح

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۔(النساء ۳۳)

اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو، بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔(کنزالایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے عقدِ موالات مراد ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مجہولُ النسب شخص دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور میں کوئی جنایت نہ کروں تو تجھے دیت دینی ہوگی دوسرا کہے میں نے قبول کیا اس صورت میں یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث بن جاتا ہے اور دیت بھی اس پر آجاتی ہے اور دوسرا بھی اسی کی طرح سے مجہولُ النسب ہو اور ایسا ہی کہے اور یہ بھی قبول کرلے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور اس کی دیت کا ذمہ دار ہوگا یہ عقد ثابت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل ہیں۔(خزائن العرفان، نساء ۳۳)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں بعض کہتے ہیں عصبہ مراد ہیں؟ چچا کی اولاد کو بھی موالی کہا جاتا ہے جیسے حضرت فضل بن عباس کے شعر میں ہے۔پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اے لوگو! تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے عصبہ مقرر کر دیئے ہیں جو اس مال کے وارث ہوں گے جسے ان کے ماں باپ اور قرابتدار چھوڑ مریں اور

تمہارے منہ بولے بھائی ہیں تم جن کی قسمیں کھا کر بھائی بنے ہو اور وہ تمہارے بھائی بنے ہیں انہیں ان کی میراث کا حصہ دو جیسے کہ قسموں کے وقت تم میں عہد و پیمان ہو چکا تھا، یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اور حکم ہوا کہ جن سے عہد و پیمان ہوئے وہ نبھائے جائیں اور بھولے نہ جائیں لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں اور بعد کے جملہ سے مراد یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو یہ دستور تھا کہ ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی بند کا وارث ہوتا اس کے ذو رحم رشتہ دار وارث نہ ہوتے پس آیت نے اس طریقے کو منسوخ قرار دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو انہیں فائدہ پہنچاؤ ان کی خیر خواہی کرو لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی ہاں وصیت کر جاؤ۔ قبل از اسلام یہ دستور تھا کہ دو شخصوں میں عہد و پیمان ہو جاتا تھا کہ میں تیرا وارث اور تو میرا وارث اسی طرح قبائل عرب عہد و پیمان کر لیتے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاہلیت کی قسمیں اور اس قسم کے عہد اس آیت نے منسوخ قرار دے دیئے اور فرمایا معاہدوں والوں کی بہ نسبت ذی رحم رشتہ دار کتاب اللہ کے حکم سے زیادہ ترجیح کے مستحق ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کی قسموں اور عہدوں کے بارے میں یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر مجھے سرخ اونٹ دیئے جائیں اور اس قسم کے توڑنے کو کہا جائے جو دار الندوہ میں ہوئی تھی تو میں اسے بھی پسند نہیں کرتا، ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں اپنے بچپنے میں اپنے ماموؤں کے ساتھ حلف طیبین میں شامل تھا میں اس قسم کو سرخ اونٹوں کے بدلے بھی توڑنا پسند نہیں کرتا پس یاد رہے کہ قریش وانصار میں جو تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم کیا تھا وہ صرف الفت و یگانگت پیدا کرنے کے لئے تھا، لوگوں کے سوال کے جواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ جاہلیت کے حلف نبھاؤ لیکن اب اسلام میں رسم حلف کالعدم قرار دے دی گئی ہے فتح مکہ والے دن بھی آپ نے کھڑے ہو کر اپنے خطبہ میں اسی بات کا اعلان فرمایا داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ام سعد بنت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قرآن پڑھتا تھا میرے ساتھ ان کے پوتے موسیٰ بن سعد بھی پڑھتے تھے جو حضرت ابو بکر کی گود میں یتیمی کے ایام گزار رہے تھے میں نے جب اس آیت میں عاقدت پڑھا تو مجھے میری استانی جی نے روکا اور فرمایا عقدت پڑھو اور یاد رکھو یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ عبدالرحمٰن اسلام کے منکر تھے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھالی کہ انہیں وارث نہ کریں گے بالآخر جب یہ مسلمانوں کے بے انتہا حسن اعمال سے اسلام کی طرف آمادہ ہوئے اور مسلمان ہو گئے تو جناب صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا کہ انہیں ان کے ورثے کے حصے سے محروم نہ فرمائیں لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے۔

حافظ ابن کثیر کے استدلالی خیالات کا بیان

اس آیت اور ان احادیث سے ان کا قول رد ہوتا ہے جو قسم اور وعدوں کی بنا پر آج بھی ورثہ پہنچنے کے قائل ہیں جیسے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا خیال ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس قسم کی ایک روایت ہے۔ جسے جمہور اور امام

مالک اورامام شافعی سے صحیح قرار دیا ہے اور مشہور قول کی بنا پر امام احمد کا بھی اسے صحیح مانتے ہیں، پس آیت میں ارشاد ہے کہ ہر شخص کے وارث اس کے قرابتی لوگ ہیں اور کوئی نہیں۔

بخاری ومسلم میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں حصہ دار وارثوں کو ان کے حصوں کے مطابق دے کر پھر جو بچ رہے تو عصبہ کو ملے اور وارث وہ ہیں جن کا ذکر فرائض کی دو آیتوں میں ہے اور جن سے تم سے مضبوط عہد و پیان اور قسموں کا تبادلہ ہے یعنی آس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کے وعدے اور قسمیں ہوں خواہ اس آیت کے اترنے کے بعد ہوں سب کا یہی حکم ہے کہ ایسے حلف برداروں کو میراث نہ ملے اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا حصہ نصرت امداد خیر خواہی اور وصیت ہے میراث نہیں آپ فرماتے ہیں لوگ عہد و پیان کر لیا کرتے تھے کہ ان میں سے جو پہلے مرے گا بعد والا اس کا وارث بنے گا پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے

(وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓىٕكُمْ مَّعْرُوْفًا) 33 ۔ الاحزاب 6:) نازل فرما کر حکم دیا کہ ذی رحم محرم ایک سے اولی ہے البتہ اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرو یعنی اگر ان سے مال کا تیسرا حصہ دینے کی وصیت کر جاؤ تو جائز ہے یہی معروف ومشہور امر اور بہت سے سلف سے بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ والی ہے۔

(وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓىٕكُمْ مَّعْرُوْفًا) 33 ۔ الاحزاب 6:)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہیں ان کا حصہ دو یعنی میراث۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاحب کو اپنا بیٹا بناتے تھے اور انہیں اپنی جائیداد کا جائز وارث قرار دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ وصیت میں تو برقرار رکھا میراث کا مستحق موالی یعنی ذی رحم محرم رشتہ داروں اور عصبہ کو قرار دے دیا اور سابقہ رسم کو ناپسند فرمایا کہ صرف زبانی دعوؤں اور بنائے ہوئے بیٹوں کو ورثہ نہ دیا جائے ہاں ان کے لئے وصیت میں سے دے سکتے ہو۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ انہیں حصہ دو یعنی نصرت نصیحت اور معونت کا یہ نہیں کہ انہیں ان کے ورثہ کا حصہ دو تو یہ معنی کرنے سے پھر آیت کو منسوخ بتلانے کی وجہ باقی نہیں رہتی نہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ حکم پہلے تھا اب نہیں رہا۔ بلکہ آیت کی دلالت صرف اسی امر پر ہے کہ جو عہد و پیان آپس میں امداد واعانت کے خیر خواہی اور بھلائی کے ہوتے تھے انہیں وفا کرو پس یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے لیکن امام صاحب کے قول میں ذرا اشکال ہے اس لئے کہ اس میں تو شک نہیں کہ بعض عہد و پیان صرف نصرت وامداد کے ہی ہوتے تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض عہد و پیان ورثے کے بھی ہوتے تھے جیسے کہ بہت سے سلف صالحین سے مروی ہے اور جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر بھی منقولی ہیں۔ جس میں انہوں نے صاف فرمایا ہے کہ مہاجر انصار کا وارث ہوتا تھا اس کے قرابتی لوگ وارث نہیں ہوتے تھے نہ ذی رحم رشتہ دار وارث ہوتے تھے یہاں

تک کہ یہ منسوخ ہوگیا پھر امام صاحب کیسے فرماسکتے ہیں کہ یہ آیت محکم اور غیر محکم منسوخ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

موالی کے وارث کا مولیٰ سے مقدم ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ فَهُوَ أَوْلَى مِنْهُ ، وَإِنْ كَانَتْ عَمَّةٌ أَوْ خَالَةٌ أَوْ غَيْرُهُمَا مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ) لِأَنَّ الْمُوَالَاةَ عَقْدُهُمَا فَلَا يَلْزَمُ غَيْرَهُمَا ، وَذُو الرَّحِمِ وَارِثٌ ، وَلَا بُدَّ مِنْ شَرْطِ الْإِرْثِ وَالْعَقْلِ كَمَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِأَنَّهُ بِالِالْتِزَامِ وَهُوَ بِالشَّرْطِ ، وَمِنْ شَرْطِهِ أَنْ لَا يَكُونَ الْمَوْلَى مِنَ الْعَرَبِ لِأَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِالْقَبَائِلِ فَأَغْنَى عَنِ الْمُوَالَاةِ .

قَالَ (وَلِلْمَوْلَى أَنْ يَنْتَقِلَ عَنْهُ بِوَلَائِهِ إلَى غَيْرِهِ مَا لَمْ يَعْقِلْ عَنْهُ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ ، وَكَذَا لِلْأَعْلَى أَنْ يَتَبَرَّأَ عَنْ وَلَائِهِ لِعَدَمِ اللُّزُومِ ، إلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي هَذَا أَنْ يَكُونَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْآخَرِ كَمَا فِي عَزْلِ الْوَكِيلِ قَصْدًا ، بِخِلَافِ مَا إذَا عَقَدَ الْأَسْفَلُ مَعَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ فَسْخٌ حُكْمِيٌّ بِمَنْزِلَةِ الْعَزْلِ الْحُكْمِيِّ فِي الْوَكَالَةِ .قَالَ (وَإِذَا عَقَلَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَتَحَوَّلَ بِوَلَائِهِ إلَى غَيْرِهِ) لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ ، وَلِأَنَّهُ قَضَى بِهِ الْقَاضِي ، وَلِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ عِوَضٍ نَالَهُ كَالْعِوَضِ فِي الْهِبَةِ ، وَكَذَا لَا يَتَحَوَّلُ وَلَدُهُ ، وَكَذَا إذَا عَقَلَ عَنْ وَلَدِهِ لَمْ يَكُنْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَتَحَوَّلَ لِأَنَّهُمْ فِي حَقِّ الْوَلَاءِ كَشَخْصٍ وَاحِدٍ .

ترجمہ

اور جب موالی کا کوئی وارث ہے تو وہ میراث میں مولیٰ سے مقدم ہوگا خواہ وارث ذوالارحام میں سے ہو جس طرح پھوپھی اور خالہ وغیرہ ہیں۔ کیونکہ موالات انہی دونوں کا عقد ہے پس وہ ان کے سوا کو لازم نہ ہوگا اور ذو رحم وارث ہے اور وراثت لینے اور دیت دینے کو مشروط کرنا لازم ہے جس طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ لین دین کرنا یہ لازم کرنے سے ہوتا ہے اور التزام شرط کے ساتھ ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ مولیٰ عربی نہ ہو کیونکہ ان میں قبائلی مدد ہوتی ہے پس اس تناصر نے اس کو موالات سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

اور موالی کو یہ حق حاصل ہے کہ جب مولیٰ نے ان کی دیت کو ادا نہ کیا تو وہ ولاء کو دوسرے کی جانب منتقل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وصیت کی طرح یہ عقد بھی لازم نہیں ہے۔ ہاں البتہ مولیٰ کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ اسفل کی ولایت سے جان چھڑوالے۔ کیونکہ وہ اس پر لازم نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اسفل نے اعلیٰ کی غیر موجودگی میں اعلیٰ کے سوا کسی دوسرے سے موالات کا عقد کر

ڈالا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ حکمی فسخ ہے۔ جو وکالت میں حکمی عزل کے درجے میں ہے۔

اور جب اعلیٰ نے اسفل کی جانب سے دیت دے دی ہے تو اب اسفل کو دوسرے کی جانب دیت کو منتقل کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اب ولاء سے غیر یعنی اعلیٰ کا حق متعلق ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس کو قاضی کی قضاء لاحق ہو چکی ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ عقل اسفل کو ملنے والے بدلے کی طرح ہے جس طرح ہبہ کا بدلہ ہے اور اسفل کا بیٹا اعلیٰ سے غیر کی جانب منتقل نہ ہو سکے گا۔

اور اسی طرح جب اعلیٰ نے اسفل کے لڑکے کی جانب سے دیت ادا کر دی ہے تو باپ بیٹے میں سے کسی کیلئے منتقل ہونے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے ولاء کے بارے میں دونوں ایک بندے کی طرح ہیں۔ اور اسی طرح مولیٰ عتاقہ کیلئے بھی کسی سے عقد موالات کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ ولائے عتاقہ لازم ہونے والی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شرح

طبرانی وابن عدی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے": جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے، اُس کی وَلا اُسی کے لیے ہے۔

اصحاب سنن اربعہ وامام احمد وحاکم وغیرہم نے تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا؟ فرمایا کہ "وہ سب سے زیادہ حقدار ہے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہے۔

کتاب الاکراہ

﴿یہ کتاب اکراہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب اکراہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ولاء اور اکراہ ان دونوں میں تغیر وتبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ولاء کے حکم میں اسفل کی جانب سے اعلیٰ کیلئے مال کی اباحت ثابت ہوجاتی ہے جبکہ پہلے وہی مال حرام تھا۔ اور اکراہ میں مجبور شخص کی عدم پسند اور رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے تبدیلی ہوجاتی ہے۔ پس دونوں کے ایک ساتھ بیان کیا اور ان میں ولاء کو تقدم اس سبب سے حاصل ہے وہ موالات کے عقد میں مشروع ہے۔ اور اس کو اچھا بھی سمجھا جاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۱۵۰، بیروت)

اکراہ کے شرعی ماخذ کا بیان

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔(النحل، ۱۰۶)

جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہوں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ پر اور اس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبوراً اور کرھاً آپ نے ان کی موافقت کی، پھر اللہ کے نبی کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

شعبی، قتادہ اور ابو مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے، یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہوگئے۔ پھر حضور علیہ السلام کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے، جما ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔

بیہقی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا

ذکر خیر سے کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اذیت دینا ختم نہیں کیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔ اسی پر یہ آیت اتری۔

پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و کراہ کیا جائے، اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ پتھر رکھ

دیا کہ اب بھی رشک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔" اسی طرح حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال جواب ہوا۔ دوسرا عضو جسم کٹ گیا یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے، اللہ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے، انہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگ میں جلوا دیا، جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو۔ ہاں بیشک میں انہیں قتل کرا دیتا۔ اس لئے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وارد کیا ہے۔

مسند میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا، پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں، تو آپ نے فرمایا واللہ میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو۔ یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں۔ پس افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کرلیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کرلیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہاری نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیراندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتارلو، پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں، رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو، ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لیکر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو، جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلالیا، اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کرکے میرا داماد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے فائدہ نکلا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کررہا ہوں، کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کرکے فدا کرتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کردیا، کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کردیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرمالیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر نحل ۱۰۶)

حکم اکراہ کے ثبوت کا فقہی بیان

قَالَ (الْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ إذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَقْدِرُ عَلَى إيقَاعِ مَا تَوَعَّدَ بِهِ سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا) لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ اسْمٌ لِفِعْلٍ يَفْعَلُهُ الْمَرْءُ بِغَيْرِهِ فَيَنْتَفِي بِهِ رِضَاهُ أَوْ يَفْسُدُ بِهِ اخْتِيَارُهُ مَعَ بَقَاءِ أَهْلِيَّتِهِ ، وَهَذَا إنَّمَا يَتَحَقَّقُ إذَا خَافَ الْمُكْرَهُ تَحْقِيقَ مَا تَوَعَّدَ بِهِ ، وَذَلِكَ إنَّمَا يَكُونُ مِنْ الْقَادِرِ وَالسُّلْطَانِ وَغَيْرِهِ سِيَّانِ عِنْدَ تَحَقُّقِ الْقُدْرَةِ ، وَالَّذِي قَالَهُ أَبُو حَنِيفَةَ إنَّ الْإِكْرَاهَ لَا يَتَحَقَّقُ إلَّا مِنْ السُّلْطَانِ لِمَا أَنَّ الْمَنَعَةَ لَهُ وَالْقُدْرَةُ لَا تَتَحَقَّقُ بِدُونِ الْمَنَعَةِ .
فَقَدْ قَالُوا هَذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ لَا اخْتِلَافُ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ ، وَلَمْ تَكُنْ الْقُدْرَةُ فِي زَمَنِهِ إلَّا لِلسُّلْطَانِ ، ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ وَأَهْلُهُ ، ثُمَّ كَمَا تُشْتَرَطُ قُدْرَةُ الْمُكْرِهِ لِتَحَقُّقِ الْإِكْرَاهِ يُشْتَرَطُ خَوْفُ الْمُكْرَهِ وُقُوعَ مَا يُهَدِّدُ بِهِ ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَغْلِبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يَفْعَلُهُ لِيَصِيرَ بِهِ مَحْمُولًا عَلَى مَا دُعِيَ إلَيْهِ مِنْ الْفِعْلِ.

ترجمہ

اور اکراہ تب ثابت ہوگا۔ جب اکراہ کے سبب سے کسی شخص سے ایسا کام سرزد ہو جائے تو ڈرائی گئی چیز کے کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ اگر چہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو۔ اس لئے کہ اکراہ اس کام کو کہتے ہیں جس کو انسان دوسرے کے ڈر کے سبب سرانجام دیتا ہے۔ اور اس میں مجبور کیے گئے کی رضا فوت ہو چکی ہوتی ہے یا اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ اس میں اہلیت باقی رہتی ہے اور جب اکراہ اس طرح ثابت ہو جائے اور مکرہ یہ خدشہ ہو اس کو جو دھمکی دی گئی ہے وہ پوری ہو جائے گی۔ اور یہ چیز کسی قدرت والے شخص سے ہی صادر ہو سکتی اور طاقت ہونے میں بادشاہ و غیر بادشاہ دونوں برابر ہیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جبر و اکراہ صرف بادشاہ سے ثابت ہوگا وہ اس سبب سے ہے کہ لشکر و فوج اسی کے پاس ہوتی ہے۔ اور فوج کے سوا طاقت حاصل نہیں ہوتی۔

اور اس حکم کے بارے میں مشائخ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ آپ کا یہ زمانے کے اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اس سے دلیل یا برہان کو اخذ کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صرف بادشاہ کو طاقت حاصل تھی۔ اس کے بعد نئے زمانے کے لوگوں کے احوال مختلف ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح ثبوت اکراہ کیلئے جس طرح مکرہ کی طاقت کا ہونا شرط ہے اسی

طرح دھمکی کے وقوع کے سبب سے مکرَہ کا خوف زدہ ہونا یہ بھی شرط ہے۔اوراس کی صورت یہ ہے کہ ڈرائے گیا شخص یہ غالب گمان کرلے کہ دھمکی لگانے والا واقعی دھمکی کو عملی طور پر پورا کردے گا۔تاکہ مجبور شخص وہ کام کرنے پر مجبور ہوجائے۔

اکراہ کی اقسام کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اکراہ کی دو قسمیں ہیں ایک تام اوراس کو مُلجی بھی کہتے دوسری ناقص اس کو غیر مُلجی بھی کہتے ہیں۔اکراہ تام یہ ہے کہ مارڈالنے یا عضو کاٹنے یا ضرب شدید کی دھمکی دی جائے ضرب شدید کا مطلب یہ ہے کہ جس سے جان یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام کر، ورنہ تجھے مارتے مارتے بیکار کردوں گا۔اکراہ ناقص یہ ہے کہ جس میں اس سے کم کی دھمکی ہو مثلاً پانچ جوتے ماروں گا یا پانچ کوڑے ماروں گا یا مکان میں بند کردوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا۔(فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت)

اکراہ کی شرائط کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اکراہ کی شرائط یہ ہیں۔(۱) مکرِہ اس فعل کے کرنے پر قادر ہو جس کی وہ دھمکی دیتا ہو، (۲) مکرَہ یعنی جس کو دھمکی دی گئی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر میں اس کام کو نہ کروں گا تو جس کی دھمکی دے رہا ہے اسے کر گزرے گا، (۳) جس چیز کی دھمکی ہے وہ جان جانا ہے یا عضو کا ٹنا ہے یا ایسا غم پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ کام اپنی خوشی ورضامندی سے نہ ہو، (۴) جس کو دھمکی دی گئی وہ پہلے سے اس کام کو نہ کرنا چاہتا ہو اوراس کا نہ کرنا خواہ اپنے حق کی وجہ سے ہو مثلاً اس سے کہا گیا کہ تو اپنا مال ہلاک کردے یا بیچ دے اور یہ ایسا کرنا نہیں چاہتا یا کسی دوسرے شخص کے حق کی وجہ سے اس کام کو نہیں کرنا چاہتا مثلاً فلاں شخص کا مال ہلاک کر۔یا حق شرع کی وجہ سے ایسا نہیں کرنا چاہتا مثلاً شراب پینا، زنا کرنا۔(درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

شرط سوم میں بیان کیا گیا کہ ایسا غم پیدا ہوجائے جس کی وجہ سے رضامندی سے کام کرنا نہ ہو یہ اکراہ کا ادنیٰ مرتبہ ہے اوراس میں سب لوگوں کی ایک حالت نہیں ہے شریف آدمی کے لیے سخت کلامی ہی سے یہ بات پیدا ہوجائے گی اور کمینہ آدمی ہو تو جب تک اسے ضرب شدید کی نوبت نہ آئے معمولی طور پر مارنے اور گالی دینے کی بھی اسے پرواہ نہیں ہوتی۔(درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

اکراہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایسا کرو ورنہ تمہارا مال لے لوں گا یا حاکم نے کہا یہ مکان میرے ہاتھ بیع کردو ورنہ تمہارے فریق کو دلا دوں گا۔(فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت)

خرید وفروخت کرنے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ مَا لَهُ أَوْ عَلَى شِرَاءِ سِلْعَةٍ أَوْ عَلَى أَنْ يُقِرَّ لِرَجُلٍ بِأَلْفٍ أَوْ يُؤَاجِرَ دَارِهِ فَأُكْرِهَ عَلَى ذَلِكَ بِالْقَتْلِ أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيدِ أَوْ بِالْحَبْسِ فَبَاعَ أَوْ اشْتَرَى فَهُوَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ أَمْضَى الْبَيْعَ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ وَرَجَعَ بِالْمَبِيعِ) لِأَنَّ مِنْ

شَرْطِ صِحَّةِ هَذِهِ الْعُقُودِ التَّرَاضِي ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ) وَالْإِكْرَاهُ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ يُعْدِمُ الرِّضَا فَيَفْسُدُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُكْرِهَ بِضَرْبِ سَوْطٍ أَوْ حَبْسِ يَوْمٍ أَوْ قَيْدِ يَوْمٍ لِأَنَّهُ لَا يُبَالِي بِهِ بِالنَّظَرِ إِلَى الْعَادَةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ بِهِ الْإِكْرَاهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَاحِبَ مَنْصِبٍ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَسْتَضِرُّ بِهِ لِفَوَاتِ الرِّضَا ، وَكَذَا الْإِقْرَارُ حُجَّةٌ لِتَرَجُّحِ جَنَبَةِ الصِّدْقِ فِيهِ عَلَى جَنَبَةِ الْكَذِبِ ، وَعِنْدَ الْإِكْرَاهِ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ يَكْذِبُ لِدَفْعِ الْمَضَرَّةِ ، ثُمَّ إِذَا بَاعَ مُكْرَهًا وَسَلَّمَ مُكْرَهًا يَثْبُتُ بِهِ الْمِلْكُ عِنْدَنَا ، وَعِنْدَ زُفَرَ لَا يَثْبُتُ لِأَنَّهُ بَيْعٌ مَوْقُوفٌ عَلَى الْإِجَازَةِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَجَازَ جَازَ وَالْمَوْقُوفُ قَبْلَ الْإِجَازَةِ لَا يُفِيدُ الْمِلْكَ ، وَلَنَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ مُضَافًا إِلَى مَحَلِّهِ وَالْفَسَادُ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ التَّرَاضِي فَصَارَ كَسَائِرِ الشُّرُوطِ الْمُفْسِدَةِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ عِنْدَ الْقَبْضِ ، حَتَّى لَوْ قَبَضَهُ وَأَعْتَقَهُ أَوْ تَصَرَّفَ فِيهِ تَصَرُّفًا لَا يُمْكِنُ نَقْضُهُ جَازَ ، وَيَلْزَمُهُ الْقِيمَةُ كَمَا فِي سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ وَبِإِجَازَةِ الْمَالِكِ يَرْتَفِعُ الْمُفْسِدُ وَهُوَ الْإِكْرَاهُ وَعَدَمُ الرِّضَا فَيَجُوزُ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْقَطِعُ بِهِ حَقُّ اسْتِرْدَادِ الْبَائِعِ وَإِنْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي وَلَمْ يَرْضَ الْبَائِعُ بِذَلِكَ بِخِلَافِ سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّ الْفَسَادَ فِيهَا لِحَقِّ الشَّرْعِ وَقَدْ تَعَلَّقَ بِالْبَيْعِ الثَّانِي حَقُّ الْعَبْدِ .وَحَقُّهُ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ ، أَمَّا هَاهُنَا الرَّدُّ لِحَقِّ الْعَبْدِ وَهُمَا سَوَاءٌ فَلَا يَبْطُلُ حَقُّ الْأَوَّلِ لِحَقِّ الثَّانِي .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ : وَمَنْ جَعَلَ الْبَيْعَ الْجَائِزَ الْمُعْتَادَ بَيْعًا فَاسِدًا يَجْعَلُهُ كَبَيْعِ الْمُكْرَهِ حَتَّى يَنْقُضَ بَيْعُ الْمُشْتَرِي مِنْ غَيْرِهِ ، لِأَنَّ الْفَسَادَ لِفَوَاتِ الرِّضَا ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ رَهْنًا لِقَصْدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ بَاطِلًا اعْتِبَارًا بِالْهَازِلِ وَمَشَايِخُ سَمَرْقَنْدَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ جَعَلُوهُ بَيْعًا جَائِزًا مُفِيدًا بَعْضَ الْأَحْكَامِ عَلَى مَا هُوَ الْمُعْتَادُ لِلْحَاجَةِ إِلَيْهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص کو مال بیچنے یا کوئی سامان خریدنے یا اس کو کسی شخص کیلئے ایک ہزار دراہم کا اقرار کرنے یا اس کو گھر اجارہ پر

دینے کیلئے مجبور کیا گیا ہے اور یہ جبر بھی قتل یا سخت ٹھکائی یا قید کا تھا اور مجبور شخص نے مجبوری کی حالت میں بیچ دیا ہے یا کوئی چیز خرید لی ہے تو اس کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بیع کا نافذ رکھے اور چاہے تو اس کو ختم کر کے مبیع کو واپس لے آئے۔ کیونکہ مذکورہ عقود کے درست ہونے کیلئے عقد کرنے والوں کی آپس کی رضامندی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ مگر جب وہ مال تمہاری آپس کی رضامندی کیلئے حاصل کیا گیا ہو۔ جبکہ مذکورہ اشیاء میں اکراہ کے سبب سے رضامندی ختم ہو جاتی ہے۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائیں گے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کوڑا مارنے یا ایک دن کی قید سے اکراہ ہو کیونکہ عرف کے مطابق اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ پس اس سے اکراہ ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ مجبور شخص کوئی بڑی وجاہت وشان والا ہے تو ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ بھی پتہ ہو کہ ڈنڈے کی پٹائی سے اس کو نقصان پہنچے گا۔ تو اس طرح بھی اکراہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس کی رضامندی ختم ہو چکی ہے۔ اور اقرار بھی دلیل ہے کیونکہ اقرار میں سچائی کا پہلو جھوٹ والے پہلو سے غالب رہتا ہے۔ اور اکراہ کی حالت میں یہ احتمال بھی ہے کہ شاید نقصان کو دور کرنے کیلئے مجبور شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جب مجبور آدمی نے حالت مجبوری میں مال کو بیچ مشتری کے حوالے کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ مجبور کی بیع یہ اجازت پر موقوف ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب مجبور اجازت دے دیتا ہے تو بیع جائز ہو جاتی ہے جبکہ بیع موقوف یہ اجازت سے پہلے کوئی فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اس کے اہل سے صادر ہو کر اپنی جگہ کی جانب منسوب ہوتا ہے اور بیع میں فساد باہمی رضامندی کے نہ ہونے کی سبب سے ہے۔ پس یہ بھی دوسرے فاسد شرائط کی طرح ہوگا۔ پس قبضہ کے وقت ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جب مشتری نے غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دیا ہے یا پھر اس نے اس میں ایسا تصرف کیا ہے جس کو توڑنا ممکن نہیں ہے تو بیع جائز ہوگی۔ اور مشتری پر قیمت لازم ہو جائے گی۔ جس طرح دوسری فاسد بیوع میں ہوتا ہے۔ اور مالک کی اجازت سے اکراہ یہ عدم رضا کے سبب سے ختم ہو جاتا ہے۔ پس بیع جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں جو فساد ہے وہ شریعت کے حق کے سبب سے ہے جبکہ بیع ثانی یہ غلام کے حق سے متعلق ہے۔ اور اس کا حق ضرورت کے پیش نظر مقدم ہوگا۔ اور یہاں بیع کو غلام کے حق کے سبب سے رد کیا گیا ہے پس یہ دونوں عقود برابر ہو جائیں گے۔ اور حق ثانی کے سبب سے پہلے کا حق باطل نہ ہوگا۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ بیع وفا کو فاسد قرار دے رہا ہے وہ اس کو مجبور کی بیع کے حکم میں سمجھنے والا ہے۔ یہاں تک کہ مشتری اس کو کسی دوسرے کو بیچنا ختم کر دے۔ کیونکہ مبیع کا فساد رضا نہ ہونے کے سبب سے ہے۔

بعض مشائخ فقہاء اس بیع کو رہن قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کا مقصد رہن ہی ہے۔ اور بعض مشائخ مذاق پر قیاس کرتے ہوئے اس بیع کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اور سمرقند کے مشائخ نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے بعض احکام کے حق میں اس کو فائدے مند جانا ہے۔ جس طرح معتاد یہی ہے اس لئے کہ اسی کی ضرورت ہے۔

شرح

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۔(النساء، ۲۹)

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔(کنزالایمان)

اللہ تعالی اپنے ایماندار بندوں کو ایک دوسرے کے مال باطل کے ساتھ کھانے کی ممانعت فرما رہا ہے خواہ اس کمائی کی ذریعہ سے ہو جو شرعا حرام ہے جیسے سود خواری قمار بازی اور ایسے ہی ہر طرح کی حیلہ سازی چاہے اسے جواز کی شرعی صورت دے دی ہو اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے، حضرت ابن عباس سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کر دونگا آپ نے اس آیت کی تلاوت کر دی یعنی اسے باطل مال میں شامل کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو سکتی ہے، آپ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ہاں کھانا چھوڑ دیا جس پر یہ آیت

(لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ۔ الخ) 24 ۔ النور 61:)

اتری تجارۃ کو تجارۃ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ استثناء منقطع ہے گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ حرمت والے اسباب سے مال نہ لو ہاں شرعی طریق پر تجارت سے نفع اٹھانا جائز ہے جو خریدار اور بیچنے والے کی باہم رضامندی سے ہو۔ جیسے دوسری جگہ ہے کسی بیگناہ جان کو نہ مارو ہاں حق کے ساتھ ہو تو جائز ہے اور جیسے دوسری آیت میں ہے وہاں موت نہ چکھیں گے مگر پہلی بار کی موت ہے۔

خرید وفروخت کی قبولیت میں قول وفعل پر مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی اس آیت سے استدلال کر کے فرماتے ہیں خرید وفروخت بغیر قبولیت کے صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ رضامندی کی پوری سند یہی ہے گو صرف لین دین کر لینا کبھی کبھی رضامندی پر پوری دلیل نہیں بن سکتا اور جمہور اس کے برخلاف ہیں، تینوں اور اماموں کا قول ہے کہ جس طرح زبانی بات چیت رضامندی کی دلیل ہے اسی طرح لین دین بھی رضامندی کی دلیل ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کم قیمت کی معمولی چیزوں میں تو صرف دینا لینا ہی کافی ہے اور اسی طرح بیوپار کا جو طریقہ بھی ہو لیکن صحیح مذہب میں احتیاطی نظر سے تو بات چیت میں قبولیت کا ہونا اور بات ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں خرید وفروخت ہو یا بخشش ہو سب کے لئے حکم شامل ہے۔ ابن جریر کی مرفوع حدیث میں ہے تجارت ایک دوسرے کی رضامندی سے ہی لین دین کرنے کا نام ہے گویا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو تجارت کے نام سے دھوکہ

دے، یہ حدیث مرسل ہے پوری رضامندی میں مجلس کے خاتمہ تک کا اختیار بھی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دونوں بائع مشتری جب تک جدا نہ ہوں با اختیار ہیں۔

بخاری شریف میں ہے جب دو شخص خرید و فروخت کریں تو دونوں کو الگ الگ ہونے تک مکمل اختیار ہوتا ہے اسی حدیث کے مطابق امام احمد امام شافعی اور ان کے سب ساتھیوں جمہور سلف و خلف کا بھی یہی فتویٰ ہے اور اس پوری رضامندی میں شامل ہے خرید و فروخت کے تین دن بعد تک اختیار دینا رضامندی میں شامل نہ ہے بلکہ یہ مدت گاؤں کی رسم کے مطابق سال بھر کی بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت امام مالک کے نزدیک صرف لین دین سے ہی بیع صحیح ہو جاتی ہے۔ شافعی مذہب کا بھی یہی خیال ہے اور ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ معمولی کم قیمت چیزوں میں جنہیں لوگ بیوپار کے لئے رکھتے ہوں صرف لین دین ہی کافی ہے۔ بعض اصحاب کا اختیار سے مراد یہی ہے جیسے کہ متفق علیہ ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ حرام کاموں کا ارتکاب کر کے اور اس کی نافرمانیاں کر کے اور ایک دوسرے کا بیجا طور پہ مال کھا کر اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو اللہ تم پر رحیم ہے ہر حکم اور ہر ممانعت رحمت والی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء ۲۹)

مجبور کی بیع و تصرف کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک انصاری صحابی نے کسی غلام کو مدبر بنایا اور ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو دریافت فرمایا۔ اسے مجھ سے کون خریدے گا چنانچہ نعیم بن النحام رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ بیان کیا کہ پھر میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک قبطی غلام تھا اور پہلے ہی سال مر گیا۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب غلام کا مدبر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لغو کر دیا حالانکہ اس کے مالک نے اپنی خوشی سے اس کو مدبر کیا تھا اور وجہ یہ ہوئی کہ وارثوں کے لیے اور کوئی مال اس شخص کے پاس نہ تھا تو گویا وارثوں کی ناراضگی کی وجہ سے جن کی ملک اس غلام سے متعلق بھی نہیں ہوئی تھی تدبیر ناجائز ٹھہری پس وہ تدبیر یا بیع کیوں کر جائز ہو سکتی ہے جس میں خود مالک ناراض ہو اور وہ جبر سے کی جائے۔ مہلب نے کہا اس پر علماء کا اجماع ہے کہ مکرہ کا بیع اور یہ صحیح نہیں ہے لیکن حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر مکرہ سے خریدے ہوئے غلام یا لونڈی کوئی آزاد کر دے یا مدبر کر دے تو خریدار (یہ تصرف جائز ہوگا۔ امام بخاری کے اعراض کا۔) کا حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے کلام میں مناقضہ ہے اگر مکرہ کی بیع صحیح اور مفید ملک ہے تو سب تصرفات خریدار کے درست ہونے چاہئیں اگر صحیح اور مفید ملک نہیں ہے تب نہ نذر صحیح ہونی چاہئے نہ مدبر کرنا اور نذر اور تدبیر کی صحت کا قائل ہونا اور پھر مکرہ کی بیع صحیح نہ سمجھنا دونوں میں مناقضہ ہے۔

تخویف قتل کے سبب اکراہ کا بیان

عرضی دعوٰی میں مدعا علیہ کا مدعی کو مدت طویل تک اپنے مکان میں محبوس رکھنا اور کسی سے نہ ملنے دینا اور ناجائز داب کا ذکر ہے داب کا بیان نہیں اور زبانی بیان سائلان یہ ہوا کہ قتل کی تخویف کی اور مدعی اسے باور کرتا تھا، یہ بیانات اگر واقعی ہیں تو وہ بلا شبہ بیع مکرہ اور فاسد ہے۔اور بائع کو اس کے فسخ کا اختیار ہے۔تخویف قتل تو اعلٰی درجہ کا اکراہ ہے بیع میں مجرد حبس مدید بھی ثبوت اکراہ کو بس ہے۔

اگر کوئی لمبی قید اور یرغمالی کے ذریعہ بیع یا شراء یا اقرار یا اجارہ پر مجبور کرے اور اس نے کردی تو بعد میں اسے اختیار ہے کہ فسخ کردے یا اس پر قائم رہے کیونکہ جان کے خطرے اور اس سے کم ہر طرح جبر رضا کو ختم کرتا ہے جبکہ ان عقود اور اقرار میں رضا شرط صحت ہے اس لئے اس کو فسخ کا اختیار ہے۔(درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، کتاب الاکراہ)

ان سے گاؤں کے والی کے متعلق سوال ہوا کہ اس نے قریہ میں زمین والے شخص کو ضرب لگانے اور قید کرنے کی دھمکی دے کر کہا کہ اپنی یہ زمین میرے پاس فروخت کردے تو اس نے دھمکی پر عمل کے خوف سے زمین فروخت کردی کیونکہ دھمکی پر عملی قدرت رکھتا ہے۔اور اقرار کیا کہ میں نے زمین کی رقم اس سے وصول کرلی ہے، حالانکہ وصول کردہ رقم سے اصل قیمت کئی گنا زیادہ ہے۔تو کیا یہ بیع نافذ ہوگی یا نہیں، اور اگر قاضی کے ہاں اشتام لکھ دے کہ میں نے خوشی اور اختیار سے فروخت کی اور بیع صحیح کی ہے تو اس تحریر کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ واقعی حال کا اعتبار ہوگا۔تو جواب دیا کہ جب معلوم ہے دلالت حال سے کہ اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اس کو ضرب شدید اور قید مدید کرتا تو بیع نافذ ہوگی اور اقرار بھی صحیح نہ ہوگا تو مجبور زمیندار کو اختیار ہے کہ فسخ کردے اور اشتام میں لکھے کا اعتبار نہیں بلکہ نفس الامر واقع کا اعتبار ہے۔لا جرم بار ثبوت مشتری پر ہے۔ (فتاوٰی خیریہ کتاب الاکراہ، دار المعرفۃ بیروت)

بائع کا خوشی سے ثمن پر قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ طَوْعًا فَقَدْ أَجَازَ الْبَيْعَ) لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِجَازَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْمَوْقُوفِ وَكَذَا إذَا سَلَّمَ طَائِعًا ، بِأَنْ كَانَ الْإِكْرَاهُ عَلَى الْبَيْعِ لَا عَلَى الدَّفْعِ لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِجَازَةِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا أَكْرَهَهُ عَلَى الْهِبَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ الدَّفْعَ فَوَهَبَ وَدَفَعَ حَيْثُ يَكُونُ بَاطِلًا ، لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمُكْرِهِ الِاسْتِحْقَاقُ لَا مُجَرَّدُ اللَّفْظِ ، وَذَلِكَ فِي الْهِبَةِ بِالدَّفْعِ وَفِي الْبَيْعِ بِالْعَقْدِ عَلَى مَا هُوَ الْأَصْلُ ، فَدَخَلَ الدَّفْعُ فِي الْإِكْرَاهِ عَلَى الْهِبَةِ دُونَ الْبَيْعِ .

قَالَ (وَإِنْ قَبَضَهُ مُكْرَهًا فَلَيْسَ ذَلِكَ بِإِجَازَةٍ وَعَلَيْهِ رَدُّهُ إنْ كَانَ قَائِمًا فِي يَدِهِ) لِفَسَادِ الْعَقْدِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب بائع نے اپنی خوشی کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا کہ جس طرح اسنے بیع کی اجازت دے دی ہے کیونکہ اس کی یہ اجازت دلیل ہے جس طرح بیع موقوف میں ہوتا ہے۔ اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا کہ جب بائع نے خوشی سے مشتری کے حوالے کر دیا ہے خواہ اکراہ کی صورت میں بیع ہوئی ہے۔ عام لین دین میں نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ بھی اجازت کی دلیل ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کو ہبہ کرنے پر مجبور کیا ہے اور اس نے دور کرنے کا ذکر بھی نہیں کیا ہے اور مجبور آدمی نے مجبوری کی حالت میں موہوب کو موہوب لہ کے سپرد کر دیا ہے تو یہ ہبہ باطل ہو جائے گا کیونکہ مجبور آدمی کا مقصد حق کو ثابت کرنا ہے جو صرف کسی لفظ یا کلام کا نام نہیں ہے اور ہبہ میں یہ مقصد حاصل ہو جائے جبکہ بیع میں نفس عقد کا حصول ہے۔ جیسا کہ قاعدہ فقہیہ ہے۔ لہذا ہبہ اکراہ دفع سے متعلق ہوگا جبکہ بیع میں اس کا تعلق دفع سے متعلق نہیں ہے۔ اور جب بائع نے ناراضگی کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے۔ تو یہ اس کی اجازت شمار نہ کی جائے گی۔ اور جب قیمت اس کے پاس موجود ہے تو اس پر قیمت کو واپس کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ عقد فاسد ہو چکا ہے۔

شرح

مکرَہ کی بیع نافذ ہے اگر چہ لازم نہیں لازم اس وقت ہوگی کہ رضا مندی سے اجازت دے دے لہذا مشتری جو کچھ اس بیع میں تصرف کریگا وہ تصرفات صحیح ہوں گے اور مکرَہ نے ثمن پر راضی خوشی قبضہ کیا یا مبیع کو خوشی سے تسلیم کر دیا تو اب وہ بیع لازم ہوگئی یعنی اب بیع کو فسخ نہیں کر سکتا اور اگر قبضِ ثمن وتسلیم مبیع بھی اکراہ کے ساتھ ہو تو حق فسخ باقی رہے گا، اور ہبہ میں اکراہ ہو تو سرے سے موہوب لہ چیز کا مالک ہی نہیں ہوگا اور اس کے تصرفات صحیح نہیں ہوں گے۔

بائع نے اگر اکراہ کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے تو فسخ بیع کی صورت میں ثمن واپس کر دے اگر اس کے پاس موجود ہے اور ہلاک ہو گیا ہے تو اس پر ضمان واجب نہیں کہ ثمن بائع کے پاس امانت ہے۔ (عنایہ)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ ابن حزم اکراہ (مجبوری) کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجبوری کی دو اقسام ہیں۔ ا۔ کسی کلام پر مجبور کیا جائے۔ ۲۔ کسی عمل پر مجبور کیا جائے۔

کسی کلام پر مجبور کرنا:

جب کسی شخص کو کسی کلام پر مجبور کیا جائے تو مجبوری کی حالت (حتی کہ جان جانے کا اندیشہ یقینی ہو) میں کلام کرنے پر متکلم پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ جیسے کلمہ کفر، قذف، اقرار بالنکاح، رجعت، طلاق، بیع، نذر، ایمان، عتق، اور ہبہ وغیرہ۔

کسی کام پر مجبور کرنا:

جب کسی شخص کو کسی کام پر مجبور کیا جائے تو اس کی پھر دو اقسام ہیں۔

اشیائے ممنوعہ کو مباح کرنے والی مجبوری:

اسکی مثال یہ ہے کہ جیسے مردار کھانا، شراب پینا وغیرہ پس ایسی صورت میں مجبور کیے گئے شخص پر کچھ لازم نہ آئے گا۔

اشیائے ممنوعہ کو مباح نہ کرنے والی مجبوری:

جیسے کسی کو قتل کرنا، زخمی کرنا، مارنا، اموال کو فاسد کرنا اگر کسی شخص نے مجبوری کے تحت ان کاموں میں سے کسی کا بھی ارتکاب کیا تو اس پر ان اعمال کا بدلہ وقصاص لازم ہوگا (عمدۃ القاری شرح البخاری، ج ۲، ص ۱۰۲۶، مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد)

مبیع کا مشتری کے ہاتھ سے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَهُوَ غَيْرِ مُكْرَهٍ ضَمِنَ قِيمَتَهُ لِلْبَائِعِ) مَعْنَاهُ وَالْبَائِعُ مُكْرَهٌ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ بِحُكْمِ عَقْدٍ فَاسِدٍ

(وَلِلْمُكْرَهِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُكْرِهَ إنْ شَاءَ) لِأَنَّهُ آلَةٌ لَهُ فِيمَا يَرْجِعُ إلَى الْإِتْلَافِ، فَكَأَنَّهُ دَفَعَ مَالَ الْبَائِعِ إلَى الْمُشْتَرِي فَيُضَمِّنُ أَيَّهُمَا شَاءَ كَالْغَاصِبِ وَغَاصِبِ الْغَاصِبِ، فَلَوْ ضَمِنَ الْمُكْرَهُ رَجَعَ عَلَى الْمُشْتَرِي بِالْقِيمَةِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْبَائِعِ، وَإِنْ ضَمِنَ الْمُشْتَرِي نَفَذَ كُلُّ شِرَاءٍ كَانَ بَعْدَ شِرَائِهِ لَوْ تَنَاسَخَتْهُ الْعُقُودُ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ أَنَّهُ بَاعَ مِلْكَهُ، وَلَا يَنْفُذُ مَا كَانَ لَهُ قَبْلَهُ لِأَنَّ الِاسْتِنَادَ إلَى وَقْتِ قَبْضِهِ، بِخِلَافِ مَا إذَا أَجَازَ الْمَالِكُ الْمُكْرَهَ عَقْدًا مِنْهَا حَيْثُ يَجُوزُ مَا قَبْلَهُ وَمَا بَعْدَهُ لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ وَهُوَ الْمَانِعُ فَعَادَ الْكُلُّ إلَى الْجَوَازِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ

اور جب مبیع مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوئی ہے حالانکہ وہ مجبور نہیں ہے تو مشتری بائع کیلئے اس قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب بائع مجبور نہ ہو کہ بیع فاسد ہونے کے سبب سے یہ مبیع مشتری پر بطور مضمون تھی۔ اور مجبور بائع کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مکرہ کو ضامن بنائے۔ کیونکہ جو شخص مجبور کیا گیا ہے وہی اس میں سبب بننے والا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس مجبور کرنے والے نے بائع کے مال کو مشتری کو دیا ہے پس بائع ان میں سے جس کو چاہے گا ضامن بنا دے گا جس طرح غاصب اور غاصب کے غاصب میں سے کسی ایک سے ضمان لیا جاتا ہے۔

اور جب بائع مکرہ کو ضامن بناتا ہے تو مشتری سے اس مبیع کی قیمت واپس لے گا کیونکہ مجبور کرنے والا یہ بائع کے قائم مقام ہے اور جب بائع نے مشتری سے ضمان وصول کرلیا ہے تو اس بیع کے بعد والی تمام بیوع نافذ ہو جائیں گی۔ اگر چہ بعد کتنے ہی عقد

کیوں نہ ہوئے ہوں۔کیونکہ مشتری ضمان دینے کے سبب سے اس مبیع کا مالک بنا ہے۔اور یہ تصریح بھی واضح ہو چکی ہے کہ اس نے اپنی ملکیت بیچی ہے ہاں البتہ جو اس نے اس خریداری سے پہلے بیع کی ہے وہ نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس حالت میں ملکیت صرف اس کے قابض ہونے کے وقت کی جانب منسوب ہوگی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مجبور مالک ان میں سے کسی ایک عقد کو جائز قرار دینے والا ہے تو اس سے پہلے والی اور بعد والی ساری بیوع نافذ ہو جائیں گی۔کیونکہ اجازت دیتے ہوئے وہ اپنے حق کو ساقط کرنے والا ہے اور اس کا حق عقد کی جواز سے روکنے والا تھا۔پس سارے عقد ہی جائز ہو جائیں گے۔اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بائع نے اگر اکراہ کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے تو فسخ بیع کی صورت میں ثمن واپس کردے اگر اس کے پاس موجود ہے اور ہلاک ہوگیا ہے تو اس پر ضمان واجب نہیں کہ ثمن بائع کے پاس امانت ہے۔

اکراہ کے ساتھ بیع اگر چہ بیع فاسد ہے مگر اس میں اور دیگر بیوع فاسدہ میں چند وجہ سے فرق ہے۔یہ بیع اجازت قولی یا فعلی کے بعد صحیح ہو جاتی ہے دوسری بیعیں فاسد کی فاسد ہی رہتی ہیں۔جس نے اس سے خریدا ہے اس کے تصرفات توڑ دیے جائیں گے اگر چہ یکے بعد دیگرے کہیں سے کہیں پہنچی ہو۔مبیع غلام تھا اور مشتری نے اسے آزاد کردیا تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے یوم القبض کی قیمت لے یا یوم العتاق کی اگر بائع پر اکراہ ہوا تو ثمن اس کے پاس امانت ہے اور مشتری پر اکراہ ہوا تو مبیع اس کے پاس امانت ہے اور دیگر بیوع فاسدہ میں یہ چاروں باتیں نہیں ہیں۔(درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت)

مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى أَنْ يَأْكُلَ الْمَيْتَةَ أَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ ، إنْ أُكْرِهَ عَلَى ذَلِكَ بِحَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ قَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ لَهُ إلَّا أَنْ يُكْرَهَ بِمَا يَخَافُ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ ، فَإِذَا خَافَ عَلَى ذَلِكَ وَسِعَهُ أَنْ يُقْدِمَ عَلَى مَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ) وَكَذَا عَلَى هَذَا الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ، لِأَنَّ تَنَاوُلَ هَذِهِ الْمُحَرَّمَاتِ إنَّمَا يُبَاحُ عِنْدَ الضَّرُورَةِ كَمَا فِي الْمَخْمَصَةِ لِقِيَامِ الْمُحَرَّمِ فِيمَا وَرَاءَهَا ، وَلَا ضَرُورَةَ إلَّا إذَا خَافَ عَلَى النَّفْسِ أَوْ عَلَى الْعُضْوِ ، حَتَّى لَوْ خِيفَ عَلَى ذَلِكَ بِالضَّرْبِ وَغَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ يُبَاحُ لَهُ ذَلِكَ (وَلَا يَسَعُهُ أَنْ يَصْبِرَ عَلَى مَا تُوُعِّدَ بِهِ ، فَإِنْ صَبَرَ حَتَّى أَوْقَعُوا بِهِ وَلَمْ يَأْكُلْ فَهُوَ آثِمٌ) لِأَنَّهُ لَمَّا أُبِيحَ كَانَ بِالِامْتِنَاعِ عَنْهُ مُعَاوِنًا لِغَيْرِهِ عَلَى هَلَاكِ نَفْسِهِ فَيَأْثَمُ كَمَا فِي حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَأْثَمُ لِأَنَّهُ رُخْصَةٌ إذْ الْحُرْمَةُ قَائِمَةٌ فَكَانَ آخِذًا بِالْعَزِيمَةِ .

قُلْنَا : حَالَةُ الِاضْطِرَارِ مُسْتَثْنَاةٌ بِالنَّصِّ وَهُوَ تَكَلُّمٌ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثُّنْيَا فَلا مُحَرَّمَ فَكَانَ إِبَاحَةً لا رُخْصَةً إِلَّا أَنَّهُ إِنَّمَا يَأْثَمُ إِذَا عَلِمَ بِالْإِبَاحَةِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ ، لِأَنَّ فِي انْكِشَافِ الْحُرْمَةِ خَفَاءً فَيُعْذَرُ بِالْجَهْلِ فِيهِ كَالْجَهْلِ بِالْخِطَابِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ أَوْ فِي دَارِ الْحَرْبِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا ہے اور یہ مجبوری قید یا سخت مار کھانے سے متعلق ہے تو مجبور شخص کیلئے مردار کھانا یا شراب پینا حلال نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس کو ایسی چیز کیلئے مجبور کیا گیا ہے جس سے جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور مجبور آدمی کو خوف لاحق ہوا ہے کہ اس کو مجبور کرنے والا ایسا کردے گا۔ اور خون اور خنزیر کو کھانے کا اکراہ بھی اسی حکم کے مطابق ہے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت ان حرام اشیاء کا استعمال کرنا مباح ہے جس طرح شدید اضطراری حالت میں مباح ہے کیونکہ حرام کردہ یہ ضرورت کے سوا میں مؤثر ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ عام حالات میں ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ ہاں البتہ جب مجبور آدمی کو اپنی جان یا اپنے عضو کی ہلاکت کا خطرہ ہے یہاں تک سخت مار بھی عضو کی ہلاکت یا جان کا خطرہ ہے اور مجبور آدمی کا غالب گمان یہی ہوا ہے وہ سخت مار سے مرجائے گا تو اس کیلئے حرام کردہ اشیاء کا استعمال مباح ہے۔ اور اس کیلئے اس دھمکی پر صبر کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے صبر کیا ہے اور دھمکی دینے والوں نے اس کو انجام تک جا پہنچایا ہے اور اس محرمات کا استعمال نہ کیا تو یہ شخص خود گناہگار ہو جائے گا کیونکہ جب اس کیلئے محرمات کو مباح کیا گیا ہے تو نہ کھانے کی حالت میں مجبور آدمی اپنی ہلاکت میں خود دوسروں کا مددگار ثابت ہوا ہے۔ لہذا وہ گناہگار ہے۔ جس طرح شدید اضطراری حالت میں نہ کھانے کے سبب گناہگار ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ مجبور آدمی گناہگار نہ ہوگا۔ کیونکہ حرام کا کھانا رخصت ہے اور اس میں حرمت موجود ہے اور نہ کھا کر وہ بندہ عزیمت پر عمل کرنے والا ہے۔

ہم نے کہا کہ اضطراری حالت کا نص سے استثناء کیا گیا ہے اور استثناء وہ حکم ہے جو استثناء کے حاصل ہو پس محرم ختم ہو چکا ہے اور اب اباحت ثابت ہوئی ہے رخصت ثابت نہیں ہوئی۔ مگر مجبور آدمی اسی حالت میں گناہگار ہوگا جب اسی حالت میں اس کو اباحت کا علم ہو جائے۔ کیونکہ حرمت کے کھل جانے میں پوشیدگی ہے پس اس جہالت کے سبب مجبور کو معذور سمجھا جائے گا جس طرح اول اسلام میں خطاب سے عدم واقفیت کی وجہ سے عذر سمجھا جاتا ہے یا اسی طرح دار الحرب میں رہنے کی وجہ سے جہالت کا عذر سمجھا جاتا ہے۔ مذاق

شرح

اور جب کسی شخص کو معاذ اللہ شراب پینے یا خون پینے یا مردار کا گوشت کھانے یا سور کا گوشت کھانے پر اکراہ کیا گیا اگر وہ اکراہ

غیر ملجی ہے یعنی حبس وضرب کی دھمکی ہے تو ان چیزوں کا کھانا پینا جائز نہیں ہے البتہ شراب پینے میں اس صورت میں حد نہیں ماری جائے گی کہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور اگر وہ اکراہ ملجی ہے یعنی قتل یا قطع عضو کی دھمکی ہے تو ان کاموں کا کرنا جائز بلکہ فرض ہے اور اگر صبر کیا ان کاموں کو نہیں کیا اور مار ڈالا گیا تو گنہگار ہوا کہ شرع نے ان صورتوں میں اس کے لیے یہ چیزیں جائز کی تھیں جس طرح بھوک کی شدت اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں مباح ہیں۔ ہاں اگر اس کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ اس حالت میں ان چیزوں کا استعمال شرعاً جائز ہے اور ناواقفی کی وجہ سے استعمال نہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو گناہ نہیں۔ یو ہیں اگر استعمال نہ کرنے سے کفار کو غیظ و غضب میں ڈالنا مقصود ہو تو گناہ نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اکراہ، بیروت)

ایک شخص بھوک کے مارے بے بس ہو گیا ہے اسے ایک مردار جانور نظر پڑا اور کسی دوسرے کی حلال چیز بھی دکھائی دی جس میں نہ رشتہ کا ٹوٹنا ہے نہ ایذا دہی ہے تو اسے اس دوسرے کی چیز کو کھا لینا چاہئے مردار نہ کھائے، پھر آیا اس چیز کی قیمت یا وہی چیز اس کے ذمہ رہے گی یا نہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ رہے گی دوسرے یہ کہ نہ رہے گی۔ نہ رہنے والے قول کی تائید میں یہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں ہے، حضرت عباد بن شرحبیل غزی کہتے ہیں ہمارے ہاں ایک سال قحط سالی پڑی میں مدینہ گیا اور ایک کھیت میں سے کچھ بالیں توڑ کر چھیل کر دانے چبانے لگا اور تھوڑی سی بالیں اپنی چادر میں باندھ کر چلا کھیت والے نے دیکھ لیا اور مجھے پکڑ کر مارا پیٹا اور میری چادر چھین لی، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے واقعہ عرض کیا تو آپ نے اس شخص کو کہا اس بھوکے کو نہ تو تو نے کھانا کھلایا نہ اس کے لئے کوئی اور کوشش کی نہ اسے کچھ سمجھایا سکھایا یہ بیچارہ بھوکا تھا نادان تھا جاؤ اس کا کپڑا واپس کرو اور ایک وسق یا آدھا وسق غلہ اسے دے دو، (ایک وسق چار من کے قریب ہوتا ہے)

ایک اور حدیث میں ہے کہ درختوں میں لگے ہوئے پھلوں کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو حاجت مند شخص ان سے میں کچھ کھا لے لیکر نہ جائے اس پر کچھ جرم نہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ اضطراب اور بےبسی کے وقت اتنا کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے بےبسی اور اضطرار ہٹ جائے، یہ بھی مروی ہے کہ تین لقموں سے زیادہ نہ کھائے غرض ایسے وقت میں اللہ کی مہربانی اور نوازش ہے یہ حرام اس کے لئے حلال ہے۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں اضطرار کے وقت بھی جو شخص حرام چیز نہ کھائے اور مر جائے وہ جہنمی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسے وقت ایسی چیز کے کھانی ضروری ہے نہ کہ صرف رخصت ہی ہو، یہی بات زیادہ صحیح ہے جیسے کہ بیمار کا روزہ چھوڑ دینا وغیرہ۔

(نعوذ باللہ) کفر باللہ پر اکراہ کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ أَوْ سَبِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَيْدٍ أَوْ حَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إكْرَاهًا حَتَّى يُكْرَهَ بِأَمْرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ) لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ لَيْسَ بِإِكْرَاهٍ فِي

شُرْبِ الْخَمْرِ لِمَا مَرَّ ، فَفِي الْكُفْرِ وَحُرْمَتُهُ أَشَدُّ أَوْلَى وَأَحْرَى .

قَالَ (وَإِذَا خَافَ عَلَى ذَلِكَ وَسِعَهُ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَمَرُوهُ بِهِ وَيُوَرِّي ، فَإِنْ أَظْهَرَ ذَلِكَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ) لِحَدِيثِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَيْثُ ابْتُلِيَ بِهِ ، وَقَدْ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كَيْفَ وَجَدْتَ قَلْبَكَ ؟ قَالَ مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : فَإِنْ عَادُوا فَعُدْ ، وَفِيهِ نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى (إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ)) " الْآيَةَ " .

وَلِأَنَّ بِهَذَا الْإِظْهَارِ لَا يَفُوتُ الْإِيمَانُ حَقِيقَةً لِقِيَامِ التَّصْدِيقِ ، وَفِي الِامْتِنَاعِ فَوْتُ النَّفْسِ حَقِيقَةً فَيَسَعُهُ الْمَيْلُ إِلَيْهِ .

قَالَ (فَإِنْ صَبَرَ حَتَّى قُتِلَ وَلَمْ يُظْهِرِ الْكُفْرَ كَانَ مَأْجُورًا) لِأَنَّ (خُبَيْبًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَبَرَ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى صُلِبَ وَسَمَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ ، وَقَالَ فِي مِثْلِهِ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ) وَلِأَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةٌ ، وَالِامْتِنَاعُ لِإِعْزَازِ الدِّينِ عَزِيمَةٌ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِلِاسْتِثْنَاءِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے یا نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرنے پر نعوذ باللہ مجبور کیا گیا ہے ورنہ اس کو قید یا مارا جائے گا۔ تو یہ اکراہ نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اکراہ ایسی چیز کے ساتھ ہو جس سے جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا اندیشہ ہو کیونکہ ان چیزوں کا اکراہ جب شراب میں اعتبار نہیں کیا گیا تو کفر میں کس طرح اعتبار کرلیا جائے گا حالانکہ حرمت کفر حرمت شراب سے زیادہ سخت ہے۔ اور جب جان یا عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہے تو مجبور کیلئے اجازت ہوگی۔ کہ وہ مجبور کرنے والے کے حکم کو پورا کرے ہاں البتہ اس میں توریہ سے کام لے۔

اور جب اس نے کلمہ کفر کا اظہار کیا ہے لیکن اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ اور جب ان کو اس طرح کے امتحان سے گزرنا پڑا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت تھی تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ لوگ دوبارہ بھی مجبور کرتے ہیں تو تم اپنے دل کو ایمان سے مطمئن کرنا۔ اور قرآن کی آیت مبارکہ انہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس طرح اظہار کرنے کے سبب ایمان کی حقیقت ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی تصدیق دل میں ہوتی ہے۔ اور

انکار کے سبب جان کو فوت کرنا لازم آئے گا پس اظہار کی رخصت دی جائے گی۔

اور جب مجبور نے صبر کیا ہے یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس نے کفر کا اظہار نہ کیا تو وہ اجر کا حقدار بنے گا ۔ کیونکہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اس پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کو سولی پر چڑھایا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا اور اس طرح فرمایا ہے کہ جنت میں وہ میرے رفیق ہوں گے۔ کیونکہ کفر کے اظہار کی حرمت باقی ہے جبکہ دین کی شان کو بلند کرنے کیلئے انکار کرنا یہ عزیمت ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جو اس سے پہلے گزر چکی ہے اس لئے کہ وہاں استثناء ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب معاذ اللہ کفر کرنے پر اکراہ ہوا اور قتل یا قطع عضو کی دھمکی دی گئی تو اس شخص کو صرف ظاہری طور پر اس کفر کے کر لینے کی رخصت ہے اور دل میں وہی یقین ایمانی قائم رکھنا لازم ہے جو پہلے تھا اور اس شخص کو چاہیے کہ اپنے قول و فعل میں توریہ کرے یعنی اگر چہ اس فعل یا قول کا ظاہر کفر ہے مگر اس کی نیت ایسی ہو کہ کفر نہ رہے مثلاً اس کو مجبور کیا گیا کہ بت کو سجدہ کرے اور اس نے سجدہ کیا تو یہ نیت کرے کہ خدا کو سجدہ کرتا ہوں یا سرکار رسالت مآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں گستاخی کرنے پر مجبور کیا گیا تو کسی دوسرے شخص کی نیت کرے جس کا نام محمد ہو اور اگر اس شخص کے دل میں توریہ کا خیال آیا مگر توریہ نہ کیا یعنی خدا کے لیے سجدہ کی نیت نہیں کی تو یہ شخص کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت نکاح سے خارج ہو جائے گی اور اگر اس شخص کو توریہ کا دھیان ہی نہیں آیا کہ توریہ کرتا اور بت کو ہی سجدہ کیا مگر دل سے اس کا منکر ہے تو اس صورت میں کافر نہیں ہوگا۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت)

اضطراری حالت میں کلمہ کفر کہنے کی رخصت

اگر کوئی مسلمان مصیبتوں اور سختیوں سے گھبرا کر یا جان کے خطرہ کے وقت منہ سے کوئی کلمہ کفر کہہ دے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر بدستور قائم ہو تو اس بات کی رخصت ہے ورنہ اصل حکم یا عزیمت یہی ہے کہ اس وقت بھی اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے اور وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائے۔ چنانچہ دور مکی میں مسلمانوں پر قریش مکہ کی طرف سے جو مظالم و شدائد ڈھائے جاتے رہے ان میں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عزیمت پر ہی عمل پیرا رہے۔ وہ مصائب جھیلتے رہے مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ نے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ لے دے کے ایک مثال سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی ہمیں ملتی ہے۔ عمار رضی اللہ عنہ خود ان کے باپ یاسر اور ان کی ماں سمیہ سب ابوجہل سردار قریش مکہ کے غلام تھے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے والد کو شہید کیا گیا اور ابوجہل لعین نے ان کی والدہ کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔ ان حالات میں آپ نے مجبور ہو کر وہ سب کچھ کہہ دیا جو کافر آپ سے کہلوانا چاہتے تھے پھر اسی وقت آپ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں نے ایسے اور ایسے حالات میں آپ کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر کیا" آپ نے فرمایا "اپنے

دل کی کیفیت بتاؤ" سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے "میرا دل تو پوری طرح ایمان پر مطمئن ہے" آپ ﷺ نے فرمایا" اچھا اگر پھر تم سے وہ ایسا ہی سلوک کریں تو تم پھر اس رخصت سے فائدہ اٹھالینا" اسی سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(بخاری۔ کتاب الاکراہ۔ باب قول اللہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان)

یعنی جو لوگ اسلام لانے کے بعد پیش آمدہ مصائب سے گھبرا کر اپنی سابقہ کفر کی آرام طلب زندگی کو ترجیح دینے لگیں اور کسی قسم کا دنیوی نقصان بھی برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہوں اور انہیں وجوہ کی بنا پر برضاء و رغبت پھر کفر کی راہ اختیار کر لیں۔ تو ایسے لوگ فی الواقع عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔

حضرت خبیب بن عدی کا جذبہ عشق اور تصور جان جاناں

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا ذکر "شہید کے مراتب و درجات اور حیات" کے عنوان میں پر گزرا۔ جب کہ کفار ان کو شہید کرنے کے لئے مکہ سے موضع تنعیم کی طرف لے جا رہے تھے۔ تو اثنائے راہ کفار ان سے کہنے لگے کہ اس وقت تو تمہاری خواہش یہ ہوگی کہ تمہارے بجائے اس دار پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوتے اور تم اپنے گھر میں سلامتی کے ساتھ ہوتے۔ اس پر حضرت خبیب نے فرمایا کہ "خدا کی قسم! میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں میں ایک کانٹا چبھے اور میں گھر میں سلامت بیٹھا رہوں۔" اس پر کفار برانگیختہ ہوئے اور آپ کے ساتھ طرح طرح کی سختیاں اور بیہودگیاں کیں اور آپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سنگین ماحول میں اپنے آقا و مولیٰ، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد اور تصور میں مستغرق تھے اور اپنے محبوب آقا کے دربار عالی میں اپنی دلی کیفیت کو پہنچانے کے لئے پروردگار عالم جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ "اے خدا! میں اس جگہ دشمنوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور دوستوں میں سے کوئی یہاں موجود نہیں جو میرا پیغام تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچائے۔ اے خدا! تو ہی میرا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے۔"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں بمقام مدینہ منورہ ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا کہ یکا یک حضور پر وحی کے آثار و علامات ظاہر ہوئیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رحمۃ اللہ علیہ" اور فرمایا کہ خبیب کو قریش نے شہید کر دیا اور یہ جبریل امین ہیں جو اُن کا سلام مجھے پہنچا رہے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، از شیخ عبدالحق دہلوی، جلد: ۲، ص: ۴۴۵)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے اعزاء و اقربا کی یاد نہیں آئی اور نہ ہی ان تک اپنا پیغام و سلام پہنچانے کی خواہش ہوئی۔ مگر اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے والہانہ عشق کی یہ کیفیت تھی کہ نظروں کے سامنے موت سر پر ناچ رہی ہے۔ گھڑی دو گھڑی میں جان جسم سے جدا ہو جائے گی۔ مگر اس کی کوئی فکر نہیں بلکہ ایمان کی جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی اور فراق کا رنج و غم ہے۔ بارگاہ رسالت کی حاضری اور باریابی کی ہی خواہش ہے:

سرھانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے
شہ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہرابہ ناب
کون لا دے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

(امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ)

مسلمان کے مال کو ہلاک کرنے کیلئے مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى إتْلَافِ مَالِ مُسْلِمٍ بِأَمْرٍ يَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ وَسِعَهُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ) لِأَنَّ مَالَ الْغَيْرِ يُسْتَبَاحُ لِلضَّرُورَةِ كَمَا فِي حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ (وَلِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُكْرِهَ) لِأَنَّ الْمُكْرَهَ آلَةٌ لِلْمُكْرِهِ فِيمَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ وَالْإِتْلَافُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ بِقَتْلِهِ عَلَى قَتْلِ غَيْرِهِ لَمْ يَسَعْهُ أَنْ يُقْدِمَ عَلَيْهِ وَيَصْبِرُ حَتَّى يُقْتَلَ ، فَإِنْ قَتَلَهُ كَانَ آثِمًا) لِأَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ مِمَّا لَا يُسْتَبَاحُ لِضَرُورَةٍ مَا فَكَذَا بِهَذِهِ الضَّرُورَةِ .

ترجمہ

اور جب کسی جان کا عضو کو ہلاک کرنے کے اندیشہ سے کسی مسلمان کو ہلاک کرنے پر مجبور کیا گیا ہے تو مجبور شخص کیلئے وہ کام کر گزرنے کی رخصت ہوگی کیونکہ ضرورت کے سبب دوسرے کا مال مباح کرلیا جاتا ہے۔ جس طرح اضطراری حالت میں ہوتا ہے۔ اور یہ تو ضرورت بھی ثابت ہو چکی ہے اور صاحب مال کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مجبور کرنے والے سے ضمان وصول کرے۔ کیونکہ مجبور شخص تو اس کا مال ضبط کرنے میں مجبوری کا ذریعہ ہے۔ ہاں وہ تلف کرنے میں آلہ بن سکتا ہے۔

اور جب کسی شخص کو قتل کرنے کی دھمکی سے دوسرے کے قتل پر تیار کیا گیا تو مجبور آدمی کیلئے دوسرے پر ایسا کوئی قدم اٹھانا درست نہیں ہے بلکہ وہ صبر کرے۔ یہاں تک وہ خود قتل کردیا جائے۔ اور اگر اس نے دوسرے کو قتل کردیا ہے تو وہ گناہگار ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کا قتل کسی طرح بھی ضرورت سے مباح نہیں ہوتا۔ پس یہ خود مقتول کیے جانے کے سبب بھی مباح نہ ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کوئی شخص اس پر مجبور کیا گیا کہ کسی مسلم یا ذمی کے مال کو تلف کرے اور دھمکی بھی قتل یا قطع عضو کی ہے تو تلف کرنے کی اس کے لیے رخصت ہے اور اگر اس نے تلف نہ کیا اور اس کے ساتھ وہ کر ڈالا گیا جس کی دھمکی دی گئی تھی تو ثواب کا مستحق ہے اور اگر اس نے مال تلف کر ڈالا تو مال کا تاوان مجبور کرنے والے کے ذمہ ہے کہ یہ شخص اس کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہے۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

علامہ خیر الدین رملی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جبر، اختیار کو معدوم بنا دیتا ہے لہذا جبر کے ساتھ حاصل کردہ اقرار کی صحت نہ

ہوی اور جبر و اکراہ کی کئی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کوئی غالب آدمی دوسرے شخص کو کہے کہ تو میرے حق میں فلاں اقرار کرورنہ میں فلاں ظالم کو کہوں گا کہ اس کو مال ملا یا خزانہ ملا یا ایسی ہی کوئی بات اگر یہ شخص جری ہے اور ایسے ظالم کی دھمکی دے جو اس کی بات مانتا ہو اور کہا کہ اگر تو میرے حق میں فلاں اقرار نہ کرے گا تو میں تجھے فلاں کے پاس لے جاؤں گا جو صرف میرے کہہ دینے پر تجھے پکڑے گا اور دھمکی سننے والے کو ظن غالب ہے کہ یہ ایسا کر دے گا تو اس نے جھوٹا اقرار کر دیا تو اس اقرار سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی جیسا کہ ہمارے ائمہ کا صریح کلام ہے۔ (فتاویٰ خیریہ، کتاب الاکراہ، دارالمعرفۃ بیروت)

مجبوری کے قتل عمد پر قصاص کا بیان

قَالَ (وَالْقِصَاصُ عَلَى الْمُكْرِهِ إنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمْدًا) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ ، وَقَالَ زُفَرُ : يَجِبُ عَلَى الْمُكْرَهِ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَجِبُ عَلَيْهِمَا .لِزُفَرَ أَنَّ الْفِعْلَ مِنْ الْمُكْرَهِ حَقِيقَةً وَحِسًّا ، وَقَرَّرَ الشَّرْعُ حُكْمَهُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْإِثْمُ ، بِخِلَافِ الْإِكْرَاهِ عَلَى إتْلَافِ مَالِ الْغَيْرِ لِأَنَّهُ سَقَطَ حُكْمُهُ وَهُوَ الْإِثْمُ فَأُضِيفَ إلَى غَيْرِهِ ، وَبِهَذَا يَتَمَسَّكُ الشَّافِعِيُّ فِي جَانِبِ الْمُكْرَهِ ، وَيُوجِبُهُ عَلَى الْمُكْرِهِ أَيْضًا لِوُجُودِ التَّسْبِيبِ إلَى الْقَتْلِ مِنْهُ ، وَلِلتَّسْبِيبِ فِي هَذَا حُكْمُ الْمُبَاشَرَةِ عِنْدَهُ كَمَا فِي شُهُودِ الْقِصَاصِ ، وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْقَتْلَ بَقِيَ مَقْصُورًا عَلَى الْمُكْرَهِ مِنْ وَجْهٍ نَظَرًا إلَى التَّأْثِيمِ ، وَأُضِيفَ إلَى الْمُكْرِهِ مِنْ وَجْهٍ نَظَرًا إلَى الْحَمْلِ فَدَخَلَتْ الشُّبْهَةُ فِي كُلِّ جَانِبٍ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْقَتْلِ بِطَبْعِهِ إيثَارًا لِحَيَاتِهِ فَيَصِيرُ آلَةً لِلْمُكْرِهِ فِيمَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ وَهُوَ الْقَتْلُ بِأَنْ يُلْقِيَهُ عَلَيْهِ وَلَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ فِي الْجِنَايَةِ عَلَى دِينِهِ فَيَبْقَى الْفِعْلُ مَقْصُورًا عَلَيْهِ فِي حَقِّ الْإِثْمِ كَمَا نَقُولُ فِي الْإِكْرَاهِ عَلَى الْإِعْتَاقِ ، وَفِي إكْرَاهِ الْمَجُوسِيِّ عَلَى ذَبْحِ شَاةِ الْغَيْرِ يَنْتَقِلُ الْفِعْلُ إلَى الْمُكْرِهِ فِي الْإِتْلَافِ دُونَ الذَّكَاةِ حَتَّى يَحْرُمَ كَذَا هَذَا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص کا قتل قتل عمد ہے تو مجبور آدمی پر قصاص ہوگا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔ اور امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی پر قصاص نہ ہوگا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں پر قصاص ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کی جانب یہ فعل بطور حقیقت واحساس دونوں طرح سرزد ہوا ہے اور شریعت نے اس پر قتل کے گناہ کا حکم مرتب کیا ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی کو دوسرے کا مال ہلاک کرنے کیلئے مجبور کیا جائے۔ کیونکہ اس میں مجبور کیے گئے شخص سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ پس ہلاکت کو دوسرے کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔ مجبور آدمی کے حق میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہی دلیل بیان کی ہے۔ اور وہ بھی مجبور کرنے والے پر قصاص کو لازم کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی کی جانب سے قتل کرنے کا سبب پایا گیا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک قتل میں سبب ہونے کو مباشرت کا حکم حاصل ہے۔ جس طرح شہود قصاص میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ گناہ کو دیکھتے ہوئے ایک طرح سے قتل مجبور کیے گئے شخص پر انحصار کرنے والا ہے۔ جبکہ قتل کرنے پر مجبور کرنے والے کی جانب نظر کرتے ہوئے ایک طرح اس کی جانب منسوب ہے۔ پس ہر طرح اس مین شبہہ داخل ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کیا گیا قاتل تو اپنی جان بچانے کی خاطر طبعی تقاضے کے مطابق قتل کرنے پر تیار ہوا ہے پس وہ قتل کرنے میں بطور آلہ ہے۔ لہذا مجبور کرنے والے نے مجبور کو اس آدمی کے قتل پر ڈال دیا ہے پس مجبور کیا گیا آدمی اپنے دین پر جنایت کرنے کے سبب مجبور کرنے والے کا ذریعہ نہ ہوگا۔ پس گناہ کے حق میں عمل قتل یہ مجبور کیے گئے پر منحصر ہوگا۔ جس طرح آزادی پر مجبور کرنے کے حکم کے بارے میں ہمارا اسی طرح فیصلہ بیان کر دیا گیا ہے۔ اور دوسرے کی بکری کو ذبح کرنے کے بارے میں مجوسی کو مجبور کرنے کی حالت میں تلف کرنے پر مکرِہ کے عمل کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ جبکہ ذبح کے بارے میں مکرِہ کے عمل کی جانب منسوب نہ ہوگا اور وہ ذبیحہ حرام ہے اور قتل میں بھی اسی طرح ہے۔

شرح

کتاب اکراہ کے شرعی ماٰخذ کے طور جو آیت بیان کی گئی ہے وہ آیت مبارکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ مشرکین نے حضرت عمار، ان کے والد یاسر اور انکی والدہ سمیہ کو اور حضرت صہیب، بلال، خباب اور حضرت سالم رضی اللہ عنھم کو پکڑ لیا اور ان کو سخت عذاب میں مبتلاء کیا حضرت سمیہ رضی اللہ عنھا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا اور نیزہ ان کے اندام نہانی کے آر پار کیا اور ان سے کہا کہ تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے اسلام لائی ہو لہذا ان کو قتل کر دیا اور ان کے خاوند یاسر کو بھی قتل کر دیا یہ دونوں وہ تھے جن کو اسلام کی خاطر سب سے پہلے شہید کیا گیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے انہوں نے جبر یہ کلمہ کفر یہ کہلوایا جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت عمار نے کلمہ کفر کہا ہے تو آپ نے فرمایا: بے شک عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اس کے گوشت اور خون میں ایمان رچ بس گیا ہے۔ پھر حضرت عمار رسول اللہ ﷺ کے پاس روتے ہوئے

آئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے اگر وہ دوبارہ تم سے زبردستی کلمہ کفر (باوجود ایمان قلبی) کہلوائیں تو تم دوبارہ کہہ دینا۔ (اسباب نزول القرآن، رقم الحدیث ۵۶۱، مطبوعہ بیروت)

اس پر مجبور کیا گیا کہ فلاں شخص کو قتل کر ڈال یا اس کا عضو کاٹ ڈال یا اس کو گالی دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا تیرا عضو کاٹ ڈالوں گا تو اس کو ان کاموں کے کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر اس کے کہنے کے موافق کریگا گنہگار ہوگا اور قصاص کرنے والے سے لیا جائے گا کہ مکرہ اس کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہے۔ جس کے عضو کاٹنے پر اسے مجبور کیا گیا اس نے اس کو اجازت دے دی کہ ہاں تو ایسا کر لے اب بھی اس کو اجازت نہیں ہے۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

اگر اس کو مجبور کیا گیا کہ تو اپنا عضو کاٹ ڈال ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا تو اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے اور اگر اس پر مجبور کیا گیا کہ تو خودکشی کر لے ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا اس کو خودکشی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اکراہ ہوا کہ تو اپنے کو تلوار سے قتل کر ورنہ میں تجھے اتنے کوڑے ماروں گا کہ تو مر جائے یا نہایت بری طرح سے قتل کروں گا تو اس صورت میں خودکشی کرنے میں گناہ نہیں کہ اس سختی اور تکلیف سے بچنے کے لیے خودکشی کرتا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب اکراہ، بیروت)

حالت مجبور والے قتل پر قصاص میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری مصری لکھتے ہیں کہ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب ایک بندے نے کسی کو ناحق قتل کرنے پر مجبور کیا ہے اور اس نے مجبور ہو کر اس کو قتل کر دیا ہے تو مجبور کرنے والے پر قصاص کا حکم ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے سبب سے قتل ہوا ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مجبور کرنے والے اور قتل کرنے والے دونوں پر قصاص ہوگا۔ احناف کے نزدیک مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا اور جان کے خوف سے ڈرتے ہوئے قتل کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ (مذاہب اربعہ، جلد پنجم، ص ۳۵۸، اوقاف پنجاب)

عورت کو طلاق دینے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ عَلَى طَلَاقِ امْرَأَتِهِ أَوْ عِتْقِ عَبْدِهِ فَفَعَلَ وَقَعَ مَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ .

قَالَ (وَيَرْجِعُ عَلَى الَّذِي أَكْرَهَهُ بِقِيمَةِ الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ صَلَحَ آلَةً لَهُ فِيهِ مِنْ حَيْثُ الْإِتْلَافُ فَيُضَافُ إلَيْهِ ، فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا ، وَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْعَبْدِ لِأَنَّ السِّعَايَةَ إنَّمَا تَجِبُ لِلتَّخْرِيجِ إلَى الْحُرِّيَّةِ أَوْ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ وَلَمْ يُوجَدْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا ، وَلَا يَرْجِعُ الْمُكْرَهُ عَلَى الْعَبْدِ بِالضَّمَانِ لِأَنَّهُ مُؤَاخَذٌ بِإِتْلَافِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور اس نے وہ عمل کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک جس چیز پر مجبور کیا گیا تھا وہ واقع ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور یہ مسئلہ کتاب طلاق میں گزر گیا ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ مجبور کرنے والا مجبور کیے گئے آدمی سے غلام کی قیمت واپس لے گا۔ کیونکہ ایک طرح سے مجبور کیا گیا آدمی مجبور کرنے والے کا آلہ بن سکتا ہے۔ پس یہ عمل اسی جانب منسوب ہوگا۔ اور مجبور کیے گئے شخص کا مجبور کرنے والے سے حق ضمان کا لینا ہوگا اگر چہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ اور غلام پر کوئی سعایہ نہ ہوگا کیونکہ سعایہ حریت کی جانب سے خارج کرنے یا غلام کے ساتھ دوسرے کا حق وابسطہ ہونے سے واجب ہونے والا ہے۔ جبکہ یہاں پر ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی گئی۔ اور مجبور کرنے والا غلام سے ضمان میں دی گئی قیمت کو واپس نہیں سکے گا کیونکہ اتلاف واہلاک کے سبب سے مجبور کرنے والے کو پکڑا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نکاح وطلاق وعتاق پر اکراہ ہوا یعنی دھمکی دے کر ایجاب یا قبول کرالیا یا طلاق کے الفاظ کہلوائے یا غلام کو آزاد کرایا تو یہ سب صحیح ہو جائیں گے اور غلام کی قیمت مکرہ سے وصول کرسکتا ہے اور طلاق کی صورت میں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو نصف مہر وصول کرسکتا ہے اور مدخولہ ہے تو کچھ نہیں۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

اور جب خود زوجہ نے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور اکراہ ملجی ہے تو عورت شوہر سے کچھ نہیں لے سکتی اور غیر ملجی ہے تو نصف مہر لے سکتی ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت)

جو چیز ضرورت کے تحت مباح ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مباح قاعدہ فقہیہ

ما ابیح للضرورة یقدر بقدرها .(الاشباہ والنظائر ،ص ۴۳)

جو چیز ضرورت کے تحت مباح ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے۔

اس قاعدہ کا ثبوت سابقہ قاعدہ میں غیر باغ ولا عاد کہ ضرورت مند سرکشی کرنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حالت مجبوری میں جان بچانا فرض تھا اور مردار کھانا جائز ہوا تو ایسی صورت میں اس پر لازم ہے کہ وہ صرف اس قدر مردار کھائے جس سے اسکی جان بچ جائے۔ اس سے زیادہ کھانا اس کیلئے ہرگز جائز نہیں۔

اسی طرح یہ آیت مقدسہ بھی ہے۔

من كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر .(البقرہ)

تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ (روزوں کی تعداد) دوسرے دنوں میں پوری کرے۔

اس آیت میں مریض یا مسافر کو جو رخصت ملی ہے کہ وہ شرعی رخصت ہے لہذا مریض یا مسافر حالت مرض یا سفر میں افطار کرسکتا ہے جیسے ہی وہ مرض یا سفر سے خلاصی پائے گا فوراً اس پر روزہ کی فرضیت والا حکم لوٹ آئے گا۔ کیونکہ ضروریات اتنی ہی مقدار مباح ہوتی ہیں جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مریض کے تندرست ہونے کے بعد اس کیلئے بالکل جائز نہیں کہ وہ روزہ نہ رکھے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے جب بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جس کا دل چاہے وہ اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے۔ (صحیح مسلم، ج۱،ص۲۴۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

جماعت کے بارے میں اصل یہ ہے کہ اس کو ترک کرنا منع ہے لیکن حضور ﷺ نے ضرورت کے تحت اس کا ترک مباح قرار دیا لہذا ترک جماعت عذر شرعی کے وقت بقدر ضرورت مباح ہوگی۔

دارالحرب کی اشیائے ضروریہ کا استعمال:

اگر کوئی شخص دارالحرب کی گھاس ،لکڑی ،اسلحہ ،تیل وغیرہ جیسی اشیاء بغیر تقسیم کے لیتا ہے تو اس کیلئے جائز ہے لیکن ان اشیاء کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے اور جب دارالحرب سے نکل آئے تو پھر ان اشیاء کو استعمال نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اباحت بقدر ضرورت تھی اور ان اشیاء کو مال غنیمت میں شامل کردیا جائے گا۔

ماء مستعمل کا معاف ہونا:

اگر وضو کرنے والے پر ماء مستعمل کے چھینٹے پڑ جائیں تو احناف کے نزدیک چونکہ نجس ہے مگر ضرورت کے تحت اس کے چھینٹے معاف ہیں اگر چہ اس پر دوسرا قاعدہ ''الخرج مرفوع '' بھی صادق آرہا ہے۔

شہید کا خون:

شہید کا خون اسکی اپنی ذات کیلئے مباح ہے جبکہ دوسرے کیلئے مباح نہیں۔ کیونکہ دوسرے کیلئے ضرورت نہیں اور اپنے لئے بھی تحت الضرورۃ مباح ہوا ہے اور وہ بھی بقدر ضرورت مباح ہوا ہے۔

طبیب کا دیکھنا:

اگر بیماری پردہ کے مقام پر ہو اور ماہر طبیب کے دیکھے بغیر اس کا علاج ممکن نہ ہو تو تحت الضرورۃ طبیب کا مقام پردہ کو دیکھنا بقدر ضرورت جائز ہے اگر چہ مرد ہو یا عورت۔

مجنون کی دوسری شادی:

علمائے شوافع کے نزدیک مجنون کی دوسری شادی جائز نہیں کیونکہ اس کی شادی کو مقصد ضرورت کو پورا کرنا تھا جو کہ ایک سے ضرورت پوری ہورہی ہے اور اسکی شادی ضرورت کے تحت مباح ہوئی تھی اور بقدر ضرورت ہی باقی رہے گی۔ (الاشباہ والنظائر)

نصف مہر لوٹانے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ مَهْرِ الْمَرْأَةِ إِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُولِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْعَقْدِ مُسَمًّى يَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَهُ مِنْ الْمُتْعَةِ) لِأَنَّ مَا عَلَيْهِ كَانَ عَلَى شَرَفِ السُّقُوطِ بِأَنْ جَاءَتْ الْفُرْقَةُ مِنْ قِبَلِهَا ، وَإِنَّمَا يَتَأَكَّدُ بِالطَّلَاقِ فَكَانَ إتْلَافًا لِلْمَالِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ فَيُضَافُ إلَى الْمُكْرِهِ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ إتْلَافٌ .بِخِلَافِ مَا إذَا دَخَلَ بِهَا لِأَنَّ الْمَهْرَ قَدْ تَقَرَّرَ بِالدُّخُولِ لَا بِالطَّلَاقِ .

ترجمہ

اور جب دخول سے پہلے طلاق ہوئی ہے تو مکرَہ مکرِہ سے نصف مہر واپس لے گا۔ کیونکہ جب نکاح میں حق مہر معین نہ ہو تو پھر مکرَہ مکرِہ سے لازم کیا گیا نفع لے گا اس لئے کہ خاوند پر جو چیز لازم ہے اس میں ساقط ہونے کا امکان ہے۔ کیونکہ جب زوجہ کی جانب سے جدائی کا مطالبہ ہوگیا مگر وہ مطالبہ طلاق سے مؤکد بھی ہو چکا ہے کیونکہ اس طرح اس کے مال کا ضیاع ہے اور اتلاف کے سبب اس کو مجبور کرنے والے کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مجبور کیے گئے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کرلیا ہے کیونکہ اب حق مہر دخول کے سبب مؤکد ہونے والا ہے طلاق کے سبب سے مؤکد ہونے والا نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب شوہر نے عورت کو دھمکی دی کہ مہر معاف کردے یا ہبہ کردے ورنہ تجھے ماروں گا اس نے ہبہ کر دیا یا معاف کر دیا اگر شوہر اس کے مارنے پر قادر ہے تو ہبہ اور معاف کرنا صحیح نہیں اور اگر یہ دھمکی دی کہ ہبہ کر دے ورنہ طلاق دے دوں گا یا دوسرا نکاح کرلوں گا تو یہ اکراہ نہیں اس صورت میں ہبہ کرے گی تو صحیح ہو جائے گا۔

اور جب شوہر نے عورت کو اس کے باپ ماں کے یہاں جانے سے روک دیا کہ جب تک مہر نہ بخشے گی جانے نہیں دوں گا یہ بھی اکراہ کے حکم میں ہے کہ اس حالت میں بخشا صحیح نہیں۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

اور جب کسی نے اپنی بیوی مریضہ کو اپنے والدین کے ہاں جانے سے روکا اور کہا تو مجھے مہر ہبہ کرے تو جانے دوں گا تو بیوی نے مہر ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ باطل ہے کیونکہ یہ مجبور کی طرح ہے اور اس سے ایک درپیش مسئلہ کا جواب معلوم ہوگیا کہ بیٹی کا نکاح کر دیا جب بیٹی رخصتی کے لئے تیار ہوئی تو باپ نے روک لیا اور کہا تو یہ گواہی بنادے کہ میں نے والدہ سے اپنی والدہ کی وراثت کا حصہ وصول کرلیا ہے۔ بیٹی نے مجبوراً اپنے اقرار پر گواہ بنادئے تو بیٹی کا یہ اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مجبور کی طرح تھی، اور مفتی روم ابوسعود نے یہی فتوی دیا مصنف نے شرح منظومہ تحفۃ الاقران میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت کتاب الاکراہ)

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ بیوی کو اپنے والدین سے منع کرنا تا کہ مہر ہبہ کرنے پر آمادہ ہو تو یہ مجبوری ہوگی اور بیوی نے ہبہ

کردیا تو باطل ہوگا، اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ سید امام کی ملتقط میں فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ جس نے مہر ہبہ کئے بغیر بیوی کو اس کے والدین سے روک رکھا ہو اور اس نے ہبہ کردیا تو یہ ہبہ باطل ہوگا، اور اسی طرح خلاصہ اور بزازیہ میں ہے اور یونہی تاتارخانیہ میں ینابیع سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی خیریہ، کتاب الاکراہ، دارالمعرفۃ بیروت)

طلاق یا آزادی پر وکیل بنانے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى التَّوْكِيلِ بِالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ فَفَعَلَ الْوَكِيلُ جَازَ اسْتِحْسَانًا) لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ مُؤَثِّرٌ فِي فَسَادِ الْعَقْدِ، وَالْوَكَالَةُ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَيَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمُكْرِهِ زَوَالُ مِلْكِهِ إِذَا بَاشَرَ الْوَكِيلُ، وَالنَّذْرُ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهِ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ، وَلَا رُجُوعَ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَهُ لِأَنَّهُ لَا مُطَالِبَ لَهُ فِي الدُّنْيَا فَلَا يُطَالَبُ بِهِ فِيهَا، وَكَذَا الْيَمِينُ، وَالظِّهَارُ لَا يَعْمَلُ فِيهِمَا الْإِكْرَاهُ لِعَدَمِ احْتِمَالِهِمَا الْفَسْخَ، وَكَذَا الرَّجْعَةُ وَالْإِيلَاءُ وَالْفَيْءُ فِيهِ بِاللِّسَانِ لِأَنَّهَا تَصِحُّ مَعَ الْهَزْلِ، وَالْخُلْعُ مِنْ جَانِبِهِ طَلَاقٌ أَوْ يَمِينٌ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ، فَلَوْ كَانَ هُوَ مُكْرَهًا عَلَى الْخُلْعِ دُونَهَا لَزِمَهَا الْبَدَلُ لِرِضَاهَا بِالِالْتِزَامِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر وکیل بنانے پر مجبور کیا گیا ہے اور وکیل نے وہ کام سرانجام دے دیا ہے تو اس کا یہ عمل استحسان کے مطابق جائز ہے۔ کیونکہ اکراہ فساد عقد میں موثر ہے اور وکالت بھی شرائط فاسدہ کے سبب باطل نہیں ہوتی۔ اور مجبور کیا گیا آدمی بطور استحسان مجبور کرنے والے پر رجوع کرے گا۔ کیونکہ مجبور کرنے والے کا مقصد یہ ہے کہ جب وکیل وہ کام کر ڈالے تو اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

اور نذر میں اکراہ موثر نہیں ہوتا کیونکہ نذر میں فسخ کا احتمال نہیں ہوا کرتا۔ اور مجبور کیے گئے پر آدمی پر جو چیز لازم ہوئی ہے وہ اس کے بارے میں مکرِہ کی جانب رجوع نہ کرے گا۔ کیونکہ دنیا میں اس کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ لہذا جس چیز کے بارے میں مجبور کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی دنیا میں کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔

اور اسی طرح ظہار اور یمین میں اکراہ موثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں بھی فسخ کا احتمال رکھنے والے ہیں۔ رجعت، ایلاء اور زبانی ایلاء کرنے میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ ایسی اشیاء ہیں جو مذاق اور ہزل میں بھی درست ہو جاتی ہیں اور خاوند کی جانب سے طلاق یا پھر قسم ہیں۔ اور اس میں اکراہ کوئی کام کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ جب خاوند کو خلع کرنے کیلئے مجبور کیا گیا ہے اور عورت کو خلع کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تو اس عورت پر بدل لازم ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے اوپر خوشی کے ساتھ بدل کو لازم کرنے والی ہے۔

مجبوری اختیار کو ختم کردیتی ہے قاعدہ فقہیہ

الاکراہ یعدم الاختیار .

مجبوری اختیار کو ختم کردیتی ہے لہذا جبر کے ساتھ اقرار درست نہ ہوگا۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۹، ص ۶۱۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اکراہ پر اقرار کا درست نہ ہونا

اگر کسی شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا جب بیٹی رخصتی کیلئے تیار ہوئی تو باپ نے روک لیا اور کہا کہ تو یہ گواہی دے کہ میں نے والد کی وراثت کا حصہ وصول کرلیا ہے بیٹی نے مجبوری کے طور پر اپنے اقرار کے گواہ بھی بنادیئے تو بیٹی کا یہ اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ وہ مجبوری کی طرح تھی۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، ج ۵، ص ۱۹۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دس چیزیں مجبوری کے ساتھ بھی ہوجاتی ہیں

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔عتاق ۴۔ایلاء ۵۔الفی فیہ ۶۔ظہار ۷۔یمین ۸۔نذر ۹۔رجعت ۱۰۔قصاص کا معاف ہونا۔ (جوہرہ نیرہ، ج ۲، ص ۱۷۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہ تمام امور جو خیار شرط کا احتمال نہیں رکھتے ان میں ہذل باطل اور عقد لازم ہوگا قاعدہ

وہ تمام امور جو خیار شرط کا احتمال نہیں رکھتے ان میں ہذل باطل اور عقد لازم ہوگا۔ (ماخوذ من الحسامی) اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح نکاح وطلاق وغیرہ ہیں ان میں مذاق وہزل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یعنی اگر کسی شخص نے کسی عورت سے مذاق کے طور پر لوگوں اور گواہوں کے روبرو نکاح کیا یا اپنی بیوی کو طلاق دی اور کہا کہ یہ تو مذاق کے طور پر تھا تو اس کا یہ قول باطل سمجھا جائے گا اور نکاح منعقد ہوجائے گا اور اسی طرح طلاق بھی ہوجائے گی کیونکہ ان امور میں ہزل باطل ہوجاتا ہے اور عقد لازم ہوجاتا ہے ۔اس قاعدہ کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اوران میں مذاق بھی سنجیدگی ہے، نکاح، طلاق، رجعت۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۸، دارالحدیث ملتان)

مسند امام احمد اور دار قطنی کی روایات میں یمین، نذر عتاق اور عفو عن القصاص کا بھی ذکر ہے (رضوی عفی عنہ)

فلموں اور ڈراموں میں نکاح وطلاق کا حکم

دور جدید میں کئی فلمی اداکار وفنکار فلموں اور ڈراموں میں نکاح کرنے یا طلاق دینے کا کردار ادا کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسطرح نکاح بھی ہوجاتا ہے اور طلاق بھی ہوجاتی ہے۔لہذا ان احکام شرعیہ کا مذاق نہ اُڑائیں اور نہ انہیں محض کھلونا بنانا چاہیے۔

زنا پر مجبور کیے گئے پر حد کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ عَلَى الزِّنَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، إِلَّا أَنْ يُكْرِهَهُ السُّلْطَانُ ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ لَا يَلْزَمُهُ الْحَدُّ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْحُدُودِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی بندے کو زنا پر مجبور کیا گیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مجبور کیے گئے آدمی پر حد واجب ہے ہاں البتہ جب اس کو مجبور کرنے والا بادشاہ ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر کوئی حد واجب نہ ہوگی اور کتاب حدود میں ہم اس مسئلہ کو بیان کر آئے ہیں۔

شرح

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے زنا کا اقرار کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید وہ کوئی عذر پیش کر سکے۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا؟ تمہیں بدکاری پر کس چیز نے مجبور کیا۔ اس عورت نے کہا میرا ایک پڑوسی تھا جس کے اونٹوں کے ہاں پانی اور دودھ تھا اور میرے اونٹ کے ہاں پانی اور دودھ نہ تھا۔ اسی وجہ سے میں پیاسی رہتی تھی، میں نے اس سے پانی مانگا تو اس نے پانی دینا اس شرط پر منظور کیا کہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں اس پر میں نے تین دفعہ انکار کیا مگر جب میری پیاس اس قدر بڑھ گئی کہ جان نکلنے کا اندیشہ ہو گیا تو میں نے اسکی خواہش پوری کر دی، تب اس نے مجھے پانی پلایا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! پس جس کو مجبور کیا جائے اور اس کا ارادہ سرکشی اور زیادتی کا نہ ہو، تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (الطرق الحکمیہ، ص ۵۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

کسی شخص کو ارتداد پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُكْرِهَهُ عَلَى الرِّدَّةِ لَمْ تَبِنْ امْرَأَتُهُ مِنْهُ) لِأَنَّ الرِّدَّةَ تَتَعَلَّقُ بِالِاعْتِقَادِ ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ لَا يَكْفُرُ وَفِي اعْتِقَادِهِ الْكُفْرَ شَكٌّ فَلَا تَثْبُتُ الْبَيْنُونَةُ بِالشَّكِّ ، فَإِنْ قَالَتْ الْمَرْأَةُ قَدْ بِنْتُ مِنْك وَقَالَ هُوَ قَدْ أَظْهَرْتُ ذَلِكَ وَقَلْبِي مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ اسْتِحْسَانًا ، لِأَنَّ اللَّفْظَ غَيْرُ مَوْضُوعٍ لِلْفُرْقَةِ وَهِيَ بِتَبَدُّلِ الِاعْتِقَادِ وَمَعَ الْإِكْرَاهِ لَا يَدُلُّ عَلَى التَّبَدُّلِ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ ، بِخِلَافِ الْإِكْرَاهِ عَلَى الْإِسْلَامِ حَيْثُ يَصِيرُ بِهِ مُسْلِمًا ، لِأَنَّهُ لَمَّا احْتَمَلَ وَاحْتَمَلَ رَجَّحْنَا الْإِسْلَامَ فِي الْحَالَيْنِ لِأَنَّهُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى ، وَهَذَا بَيَانُ الْحُكْمِ ، أَمَّا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا لَمْ يَعْتَقِدْهُ فَلَيْسَ

بِمُسْلِمٍ ، وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتَّى حُكِمَ بِإِسْلَامِهِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْتَلْ لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْقَتْلِ .وَلَوْ قَالَ الَّذِي أُكْرِهَ عَلَى إِجْرَاءِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ أَخْبَرْتُ عَنْ أَمْرٍ مَاضٍ وَلَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ بَانَتْ مِنْهُ حُكْمًا لَا دِيَانَةً ,لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ طَائِعٌ بِإِتْيَانِ مَا لَمْ يُكْرَهْ عَلَيْهِ ، وَحُكْمُ هَذَا الطَّائِعِ مَا ذَكَرْنَاهُ .

وَلَوْ قَالَ أَرَدْتُ مَا طُلِبَ مِنِّي وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِي الْخَبَرُ عَمَّا مَضَى بَانَتْ دِيَانَةً وَقَضَاءً ، لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ مُبْتَدِءٌ بِالْكُفْرِ هَازِلٌ بِهِ حَيْثُ عَلِمَ لِنَفْسِهِ مَخْلَصًا غَيْرَهُ .

وَعَلَى هَذَا إِذَا أُكْرِهَ عَلَى الصَّلَاةِ لِلصَّلِيبِ وَسَبِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَفَعَلَ وَقَالَ نَوَيْتُ بِهِ الصَّلَاةَ لِلَّهِ تَعَالَى وَمُحَمَّدًا آخَرَ غَيْرَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَانَتْ مِنْهُ قَضَاءً لَا دِيَانَةً ، وَلَوْ صَلَّى لِلصَّلِيبِ وَسَبَّ مُحَمَّدًا النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِهِ الصَّلَاةُ لِلَّهِ تَعَالَى وَسَبُّ غَيْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَانَتْ مِنْهُ دِيَانَةً وَقَضَاءً لِمَا مَرَّ ، وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ زِيَادَةً عَلَى هَذَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے کو ارتداد پر مجبور کیا گیا تو اسکی بیوی اس سے بائنہ نہ ہوگی۔ کیونکہ ارتداد کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب کسی شخص کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہوتو وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس کے اعتقاد کفر میں شک ہے۔ پس شک کے سبب بائنہ ہونا ثابت نہ ہوگا۔

اور جب عورت نے کہا کہ میں تجھ سے بائنہ ہوں اور خاوند کہہ دے کہ اس حالت میں میں کفر کا اظہار کیا تھا لیکن میرا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحسان کے مطابق خاوند کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ کلمہ کفر کی وضع جدائی کیلئے نہیں ہے کیونکہ جدائی اعتقاد کے سبب سے واقع ہونے والی ہے۔لہذا اکراہ کے ہوتے ہوئے یہ لفظ اعتقاد کی تبدیلی کیلئے دلیل نہ ہوگا۔ پس خاوند کی بات کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ بہ خلاف اسلام پر اکراہ کرنے کے کیونکہ اس اکراہ کے سبب بندہ مسلمان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس لفظ میں اسلام کا احتمال ہے اور اسلام قبول نہ کرنے کا احتمال بھی ہے پس ہم ان دونوں احوال میں سے اسلام کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے غلبہ اسلام کیلئے ہے۔اور وہ مغلوب ہونے والا نہیں ہے۔ اور یہ بیان ہے اس کا حکم کا جو اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے۔ اور جب اس کے دل میں عقیدہ نہیں ہے تو وہ مسلمان نہ ہوگا۔

اور جب بندے کو اسلام لانے کیلئے مجبور کیا گیا ہے اور اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ بھی ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ مرتد ہو گیا

ہے تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں عدم ارتداد کا شبہ بھی موجود ہے اور وہ شبہ قتل کو دور کرنے والا ہے۔ اور جب مجبور کیے گئے بندے نے یہ کہا ہے کہ میں نے گذشتہ دنوں میں ایک جھوٹی خبر دی تھی کیونکہ میں نے گذشتہ دنوں میں کفر کیا تھا تو اس کی بیوی حکمی طور اس سے بائنہ ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وہ اس چیز کا اقرار کرنے والا ہے اور کلمہ کفر میں کلام کیا ہے اگر چہ اس نے مذاق میں کیا ہے۔ حالانکہ کفریہ کلمہ کہنے سوا بھی اس کیلئے کوئی ذریعہ موجود تھا۔

اور اسی حکم کے موافق اس شخص کا حکم ہے جس نے صلیب کو سجدہ کیا یا پھر اس نے نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرنے (نعوذ باللہ) کیلئے مجبور کیا گیا ہے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا ہے اور اس نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے اس سجدہ سے خدا کی نیت کی ہے اور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی دوسرے محمد کو مراد لیا تھا تب بھی قضاء کے اعتبار سے اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی۔ جبکہ دیانت کے اعتبار سے اس کی بیوی بائنہ نہ ہوگی۔ اور جب اس نے نعوذ باللہ صلیب کو سجدہ کر لیا ہے یا اس نے نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کیا ہے اور اس کے دل میں اللہ کیلئے سجدہ کرنا اور نبی ﷺ کے سوا کسی دوسرے کو سب وشتم کرنے کا خیال تھا تو اس کی بیوی بطور دیانت بائنہ اور بطور قضاء بھی بائنہ یعنی دونوں طرح سے بائنہ ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے سبب جو پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ کفایہ منتہی میں اس پر ہم نے مزید دلائل دیے ہیں۔ اور اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم: تو اس نے کہا، اللہ رسول اللہ سے ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا اسے بتایا گیا کہ اے دشمن خدا: تو کیا کہہ رہا ہے تو اس نے اس سے بھی زیادہ برا کلام کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی تھی (کیونکہ بچھو بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ہے) تو اس پر ابن سلیمان نے کہا کہ اس کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف گواہی دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ (الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

عزیمت پر قتل ہو جانے والے کے ثواب کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص کو کفر کرنے پر مجبور کیا گیا اور کفر نہ کیا اس وجہ سے قتل کر دیا گیا تو ثواب پائے گا اسی طرح نماز یا روزہ توڑنے یا نماز نہ پڑھنے یا روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا گیا یا حرم میں شکار کرنے یا حالت احرام میں شکار کرنے یا جس چیز کی فرضیت قرآن سے ثابت ہو اس کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے اس کے خلاف کیا جو مکرِہ کرانا چاہتا تھا اور قتل کر ڈالا گیا سب میں ثواب کا مستحق ہے۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

روزہ دار مسافر یا مریض ہے جس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یہ اگر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو روزہ توڑ دے اور نہ توڑا یہاں تک کہ قتل کر ڈالا گیا تو گنہگار ہوگا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت) رمضان میں دن کے وقت کھانے پینے یا بی بی سے جماع کرنے پر اکراہ ہوا اور روزہ دار نے ایسا کر لیا تو اس پر روزہ کی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اکراہ، بیروت)

کتاب الحجر

﴿یہ کتاب حجر کے بیان میں ہے﴾

کتاب حجر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب حجر کو کتاب اکراہ کے بعد ذکر کیا ہے اس کی مناسبت فقہی یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں ولایت مختارہ جو اختیار کے وجوب کے سبب جاری ہوئی تھی وہ سلب ہو جاتی ہے۔ لیکن ان میں سے اکراہ میں اس کا اثر مضبوط ہے کیونکہ اس میں اختیار کا سلب ہو جانا یہ درست ہے۔ اور یہی ولایت کاملہ ہے۔ جبکہ حجر میں ایسا نہیں ہوتا ہے اسی لئے کتاب حجر سے پہلے کتاب اکراہ کو بیان کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، بیروت)

حجر کا فقہی مفہوم

اور کسی شخص کے تصرفات قولیہ روک دینے کو حجر کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مراتب پر پیدا فرمایا ہے کسی کو سمجھ بوجھ اور دانائی و ہوشیاری عطا فرمائی اور بعض کی عقلوں میں فتور اور کمزوری رکھی جیسے مجنون اور بچے کہ ان کی فہم و عقل میں جو کچھ قصور ہے وہ مخفی نہیں اگر ان کے تصرفات نافذ ہو جایا کریں اور بسا اوقات یہ اپنی کم فہمی سے ایسے تصرفات کر جاتے ہیں جو خود ان کے لیے مضر ہیں تو انھیں کو نقصان اوٹھانا پڑے گا لہٰذا اس کی رحمت کاملہ نے ان کے تصرفات کو روک دیا کہ ان کو ضرر نہ پہنچنے پائے۔ باندی غلام کی عقل میں فتور نہیں ہے مگر یہ خود اور جوان کے پاس ہے سب ملک مولیٰ ہے لہٰذا ان کو پرائی ملک میں تصرف کرنے کا کیا حق ہے۔

کتاب حجر کے شرعی ماخذ کا بیان

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ (النساء، ۵)

اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔ (کنز الایمان)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ لوگوں سے فرماتا ہے کہ کم عقل بیوقوں کو مال کے تصرف سے روکیں، مال کو اللہ تعالیٰ نے تجارتوں وغیرہ میں لگا کر انسان کا ذریعہ معاش بنایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کم عقل لوگوں کو ان کے مال کے خرچ سے روک دینا چاہیے، مثلاً نابالغ بچہ ہو یا مجنون و دیوانہ ہو یا کم عقل بیوقوف ہو اور بیدین ہو بری طرح اپنے مال کو لٹا رہا ہو، اسی طرح ایسا شخص جس پر قرض بہت چڑھ

گیا ہو جسے وہ اپنے کل مال سے بھی ادا نہیں کر سکتا اگر قرض خواہ حاکم وقت سے درخواست کریں تو حاکم وہ سب مال اس کے قبضے سے لے لے گا اور اسے بیدخل کر دے گا،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں (سفہاء) سے مراد تیری اولاد اور عورتیں ہیں، اسی طرح حضرت ابن مسعود حکم بن عیینہ حسن اور ضحاک رحمتہ اللہ سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یتیم مراد ہیں، مجاہد عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں،

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عورتیں بیوقوف ہیں مگر جو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہوں، ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرکش خادم ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں کھلاؤ پہناؤ اور اچھی بات کہو ابن عباس فرماتے ہیں یعنی تیرا مال جس پر تیری گزر بسر موقوف ہے اسے اپنی بیوی بچوں کو نہ دے ڈال کر پھر ان کا ہاتھ تکتا پھرے بلکہ اپنا مال اپنے قبضے میں رکھ اس کی اصلاح کرتا رہ اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کر اور ان کے خرچ اٹھا،

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا، ایک وہ شخص جس کی بیوی بد خلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بیوقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔ ان سے بھلی بات کہو یعنی ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ محتاجوں سے سلوک کرنا چاہئے اسے جسے بالفعل تصرف کا حق نہ ہو اس کے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ نرم زبانی اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہئے۔

یتیم کے مال میں میں تصرف کرنے کا بیان

اور جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے، ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بیشک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے اپنی حاجت کو دیکھیے اور اپنی محنت کو اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے، پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے۔ امام شافعی کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے، اس لئے کہ آیت میں بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری

پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لا سکتا بشرطیکہ حاجت سے زیادہ نہ اڑا نہ جمع کرنہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو بچار کھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے، ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے،

ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لئے ضرورتا کس چیز سے ماروں؟ فرمایا جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہے اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کرنہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر، حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں ان کے بھی اونٹ ہیں میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لئے فقیروں کو تحفہ دے دیتا ہوں تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کو تو ڈھونڈ لاتا ہے ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بیشک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے، (موطا مالک)

حضرت عطاء بن رباح حضرت عکرمہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت عطیہ عوفی حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنگ دستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھالے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا، دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو بطور قرض لوں گا جب آسانی ہوئی پھر واپس کر دوں گا (ابن ابی الدنیا)

یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کو اسناد صحیح ہے، بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے، ابن عباس سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطور قرض کھائے اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لائق ہی خرچ کرے تاکہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے،

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے تو بیشک کھالے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا، یحییٰ بن سعید انصار اور ربیعہ سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا، لیکن عبارت یہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اس لئے کہ اس نے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ لے، یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو، دوسری آیت میں ہے آیت (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ) 6 ۔ الانعام152:) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطور اصلاح کے پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان

میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو، تا کہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے، یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا تباہ و برباد کیا جھوٹ سچ حساب لکھا اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت چوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا، ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا و بینا نگران و نگہبان کو ہے،

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے چاہتا ہوں وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں خبردار ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء ۵)

حجر کے اسباب ثلاثہ کا بیان

قَالَ (الْأَسْبَابُ الْمُوجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلَاثَةٌ : الصِّغَرُ ، وَالرِّقُّ ، وَالْجُنُونُ ، فَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيرِ إلَّا بِإِذْنِ وَلِيِّهِ ، وَلَا تَصَرُّفُ الْعَبْدِ إلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ ، وَلَا تَصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ بِحَالٍ) .أَمَّا الصَّغِيرُ فَلِنُقْصَانِ عَقْلِهِ ، غَيْرَ أَنَّ إذْنَ الْوَلِيِّ آيَةُ أَهْلِيَّتِهِ ، وَالرِّقُّ لِرِعَايَةِ حَقِّ الْمَوْلَى كَيْ لَا يَتَعَطَّلَ مَنَافِعُ عَبْدِهِ .وَلَا يَمْلِكُ رَقَبَتَهُ بِتَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِهِ ، غَيْرَ أَنَّ الْمَوْلَى بِالْإِذْنِ رَضِيَ بِفَوَاتِ حَقِّهِ ، وَالْجُنُونُ لَا تُجَامِعُهُ الْأَهْلِيَّةُ فَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ بِحَالٍ ، أَمَّا الْعَبْدُ فَأَهْلٌ فِي نَفْسِهِ وَالصَّبِيُّ تُرْتَقَبُ أَهْلِيَّتُهُ فَلِهَذَا وَقَعَ الْفَرْقُ .

ترجمہ

فرمایا حجر کو ثابت کرنے والے اسباب تین ہیں۔(۱) کم سن ہونا (۲) غلام ہونا (۳) پاگل ہونا۔ پس چھوٹے بچے کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے سوا تصرف کرے۔ اور اپنے آقا کی اجازت کے بغیر غلام کیلئے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پاگل کا تصرف بھی جائز نہیں ہے۔ چھوٹے بچے کے تصرف کا عدم جواز اس دلیل سے ہے کہ اس میں عقل و سمجھ کم ہوتی ہے جبکہ وہ ولی کی اجازت سے اہل ہونے والا ہے اور غلام کے تصرف کا عدم جواز اس کے آقا کے حق ہونے کے سبب سے ہے۔ تا کہ غلام کا نفع ضائع نہ ہو اور قرض کے لازم ہو جانے کے سبب سے اس کی رقبہ مملوک نہ بن جائے۔ لہذا اسکا تصرف منع ہو گیا۔ مگر اجازت دینے کی وجہ سے آقا اپنے حق کو ضائع کرنے پر رضا مند ہوا ہے۔ اور پاگل کے ساتھ تو کوئی اہلیت بھی جمع ہونے والی نہیں ہے پس اس کا تصرف کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ غلام خود بہ خود تصرف کرنے کا اہل ہے اور بچے کی اہلیت کی توقع بھی کی جا سکتی ہے۔ پس اس طرح بچے، غلام اور پاگل کے درمیان فرق واضح ہو چکا ہے۔

جدید دور میں بعض اسباب حجر کا بیان

علامہ امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حجر کے اسباب تین ہیں۔ نابالغی، جنون، رقیت نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد عاقل بالغ کو قاضی مجبور نہیں کرسکتا ہاں اگر کسی شخص کے تصرفات کا ضرر عام لوگوں کو پہنچتا ہو تو اس کو روک دیا جائے گا مثلاً طبیب جاہل کہ فن طب میں مہارت نہیں رکھتا اور علاج کرنے کو بیٹھ جاتا ہے لوگوں کو دوائیں دے کر ہلاک کرتا ہے۔ آج کل بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص سے یا مدرسہ میں طب پڑھ لیتے ہیں اور علاج و معالجہ سے سابقہ بھی نہیں پڑتا دو تین برس کے بعد سند طب حاصل کر کے مطب کھول لیتے ہیں اور ہر طرح کے مریض پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں مرض سمجھ میں آیا ہو یا نہ آیا ہو نسخے پلانا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اس کہنے کو کسر شان سمجھتے ہیں کہ میری سمجھ میں مرض نہیں آیا ایسوں کو علاج کرنا کب جائز و درست ہے۔

علاج کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مدت دراز تک استاد کامل کے پاس بیٹھے اور ہر قسم کا علاج دیکھے اور استاد کی موجودگی میں علاج کرے اور طریق علاج کو استاد پر پیش کرتا رہے جب استاد کی سمجھ میں آجائے کہ یہ شخص اب علاج میں ماہر ہوگیا تو علاج کی اجازت دے۔

آج کل تعلیم اور امتحان کی سندوں کو علاج کے لیے کافی سمجھتے ہیں مگر یہ غلطی ہے اور سخت غلطی ہے، اسی کی دوسری مثال جاہل مفتی ہے کہ لوگوں کو غلط فتوے دے کر خود بھی گمراہ و گنہگار ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی کرتا ہے طبیب ہی کی طرح آج کل مولوی بھی ہو رہے ہیں کہ جو کچھ اس زمانہ میں مدارس میں تعلیم ہے وہ ظاہر ہے۔

اول تو درس نظامی جو ہندوستان کے مدارس میں عموماً جاری ہے اس کی تکمیل کرنے والے بھی بہت قلیل افراد ہوتے ہیں عموماً کچھ معمولی طور پر پڑھ کر سند حاصل کر لیتے ہیں اور اگر پورا درس بھی پڑھا تو اس پڑھنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اب اتنی استعداد ہوگئی کہ کتابیں دیکھ کر محنت کر کے علم حاصل کرسکتا ہے ورنہ درس نظامی میں دینیات کی جتنی تعلیم ہے ظاہر کہ اس کے ذریعہ سے کتنے مسائل پر عبور ہوسکتا ہے مگر ان میں اکثر کو اتنا بیباک پایا گیا ہے کہ اگر کسی نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو یہ کہنا ہی نہیں جانتے کہ مجھے معلوم نہیں یا کتاب دیکھ کر بتاؤں گا کہ اس میں وہ اپنی توہین جانتے ہیں اٹکل پچو جی میں جو آیا کہہ دیا۔ صحابہ کبار و ائمہ اعلام کی زندگی کی طرف اگر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ باوجود زبردست پایہ اجتہاد رکھنے کے بھی وہ کبھی ایسی جراءت نہیں کرتے تھے جو بات نہ معلوم ہوتی اس کی نسبت صاف فرما دیا کرتے کہ مجھے معلوم نہیں۔ ان نوآموز مولویوں کو ہم خیر خواہانہ نصیحت کرتے ہیں کہ تکمیل درس نظامی کے بعد فقہ و اصول و کلام و حدیث و تفسیر کا بکثرت مطالعہ کریں اور دین کے مسائل میں جسارت نہ کریں جو کچھ دین کی باتیں ان پر منکشف و واضح ہو جائیں ان کو بیان کریں اور جہاں اشکال پیدا ہو اس میں کامل غور و فکر کریں خود واضح نہ ہو تو دوسروں کی طرف رجوع کریں کہ علم کی بات پوچھنے میں کبھی عار نہ کرنا چاہیے۔ (بہار شریعت، کتاب حجر، لاہور)

عدم تصرف والوں کی بیع کا اجازت ولی پر موقوف ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ مِنْ هَؤُلَاءِ شَيْئًا وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ ، إنْ شَاءَ أَجَازَهُ إذَا كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ) لِأَنَّ التَّوَقُّفَ فِي الْعَبْدِ لِحَقِّ الْمَوْلَى فَيَتَخَيَّرُ فِيهِ ، وَفِي الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ نَظَرًا لَهُمَا فَيَتَحَرَّى مَصْلَحَتَهُمَا فِيهِ ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَعْقِلَا الْبَيْعَ لِيُوجَدَ رُكْنُ الْعَقْدِ فَيَنْعَقِدُ مَوْقُوفًا عَلَى الْإِجَازَةِ ، وَالْمَجْنُونُ قَدْ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يُرَجِّحُ الْمَصْلَحَةَ عَلَى الْمَفْسَدَةِ وَهُوَ الْمَعْتُوهُ الَّذِي يَصْلُحُ وَكِيلًا عَنْ غَيْرِهِ كَمَا بَيَّنَّا فِي الْوَكَالَةِ .فَإِنْ قِيلَ : التَّوَقُّفُ عِنْدَكُمْ فِي الْبَيْعِ .أَمَّا الشِّرَاءُ فَالْأَصْلُ فِيهِ النَّفَاذُ عَلَى الْمُبَاشِرِ .قُلْنَا : نَعَمْ إذَا وَجَدَ نَفَاذًا عَلَيْهِ كَمَا فِي شِرَاءِ الْفُضُولِيِّ ، وَهَاهُنَا لَمْ نَجِدْ نَفَاذًا لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ أَوْ لِضَرَرِ الْمَوْلَى فَوَقَفْنَاهُ .

قَالَ (وَهَذِهِ الْمَعَانِي الثَّلَاثَةُ تُوجِبُ الْحَجْرَ فِي الْأَقْوَالِ دُونَ الْأَفْعَالِ) لِأَنَّهُ لَا مَرَدَّ لَهَا لِوُجُودِهَا حِسًّا وَمُشَاهَدَةً ، بِخِلَافِ الْأَقْوَالِ ، لِأَنَّ اعْتِبَارَهَا مَوْجُودَةً بِالشَّرْعِ وَالْقَصْدُ مِنْ شَرْطِهِ (إلَّا إذَا كَانَ فِعْلًا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمٌ يَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ) فَيُجْعَلُ عَدَمُ الْقَصْدِ فِي ذَلِكَ شُبْهَةً فِي حَقِّ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ .

ترجمہ

فرمایا ان مذکورہ افراد نے اگر کسی چیز کو بیچ دیا ہے یا انہوں نے کسی چیز کو خرید لیا ہے تو وہ خرید وفروخت کو سمجھنے والا ہے اور اس نے یہ کام بطور ارادہ کیا ہے تو اس کے ولی کیلئے اختیار ہوگا اور اگر وہ اس عقد میں کوئی فائدہ سمجھ کر اجازت دینا چاہے تو وہ اجازت دے سکتا ہے اور اگر وہ ختم کرنا چاہے تو وہ اس بیع کو ختم کر سکتا ہے۔ کیونکہ غلام کا کیا ہوا عقد حق آقا کے سبب موقوف رہتا ہے۔ پس اس کے آقا کو اختیار دیا جائے گا جبکہ بچے اور پاگل کا عقد ان پر مہربانی کے سبب سے موقوف ہوگا۔ اور اس میں کوئی مصلحت دیکھ لی جائے گی اور البتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ بچہ اور پاگل بیع کو جانتے ہوں تا کہ اس عقد کا رکن ثابت ہو جائے۔ اور ولی کی اجازت پر موقوف ہوتے ہوئے ان کا عقد منعقد ہو جائے گا۔ اور جب پاگل بیع کو سمجھتا ہے اور اس کا ارادہ کرنے والا بھی ہے لیکن وہ مصلحت کا فساد پر ترجیح دینے والا نہیں ہے اور یہ وہی معتوہ ہے جو دوسرے کی جانب سے وکیل بن سکتا ہے۔ جس طرح کتاب وکالہ میں ہم اس کو بیان کرآئے ہیں۔ اور جب اعتراض کر دیا جائے کہ تمہارے نزدیک بیع میں توقف ہے۔ جبکہ شراء میں قانون یہ ہے کہ وہ عاقد پر نافذ ہو جایا کرتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ شراء اس وقت عاقد پر نافذ ہوتی ہے۔ جب اس کا نفاذ پایا جائے جس طرح فضولی کا نفاذ اس پر پایا

جاتا ہے۔اور یہاں عدم اہلیت کے سبب یا آقا کا نقصان ہونے کے سبب نفاذ ممکن نہیں ہے۔پس ہم نے اس کو شراء پر موقوف قرار دے دیا ہے۔

یہ تینوں اقوال میں حجر اور ممانعت کو ثابت کرنے والے ہیں۔جبکہ افعال میں یہ حجر ثابت کرنے والے نہیں ہیں۔کیونکہ افعال میں حس ومشاہدہ موجود ہے اور ان کو رد بھی نہیں کیا جاسکتا۔بہ خلاف اقوال کے کیونکہ ان کا اعتبار کر لینا یہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے۔اور اس اعتبار کیلئے قصد وارادہ شرط کیا گیا ہے ہاں البتہ جب ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جائے جس سے کوئی حکم معلق ہے جو شبہات سے ساقط ہو جائے گا جس حدود اور قصاص ہے۔پس اس عمل میں بچے اور پاگل کو ارادہ نہ ہونے کے سبب سے شبہہ قرار دیا جائے گا۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔(۱) جس کی عقل زائل ہوگئی ہو بلاوجہ لوگوں کو مارے، گالیاں دے، شریعت نے اس میں کوئی اپنی اصطلاح جدید مقرر نہیں فرمائی، وہی ہے جسے فارسی میں دیوانہ، اردو میں پاگل کہتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مجنون کی ولایت عصبہ کو ہے۔سب میں مقدم اس کا بیٹا عاقل بالغ، وہ نہ ہو تو باپ، پھر دادا، پھر بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا، پھر چچا کا بیٹا الی آخر العصبات، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ولایت مال صرف سات کو ہے۔بیٹا، پھر اس کا وصی، پھر باپ، پھر اس کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، یا ان وصیوں کا وصی علی الترتیب، اور ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شرعا مجنون وصبی غیر عاقل ایک حکم میں ہیں، اور صبی عاقل کا حکم اس سے جدا ہے۔وہ خرید وفروخت باجازت ولی کر سکتا ہے اور مجنون نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم،

(۵) مجنون کی طلاق نہیں واقع ہوسکتی۔واللہ تعالیٰ اعلم (۶) ڈرائیں یا نہیں۔ولی موجود ہو یا نہیں۔مجنون کے دئے طلاق نہیں ہوسکتی جبکہ اس کا جنون ثابت ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔(۷) اس کا جواب گزرا کہ صبی لایعقل اور مجنون کا ایک حکم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(۸) نہیں واقع ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ، کتاب حجر، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بچے اور مجنون کا عقد درست نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالصَّبِيُّ وَالْمَجْنُونُ لَا تَصِحُّ عُقُودُهُمَا وَلَا إقْرَارُهُمَا) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يَقَعُ طَلَاقُهُمَا وَلَا عَتَاقُهُمَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كُلُّ طَلَاقٍ وَاقِعٌ إلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَعْتُوهِ) وَالْإِعْتَاقُ يَتَمَحَّضُ مَضَرَّةً ، وَلَا وُقُوفَ لِلصَّبِيِّ عَلَى الْمَصْلَحَةِ فِي الطَّلَاقِ بِحَالٍ لِعَدَمِ الشَّهْوَةِ ، وَلَا وُقُوفَ لِلْوَلِيِّ عَلَى عَدَمِ التَّوَافُقِ عَلَى اعْتِبَارِ بُلُوغِهِ حَدَّ

الشَّهْوَةِ ، فَلِهَذَا لَا يَتَوَقَّفَانِ عَلَى إِجَازَتِهِ وَلَا يَنْفُذَانِ بِمُبَاشَرَتِهِ ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْعُقُودِ .
قَالَ (وَإِنْ أَتْلَفَا شَيْئًا لَزِمَهُمَا ضَمَانُهُ) إِحْيَاءً لِحَقِّ الْمُتْلَفِ عَلَيْهِ ، وَهَذَا لِأَنَّ كَوْنَ الْإِتْلَافِ مُوجِبًا لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَصْدِ كَالَّذِي يَتْلَفُ بِانْقِلَابِ النَّائِمِ عَلَيْهِ وَالْحَائِطِ الْمَائِلِ بَعْدَ الْإِشْهَادِ ، بِخِلَافِ الْقَوْلِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ بچہ اور مجنوں کا نہ ہی عقد درست ہوگا اور نہ ہی ان کے اقرار کا اعتبار کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے لہٰذا ان کی طلاق اور ان کا اعتاق دونوں چیزیں درست نہیں ہوں گی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بچے اور نیم پاگل کی طلاق کے علاوہ باقی سب کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اور اعتاق نقصان محض ہے اور بچہ کسی بھی حالت میں طلاق کی مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں شہوت نہیں ہوتی اور اس بچے کے شہوت کی حد کو پہنچ جانے کے اعتبار سے اس کا ولی میاں بیوی میں موافقت نہ ہونے پر واقف نہیں ہوتا اس لئے بچہ کے اعتاق نہ تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے اور نہ ہی ولی کی اجازت سے نافذ ہوں گے جبکہ دوسرے عقود میں ایسا نہیں ہے ۔

جب بچہ اور مجنوں نے کوئی چیز ہلاک کر دی تو ان پر اس کی ضمان واجب ہوگی تا کہ مالک کے حق کو زندہ کیا جا سکے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اتلاف کا موجب ضمان ہونا قصد پر موقوف نہیں ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جس طرح سونے والے کے کروٹ لینے سے کوئی آدمی مر جائے اور یہ نقصان پر شہادت ہو جانے کے بعد کسی پر کوئی دیوار گر جائے اس قولی تصرف کے خلاف ہوگا جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مجنون نہ طلاق دے سکتا ہے نہ اقرار کر سکتا ہے اسی طرح نابالغ کہ نہ اس کی طلاق صحیح نہ اقرار، مجنون اگر ایسا ہے کہ کبھی کبھی اسے افاقہ ہو جاتا ہے اور افاقہ بھی پوری طور پر ہوتا ہے تو اس حالت میں اس پر جنون کا حکم نہیں ہے اور اگر ایسا افاقہ ہے کہ عقل ٹھکانے پر نہیں آئی ہو تو نابالغ عاقل کے حکم میں ہے۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

اور اگر مدیون مجنون و ناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونگا ہونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعا کا بیان نہ کر سکتا ہو۔

غلام کے اقرار کے نفاذ کا بیان

قَالَ (فَأَمَّا الْعَبْدُ فَإِقْرَارُهُ نَافِذٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ) لِقِيَامِ أَهْلِيَّتِهِ (غَيْرُ نَافِذٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ) (رِعَايَةً لِجَانِبِهِ) ، لِأَنَّ نَفَاذَهُ لَا يَعْرَى عَنْ تَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ أَوْ كَسْبِهِ ، وَكُلُّ ذَلِكَ إِتْلَافُ مَالِهِ .

قَالَ (فَإِنْ أَقَرَّ بِمَالٍ لَزِمَهُ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ) لِوُجُودِ الْأَهْلِيَّةِ وَزَوَالِ الْمَانِعِ وَلَمْ يَلْزَمْهُ فِي الْحَالِ لِقِيَامِ الْمَانِعِ (وَإِنْ أَقَرَّ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ لَزِمَهُ فِي الْحَالِ) لِأَنَّهُ مُبْقًى عَلَى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِي حَقِّ الدَّمِ حَتَّى لَا يَصِحُّ إقْرَارُ الْمَوْلَى عَلَيْهِ بِذَلِكَ (وَيَنْفُذُ طَلَاقُهُ) لِمَا رَوَيْنَا ، وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ وَالْمُكَاتَبُ شَيْئًا إلَّا الطَّلَاقَ) وَلِأَنَّهُ عَارِفٌ بِوَجْهِ الْمَصْلَحَةِ فِيهِ فَكَانَ أَهْلًا ، وَلَيْسَ فِيهِ إبْطَالُ مِلْكِ الْمَوْلَى وَلَا تَفْوِيتُ مَنَافِعِهِ فَيَنْفُذُ ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

فرمایا اور غلام کا اقرار اس کے حق میں نافذ ہوتا ہے اس لئے کہ غلام اقرار کرنے کا اہل ہوتا ہے لیکن اس کے آقا کی رعایت میں آقا کے حق میں نافذ نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کا نفاذ غلام کی رقبہ یا اس کی کمائی سے دین کے متعلق ہوئے بغیر نہیں ہو سکے گا اور ان میں سے ہر چیز میں مالک کا اتلاف ہے۔

اور جب غلام نے کسی مالک کا اقرار کیا تو آزاد ہونے کے بعد اس پر وہ مال واجب ہوگا اس لئے کہ اب اس میں لازم التزام کی اہلیت پائی جارہی ہے اور مانع زائل ہو گیا ہے اور جیسا کہ اس وقت میں مانع پایا جارہا ہے اس لئے اسی وقت اس پر لازم نہیں ہوگا جب غلام نے حد یا قصاص کا اقرار کر لیا تو اس پر مقربہ اسی وقت لازم ہوگا اس لئے کہ خون کے متعلق وہ اصل حریت پر باقی رہتا ہے حتی کہ غلام کے خلاف آقا کے حد یا قصاص کا اقرار درست نہیں ہے غلام کی طلاق نافذ ہوگی اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ غلام اور مکاتب طلاق کے علاوہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہوتے اور اس لئے کہ غلام طلاق کی مصلحت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا وہ طلاق کو واقع کرنے کا اہل ہوگا اور اس میں نہ تو آقا کی ملکیت کو باطل کرنا ہے اور نہ ہی اسکے منافع کی تفویت ہے اس لئے کہ اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح غلام طلاق بھی دے سکتا ہے اور اقرار بھی کر سکتا ہے مگر اس کا اقرار اس کی ذات تک محدود ہے لہٰذا اگر مال کا اقرار کریگا تو آزاد ہونے کے بعد اس سے وصول کیا جا سکتا ہے اور حدود و قصاص کا اقرار کریگا تو فی الحال قائم کر دیں گے آزاد ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت)

مرتد کا معاملات وعقودات میں تصرف کرنے کا بیان

جو شخص مرتد ہو جائے، معاملات وعقودات میں اس کے تصرف کرنے کی چار قسمیں ہیں۔ اول تو وہ تصرف ہے جو سب کے نزدیک پوری طرح جاری و نافذ ہوتا ہے جیسے اگر اس کو کوئی چیز ہبہ کی جائے اور وہ اس ہبہ کو قبول کر لے، یا وہ اپنی لونڈی کو ام ولد بنا

رے، یا جب اس کی لونڈی کسی بچے کو جنم دے اور وہ مرتد اس بچے کے نسب کا دعوی کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ اس کے دوسرے وارثوں کے ساتھ اس کی میراث کا حقدار ہوگا اور وہ لونڈی (جس کے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے) اس مرتد کی ام ولد ہوگی نیز مرتد کی طرف سے تسلیم شفعہ کو قبول و نافذ کیا جائے گا، اسی طرح اگر مرتد اپنے ماذون غلام پر "حجر" نافذ کرے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

مرتد کے موقوف تصرف کا بیان

دوسرا تصرف وہ ہے جو بالاتفاق باطل ہوتا ہے یعنی شریعت کی نظر میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا جیسے نکاح کرنا کہ وہ مطلقاً جائز نہیں مفاوضت کرے تو اس کا حکم موقوف (معلق) رہتا ہے کہ اگر وہ مرتد مسلمان ہو گیا تو وہ شرکت مفاوضت بھی نافذ ہو جائے گی اور اگر وہ ارتداد کی حالت میں مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا یا وہ دارالحرب چلا گیا اور قاضی و حاکم نے اس کے دارالحرب چلے جانا کا حکم نافذ کر دیا تو اس صورت میں وہ شرکت مفاوضت شروع سے شرکت عنان میں تبدیل ہو جائے گی، یہ صاحبین کا مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شرکت مفاوضت سرے سے باطل ہی نہیں ہوتی۔

چوتھا تصرف وہ ہے جس کے موقوف رہنے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں جیسے خرید و فروخت کے معاملات اجارہ کرنا، غلام کو آزاد کرنا، مدبر کرنا یا مکاتب کرنا، وصیت کرنا اور قبض دیون وغیرہ، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ ان سب معاملات میں مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اگر وہ اسلام قبول کرے تو نافذ ہو جاتے ہیں، اور اگر مر جائے، یا قتل کر دیا جائے یا قاضی وحاکم اس کے دارالحرب چلے جانے کا حکم نافذ کر دے تو یہ سارے تصرفات باطل ہو جاتے ہیں۔

دوران ارتداد مکاتب کے تصرفات کا بیان

ارتداد کے دوران مکاتب کے سارے تصرفات نافذ ہوتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مرتد غلام یا باندی کو فروخت کرے تو اس کی بیع جائز ہوتی ہے۔

اگر کوئی مرتد اپنے ارتداد سے تائب ہو کر دارالاسلام واپس آ جائے اور یہ واپسی قاضی وحاکم کی طرف سے اس کے دارالحرب چلے جانے کے حکم کے نفاذ سے پہلے ہو تو اس کے مال واسباب کے بارے میں اس کے مرتد ہو جانے کا حکم باطل ہو جاتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا کہ مسلمان ہی تھا اور نہ اس کی کوئی ام ولد آزاد ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی مدبر آزاد ہوتا ہے اور اگر اس کی واپسی قاضی وحاکم کے حکم کے نفاذ کے بعد ہوتی تو وہ اپنے وارثوں کے پاس جو چیز پائے اس کو لے لے اور جو مال واسباب اس کے وارثوں نے بیع ہبہ اور عتاق وغیرہ کے ذریعہ اپنی ملکیت سے نکال دیا ہے اس کے مطالبہ کا حق اس کو نہیں پہنچے گا اور اپنے وارثوں سے اس کو ایسے مال کا بدلہ و معاوضہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔

جو شخص اپنے ماں باپ کی اتباع میں مسلمان تھا (یعنی وہ بچہ تھا اور اپنے مسلمان ماں باپ کی وجہ سے مسلمان کے حکم میں تھا)

اور پھر ارتداد کے ساتھ بالغ ہوا تو اگرچہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے مگر اس کے بارے میں از راہ استحسان یہ حکم ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے (کیونکہ بلوغ سے پہلے وہ مستقل بالذات مسلمان نہیں تھا بلکہ اپنے ماں باپ کی اتباع میں مسلمان کے حکم میں تھا) اسی طرح یہی حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو چھوٹی عمر میں مسلمان ہو گیا تھا مگر جب بالغ ہوا تو مرتد تھا، نیز اگر کسی شخص و زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور پھر وہ اسلام سے پھر گیا تو اس کو بھی از راہ استحسان قتل نہ کیا جائے لیکن ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ اس کو اسلام قبول کر لینے پر مجبور کیا جائے اور اگر اسلام قبول کرنے سے پہلے کسی نے اس کو مار ڈالا تو مارنے والے پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

بَابُ الْحَجْرِ لِلْفَسَادِ

﴿یہ باب سفاہت وجہالت کے سبب حجر کے بیان میں ہے﴾

باب حجر فساد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو مقدم باب کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس میں متفق علیہ احکام تھے جبکہ اس میں اختلافی احکام کو حجر سے متعلق بیان کیا جائے گا۔ اور یہاں پر فساد سے مراد بیوقوفی ہے۔
(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں فساد سے مراد بیوقوفی اور جہالت ہے اور اس باب کے مسائل کا تعلق صاحبین کے قول پر تفریع یافتہ مسائل کے ساتھ ہے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیوقوفی کے سبب حجر کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور اس باب کو مؤخر کرنے کا سبب بھی اس کا اختلافی ہونا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، حقانیہ ملتان)

عاقل بالغ پر پابندی نہ لگانے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يُحْجَرُ عَلَى الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ السَّفِيهِ ، وَتَصَرُّفُهُ فِي مَالِهِ جَائِزٌ وَإِنْ كَانَ مُبَذِّرًا مُفْسِدًا يُتْلِفُ مَالَهُ فِيمَا لَا غَرَضَ لَهُ فِيهِ وَلَا مَصْلَحَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يُحْجَرُ عَلَى السَّفِيهِ وَيُمْنَعُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِهِ) لِأَنَّهُ مُبَذِّرٌ مَالَهُ بِصَرْفِهِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَقْتَضِيهِ الْعَقْلُ فَيُحْجَرُ عَلَيْهِ نَظَرًا لَهُ اعْتِبَارًا بِالصَّبِيِّ بَلْ أَوْلَى ، لِأَنَّ الثَّابِتَ فِي حَقِّ الصَّبِيِّ احْتِمَالُ التَّبْذِيرِ وَفِي حَقِّهِ حَقِيقَتُهُ وَلِهَذَا مُنِعَ عَنْهُ الْمَالُ ، ثُمَّ هُوَ لَا يُفِيدُ بِدُونِ الْحَجْرِ لِأَنَّهُ يُتْلِفُ بِلِسَانِهِ مَا مُنِعَ مِنْ يَدِهِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ مُخَاطَبٌ عَاقِلٌ فَلَا يُحْجَرُ عَلَيْهِ اعْتِبَارًا بِالرَّشِيدِ ، وَهَذَا لِأَنَّ فِي سَلْبِ وِلَايَتِهِ إهْدَارُ آدَمِيَّتِهِ وَإِلْحَاقُهُ بِالْبَهَائِمِ وَهُوَ أَشَدُّ ضَرَرًا مِنَ التَّبْذِيرِ فَلَا يُتَحَمَّلُ الْأَعْلَى لِدَفْعِ الْأَدْنَى ، حَتَّى لَوْ كَانَ فِي الْحَجْرِ دَفْعُ ضَرَرٍ عَامٍّ كَالْحَجْرِ عَلَى الْمُتَطَبِّبِ الْجَاهِلِ وَالْمُفْتِي الْمَاجِنِ وَالْمُكَارِي الْمُفْلِسِ جَازَ فِيمَا يُرْوَى عَنْهُ ، إذْ هُوَ دَفْعُ ضَرَرٍ

الْأَعْلَى بِالْأَدْنَى ، وَلَا يَصِحُّ الْقِيَاسُ عَلَى مَنْعِ الْمَالِ لِأَنَّ الْحَجْرَ أَبْلَغُ مِنْهُ فِي الْعُقُوبَةِ ، وَلَا عَلَى الصَّبِيِّ لِأَنَّهُ عَاجِزٌ عَنِ النَّظَرِ لِنَفْسِهِ ، وَهَذَا قَادِرٌ عَلَيْهِ نَظَرَ لَهُ الشَّرْعُ مَرَّةً بِإِعْطَاءِ آلَةِ الْقُدْرَةِ وَالْجَرْيُ عَلَى خِلَافِهِ لِسُوءِ اخْتِيَارِهِ ، وَمَنْعُ الْمَالِ مُفِيدٌ لِأَنَّ غَالِبَ السَّفَهِ فِي الْهِبَاتِ وَالصَّدَقَاتِ وَذَلِكَ يَقِفُ عَلَى الْيَدِ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آزاد، عاقل، بالغ بے وقوف پر پابندی نہیں لگائی جائے گی اوراس کے مال میں اس کا تصرف جائز ہوگا اگرچہ وہ مال کو برباد کرتا ہو اور بے مقصد اور بے مصلحت اس کو ضائع کرتا ہو۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ اس پر پابندی لگائی جائے گی اور اس کو مال میں تصرف کرنے سے روکا جائے گا امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ عقل کے تقاضے کے خلاف وہ مال خرچ کرنے کے سبب مسرف ہوگا لہذا اس پر شفقت کرتے ہوئے اس پر تصرف کی پابندی عائد کردی جائے گی جس طرح کہ بچہ کے حق میں ہوتا ہے بلکہ اس کے حق میں پابندی لگانا زیادہ لازم ہے اس لئے کہ بچے کے حق میں تبذیر کا احتمال ہے اور اس آدمی کے حق میں تو بطور حقیقت فضول خرچی ثابت ہے اس لئے اس کا مال اس کو نہیں دیا جائے گا اور حجر کے بغیر مال کو روکنا مفید نہیں ہے اس لئے کہ ہاتھ اور قبضہ کی منع کردہ چیز کو وہ زبان سے ضائع کردے گا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بے وقوف بھی شریعت کے احکام کا مخاطب ہے اور عاقل ہے لہذا اس پر پابندی نہیں لگائی جائے گی جس طرح کہ عقل مند پر پابندی نہیں لگائی جاتی پس اس کی ولایت ختم کرنے میں اس کی آمیت کو ختم کرنا ہے اور اس کو ازپاؤں کے ساتھ ملاتا ہے اور یہ چیز تبذیر سے زیادہ خطرناک ہے لہذا ادنی نقصان کو دور کرنے کے لئے اعلی نقصان کا برداشت نہیں کیا جائے گا پس جب پابندی لگانے میں عوام سے نقصان دور ہورہا ہو جس طرح کہ جھولا چھاپ ڈاکٹر پر لاپرواہ اور غدر مفتی پر اور مفلس اور کنگال کرایہ پر دینے والے آدمی پر امام اعظم کی روایت کے مطابق پابندی لگانا جائز ہے اس لئے کہ اس میں ادنی نقصان کو برداشت کر کے اعلی نقصان کو ختم کیا جارہا ہے اور مال کو نہ دینے پر حجر کو قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ حجر کی سزا عقوبت کے منع کرنے سے زیادہ ہے اور بچے پر بھی قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ بچہ اپنے لئے مشفقانہ امور اختیار کرنے سے قاصر ہوتا ہے جب کہ بیوقوف اس پر قادر ہوتا ہے اور شریعت نے اس کو ایک بار آلہ قدرت عطاء کر کے اس پر ہمدردی کی ہے لہذا اس کا شریعت کے خلاف عمل کرنا اس کے اختیار کے فساد اور خرابی کے سبب ہے اور مال نہ دینا مفید ہے اس لئے کہ عام طور پر ہبہ، تبرع اور صدقہ میں ہی بیوقوفی کا معنی ظاہر ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ہر چیز قبضہ علی المال پر موقوف ہے۔

آزاد عاقل پر حجر نہ ہونے کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور آزاد عاقل بالغ پر حجر نہیں کیا جاسکتا کہ مثلاً وہ سفیہ ہے مال کو بیجا خرچ کرتا

ہے عقل وشرع کے خلاف وہ اپنے مال کو برباد کرتا ہے۔گانے بجانے والوں کو دے دیتا ہے تماشہ کرنے والوں کو دیتا ہے کبوتر بازی میں مال اڑاتا ہے بیش قیمت کبوتروں کو خریدتا ہے پتنگ بازی میں آتش بازی میں اور طرح طرح کی بازیوں میں مال ضائع کرتا ہے۔خرید وفروخت میں بےمحل ٹوٹے میں پڑتا ہے کہ ایک روپیہ کی چیز ہے دس پانچ میں خرید لی دس کی چیز ہے بالاجبہ ایک روپیہ میں بیچ کر ڈالی۔غرض اسی قسم کے بیوقوفی کے کام جو شخص کرتا ہے اس کو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حجر نہیں کیا جاسکتا اسی طرح فسق یا غفلت کی وجہ سے یا مدیون ہے اس وجہ سے اس پر حجر نہیں ہوسکتا مگر صاحبین کے نزدیک ان صورتوں میں بھی حجر کیا جاسکتا ہے اور صاحبین ہی کے قول پر یہاں فتویٰ دیا جاتا ہے۔(فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت)

قاضی کا بیوقوف پر پابندی عائد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ إلَى قَاضٍ آخَرَ فَأَبْطَلَ حَجْرَهُ وَأَطْلَقَ عَنْهُ جَازَ) لِأَنَّ الْحَجْرَ مِنْهُ فَتْوَى وَلَيْسَ بِقَضَاءٍ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ الْمَقْضِيُّ لَهُ وَالْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ، وَلَوْ كَانَ قَضَاءً فَنَفْسُ الْقَضَاءِ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَلَا بُدَّ مِنْ الْإِمْضَاءِ، حَتَّى لَوْ رُفِعَ تَصَرُّفُهُ بَعْدَ الْحَجْرِ إلَى الْقَاضِي الْحَاجِرِ أَوْ إلَى غَيْرِهِ فَقَضَى بِبُطْلَانِ تَصَرُّفِهِ ثُمَّ رُفِعَ إلَى قَاضٍ آخَرَ نَفَذَ إبْطَالُهُ لِاتِّصَالِ الْإِمْضَاءِ بِهِ فَلَا يَقْبَلُ النَّقْضَ بَعْدَ ذَلِكَ

ترجمہ

فرمایا کہ جب قاضی نے بیوقوف پر پابندی لگادی ہے پھر اس کا معاملہ دوسرے قاضی کے پاس لیجایا گیا اور اس قاضی نے پہلے کے حجر کو باطل قرار دے کر اس کو تصرف کی اجازت دے دی تو اس کا تصرف جائز ہوگا اس لئے کہ پہلے قاضی کا حجر فتویٰ تھا قضاء نہیں تھا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب مقضی لہ اور مقضی علیہ موجود نہ ہوں تو یہ قضاء نہیں ہوگا اور جب ہم اس کو نفس قضاء مان لیں تو نفس قضاء مختلف فیہ ہے لہذا اس کو دوسرے قضاء کے ذریعے جاری کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ جب حجر کے بعد اس کا تصرف حاجر یا غیر حاجر قاضی کے پاس پہنچایا گیا اور اس نے نصف کے باطل ہونے کا فیصلہ کردیا پھر دوسرے قاضی کے پاس معاملہ لیجایا گیا تو وہ قاضی ثانی کے باطل کرنے کو نافذ کردے گا اس لئے کہ اس کے ساتھ اجراء ملا ہوا ہے لہذا اس کے بعد وہ نقض کو قبول نہیں کرے گا۔

نادان کے حقوق کی ملکیت کی حد کا بیان

یہاں نادان سے مراد صرف نادان یتیم ہی نہیں بلکہ کوئی بھی فرد ہوسکتا ہے مثلاً چھوٹا بھائی نادان ہے تو بڑا بھائی اسے اس کا مال نہ دے اور چھوٹا عقلمند اور بڑا نادان ہے تو چھوٹا بھائی اس کا مال اس کے تصرف میں نہ رکھے۔وجہ یہ ہے کہ مال تو ذریعہ قیام زندگی ہے اگر کسی نادان کے ہتھے چڑھ جائے گا تو وہ فضول، ناجائز یا گناہ کے کاموں میں اجاڑ دے گا اور اس کے برے اثرات تمام معاشرہ پر پڑیں گے۔حقوق ملکیت جو کسی شخص کو اپنی املاک پر ہوتے ہیں اتنے غیر محدود نہیں کہ اگر وہ اس چیز کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا اہل

نہ ہوتب بھی اس کے حقوق سلب نہ کیے جاسکیں۔ایسی صورتوں میں اس نادان کا قریبی رشتہ دار یا حکومت اس کے مال پر تصرف رکھے گی۔اس کی خوراک اور پوشاک اسے اس کے مال سے مہیا کی جائے اور بات اس سے کہی جائے اس کی بھلائی کو ملحوظ رکھ کر کہی جائے۔اور اگر یتیم کا مال تجارت یا مضاربت پر لگایا جاسکتا ہو تو اسے تجارت پر لگایا جائے اور منافع سے اس کی خوراک اور پوشاک کے اخراجات پورے کیے جائیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "یتیموں کا مال تجارت پر لگایا کرو۔ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ ہی ان کے مال کو کھا جائے۔"اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ یتیموں کے مال بھی اگر حد نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر بھی زکوٰۃ لاگو ہوگی اور دوسری یہ کہ جہاں تک ممکن ہو یتیموں سے اور ان کے اموال سے خیر خواہی ضروری ہے۔

نادان بالغ لڑکے کو مال نہ دینے کا بیان

(ثُمَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ غَيْرَ رَشِيدٍ لَمْ يُسَلَّمْ إِلَيْهِ مَالُهُ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً، فَإِنْ تَصَرَّفَ فِيهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَفَذَ تَصَرُّفُهُ، فَإِذَا بَلَغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً يُسَلَّمُ إِلَيْهِ مَالُهُ وَإِنْ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ.

وَقَالَا: لَا يُدْفَعُ إِلَيْهِ مَالُهُ أَبَدًا حَتَّى يُؤْنَسَ مِنْهُ رُشْدُهُ، وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ فِيهِ) لِأَنَّ عِلَّةَ الْمَنْعِ السَّفَهُ فَيَبْقَى مَا بَقِيَ الْعِلَّةُ وَصَارَ كَالصِّبَا. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ مَنْعَ الْمَالِ عَنْهُ بِطَرِيقِ التَّأْدِيبِ، وَلَا يَتَأَدَّبُ بَعْدَ هَذَا ظَاهِرًا وَغَالِبًا؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ قَدْ يَصِيرُ جَدًّا فِي هَذَا السِّنِّ فَلَا فَائِدَةَ فِي الْمَنْعِ فَلَزِمَ الدَّفْعُ، وَلِأَنَّ الْمَنْعَ بِاعْتِبَارِ أَثَرِ الصِّبَا وَهُوَ فِي أَوَائِلِ الْبُلُوغِ وَيَنْقَطِعُ بِتَطَاوُلِ الزَّمَانِ فَلَا يَبْقَى الْمَنْعُ، وَلِهَذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَوْ بَلَغَ رَشِيدًا ثُمَّ صَارَ سَفِيهًا لَا يُمْنَعُ الْمَالُ عَنْهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِأَثَرِ الصِّبَا، ثُمَّ لَا يَتَأَتَّى التَّفْرِيعُ عَلَى قَوْلِهِ وَإِنَّمَا التَّفْرِيعُ عَلَى قَوْلِ مَنْ يَرَى الْحَجْرَ.

فَعِنْدَهُمَا لَمَّا صَحَّ الْحَجْرُ لَا يَنْفُذُ بَيْعُهُ إِذَا بَاعَ تَوْفِيرًا لِفَائِدَةِ الْحَجْرِ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ أَجَازَهُ الْحَاكِمُ لِأَنَّ رُكْنَ التَّصَرُّفِ قَدْ وُجِدَ وَالتَّوَقُّفُ لِلنَّظَرِ لَهُ وَقَدْ نَصَبَ الْحَاكِمُ نَاظِرًا لَهُ فَيَتَحَرَّى الْمَصْلَحَةَ فِيهِ، كَمَا فِي الصَّبِيِّ الَّذِي يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَيَقْصِدُهُ.

ترجمہ

حضرت امام اعظم کے نزدیک جب نادان لڑکا بالغ ہو جائے تو اس کو اس کا مال نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ پچیس سال کا ہو

جائے اور جب وہ اس عمر میں پہنچنے سے پہلے اپنے مال میں تصرف کرتا ہے تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور جب وہ پچیس سال کا ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جانے کا اگر چہ اس سے دانش مندی کا صدور نہ ہو۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جب تک اس سے دانش مندی کا ظہور نہیں ہوگا اس وقت تک اس کا مال اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ دینے کی علت سفاہت ہے لہذا جب تک یہ علت باقی رہے گی اس وقت تک یہ حکم بھی باقی رہے گا اور یہ بچپن کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بیوقوف کو ادب سکھانے کے لئے مال نہیں دیا جاتا اور عام طور پر پچیس سال کی عمر کے بعد ادب نہیں سکھایا جاتا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کبھی پچیس سال میں انسان دادا بن جاتا ہے اس لئے روکنے اور نہ دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور دینا لازم ہے اور اس لئے کہ مال کا روکنا بچپن کے اثر کے سبب ہوتا ہے اور یہ اثر ابتدائے بلوغت کے زمانے تک رہتا ہے۔

اور عمر لمبی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اثر ختم ہو جاتا ہے لہذا منع کس طرح باقی رہے گا اسی لئے امام اعظم فرماتے ہیں کہ جب کوئی بچہ عقل مند ہو کر بالغ ہوا پھر وہ بیوقوف نکل گیا تو اس کا مال اس سے نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ یہ سفاہت بچپن کے اثر کے سبب نہیں ہے۔

پس یاد رہے کہ امام اعظم کے اس قول پر کوئی مسئلہ متفرع نہیں ہوتا بلکہ قائلین حجر کے قول پر ہی مسئلہ متفرع ہوتا ہے لہذا ان کے نزدیک جب احمق پر حجر درست ہے تو جب وہ کوئی چیز بیچتا ہے تو اس کا بیچنا نافذ نہیں ہوگا تا کہ اس پر حجر کا فائدہ ظاہر ہو جائے اور جب اس بیع کے نفاذ میں کوئی مصلحت ہو تو حاکم اس کو جائز قرار دے دے اس لئے کہ تصرف کا رکن پایا گیا ہے اور بیع کا موقوف ہونا اس کی ہمدردی کے پیش نظر ہے اور جیسا کہ قاضی ہمدرد بنا کر ہی متعین کیا جاتا ہے لہذا وہ اس احمق کے بارے میں مصلحت دیکھ لے گا جس طرح کہ اس بچے کے متعلق کہ جو بیع کو جانتا ہو اور ارادے سے بیع کرے۔

شرح

اور وہ نابالغ جس کا مال ولی یا وصی کے قبضہ میں تھا وہ بالغ ہوا اور اس کی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے اور چال چلن ٹھیک ہیں (یہاں نیک چلنی کے صرف یہ معنے ہیں کہ مال کو موقع سے خرچ کرتا ہو اور بے موقع خرچ کرنے سے رکتا ہو جس کو رشد کہتے ہیں) تو اس کے اموال اسے دے دیے جائیں اور اگر چال چلن اچھے نہ ہوں تو اموال نہ دیے جائیں جب تک اس کی عمر پچیس سال کی نہ ہو جائے اور اس کے تصرفات پچیس سال سے قبل بھی نافذ ہوں گے اور اس عمر تک پہنچنے کے بعد بھی اس میں رشد ظاہر نہ ہوا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اب مال دے دیا جائے وہ جو چاہے کرے مگر صاحبین فرماتے ہیں کہ اب بھی نہ دیا جائے جب تک رشد ظاہر نہ ہو مال سپرد نہ کیا جائے اگر چہ اوس کی عمر ستر سال کی ہو جائے۔ اور بالغ ہونے کے بعد نیک چلن تھا اور اموال دے دیے گئے اب اس کی حالت خراب ہو گئی تو امام اعظم کے نزدیک حجر نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے نزدیک مجور کر دیا جائے گا جیسا اوپر مذکور ہوا ہے۔

بالغ غیر سمجھدار کو مال دینے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر چال چلن اچھے نہ ہوں تو اموال نہ دیے جائیں جب تک اس کی عمر پچیس سال کی نہ ہو جائے اور اس کے تصرفات پچیس سال سے قبل بھی نافذ ہوں گے اور اس عمر تک پہنچنے کے بعد بھی اس میں رشد ظاہر نہ ہوا تو امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک اب مال دے دیا جائے وہ جو چاہے کرے مگر صاحبین فرماتے ہیں کہ اب بھی نہ دیا جائے جب تک رشد ظاہر نہ ہو مال سپرد نہ کیا جائے اگر چہ اوس کی عمر ستر سال کی ہو جائے۔ یہی مذہب امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ہے۔ (شرح الوقایہ۔ کتاب حجر، بیروت)

قاضی کی پابندی سے لگانے سے پہلے بیع کر دینے کا بیان

وَلَوْ بَاعَ قَبْلَ حَجْرِ الْقَاضِي جَازَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ حَجْرِ الْقَاضِي عِنْدَهُ، لِأَنَّ الْحَجْرَ دَائِرٌ بَيْنَ الضَّرَرِ وَالنَّظَرِ وَالْحَجْرُ لِنَظَرِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ فِعْلِ الْقَاضِي. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَبْلُغُ مَحْجُورًا عِنْدَهُ، إِذْ الْعِلَّةُ هِيَ السَّفَهُ بِمَنْزِلَةِ الصِّبَا، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافُ إِذَا بَلَغَ رَشِيدًا ثُمَّ صَارَ سَفِيهًا.

ترجمہ

اور جب بیوقوف نے قاضی کی پابندی عائد کرنے سے پہلے ہی کوئی چیز بیچ دی تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع جائز ہو جائے گی اس لئے کہ ان کے نزدیک پابندی کے لئے قاضی کا حجر لازم ہے اس لئے کہ حرج نقصان اور نظر کے درمیان محیط ہے اور حجر صرف شفقت کے پیش نظر ہوتا ہے لہذا قاضی کی جانب سے حجر لازم ہے امام محمد کے نزدیک اس صورت میں بھی اس کی بیع جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک بے وقوف مجور ہو کر ہی بالغ ہوتا ہے اس لئے کہ حجر کی علت یعنی صبا کے درجہ میں ہے اسی اختلاف پر یہ مسئلہ بھی ہے جب غلام سمجھداری کی حالت میں بالغ ہوا پھر وہ پاگل ہو گیا ہے۔

شرح

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ قرض کی بناء پر کسی کو مجور ہرگز نہ کرتے، اور آپ کے صاحبین رحمہما اللہ تعالی اگر چہ تصرفات سے منع (حجر) کا قول کرتے ہیں لیکن قاضی کے اس فیصلہ کے بعد تو جہاں قاضی کا فیصلہ نہ ہو وہاں وہ حجر کا حکم نہیں کرتے، ہندیہ نے "باب الحجر للفساد" میں کہا کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بلا خلاف قضاء قاضی سے ہی قرض کی وجہ سے حجر نافذ ہوتا ہے۔ اور "الحجر بسبب الدین" کے باب میں فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک اس پر حجر کا حکم نہ کیا جائے گا۔ اور نہ حجر مؤثر ہوگا حتی کہ اس کے یہ تصرفات صحیح قرار پائیں گے محیط میں یوں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الحجر، نورانی کتب خانہ پشاور)

علامہ طحاوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ماتن کا قول کہ بیع سے ملکیت کا زوال ہونا جانتا ہے الخ۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ تھوڑا غبن اور زیادہ کیا ہوتا ہے۔ اور نفع اور مال کو زائد بنانے کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ زیلعی، ماتن کا قول کہ "ولی اجازت دے" درایہ میں ولی میں عصبات بھی شامل کئے ہیں اور ابن فرشتہ نے مجمع کی شرح میں صرف قاضی کو ولی قرار دیا اور ساتھ ہی اس کو جو نابالغ کے مال میں تجارت کا ولی بنتا ہے جیسے باپ، دادا، اور وصی، تو بھائی، چچا اور ماں کی اجازت صحیح نہ ہوگی، اور مقدسی نے اس کے جواب میں ولایت کو عام کر کے ولی کے اختیاری فعل مثلا نکاح کو شامل کیا تو بھائی اور چچا کی اجازت صحیح ہوگی۔

(حاشیہ طحاوی علی ردمحتار، کتاب حجر، نورانی کتب خانہ پشاور)

قرض میں تاخیر کرنے کی مذمت کا بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مالدار آدمی کا قرض میں تاخیر کرنا ظلم (گناہ) ہے۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص مالدار شخص پر حوالہ کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس حوالہ کو قبول کرے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1569)

بیوقوف کے آزاد کرنے پر اطلاق آزادی کا بیان

(وَإِنْ أَعْتَقَ عَبْدًا نَفَذَ عِتْقُهُ عِنْدَهُمَا) .وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَنْفُذُ .وَالْأَصْلُ عِنْدَهُمَا أَنَّ كُلَّ تَصَرُّفٍ يُؤَثِّرُ فِيهِ الْهَزْلُ يُؤَثِّرُ فِيهِ إلَخْ وَمَا لَا فَلَا ، لِأَنَّ السَّفِيهَ فِي مَعْنَى الْهَازِلِ مِنْ حَيْثُ إنَّ الْهَازِلَ يُخْرِجُ كَلَامَهُ لَا عَلَى نَهْجِ كَلَامِ الْعُقَلَاءِ لِاتِّبَاعِ الْهَوَى وَمُكَابَرَةِ الْعَقْلِ لَا لِنُقْصَانٍ فِي عَقْلِهِ ، فَكَذَلِكَ السَّفِيهُ وَالْعِتْقُ مِمَّا لَا يُؤَثِّرُ فِيهِ الْهَزْلُ فَيَصِحُّ مِنْهُ .وَالْأَصْلُ عِنْدَهُ أَنَّ الْحَجْرَ بِسَبَبِ السَّفَهِ بِمَنْزِلَةِ الْحَجْرِ بِسَبَبِ الرِّقِّ حَتَّى لَا يَنْفُذَ بَعْدَهُ شَيْءٌ مِنْ تَصَرُّفَاتِهِ إلَّا الطَّلَاقَ كَالْمَرْقُوقِ ، وَالْإِعْتَاقُ لَا يَصِحُّ مِنْ الرَّقِيقِ فَكَذَا مِنْ السَّفِيهِ (وَ) إذَا صَحَّ عِنْدَهُمَا (كَانَ عَلَى الْعَبْدِ أَنْ يَسْعَى فِي قِيمَتِهِ) لِأَنَّ الْحَجْرَ لِمَعْنَى النَّظَرِ وَذَلِكَ فِي رَدِّ الْعِتْقِ إلَّا أَنَّهُ مُتَعَذِّرٌ فَيَجِبُ رَدُّهُ بِرَدِّ الْقِيمَةِ كَمَا فِي الْحَجْرِ عَلَى الْمَرِيضِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا تَجِبُ السِّعَايَةُ لِأَنَّهَا لَوْ وَجَبَتْ إنَّمَا تَجِبُ حَقًّا لِمُعْتِقِهِ وَالسِّعَايَةُ مَا عُهِدَ وُجُوبُهَا فِي الشَّرْعِ إلَّا لِحَقِّ غَيْرِ الْمُعْتِقِ (وَلَوْ دَبَّرَ عَبْدَهُ جَازَ) لِأَنَّهُ يُوجِبُ حَقَّ الْعِتْقِ فَيُعْتَبَرُ بِحَقِيقَتِهِ إلَّا أَنَّهُ لَا تَجِبُ السِّعَايَةُ مَا دَامَ الْمَوْلَى حَيًّا لِأَنَّهُ بَاقٍ عَلَى

مِلْكِهِ . وَإِذَا مَاتَ وَلَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ سَعَى فِي قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا لِأَنَّهُ عَتَقَ بِمَوْتِهِ وَهُوَ مُدَبَّرٌ ، فَصَارَ كَمَا إذَا أَعْتَقَهُ بَعْدَ التَّدْبِيرِ (وَلَوْ جَاءَتْ جَارِيَتُهُ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ وَكَانَ الْوَلَدُ حُرًّا وَالْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ) لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إلَى ذَلِكَ لِإِبْقَاءِ نَسْلِهِ فَأُلْحِقَ بِالْمُصْلِحِ فِي حَقِّهِ .

ترجمہ

جب بیوقوف نے کوئی غلام آزاد کیا تو صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا آزادی نافذ ہوگا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آزادی نافذ نہیں ہوگا صاحبین علیہما الرحمہ کی اصل یہ ہے کہ ہر وہ تصرف جس میں مذاق مؤثر ہو اس میں حجر بھی مؤثر ہوتا ہے اور جس میں مذاق مؤثر نہ ہو اس میں حجر بھی مؤثر نہیں ہوتا اس لئے کہ بے وقوف ہازل کے معنی میں ہوتا ہے اس لئے کہ عقل مندوں کے خلاف ہازل بھی اپنی خواہش کی اتباع اور عقل کی بنا پر اپنی بات کو ظاہر کرتا ہے اور یہ اظہار اس کی کم عقلی کے سبب نہیں ہوتا اور بے وقوف بھی ایسا ہی کرتا ہے اور آزادی میں مذاق مؤثر نہیں ہے لہذا بے وقوف کی آزادی اور اعتاق درست ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی اصل یہ ہے کہ سفاہت کے سبب پابندی عائد کرنا رقیت کے سبب پابندی عائد کرنے کے درجہ میں ہے حتی کہ مرقوق کی مثل طلاق کے علاوہ مجور کا بھی کوئی تصرف نافذ نہیں ہوتا اور رقیق کا اعتاق درست نہیں ہے لہذا بے وقوف کا اعتاق بھی درست نہیں ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک جب بے وقوف کا اعتاق درست ہے تو غلام پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت اداء کرنے کے لئے کمائی کرے اس لئے کہ بے وقوف پر شفقت کے پیش نظر پابندی عائد کی جاتی ہے اور مہربانی اس وقت ثابت ہوگی جب آزادی کو رد کر دیا جائے لیکن اس کو رد کرنا ناممکن ہے لہذا قیمت واپس کر کے اس کو واپس لینا ممکن ہے جس طرح کہ مریض کے حجر میں ہوتا ہے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ غلام پر سعایہ نہیں ہے اس لئے کہ جب سعایہ واجب ہوگا تو حق آزادی کے سبب واجب ہوگا جب کہ شریعت میں غیر آزادی کے لئے سعایہ کا وجوب ہے جب بے وقوف نے اپنا غلام مدبر بنا دیا تو جائز ہے اس لئے کہ تدبیر آزادی کا حق ثابت کرتی ہے لہذا آزادی کے حق کو آزادی کی حقیقت پر قیاس کیا جائے گا لیکن جب تک آقا زندہ رہے گا تب تک مدبر پر سعایہ نہیں ہوگا اس لئے کہ مدبر اس بے وقوف آقا کی ملکیت میں قائم ہے ہاں جب وہ بے وقوف مر گیا ہو اور اس سے رشد کا اظہار نہ ہوا تو مدبر اپنی مدبرانہ قیمت کے لئے کمائی کرے گا اس لئے کہ مدبر اپنے آقا کی موت سے آزاد ہوا ہے اور آزادی کے وقت وہ مدبر تھا تو یہ اس طرح ہو گیا کہ جیسے تدبیر کے بعد مجور نے اس کو آزاد کر دیا ہو جب بے وقوف مجور کی باندی کو لڑکا ہوا اور بے وقوف نے اس کا دعوی کر دیا تو اس لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی اس لئے کہ بے وقوف کو اپنی نسل باقی رکھنے کے لئے استیلاد کی ضرورت ہے لہذا اس کو استیلاد کے متعلق کسی عقل مند آدمی کے ساتھ لاحق

کردیا گیا ہے۔

شرح

امام احمد وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ودار قطنی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص خرید وفروخت میں دھوکا کھا جاتے تھے ان کے گھر والوں نے حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) ان کو مجور کر دیجئے ۔ان کو بلا کر حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) نے بیع سے منع فرمایا انھوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) میں بیع سے صبر نہیں کرسکتا حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا": اگر بیع کو تم نہیں چھوڑتے تو جب بیع کرو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہیں ہے۔

بچے نہ ہونے پر بھی بیوقوف کا دعویٰ اُم ولد کرنے کا بیان

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدٌ وَقَالَ هَذِهِ أُمُّ وَلَدِي كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ أُمِّ الْوَلَدِ لَا يَقْدِرُ عَلَى بَيْعِهَا ، وَإِنْ مَاتَ سَعَتْ فِي جَمِيعِ قِيمَتِهَا) لِأَنَّهُ كَالْإِقْرَارِ بِالْحُرِّيَّةِ إِذْ لَيْسَ لَهُ شَهَادَةُ الْوَلَدِ ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ الْوَلَدَ شَاهِدٌ لَهَا .وَنَظِيرُهُ الْمَرِيضُ إِذَا ادَّعَى وَلَدَ جَارِيَتِهِ فَهُوَ عَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ .

ترجمہ

اور جب باندی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور وہ بے وقوف کہہ رہا ہو کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ باندی ام ولد کے حکم میں ہوگی اور بے وقوف کیلئے اس کو بیچنے کا حق نہیں ہوگا اور جب بے وقوف مرجائے تو وہ اپنی پوری قیمت کے لئے کمائی کرے گی اس لئے کہ استیلاد کا دعویٰ حریت کے اقرار کی طرح ہے اس لئے کہ اس باندی کے پاس لڑکے کی گواہی نہیں ہے پہلی صورت کے خلاف اس لئے کہ وہاں لڑکا باندی کے ام ولد ہونے کی دلیل ہے اس کی مثال وہ مریض ہے جو مرض الموت میں اپنی باندی کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کرے تو وہ بھی اسی تفصیل پر ہے۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں واضح دلیل کے ساتھ یہ فقہی جزئی بیان کی ہے۔ کہ جب کسی بیوقوف شخص نے کسی باندی کے ام ولد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ تو اس کو مان لیا جائے گا کیونکہ ظاہری حالت اس بیوقوف کی تائید کررہی ہے۔

بیوقوف کے نکاح کے جواز کا بیان

قَالَ (وَإِنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً جَازَ نِكَاحُهَا) لِأَنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِيهِ الْهَزْلُ ، وَلِأَنَّهُ مِنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ (وَإِنْ سَمَّى لَهَا مَهْرًا جَازَ مِنْهُ مِقْدَارُ مَهْرِ مِثْلِهَا) لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ النِّكَاحِ

(وَبَطَلَ الْفَضْلُ) لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ فِيهِ، وَهٰذَا الْتِزَامٌ بِالتَّسْمِيَةِ وَلَا نَظَرَ لَهُ فِيهِ فَلَمْ تَصِحَّ الزِّيَادَةُ وَصَارَ كَالْمَرِيضِ مَرَضَ الْمَوْتِ (وَلَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا وَجَبَ لَهَا النِّصْفُ فِي مَالِهِ) لِأَنَّ التَّسْمِيَةَ صَحِيحَةٌ إِلَى مِقْدَارِ مَهْرِ الْمِثْلِ (وَكَذَا إِذَا تَزَوَّجَ بِأَرْبَعِ نِسْوَةٍ أَوْ كُلَّ يَوْمٍ وَاحِدَةً) لِمَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

فرمایا کہ جب بے وقوف نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کا نکاح جائز ہے اس لئے کہ نکاح میں مذاق مؤثر نہیں ہے اور اس لئے کہ نکاح حوائج اصلیہ میں سے ہے جب بے وقوف نے اس عورت کا مہر مقرر کیا تو مہر مثل کی مقدار مہر کا تسمیہ جائز ہے اس لئے کہ مہر مثل نکاح کی ضرورت ہے مہر مثل سے زیادہ باطل ہوگا اس لئے کہ زائد کی ضرورت نہیں ہے اور یہ زیادتی مسمی کو لازم کرنے سے لازم آئے گی حالانکہ اس میں بے وقوف کے ساتھ مہربانی نہیں ہے اس لئے زیادتی درست نہیں ہوگی لہذا یہ بے وقوف مرض الموت کے مریض کی طرح ہوگیا جب بے وقوف نے اپنی منکوحہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دے دی تو بے وقوف کے مال میں اس عورت کے لئے نصف مہر ہوگا اس لئے کہ مہر مثل کی مقدار تک تسمیہ درست ہے اسی طرح جب بے وقوف نے چار عورتوں سے نکاح کیا یا چار دن میں چار عورتوں سے نکاح کیا ہو۔

مذاق میں نکاح وطلاق کا فقہی حکم

طلاق کے مسئلہ میں کھیلنا اور مذاق کرنے کی کوئی مجال نہیں، کیونکہ جمہور علماء کے ہاں مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزوں کی حقیقت بھی حقیقی ہی ہے، اور ان میں مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح اور طلاق اور رجوع کرنا۔ (سنن ابوداود حدیث نمبر (2194) سنن ترمذی حدیث نمبر (1184) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2039)، اس حدیث کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے،

اس حدیث کا معنی بعض صحابہ پر موقوف بھی وارد ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "چار چیزیں ایسی ہیں جب وہ بولی جائیں تو جاری ہونگی طلاق، آزادی اور نکاح اور نذر" علی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "تین چیزوں میں کوئی کھیل نہیں، طلاق اور آزادی اور نکاح" ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "تین اشیاء میں کھیل بھی حقیقت کی طرح ہی ہے: طلاق اور نکاح اور غلام آزاد کرنا" آپ کی بیوی نے بطور مذاق طلاق دینے کا مطالبہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اور پھر عورت کو بغیر ایسے عذر کے جو طلاق کو مباح کرتا ہو خاوند سے طلاق طلب کرنا حلال نہیں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے. ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس عورت نے بھی اپنے خاوند سے بغیر تنگی

اور سبب کے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

غیر عاقل صغیر کی ولایت نکاح کا بیان

مخبوط ناعاقل یا صغیر نابالغ کی سرپرستی دو امر میں ہے، ایک نکاح، دوسرے مال، اس مخبوط کی ولایت نکاح تو اس کے بھائی کو ہے۔ نکاح میں ولی، عصبہ بنفسہ وراثت اور وراثت سے مانع بننے (حجب) کی ترتیب پر بشرطیکہ وہ آزاد اور مکلف ہوں اور اگر عصبات نہ ہوں تو ماں کو ولایت ہوگی پھر بہن پھر ماں کی اولاد پھر ذوالارحام پھر پھوپھیوں کو، پھر ماموں کیلئے ہے۔

اس کا ولی باپ، اس کی موت کے بعد اس کا وصی، پھر وصی کا وصی، پھر ان کے بعد حقیقی دادا اوپر تک، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، پھر قاضی یا اس کا وصی، یہ مالی ولایت ہے اور نکاح کی ولایت اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ نکاح کے باب میں گزرا۔ (درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، کتاب الولی، مطبع مجتبائی دہلی)

بیوقوف کے مال سے زکوٰۃ دینے کا بیان

قَالَ (وَتُخْرَجُ الزَّكَاةُ مِنْ مَالِ السَّفِيهِ) لِأَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ (وَيُنْفَقُ عَلَى أَوْلَادِهِ وَزَوْجَتِهِ وَمَنْ تَجِبُ نَفَقَتُهُ مِنْ ذَوِي أَرْحَامِهِ) لِأَنَّ إحْيَاءَ وَلَدِهِ وَزَوْجَتِهِ مِنْ حَوَائِجِهِ ، وَالْإِنْفَاقُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ وَاجِبٌ عَلَيْهِ لِقَرَابَتِهِ ، وَالسَّفَهُ لَا يُبْطِلُ حُقُوقَ النَّاسِ ، إلَّا أَنَّ الْقَاضِيَ يَدْفَعُ الزَّكَاةَ إلَيْهِ لِيَصْرِفَهَا إلَى مَصْرِفِهَا ، لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ نِيَّتِهِ لِكَوْنِهَا عِبَادَةً ، لَكِنْ يَبْعَثُ أَمِينًا مَعَهُ كَيْ لَا يَصْرِفَهُ فِي غَيْرِ وَجْهِهِ.

وَفِي النَّفَقَةِ يَدْفَعُ إلَى أَمِينِهِ لِيَصْرِفَهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعِبَادَةٍ فَلَا يَحْتَاجُ إلَى نِيَّتِهِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا حَلَفَ أَوْ نَذَرَ أَوْ ظَاهَرَ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهُ الْمَالُ بَلْ يُكَفِّرُ يَمِينَهُ وَظِهَارَهُ بِالصَّوْمِ لِأَنَّهُ مِمَّا يَجِبُ بِفِعْلِهِ ، فَلَوْ فَتَحْنَا هَذَا الْبَابَ يُبَذِّرُ أَمْوَالَهُ بِهَذَا الطَّرِيقِ ، وَلَا كَذَلِكَ مَا يَجِبُ ابْتِدَاءً بِغَيْرِ فِعْلِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ بے وقوف کے مال سے زکوۃ نکالی جائے گی اس لئے کہ اس پر زکوۃ واجب ہے اور اس کی اولاد اور اس کی بیوی اور اس کے ذی محرم میں سے جس کا اس پر نفقہ واجب ہو ان سب کو اس کے مال میں سے نفقہ دیا جائے گا اس لئے کہ بیوی بچوں پر خرچ کر کے ان کو زندہ رکھنا اس کی ضرورت ہے اور حق قربت کے سبب ذی رحم محرم پر مال خرچ کرنا واجب ہے اور سفاہت لوگوں کے حقوق باطل نہیں کرتی لیکن یہ بات یاد رہے کہ قاضی اس کی زکوۃ کی مقدار مال دے دے تاکہ وہ اس کو بذات خود مصارف زکوۃ کو صرف

کرے اس لئے جبکہ زکوۃ عبادت ہے اوراس کی ادائیگی کے لئے بے وقوف کی نیت ضروری ہے ہاں قاضی یہ کام ضرور کرے کہ اس کے ساتھ اپنے ایک معتمد کو لگادے تا کہ بے وقوف غیر مصرف میں وہ مال خرچ نہ کر سکے اور نفقہ کو قاضی اپنے امین کو سپرد کردے تا کہ امین اس کو حقداروں میں خرچ کردے اس لئے کہ نفقہ عبادت نہیں ہے لہٰذا اس میں بے وقوف کی نیت بھی ضروری نہیں ہے۔

یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ جب بے وقوف نے قسم کھائی ہو یا صدقہ وغیرہ کرنے کی نیت کی یا اپنی بیوی سے ظہار کرلیا تو اس پر مال نہیں لازم ہوگا بلکہ وہ روزے رکھ کر اپنی قسم کا اور ظہار کا کفارہ اداء کرے گا اس لئے کہ یہاں کفارے کا وجوب اس کے فعل سے ہوا ہے اگر ہم اس میں بھی مال کو واجب کردیں تو وہ اس طرح اپنا سارا مال ضائع کردے گا اور جو چیز اس کے فعل سے ابتداء واجب ہے اس کا یہ حکم نہیں ہے۔

بچے اور مجنون کے اموال پر زکوۃ ہونے کا بیان

اس مسئلے کے متعلق علماء میں اختلاف ہے، بعض نے یہ کہا ہے کہ بچے اور مجنون کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہے کیونکہ بچہ اور مجنون مکلف نہیں ہیں، لہٰذا ان کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کے مال میں بھی زکوۃ واجب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ زکوۃ کا شمار حقوق مال میں سے ہے، اس میں مالک کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً .(التوبۃ، ۱۰۳)

ان کے مال میں سے زکوۃ قبول کرلو۔ اس میں وجوب کا محل مال قرار دیا گیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا تھا۔ ان کو اس بات سے آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوۃ کو فرض قرار دیا ہے، جو ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔ (صحیح مسلم)

لہٰذا بچے اور مجنون کے مال میں بھی زکوۃ واجب ہے، ان کی طرف سے ان کا ولی زکوۃ ادا کرے گا۔ لہٰذا مالی واجبات اس شخص سے بھی ساقط نہیں ہوتے جس کی یادداشت ختم ہوگئی ہو۔ لیکن بدنی عبادتیں، مثلاً: نماز، طہارت اور روزہ جیسی عبادات اس شخص سے ساقط ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ بے عقل ہے اور جس شخص کی عقل بے ہوشی اور مرض وغیرہ کی وجہ سے زائل ہو جائے، اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس پر نماز واجب نہیں ہے، اس لئے اگر مریض ایک یا دو دن بے ہوش رہے تو اس پر قضا لازم نہیں ہے کیونکہ اس میں عقل نہیں ہے اور اسے سوئے ہوئے انسان کی طرح بھی قرار نہیں دیا جاسکتا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص کوئی نماز میں سے سویا رہے یا بھول جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے جب یاد آئے، اسے پڑھ لے۔

کیونکہ سوئے ہوئے شخص میں ادراک ہے اگر اسے اگر بیدار کیا جائے تو وہ بیدار ہوسکتا ہے لیکن بے ہوشی میں مبتلا انسان کو اگر بیدار کیا جائے تو وہ بیدار نہیں ہوسکتا، یہ اس صورت میں ہے جب بے ہوشی بغیر سبب کے ہو اور اگر اس کا کوئی سبب ہو، مثلاً: بھنگ وغیرہ کے استعمال کی وجہ سے بے ہوش ہوا ہو تو اسے بے ہوشی میں گزری ہوئی نمازوں کی قضا ادا کرنی ہوگی۔

بیوقوف کو ارادہ حج سے نہ روکنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَرَادَ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ لَمْ يُمْنَعْ مِنْهَا) لِأَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ بِإِيجَابِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ (وَلَا يُسَلِّمُ الْقَاضِي النَّفَقَةَ إلَيْهِ وَيُسَلِّمُهَا إلَى ثِقَةٍ مِنْ الْحَاجِّ يُنْفِقُهَا عَلَيْهِ فِي طَرِيقِ الْحَجِّ) كَيْ لَا يُتْلِفَهَا فِي غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ (وَلَوْ أَرَادَ عُمْرَةً وَاحِدَةً لَمْ يُمْنَعْ مِنْهَا) اسْتِحْسَانًا لِاخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِي وُجُوبِهَا، بِخِلَافِ مَا زَادَ عَلَى مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ الْحَجِّ (وَلَا يُمْنَعُ مِنْ الْقِرَانِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْنَعُ مِنْ إفْرَادِ السَّفَرِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَلَا يُمْنَعُ مِنْ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا (وَلَا يُمْنَعُ مِنْ أَنْ يَسُوقَ بَدَنَةً) تَحَرُّزًا عَنْ مَوْضِعِ الْخِلَافِ، إذْ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يُجْزِئُهُ غَيْرُهَا وَهِيَ جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب بے وقوف نے حج فرض کا ارادہ کیا تو اس کو روکا نہیں جائے گا اس لئے کہ حج اللہ کے ایجاب سے اس پر واجب ہے اور اس میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے قاضی زاد راہ سفینہ کو نہ دے بلکہ کسی معتمد حاجی کو اس کا نفقہ دے دے تا کہ وہ راہ حج میں اس پر خرچ کرتا رہے اور بے وقوف اسکے علاوہ میں مال کو خرچ کر کے ضائع نہ کر دے اگر بے وقوف ایک عمرہ کرنا چاہے تو بطور استحسان اس کو عمرہ سے بھی نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ عمرہ کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ ایک سے زیادہ حج کرنا چاہتا ہو اور اس کو حج قران کرنے سے بھی نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ جب اس کو تنہا حج یا عمرہ کرنے سے روکنا منع ہے تو ایک ساتھ دونوں کرنے سے تو بدرجہ اولی منع ہوگا۔

اختلاف سے بچنے کے لئے اس کو بدنہ بھیجنے سے بھی نہیں منع کیا جائے گا اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بدنہ کے علاوہ دوسری چیز سے کام نہیں چلتا اور بدنہ سے اونٹ یا گائے مراد ہے۔

نابالغ کو بھی حج کا ثواب ملتا ہے جبکہ بعد بلوغت حج فرض ساقط نہ ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر حج کے دوران روحاء میں جو مدینہ سے ۳۶ کوس کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام تھا ایک قافلے سے ملے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون قوم ہو؟ قافلے والوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں پھر قافلے والوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ہوں یہ سن کر ایک عورت نے ایک لڑکے کو ہاتھ میں لے کر جادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پکڑ کر بلند کیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اس کے لئے حج کا ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اور تمہارے لئے بھی ثواب ہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

عورت کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کا مطلب یہ تھا کہ لڑکا اگرچہ نابالغ ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ حج میں جائے گا تو اسے نفلی حج کا ثواب ملے گا اور چونکہ تم اس بچے کو افعال حج سکھلاؤ گی، اس کی خبر گیری کروگی اور پھر یہ کہ تم ہی اس کے حج کا باعث ہوگی اس لئے تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نابالغ حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا اگر بالغ ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جائیں گے تو اسے دوبارہ پھر کرنا ہوگا، اسی طرح اگر غلام حج کرے تو اس کے ذمہ سے بھی فرض ساقط نہیں ہوتا، آزاد ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس کے لئے دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔ ان کے برخلاف اگر کوئی مفلس حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ مال دار ہونے کے بعد اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہوگا۔

نابالغ سے فرض حج اس لئے بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ فرض کی نیت کا اہل نہیں ہے۔ اور یہی دلیل غلام وغیرہ کے بارے میں بھی ہے۔

کم سن عمر میں حج کرنے کا بیان

سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ والد نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا میں بھی انکے ساتھ تھا اس وقت میری عمر سات سال تھی، امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کا اسی پر اجماع ہے کہ نابالغ بچے کا حج کر لینے سے فرض ساقط نہیں ہوتا اسی طرح غلام کا بھی حالت غلامی میں کیا ہوا حج کافی نہیں اسے آزاد ہونے کے بعد دوسرا حج کرنا ہوگا۔ سفیان ثوری شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 917)

نابالغ ومجنون کے انعقاد حج کا فقہی بیان:

نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوف عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔

مجنون تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہو گیا ورنہ نہیں۔ بوہرا بھی مجنون کے حکم میں ہے۔

حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں افعال ادا کیے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہو گیا۔ (منسک) (عالمگیری، کتاب المناسک، ج ا،ص ۲۱۷)

باپ کیلئے بیٹے کے مال میں کلی حق نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

باپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ضروری نفقہ کے سوا اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ حصہ لے، اور وہ اس وقت جب وہ اس کا ضرورت مند ہو۔ بیٹے کا مال اُسی کی اپنی ملکیت ہے اور باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ اس کے مال میں

سے کچھ لے، تاہم بیٹا اپنی رضامندی سے دے دیتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے۔

یہ قول جمہور اہل علم اور حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ میں سے اکثر فقہائے کرام کا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس قول کی ایک روایت منقول ہے جبکہ حنابلہ میں سے ابوالوفاء ابن عقیل کا بھی یہی قول ہے۔

صحابہ وتابعین میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہی قول ہے اور کبار فقہائے تابعین، شریح القاضی، جابر بن زید، محمد بن سیرین، حماد بن ابی سلیمان اور زہری رحمہم اللہ کا بھی یہ قول ہے جبکہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایک روایت مروی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "غنی شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے محتاج والدین کے کھانے اور پہننے اوڑھنے وغیرہ پر اتنا خرچ کرے جتنا اپنے اوپر خرچ کرتا ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ مال پر بیٹے کی ملکیت کو ثابت کرتی ہے اور والدین کو اللہ تعالیٰ نے مصارف انفاق میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنالے۔ اگر بیٹے کا مال باپ کا ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں والدین کو مصارف انفاق میں ذکر نہ کرتے اور اگر بیٹا اپنے کمائے ہوئے مال کا مالک نہ ہوتا تو اس پر اپنے والدین کا نفقہ ثابت نہ ہوتا جبکہ پیچھے فقہائے کرام کا اتفاق گذر چکا ہے کہ ضرورت مند والدین کا نفقہ بیٹے کے ذمہ واجب ہے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ایک وہ بیٹا ہے جس کا والد زندہ ہو اور دوسرا وہ بیٹا جس کا والد زندہ نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیٹے کا مال بیٹے کا اپنا ذاتی ہے، والدین کا نہیں ہے۔ اگر بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہوتا تو جس بیٹے کا والد زندہ ہے اس کے لئے اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرنا حرام ہوتا، کیونکہ حقیقتاً وہ لونڈی اس کے باپ کی ملکیت ہوتی جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کی اجازت بیٹے کی ملکیت کو ثابت کرتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جب اللہ تعالیٰ نے باپ کو بیٹے کی میراث میں سے دیگر ورثا کی مانند ایک مقرر حصہ دیا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا بلا شرکت غیرے اپنے مال کا خود مالک ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی موت پر ماں کو مقرر حصہ دیا ہے، اور یہ امر محال ہے کہ بیٹے کی موت پر ماں کو بیٹے کی بجائے باپ کے مال میں سے مقرر حصہ دیا جائے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میت کے مال میں والدین، خاوند، بیوی، بیٹے اور بیٹیوں سمیت تمام ورثا کے حصے مقرر کردیے ہیں۔ اگر بیٹے کا مال والد کی ملکیت ہوتا تو مذکورہ تمام ورثا محروم ہوجاتے، کیونکہ وہ ایک زندہ انسان (والد) کا مال ہوتا۔

مال ولد میں عدم ملکیت باپ پر عقلی دلائل کا بیان

اس قول کی تائید میں عقلی دلائل سے بھی استدلال کیا گیا ہے، جن میں سے ایک قول امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، فرماتے ہیں

بیٹے کے مال میں باپ کی ملکیت نہیں ہے، کیونکہ کمائی، کمانے والے کے کام کرنے کے نتیجے میں اس کی ملکیت بنتی ہے۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کا مالک نہیں ہے، اسی طرح بیٹے کی کمائی کا بھی مالک نہیں ہے۔ کیونکہ بیٹا ہی اپنی کمائی کا حقیقی مالک ہے۔ حتیٰ کہ اپنے مال میں تصرف کا اختیار صرف بیٹے کو حاصل ہے کہ وہ اپنی لونڈی سے مباشرت کرے یا اپنا غلام آزاد کر دے۔ بچپن میں والد نگران ہونے کی حیثیت سے بیٹے کے مال میں تصرف کرتا رہتا ہے مگر بیٹے کی بلوغت کے بعد یہ سبب زائل ہو جاتا ہے، اب وہ خود اپنے مال میں تصرف کا زیادہ حقدار ہے۔

اگر بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہے، تو باپ جب اپنے بیٹے کو ہبہ وغیرہ کرتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ خود اپنی ذات کو ہی ہبہ کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ فضول بات ہے جس کا اہل علم میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے کا مال اسی کی ملکیت ہے، باپ کی ملکیت نہیں۔

بیوقوف کی وصیت کے جواز کا بیان

قَالَ (فَإِنْ مَرِضَ وَأَوْصَى بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ وَأَبْوَابِ الْخَيْرِ جَازَ ذَلِكَ فِي ثُلُثِهِ) لِأَنَّ نَظَرَهُ فِيهِ إذْ هِيَ حَالَةُ انْقِطَاعِهِ عَنْ أَمْوَالِهِ وَالْوَصِيَّةُ تَخْلُفُ ثَنَاءً أَوْ ثَوَابًا ، وَقَدْ ذَكَرْنَا مِنْ التَّفْرِيعَاتِ أَكْثَرَ مِنْ هَذَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى .

ترجمہ

اور جب بے وقوف بیمار ہو جائے اور قربات میں اور طاعات میں خرچ کرنے کی وصیت کرے تو تہائی مال میں وصیت جائز ہو گی اس لئے کہ مہربانی اسی مقدار میں ہے اس لئے کہ بیماری کی حالت اس کے اموال سے ناطہ توڑنے کی حالت ہے اور وصیت اچھائی یا ثواب کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے ہم نے کفایۃ المنتہی میں اس سے بھی زیادہ تفریعات کو بیان کیا ہے۔

عاقل وغیر عاقل کو وصی بنانے میں فقہی جزئیات کا بیان

اور جب کسی شخص نے عاقل کو وصی بنایا پھر اس عاقل کو جنونِ مطبق ہو گیا (جنون مطبق یہ ہے کہ وہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل پاگل رہے) تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی جگہ کسی اور کو وصی مقرر کر دے اگر قاضی نے ابھی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کیا تھا کہ اس کا پاگل پن جاتا رہا اور صحیح ہو گیا تو یہ بدستور وصی بنا رہے گا۔ اور اگر کسی نے بچے کو یا معتوہ (پاگل) کو وصی بنایا تو یہ جائز نہیں خواہ بعد میں وہ اچھا ہو جائے یا نہ ہو۔ اور جب کسی شخص نے عورت کو یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے، اسی طرح تہمتِ زنا میں سزا یافتہ کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔

اور جب اس نے نابالغ بچہ کو وصی بنایا تو قاضی اس کو وصی ہونے سے خارج کر دے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا وصی بنا دے گا اگر قاضی کے اس کو وصی ہونے سے خارج کرنے سے قبل اس نے تصرف کر دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ اور کسی شخص کو وصی بنایا اور کہا کہ اگر تو

مرجائے تو تیرے بعد فلاں شخص وصی ہے پھر پہلا وصی جنون مطبق (لمبا پاگل پن) میں مبتلا ہو گیا تو قاضی اس کی جگہ دوسرا وصی مقرر کرے گا اور جب یہ پاگل مرجائے تب وہ فلاں شخص وصی بنے گا جس کو موصی نے پہلے کے بعد نامزد کیا تھا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب اکراہ، بیروت ج6، ص138)

مصلحت کے سبب فاسق کے مال پر پابندی عائد نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُحْجَرُ عَلَى الْفَاسِقِ إذَا كَانَ مُصْلِحًا لِمَالِهِ عِنْدَنَا وَالْفِسْقُ الْأَصْلِيُّ وَالطَّارِءُ سَوَاءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُحْجَرُ عَلَيْهِ زَجْرًا لَهُ وَعُقُوبَةً عَلَيْهِ كَمَا فِي السَّفِيهِ وَلِهَذَا لَمْ يُجْعَلْ أَهْلًا لِلْوِلَايَةِ وَالشَّهَادَةِ عِنْدَهُ .

وَلَنَا قَوْله تَعَالَى (فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ) الْآيَةَ . وَقَدْ أُونِسَ مِنْهُ نَوْعُ رُشْدٍ فَتَتَنَاوَلُهُ النَّكِرَةُ الْمُطْلَقَةُ ، وَلِأَنَّ الْفَاسِقَ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ عِنْدَنَا لِإِسْلَامِهِ فَيَكُونُ وَالِيًا لِلتَّصَرُّفِ ، وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِيمَا تَقَدَّمَ ، وَيَحْجُرُ الْقَاضِي عِنْدَهُمَا أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ بِسَبَبِ الْغَفْلَةِ وَهُوَ أَنْ يُغْبَنَ فِي التِّجَارَاتِ وَلَا يَصْبِرُ عَنْهَا لِسَلَامَةِ قَلْبِهِ لِمَا فِي الْحَجْرِ مِنْ النَّظَرِ لَهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب فاسق اپنے مال تک اصلاح رکھنے والا ہو تو اس پر پابندی نہیں لگائی جائے گی اور اس سلسلہ میں فسق اصلی اور فسق طاری دونوں برابر ہیں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو ڈانٹنے اور سزا دینے کے لئے اس پر پابندی عائد کی جائے گی جس طرح کہ بے وقوف میں ہے اسی لئے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسق شہادت کا اور ولایت کا اہل نہیں ہے ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے جب تم یتیموں میں اصلاح محسوس کرو تو ان کا مال ان کو دے دو اور فاسق سے ایک طرح کا رشد ظاہر ہو گیا ہے لہذا نکرہ مطلقہ سے اس کو شامل ہو گا اور اس لئے کہ ہمارے نزدیک فاسق ولایت کا اہل ہے اس لئے کہ وہ مسلمان ہے لہذا وہ تصرف کا بھی والی ہو گا اور اس سے پہلے ہم اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک بھی غافل ہونے کے سبب قاضی اس پر پابندی عائد کر سکتا ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے اور غفلت کا سبب یہ ہے کہ انسان تجارتوں میں دھوکہ کھا جاتا ہو اور دل مضبوط اور درست ہونے کے سبب اپنے آپ کو تجارتوں سے نہ روک پاتا ہو ظاہر ہے کہ اس پر پابندی لگانے میں اس کے ساتھ مہربانی کرنا ہے۔

یتیم کو مال سپرد کرنے میں فقہی مذاہب

اور مال ان کے حوالہ کرنے کے لیے دو شرطیں عائد کی گئی ہیں ایک بلوغ، دوسرے رُشد، یعنی مال کے صحیح استعمال کی اہلیت۔

پہلی شرط کے متعلق تو فقہائے اُمت میں اتفاق ہے۔ دُوسری شرط کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اگر سنِ بُلوغ کو پہنچنے پر یتیم میں رُشد نہ پایا جائے تو ولی یتیم کو زیادہ سے زیادہ سات سال اور انتظام کرنا چاہیے۔ پھر خواہ رُشد پایا جائے یا نہ پایا جائے، اس کا مال اس کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے رائے یہ ہے کہ مال حوالہ کیے جانے کے لیے بہر حال رُشد کا پایا جانا ناگزیر ہے۔ غالباً موخر الذکر حضرات کی رائے کے مطابق یہ بات زیادہ قرینِ صواب ہوگی کہ اس معاملہ میں قاضیِ شرع سے رُجوع کیا جائے اور اگر قاضی پر ثابت ہو جائے کہ اس میں رُشد نہیں پایا جاتا تو وہ اس کے معاملات کی نگرانی کے لیے خود کوئی مناسب انتظام کر دے۔

یتیموں کی اہلیت تک مال کو روکنے کا بیان

اور وہ یتیم بچے جن کا کہ باپ مر گیا ہو ان کے متعلق ان کے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دے اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لیکر اس کے معاوضہ میں۔ بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کردے اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاوے، مثلاً ولی کو اجازت ہے کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے مگر یہ ضرور ہے کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پائے یہ نہ ہو کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھا جاوے اور اپنا نفع کر لے کیونکہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے۔ احکام متعلقہ ارحام میں یتیموں کے حکم کو شاید اس لئے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بیسرو سامانی اور مجبوری اور بیچارگی اور بیکسی کے باعث رعایت و حفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہے اور اسی اہتمام کی وجہ سے تبدیل اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرمادی اور آئندہ متعدد آیات میں بھی یتیموں کے متعلق چند احکام ارشاد ہوئے جن سے اہتمام مذکور ظاہر و باہر معلوم ہوتا ہے اور یہ تمام احکام اور تاکیدات جملہ یتیموں کے حق میں ہیں۔ البتہ وہ یتیم جو قرابت دار ہیں ان کے بارے میں تاکید میں زیادہ شدت ہوگی اور عادت و عرف کے بھی موافق ہیں کیونکہ یتیم بچہ کا ولی اکثر اس کا کوئی قریب ہی ہوتا ہے۔

باپ کیلئے بیٹے کے مال میں حقدار ہونے میں فقہی مذاہب

باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال میں سے جب چاہے جتنا چاہے لے لے اور اپنی ملکیت بنالے، خواہ باپ کو اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو، بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا، بیٹی ہو یا بیٹا، وہ مال دینے پر خوش ہو یا ناخوش، بیٹے کو باپ کے مال لینے کا علم ہو یا نہ ہو۔

یہ قول صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے جن میں عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، جابر بن عبداللہؓ، انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں۔

فقہاے تابعین مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن مسیب، ایک قول میں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ، ایک قول میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ بن دعامہ سدوسی سے بھی یہی موقف مروی ہے۔ فقہاے تبع تابعین میں سے ابن ابی لیلیٰ اور محمد بن عبدالرحمٰن کا بھی یہی قول ہے اور متاخرین میں سے امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اَنت و مالک لا بیک سے استدلال کرتے ہوئے اسی قول کی تائید کی ہے۔

اس قول کے قائلین کی دلیل درج ذیل احادیث وآثار ہیں۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک باپ بیٹا آئے، بیٹا اپنے باپ سے ایک ہزار درہم کا مطالبہ کر رہا تھا جو اس نے اپنے باپ کو بطورِ قرض دیے ہوئے تھے جبکہ باپ کہہ رہا تھا کہ وہ قرض واپس کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ سیدنا عمرؓ نے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور باپ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا: "یہ بیٹا اور اس کا مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے عطیہ ہے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ اُنہوں نے بیٹے کا مال والد کو دینے کا فیصلہ دیا۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے اور اسی روایت کو صحیح کہا ہے کہ "ماں باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتے ہیں۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے بھی سیدنا جابرؓ کی مانند صحیح ثابت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: آدمی اپنے بیٹے کے مال سے جتنا چاہے کھا سکتا ہے، لیکن بیٹا اپنے باپ کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نہیں کھا سکتا۔ 24

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ہی اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ فضالہ بن ہرمز حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انسؓ بن مالک کو کہا: میرے باپ نے میری لونڈی پر قبضہ کر لیا ہے حالانکہ میرے باپ نے اس کو خریدا نہیں؟ سیدنا انس بن مالکؓ نے فرمایا: یہ لونڈی تیرے باپ کی ہے، اور تیرا مال اس کی کمائی ہے، تو اور تیرا مال اس کے لئے حلال ہے، اور اس کا مال تیرے اوپر حرام ہے، اِلّا یہ کہ وہ تجھے رضامندی سے دے دے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: اولادکم ھبۃ اللہ لکم، وأموالھم لکم "تمہاری اولادیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں اور ان کے مال تمہارے لئے ہیں۔

(محلی، مغنی، فتح القدیر، مشکل الآثار، وغیرہ)

مال ولد پر قبضہ میں فقہی شرائط کا بیان

یہ قول بھی دوسرے قول کی مانند ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال پر قبضہ کر سکتا ہے، لیکن اُنہوں نے چند شرائط لگا دی ہیں، جن کی موجودگی میں باپ اپنے بیٹے کا مال لے سکتا ہے۔ یہ حنابلہ کا قول ہے اور ان کے ہاں اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

شرط: وہ مال بیٹے کی ضرورت سے زائد ہو تا کہ اس مال کو اپنی ملکیت میں لینے سے بیٹے کو ضرر نہ پہنچے، کیونکہ ضرر سے منع کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا ضَرَرَ و لا ضِرار

لہٰذا باپ اپنے بیٹے کے ایسے مال کو اپنی ملکیت میں نہیں لے سکتا جو اس کی ضروریاتِ زندگی سے متعلق ہو جیسے کوئی مشینری جس سے وہ روزی کماتا ہے، یا تجارت میں راس المال وغیرہ۔ کیونکہ شریعت کی نظر میں انسان کی ضرورت اس کے قرض پر مقدم ہے۔ جو

باپ پر بھی بالا ولی مقدم ہے۔

چنانچہ فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح مکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے بشرطیکہ بیٹے کو اس سے ضرر نہ ہو۔

شرط: باپ وہ مال اپنے لئے حاصل کرے، نہ کہ دوسرے بیٹے کو دے دے، یعنی ایک بیٹے (زید) کا مال لے کر دوسرے بیٹے (عمرو) کو نہ دے، کیونکہ یہ منع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ باپ اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو اپنے مال میں سے عطیہ دے دے جبکہ دیگر کو نہ دے۔

جب باپ اپنے ذاتی مال سے اپنی اولاد میں سے عطیہ دینے کے لئے کسی کو خاص نہیں کرسکتا تو ایک بیٹے کے مال سے لے کر دوسرے کو دینے کے لئے خاص کرنا بالا ولی حرام ہے۔

شرط: بیٹے کے مال کو اس وقت اپنی ملکیت بنانا جب کہ بیٹا یا باپ مرض الموت کی حالت میں نہ ہوں، کیونکہ مرض کے ساتھ ہی ملکیت بنانے کا اختیار منقطع ہوگیا۔

شرط: باپ کافر اور بیٹا مسلمان ہو تو اس وقت بھی باپ اپنے بیٹے کے مال سے کچھ نہیں لے سکتا، بالخصوص اس وقت جب بیٹا کافر ہونے کے بعد مسلمان ہوجائے اور اس کا باپ کفر پر ہی قائم ہو۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ "اسی کے مشابہ صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ باپ مسلمان ہو اور بیٹا کافر ہو۔ اس صورت میں بھی باپ اپنے بیٹے کے مال سے کچھ نہیں لے سکتا کیونکہ اختلاف ادیان سے ولایت اور وراثت منقطع ہوجاتی ہے۔

شرط: باپ جس چیز کو اپنی ملکیت میں لے رہا ہے وہ چیز بعینہٖ موجود ہو کیونکہ باپ اپنے بیٹے کے قرض کا مالک نہیں بن سکتا اور باب کسی بھی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے اس میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ احادیث میں کسی شے کو قبضہ میں لینے سے قبل اس میں تصرف کرنے سے صریح ممانعت وارد ہوئی ہے۔

جہاں تک باپ کی ملکیت کے ثبوت کا تعلق ہے تو یہ ملکیت اس کی نیت یا قول سے ثابت ہوجائے گی۔ مثلاً باپ کسی چیز کو اٹھا لے اور دل میں نیت کرے کہ اب یہ میری ملکیت ہے یا زبان سے کہے کہ میں فلاں چیز کا مالک ہوں۔

شرط: قول یا نیت سے قبضہ کر لینے سے پہلے بیٹے کے مال میں باپ کا تصرف غیر صحیح ہے، اگر چہ غلام ہی آزاد کرنا ہو۔ کیونکہ بیٹے کی اپنے مال پر مکمل ملکیت ہے اور وہ اپنے مال میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے، اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔ اگر لونڈی کی ملکیت باپ اور بیٹے میں مشترک ہو تو وہ ایسی لونڈی کے ساتھ بالکل اسی طرح مباشرت نہیں کرسکتا جیسا کہ کسی اور شخص کے ساتھ مشترکہ لونڈی سے وہ مباشرت نہیں کرسکتا۔ الغرض باپ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس شے کو اپنی ملکیت بنانا چاہتا ہے، اسے پہلے اپنے قبضہ میں لے پھر اس میں تصرف کرے۔ بنابریں باپ اپنے بیٹے کے قرض یا جرمانے کا مالک نہیں بن سکتا، کیونکہ وہ ابھی تک قبضہ میں نہیں آیا۔

فصل فی حد البلوغ

﴿یہ فصل حد بلوغ کے بیان میں ہے﴾

فصل حد بلوغت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بلوغ کا معنی وصول ہے اور اصطلاح میں صغر یعنی چھوٹے ہونے کی حد کے اختتام کو کہتے ہیں۔ اور حد بلوغ یعنی جب کوئی بچہ اپنے چھوٹے پن سے نکل کر بڑوں میں شمار ہونا شروع ہو جائے تو وہ بالغ ہے اور اس کے احکام بھی کتاب حجر کے ایک حصہ ہیں اس لئے کتاب حجر کے سابقہ بیان کردہ مسائل پر ان کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ یہ بھی انہی کا ایک حصہ ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب حجر، ج ۱۳، ص ۲۲۸، بیروت)

احتلام، حمل وانزال کا علامت بلوغت ہونے کا بیان

قَالَ (بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِحْبَالِ وَالْإِنْزَالِ إذَا وَطِيءَ ، فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ فَحَتَّى يَتِمَّ لَهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً ، وَبُلُوغُ الْجَارِيَةِ بِالْحَيْضِ وَالِاحْتِلَامِ وَالْحَبَلِ ، فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ فَحَتَّى يَتِمَّ لَهَا سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً) ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إذَا تَمَّ الْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَقَدْ بَلَغَا ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ ، وَعَنْهُ فِي الْغُلَامِ تِسْعَ عَشْرَةَ سَنَةً .

وَقِيلَ الْمُرَادُ أَنْ يَطْعَنَ فِي التَّاسِعِ عَشْرَةَ سَنَةً وَيَتِمَّ لَهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَا اخْتِلَافَ .

وَقِيلَ فِيهِ اخْتِلَافُ الرِّوَايَةِ لِأَنَّهُ ذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ تِسْعَ عَشْرَةَ سَنَةً ، أَمَّا الْعَلَامَةُ فَلِأَنَّ الْبُلُوغَ بِالْإِنْزَالِ حَقِيقَةً وَالْحَبَلُ وَالْإِحْبَالُ لَا يَكُونُ إلَّا مَعَ الْإِنْزَالِ ، وَكَذَا الْحَيْضُ فِي أَوَانِ الْحَبَلِ ، فَجُعِلَ كُلُّ ذَلِكَ عَلَامَةَ الْبُلُوغِ ، وَأَدْنَى الْمُدَّةِ لِذَلِكَ فِي حَقِّ الْغُلَامِ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً ، وَفِي حَقِّ الْجَارِيَةِ تِسْعُ سِنِينَ .

وَأَمَّا السِّنُّ فَلَهُمْ الْعَادَةُ الْفَاشِيَةُ أَنَّ الْبُلُوغَ لَا يَتَأَخَّرُ فِيهِمَا عَنْ هَذِهِ الْمُدَّةِ .

وَلَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى (حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ) وَأَشُدُّ الصَّبِيِّ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً ، هَكَذَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَتَابَعَهُ الْقُتَبِيُّ ، وَهَذَا أَقَلُّ مَا قِيلَ فِيهِ فَيُبْنَى الْحُكْمُ عَلَيْهِ لِلتَّيَقُّنِ بِهِ ، غَيْرَ أَ

الْبِنَاتُ نُشُوءُهُنَّ وَإِدْرَاكُهُنَّ أَسْرَعُ فَنَقَصْنَا فِي حَقِّهِنَّ سَنَةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْفُصُولِ الْأَرْبَعَةِ الَّتِي يُوَافِقُ وَاحِدٌ مِنْهَا الْمِزَاجَ لَا مَحَالَةَ .

ترجمہ

فرمایا کہ لڑکا بالغ ہو جاتا ہے۔احتلام ہونے سے،حاملہ کرنے سے اور جماع کرنے پر انزال ہونے پر بلوغ کا اعتبار ہوگا۔اور جب ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اٹھارہ سال کی عمر پورا ہونے پر وہ بالغ ہو جائے گا۔جبکہ لڑکی حائض ہونے اور حاملہ ہونے کے سبب بالغ ہوتی ہے۔اور جب ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو وہ سترہ سال کی ہونے پر بالغہ ہو جائے گی۔یہ حکم امام صاحب کے نزدیک ہے۔صاحبین علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ جب بچہ بچی پندرہ سال کی عمر کے ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جائیں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہی قول ہے لڑکے کے بارے میں امام اعظم سے ایک روایت انیس سال کی ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روایت کی مراد یہ ہے کہ بچہ اٹھارہ سال پورے کر کے انیسویں سال میں داخل ہو جائے اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں دو روایتیں مختلف ہیں اس لئے کہ بعض نسخوں میں حتی یستکمل تسع عشرۃ سنۃ وارقد ہوا ہے علامت سے بلوغ اس وجہ سے ثابت ہوتی ہے کہ بلوغت حقیقت میں انزال سے ہی ثابت ہوتی ہے اور انزال کے بغیر حاملہ ہونا یا حاملہ کرنا ممکن نہیں ہے اور حیض کی ابتداء میں حیض بھی انزال کی طرح ہی ہے لہذا ان میں سے ہر ایک کو بلوغت کی علامت قرار دے دیا گیا ہے اور بلوغت کی ادنی مدت بچے کے حق میں بارہ سال ہے اور بچی کے حق میں نو سال ہے جہاں تک عمر سے بلوغت کا معاملہ ہے تو امام ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک عادت غالبہ یہ ہے کہ بچے اور بچی میں بلوغت اس وقت سے متاخر نہیں ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے کہ جب یتیم بچہ اپنی عمر کی پختگی کو پہنچ جائے اور بچے کی عمر بارہ سال میں پختہ ہو جاتی ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔اور حضرت امام قتبی نے انہی کی اتباع کی ہے اور شدید میں یہ قول سب سے کم عمر پر مشتمل ہے۔پس اس کے یقینی ہونے کے سبب سے حکم اسی پر لگایا جائے گا۔کیونکہ عورتوں کی نشوونما تیز ہوتی ہے۔اور وہ جلد بالغ ہو جاتی ہیں پس ہم نے ان کے حق میں کچھ سال کم کر دیئے ہیں کیونکہ سال چار موسموں پر مشتمل ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک موسم سے مزاج ملتا ہے۔

شرح

اس کے بعد فرمایا کہ یتیموں کی دیکھ بھال رکھو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائیں، یہاں نکاح سے مراد بلوغت ہے اور بلوغت

اس وقت ثابت ہوتی ہے جب اسے خاص قسم کے خواب آنے لگیں جن میں خاص پانی اچھل کر نکلتا ہے،

حضرت علی فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بخوبی یاد ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور نہ تمام دن رات چپ رہنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، بچے سے جب تک بالغ نہ ہو، سوتے سے جب جاگ نہ جائے، مجنوں سے جب تک ہوش نہ آجائے، پس ایک تو علامت بلوغ یہ ہے دوسری علامت بلوغ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر ہو جائے اس کی دلیل بخاری مسلم کی حضرت ابن عمر والی حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ احد والی لڑائی میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اس لئے نہیں لیا تھا کہ اس وقت میری عمر چودہ سال کی تھی اور خندق کی لڑائی میں جب میں حاضر کیا گیا تو آپ نے قبول فرمالیا اس وقت میں پندرہ سال کا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو آپ نے فرمایا نابالغ بالغ کی حد یہی ہے،

تیسری علامت بلوغت کی زیر ناف کے بالوں کا نکلنا ہے، اس میں علماء کے تین قول ہیں ایک یہ کہ علامت بلوغ ہے دوسرے یہ کہ نہیں تیسرے یہ کہ مسلمانوں میں نہیں اور ذمیوں میں ہے اس لئے کہ ممکن ہے کسی دوا سے یہ بال جلد نکل آتے ہوں اور ذمی پر جواب ہوتے ہی جزیہ لگ جاتا ہے تو وہ اسے کیوں استعمال کرنے لگا؟ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سب کے حق میں یہ علامت بلوغت ہے کیونکہ اولاً تو جبلی امر ہے علاج معالجہ کا احتمال بہت دور کا احتمال ہے ٹھیک یہی ہے کہ یہ بال اپنے وقت پر ہی نکلتے ہیں، دوسری دلیل مسند احمد کی حدیث ہے،

جس میں حضرت عطیہ قرضی کا بیان ہے کہ بنو قریظہ کی لڑائی کے بعد ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ایک شخص دیکھے جس کے یہ بال نکل آئے ہوں اسے قتل کر دیا جائے اور نہ نکلے ہوں اسے چھوڑ دیا جائے چنانچہ یہ بال میرے بھی نہ نکلے تھے مجھے چھوڑ دیا گیا، سنن اربعہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں، حضرت سعد کے فیصلے پر راضی ہو کر یہ قبیلہ لڑائی سے باز آیا تھا پھر حضرت سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے لڑنے والے تو قتل کر دیئے جائیں اور بچے قیدی بنا لئے جائیں غرائب ابی عبید میں ہے کہ ایک لڑکے نے ایک نوجوان لڑکی کی نسبت کہا کہ میں نے اس سے بدکاری کی ہے دراصل یہ تہمت تھی حضرت عمر نے اسے تہمت کی حد لگانی چاہی لیکن فرمایا دیکھو اگر اس کے زیر ناف کے بال اگ آئے ہوں تو اس پر حد جاری کر دو ورنہ نہیں دیکھا تو آگے نہ تھے چنانچہ اس پر سے حد ہٹادی۔

اسی سے فقہاء نے لڑکوں کے معاملے میں احتلام کو بلوغ کا آغاز مانا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ یہ حکم لڑکوں اور لڑکیوں، دونوں کے لیے ہے، اور احتلام کو علامت بلوغ قرار دینے کے بعد حکم صرف لڑکوں کے لیے خاص ہو جاتا ہے، کیونکہ لڑکی کے معاملہ میں ایام ماہواری کا آغاز علامت بلوغ ہے نہ کہ احتلام۔ لہٰذا ہمارے نزدیک حکم کا منشا یہ ہے کہ جب تک گھر کے بچے اس عمر کو نہ پہنچیں جس میں ان کے اندر صنفی شعور بیدار ہوا کرتا ہے، اور اس قاعدے کی پابندی کریں، اور جب اس عمر کو پہنچ جائیں۔

دونوں کے مراہق ہونے پر حکم بلوغت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رَاهَقَ الْغُلَامُ أَوْ الْجَارِيَةُ الْحُلُمَ وَأَشْكَلَ أَمْرُهُ فِي الْبُلُوغِ فَقَالَ قَدْ بَلَغْتُ ، فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ وَأَحْكَامُهُ أَحْكَامُ الْبَالِغِينَ) لِأَنَّهُ مَعْنًى لَا يُعْرَفُ إلَّا مِنْ جِهَتِهِمَا ظَاهِرًا ، فَإِذَا أَخْبَرَا بِهِ وَلَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ قُبِلَ قَوْلُهُمَا فِيهِ ، كَمَا يُقْبَلُ قَوْلُ الْمَرْأَةِ فِي الْحَيْضِ

ترجمه

اور جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہوں اور ان کی بلوغت میں اشتباہ ہو مگر جب ان میں سے ایک کہہ دے کہ میں بالغ ہوں تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس کے احکام بالغ لوگوں والے ہوں گے۔ کیونکہ بلوغت ایک باطنی چیز ہے اور ظاہری طور پر اس کا علم انہی کی جانب سے ہوگا پس جب ان لوگوں نے بلوغت خبر دی ہے اور ظاہری حالت نے ان کو جھٹلایا نہیں ہے تو اس بارے میں ان کی بات کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح حیض کے بارے میں عورت کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب لڑکا بارہ سال اور لڑکی نو برس سے کم عمر تک ہرگز بالغ و بالغہ نہ ہوں گے۔ اور لڑکا لڑکی دونوں پندرہ برس کامل کی عمر میں ضرور شرعا بالغ و بالغہ ہیں، اگر چہ آثار بلوغ کچھ ظاہر نہ ہوں، ان عمروں کے اندر اگر آثار پائے جائیں، یعنی خواہ لڑکے خواہ لڑکی کو سوتے خواہ جاگتے میں انزال ہو یا لڑکی کو حیض آئے یا جماع سے لڑکا حاملہ کردے یا لڑکی کو حمل رہ جائے تو یقیناً بالغ و بالغہ ہیں، اور اگر آثار نہ ہوں مگر وہ خود کہیں کہ ہم بالغ و بالغہ ہیں، اور ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو تو بھی بالغ و بالغہ سمجھے جائیں گے اور تمام احکام بلوغ کے نفاذ پائیں گے، اور اگر داڑھی مونچھ نکلنا یا لڑکی کے پستان میں ابھار پیدا ہونا کچھ معتبر نہیں۔

اور لڑکے کے بلوغ احتلام یا بیوی کو حاملہ کرنا یا انزال سے معلوم ہوگا اور لڑکی کا بلوغ حاملہ ہونے حیض اور احتلام سے ظاہر ہوگا۔ اگر دونوں میں کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق دونوں کی عمر پندرہ سال ہو جانے پر، اور کم از کم مدت بلوغ لڑکے میں بارہ سال اور لڑکی کی نو سال عمر ہے۔

دونوں مراہق تھے تو انھوں نے کہہ دیا کہ ہم بالغ ہیں تو تسلیم کیا جائے گا کہ بشرطیکہ ان کا ظاہر حال ان کو جھوٹا نہ بنائے تو اس کے اقرار کی صحت کے لئے اس جیسوں کا بالغ ہونا ممکن ہو ورنہ اس کی بات قبول نہ ہوگی وہبانیہ، تو اقرار کے بعد وہ بالغ کے حکم میں ہوں گے لہذا اب ان کا انکار قابل قبول نہ ہوگا۔ بشرطیکہ حال موافق ہو۔ (درمختار، کتاب حجر، بیروت)

زیر ناف بالوں اور داڑھی کا اعتبار نہیں ہے۔ اور لڑکی کے پستانوں کا ابھرنا تو حموی میں کہا ظاہر روایت میں بلوغ کا حکم نہ ہوگا، اور یوں ہی آواز بھاری ہونا بھی معتبر نہیں، جیسا کہ ہاملی کی نظم کی شرح میں ہے، ابوالسعود، اور یونہی پنڈلی، بغل اور مونچھوں کے بال

بھی معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ شامی، کتاب حجر، بیروت)

حد بلوغت میں فقہی مذاہب کا بیان

لڑکوں کے معاملے میں احتلام اور لڑکیوں کے معاملے میں ایام ماہواری کا آغاز علامت بلوغ ہے۔ لیکن جو لڑکے اور لڑکیاں کسی وجہ سے دیر تک ان جسمانی تغیرات سے خالی رہ جائیں ان کے معاملہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، اور امام احمد کے نزدیک اس صورت میں 15 برس کے لڑکے اور لڑکی کو بالغ سمجھا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے۔ لیکن امام اعظم کا مشہور قول یہ ہے کہ اس صورت میں 17 برس کی لڑکی اور 18 برس کے لڑکے کو بالغ قرار دیا جائے گا۔ یہ دونوں قول کسی نص پر نہیں بلیہ فقیہانہ اجتہاد پر مبنی ہیں، لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ تمام دنیا میں ہمیشہ 15 یا 18 برس کی عمر ہی کو غیر محتلم لڑکوں اور غیر حائضہ لڑکیوں کے معاملے میں حد بلوغ مانا جائے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں، اور مختلف زمانوں میں جسمانی نشونما کے حالات مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ عموماً کسی ملک میں جن عمروں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو احتلام اور ایام ماہواری ہونے شروع ہوتے ہوں ان کا اوسط فرق نکال لیا جائے، اور پھر جن لڑکوں اور لڑکیوں میں کسی غیر معمولی وجہ سے یہ علامات اپنے معتاد وقت پر نہ ظاہر ہوں ان کے لیے زیادہ سے زیادہ معتاد عمر پر اس اوسط کا اضافہ کر کے اسے بلوغ کی عمر قرار دے دیا جائے۔ مثلاً کسی ملک میں بالعموم کم سے کم 12 اور زیادہ سے زیادہ 15 برس کے لڑکے کو احتلام ہوا کرتا ہو، تو اوسط فرق ڈیڑھ سال ہو گا، اور غیر معمولی قسم کے لڑکوں کے لیے ہم ساڑھے سولہ برس کی عمر کو سن بلوغ قرار دے سکیں گے۔ اسی قاعدے پر مختلف ممالک کے اہل قانون اپنے ہاں کے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے ایک حد مقرر کر سکتے ہیں۔

15 برس کی حد کے حق میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے، اور وہ ابن عمر کی یہ روایت ہے کہ میں 14 سال کا تھا جب غزوۂ خندق کے موقع پر، جبکہ میں 15 سال کا تھا، مجھے دوبارہ پیش کیا گیا اور آپ نے مجھ کو اجازت دے دی (صحاح ستہ و مسند احمد)۔ لیکن یہ روایت دو وجوہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ اول یہ کہ غزوہ احد شوال 3 ھ کا واقعہ ہے اور غزوہ خندق بقول محمد بن اسحاق شوال 5 ھ میں اور بقول ابن سعد ذی اسعدہ 5 میں پیش آیا۔ دونوں واقعات کے درمیان پورے دو سال یا اس سے زیادہ کا فرق ہے۔ اب اگر غزوہ احد کے زمانے میں ابن عمر 14 سال کے تھے تو کس طرح ممکن ہے کہ غزوہ خندق کے زمانے میں وہ صرف 15 سال کے ہوں؟ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے 12 سال 11 مہینے کی عمر کو 14 سال، اور 15 برس 11 مہینے کی عمر کا 15 سال کہہ دیا ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لڑائی کے لیے بالغ ہونا اور چیز ہے اور معاشرتی معاملات میں قانوناً بالغ ہونا اور چیز۔ ان دونوں میں کوئی لازمی تعلق نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے کے لیے دلیل بنایا جا سکتے۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ غیر محتلم لڑکے کے لیے 15 برس کی عمر مقرر کرنا ایک قیاسی و اجتہادی حکم ہے، کوئی منصوص حکم نہیں ہے۔

بَابُ الْحَجْرِ بِسَبَبِ الدَّيْنِ

﴿یہ باب قرض کے سبب حجر کے بیان میں ہے﴾

باب قرض کے سبب حجر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قرض کی وجہ سے حجر کا حکم ہے یہ قرض والوں اور قرض کے مالکوں کے درمیان مطالبہ میں مشروط ہے۔ اور اس سبب سے یہ سفیہ پر حجر ہونے سے مؤخر ذکر کی ہے کیونکہ یہ مرکب کے حکم میں ہے اور مرکب ہمیشہ مفرد سے مؤخر ہوتا ہے۔ اسی سبب کو علامہ ابن محمود بابرتی علیہ الرحمہ نے بھی بیان کیا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، حقانیہ ملتان)

دین کے سبب حجر نہ ہونے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : لَا أَحْجُرُ فِي الدَّيْنِ ، وَإِذَا وَجَبَتْ دُيُونٌ عَلَى رَجُلٍ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَالْحَجْرَ عَلَيْهِ لَمْ أَحْجُرْ عَلَيْهِ) لِأَنَّ فِي الْحَجْرِ إهْدَارَ أَهْلِيَّتِهِ فَلَا يَجُوزُ لِدَفْعِ ضَرَرٍ خَاصٍّ .

(فَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيهِ الْحَاكِمُ) لِأَنَّهُ نَوْعُ حَجْرٍ ، وَلِأَنَّهُ تِجَارَةٌ لَا عَنْ تَرَاضٍ فَيَكُونُ بَاطِلًا بِالنَّصِّ (وَلَكِنْ يَحْبِسُهُ أَبَدًا حَتَّى يَبِيعَهُ فِي دَيْنِهِ) إيفَاءً لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ وَدَفْعًا لِظُلْمِهِ (وَقَالَا : إذَا طَلَبَ غُرَمَاءُ الْمُفْلِسِ الْحَجْرَ عَلَيْهِ حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ ، وَمَنَعَهُ مِنْ الْبَيْعِ وَالتَّصَرُّفِ وَالْإِقْرَارِ حَتَّى لَا يُضِرَّ بِالْغُرَمَاءِ) لِأَنَّ الْحَجْرَ عَلَى السَّفِيهِ إنَّمَا جَوَّزَاهُ نَظَرًا لَهُ ، وَفِي هَذَا الْحَجْرِ نَظَرٌ لِلْغُرَمَاءِ لِأَنَّهُ عَسَاهُ يُلْجِئُ مَالَهُ فَيَفُوتُ حَقُّهُمْ ، وَمَعْنَى قَوْلِهِمَا وَمَنَعَهُ مِنْ الْبَيْعِ أَنْ يَكُونَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِثْلِ ، أَمَّا الْبَيْعُ بِثَمَنِ الْمِثْلِ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الْغُرَمَاءِ وَالْمَنْعُ لِحَقِّهِمْ فَلَا يُمْنَعُ مِنْهُ .

ترجمہ

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں دین کے سبب حجر کو جائز نہیں سمجھتا جب کسی آدمی پر بہت سارے

زیادہ ہوں اور قرض خواہ اس سے مطالبہ کرے تو قاضی اس کو قید کر دے لیکن اس پر پابندی نہ لگائے اس لئے کہ حجر میں اس کی اہلیت کو باطل کرنا ہے اس لئے خاص نقصان کو دور کرنے کے لئے حجر جائز نہیں ہوگا اور جب مدیون کے پاس مال ہو تو حاکم اس میں تصرف نہ کرے اس لئے کہ حاکم کا تصرف بھی ایک طرح کا حجر ہے اور اس لئے کہ یہ ایسی تجارت ہے جو مدیون کی مرضی سے خالی ہے لہذا یہ نص کے اعتبار سے باطل ہوگی البتہ حاکم اس کے مال کو روکے رکھے تا کہ اس کے قرضہ کی ادائیگی میں اس کو بیچے اور قرض خواہوں کا حق اداء ہو جائے اور مدیون کا ظلم ختم ہو جائے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس مدیون کے غرماء اس پر حجر کا مطالبہ کریں تو قاضی اس پر پابندی لگا کر اس کو بیع اور تصرف واقرار سے روک دے تا کہ غرماء کا نقصان نہ ہو اس لئے کہ بے وقوف پر مہربانی کی غرض سے ہم نے اس کو مجبور کرنا جائز قرار دیا ہے اور اس حجر میں قرض خواہوں پر مہربانی ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ مدیون اپنا مال ضائع کر دے اور غرماء کا حق فوت ہو جائے

اور صاحبین علیہما الرحمہ کے منعہ من البیع کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیع مبیع کے ثمن مثل سے کم ہو اور ثمن مثل پر بیع کرنے سے غرماء کا حق فوت نہیں ہوتا حالانکہ ان کے حق ہی کے سبب منع کیا جاتا ہے لہذا جب بیع سے ان کا حق باطل نہیں ہوگا تو مدیون کو بیع سے بھی نہیں روکا جائے گا۔

احتمال فسخ وابطال ہزل والے تصرفات میں حجر کے اثر کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سفیہ یعنی جس آزاد عاقل بالغ پر حجر ہوا اس کے وہ تصرفات جو فسخ کا احتمال رکھتے ہیں اور ہزل سے باطل ہو جاتے ہیں انھیں میں حجر کا اثر ہوتا ہے کہ یہ شخص نابالغ عاقل کے حکم میں ہوتا ہے اور جو تصرفات ایسے ہیں کہ نہ فسخ ہوسکیں اور نہ ہزل سے باطل ہوں ان میں حجر کا اثر نہیں ہوتا لہذا نکاح، طلاق، عتاق، استیلاد، تدبیر، وجوب زکوۃ وفطرہ وحج ودیگر عبادات بدنیہ، باپ دادا کی ولایت کا زائل ہونا، نفقہ میں خرچ کرنا یعنی اپنے اور اہل وعیال پر اور ان لوگوں پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، نیک کاموں میں ایک تہائی تک وصیت کرنا، عقوبات کا اقرار کرنا یہ چیزیں وہ ہیں کہ باوجود حجر بھی صحیح ہیں اور ان کے علاوہ جن میں ہزل کا اعتبار ہے وہ قاضی کی اجازت سے کرسکتا ہے یعنی قاضی اگر نافذ کر دے گا تو نافذ ہو جائیں گے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب حجر، بیروت)

تلف مال کے سبب قاضی کے حجر کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاضی غلام پر حجر کا حکم جاری نہ کرے گا۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے تصرف سے روک دیا جائے گا جیسا کہ صاحبین کا موقف ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس مدیون کے غرماء اس پر حجر کا مطالبہ کریں تو قاضی اس پر پابندی لگا کر اس کو بیع اور تصرف واقرار سے روک دے تا کہ غرماء کا نقصان نہ ہو۔ (شرح الوقایہ، کتاب حجر، بیروت)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت ہے کہ کہ عبداللہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیٹے حضرت عمر بن خطا کے ایک لشکر کے ساتھ نکلے جہاد کے واسطے عراق کی طرف جب لوٹے تو ابوموسیٰ اشعری کے پاس گئے جو حاکم تھے بصرے کے انہوں نے کہا مرحبا اور سہلا پھر کہا کاش میں تم کو کچھ نفع پہنچا سکتا تو پہنچاتا میرے پاس کچھ روپیہ ہے اللہ کا جس کو میں بھیجنا چاہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تو میں وہ روپے تم کو قرض دے دیتا ہوں اس کا اسباب خرید لو عراق سے پھر مدینہ میں اس مال کو بیچ کر اصل روپیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیدینا اور نفع تم لے لینا انہوں نے کہا ہم بھی یہ چاہتے ہیں ابوموسیٰ نے ایسا ہی کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ ان دونوں سے اصل روپیہ وصول کر لیجئے گا جب دونوں مدینہ کو آئے انہوں نے مال بیچا اور نفع حاصل کیا پھر اصل مال لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لشکر کے سب لوگوں کو اتنا اتنا روپیہ قرض دیا تھا انہوں نے کہا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تم کو امیر المومنین کا بیٹا سمجھ کر یہ روپیہ دیا ہوگا اصل روپیہ اور نفع دونوں دے دو عبداللہ تو چپ ہو رہے اور عبیداللہ نے کہا اے امیر المومنین تم کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اگر مال تلف ہوتا یا نقصان ہوتا تو ہم ضمان دیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں دے دو عبداللہ رضی اللہ عنہ چپ ہو رہے عبیداللہ نے پھر جواب دیا اتنے میں ایک شخص حضرت عمر کے مصاحبوں میں سے بولا اے امیر المومنین تم اس کو مضاربت کر دو تو بہتر ہے حضرت عمر نے کہا میں نے کیا پھر حضرت نے اصل مال اور نصف نفع لیا اور عبداللہ اور عبیداللہ نے آدھا نفع لیا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1280)

قاضی کا مفلس کے مال کی نیلامی کرنے کا بیان

قَالَ (وَبَاعَ مَالَهُ إنْ امْتَنَعَ الْمُفْلِسُ مِنْ بَيْعِهِ وَقَسَمَهُ بَيْنَ غُرَمَائِهِ بِالْحِصَصِ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ الْبَيْعَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ لِإِيفَاءِ دَيْنِهِ حَتَّى يُحْبَسَ لِأَجْلِهِ ، فَإِذَا امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِي مَنَابَهُ كَمَا فِي الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ .

قُلْنَا : التَّلْجِئَةُ مَوْهُومَةٌ ، وَالْمُسْتَحَقُّ قَضَاءُ الدَّيْنِ ، وَالْبَيْعُ لَيْسَ بِطَرِيقٍ مُتَعَيِّنٍ لِذَلِكَ ، بِخِلَافِ الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ وَالْحَبْسُ لِقَضَاءِ الدَّيْنِ بِمَا يَخْتَارُهُ مِنْ الطَّرِيقِ ، كَيْفَ وَلَوْ صَحَّ الْبَيْعُ كَانَ الْحَبْسُ إضْرَارًا بِهِمَا بِتَأْخِيرِ حَقِّ الدَّائِنِ وَتَعْذِيبِ الْمَدْيُونِ فَلَا يَكُونُ مَشْرُوعًا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مفلس اپنا مال خرچ کرنے پر قادر نہ ہو تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک قاضی اس کا مال بیچ کر اس کو مفلس کے قرض خواہوں میں ان کے حصوں کی مقدار ان میں تقسیم کر دے گا اس لئے کہ اس پر اپنا دین اداء کرنے کے لئے اپنا مال بیچنا واجب

ہے حتی کہ بیع نہ کرنے کے سبب اس کو محبوس کر دیا جاتا ہے اور جب مفلس بیع نہ کر سکے تو قاضی اس کے قائم مقائم ہو کر بیع کرے گا جس طرح کہ مجبوب اور عنین میں قاضی اس کے قائم مقائم ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ تجلیہ موہوم ہے اور دین اداء کرنا واجب ہے اور دیون کو اداء کرنے کے لئے بیع ضروری نہیں ہے مجبوب اور عنین کے خلاف اور مفلس کو قرض اداء کرنے کے لئے قید کیا جاتا ہے نہ کہ بیع کے لئے اس لئے کہ بیع درست نہیں ہوگی اور جب بیع کو درست مان لیا جائے تو قید کرنے میں دائن اور مدیون کو نقصان ہوگا کہ دائن کا حق موخر ہوگا اور مدیون کو تکلیف ہوگی اس لئے قید کرنا جائز نہیں ہے۔

شرح

اگر کوئی قرض خواہ مقروض کے ہاں اپنی چیز (جس کی مقروض نے قیمت ابھی ادا نہ کی تھی) بجنسہ پالے تو وہ اس کی ہوگی۔ (بخاری۔ کتاب فی الاستقراض۔ باب من وجد ماله عند مفلس نیز مسلم۔ کتاب المساقاة والمزارعة، باب من ادرك ماله)

دیوالیہ کی صورت میں اسلامی عدالت مقروض کی جائداد کی قرقی کر سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت کعب بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا تھا اور وہ مال ان کے قرض کی ادائیگی کے لئے فروخت کیا گیا۔ (رواه دارقطنی و صححه الحاکم و اخرجه، ابو داؤد مرسلاً)

البتہ درج ذیل اشیاء قرقی سے مستثنی کی جائیں گی (۱) مفلس کے رہنے کا مکان، (۲) اس کے اور اس کے اہل خانہ کے پہننے والے کپڑے، (۳) اگر تاجر ہے تو باردانہ اور محنت کش ہے تو اس کے کام کرنے کے اوزار، (۴) اس کے اور اس کے اہل خانہ کے کھانے پینے کا سامان اور گھر کے برتن وغیرہ (فقہ السنۃ، ج ۳ ص ۲۰۸)

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جا سکتے۔

مدیون پر دراہم کا قرض ہونے پر قاضی کا دراہم غرماء کو دینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَرَاهِمُ قَضَى الْقَاضِي بِغَيْرِ أَمْرِهِ) وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ ، لِأَنَّ لِلدَّائِنِ حَقَّ الْأَخْذِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ فَلِلْقَاضِي أَنْ يُعِينَهُ (وَإِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَنَانِيرُ أَوْ عَلَى ضِدِّ ذَلِكَ بَاعَهَا الْقَاضِي فِي دَيْنِهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ اسْتِحْسَانٌ .

وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَبِيعَهُ كَمَا فِي الْعُرُوضِ ، وَلِهَذَا لَمْ يَكُنْ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ أَنْ يَأْخُذَهُ جَبْرًا . وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُمَا مُتَّحِدَانِ فِي الثَّمَنِيَّةِ وَالْمَالِيَّةِ مُخْتَلِفَانِ فِي الصُّورَةِ ، فَبِالنَّظَرِ إلَى الِاتِّحَادِ يَثْبُتُ لِلْقَاضِي وِلَايَةُ التَّصَرُّفِ ، وَبِالنَّظَرِ إلَى الِاخْتِلَافِ يُسْلَبُ عَنْ الدَّائِنِ

وِلَايَةُ الْأَخْذِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ ، بِخِلَافِ الْعُرُوضِ لِأَنَّ الْغَرَضَ يَتَعَلَّقُ بِصُوَرِهَا وَأَعْيَانِهَا ، أَمَّا النُّقُودُ فَوَسَائِلُ فَافْتَرَقَا . (وَيُبَاعُ فِي الدَّيْنِ النُّقُودُ ثُمَّ الْعُرُوض ثُمَّ الْعَقَارُ يُبْدَأُ بِالْأَيْسَرِ فَالْأَيْسَرِ) لِمَا فِيهِ مِنْ الْمُسَارَعَةِ إلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ مَعَ مُرَاعَاةِ جَانِبِ الْمَدْيُونِ (وَيُتْرَكُ عَلَيْهِ دَسْتٌ مِنْ ثِيَابِ بَدَنِهِ وَيُبَاعُ الْبَاقِي) لِأَنَّ بِهِ كِفَايَةً وَقِيلَ دَسْتَانِ وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيِّ ، لِأَنَّهُ إذَا غَسَلَ ثِيَابَهُ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مَلْبَسٍ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب مدیون پر دراہم کا قرضہ ہو اور اس کے پاس دراہم موجود ہوں تو قاضی اس کے حکم کے بغیر ہی دراہم کی ادائیگی کا فیصلہ کر دے گا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ دائن کو مدیون کی مرضی کے خلاف اپنا حق لینے کا اختیار ہے لہذا قاضی کو دائن کی اعانت کرنے کا حق ہے اور جب دین دراہم کا ہو اور مدیون کے پاس دنانیر ہوں یا اس کے برعکس کوئی چیز ہو تو قاضی اس کے دین میں دنانیر کو بیچ دے یہ حکم حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہے اور استحسان پر مبنی ہے قیاس یہ ہے کہ قاضی اس کو نہ بیچے جس طرح کہ عروض میں ہوتا ہے اس لئے قرض خواہ کو جبر کے طور پر وہ مال لینا جائز نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر ثمنیت اور مالیت میں متحد ہیں اور صورت کے اعتبار سے مختلف ہیں لہذا اتحاد کو دیکھتے ہوئے قاضی کو تصرف کی والیت ملے گی اور اختلاف کی طرف دیکھیں تو دائن سے ولایت اخذ سلب ہو جائے گی دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے عروض کے خلاف اس لئے کہ ان میں صورت اور اعیان سے غرض وابستہ ہوتی ہے رہے نقود تو وہ وسائل ہیں اس لئے کہ ان دونوں میں فرق ہے دین اداء کرنے کے لئے پہلے نقود بیچے جائیں پھر عروض بیچے جائیں پھر عقار جس میں سہولت ہو پہلے اسی سے آغاز کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں مدیون کی رعایت کے ساتھ دین کی ادائیگی میں بھی جلدی ہو جائے گی اور مدیون کے کپڑوں میں سے ایک جوڑا چھوڑ کر باقی سب بیچ دئے جائیں اس لئے کہ ایک جوڑا کافی ہے ایک قول یہ ہے کہ دو جوڑے چھوڑ دئے جائیں اس لئے کہ جب وہ اپنے کپڑے دھوئے گا تو اس کو ایک اور جوڑے کی ضرورت ہوگی۔

قرض ادا نہ کرنے پر وعید کا بیان

نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا تحتفوا انفسکم . تم خودکشی نہ کرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ و ما تحتف انفسنا؟ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا خودکشی کرنا کیسے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بالدّین، قرض کے ساتھ۔

(المستدرك علی الصحیحین، کتاب البیوع)

نبی اکرم ﷺ جس عمل کو خودکشی قرار دے رہے ہوں کیا اس سے زیادہ ناپسندیدہ عمل، انسان کی اپنی ذات کے لیے کوئی اور ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ لیکن یہ عمل اس وقت اور زیادہ قابل مذمت و لائق نفرت بن جاتا ہے جب قرض لینے والا، قرض لیتے وقت مال

قرض کو ہڑپ کرنے کی نیت کیے ہوئے ہوتا ہے۔ درحقیقت قرض کی یہی وہ صورت ہوتی ہے جو انسان کے لیے خودکشی کا موجب بن جاتی ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات کی رو سے حصول قرض کی جو شرائط متعین کی گئی ہیں ان کی رو سے حسب ذیل ہے۔

قرض صرف جائز ضروریات کی تکمیل کے لیے لیا جانا چاہیے۔ لہو ولعب اور اسراف وتبذیر کے لیے قرض کا حصول کسی بھی صورت جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث مبارک کی روشنی میں قیامت کے دن مقروض سے اللہ تعالیٰ حصول قرض کی وجہ دریافت کریں گے۔ المسند (حدیث نمبر 1708) میں ہے۔

اللہ تعالیٰ روز قیامت مقروض کو بلائے گا، اسے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور پھر کہا جائے گا: اے ابن آدم! تو نے یہ قرض کس لیے لیا؟ تو نے لوگوں کے حقوق کو کیوں ضائع کیا؟ وہ شخص جواب میں کہے گا، اے میرے رب! یا اشیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے یقینی طور پر یہ قرض تو لیا، لیکن اسے میں نے کھانے، پینے اور پہننے میں نہیں اڑایا، نہ ہی اسے برباد کیا، بلکہ میں نے تو اس لیے لیا تھا کہ یا تو میرے ہاں آگ لگ گئی تھی، یا مال ومتاع چوری ہو گیا تھا یا کاروبار میں خسارہ واقع ہو گیا تھا۔

اس حدیث مبارک میں حصول مقصد کی صراحت جس انداز میں کر دی گئی ہے، اس کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ آج ہم معاشرتی رکھ رکھاؤ کے لیے قرض لینے میں ذرہ برابر بھی عار محسوس نہیں کرتے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا مقروض، بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی حصول قرض کی نفی کر رہا ہے۔ ایسے میں ہمارے لیے کیا یہ لمحہ فکریہ نہیں ہے کہ جب ہم حصول قرض کے لیے کسی بھی فرد یا ادارے کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں تو ہماری غرض وغایت کیا ہوتی ہے؟ ہمارا مطمع نظر کیا ہوتا ہے؟ اور ہمارے اندر کون سا داعیہ کارفرما ہوتا ہے؟

قضائے دین کے بعد مدیون حجر کے اقرار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَقَرَّ فِي حَالِ الْحَجْرِ بِإِقْرَارٍ لَزِمَهُ ذَلِكَ بَعْدَ قَضَاءِ الدُّيُونِ) ، لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهَذَا الْمَالِ حَقُّ الْأَوَّلِينَ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ إبْطَالِ حَقِّهِمْ بِالْإِقْرَارِ لِغَيْرِهِمْ ، بِخِلَافِ الِاسْتِهْلَاكِ لِأَنَّهُ مُشَاهَدٌ لَا مَرَدَّ لَهُ (وَلَوْ اسْتَفَادَ مَالًا آخَرَ بَعْدَ الْحَجْرِ نَفَذَ إقْرَارُهُ فِيهِ) لِأَنَّ حَقَّهُمْ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ لِعَدَمِهِ وَقْتَ الْحَجْرِ .

قَالَ (وَيُنْفَقُ عَلَى الْمُفْلِسِ مِنْ مَالِهِ وَعَلَى زَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ الصِّغَارِ وَذَوِي أَرْحَامِهِ مِمَّنْ يَجِبُ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ) لِأَنَّ حَاجَتَهُ الْأَصْلِيَّةَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى حَقِّ الْغُرَمَاءِ ، وَلِأَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِغَيْرِهِ فَلَا يُبْطِلُهُ الْحَجْرُ ، وَلِهَذَا لَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً كَانَتْ فِي مِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا أُسْوَةً لِلْغُرَمَاءِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مدیون حجر کی حالت میں کوئی اقرار کرے تو قضائے دین کے بعد یہ اقرار اس پر لازم ہوگا اس لئے کہ اس مال سے پہلے قرض خواہوں کا حق متعلق ہو چکا ہے لہذا دوسرے کے حق کا اقرار کر کے وہ پہلے کے حق کو باطل نہیں کر سکتا اس صورت کے خلاف کہ جب مجور نے کسی کا مال ہلاک کیا ہو اس لئے کہ یہ مشاہد ہے جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا جب حجر کے بعد مجور نے کوئی مال کمایا تو اس میں مجور کا اقرار نافذ ہوگا اس لئے کہ حجر کے وقت یہ مال معدوم تھا اور اس سے غرماء کا حق متعلق نہیں ہو پایا ہے۔

فرمایا کہ مفلس کے مال میں سے اس کی بیوی پر اس کے چھوٹے بچوں پر اس کے ذوی الارحام میں سے اس پر جس کا نفقہ واجب ہوگا اس پر خرچ کیا جائے گا اس لئے کہ اس کی حالت اصلی غرماء کے حق سے مقدم ہے اور اس لئے کہ نفقہ دینا مفلس کے علاوہ کے لئے ثابت شدہ حق ہے لہذا حجر اس کو باطل نہیں کر سکتا اسی لئے جب مجور نے کسی عورت سے نکاح کیا مہر مثل میں یہ عورت غرماء کے برابر ہوگی۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے فقہی اصول کے مطابق اس مسئلہ میں اس سے استدلال کیا ہے کہ مشاہدہ یعنی قرائن سے جو بات ثابت ہو جائے وہ محتاج دلیل نہیں ہوتی کیونکہ قرینہ خود بہت بڑی دلیل ہے جو دلائل سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔

مفلس کی قید کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لِلْمُفْلِسِ مَالٌ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَهُوَ يَقُولُ لَا مَالَ لِي حَبَسَهُ الْحَاكِمُ فِي كُلِّ دَيْنٍ الْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ) وَقَدْ ذَكَرْنَا هَذَا الْفَصْلَ بِوُجُوهِهِ فِي كِتَابِ أَدَبِ الْقَاضِي مِنْ هَذَا الْكِتَابِ فَلَا نُعِيدُهَا ،

إلَى أَنْ قَالَ : وَكَذَلِكَ إنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ لَا مَالَ لَهُ : يَعْنِي خَلَّى سَبِيلَهُ لِوُجُوبِ النَّظِرَةِ إلَى الْمَيْسَرَةِ ، وَلَوْ مَرِضَ فِي الْحَبْسِ يَبْقَى فِيهِ إنْ كَانَ لَهُ خَادِمٌ يَقُومُ بِمُعَالَجَتِهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَخْرَجَهُ تَحَرُّزًا عَنْ هَلَاكِهِ ، وَالْمُحْتَرِفُ فِيهِ لَا يُمَكَّنُ مِنْ الِاشْتِغَالِ بِعَمَلِهِ هُوَ الصَّحِيحُ لِيَضْجَرَ قَلْبُهُ فَيَنْبَعِثَ عَلَى قَضَاءِ دَيْنِهِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ وَفِيهِ مَوْضِعٌ يُمْكِنُهُ فِيهِ وَطْؤُهَا لَا يُمْنَعُ عَنْهُ لِأَنَّهُ قَضَاءُ إحْدَى الشَّهْوَتَيْنِ فَيُعْتَبَرُ بِقَضَاءِ الْأُخْرَى .

قَالَ (وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ بَعْدَ خُرُوجِهِ مِنْ الْحَبْسِ يُلَازِمُونَهُ وَلَا يَمْنَعُونَهُ مِنْ

التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِصَاحِبِ الْحَقِّ يَدٌ وَلِسَانٌ) أَرَادَ بِالْيَدِ الْمُلَازَمَةَ وَبِاللِّسَانِ التَّقَاضِيَ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مفلس کے کسی مال کا علم نہ ہو اور اس کے قرض خواہ اس کی قید کا مطالبہ کریں اور وہ یہ کہہ رہا ہو کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم ہر اس دین کے عوض اس کو قید کرے گا جس کا عقد کے سبب اس نے التزام کیا ہو جس طرح کہ مہر اور کفالہ۔ ہم نے اس کتاب کی کتاب ادب القاضی میں اس فصل کو تمام اسباب کے سمیت بیان کر دیا ہے لہذا یہاں ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے۔

اسی طرح جب مدیون بینہ پیش کر دے کہ تیرے پاس مال نہیں ہے یعنی اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ یسر تک انتظار کرنا واجب ہے جب مدیون قید خانے میں بیمار ہو جائے تو اس کو اسی میں رکھا جائے گا اس شرط کے ساتھ کہ اس کا کوئی خادم ہو جو اس کا علاج و معالجہ کروائے اور جب اس کا کوئی خادم نہ ہو تو حاکم اس کو قید خانے سے نکال دے گا تا کہ وہ ہلاکت سے بچ جائے اور پیشہ ور آدمی و قید خانے میں کام کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی یہی درست ہے تا کہ اس کا دل طول ہو جائے اور وہ اپنا قرض اداء کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائے اس صورت کے خلاف کہ جب اس کی کوئی باندی ہو اور قید خانے میں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں باندی سے ہم بستری کرنا ممکن ہے تو اس کو ہم بستری کرنے سے نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ یہ دو میں سے ایک شہوت کو پورا کرنا ہے لہذا اس کو دوسری شہوت پوری کرنے پر قیاس کیا جائے گا۔

فرمایا کہ مفلس کے قید خانے سے نکلنے کے بعد قاضی اس کے اور اسکے غرماء کے درمیان حائل نہ ہو بلکہ غرماء ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گے اور اس و تصرف اور سفر سے نہ روکے اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق والے کے لئے ہاتھ بھی ہے اور زبان بھی ہے ہاتھ سے مراد ساتھ لگے رہنا ہے اور زبان سے مراد مطالبہ کرنا ہے۔

شرح

اسلامی تعلیمات اور فقہائے اسلام کی آرا میں مقروض، اگر قرض کی ادائیگی سے پہلو تہی کر رہا ہے تو اسے جیل میں ڈالا جا سکتا ہے۔ امام سفیان، امام وکیع، علامہ ابن حجر اور امام شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں۔ قاضی شریح رحمہ اللہ نے قرض نہ ادا کرنے والوں کو قید کرنے کی سزا سنائی۔

بدامنی کرنے کو اکثر مفسرین نے اس جگہ رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے آیت کا جو شان نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوا وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے "اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنا" یا "زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا" یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی،

ناحق قتل ونہب، مجرمانہ سازشیں اور مفویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اوران میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا ان چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔ داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں۔ کہیں اور لیجا کر انہیں قید کردیں کما هو مذهب الامام ابی حنیفه رحمة الله

ڈاکوؤں کے احوال چار ہو سکتے تھے۔(۱) قتل کیا ہو مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی (۲) قتل بھی کیا اور مال بھی لیا (۳) مال چھین لیا مگر قتل نہیں کیا (۴) نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے قصد اور تیاری کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے۔ چاروں حالتوں میں بالترتیب یہ ہی چار سزائیں ہیں جو بیان ہوئیں۔

قرض خواہوں کا مال مدیون کو تقسیم کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَأْخُذُونَ فَضْلَ كَسْبِهِ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ) لِاسْتِوَاءِ حُقُوقِهِمْ فِي الْقُوَّةِ (وَقَالَا : إذَا فَلَّسَهُ الْحَاكِمُ حَالَ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَبَيْنَهُ إلَّا أَنْ يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ أَنَّ لَهُ مَالًا) لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِالْإِفْلَاسِ عِنْدَهُمَا يَصِحُّ فَتَثْبُتُ الْعُسْرَةُ وَيَسْتَحِقُّ النَّظِرَةَ إلَى الْمَيْسَرَةِ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَتَحَقَّقُ الْقَضَاءُ بِالْإِفْلَاسِ ، لِأَنَّ مَالَ اللَّهِ تَعَالَى غَادٍ وَرَائِحٌ ، وَلِأَنَّ وُقُوفَ الشُّهُودِ عَلَى عَدَمِ الْمَالِ لَا يَتَحَقَّقُ إلَّا ظَاهِرًا فَيَصْلُحُ لِلدَّفْعِ لَا لِإِبْطَالِ حَقِّ الْمُلَازَمَةِ .وَقَوْلُهُ إلَّا أَنْ يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ إشَارَةٌ إلَى أَنَّ بَيِّنَةَ الْيَسَارِ تَتَرَجَّحُ عَلَى بَيِّنَةِ الْإِعْسَارِ لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إثْبَاتًا ، إذْ الْأَصْلُ هُوَ الْعُسْرَةُ .

وَقَوْلُهُ فِي الْمُلَازَمَةِ لَا يَمْنَعُونَهُ مِنْ التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يَدُورُ مَعَهُ أَيْنَمَا دَارَ وَلَا يُجْلِسُهُ فِي مَوْضِعٍ لِأَنَّهُ حَبْسٌ (وَلَوْ دَخَلَ دَارِهِ لِحَاجَتِهِ لَا يَتْبَعُهُ بَلْ يَجْلِسُ عَلَى بَابِ دَارِهِ إلَى أَنْ يَخْرُجَ) لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَوْضِعُ خَلْوَةٍ ، وَلَوْ اخْتَارَ الْمَطْلُوبُ الْحَبْسَ وَالطَّالِبُ الْمُلَازَمَةَ فَالْخِيَارُ إلَى الطَّالِبِ لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِي حُصُولِ الْمَقْصُودِ لِاخْتِيَارِهِ الْأَضْيَقَ عَلَيْهِ ، إلَّا إذَا عَلِمَ الْقَاضِي أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ بِالْمُلَازَمَةِ ضَرَرٌ بَيِّنٌ بِأَنْ لَا يُمَكِّنَهُ مِنْ دُخُولِهِ دَارِهِ فَحِينَئِذٍ يَحْبِسُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ . وَحَبَسُوهُ بِدُيُونِهِمْ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ كَيْفَ يَقْسِمُ أَمْوَالَهُ بَيْنَهُمْ ؟ قَالَ : إذَا كَانَ الْمَدْيُونُ حَاضِرًا فَلَهُ أَنْ يَقْضِيَ دُيُونَهُ بِنَفْسِهِ ، وَلَهُ أَنْ يُقَدِّمَ الْبَعْضَ عَلَى الْبَعْضِ فِي الْقَضَاءِ ، وَيُؤْثِرَ الْبَعْضَ عَلَى الْبَعْضِ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي خَالِصِ مِلْكِهِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ حَقُّ أَحَدٍ فَيَنْصَرِفُ فِيهِ عَلَى حَسَبِ

مَشِيئَتِهِ ، وَإِنْ كَانَ الْمَدْيُونُ غَائِبًا وَالدُّيُونُ ثَابِتَةٌ عِنْدَ الْقَاضِي فَالْقَاضِي يَقْسِمُ مَالَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ بِالْحِصَصِ ، إِذْ لَيْسَ لِلْقَاضِي وِلَايَةُ تَقْدِيمِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ .

وَقَوْلُهُ (بَيِّنَةُ الْيَسَارِ تَتَرَجَّحُ) الْيَسَارُ اسْمٌ لِلْإِيسَارِ مِنْ أَيْسَرَ : أَيْ اسْتَغْنَى ، وَالْإِعْسَارُ مَصْدَرُ أَعْسَرَ : أَيْ افْتَقَرَ ، وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ عَلَى بَيِّنَةِ الْعِسَارِ بِمَعْنَى الْإِعْسَارِ .

قَالَ فِي الْمُغْرِبِ : وَهُوَ خَطَأٌ .

وَقَوْلُهُ (لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إِثْبَاتًا) لِأَنَّ بَيِّنَةَ الْإِعْسَارِ تُؤَكِّدُ مَا دَلَّ عَلَيْهِ غَيْرُهُ ، إِذْ الْأَصْلُ هُوَ الْعُسْرَةُ فَصَارَ كَبَيِّنَةِ ذِي الْيَدِ فِي مُقَابَلَةِ بَيِّنَةِ الْخَارِجِ ، وَقَوْلُهُ فِي الْمُلَازَمَةِ (لَا يَمْنَعُونَهُ إِلَخْ) تَفْسِيرٌ لِلْمُلَازَمَةِ (وَلَا يُجْلِسُهُ فِي مَوْضِعٍ لِأَنَّهُ حَبْسٌ) وَلَيْسَ بِمُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ لِلْمُدَّعِي أَنْ يَحْبِسَهُ فِي مَسْجِدِ حَيِّهِ أَوْ فِي بَيْتِهِ ، لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَالسِّكَكِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ فَيَتَضَرَّرُ الْمُدَّعِي (وَلَوْ دَخَلَ دَارَهُ لِحَاجَتِهِ) كَغَدَاءٍ أَوْ غَائِطٍ (لَا يَتْبَعُهُ بَلْ يَجْلِسُ عَلَى بَابِ دَارِهِ إِلَى أَنْ يَخْرُجَ ، لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مَوْضِعِ خَلْوَةٍ) وَعَنْ هَذَا قِيلَ : إِذَا أَعْطَاهُ الْغَدَاءَ أَوْ أَعَدَّ لَهُ مَوْضِعًا لِأَجْلِ الْغَائِطِ لَهُ أَنْ يَمْنَعَهُ عَنْ ذَلِكَ حَتَّى لَا يَهْرُبَ (وَلَوْ اخْتَارَ الْمَطْلُوبُ الْحَبْسَ وَالطَّالِبُ الْمُلَازَمَةَ فَالْخِيَارُ إِلَى الطَّالِبِ لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِي حُصُولِ الْمَقْصُودِ لِاخْتِيَارِهِ الْأَضْيَقَ) وَالْأَشَدَّ (عَلَيْهِ إِلَّا إِذَا عَلِمَ الْقَاضِي أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ بِالْمُلَازَمَةِ ضَرَرٌ بَيِّنٌ بِأَنْ لَا يُمَكِّنَهُ مِنْ دُخُولِهِ دَارَهُ فَحِينَئِذٍ يَحْبِسُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ) وَفِي مَعْنَاهُ مَنْعُهُ عَنْ الْإِكْسَابِ بِقَدْرِ قُوتِ يَوْمِهِ وَلِعِيَالِهِ .

(وَلَوْ كَانَ الدَّيْنُ لِلرَّجُلِ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا يُلَازِمُهَا) لِمَا فِيهَا مِنْ الْخَلْوَةِ بِالْأَجْنَبِيَّةِ وَلَكِنْ يَبْعَثُ امْرَأَةً أَمِينَةً تُلَازِمُهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ غرماء مدیون کی کمائی کو لے کر اپنے دیون کی مقدار کے حساب سے تقسیم کرلیں گے اس لئے کہ قوت ثبوت میں ان کے حق برابر ہیں صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حاکم مدیون کو مفلس قرار دے دے تو اس کے اور غرماء کے درمیان حائل ہو

جائے مگر یہ کہ غرماء اس بات پر بینہ پیش کردیں کہ مدیون کے پاس مال ہے اس لئے کہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک افلاس کا فیصلہ کرنا درست ہے لہذا اس قضاء سے عسرت ثابت ہو جائے گی اور زمان یسر تک انتظار کرنا واجب ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قضاء افلاس کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال آتا جاتا رہتا ہے اور اس لئے کہ مال کے محترم ہونے کے لئے گواہ ظاہری طور پر ہی واقف ہو سکتے ہیں لہذا یہ وقوع دفع حبس کی صلاحیت تو رکھے گا لیکن ملازمت کے حق کو باطل کرنے کو لازم نہیں ہوگا۔

امام قدوری کا الا ان یقیموا البینۃ کہنا اس بات کا اشارہ ہے کہ مالداری کا بینہ تنگدستی کے بینہ سے افضل ہوگا اس لئے کہ وہ زیادہ مثبت ہے کیونکہ عسرت ہی اصل ہے اور ملازمت کے بارے میں امام قدوری کا یہ کہنا ہے کہ غرماء اس کو تصرف اور سفر سے نہ روکیں اس بات کی دلیل ہے کہ مدیون جہاں بھی جائے غریم اس کے ساتھ جائے اور غریم اس کو لے کر کسی جگہ نہ بیٹھے اس لئے کہ یہ حبس ہوگا اور جب مدیون اپنی ضرورت کے لئے اپنے گھر میں داخل ہو تو غریم اس کا پیچھا نہ کرے بلکہ اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جائے جب تک وہ باہر نہ آجائے اس لئے کہ انسان کے لئے خلوت کی جگہ لازم ہے۔

جب مطلوب حبس کو اختیار کرے اور طالب ملازمت کو پسند کرے تو اختیار طالب کو ہوگا اس لئے کہ اس کا اختیار مقصود کے حصول میں زیادہ کارآمد ہے اس لئے کہ طالب مطلوب پر زیادہ گراں بار راستہ اختیار کرے گا ہاں جب قاضی کو یہ اندیشہ ہو کہ ملازمت کے سبب مطلوب کو نقصان ہوگا اس طرح کہ وہ اپنے گھر میں بھی نہیں جا پائے گا تو اس صورت میں قاضی مطلوب سے نقصان کو دور کرنے کے لئے اس کو قید کردے گا جب مرد کا عورت پر دین ہو تو مرد عورت کے ساتھ نہیں رہے گا اس لئے کہ اس سے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا لازم آئے گا ہاں قاضی ایک امینہ عورت کو بھیج دے جو اس کے ساتھ لگی رہے۔

شرح

قاضی سابق میں ذکر کردہ قرضوں کے سوا میں مدیون کو قید نہ کرائے کیونکہ جب وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ میں فقیر ہوں ہاں البتہ جب قرض خواہ یہ ثابت کرے کہ مدیون کے پاس مال ہے تو اب قاضی اس کو قید میں ڈلوا دے کیونکہ دلیل یسر نہیں پائی جا رہی۔ اور مقروض کے قول کو قبول کرلیا جائے گا اور مدعی پر مدیون کی مالداری کو ثابت کرنا واجب ہوگا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ تمام صورتوں میں مدیون کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اصل تنگی ہے اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ مدیون کے قول کا اعتبار کیا جائے گا سوائے اس حالت کے کہ جب اس کا عوض مال ہو اور نفقہ کے بارے میں شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کہ میں تنگدست ہوں جبکہ مشترک غلام کی آزادی میں معتق کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہ دونوں جزئیات بعد والے دونوں مسائل کی تائید کرنے والے ہیں۔ جبکہ کتاب میں ذکر کردہ مسئلہ کی تخریج یہ ہے کہ وہ مطلق قرض نہیں ہے بلکہ وہ ایک صلہ ہے حتیٰ کہ وہ بہ اتفاق موت سے ساقط ہونے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ضمان کے اعتاق میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ اور جب مدعی کے قول کو قبول کیا جاتا

ہے۔ کیونکہ مدیون کے پاس مال ہے یا پھر وہ گواہی کے سبب مالدار ہونا ثابت ہو جائے تو اس صورت میں جس پر قرض واجب ہے اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں قاضی مقروض کو دو یا تین ماہ قید کرائے گا اس کے بعد اس کی خیریت دریافت کرے کیونکہ موجودہ حالت میں اس کا ظلم ہونا ہی ظاہر ہے لہذا وہ ایک مدت تک اس کو قید کرائے گا کہ اس کا مال ظاہر ہو جائے۔ جبکہ وہ اس کو چھپا رہا ہو پس مدت کا لمبا ہونا ضروری ہے تا کہ اس کو فائدہ حاصل ہو جائے۔ اور مدت کو مذکورہ مہینوں کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور اسی طرح اس کے سوا میں ایک ماہ یا چار سے چھ ماہ تک مقدار روایت کی گئی ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ مدت کی مقدار کو قاضی کے حوالے کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں عوام کے حالات مختلف ہوا کرتے ہیں۔

مفلس آدمی کے پاس دوسرے معلوم و معین آدمی کا مال ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَفْلَسَ وَعِنْدَهُ مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَيْنِهِ ابْتَاعَهُ مِنْهُ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِيهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَحْجُرُ الْقَاضِي عَلَى الْمُشْتَرِي بِطَلَبِهِ .

ثُمَّ لِلْبَائِعِ خِيَارُ الْفَسْخِ لِأَنَّهُ عَجَزَ الْمُشْتَرِي عَنْ إيفَاءِ الثَّمَنِ فَيُوجِبُ ذَلِكَ حَقَّ الْفَسْخِ كَعَجْزِ الْبَائِعِ عَنْ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ وَهَذَا لِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ ، وَمِنْ قَضِيَّتِهِ الْمُسَاوَاةُ وَصَارَ كَالسَّلَمِ .

وَلَنَا أَنَّ الْإِفْلَاسَ يُوجِبُ الْعَجْزَ عَنْ تَسْلِيمِ الْعَيْنِ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِالْعَقْدِ فَلَا يَثْبُتُ حَقُّ الْفَسْخِ بِاعْتِبَارِهِ وَإِنَّمَا الْمُسْتَحَقُّ وَصْفٌ فِي الذِّمَّةِ : أَعْنِي الدَّيْنَ ، وَبِقَبْضِ الْعَيْنِ تَتَحَقَّقُ بَيْنَهُمَا مُبَادَلَةٌ ، هَذَا هُوَ الْحَقِيقَةُ فَيَجِبُ اعْتِبَارُهَا ، إلَّا فِي مَوْضِعِ التَّعَذُّرِ كَالسَّلَمِ لِأَنَّ الِاسْتِبْدَالَ مُمْتَنِعٌ فَأُعْطِيَ لِلْعَيْنِ حُكْمَ الدَّيْنِ ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جو آدمی اس حال میں مفلس ہوا کہ اسکے پاس کسی معلوم اور متعین آدمی کا سامان ہے جس کو مفلس نے اس آدمی سے خریدا تھا اور صاحب متاع اس سامان میں قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بائع کی طلب پر قاضی خریدار پر پابندی عائد کر دے گا پھر بائع کو خیار فسخ دے دے اس لئے کہ خریدار ثمن اداء کرنے سے عاجز ہو گیا ہے لہذا یہ فسخ کا حق موجب ہوگا جس طرح کہ بائع کی تسلیم مبیع سے عاجز ہونا حق فسخ کا موجب ہے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ بیع عقد معاوضہ ہے جو مساوات کا تقاضہ کرتا ہے اور یہ عقد سلم کی طرح ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ افلاس عین کی تسلیم سے عجز واجب ہو جاتا ہے حالانکہ عقد سے عین ثابت اور واجب نہیں ہوتا لہذا اس

افلاس کے سبب حق فسخ ثابت نہیں ہوگا یہاں تو خریدار کے ذمہ ایک وصف یعنی دین واجب ہے اور عین پر قبضہ کرنے سے خریدار اور بائع کے درمیان مبادلہ ثابت ہو جاتا ہے یہی حقیقت ہے لہذا اس کا اعتبار واجب ہوگا لیکن جہاں مبادلہ ناممکن ہو وہاں یہ اعتبار نہیں ہو گا جس طرح کہ بیع سلم میں نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں استبدال ممتنع ہے اس لئے عین کو دین کا حکم دے دیا گیا ہے۔

بائع کی طلب پر خریداری پر پابندی عائد کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو آدمی اس حال میں مفلس ہوا کہ اسکے پاس کسی معلوم اور متعین آدمی کا سامان ہے جس کو مفلس نے اس آدمی سے خریدا تھا اور صاحب متاع اس سامان میں قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہو گا۔اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بائع کی طلب پر قاضی خریدار پر پابندی عائد کردے گا۔اور امام مالک اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔(شرح الوقایہ، کتاب حجر، بیروت)

مذہب احناف کے مطابق مقروض کو مہلت دینے کا بیان

اگر تنگی والا شخص اور اس کے پاس تمہارے قرض کی ادائیگی کے قابل مال نہ ہو تو اسے مہلت دو کہ کچھ اور مدت کے بعد ادا کردے یہ نہ کرو کہ سود در سود لگائے چلے جاؤ کہ مدت گزر گئی، اب اتنا اتنا سود لیں گے، بلکہ بہتر تو یہ بات ہے کہ ایسے غرباء کو اپنا قرض معاف کردو، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اللہ کے عرش کا سایہ چاہتا ہے وہ یا تو ایسے تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کردے،

مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص مفلس آدمی پر اپنا قرض وصول کرنے میں نرمی کرے اور اسے ڈھیل دے اس کو جتنے دن وہ قرض کی رقم ادا نہ کر سکے اتنے دنوں تک ہر دن اتنی رقم خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہر دن اس سے دگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا، یہ سن کر حضرت بریدہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو آپ نے ہر دن اس کے مثل ثواب ملنے کا فرمایا تھا آج دو مثل فرماتے ہیں، فرمایا ہاں جب تک معیاد ختم نہیں ہوئی مثل کا ثواب اور معیاد گزرنے کے بعد دو مثل کا، حضرت ابوقتادہ کا قرض ایک شخص کے ذمہ تھا وہ تقاضا کرنے کو آتے لیکن یہ چھپ رہتے اور نہ ملتے، ایک دن آئے گھر سے ایک بچہ نکلا، آپ نے اس سے پوچھا اس نے کہا ہاں گھر میں موجود ہیں کھانا کھا رہے ہیں، اب حضرت ابوقتادہ نے اونچی آواز سے انہیں پکارا اور فرمایا مجھے معلوم ہو گیا کہ تم گھر میں موجود ہو، آؤ باہر آؤ، جواب دو۔وہ بیچارے باہر نہیں نکلے آپ نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہا حضرت بات یہ ہے کہ میں مفلس ہوں اس وقت میرے پاس رقم نہیں بوجہ شرمندگی کے آپ سے نہیں ملتا، آپ نے کہا قسم کھاؤ، اس نے قسم کھالی، آپ روئے اور فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص نادار قرضدار کو ڈھیل دے یا اپنا قرضہ معاف کردے وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوگا (صحیح مسلم)

ابو یعلیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک بندہ اللہ کے سامنے لایا جائے

گا، اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتا میرے لئے تو نے کیا نیکی ہے؟ وہ کہے گا اے اللہ ایک ذرے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اس کی جزا طلب کرسکوں، اللہ اس سے پھر پوچھے گا وہ پھر یہی جواب دے گا پھر پوچھے گا پھر یہی کہے گا، پروردگار ایک چھوٹی سی بات البتہ یاد پڑتی ہے کہ تو نے اپنے فضل سے کچھ مال بھی مجھے دے رکھا تھا میں تجارت پیشہ شخص تھا، لوگ ادھار سدھار لے جاتے تھے، میں اگر دیکھتا کہ یہ غریب شخص ہے اور وعدہ پر قرض نہ ادا کرسکا تو میں اسے اور کچھ مدت کی مہلت دے دیتا، عیال داروں پر سختی نہ کرتا، زیادہ تنگی والا اگر کسی کو پاتا تو معاف بھی کردیتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر میں تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں، میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں، جا میں نے تجھے بخشا جنت میں داخل ہوجا،

مستدرک حاکم میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی مدد کرے یا قرض دار بیمال کی اعانت کرے یا غلام جس نے لکھ کر دیا ہو کہ اتنی رقم دے دوں تو آزاد ہوں، اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس دن سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

مسند احمد میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعائیں قبول کی جائیں اور اس کی تکلیف و مصیبت دور ہوجائے اسے چاہئے کہ تنگی والوں پر کشادگی کرے، عباد بن ولید فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد طلب علم میں نکلے اور ہم نے کہا کہ انصاریوں سے حدیثیں پڑھیں، سب سے پہلے ہماری ملاقات حضرت ابوالیسر سے ہوئی، ان کے ساتھ ان کے غلام تھے جن کے ہاتھ میں ایک دفتر تھا اور غلام و آقا کا ایک ہی لباس تھا، میرے باپ نے کہا چچا آپ تو اس وقت غصہ میں نظر آتے ہیں، فرمایا ہاں سنو فلاں شخص پر میرا کچھ قرض تھا، مدت ختم ہوچکی تھی، میں قرض مانگنے گیا، سلام کیا اور پوچھا کہ کیا وہ مکان پر ہیں، گھر میں سے جواب ملا کہ نہیں، اتفاقاً ایک چھوٹا بچہ باہر آیا میں نے اس سے پوچھا تمہارے والد کہاں ہیں؟ اس نے کہا آپ کی آواز سن کر چارپائی تلے جا چھپے ہیں، میں نے پھر آواز دی اور کہا تمہارا اندر ہونا مجھے معلوم ہوگیا ہے اب چھپو نہیں باہر آؤ جواب دو، وہ آئے میں نے کہا کیوں چھپ رہے ہو، کہا محض اس لئے کہ میرے پاس روپیہ تو اس وقت ہے نہیں، آپ سے ملوں گا تو کوئی جھوٹا عذر حیلہ بیان کروں گا یا غلط وعدہ کروں گا، اس لئے سامنے ہونے سے شرماتا تھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ سے جھوٹ کیا کہوں؟ میں نے کہا سچ کہتے ہو، اللہ کی قسم تمہارے پاس روپیہ نہیں، اس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں اللہ کی قسم کچھ نہیں، تین مرتبہ میں نے قسم کھلائی اور انہوں نے کھائی، میں نے اپنے دفتر میں سے ان کا نام کاٹ دیا اور رقم جمع کرلی اور کہہ دیا کہ جاؤ میں نے تمہارے نام سے یہ رقم کاٹ دی ہے، اب اگر تمہیں مل جائے تو دے دینا ورنہ معاف۔ سنو میری دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے اسے خوب یاد رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی سختی والے کو ڈھیل دے یا معاف کردے، اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد آتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جو شخص کسی نادار پر آسانی کردے یا اسے معاف کردے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے بچالے گا، سنو جنت کے کام مشقت والے ہیں اور خواہش کیخلاف ہیں، اور جہنم کے کام آسانی والے اور خواہشِ نفس کے مطابق ہیں، نیک بخت

وہ لوگ ہیں جو مفتوں سے ... ہیں ... جو غصے کا گھونٹ پی لے اس کو اللہ تعالیٰ ایمان سے نوازتا ہے۔ طبرانی نے ... جو کسی مفلس شخص پر رحم کر کے اپنے قرض کی وصولی میں اس پر سختی نہ کرے اللہ بھی اس کے گناہوں پر اس کو نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

اسی سے شریعت میں یہ حکم نکالا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کے کاروبار میں گھاٹا آ گیا اور اس پر قرضوں کا بار بہت چڑھ گیا۔ معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ اپنے اس بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس کو مالی امداد دی۔ مگر قرضے پھر بھی صاف نہ ہو سکے۔ تب آپ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جو کچھ حاضر ہے، بس وہی لے کر اسے چھوڑ دو، اس سے زیادہ تمہیں نہیں دلوایا جا سکتا۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جا سکتے۔

بیع سلم پر قیاس کرتے ہوئے استدلال کا بیان

اور سلم ایک بیع کا نام ہے جس میں مبیع مؤجل اور ثمن معجل ہوتا ہے یعنی خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اس کی قیمت پہلے ہی دی جاتی ہے۔

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے مثلاً ایک سو 100 روپے کے عوض دو من گیہوں کی خریداری کا معاملہ کیا بایں طور کہ زید نے بکر کو ایک سو روپے دے دیئے اور اسے طے کر دیا کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کے عوض فلاں قسم کے دو من گیہوں تم سے لوں گا اس بیع و معاملہ کو عربی میں سلم کہتے ہیں بعض مواقع پر سلف بھی کہا جاتا ہے اپنی زبان میں اسے بدھنی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بیع کے مشتری یعنی خریدار کو عربی میں رب سلم ثمن یعنی قیمت کو راس المال بیع یعنی بیچنے والے کو مسلم الیہ اور مبیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔ یہ بیع شرعی طور پر جائز و درست ہے بشرطیکہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں اور تمام شرائط کی تعداد سولہ ہے اس طرح کہ چھ شرطوں کا تعلق تو راس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس شرطوں کا تعلق مسلم فیہ یعنی مبیع سے ہے۔

کتاب الماذون

﴿یہ کتاب ماذون غلام کے بیان میں ہے﴾

کتاب ماذون کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب حجر کے بعد ماذون کی کتاب کو بیان کیا ہے اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔کیونکہ حجر میں عدم اہلیت کے سبب بیع واشتراء وغیرہ سے منع کردیا جاتا ہے۔جبکہ ماذون میں اس کو اجازت دی جاتی ہے۔یہ اجازت مرتبے میں مؤخر ہے اس لئے کہ یہ اجازت کوئی اجازت اصلیہ نہیں ہے بلکہ یہ اجازت موقوفہ وفرعیہ ہے لہذا اس کے مرتبے میں مؤخر ہونے کے سبب اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔تاکہ تقدم وتاخر مرتبے کے حساب سے بھی برابر ہوجائے۔

کتاب ماذون کے شرعی ماخذ کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔(النور ۵۸)

اے ایمان والو چاہئے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت،نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں۔ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمد ورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس،اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔(کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں جس اذن واجازت کا ذکر ہے اگر چہ اس کا تعلق اخلاقیات سے ہے۔تاہم معاملات جن کے بارے میں نصوص بیان ہوئی ہیں ان کے بارے اذن کا حکم بدرجہ ثابت ہوگا۔لہذا اگر اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے غلام کیلئے اذن تجارت یا بچے کیلئے تجارت کو ثابت کیا جائے تو یہ استدلال درست ہوگا۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے۔امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث (مرفوعاً) ضعیف

ہے۔یہ (دراصل) موقوف ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

تحقیق متعلقہ حدیث

کتاب کا نام	نمبرالعزو	نمبرافق	مختصر حدیث متن
سنن ابن ماجہ:	1959	1949	إذا تزوج العبد بغير إذن سيده كان عاهرا
سنن ابن ماجہ:	1960	1950	ايما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو زان
سنن أبي داود:	2078	1783	ايما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو عاهر
سنن أبي داود:	2079	1784	إذا نكح العبد بغير إذن مولاه فنكاحه باطل
جامع الترمذي:	1111	1026	ايما عبد تزوج بغير إذن سيده فهو عاهر

اذن کے لغوی وشرعی معانی کا بیان

الْإِذْنُ : الْإِعْلَامُ لُغَةً ، وَفِي الشَّرْعِ : فَكُّ الْحَجْرِ وَإِسْقَاطُ الْحَقِّ عِنْدَنَا ، وَالْعَبْدُ بَعْدَ ذَلِكَ يَتَصَرَّفُ لِنَفْسِهِ بِأَهْلِيَّتِهِ ؛ لِأَنَّهُ بَعْدَ الرِّقِّ بَقِيَ أَهْلًا لِلتَّصَرُّفِ بِلِسَانِهِ النَّاطِقِ وَعَقْلِهِ الْمُمَيِّزِ وَانْحِجَارُهُ عَنْ التَّصَرُّفِ لِحَقِّ الْمَوْلَى ؛ لِأَنَّهُ مَا عَهِدَ تَصَرُّفَهُ إلَّا مُوجِبًا تَعَلُّقَ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ وَبِكَسْبِهِ ، وَذَلِكَ مَالُ الْمَوْلَى فَلَا بُدَّ مِنْ إذْنِهِ كَيْ لَا يَبْطُلَ حَقُّهُ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ ، وَلِهَذَا لَا يَرْجِعُ بِمَا لَحِقَهُ مِنْ الْعُهْدَةِ عَلَى الْمَوْلَى ، وَلِهَذَا لَا يَقْبَلُ التَّأْقِيتَ ، حَتَّى لَوْ أَذِنَ لِعَبْدِهِ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا كَانَ مَأْذُونًا أَبَدًا حَتَّى يَحْجُرَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الْإِسْقَاطَاتِ لَا تَتَوَقَّتُ . ثُمَّ الْإِذْنُ كَمَا يَثْبُتُ بِالصَّرِيحِ يَثْبُتُ بِالدَّلَالَةِ ، كَمَا إذَا رَأَى عَبْدَهُ يَبِيعُ وَيَشْتَرِي فَسَكَتَ يَصِيرُ مَأْذُونًا عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ .

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَبِيعَ عَيْنًا مَمْلُوكًا أَوْ لِأَجْنَبِيٍّ بِإِذْنِهِ أَوْ بِغَيْرِ إذْنِهِ بَيْعًا صَحِيحًا أَوْ فَاسِدًا ؛ لِأَنَّ كُلَّ مَنْ رَآهُ يَظُنُّهُ مَأْذُونًا لَهُ فِيهَا فَيُعَاقِدُهُ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ لَوْ لَمْ يَكُنْ مَأْذُونًا لَهُ ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ الْمَوْلَى رَاضِيًا بِهِ لَمَنَعَهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُمْ .

ترجمہ

فرمایا کہ اذن کا لغوی معنی ہے اطلاع دینا اور شرعی معنی ہے پابندی کو ختم کرنا اور آقا کا اپنا حق ساقط کرنا یہ تعریف ہمارے نزدیک ہے اذن کے بعد غلام اپنی اہلیت کی بناء پر اپنے لئے تصرف کرنے کا اہل ہوگا ویسے تو رقیت کے بعد بھی زبان ناطق اور عقل

ممیز کے ہوتے ہوئے وہ تصرف کا اہل رہتا ہے لیکن آقا کے حق کے سبب وہ تصرف نہیں کر پاتا اس لئے کہ اس کا تصرف یا تو اس کی گردن سے یا اس کے مال سے موجب دین ہوتا ہے حالانکہ اس کا مال اور اس کا گردن آقا کا ملا ہے لہذا آقا کی اجازت لازم ہے تا کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کا حق باطل نہ ہونے پائے اسی لئے اپنے اوپر لازم اور لاحق ہونے والی ذمہ داری یا مطالبے کو وہ آقا سے واپس نہیں لیتا اور نہ ہی توقیت کو قبول کرتا ہے حتی کہ جب آقا نے ایک دن کے لئے اپنے غلام کو اجازت دی تو وہ اس وقت تک ماذون ہوگا جب تک آقا اس پر پابندی نہ عائد کردے اس لئے کہ اسقاطات میں توقیت نہیں ہوتی ہے پھر جس طرح صراحت کے طور پر اجازت ثابت ہوتی ہے اسی طرح دلالت کے طور پر بھی ثابت ہوتی ہے جس طرح کہ آقا نے اپنے غلام کو بیع وشراء کرتے ہوئے دیکھا اور چپ رہا تو ہمارے نزدیک اس کا غلام ماذون ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اور امام زفر کے نزدیک ماذون نہیں ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ غلام آقا کی مملوکہ چیز کو بیچے یا اجنبی کی اجازت سے ہو یا بغیر اجازت کے بیع درست ہو یا بیع فاسد ہو اس لئے کہ جو بھی اس غلام کو بیع کرتے ہوئے دیکھے گا وہ اس کو ماذون تصور کر کے اس سے بیع کر لے گا اور جب وہ ماذون نہیں قرار پائے گا تو عاقد کو اس سے نقصان ہوگا اور جب آقا اس سے راضی نہ ہوتا تو اس کو بیع اور شراء کرنے سے روک دیتا ہے تا کہ لوگوں سے نقصان دور ہو جائے۔

نابالغ کے تصرفات ثلاثہ کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور نابالغ کے تصرفات تین قسم ہیں۔ نافع محض یعنی وہ تصرف جس میں صرف نفع ہی نفع ہے جیسے اسلام قبول کرنا۔ کسی نے کوئی چیز ہبہ کی اس کو قبول کرنا اس میں ولی کی اجازت درکار نہیں۔ ضار محض جس میں خالص نقصان ہو یعنی دنیوی مضرت ہو اگرچہ آخرت کے اعتبار سے مفید ہو جیسے صدقہ وقرض، غلام کو آزاد کرنا۔ زوجہ کو طلاق دینا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ولی اجازت دے تو بھی نہیں کر سکتا بلکہ خود بھی بالغ ہونے کے بعد اپنی نابالغی کے ان تصرفات کو نافذ کرنا چاہے نہیں کر سکتا۔ اس کا باپ یا قاضی ان تصرفات کو کرنا چاہیں تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ بعض وجہ سے نافع بعض وجہ سے ضار جیسے بیع، اجارہ، نکاح یہ اذن ولی پر موقوف ہیں۔ (درمختار، کتاب ماذون، بیروت)

اور نابالغ سے مراد وہ ہے جو خرید وفروخت کا مطلب سمجھتا ہو جس کا بیان اوپر گزر چکا اور جو اتنا بھی نہ سمجھتا ہو اوس کے تصرفات ناقابل اعتبار ہیں۔ معتوہ کے بھی یہی احکام ہیں جو نابالغ سمجھ والے کے ہیں۔

سکوت آقا کے سبب ثبوت اذن میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی آقا نے اپنے غلام کو خرید وفروخت کرتے دیکھا اور وہ خاموش رہا تو اس سے غلام کیلئے خرید وفروخت میں اجازت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام زفر علیہم الرحمہ کے نزدیک سکوت کے سبب اجازت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ سکوت رضا وعدم رضا دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ لہذا رضا میں بھی شک ہوا اور

شک کے ساتھ رضامندی ثابت نہ ہوگی۔ جبکہ ائمہ احناف کی دلیل حسب ذیل حدیث سے استدلال کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایم (یعنی بیوہ بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے اسی طرح کنواری عورت (یعنی کنواری بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کنواری عورت کی اجازت کیسے حاصل ہوگی (کیونکہ کنواری عورت تو بہت شرم و حیا کرتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہ وہ چپکی رہے یعنی کوئی کنواری عورت اپنے نکاح کی اجات مانگے جانے پر اگر بسب شرم و حیا زبان سے ہاں نہ کرے بلکہ خاموش رہے تو اس کی یہ خاموشی بھی اس کی اجازت سمجھی جائے گی (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 345)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایم یعنی وہ عورت جو بیوہ بالغہ اور عاقلہ ہو اپنے نکاح کے معاملہ میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی جو بالغ ہو بھی اس کی حق دار ہے کہ اس کے نکاح کی اس سے اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی زبان سے اجازت دے بلکہ اس کی شرم و حیا کے پیش نظر اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت کے لئے کافی ہے)

ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثیب یعنی بیوہ عورت اپنے بارے میں اپنے والی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے بھی اس کے نکاح کی اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثیب اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی بھی اس کا باپ اس کے نکاح کے بارے میں اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے (مسلم، شرح الوقایہ، کتاب ماذون، بیروت)

آقا کی اجازت کے سبب غلام کیلئے تجارت جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَذِنَ الْمَوْلَى لِعَبْدِهِ فِي التِّجَارَةِ إذْنًا عَامًّا جَازَ تَصَرُّفُهُ فِي سَائِرِ التِّجَارَاتِ) وَمَعْنَى هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ أَذِنْت لَك فِي التِّجَارَةِ وَلَا يُقَيِّدُهُ .

وَوَجْهُهُ أَنَّ التِّجَارَةَ اسْمٌ عَامٌّ يَتَنَاوَلُ الْجِنْسَ فَيَبِيعُ وَيَشْتَرِي مَا بَدَا لَهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْأَعْيَانِ ؛ لِأَنَّهُ أَصْلُ التِّجَارَةِ .

(وَلَوْ بَاعَ أَوْ اشْتَرَى بِالْغَبْنِ الْيَسِيرِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِتَعَذُّرِ الِاحْتِرَازِ عَنْهُ (وَكَذَا بِالْفَاحِشِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ خِلَافًا لَهُمَا) هُمَا يَقُولَانِ إنَّ الْبَيْعَ بِالْفَاحِشِ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ التَّبَرُّعِ ، حَتَّى اُعْتُبِرَ مِنْ الْمَرِيضِ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ فَلَا يَنْتَظِمُهُ الْإِذْنُ كَالْهِبَةِ .

وَلَهُ أَنَّهُ تِجَارَةٌ وَالْعَبْدُ مُتَصَرِّفٌ بِأَهْلِيَّةِ نَفْسِهِ فَصَارَ كَالْحُرِّ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ .

(وَلَوْ حَابَى فِي مَرَضِ مَوْتِهِ يُعْتَبَرُ مِنْ جَمِيعِ مَالِهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَإِنْ كَانَ فَمِنْ جَمِيعِ مَا بَقِيَ) ؛ لِأَنَّ الِاقْتِصَارَ فِي الْحُرِّ عَلَى الثُّلُثِ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ وَلَا وَارِثَ لِلْعَبْدِ ، وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ مُحِيطًا بِمَا فِي يَدِهِ يُقَالُ لِلْمُشْتَرِي أَدِّ جَمِيعَ الْمُحَابَاةِ وَإِلَّا فَارْدُدْ الْبَيْعَ كَمَا فِي الْحُرِّ . (وَلَهُ أَنْ يُسَلِّمَ وَيَقْبَلَ السَّلَمَ) ؛ لِأَنَّهُ تِجَارَةٌ . (وَلَهُ أَنْ يُوَكِّلَ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ) ؛ لِأَنَّهُ قَدْ لَا يَتَفَرَّغُ بِنَفْسِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب آقا اپنے غلام کو تجارت کی عام اجازت دے دے تو اس کو تمام تجارات میں تصرف کرنا جائز ہوگا اور اس مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ آقا غلام سے یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو تجارت کی اجازت دے دیا اور اس کو مقید نہ کرے اس کی علت اور دلیل یہ ہے کہ لفظ تجارت اسم عام ہے جو تجارت کی ہر جنس کو شامل ہے لہذا مختلف اعیان میں سے جو غلام کی سمجھ میں آئے گا اس کو وہ خریدے اور بیچے گا اس لئے کہ اعیان ہی کی بیع وشراء ہی اصل تجارت ہے۔

جب ماذون غلام نے معمولی نقصان کے ساتھ بیع وشراء کی تو یہ جائز ہے اس لئے کہ غبن یسیر سے احتراز ممکن ہے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک اس کی غبن فاحش کے ساتھ بھی بیع وشراء کرنا درست ہے لیکن اس میں صاحبین علیہما الرحمہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ غلام کا غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنا تبرع کے درجے میں ہے اس لئے اس طرح کی بیع کا مریض کے تہائی مال سے اعتبار کیا جائے گا لہذا غبن فاحش والی بیع کو اجازت شامل نہیں ہوگی جس طرح ہبہ کو شامل نہیں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی دلیل یہ ہے کہ غبن فاحش کے ساتھ بھی۔ بیع کرنا تجارت ہے اور غلام اپنی ذاتی اہلیت کی بناء پر تصرف کر رہا ہے تو جس طرح آزاد کی طرف سے غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے اسی طرح غلام کی بیع کرنا بھی جائز ہے صبی ماذون بھی اسی اختلاف پر ہے۔

جب ماذون نے مرض الموت میں عقد رعایت کیا تو یہ اس کے تمام مال میں معتبر ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ اس پر دین نہ ہو اور جب اس پر دین ہو تو دین کو ادا کرنے کے بعد جو مال بچے گا اس میں رعایت کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ آزاد کے حق میں بیع رعایت کو تہائی مال پر منحصر کرنا وارثوں کے حق کے سبب سے ہے اور غلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا جب دین ماذون غلام کے پورے مال کو گھیر لے تو خریدار سے کہا جائے گا کہ تم پوری رعایت کو ادا کر دو ورنہ بیع کو ختم کر لو جس طرح کہ آزاد میں یہی حکم ہے۔

ماذون غلام بیع سلم کر سکتا ہے اور بیع سلم کو قبول بھی کر سکتا ہے اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کی تجارت ہے اور وہ بیع وشراء کے

لئے وکیل بھی بنا سکتا ہے اس لئے کہ کبھی کبھی وہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کر پاتا ہے۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکاتب یا غلام ماذون نے ایک چیز دس روپے میں خریدی تھی اُس کے مولی نے اُس سے پندرہ میں خریدی یا مولی نے دس میں خرید کر غلام کے ہاتھ پندرہ میں بیچی تو اس کا مرابحہ اُسی بیع اول کے ثمن پر یعنی دس پر ہوسکتا ہے، پندرہ پر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو جیسے اس کے اصول ماں، باپ، دادا، دادی یا اس کی فروع بیٹا، بیٹی وغیرہ اور میاں بی بی اور دو شخص جن میں شرکت مفاوضہ ہے ان میں ایک نے ایک چیز خریدی پھر دوسرے نے نفع دیکر اُس سے خرید لی تو مرابحہ دوسرے ثمن پر نہیں ہوسکتا ہاں اگر یہ لوگ ظاہر کر دیں کہ یہ خریداری اس طرح ہوئی ہے تو جس ثمن سے خود خریدی ہے اُس پر مرابحہ ہوسکتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، بیروت)

ماذون غلام کیلئے رہن دینے لینے کا بیان

قَالَ (وَيَرْهَنُ وَيُرْتَهَنُ) ؛ لِأَنَّهُمَا مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ فَإِنَّهُ إيفَاءٌ وَاسْتِيفَاءٌ . (وَيَمْلِكُ أَنْ يَتَقَبَّلَ الْأَرْضَ وَيَسْتَأْجِرَ الْأُجَرَاءَ وَالْبُيُوتَ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ
(وَيَأْخُذُ الْأَرْضَ مُزَارَعَةً) ؛ لِأَنَّ فِيهِ تَحْصِيلُ الرِّبْحِ
(وَيَشْتَرِي طَعَامًا فَيَزْرَعُهُ فِي أَرْضِهِ) ؛ لِأَنَّهُ يَقْصِدُ بِهِ الرِّبْحَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الزَّارِعُ يُتَاجِرُ رَبَّهُ) " . (وَلَهُ أَنْ يُشَارِكَ شَرِكَةَ عِنَانٍ وَيَدْفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً وَيَأْخُذَهَا) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ عَادَةِ التُّجَّارِ (وَلَهُ أَنْ يُؤَاجِرَ نَفْسَهُ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَهُوَ يَقُولُ : لَا يَمْلِكُ الْعَقْدَ عَلَى نَفْسِهِ فَكَذَا عَلَى مَنَافِعِهَا ؛ لِأَنَّهَا تَابِعَةٌ لَهَا .

وَلَنَا أَنَّ نَفْسَهُ رَأْسُ مَالِهِ فَيَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِيهِ ، إلَّا إذَا كَانَ يَتَضَمَّنُ إبْطَالَ الْإِذْنِ كَالْبَيْعِ ؛ لِأَنَّهُ يَنْحَجِرُ بِهِ ، وَالرَّهْنُ ؛ لِأَنَّهُ يُحْبَسُ بِهِ فَلَا يَحْصُلُ مَقْصُودُ الْمَوْلَى . أَمَّا الْإِجَارَةُ فَلَا يَنْحَجِرُ بِهِ وَيَحْصُلُ بِهِ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الرِّبْحُ فَيَمْلِكُهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ ماذون غلام رہن دے بھی سکتا ہے اور لے بھی سکتا ہے اس لئے کہ رہن لینا اور دینا تجارت کے توابع میں سے ہے لہذا رہن میں دینا ہوتا ہے اور ارتہان میں لینا اور وصول کرنا پایا جاتا ہے کھیتی کرنے کے لئے زمین بھی لے سکتا ہے اور مزدوروں اور کمروں کو کرایہ پر بھی لے سکتا ہے اس لئے کہ یہ سب تاجروں کا کام ہے اور ماذون غلام کو مزارعت پر زمین لینے کا حق ہے اس لئے

کہ اس سے نفع حاصل ہوگا اور غلہ خرید کر اپنی زمین میں کھیتی بھی کرسکتا ہے اس لئے کہ اس سے بھی فائدہ حاصل کرنا مقصود ہے۔
حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ کھیتی کرنے والا اپنے رب سے تجارت کرتا ہے۔
اور ماذون غلام کے لئے شرکت عنان کرنا بھی جائز ہے اور مضاربت کے لئے مال لینا اور دینا بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ تاجروں کی عادت ہے ہمارے نزدیک یہ غلام اپنے آپ کو اجرت پر دے سکتا ہے اس میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بندہ اپنے نفس پر عقد کا مالک نہیں ہے تو منافع نفس پر بھی عقد کرنے کا مالک نہیں ہے اس لئے کہ نافع نفس کے تابع ہوتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کا نفس ہی اس کا راس المال ہے لہذا وہ نفس میں تصرف کا مالک ہوگا مگر یہ کہ کوئی ایسا تصرف ہو جو اجازت کے باطل کرنے کو لازم ہو جس طرح کہ نفس کو بیچنا اس لئے کہ وہ بیع نفس سے محجور ہو جائے گا یا نفس کو رہن رکھنا اس لئے کہ وہ رہن سے محبوس ہو جائے گا اور اس سے آقا کا مقصد حاصل نہیں ہوگا ہاں نفس کو کام پر لگانے سے وہ محجور نہیں ہوگا بلکہ اس سے اسکو نفع کی شکل میں مال ملے گا جس سے مقصود حاصل ہوگا اس لئے وہ نفس کی اجازت کا مالک ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا وکیل و کفیل ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کرسکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہوگا دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہے اور شرکتِ مفاوضہ میں یہ ضرور ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دَین میں بھی مساوات ہو، لہذا آزاد و غلام میں اور نابالغ و بالغ میں اور مسلمان و کافر میں اور عاقل و مجنون میں اور دو نابالغوں میں اور دو غلاموں میں شرکت مفاوضہ نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت، بیروت)

غلام کیلئے خاص قسم کی تجارت میں اجازت ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَذِنَ لَهُ فِي نَوْعٍ مِنْهَا دُونَ غَيْرِهِ فَهُوَ مَأْذُونٌ فِي جَمِيعِهَا) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : لَا يَكُونُ مَأْذُونًا إلَّا فِي ذَلِكَ النَّوْعِ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إذَا نَهَاهُ عَنْ التَّصَرُّفِ فِي نَوْعٍ آخَرَ .

لَهُمَا أَنَّ الْإِذْنَ تَوْكِيلٌ وَإِنَابَةٌ مِنْ الْمَوْلَى ؛ لِأَنَّهُ يَسْتَفِيدُ الْوِلَايَةَ مِنْ جِهَتِهِ وَيَثْبُتُ الْحُكْمُ وَهُوَ الْمِلْكُ لَهُ دُونَ الْعَبْدِ ، وَلِهَذَا يَمْلِكُ حَجْرَهُ فَيَتَخَصَّصُ بِمَا خَصَّهُ بِهِ كَالْمُضَارِبِ .

وَلَنَا أَنَّهُ إسْقَاطُ الْحَقِّ وَفَكُّ الْحَجْرِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ ، وَعِنْدَ ذَلِكَ تَظْهَرُ مَالِكِيَّةُ الْعَبْدِ فَلَا يَتَخَصَّصُ بِنَوْعٍ دُونَ نَوْعٍ ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ ؛ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَيَثْبُتُ لَهُ

الْوِلَايَةُ مِنْ جِهَتِهِ ، وَحُكْمُ التَّصَرُّفِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَاقِعٌ لِلْعَبْدِ حَتَّى كَانَ لَهُ أَنْ يَصْرِفَهُ إِلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ وَالنَّفَقَةِ ، وَمَا اسْتَغْنَى عَنْهُ يَخْلُفُهُ الْمَالِكُ فِيهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب آقا نے غلام کو ایک قسم کی تجارت میں اجازت دی اور دوسری اقسام کی اجازت نہیں دی تو وہ تجارت کی تمام انواع میں ماذون ہوگا حضرت امام زفر علیہ الرحمہ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ صرف اسی صورت میں ہی ماذون ہوگا یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہے جب آقا اس کو دوسری انواع میں تصرف کرنے سے روک دے ان کی دلیل یہ ہے کہ اذن آقا کی جانب سے توکیل اور انابت ہے اس لئے کہ غلام آقا ہی کی طرف سے ولایت حاصل کرتا ہے اور حکم یعنی ملک کا ثبوت بھی آقا ہی کے لئے ہوتا ہے غلام کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے آقا غلام پر پابندی عائد کرنے کا بھی مالک ہے لہذا غلام کا تصرف آقا کی تخصیص کے ساتھ خاص ہوگا جس طرح کہ مضارب تخصیص کا پابند ہوتا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ اجازت اسقاط حق اور دفع ممانعت ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اسقاط ثابت ہونے کی صورت میں غلام کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے لہذا وہ ایک نوع کے ساتھ خاص نہیں ہوگا وکیل کے خلاف اس لئے کہ وکیل دوسرے کے مال میں تصرف کرتا ہے اور اسی غیر کی جانب سے اس کو ولایت ملتی ہے اور تصرف کا حکم یعنی ملک ید غلام کے لئے ثابت ہوتی ہے حتی کہ غلام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس ملکیت کو دین کی ادائیگی اور نفقہ میں خرچ کر سکے ہاں جس چیز سے یہ غلام مستغنی ہوتا ہے اس میں مالک اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔

ماذون کے اختیار کو مضارب کے اختیار پر قیاس کرنے کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مضارب نے مالک سے کوفہ میں مال وصول کیا جبکہ مضارب بصرہ کا رہنے والا ہے وہ کوفہ میں بطور مسافر آیا تھا تو جب تک وہ کوفہ میں قیام پذیر رہے گا اس وقت تک مال مضاربت پر اس کا نفقہ نہ آئے گا تو جب وہاں سے سفر کرتے ہوئے نکلے گا تو بصرہ پہنچنے تک اس کا نفقہ ہوگا کیونکہ اس کا اب کوفہ سے نکلنا مضارب کے طور پر ہے اور پھر جب تک بصرہ میں رہے گا وہ خرچہ نہ پائے گا کیونکہ بصرہ اس کا وطن اصلی ہے تو یہاں اس کی اقامت وطن کی وجہ سے ہے مضاربت کے لئے نہیں۔ تو اب اگر وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ آیا تو واپس بصرہ پہنچنے تک نفقہ اس کا حق ہے کیونکہ پہلے کوفہ میں اس کا قیام وطن اقامت کے طور پر تھا تو وہاں سے سفر کرنے پر وہ وطن باطل ہو گیا تو اب دوبارہ اس کا کوفہ آنا مضاربت کے لئے کیونکہ کوفہ اس کا وطن نہیں تو وہاں اس کا قیام صرف مال کے لئے ہے۔ (ردمحتار کتاب المضاربۃ ، بیروت)

رب المال نے شہر یا وقت یا قسم تجارت کی تعیین کردی ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ اس شہر میں یا اس زمانہ میں خرید و فروخت کرنا یا فلاں قسم کی تجارت کرنا تو مضارب پر اسکی پابندی لازم ہے اسکے خلاف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر بائع یا مشتری کی تقیید کردی ہو کہہ دیا ہو کہ فلاں دکان سے خریدنا یا فلاں فلاں کے ہاتھ بیچنا اس کے خلاف بھی نہیں کر سکتا اگرچہ یہ پابندیاں اُس نے عقدِ مضاربت کرتے

وقت یا روپے دیتے وقت نہ کی ہوں بعد میں یہ قیود بڑھا دی ہوں، ہاں اگر مضارب نے سودا خرید لیا اب کسی قسم کی پابندی اسکے ذمہ کرے مثلاً یہ کہ ادھار نہ بیچنا یا دوسری جگہ نہ لے جانا وغیرہ وغیرہ، مضارب ان قیود کی پابندی پر مجبور نہیں مگر جبکہ سودا فروخت ہو جائے اور راس المال نقد کی صورت میں ہو جائے تو رب المال اس وقت قیود لگا سکتا ہے اور مضارب پر اُن کی پابندی لازم ہوگی۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مضاربہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے مضارب سے کہہ دیا کہ فلاں شہر والوں سے بیع کرنا اس نے اُسی شہر میں بیع کی مگر جس سے بیع کی وہ اُس شہر کا باشندہ نہیں ہے یہ جائز ہے کہ اس شرط سے مقصود اُس شہر میں بیع کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کہہ دیا کہ صراف سے خرید و فروخت کرنا اس نے صراف کے غیر سے عقد صرف کیا یہ بھی مخالفت نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ اس سے مقصود عقد صرف ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

معین چیز کی اجازت سے ماذون نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَذِنَ لَهُ فِي شَيْءٍ بِعَيْنِهِ فَلَيْسَ بِمَأْذُونٍ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتِخْدَامٌ ، وَمَعْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَهُ بِشِرَاءِ ثَوْبٍ مُعَيَّنٍ لِلْكِسْوَةِ أَوْ طَعَامٍ رِزْقًا لِأَهْلِهِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّهُ لَوْ صَارَ مَأْذُونًا يَنْسَدُّ عَلَيْهِ بَابُ الِاسْتِخْدَامِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ : أَدِّ إلَيَّ الْغَلَّةَ كُلَّ شَهْرٍ كَذَا ، أَوْ قَالَ أَدِّ إلَيَّ أَلْفًا وَأَنْتَ حُرٌّ ؛ لِأَنَّهُ طَلَبَ مِنْهُ الْمَالَ وَلَا يَحْصُلُ إلَّا بِالْكَسْبِ ، أَوْ قَالَ لَهُ اُقْعُدْ صَبَّاغًا أَوْ قَصَّارًا ؛ لِأَنَّهُ أَذِنَ بِشِرَاءِ مَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَهُوَ نَوْعٌ فَيَصِيرُ مَأْذُونًا فِي الْأَنْوَاعِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب آقا نے غلام کو کسی متعین چیز کی اجازت دی تو وہ ماذون نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ اجازت نہیں ہے استخدام ہے اس مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ آقا اسے پہننے کے لئے کوئی کپڑا خریدنے کے لئے یا اپنے اہل و عیال کے کھانے کی خاطر غلہ خریدنے کا حکم دے یہ حکم اس لئے ہے کہ اگر وہ ماذون ہو گیا تو آقا پر خدمت لینا بند ہو جائے گا اس صورت کے خلاف کہ جب اس نے یہ کہا کہ تم مجھے ہر ماہ اتنا غلہ دیا کرو یا یہ کہا کہ تم مجھے ایک ہزار دراہم دے دو تو تم آزاد ہو اس لئے کہ آقا نے غلام سے مال کا مطالبہ کیا ہے اور کمائی کئے بغیر مال حاصل نہیں ہوگا یا آقا نے اس سے کہا کہ رنگریز یا دھوبی لا کر بٹھا دو اس لئے کہ آقا نے اس کو ایسی چیز خریدنے کی اجازت دی ہے جو اس کے لئے لازم ہے اور یہ بھی ایک نوع ہے لہذا وہ ہر قسم کی انواع میں ماذون ہوگا۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب رب المال نے معین کر دیا تھا کہ فلاں شہر میں یا اس شہر سے مال خریدنا، مضارب نے اس کے خلاف کیا دوسرے شہر کو مال خریدنے کے لیے چلا گیا ضامن ہو گیا یعنی اگر مال ضائع ہوگا تاوان دینا پڑے گا

اور جو کچھ خریدے گا وہ مضارب کا ہوگا مال مضاربت نہیں ہوگا اور اگر وہاں سے کچھ خریدا نہیں بغیر خریدے واپس آ گیا تو مضاربت عود کر آئی یعنی اب ضامن نہ رہا اور اگر کچھ خریدا کچھ روپیہ واپس لایا تو جو کچھ خرید لیا ہے اس میں ضامن ہے اور جو روپیہ واپس لایا ہے یہ مضاربت پر ہوگیا۔(بحرالرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

مال سے حاصل ہونے والا نفع مالک کو دینے کا بیان

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔آپ فرماتے تھے کہ تم میں سے جو شخص یہ چاہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جس کے پاس ایک فرق چاول تھے (اور پھر وہ مالا مال ہوگیا تھا) تو وہ ایسا ہوسکتا ہے۔(فرق ایک پیمانہ کا نام ہے) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! چاول والے کا کیا قصہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار کا واقعہ سنایا جب کہ (ان تین شخصوں پر جو ایک غار میں تھے) ان پر پہاڑ گر پڑا (یعنی غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گر پڑی جس سے باہر نکلنے کا راستہ بند ہوگیا۔) تو ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی اچھے عمل کے واسطہ سے دعا کرے تو (سب نے اپنا اپنا عمل بیان کیا۔ان میں) تیسرے شخص نے کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے مزدوری کرائی تھی ایک فرق چاول کے عوض۔پھر جب شام ہوئی تو میں نے اس کی مزدوری دینی چاہی لیکن اسنے نہ لی اور چلا گیا۔میں نے اس کے چاولوں سے زراعت کی اور بڑھتے بڑھتے اس زراعت سے میں نے کئی بیل اور ان کو چرانے والے غلام جمع کر لیے۔کچھ عرصہ کے بعد وہ مجھ سے مال اور بولا لا اب میری مزدوری دے۔میں نے کہا جا اور اپنے بیل اور ان کے چرانے والے غلام سب لے جا۔پس وہ ان سب کو لے گیا۔(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1611)

ماذون کی جانب دیون وغصوب کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَإِقْرَارُ الْمَأْذُونِ بِالدُّيُونِ وَالْغُصُوبِ جَائِزٌ وَكَذَا بِالْوَدَائِعِ) ؛ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ ، إذْ لَوْ لَمْ يَصِحَّ لَاجْتَنَبَ النَّاسُ مُبَايَعَتَهُ وَمُعَامَلَتَهُ ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ إذَا كَانَ الْإِقْرَارُ فِي صِحَّتِهِ ، فَإِنْ كَانَ فِي مَرَضِهِ يُقَدَّمُ دَيْنُ الصِّحَّةِ كَمَا فِي الْحُرِّ ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِمَا يَجِبُ مِنْ الْمَالِ لَا بِسَبَبِ التِّجَارَةِ ؛ لِأَنَّهُ كَالْمَحْجُورِ فِي حَقِّهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ ماذون کی طرف سے دیون اور غصوب کا اقرار جائز ہے نیز ودائع کا اقرار بھی جائز ہے اس لئے کہ اقرار تجارت کے توابع میں سے ہے اس لئے کہ جب اس کا اقرار درست نہیں ہوگا تو لوگ اس سے بیع وشراء اور لین دین سے گریز کریں گے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس پر دین ہو یا نہ ہو اس شرط کے ساتھ کہ وہ اقرار اس کی صحت میں ہو اور جب مرض کی حالت میں اقرار ہوا

تو دین صحت کو مقدم کیا جائے گا جس طرح کہ آزاد میں یہی ترتیب ہے اس چیز کے اقرار کے خلاف کہ جس میں تجارت کے علاوہ دوسرے اسباب سے مال واجب ہوتا ہو اس لئے کہ یہ غلام اس مال کے حق میں محجور کی طرح ہے۔

شرح

اس مسئلہ کو کتاب ودیعت میں بیان کردہ مسئلہ پر قیاس کیا گیا ہے لہذا اس کی وضاحت کیلئے کتاب ودیعت کا مطالعہ کریں۔

ماذون غلام کیلئے اجازت نکاح نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ .قَالَ (وَلَا يُزَوِّجُ مَمَالِيكَهُ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يُزَوِّجُ الْأَمَةَ ؛ لِأَنَّهُ تَحْصِيلُ الْمَالِ بِمَنَافِعِهَا فَأَشْبَهَ إجَارَتَهَا .

وَلَهُمَا أَنَّ الْإِذْنَ يَتَضَمَّنُ التِّجَارَةَ وَهَذَا لَيْسَ بِتِجَارَةٍ ، وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ تَزْوِيجَ الْعَبْدِ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ وَالْمُضَارِبُ وَالشَّرِيكُ شَرِكَةَ عِنَانٍ وَالْأَبُ وَالْوَصِيُّ .

ترجمہ

فرمایا کہ ماذون غلام نہ تو اپنا نکاح کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی باندیوں اور غلاموں کا نکاح کرا سکتا ہے اس لئے کہ یہ تجارت نہیں ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ وہ باندی کا نکاح کرسکتا ہے اس لئے کہ نکاح کے ذریعے منافع سے مال حاصل کرے گا لہذا یہ باندی کو اجارہ پر دینے کی طرح ہوگیا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ آقا کی اجازت تجارت کو لازم ہے اور باندی کا نکاح کرنا تجارت نہیں ہے اس لئے وہ غلام کے نکاح کا مالک نہیں ہے صبی ماذون، مضارب، شرکت عنان کا شریک باپ اور وصی کا تصرف نکاح بھی اسی اختلاف پر ہے۔

نکاح کے اختیار میں غلام سے متعلق فقہی احکام

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔

اس باب میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے حدیث جابر حسن ہے بعض راوی یہ حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور وہ ابن عمر سے مرفوعا نقل کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں، صحیح یہی ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں صحابہ کرام اور تابعین کا اسی پر عمل ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح جائز نہیں۔ امام احمد، اسحاق، اور دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1111)

مطلب یہ ہے کہ مملوک کا نکاح مالک کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا لہذا اگر کوئی مملوک اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح

کرے گا اور اس نکاح کے بعد منکوحہ سے مجامعت کرے گا تو یہ فعل حرام ہوگا اور وہ زنا کار کہلائے گا چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے کہ غلام کا نکاح اس کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتا اور نکاح کے بعد اگر آقا اجازت دے دے تب بھی وہ عقد صحیح نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح تو ہو جاتا ہے مگر اس کا نافذ ہونا یعنی صحیح ہونا آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے کہ جب آقا اجازت دے دے گا تو صحیح ہو جائے گا جیسا کہ فضولی کے نکاح کا حکم ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کرلیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کر دیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گا نافذ ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، پھر اگر وطی بھی ہو چکی اور مولیٰ نے رد کر دیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کر سکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور اگر وطی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔ اور یہاں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدبر، مکاتب، ماذون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا سب کو شامل ہے۔ (درمختار، کتاب النکاح)

ماذون غلام کا مکاتب نہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُكَاتِبُ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ ، إِذْ هِيَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ ، وَالْبَدَلُ فِيهِ مُقَابَلٌ بِفَكِّ الْحَجْرِ فَلَمْ يَكُنْ تِجَارَةً (إِلَّا أَنْ يُجِيزَهُ الْمَوْلَى وَلَا دَيْنَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى قَدْ مَلَكَهُ وَيَصِيرُ الْعَبْدُ نَائِبًا عَنْهُ وَتَرْجِعُ الْحُقُوقُ إِلَى الْمَوْلَى ؛ لِأَنَّ الْوَكِيلَ فِي الْكِتَابَةِ سَفِيرٌ . قَالَ (وَلَا يُعْتِقُ عَلَى مَالٍ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْكِتَابَةَ فَالْإِعْتَاقُ أَوْلَى (وَلَا يُقْرِضُ) ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ كَالْهِبَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ ماذون غلام مکاتب بھی نہیں بنا سکتا اس لئے کہ مکاتب بھی تجارت نہیں ہے اس لئے کہ مکاتب میں مال کے عوض کا مال تبادلہ ہوتا ہے اور کتابت کا بدل فک حجر کے مقابل ہوتا ہے اس لئے یہ بھی تجارت نہیں ہوگی مگر یہ کہ آقا ماذون غلام کو مکاتب کی اجازت دے دے اور اس پر دین نہ ہو اس لئے کہ آقا ماذون غلام کا اور اس کی کمائی کا مالک ہوتا ہے اور غلام اس کی طرف سے نائب ہوتا ہے اور عقد کے حقوق آقا ہی کی طرف لوٹتے ہیں اس لئے کہ عقد کتابت کا وکیل سفیر اور ترجمان ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ماذون غلام کو مول کے بدلے غلام آزاد کرنے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ مکاتب بنانے کا مالک نہیں ہے تو وہ اعتاق کا بدرجہ اولی مالک نہیں ہوگا قرض بھی نہیں دے سکتا اس لئے کہ ہبہ کی طرح قرض تبرع محض ہے۔

مکاتب کے اذن سے باندی کے نکاح کرنے کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔مکاتب اپنی لونڈی کا نکاح اپنے اذن سے کرسکتا ہے اور اپنا یا اپنے غلام کا نہیں کرسکتا اور ماذون غلام، لونڈی کا بھی نہیں کرسکتا۔مولیٰ کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تو مہر ونفقہ خود غلام پر واجب ہے، مولیٰ پر نہیں اور مرگیا تو مہر ونفقہ دونوں ساقط اور غلام خالص مہر ونفقہ کے سبب بیچ ڈالا جائے گا اور مدبر مکاتب نہ بیچے جائیں بلکہ انھیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ہاں مکاتب اگر بدل کتابت سے عاجز ہو تو اب مکاتب نہ رہے گا اور مہر ونفقہ میں بیچا جائے گا اور غلام کی بیع اُس کا مولیٰ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کردے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن داموں کو فروخت ہو رہا ہے، مولیٰ اپنے پاس سے اتنے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔(ردمحتار، کتاب النکاح، بیروت)

غلام کے حق نکاح وطلاق میں فقہ مالکی کا موقف

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، "جس نے اپنے غلام کو شادی کرنے کی اجازت دے دی، تو اب طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ ہی میں ہے۔اس کے علاوہ کسی اور کو طلاق کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔

(موطاء مالک، کتاب الطلاق، حدیث (1676)

ماذون غلام کیلئے کسی بھی ہبہ کے جائز نہ ہونے کا بیان

(وَلَا يَهَبُ بِعِوَضٍ وَلَا بِغَيْرِ عِوَضٍ ، وَكَذَا لَا يَتَصَدَّقُ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ تَبَرُّعٌ بِصَرِيحِهِ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً أَوْ ابْتِدَاءً فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْإِذْنِ بِالتِّجَارَةِ .

قَالَ (إلَّا أَنْ يُهْدِيَ الْيَسِيرَ مِنْ الطَّعَامِ أَوْ يُضَيِّفَ مَنْ يُطْعِمُهُ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ التِّجَارَةِ اسْتِجْلَابًا لِقُلُوبِ الْمُجَاهِزِينَ ، بِخِلَافِ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا إذْنَ لَهُ أَصْلًا فَكَيْفَ يَثْبُتُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُورَاتِهِ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْمَحْجُورَ عَلَيْهِ إذَا أَعْطَاهُ الْمَوْلَى قُوتَ يَوْمِهِ فَدَعَا بَعْضَ رُفَقَائِهِ عَلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا أَعْطَاهُ قُوتَ شَهْرٍ ؛ لِأَنَّهُمْ لَوْ أَكَلُوهُ قَبْلَ الشَّهْرِ يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمَوْلَى .

قَالُوا : وَلَا بَأْسَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَتَصَدَّقَ مِنْ مَنْزِلِ زَوْجِهَا بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ كَالرَّغِيفِ وَنَحْوِهِ ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ غَيْرُ مَمْنُوعٍ عَنْهُ فِي الْعَادَةِ .

ترجمہ

اور ماذون غلام نہ تو عوض لے کر ہبہ کر سکتا ہے اور نہ ہی بغیر عوض کے ہبہ کر سکتا ہے اور نہ ہی صدقہ کر سکتا ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر چیز بطور صراحت تبرع ہے لہذا بغیر عوض کے ہبہ ابتداء اور انتہاء دونوں اعتبار سے تبرع ہے اور عوض کے ساتھ ہبہ کرنا ابتداء ہی تبرع ہے لہذا یہ تصرفات اذن فی التجارت کے تحت داخل نہیں ہوں گے فرمایا کہ ماذون غلام تھوڑا بہت غلہ ہدیہ دے سکتا ہے اور جو اس کی مہمان نوازی کرے اس کی ضیافت بھی کر سکتا ہے اس لئے کہ یہ تجارت کے لوازمات میں سے ہے اور اس طرح کرنے سے تاجروں کا دل اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے مجور کے خلاف اس لئے کہ اس کو سرے سے اجازت ہی نہیں ہوتی لہذا اس کے حق میں اجازت کے لوازمات کس طرح ثابت ہوں گے۔

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب عبد مجور علیہ کو آقا ایک دن کی خوراک دے دے اور وہ اس پر اپنے چند دوستوں کی دعوت کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب آقا نے اس کو ایک ماہ کی خوراک دی ہو اس لئے کہ جب وہ ایک ماہ سے پہلے اس کو ختم کر دیں تو اس سے آقا کا نقصان ہوگا۔

حضرات مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے اپنے شوہر کے گھر سے معمولی چیز جس طرح کہ روٹی وغیرہ صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ بطور عادت اس سے منع نہیں کیا جاتا ہے۔

ماذون غلام کا کچھ غلہ دینے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ماذون غلام تھوڑا بہت غلہ ہدیہ دے سکتا ہے اور جو اس کی مہمان نوازی کرے اس کی ضیافت بھی کر سکتا ہے اس لئے کہ یہ تجارت کے لوازمات میں سے ہے۔ جبکہ امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک اجازت کے بغیر اس کیلئے کھانا دینا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا عوض ہوتا ہے۔ احناف کی دلیل گزر چکی ہے۔ (اور امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب شاید احناف سے مؤید ہے)۔ (شرح الوقایہ، کتاب ماذون، بیروت)

ماذون کے ہبہ کو مضارب کے ہبہ پر قیاس کرنے کا بیان

اس میں ان افعال کا تعلق ہے جن میں نہ تو مضارب مطلق عقد کا مالک بنتا ہے اور نہ ہی وہ رب المال کے قول "عمل برائک" کہنے سے مالک بنتا ہے ہاں البتہ جب رب المال وضاحت کے ساتھ اس کام کی صراحت کرے اور وہ قرض لینا ہے۔ جس کی حالت یہ ہے کہ مضارب رأس المال سے سامان خریدنے کے بعد کچھ دراہم و دنانیر کے بدلے میں کچھ ادھار خریدے۔ اس لئے کہ یہ خریداری اس مال سے زائد ہے جس مضاربت منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ رب المال اس پر راضی نہ ہوگا ہاں وہ تو اپنے ذمہ پر ہونے والے قرض کے ساتھ مصروف ہونے میں راضی نہ ہوگا اور جب رب المال نے مضارب کو قرض لینے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ تو زائد خریدی ہوئی چیز شرکت وجوہ کے سبب ان کے درمیان مشترکہ ہوگی اور ان میں ہنڈی لینا بھی ہے کیونکہ وہ بھی قرض کی ایک

قسم ہے اور اس کو دینا بھی اس میں شامل ہے اس لئے کہ یہ قرض دینا ہے۔ مال کے بدلے میں یا بغیر مال کے غلام کو آزاد کرنا ہے اور مکاتب بنانا بھی اسی میں شامل ہے اس لئے کہ یہ معاملات تجارت نہیں کہلاتے۔ قرض دینا، ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا یہ افعال بھی مضارب رب المال کی وضاحت کے سوا نہیں کرسکتا اس لئے کہ یہ معاملات محض احسان ہیں تجارت نہیں ہیں۔

عیب کے سبب ماذون کا قیمت میں کمی کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَهُ أَنْ يَحُطَّ مِنَ الثَّمَنِ بِالْعَيْبِ مِثْلَ مَا يَحُطُّ التُّجَّارُ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ صَنِيعِهِمْ ، وَرُبَّمَا يَكُونُ الْحَطُّ أَنْظَرَ لَهُ مِنْ قَبُولِ الْمَعِيبِ ابْتِدَاءً ، بِخِلَافِ مَا إذَا حَطَّ مِنْ غَيْرِ عَيْبٍ ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَلَيْسَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ ، وَلَا كَذَلِكَ الْمُحَابَاةُ فِي الِابْتِدَاءِ ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَحْتَاجُ إلَيْهَا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ (وَلَهُ أَنْ يُؤَجِّلَ فِي دَيْنٍ وَجَبَ لَهُ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ عَادَةِ التِّجَارَةِ .

ترجمہ

اور عیب کے سبب ماذون غلام ثمن میں کمی کرسکتا ہے جس طرح کہ تجارت کرنے والے کم کرتے ہیں اس لئے کہ یہ ان کا فعل ہے اور کبھی کبھی کم کرنا اس کے لئے ابتداء کے طور پر عیب دار چیز کو قبول کرنے سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ عیب کے بغیر کم کرے اس لئے کہ عقد کے پورا ہونے کے بعد کمی کرنا تبرع محض ہے اور تاجروں کے طریقہ میں سے نہیں ہے اور ابتداء رعایت کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ ماذون غلام کو کبھی رعایت کی ضرورت پڑتی ہے اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ جو دین اس کے لئے ثابت ہو چکا ہے اس کو موخر کردے اس لئے کہ یہ بھی تاجروں کی عادت ہے۔

عیب کے سبب قیمت کی کمی میں اصل و ماذون کے اختیار کا بیان

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ڈھیر کے پاس تشریف لے گئے اور غلہ کے ڈھیر میں دست اقدس ڈالا تو اس میں کچھ نمی محسوس ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی وجہ سے غلہ بھیگ چکا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پھر بھیگے ہوئے غلہ کو تم نے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں جس نے دھوکہ کا معاملہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔

ان نصوص سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی تاجر کو فروخت کی جانے والی اشیاء کے عیب ونقص کو خریدار پر ظاہر کئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں، تاہم کسی تاجر نے کوئی عیب دار چیز عیب کی وضاحت کے بغیر فروخت کردی اور خریدار کو خریدنے کے بعد اس میں موجود عیب کا علم ہوا اور اگر اس شئے کو عیب کے ساتھ رکھ لینا ضروری قرار دیا جائے تو خریدار کا نقصان ہوجائے گا اس کو شرعاً یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس عیب دار چیز کو واپس کردے اور دی ہوئی قیمت اس سے واپس لے لے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ عیب خرید و

فروخت کے معاملہ کے وقت موجود تھا۔اس کے برخلاف خرید نے کے بعد اس میں کوئی عیب آگیا تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔

فروخت شدہ چیز میں عیب پائے جانے کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے اختیار کو شریعت کی اصطلاح میں خیار عیب کہتے ہیں جیسا کہ فتاوی فتاوی ہندیہ، کتاب بیوع ج3 ص66 میں ہے: واذا اشتری شیئا لم یعلم بالعیب وقت الشراء ولا علمه قبله والعیب یسیر اوفاحش فله الخیاران شاء رضی بجمیع الثمن وان شاء رده ۔ترجمہ:جب کسی نے کوئی چیز خریدی اور خرید تے وقت یا اس سے پہلے اس کے عیب سے واقف نہیں تھا،خواہ عیب چھوٹا ہو یا بڑا بعد ازاں اسے عیب کا علم ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پوری قیمت کے بدلہ وہ عیب دار چیز لے لے اور اگر چاہے تو اس چیز کو لوٹا دے۔نیز فتاوی فتاوی ہندیہ، کتاب بیوع ج3 کے اسی صفحہ پر خیار عیب کے شرائط میں ہے۔فمنها ثبوت العیب عند البیع و بعده قبل التسلیم حتی لو حدث بعد ذلك لا یثبت الخیار ۔

ماذون مدیون کے قرض کا رقبہ سے متعلق ہونے کا بیان

قَالَ (وَدُيُونُهُ مُتَعَلِّقَةٌ بِرَقَبَتِهِ يُبَاعُ لِلْغُرَمَاءِ إلَّا أَنْ يَفْدِيَهُ الْمَوْلَى) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : لَا يُبَاعُ وَيُبَاعُ كَسْبُهُ فِي دَيْنِهِ بِالْإِجْمَاعِ .

لَهُمَا أَنَّ غَرَضَ الْمَوْلَى مِنْ الْإِذْنِ تَحْصِيلُ مَالٍ لَمْ يَكُنْ لَا تَفْوِيتُ مَالٍ قَدْ كَانَ لَهُ ، وَذَلِكَ فِي تَعْلِيقِ الدَّيْنِ بِكَسْبِهِ ، حَتَّى إذَا فَضَلَ شَيْءٌ مِنْهُ عَنْ الدَّيْنِ يَحْصُلُ لَهُ لَا بِالرَّقَبَةِ ، بِخِلَافِ دَيْنِ الِاسْتِهْلَاكِ ؛ لِأَنَّهُ نَوْعُ جِنَايَةٍ ، وَاسْتِهْلَاكُ الرَّقَبَةِ بِالْجِنَايَةِ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْإِذْنِ .

وَلَنَا أَنَّ الْوَاجِبَ فِي ذِمَّةِ الْعَبْدِ ظَهَرَ وُجُوبُهُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى فَيَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهِ اسْتِيفَاءً كَدَيْنِ الِاسْتِهْلَاكِ ، وَالْجَامِعُ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنْ النَّاسِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ سَبَبَهُ التِّجَارَةُ وَهِيَ دَاخِلَةٌ تَحْتَ الْإِذْنِ ، وَتَعَلُّقُ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ اسْتِيفَاءً حَامِلٌ عَلَى الْمُعَامَلَةِ ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ صَلَحَ غَرَضًا لِلْمَوْلَى ، وَيَنْعَدِمُ الضَّرَرُ فِي حَقِّهِ بِدُخُولِ الْمَبِيعِ فِي مِلْكِهِ ، وَتَعَلُّقُهُ بِالْكَسْبِ لَا يُنَافِي تَعَلُّقَهُ بِالرَّقَبَةِ فَيَتَعَلَّقُ بِهِمَا ، غَيْرَ أَنَّهُ يَبْدَأُ بِالْكَسْبِ فِي الِاسْتِيفَاءِ لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ وَإِبْقَاءً لِمَقْصُودِ الْمَوْلَى ، وَعِنْدَ انْعِدَامِهِ يُسْتَوْفَى مِنْ الرَّقَبَةِ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ دُيُونُهُ الْمُرَادُ مِنْهُ دَيْنٌ وَجَبَ بِالتِّجَارَةِ أَوْ بِمَا هُوَ فِي مَعْنَاهَا كَالْبَيْعِ

وَالشِّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ وَالْاِسْتِئْجَارِ وَضَمَانِ الْغُصُوْبِ وَالْوَدَائِعِ وَالْأَمَانَاتِ إِذَا جَحَدَهَا ، وَمَا يَجِبُ مِنَ الْعُقْرِ بِوَطْءِ الْمُشْتَرَاةِ بَعْدَ الْاِسْتِحْقَاقِ لِاسْتِنَادِهِ إِلَى الشِّرَاءِ فَيَلْحَقُ بِهِ

ترجمہ

فرمایا کہ ماذون غلام کے دیون اس کی گردن سے متعلق ہوں گے اور غرماء کے دیون کی ادائیگی کے لئے اس کو بیچا جائے گا مگر یہ کہ آقا ان کو فدیہ کے طور پر ان کو اداء کردے حضرت امام زفر علیہ الرحمہ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ غلام کو نہیں بیچا جائے گا۔ اور اس کا دین اداء کرنے کے لئے اس کی کمائی بالاتفاق بیچی جائے گی حضرت امام زفر علیہ الرحمہ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اجازت دینے آقا کا مقصد ایسے مال کو حاصل کرنا ہے جو موجود نہ ہو اور ایسے مال کی تفویت مقصد نہیں ہے جو پہلے سے ہی موجود ہو اور آقا کا مقصد اس صورت میں ہی حاصل ہوگا جب دین کو غلام کی کمائی سے متعلق کیا جائے حتیٰ کہ جب دین میں سے کچھ بچ جائے تو وہ آقا کو مل جائے گا اور گردن غلام سے دین کے متعلق کرنے میں آقا کا مقصد نہیں حاصل ہوگا دین استہلاک کے خلاف اس لئے کہ وہ ایک طرح کی جنایت ہے اور جنایت کے سبب گردن کا استہلاک اجازت سے متعلق نہیں ہوتا ہماری دلیل یہ ہے کہ جو قرض غلام کے ذمہ واجب ہے اس کا وجوب آقا کے حق میں ظاہر ہوگا لہذا استیفاء کے اعتبار سے یہ دین گردن غلام سے متعلق ہوگا جس طرح کہ دین استہلاک میں گردن سے متعلق ہوتا ہے اور ان میں علت جامعہ لوگوں نقصان کو دور کرنا ہے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اس دین کا سبب تجارت ہے اور تجارت اجازت کے تحت داخل ہے۔

اور وصول کرنے کے حوالے سے دین کو اس لئے گردن غلام سے متعلق کیا گیا ہے تا کہ لوگوں کو اس کے ساتھ معاملہ کرنے پر آمادہ کیا جا سکے اور اس اعتبار سے یہ چیز آقا کا مقصد بن سکتی ہے اور اس کی ملکیت میں مبیع کے آنے سے اس کے حق میں نقصان معدوم ہو جائے گا اور کمائی سے دین کا متعلق ہونا گردن سے اس کے متعلق ہونے کے منافی نہیں ہے لہذا دین کسب اور اور گردن دونوں سے متعلق ہوگا اس لئے اس کو استیفائے دین میں سے اس کو کسب کے متعلق کیا جائے گا تا کہ غرماء کا حق اداء کیا جا سکے اور آقا کا مقصد باقی رکھا جا سکے اور کسب نہ ہونے کی صورت میں گردن سے دین وصول کیا جائے گا۔

اور قدوری میں امام قدوری کے دیونہ کہنے کا مطلب ایسا دین ہے جو تجارت یا سبب تجارت سے واجب ہوا ہو جس طرح کہ بیع وشراء ہے اجارہ ہے استیجارہ ہے اسی طرح مغصوب ودائع اور امانات کا ضمان بھی دین میں داخل ہے اس شرط کے ساتھ کہ ماذون غلام ان کا منکر ہو خریدی ہوئی باندی کے حقدار نکلنے کے بعد اس سے کی ہوئی وطی کا تاوان بھی دین میں شامل ہوگا اس لئے کہ یہ وطی شراء کی جانب منسوب ہوگی اور شراء کے ساتھ لاحق ہو جائے گی۔

غلام کیلئے حقداروں کا حق بطور ضمان وامانت ادا کرنے کا بیان

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا

بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (کنزالایمان)

اس جملہ کے بہت سے مطلب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ جس کسی نے تمہارے پاس کوئی امانت رکھی ہو اسی کو اس کی امانت ادا کر دو۔ زید کی امانت بکر کے حوالے نہ کرو۔ امانت کا دوسرا مطلب ذمہ دارانہ مناصب ہیں۔ یعنی حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب انہی کے حوالے کرو جو ان مناصب کے اہل ہوں۔ نااہل، بے ایمان بددیانت اور راشی قسم کے لوگوں کے حوالے نہ کرو۔ اس لحاظ سے یہ مسلمانوں سے اجتماعی خطاب ہے کیونکہ بدکار لوگوں کی حکومت سے ساری قوم کی اخلاقی حالت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ امانت کا تیسرا مطلب حقوق بھی ہیں یعنی تمہارے ذمہ جو حقوق ہیں خواہ اللہ کے ہوں یا بندوں کے، سب کے حقوق بجالاؤ۔ کسی حکومت کے استحکام کی یہ پہلی بنیاد ہے اور انہی حقوق کی عدم ادائیگی سے فساد رونما ہوتا ہے۔

حکومت کے استحکام کی دوسری بنیاد عدل و انصاف ہے لہذا کسی قوم سے دشمنی تمہارے عدل و انصاف پر اثر انداز نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہ یہود نے صرف اسلام دشمنی کی بنا پر مشرکوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ تم دینی لحاظ سے مسلمانوں سے بہتر ہو۔ حالانکہ مسلمانوں کی پاکیزہ سیرت اور مشرکوں کے کردار میں فرق اتنا واضح تھا جو دشمنوں کو بھی نظر آ رہا تھا اور خود یہود بھی اس حقیقت حال سے پوری طرح آگاہ تھے۔ انصاف سے فیصلہ کرنا اور انصاف کی بات کہنا بہت بلند درجہ کا عمل ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا 'انصاف کرنے والے اللہ کے نزدیک ہوں گے، رحمٰن عزوجل کے دائیں نور کے منبروں میں ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ جو اپنے فیصلہ کے وقت اپنے اہل میں اور اپنی رعایا میں انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں۔'

(مسلم، کتاب الامارۃ)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے سایہ میں رکھے گا اور یہ ایسا دن ہوگا جب اور کسی جگہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس میں سرفہرست آپ نے امام عادل یعنی انصاف کرنے والے حاکم کا ذکر فرمایا۔ دوسرے وہ نوجوان جس نے جوانی میں خوشدلی سے اللہ کی عبادت کی۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں ہی اٹکا رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو شخص جنہوں نے اللہ کی خاطر دوستی کی، اسی کی خاطر اکٹھے رہے اور آخر موت نے جدا کیا۔ پانچویں وہ شخص جسے کسی مالدار اور حسن و جمال والی عورت نے بدکاری کے لیے بلایا تو اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹے وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں یوں چھپا کر صدقہ دیا کہ داہنے ہاتھ نے جو کچھ دیا، بائیں کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ ساتویں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہ نکلیں۔ (بخاری، کتاب الاذان)

غلام کی قیمت کو غرماء کے حساب سے تقسیم کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُقَسَّمُ ثَمَنُهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ) لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِالرَّقَبَةِ فَصَارَ كَتَعَلُّقِهَا بِالتَّرِكَةِ (فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ مِنْ دُيُونِهِ طُولِبَ بِهِ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ) لِتَقَرُّرِ الدَّيْنِ فِي ذِمَّتِهِ وَعَدَمِ وَفَاءِ الرَّقَبَةِ بِهِ (وَلَا يُبَاعُ ثَانِيًا) كَيْ لَا يَمْتَنِعَ الْبَيْعُ أَوْ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ الْمُشْتَرِي (وَيَتَعَلَّقُ دَيْنُهُ بِكَسْبِهِ سَوَاءٌ حَصَلَ قَبْلَ لُحُوقِ الدَّيْنِ أَوْ بَعْدَهُ وَيَتَعَلَّقُ بِمَا يَقْبَلُ مِنْ الْهِبَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى إنَّمَا يَخْلُفُهُ فِي الْمِلْكِ بَعْدَ فَرَاغِهِ عَنْ حَاجَةِ الْعَبْدِ وَلَمْ يَفْرُغْ (وَلَا يَتَعَلَّقُ بِمَا انْتَزَعَهُ الْمَوْلَى مِنْ يَدِهِ قَبْلَ الدَّيْنِ) لِوُجُودِ شَرْطِ الْخُلُوصِ لَهُ (وَلَهُ أَنْ يَأْخُذَ غَلَّةَ مِثْلِهِ بَعْدَ الدَّيْنِ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ مِنْهُ يَحْجُرُ عَلَيْهِ فَلَا يَحْصُلُ الْكَسْبُ ، وَالزِّيَادَةُ عَلَى غَلَّةِ الْمِثْلِ يَرُدُّهَا عَلَى الْغُرَمَاءِ لِعَدَمِ الضَّرُورَةِ فِيهَا وَتَقَدُّمِ حَقِّهِمْ .

ترجمہ

فرمایا کہ اس غلام کا ثمن غرماء کے حصول کے اعتبار سے ان میں تقسیم کیا جائے گا اس لئے کہ ان کا حق گردن سے متعلق ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ دیون ترکہ سے متعلق ہوا گر کچھ دین باقی رہ جائے تو آزادی کے بعد اس کا مطالبہ کیا جائے گا اس لئے کہ دین اس کے ذمہ ثابت ہو چکا ہے اور اس کی گردن سے اس دین کی ادائیگی مکمل نہیں ہوئی ہے غلام کو دوبارہ نہیں بیچا جائے گا تا کہ اس کی بیع ممتنع نہ ہو یا خریدار سے نقصان دور ہو سکے اور اس کا دین اس کی کمائی سے متعلق ہوگا چاہے یہ کمائی وجوب دین سے پہلے حاصل ہوئی ہو یا بعد میں نیز یہ دین اس ہبہ سے متعلق ہوگا جسے اس نے قبول کیا ہو کیونکہ آقا اسی صورت میں ماذون غلام کی ملکیت کا نائب ہوتا ہے جب وہ ملکیت غلام کی ضرورت سے فارغ ہو حالانکہ اس پر دین ہونے کے سبب اس کی ملکیت اس کی ضرورت سے فارغ نہیں ہے لہذا یہ دین اس مال سے متعلق نہیں ہوگا جس کو وجوب دین سے پہلے آقا نے لیا ہو اس لئے کہ آقا کا یہ مال لیتے وقت غلام کا ذمہ دین سے فارغ تھا۔

آقا کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ غلام پر دین ہونے کے بعد بھی اس سے ماہانہ محصول لیتا رہے اس لئے کہ جب یہ محصول لینا ممکن نہیں ہوگا تو آقا اس پر پابندی عائد کر دے گا اور کمائی کا حصول بند ہو جائے گا اور غلہ مثل سے جو مقدار زائد ہو وہ آقا غرماء کو دے دے اس لئے کہ زیادہ کی ضرورت نہیں ہے اور پھر غرماء کا حق بھی مقدم ہے۔

ماذون کے قرضوں کو مرض موت والے کے قرضوں پر قیاس کرنے کا بیان

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مرض موت میں کئی قرضوں کا اقرار کر لیا جبکہ

تندرستی کے عالم میں بھی اس پر بعض قرض تھے اور مرض کی حالت میں بھی اس پر کچھ قرض لازم ہوئے ہوں جن کی وجوہات بھی معلوم ہوں تو صحت اور جن کی وجوہات معلوم ہیں وہ قرض مقدم ہوں گے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مقرض اور تندرستی میں قرض برابر ہیں کیونکہ ان کا سبب برابر ہے اور یہ اس طرح کا اقرار ہے جو عقل اور قرض والے صادر ہوا ہے جبکہ محل وجوب وہ ذمہ ہے جو حقوق کو قبول کرتا ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح آپس کی رضامندی ہے کے ساتھ اس نے بیع اور نکاح کا تصرف کیا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب اقرار میں دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آتا ہو تو وہ اقرار دلیل نہ ہوگا اور مریض کے اقرار میں یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آ رہا ہے، اس لئے کہ اس نے حالت میں قرض خواہوں کے حق کو مشکل سے پورا کر کے اس کو بچہ کھچہ مال ملا ہے کیونکہ تہائی سے زائد احسان وانعامات میں اسکو منع کر دیا جائے گا۔ بہ خلاف نکاح کے کیونکہ مہر مثلی نکاح کرنا یہ ضروریات اصلیہ میں سے ہے بہ خلاف آپس کی بیع کے کیونکہ جب وہ مثلی قیمت پر کی جائے تو وہ قرض خواہوں کے حق مالیت سے متعلق ہے جبکہ صورت سے نہیں اور صحت کے عالم میں ان کا حق مال سے متعلق نہیں ہوتا کیونکہ مدیون کمائی کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اس کے مال میں اضافہ ہو سکتا ہے اور یہ عاجزی کی حالت ہے جبکہ مرض کے دونوں احوال ایک جیسے ہوتے ہیں لہذا ایسی ممانعت والی حالت ہے بہ خلاف صحت اور مرض کے احوال کے کیونکہ پہلی صورت اباحت وجواز کی ہے۔ اور یہ عاجز ہونے حالت ہے لہذا یہ دونوں احوال ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اور جب قرضوں کی وجوہات معلوم ہوں وہ مقدم ہوں گے کیونکہ ان کو ثابت کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ قرضے سب لوگوں کے روبرو ہوئے ہیں لہذا ان کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اور اسکی مثال کسی مال کا بدل ہے جس کا وہ مالک ہوا ہے یا اس سے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا وجوب اس شخص کے اقرار کے سوا کسی دوسری دلیل سے معلوم ہوا ہے یا اس نے کسی عورت کے مہر مثل پر اس سے نکاح کیا ہے اور یہ قرض دین صحت کی طرح ہے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر مقدم نہ کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مقر کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور اس نے دوسرے کیلئے اقرار کیا ہے تو صحت کی حالت کے قرض خواہوں کے حق میں یہ اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس مال سے ہی ان کو حق ثابت ہو چکا ہے اور مریض کیلئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ کچھ قرض خواہوں کا قرضہ دے اور کچھ نہ دے۔ کیونکہ بعض کو ترجیح دینے کے سبب بقیہ قرض خواہوں کے حق کا باطل ہونے لازم آئے گا اور صحت ومرض دونوں کے قرض خواہ اس موقع پر برابر ہیں۔ ہاں البتہ جب مریض کوئی ایسا قرض ادا کرے جس کو اس نے مرض کی حالت میں لیا تھا یا ایسی چیز کی قیمت ادا کرے جس کو نے مرض کی حالت میں خریدا تھا۔ اور یہ معاملہ گواہی ثابت ہو چکا ہے تو اس کو ادا کرنا جائز ہے۔

محض آقا سے غلام کے مجور نہ ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ حُجِرَ عَلَيْهِ لَمْ يَنْحَجِرْ حَتَّى يَظْهَرَ حَجْرُهُ بَيْنَ أَهْلِ سُوقِهِ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ انْحَجَرَ

لَتَضَرَّرَ النَّاسُ بِهِ لِتَأَخُّرِ حَقِّهِمْ إِلَى مَا بَعْدَ الْعِتْقِ لِمَا لَمْ يَتَعَلَّقْ بِرَقَبَتِهِ وَكَسْبِهِ وَقَدْ بَايَعُوهُ عَلَى رَجَاءِ ذَلِكَ ، وَيُشْتَرَطُ عِلْمُ أَكْثَرِ أَهْلِ سُوقِهِ ، حَتَّى لَوْ حُجِرَ عَلَيْهِ فِي السُّوقِ وَلَيْسَ فِيهِ إِلَّا رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ لَمْ يَنْحَجِرْ ، وَلَوْ بَايَعُوهُ جَازَ ، وَإِنْ بَايَعَهُ الَّذِي عَلِمَ بِحَجْرِهِ وَلَوْ حُجِرَ عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ بِمَحْضَرٍ مِنْ أَكْثَرِ أَهْلِ سُوقِهِ يَنْحَجِرُ ، وَالْمُعْتَبَرُ شُيُوعُ الْحَجْرِ وَاشْتِهَارُهُ فَيُقَامُ ذَلِكَ مَقَامَ الظُّهُورِ عِنْدَ الْكُلِّ كَمَا فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ مِنْ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ، وَيَبْقَى الْعَبْدُ مَأْذُونًا إِلَى أَنْ يَعْلَمَ بِالْحَجْرِ كَالْوَكِيلِ إِلَى أَنْ يَعْلَمَ بِالْعَزْلِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّهُ يَتَضَرَّرُ بِهِ حَيْثُ يَلْزَمُهُ قَضَاءُ الدَّيْنِ مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ وَمَا رَضِيَ بِهِ ، وَإِنَّمَا يُشْتَرَطُ الشُّيُوعُ فِي الْحَجْرِ إِذَا كَانَ الْإِذْنُ شَائِعًا . أَمَّا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ إِلَّا الْعَبْدُ ثُمَّ حُجِرَ عَلَيْهِ بِعِلْمٍ مِنْهُ يَنْحَجِرُ ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ فِيهِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب آقا ماذون غلام کو مجور کرے تو وہ مجور نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا حجر اس کے بازار والوں میں ظاہر نہ ہو جائے اس لئے کہ جب وہ مجور ہو گیا تو دین اس کے گردن اور اس کے کسب سے متعلق نہیں ہوگا اور لوگوں کا حق اس کی آزادی کے بعد والی حالت سے موخر ہو جائے گا جس سے ان کو نقصان ہوگا اس لئے کہ لوگوں نے تو اس امید پر اس کے ساتھ بیع کی ہے کہ ان کا حق اس کی گردن سے متعلق ہے اور حجر کے درست ہونے کے لئے اکثر بازاریوں کا حجر سے واقف ہونا لازم ہے حتی کہ جب بازار میں اس پر پابندی لگائی گئی اور یہاں صرف ایک یا دو آدمی ہوں تو وہ مجور نہیں ہوگا اور اس طرح کے حجر کے بعد جب لوگ اس سے خرید و فروخت کرتے ہیں تو جائز ہے حتی کہ جس کو حجر کا علم ہو اس کا بھی لین دین کرنا جائز ہے جب بازاریوں کی موجودگی میں اس غلام کے گھر اس کو مجو کیا گیا ہو تو وہ مجور ہو جائے گا اور حجر کے بارے میں اسکا پھیلنا اور مشہور ہونا معتبر ہے اور یہ شیوع تمام لوگوں کے پاس حجر کے ظاہر ہونے کے قائم مقام ہو جائے گا جس طرح کہ رسل کی تبلیغ میں شیوع معتبر ہے اور حجر سے واقف ہونے تک غلام ماذون ہی رہے گا جس طرح کہ وکیل جب تک عزل سے باخبر نہیں ہوتا اس وقت تک وکیل رہتا ہے یہ حکم اس لئے ہے کہ واقفیت کے بغیر مجور ہونے میں غلام کا نقصان ہے اس طرح کہ آزاد ہونے کے بعد اس کو اپنے خالص مال سے دین ادا کرنا لازم ہوگا حالانکہ ماذون غلام اس پر راضی نہیں ہے اور حجر کے لئے شیوع اس صورت میں شرط ہے جب اجازت عام ہو اور جب صرف غلام ہی اجازت سے واقف ہو پھر اس کی معلومات کے ساتھ اس کو مجور کر دیا جائے تو وہ مجور ہو جائے گا اس لئے کہ اس انحجار میں اس کا نقصان نہیں ہے۔

علم کے سبب مجور کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب آقا ماذون غلام کو مجور کرے تو وہ مجور نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا حجر اس کے بازار والوں میں ظاہر نہ ہو جائے اس لئے کہ جب وہ مجور ہو گیا تو دین اس کے گردن اور اس کے کسب سے متعلق نہیں ہوگا۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک وہ غلام کو بغیر کسی علم کے مجور کر سکتا ہے کیونکہ غلام کو مجور کرنے کا تصرف خاص آقا کا حق ہے لہذا وہ جب چاہے اس کو نافذ کر سکتا ہے جبکہ ائمہ احناف کی دلیل عادت عرف ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ (شرح الوقایہ، کتاب ماذون، بیروت)

حجر کو نافذ کرنے میں عرف کے معتبر ہونے کا بیان

غلام میں اجرائے حجر کیلئے دلیل عرف کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس عرف کے حجت ہونے میں شرعی دلائل موجود ہیں جبکہ ایک دلیل حسب ذیل ہے۔ جس سے غلام کے مجور ہونے کا استدلال کیا جائے گا۔

"عرف" کے دلیل شرعی ہونے پر عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن" . (نصب الرایہ، باب الاجارۃ الفاسدۃ)

مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

لیکن محدثین کے نزدیک اس کا حدیث رسول اللہ ﷺ ہونا ثابت نہیں ہے؛ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اثر اگرچہ عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے؛ لیکن اس طرح کی بات چونکہ محض ظن وتخمین یا قیاس سے نہیں کہی جا سکتی، اس لیے یوں سمجھا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ بات حضور اکرم ﷺ سے سن کر ہی فرمائی ہوگی؛ بہرحال "عرف" کے دلیل شرعی اور حجت ہونے کی سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے بہت سے احکام عربوں کے "عرف" پر مبنی رکھے ہیں، جن میں خرید وفروخت کے طریقوں سے لیکر نکاح میں کفاءت تک کے لحاظ کا مسئلہ ہے۔

موت کے سبب غلام کے مجور ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ مَاتَ الْمَوْلَى أَوْ جُنَّ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا صَارَ الْمَأْذُونُ مَحْجُورًا عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّ الْإِذْنَ غَيْرُ لَازِمٍ ، وَمَا لَا يَكُونُ لَازِمًا مِنْ التَّصَرُّفِ يُعْطَى لِدَوَامِهِ حُكْمَ الِابْتِدَاءِ ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِ أَهْلِيَّةِ الْإِذْنِ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ وَهِيَ تَنْعَدِمُ بِالْمَوْتِ وَالْجُنُونِ ، وَكَذَا بِاللُّحُوقِ لِأَنَّهُ مَوْتٌ حُكْمًا حَتَّى يُقَسَّمَ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ .

قَالَ (وَإِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ صَارَ مَحْجُورًا عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَبْقَى مَأْذُونًا ؛ لِأَنَّ الْإِبَاقَ لَا

يُنَافِي ابْتِدَاءَ الْإِذْنِ ، فَكَذَا لَا يُنَافِي الْبَقَاءَ وَصَارَ كَالْغَصْبِ .

وَلَنَا أَنَّ الْإِبَاقَ حَجْرٌ دَلَالَةً ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَرْضَى بِكَوْنِهِ مَأْذُونًا عَلَى وَجْهٍ يَتَمَكَّنُ مِنْ تَقْضِيَةِ دَيْنِهِ بِكَسْبِهِ ، بِخِلَافِ ابْتِدَاءِ الْإِذْنِ ؛ لِأَنَّ الدَّلَالَةَ لَا مُعْتَبَرَ بِهَا عِنْدَ وُجُودِ التَّصْرِيحِ بِخِلَافِهَا ، وَبِخِلَافِ الْغَصْبِ ؛ لِأَنَّ الِانْتِزَاعَ مِنْ يَدِ الْغَاصِبِ مُتَيَسِّرٌ .

ترجمہ

جب آقا فوت ہو جائے یا مجنون ہو جائے یا مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا جائے تو عبد مجور علیہ ہو جائے گا اس لئے کہ اجازت لازم نہیں ہے اور جو تصرف لازم نہیں ہوتا اس کے دوام کو ابتدا کا حکم دے دیا جائے گا یہی ضابطہ ہے لہذا حالت بقاء میں اہلیت اذن کی بقاء ضروری ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ مرنے پاگل ہونے اور دارالحرب جانے سے اہلیت ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ لحوق حکم کے اعتبار موت ہے اس لئے لحوق کی وجہ سے اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب غلام بھاگ جائے تو مجور ہو جائے گا حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ماذون رہے گا اس لئے کہ اباق ابتدائے اذن کے منافی نہیں ہے لہذا ابقائے اذن کے بھی منافی نہیں ہوگا اور یہ غصب کی طرح ہو گیا ہماری دلیل یہ ہے کہ اباق دلالۃ حجر اور ممانعت ہے اس لئے کہ آقا اس طور پر اس غلام کے ماذون ہونے سے راضی تھا کہ آقا اس کی کمائی سے اس کا دین اداء کرنے پر قادر ہو سکے ابتدائے اذن کے خلاف اس لئے کہ جب دلالۃ کے خلاف صراحت موجود ہو تو اسکا اعتبار نہیں ہوتا غصب کے خلاف اس لئے کہ غاصب کے ہاتھ سے اجازت واپس لینا آسان ہے۔

بھاگ جانے والے غلام کے مجور یا ماذون ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک جب غلام بھاگ جائے تو مجور ہو جائے گا حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ماذون رہے گا۔ اور یہ مذہب، امام زفر، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کا ہے۔ اس لئے کہ اباق ابتدائے اذن کے منافی نہیں ہے لہذا ابقائے اذن کے بھی منافی نہیں ہوگا اور یہ غصب کی طرح ہو گیا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ اباق دلالۃ حجر اور ممانعت ہے اس لئے کہ آقا اس طور پر اس غلام کے ماذون ہونے سے راضی تھا کہ آقا اس کی کمائی سے اس کا دین اداء کرنے پر قادر ہو سکے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ماذون، بیروت)

ماذونہ باندی کے بچے کے حجر کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتْ الْمَأْذُونُ لَهَا مِنْ مَوْلَاهَا) فَذَلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا خِلَافًا لِزُفَرَ ، وَهُوَ يَعْتَبِرُ حَالَةَ الْبَقَاءِ بِالِابْتِدَاءِ .

وَلَنَا أَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ يُحَصِّنُهَا بَعْدَ الْوِلَادَةِ فَيَكُونُ دَلَالَةَ الْحَجْرِ عَادَةً، بِخِلَافِ الِابْتِدَاءِ لِأَنَّ الصَّرِيحَ قَاضٍ عَلَى الدَّلَالَةِ.

(وَيَضْمَنُ الْمَوْلَى قِيمَتَهَا إنْ رَكِبَتْهَا دُيُونٌ) لِإِتْلَافِهِ مَحِلًّا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغُرَمَاءِ، إذْ بِهِ يَمْتَنِعُ الْبَيْعُ وَبِهِ يُقْضَى حَقُّهُمْ.

قَالَ (وَإِذَا اسْتَدَانَتْ الْأَمَةُ الْمَأْذُونُ لَهَا أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا فَدَبَّرَهَا الْمَوْلَى فَهِيَ مَأْذُونٌ لَهَا عَلَى حَالِهَا) لِانْعِدَامِ دَلَالَةِ الْحَجْرِ، إذْ الْعَادَةُ مَا جَرَتْ بِتَحْصِينِ الْمُدَبَّرَةِ، وَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَ حُكْمَيْهِمَا أَيْضًا، وَالْمَوْلَى ضَامِنٌ لِقِيمَتِهَا لِمَا قَرَّرْنَاهُ فِي أُمِّ الْوَلَدِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب ماذونہ باندی نے اپنے آقا سے بچہ جنا تو یہ اس پر حجر لازم ہوگا حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے وہ بقاء کو ابتداء پر قیاس کرتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ ولادت کے بعد آقا اس باندی کی حفاظت کرے گا لہذا استیلاد بطور عادت حجر پر دلیل بنے گا ابتداء کے خلاف اس لئے کہ صراحت دلالت پر حاکم ہوتی ہے اور جب ام ولد مدیون ہو جائے تو آقا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ آقا نے وہ محل ضائع کر دیا جس سے غرماء کا حق متعلق ہو سکتا ہے اس لئے کہ استیلاد سے اس کی بیع ممتنع ہوگی حالانکہ بیع ہی سے ان کے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے۔

فرمایا کہ جب ماذونہ باندی اپنی قیمت سے زیادہ مقروض ہو جائے پھر آقا نے اسکو مدبر بنالیا تو وہ اسی حال پر ماذونہ رہے گی اس لئے کہ حجر کی دلیل معدوم ہے کیونکہ مدبرہ کو محفوظ رکھنے کی عادت نہیں ہے اور مدبرہ اور ماذونہ کے حکم میں کوئی منافات بھی نہیں ہے آقا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے ام ولد میں بیان کیا ہے۔

شرح

مدبر وہ غلام جس کے لیے آقا کا فیصلہ ہو کہ وہ اس کی وفات کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اور حدیث کا مفہوم یہی بتلاتا ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ اس بارے میں امام قسطلانی نے چھ اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں:

وقال النووی الصحیح ان الحدیث علی ظاهره و انه یجوز بیع المدبر بکل حال مالم یمت السید۔ (قسطلانی)

یعنی نووی نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ہر حال میں مدبر کی بیع جائز ہے جب تک اس کا آقا زندہ ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور مالکیہ کا مذہب ہے

کہ اگر مولیٰ مدیون ہو اور دوسری کوئی ایسی جائیداد نہ ہو جس سے قرض ادا ہو سکے تو مدبر بیچا جائے گا ورنہ نہیں۔ حنفیہ نے ممانعت بیع پر جن حدیثوں سے دلیل لی ہے ان کا استدلال قوی و مضبوط ہے لہذا ترجیح مذہب احناف کو ہے۔

پابندی کے باوجود ماذون غلام کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حُجِرَ عَلَى الْمَأْذُونِ لَهُ فَإِقْرَارُهُ جَائِزٌ فِيمَا فِي يَدِهِ مِنْ الْمَالِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَمَعْنَاهُ أَنْ يُقِرَّ بِمَا فِي يَدِهِ أَنَّهُ أَمَانَةٌ لِغَيْرِهِ أَوْ غَصْبٌ مِنْهُ أَوْ يُقِرَّ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ فَيُقْضَى مِمَّا فِي يَدِهِ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا يَجُوزُ إقْرَارُهُ .

لَهُمَا أَنَّ الْمُصَحِّحَ لِإِقْرَارِهِ إنْ كَانَ الْإِذْنَ فَقَدْ زَالَ بِالْحَجْرِ ، وَإِنْ كَانَ الْيَدَ فَالْحَجْرُ أَبْطَلَهَا ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمَحْجُورِ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ وَصَارَ كَمَا إذَا أَخَذَ الْمَوْلَى كَسْبَهُ مِنْ يَدِهِ قَبْلَ إقْرَارِهِ أَوْ ثَبَتَ حَجْرُهُ بِالْبَيْعِ مِنْ غَيْرِهِ ، وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ إقْرَارُهُ فِي حَقِّ الرَّقَبَةِ بَعْدَ الْحَجْرِ ، وَلَهُ أَنَّ الْمُصَحِّحَ هُوَ الْيَدُ ، وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ إقْرَارُ الْمَأْذُونِ فِيمَا أَخَذَهُ الْمَوْلَى مِنْ يَدِهِ وَالْيَدُ بَاقِيَةٌ حَقِيقَةً ، وَشَرْطُ بُطْلَانِهَا بِالْحَجْرِ حُكْمًا فَرَاغُهَا عَنْ حَاجَتِهِ ، وَإِقْرَارُهُ دَلِيلُ تَحَقُّقِهَا ، بِخِلَافِ مَا إذَا انْتَزَعَهُ الْمَوْلَى مِنْ يَدِهِ قَبْلَ الْإِقْرَارِ ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمَوْلَى ثَابِتَةٌ حَقِيقَةً وَحُكْمًا فَلَا تَبْطُلُ بِإِقْرَارِهِ ، وَكَذَا مِلْكُهُ ثَابِتٌ فِي رَقَبَتِهِ فَلَا يَبْطُلُ بِإِقْرَارِهِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَهُ ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ قَدْ تَبَدَّلَ بِتَبَدُّلِ الْمِلْكِ عَلَى مَا عُرِفَ فَلَا يَبْقَى مَا ثَبَتَ بِحُكْمِ الْمِلْكِ ، وَلِهَذَا لَمْ يَكُنْ خَصْمًا فِيمَا بَاشَرَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب آقا نے ماذون غلام پر پابندی لگادی تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کے پاس موجود مال میں اس کا اقرار جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس جو مال موجود ہے اس کے متعلق یہ اقرار کرے کہ یہ فلاں کی امانت ہے یا اس سے غصب کیا ہوا ہے یا وہ اپنے اوپر کسی دین کا اقرار کرے اور اس کے پاس موجود مال میں سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب اس مجور کے اقرار کو درست کرنے والی چیز اذن ہے تو یہ اذن حجر کے سبب زائل ہو چکا ہے اور جب قبضہ ہے تو اس قبضہ کو حجر نے باطل کر دیا ہے اس لئے کہ مجور کا قبضہ غیر معتبر

ہے یہ ایسا ہوگیا جیسے مجور کے اقرار سے پہلے آقا نے اس کے قبضہ سے اس کی کمائی لے لی ہو یا آقا سے اسے کسی دوسرے سے فروخت کرنے سے اس کا حجر ثابت ہوا ہو اسی لئے حجر کے بعد گردن کے حق میں اس کا اقرار درست نہیں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اقرار کو درست قرار دینے والی چیز ید ہے اسی لئے ماذون کے ہاتھ سے جو چیز لے لیتا ہے اس کے بارے میں ماذون کا اقرار درست نہیں ہے اور حجر کے بعد بھی بطور حقیقت ید باقی ہے اور حجر سے حکما اس ید کے باطل ہونے کے لئے اس ید کا حاجت عبد سے فارغ ہونا شرط ہے حالانکہ اس کا اقرار اس بات کی دلیل ہے کہ اس غلام کو ید کی ضرورت ہے اس صورت کے خلاف کہ جب آقا اس کے اقرار سے پہلے ہی اس کے قبضہ سے مال لے لے اس لئے کہ آقا کا قبضہ بطور حقیقت وحکم دونوں طرح ثابت ہے لہذا غلام کے اقرار سے یہ قبضہ باطل نہیں ہوگا نیز گردن غلام میں آقا کی ملکیت ثابت رہتی ہے اس لئے کہ آقا کی مرضی کے بغیر غلام کے اقرار سے یہ ملکیت باطل نہیں ہوگا یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے جب آقا اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دے اس لئے کہ ملکیت کے تبدیل ہونے سے غلام میں بھی تبدیلی آجاتی ہے جس طرح کہ معلوم ہو چکا ہے لہذا ملکیت سے حکما ثابت ہونے والی چیز ملک کے تبدیل ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا اس لئے فروخت کئے جانے سے پہلے کے عقود میں غلام مخصم نہیں ہوگا۔

شرح

امام قدوری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور امام قدوری نے اسی لئے حریت کی شرط لگائی ہے تا کہ مطلق طور پر اقرار درست ہو اس لئے کہ عبد ماذون لہ اگر چہ اقرار کے حق میں آزاد کے ساتھ ملحق ہے لیکن عبد مجور کا اقرار بالمال درست نہیں ہے ہاں عبد مجور کی طرف سے حدود اور قصاص کا اقرار درست ہے اس لئے کہ عبد مجور کا اقرار ملزم مانا گیا ہے اس لئے کہ دین اس کے رقبہ سے متعلق ہوتا ہے جبکہ رقبہ اس کے آقا کا مال ہے لہذا آقا کے خلاف اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی عبد ماذون لہ کے خلاف اس لئے کہ وہ آقا کی طرف ہی سے اس کے مال میں تصرف کرنے پر مسلط کیا جاتا ہے حد اور قصاص کے اقرار کے خلاف اس لئے کہ معاملے میں وہ اصل حریت پر باقی رہتا ہے حتی کہ حد اور قصاص میں غلام خلاف اس کے آقا کا اقرار بھی درست نہیں ہے۔

اور عقل اور بلوغت لازم ہے اس لئے کہ اہلیت التزام کے معدوم ہونے کے سبب ہی بچے اور مجنون کا اقرار لازم نہیں ہوتا مگر یہ کہ بچہ ماذون فی التجارت ہو اس لئے کہ اجازت کے سبب صبیٔ ماذون بالغ کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور مقر بہ کی جہالت اقرار کے درست ہونے کے مانع نہیں ہے اس لئے کہ کبھی مقر پر مجہول حق بھی لازم ہو جاتا ہے اس طرح کہ وہ ایسی چیز ہلاک کردے جس کی قیمت معلوم نہ ہو یا ایسا زخم لگا دے جس کا تاوان معلوم نہ ہو یا اس پر کچھ حساب و کتاب باقی ہو جس کو وہ نہ جانتا ہو اور اقرار میں جیسا کہ حق کے ثبوت کی خبر دی جاتی ہے اس لئے مجہول چیز کا اقرار بھی درست ہے اس جہالت کے خلاف کہ جو مقر لہ میں ہو اس لئے کہ مجہول آدمی مستحق نہیں بن سکتا اور مقر کے لئے کہا جائے گا کہ جہالت کی وضاحت کردے اس لئے کہ یہ جہالت اس کی طرف ہی پیدا کی گئی ہے تو یہ ایسا ہوگیا جیسے کسی نے اپنے دو غلاموں میں سے کسی ایک غیر معین کو آزاد کردیا ہو۔

اور جب مقر جہالت کی وضاحت نہ کرے تو قاضی اس کو وضاحت کرنے پر مجبور کرے گا اس لئے کہ اس درست اقرار کے سبب جو چیز اس پر لازم ہوئی ہے اس سے عہدہ برآ ہونا بھی اس پر لازم ہے۔اور یہ بیان کے حکم میں ہوگا۔(ہدایہ، کتاب بیوع)

اقرار کیلئے بعض شرائط وقیود کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقرار کے لیے شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا عاقل بالغ ہو اور اکراہ وجبر کے ساتھ اس نے اقرار نہ کیا ہو۔آزاد ہونا اس کے لیے شرط نہیں مگر غلام نے مال کا اقرار کیا فی الحال نافذ نہیں بلکہ آزاد ہونے کے بعد نافذ ہوگا۔غلام کے وہ اقرار جن میں کوئی تہمت نہ ہو فی الحال نافذ ہیں جیسے حدود وقصاص کے اقرار اور جس اقرار میں تہمت ہو سکے مثلاً مال کا اقرار یہ آزاد ہونے کے بعد نافذ ہوگا ماذون کا وہ اقرار جو تجارت سے متعلق ہے مثلاً فلاں دوکاندار کا میرے ذمہ اتنا باقی ہے یہ فی الحال نافذ ہے اور جو تجارت سے تعلق نہ رکھتا ہو وہ بعد عتق نافذ ہوگا جیسے جنایت کا اقرار۔نابالغ جس کو تجارت کی اجازت ہے غلام کے حکم میں ہے یعنی تجارت کے متعلق جو اقرار کریگا نافذ ہوگا اور جو تجارت کے قبیل سے نہیں۔وہ نافذ نہیں مثلاً یہ اقرار کہ فلاں کی میں نے کفالت کی ہے۔نشہ والے نے اقرار کیا اگر نشہ کا استعمال ناجائز طور پر کیا ہے اس کا اقرار صحیح ہے۔(بحرالرائق)

مدیون غلام کے مال میں آقا کی ملکیت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا لَزِمَتْهُ دُيُونٌ تُحِيطُ بِمَالِهِ وَرَقَبَتِهِ لَمْ يَمْلِكْ الْمَوْلَى مَا فِي يَدِهِ . وَلَوْ أَعْتَقَ مِنْ كَسْبِهِ عَبْدًا لَمْ يَعْتِقْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ . وَقَالَا : يَمْلِكُ مَا فِي يَدِهِ وَيَعْتِقُ وَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ) ؛ لِأَنَّهُ وُجِدَ سَبَبُ الْمِلْكِ فِي كَسْبِهِ وَهُوَ مِلْكُ رَقَبَتِهِ وَلِهَذَا يَمْلِكُ إعْتَاقَهَا ، وَوَطْءَ الْجَارِيَةِ الْمَأْذُونِ لَهَا ، وَهَذَا آيَةُ كَمَالِهِ ، بِخِلَافِ الْوَارِثِ ؛ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهُ نَظَرًا لِلْمُوَرِّثِ وَالنَّظَرُ فِي ضِدِّهِ عِنْدَ إحَاطَةِ الدَّيْنِ بِتَرِكَتِهِ . أَمَّا مِلْكُ الْمَوْلَى فَمَا ثَبَتَ نَظَرًا لِلْعَبْدِ .

وَلَهُ أَنَّ مِلْكَ الْمَوْلَى إنَّمَا يَثْبُتُ خِلَافَةً عَنْ الْعَبْدِ عِنْدَ فَرَاغِهِ عَنْ حَاجَتِهِ كَمِلْكِ الْوَارِثِ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ وَالْمُحِيطُ بِهِ الدَّيْنُ مَشْغُولٌ بِهَا فَلَا يَخْلُفُهُ فِيهِ ، وَإِذَا عُرِفَ ثُبُوتُ الْمِلْكِ وَعَدَمُهُ فَالْعِتْقُ فَرِيعَتُهُ ، وَإِذَا نَفَذَ عِنْدَهُمَا يَضْمَنُ قِيمَتَهُ لِلْغُرَمَاءِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهِ .

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الدَّيْنُ مُحِيطًا بِمَالِهِ جَازَ عِتْقُهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ ، وَكَذَا عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَعْرَى عَنْ قَلِيلِهِ ، فَلَوْ جُعِلَ مَانِعًا لَانْسَدَّ بَابُ الِانْتِفَاعِ بِكَسْبِهِ

فَیَخْتَلُّ مَا هُوَ الْمَقْصُودُ مِنَ الْإِذْنِ وَلِهٰذَا لَا یَمْنَعُ مِلْكَ الْوَارِثِ وَالْمُسْتَغْرَقُ یَمْنَعُهُ

ترجمہ

فرمایا کہ جب ماذون غلام پر اتنا قرضہ ہو جائے جو اس کے مال اور اس کے گردن کو محیط ہو تو آقا اس ماذون کے پاس مال کا مالک نہیں ہوگا اور جب آقا نے اس غلام کی کمائی سے خریدا ہوا غلام آزاد کر دیا تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک وہ آزاد نہیں ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ غلام کے پاس جو مال ہے آقا اس کا مالک ہے اس لئے وہ غلام آزاد ہو جائے گا اور آقا پر اس کی قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ ملکیت کا سبب ماذون کی کمائی میں پایا گیا ہے اور وہ گردن ماذون کا آقا کا مملوک ہونا ہے اسی لئے آقا ماذون کے اعتاق کا مالک ہے اور ماذونہ باندی سے وطی کرنے کا مالک ہے اور یہ کامل ملکیت کی علامت ہے۔

وارث کے خلاف اس لئے کہ موروث پر مہربانی دیکھتے ہوئے وارث کے لئے ملکیت ثابت ہوتی ہے اور ترکہ کے دین سے محیط ہونے کی صورت میں نظر ملکیت کے ثابت نہ ہونے میں ہے اور آقا کی ملکیت غلام پر مہربانی کے لئے نہیں ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی دلیل یہ ہے کہ آقا کے لئے حاجت عبد سے فارغ ہونے کی صورت میں نیابت کے طور پر ملکیت ثابت ہوتی ہے جس طرح کہ وارث کی ملکیت کا حال ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور غلام پر جو دین محیط ہے وہ اس کی حاجت میں مشغول ہے لہذا آقا اس مال کا نائب نہیں ہوگا اور جب دونوں قولوں میں ملکیت کے ثبوت کا اختلاف اور عدم ثبوت کا اختلاف معلوم ہوگیا تو آزادی کا بھی حال واضح ہوگیا اس لئے کہ آزادی ملکیت کی فرع ہے اور جب صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک آزادی نافذ ہوگیا تو آقا غرماء کے لئے اس کی ملکیت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس سے غرماء کا حق متعلق ہو چکا ہے۔

فرمایا کہ جب قرض غلام کے مال کو محیط نہ ہو تو سب کے نزدیک آقا کا آزادی جائز ہے صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک تو یہ جواز ظاہر ہے اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک بھی یہ آزادی جائز ہے اس لئے کہ غلام کی کمائی میں تھوڑا بہت دین ہوتا ہے جب قلیل کو بھی مانع قرار دے دیا جائے تو غلام کی کمائی سے انتفاع کا دروازہ کھل جائے گا اور اذن کا مقصود خراب ہو جائے گا اسی لئے دین قلیل وارث کی ملکیت سے مانع نہیں ہے اور احاطہ کرنے والا قرض روکنے والا ہے۔

غلام کے مال میں حق قرض کے مقدم ہونے کا بیان

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنازہ کی نماز پڑھ لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے صحابہ نے کہا کہ نہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ ہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کچھ چھوڑ کر بھی مرا ہے یا نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ تین

دیناراس نے چھوڑے ہیں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں تین دیناراس پر قرض ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کچھ چھوڑ کر بھی مرا ہے یا نہیں عرض کیا گیا کہ کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو ابوقتادہ نے جب یہ سنا تو کہا کہ یارسول اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نماز جنازہ پڑھ لیجئے اس کا قرض میں ادا کردوں گا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 130)

ہوسکتا ہے کہ تینوں جنازے ایک ہی دن اور ایک ہی مجلس میں لائے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ الگ الگ دن اور الگ الگ مجلس میں یہ جنازے لائے گئے ہوں۔

دوسرے شخص پر جو قرض تھا اس کی مقدار انہیں تین دینار کے برابر رہی ہوگی جو وہ چھوڑ کر مرا تھا اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس شخص پر جتنا قرض ہے اس کی ادائیگی کے بقدر اثاثہ چھوڑ کر مرا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی۔

تیسرا چونکہ اپنے قرض کی ادائیگی کے بقدر مال چھوڑ کر نہیں مرا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا اس انکار کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اس سے لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ قرض سے پرہیز کریں اور اگر بدرجہ مجبوری قرض لیں تو اس کی ادائیگی میں تاخیر و تقصیر سے باز رہیں یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ میں اس کے لئے دعا کروں اور دعا قبول نہ ہو کیونکہ اس پر لوگوں کا حق تھا جس سے بری الذمہ ہوئے بغیر وہ مر گیا تھا۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کی طرف سے ضامن ہونا جائز ہے خواہ میت نے ادائیگی قرض کے لئے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو چنانچہ حضرت امام شافعی اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے بخلاف حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے

بعض حنفی علماء کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور حنفیہ میں سے حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد نے اس حدیث سے اس بات کا استدلال کیا ہے کہ اس میت کی طرف سے کفالت جائز ہے جس نے کچھ بھی مال نہ چھوڑا ہو اور اس پر قرض ہو یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر میت کی طرف سے کفالت جائز نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تیسرے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے۔

لیکن حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مفلس میت کی طرف سے کفالت صحیح نہیں ہے کیونکہ مفلس میت کی طرف سے کفالت دراصل دین ساقط کی کفالت ہے اور یہ بالکل صاف مسئلہ ہے کہ دین ساقط کی کفالت باطل ہے۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت ابوقتادہ نے میت کی طرف سے اس کے قرض کی کفالت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ کی کفالت کو تسلیم کر کے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ ابوقتادہ نے اس شخص کی زندگی ہی میں اس کی طرف سے کفالت کر لی ہوگی اس موقع پر تو انہوں نے صرف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا اقرار واظہار کیا کہ میں اس کی کفالت پہلے ہی کر چکا ہوں اب میں اس کے قرض کا ذمہ دار ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس اقرار واظہار پر نماز جنازہ پڑھی۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابوقتادہ نے اس وقت میت کی طرف سے کفالت کی نہیں تھی بلکہ ازراہ احسان وتبرع یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں گا۔

ہم نے مذکورہ شرح میں دلیل عام بیان کی ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت میں دعویٰ خاص ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے ایسے مقامات بھی ہیں جہاں عام دلیل سے حکم خاص ثابت ہو جاتا ہے۔اور یہاں آزاد مردوں کی عدم تخصیص کے سبب ہم نے استدلال کیا ہے۔اگر یہ حق وصواب کے مطابق ہے تو اللہ کا احسان ہے۔اور اگر یہ استدلال ناقص ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے کامل استدلال کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔آمین۔(محمد لیاقت علی رضوی عفی عنہ)

ماذون غلام کا مثلی قیمت پر کوئی چیز بیچنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ مِنْ الْمَوْلَى شَيْئًا بِمِثْلِ قِيمَتِهِ جَازَ) ؛ لِأَنَّهُ كَالْأَجْنَبِيِّ عَنْ كَسْبِهِ إذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِكَسْبِهِ (وَإِنْ بَاعَهُ بِنُقْصَانٍ لَمْ يَجُزْ مُطْلَقًا) ؛ لِأَنَّهُ مُتَّهَمٌ فِي حَقِّهِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا حَابَى الْأَجْنَبِيَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ لَا تُهْمَةَ فِيهِ ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَ الْمَرِيضُ مِنْ الْوَارِثِ بِمِثْلِ قِيمَتِهِ حَيْثُ لَا يَجُوزُ عِنْدَهُ لِأَنَّ حَقَّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ تَعَلَّقَ بِعَيْنِهِ حَتَّى كَانَ لِأَحَدِهِمْ الِاسْتِخْلَاصُ بِأَدَاءِ قِيمَتِهِ .أَمَّا حَقُّ الْغُرَمَاءِ تَعَلَّقَ بِالْمَالِيَّةِ لَا غَيْرَ فَافْتَرَقَا .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إنْ بَاعَهُ بِنُقْصَانٍ يَجُوزُ الْبَيْعُ ، وَيُخَيَّرُ الْمَوْلَى إنْ شَاءَ أَزَالَ الْمُحَابَاةَ ، وَإِنْ شَاءَ نَقَضَ الْبَيْعَ ، وَعَلَى الْمَذْهَبَيْنِ الْيَسِيرُ مِنْ الْمُحَابَاةِ وَالْفَاحِشُ سَوَاءٌ .

وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّ الِامْتِنَاعَ لِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنْ الْغُرَمَاءِ وَبِهَذَا يَنْدَفِعُ الضَّرَرُ عَنْهُمْ ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْبَيْعِ مِنْ الْأَجْنَبِيِّ بِالْمُحَابَاةِ الْيَسِيرَةِ حَيْثُ يَجُوزُ وَلَا يُؤْمَرُ بِإِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ ، وَالْمَوْلَى يُؤْمَرُ بِهِ ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ بِالْيَسِيرِ مِنْهُمَا مُتَرَدِّدٌ بَيْنَ التَّبَرُّعِ وَالْبَيْعِ لِدُخُولِهِ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ فَاعْتَبَرْنَاهُ تَبَرُّعًا فِي الْبَيْعِ مَعَ الْمَوْلَى لِلتُّهْمَةِ غَيْرَ تَبَرُّعٍ فِي حَقِّ الْأَجْنَبِيِّ لِانْعِدَامِهَا ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَ مِنْ الْأَجْنَبِيِّ بِالْكَثِيرِ مِنْ الْمُحَابَاةِ حَيْثُ لَا

يَجُوزُ أَصْلًا عِنْدَهُمَا ، وَمِنَ الْمَوْلَى يَجُوزُ وَيُؤْمَرُ بِإِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ ؛ لِأَنَّ الْمُحَابَاةَ لَا تَجُوزُ مِنَ الْعَبْدِ الْمَأْذُونِ عَلَى أَصْلِهِمَا إِلَّا بِإِذْنِ الْمَوْلَى ، وَلَا إِذْنَ فِي الْبَيْعِ مَعَ الْأَجْنَبِيِّ وَهُوَ إِذْنٌ بِمُبَاشَرَتِهِ بِنَفْسِهِ ، غَيْرَ أَنَّ إِزَالَةَ الْمُحَابَاةِ لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ ، وَهَذَانِ الْفَرْقَانِ عَلَى أَصْلِهِمَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب ماذون غلام نے آقا سے مثلی قیمت پر کوئی چیز بیچی تو یہ جائز ہے اس لئے کہ آقا اس غلام کی کمائی سے اجنبی کی طرح ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس پر ایسا دین ہو جو اس کے مال کو محیط ہو اور جب غلام نے نقصان میں فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ غلام نقصان کے حق میں متہم ہے اس صورت کے خلاف کہ جب اجنبی رعایت کرے تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک یہ رعایت جائز ہیں اس لئے کہ اجنبی کی محابات میں تہمت نہیں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب مریض وارث سے قیمت مثلی میں کوئی چیز بیچے تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ دوسرے وارثوں کا حق میت کے عین مال سے وابستہ ہوتا ہے حتی کہ ان میں سے ہر کسی کو یہ حق ہوتا ہے کہ اس مبیع کی قیمت دے کر اس کو چھڑا لے رہا غرماء کا حق تو وہ صرف مالیت سے متعلق ہوتا ہے اس لئے غلام اور مریض دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ حکم والے ہو گئے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب نقصان میں فروخت کیا تو بھی جائز ہے اور آقا کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رعایت کو ختم کر دے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور دونوں مسلکوں پر رعایت یسیرہ اور رعایت فاحشہ دونوں برابر ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ فرخشگی کا نہ پایا جانا جواز حق غرماء کے سبب ہے اور اس صورت میں غرماء سے نقصان ختم ہو جاتا ہے اور یہ اجنبی سے رعایت یسیرہ کے ساتھ بیع کرنے کے خلاف ہے لہذا وہ بیع جائز ہے اور اس کو رعایت ختم کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا جبکہ آقا کو اس کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ رعایت یسیرہ کے ساتھ بیع کرنا تبرع اور بیع کے درمیان دائر ہے اس لئے کہ معمولی رعایت میں مقومین کی تقویم کے تحت داخل ہوتی ہے لہذا آقا کیساتھ بیع میں تہمت کے سبب ہم نے اس کو تبرع مان لیا اور اجنبی کے حق میں تبرع نہیں مانا اس لئے کہ اس کے حق میں تہمت معدوم ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب ماذون غلام نے اس کی رعایات کثیرہ کے ساتھ اجنبی سے فروخت کیا صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک یہ بالکل ہی جائز نہیں ہے اور آقا سے بیچنا جائز ہوگا اور آقا کے رعایت ختم کرنے کا حق دیا جائے گا اس لئے کہ صاحبین علیہما الرحمہ کی اصل پر آقا کی اجازت کے بغیر ماذون غلام کے لئے رعایت جائز نہیں ہیں اور اجنبی کے ساتھ بیع میں رعایت کے ساتھ بیع کی اجازت نہیں ہوتی اور آقا اس کو خود اپنے ساتھ بیع کرنے کی اجازت دیتا ہے اس کے علاوہ میں غرماء کے حق کی وجہ سے رعایت کو زائل کر دیا جاتا ہے صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک آقا اور اجنبی میں یہ دونوں فرق ہیں۔

ماذون کی بیع میں تولیہ ومرابحہ پر قیاس کرنے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرابحہ یا تولیہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ جس چیز کے بدلے میں مشتری اول نے خریدی ہے وہ مثلی ہوتا کہ مشتری ثانی وہ ثمن قرار دیکر خرید سکتا ہو اور اگر مثلی نہ ہو بلکہ قیمت والی ہو تو یہ ضرور ہے کہ مشتری ثانی اُس چیز کا مالک ہو مثلاً زید نے عمرو سے کپڑے کے بدلے میں غلام خریدا پھر اس غلام کا بکر سے مرابحہ یا تولیہ کرنا چاہتا ہے اگر بکر نے وہی کپڑا عمرو سے خرید لیا ہے یا کسی طرح بکر کی ملک میں آچکا ہے تو مرابحہ ہوسکتا ہے یا بکر نے اُسی کپڑے کے عوض میں مرابحہ کیا اور ابھی وہ کپڑا عمرو ہی کی ملک ہے مگر بعد عقد عمرو نے عقد کو جائز کردیا تو وہ مرابحہ بھی درست ہے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ راس المال جس پر مرابحہ وتولیہ کی بنا ہے (کہ اس پر نفع کی مقدار بڑھائی جائے تو مرابحہ اور کچھ نہ بڑھے وہی ثمن رہے تو تولیہ) اس میں دھوبی کی اُجرت مثلاً تھان خرید کر دُھلوایا ہے۔ اور نقش ونگار ہوا ہے جیسے چکن کڑائی ہے، حاشیہ کے پھُند نے بٹے گئے ہیں، کپڑا رنگا گیا ہے، بار برداری دی گئی ہے، یہ سب مصارف راس المال پر اضافہ کیے جاسکتے ہیں۔

اور جب اس نے جانور کو کھلایا ہے اُس کو بھی راس المال پر اضافہ کیا جائے گا مگر جب کہ اُس کا دودھ گھی وغیرہ حاصل کیا ہے تو اس کو اُس میں سے کم کریں اگر چارہ کے مصارف کچھ بچ رہے تو اس باقی کو اضافہ کریں۔ اسی طرح مرغی پر کچھ خرچ کیا اور اُس نے انڈے دیے ہیں تو ان کو مُجرا دیکر باقی کو اضافہ کریں۔ جانور یا غلام یا مکان کو اُجرت پر دیا ہے کرایہ کی آمدنی کو مصارف سے منہا نہیں کریں گے بلکہ پورے مصارف کھانے وغیرہ کے اضافہ کریں گے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

آقا کا غلام کے ہاتھ مثلی چیز کو فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ بَاعَهُ الْمَوْلَى شَيْئًا بِمِثْلِ الْقِيمَةِ أَوْ أَقَلَّ جَازَ الْبَيْعُ) ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى أَجْنَبِيٌّ عَنْ كَسْبِهِ إذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَلَا تُهْمَةَ فِي هَذَا الْبَيْعِ ؛ وَلِأَنَّهُ مُفِيدٌ فَإِنَّهُ يَدْخُلُ فِي كَسْبِ الْعَبْدِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ وَيَتَمَكَّنُ الْمَوْلَى مِنْ أَخْذِ الثَّمَنِ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ هَذَا التَّمَكُّنُ وَصِحَّةُ التَّصَرُّفِ تَتْبَعُ الْفَائِدَةَ (فَإِنْ سَلَّمَ الْمَبِيعَ إلَيْهِ قَبْلَ قَبْضِ الثَّمَنِ بَطَلَ الثَّمَنُ) ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْمَوْلَى فِي الْعَيْنِ مِنْ حَيْثُ الْحَبْسُ ، فَلَوْ بَقِيَ بَعْدَ سُقُوطِهِ يَبْقَى فِي الدَّيْنِ وَلَا يَسْتَوْجِبُهُ الْمَوْلَى عَلَى عَبْدِهِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ الثَّمَنُ عَرَضًا ؛ لِأَنَّهُ يَتَعَيَّنُ وَجَازَ أَنْ يَبْقَى حَقُّهُ مُتَعَلِّقًا بِالْعَيْنِ .

قَالَ (وَإِنْ أَمْسَكَهُ فِي يَدِهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ جَازَ) ؛ لِأَنَّ الْبَائِعَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ فِي

الْمَبِيعِ وَلِهَذَا كَانَ أَخَصَّ بِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ، وَجَازَ أَنْ يَكُونَ لِلْمَوْلَى حَقٌّ فِي الدَّيْنِ إِذَا كَانَ يَتَعَلَّقُ بِالْعَيْنِ (وَلَوْ بَاعَهُ بِأَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهِ يُؤْمَرُ بِإِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ أَوْ بِنَقْضِ الْبَيْعِ) كَمَا بَيَّنَّا فِي جَانِبِ الْعَبْدِ، لِأَنَّ الزِّيَادَةَ تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّ الْغُرَمَاءِ.

ترجمہ

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام کے ہاتھ میں کوئی مثلی قیمت والی یا اس سے کم تھوڑی قیمت پر کسی چیز کو فروخت کر دیا تو یہ بیع جائز ہے۔ کیونکہ جس وقت ماذون غلام پر قرض ہوتا ہے تو آقا اس کی کمائی سے غیر کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں اور ایسی بیع میں کسی قسم کی کوئی تہمت تک نہیں ہے۔ اور اس بیع کا فائدہ بھی ہے۔ لہذا اس کے سبب سے غلام کی کمائی میں ایسی چیز شامل ہوگی جو اس سے قبل داخل نہ تھی اور آقا کیلئے قیمت لینے کا اختیار ہوگا۔ جبکہ بیع سے قبل اس کے پاس کوئی اختیار نہ تھا۔ اور تصرف کا درست ہونے یہ بناء پر نفع ہے۔

اور جب آقا نے قبضہ کرنے سے پہلے وہ قیمت غلام کو دے دی ہے تو ثمن، باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ ثمن میں عین کے سبب سے آقا کا حق ثابت ہے۔ اور جب عین کے ساقط ہونے کے بعد بھی اس کا حق ثابت مان لیا جائے تو یہ حق دین کی شکل میں باقی رہے گا حالانکہ آقا اپنے غلام پر قرض کا حقدار بننے والا نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ثمن کوئی سامان ہے کیونکہ سامان معین ہوتا ہے اور اس کا آقا کے بارے میں عین ہونا جائز ہے۔

اور جب ثمن کی وصولی تک آقا مبیع کو اپنے پاس روکنے دے تو اس طرح بھی جائز ہے کیونکہ مبیع کو روکنے کا حق بائع کو حاصل ہے اور اسی طرح بائع دوسرے قرض خواہوں سے مبیع کا زیادہ حقدار ہے اور جب دین کا تعلق عین سے ہے تب بھی یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس دین میں آقا کا حق ثابت ہے۔ اور جب آقا نے اس کو زیادہ قیمت میں فروخت کیا ہے تو غلام کو حکم دے دیا جائے گا کہ وہ رعایات ختم کرے یا بیع کو ختم کرے جس طرح غلام کے بارے میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ غرماء کا حق زیادتی سے متعلق ہو گیا ہے۔

نفقہ غلام کا قرض نہ بننے پر قیاس کرنے کا بیان

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مالک پر اپنے غلام اور کنیز کا خرچ لازم ہوتا ہے اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا غلاموں کے بارے میں یہ فرمان ہے: "وہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کر دیا ہے تم انہیں وہی چیز کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی چیز پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عذاب نہ دو"۔ اگر آقا انکار کر دیتا ہے اور وہ دونوں (غلام اور کنیز) ہنر مند ہوں تو وہ خود کام کر کے کمائیں گے اور کھائیں گے' کیونکہ اس میں دونوں فریقوں کے لئے بہتری ہے' یہاں تک کہ غلام بھی زندہ رہے گا' اور مالک کی ملکیت بھی باقی رہے گی۔ لیکن اگر وہ دونوں ہنر مند نہ ہوں' یعنی وہ غلام لنجا ہو یا کنیز ایسی ہو

کہ اسے کوئی ملازم نہ رکھتا ہو تو آقا کو اس کی فروخت پر مجبور کر دیا جائے گا کیونکہ وہ دونوں استحقاق رکھتے ہیں اور فروخت کرنے کی صورت میں ان کا حق پورا کیا جا رہا ہے اور آقا کا حق بھی پورا کیا جا رہا ہے کہ اسے قیمت مل جائے گی۔ البتہ بیوی کے خرچ کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ وہ قرض ہو جاتا ہے لہٰذا اس میں تاخیر کی جا سکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لیکن غلام کا خرچ قرض نہیں بنتا اس لیے ابطال ضروری ہوگا۔ جبکہ حیوانات کا حکم اس کے برخلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے: وہ استحقاق کے حقدار نہیں ہیں اس لیے ان کے خرچ کے بارے میں آقا کو مجبور نہیں کیا جا سکتا البتہ اسے یہ پابند کیا جائے گا وہ ان کا خرچ ادا کرے اور یہ معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو اذیت دینے سے منع کیا ہے اور یہ بات اس میں شامل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے بھی منع کیا ہے اور اس میں مال کو ضائع کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ (ہدایہ، باب نفقہ)

قرضوں کے باوجود ماذون غلام کی آزادی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى الْمَأْذُونَ وَعَلَيْهِ دُيُونٌ فَعِتْقُهُ جَائِزٌ) ؛ لِأَنَّ مِلْكَهُ فِيهِ بَاقٍ وَالْمَوْلَى ضَامِنٌ لِقِيمَتِهِ لِلْغُرَمَاءِ ؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُمْ بَيْعًا وَاسْتِيفَاءً مِنْ ثَمَنِهِ (وَمَا بَقِيَ مِنْ الدُّيُونِ يُطَالَبُ بِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ) ؛ لِأَنَّ الدَّيْنَ فِي ذِمَّتِهِ وَمَا لَزِمَ الْمَوْلَى إلَّا بِقَدْرِ مَا أَتْلَفَ ضَمَانًا فَبَقِيَ الْبَاقِي عَلَيْهِ كَمَا كَانَ (فَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهِ ضَمِنَ الدَّيْنَ لَا غَيْرَ) ؛ لِأَنَّ حَقَّهُمْ بِقَدْرِهِ بِخِلَافِ مَا إذَا أَعْتَقَ الْمُدَبَّرَ وَأُمَّ الْوَلَدِ الْمَأْذُونَ لَهُمَا وَقَدْ رَكِبَتْهُمَا دُيُونٌ لِأَنَّ حَقَّ الْغُرَمَاءِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِرَقَبَتِهِمَا اسْتِيفَاءً بِالْبَيْعِ فَلَمْ يَكُنْ الْمَوْلَى مُتْلِفًا حَقَّهُمْ فَلَمْ يَتَضَمَّنْ شَيْئًا

قَالَ (وَإِنْ بَاعَهُ الْمَوْلَى وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِرَقَبَتِهِ وَقَبَضَهُ الْمُشْتَرِي وَغَيَّبَهُ ، فَإِنْ شَاءَ الْغُرَمَاءُ ضَمَّنُوا الْبَائِعَ قِيمَتَهُ ، وَإِنْ شَاءُوا ضَمَّنُوا الْمُشْتَرِيَ) ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُمْ حَتَّى كَانَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ ، إلَّا أَنْ يَقْضِيَ الْمَوْلَى دَيْنَهُمْ وَالْبَائِعُ مُتْلِفٌ حَقَّهُمْ بِالْبَيْعِ وَالتَّسْلِيمِ وَالْمُشْتَرِي بِالْقَبْضِ وَالتَّغْيِيبِ فَيَتَخَيَّرُونَ فِي التَّضْمِينِ (وَإِنْ شَاءُوا أَجَازُوا الْبَيْعَ وَأَخَذُوا الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ وَالْإِجَازَةُ اللَّاحِقَةُ كَالْإِذْنِ السَّابِقِ كَمَا فِي الْمَرْهُونِ (فَإِنْ ضَمَّنُوا الْبَائِعَ قِيمَتَهُ ثُمَّ رُدَّ عَلَى الْمَوْلَى بِعَيْبٍ لِلْمَوْلَى أَنْ يَرْجِعَ بِالْقِيمَةِ وَيَكُونَ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فِي الْعَبْدِ) ؛ لِأَنَّ سَبَبَ الضَّمَانِ قَدْ زَالَ وَهُوَ الْبَيْعُ

وَالتَّسْلِيمُ، وَصَارَ كَالْغَاصِبِ إِذَا بَاعَ وَسَلَّمَ وَضَمِنَ الْقِيمَةَ ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِالْعَيْبِ كَانَ لَهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى الْمَالِكِ وَيَسْتَرِدَّ الْقِيمَةَ كَذَا هَذَا .

ترجمہ

اور اگر آقا نے ماذون غلام کو آزاد کر دیا ہے حالانکہ اس ماذون پر بہت سے زیادہ قرض تھے تو اس کی آزادی جائز ہے۔ اس لئے کہ ماذون میں آقا کی ملکیت موجود ہے۔ اور آقا اس کے قرض خواہوں کی قیمت کا ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ جس چیز کو آقا نے فروخت کر کے قیمت وصول کی ہے اسی چیز میں قرض خواہوں کا حق تھا۔ جس کو آقا ضائع کرنے والا ہے۔ اور جو قرض بچ جائیں گے غلام کی آزادی کے بعد ان کو طلب کیا جائے گا کیونکہ قرض غلام پر لازم تھا اور آقا پر اتنی مقدار میں لازم ہوگا جس قدر اس نے ضائع کیا ہے۔ لہذا البقیہ قرض بمطابق حساب اس پر باقی رہے گا۔

اور اگر قرض غلام کی قیمت سے تھوڑا ہے۔ تو آقا پر صرف قرض لازم ہوگا کیونکہ دین کی مقدار غرماء کا حق ثابت ہوا ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب آقا نے ماذون غلام مدبر یا ماذونہ ام ولد کو آزاد کیا ہے اور ان پر بھی قرض ہوں تو آقا ضامن نہ ہوگا کیونکہ قرض خواہوں کے حقوق ان کی گردن سے متعلق تھے پس ان کو بیچ کے سبب سے وصول کیا جائے گا پس آقا ان کا حق ضائع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ کسی چیز کا ضامن نہیں ہوا ہے۔

اور جب آقا نے ماذون غلام کو بیچ دیا ہے جبکہ اس پر اس قدر قرض تھا جو اس کی گردن کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور خریدار نے اس کو خریدتے ہی کہیں غائب کر دیا ہے تو غرماء کیلئے اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو بائع کو اس کی قیمت کا ضامن بنا دیں اور اگر وہ پسند کریں تو خریدار کو ضامن بنائیں۔ کیونکہ غلام سے ان کا حق وابستہ ہے۔ حالانکہ ان کیلئے اس مدیون غلام کو بیچنے کا حق بھی تھا ہاں البتہ جب آقا ان کا قرض ادا کر دے۔ لہذا بائع حوالے کرنے اور بیچ کرنے کے سبب ان کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ اور خریدار اس کو خرید کر اور غائب کر کے اس کا حق ضائع کرنے والا ہے۔ پس ضامن بنانے میں اختیار مل گیا ہے اور اگر وہ چاہیں تو بیع کا جائز قرار دیتے ہوئے قیمت واپس لے لیں اس لئے کہ یہ ان کا ہی حق بنتا ہے۔ اور اجازت لاحقہ یہ اجازت سابقہ کی طرح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح مرہون والا مسئلہ ہے۔

اور جب غرماء نے بائع سے اس کی قیمت کا ضمان وصول کر لیا ہے اور اس کے بعد کسی عیب کے سبب وہ غلام آقا کو واپس کر دیا گیا ہے تو آقا کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ غرماء سے وہ دی گئی قیمت کو واپس لے کیونکہ اب پھر غرماء کا حق غلام سے متعلق ہو چکا ہے اور ضمان کی علت ختم ہو چکی ہے۔ اور وہ بیع تسلیم ہوئی اور یہ آقا غاصب کی طرح ہو جائے گا جس نے مغصوبہ چیز کو بیچ کر خریدار کے سپرد کیا ہو اور اس کی قیمت کا ضامن بن گیا ہو اور اس کے بعد وہ چیز عیب کے سبب سے اس کو واپس کر دی گئی ہے۔ تب بھی اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ مغصوبہ چیز کو واپس کرتے ہوئے مالک سے اس کی قیمت وصول کرے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

دین وخلقت میں غلاموں کی مماثلت کا بیان

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام تمہارے بھائی ہیں اور دین وخلقت کے اعتبار سے تمہاری ہی طرح ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے ماتحت بنایا ہے لہذا اللہ تعالیٰ جس شخص کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائے یعنی جو شخص کسی غلام کا مالک بنے تو اس کو چاہیے کہ وہ جو خود کھائے وہی اسکو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اسکو بھی پہنائے نیز اس سے کوئی ایسا کام نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کوئی ایسا کام اس سے لئے جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس کام میں خود بھی اس کی مدد کرے (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 539)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ذریعہ مالک کو یہ حکم دینا کہ وہ اپنے غلام کو ہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اس کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے وجوب کے طور پر نہیں بلکہ بطریق استحباب ہے چنانچہ مالک اس کے مملوک کا اسی حیثیت ومقدار کا نفقہ واجب ہے جو عرف عام اور رواج ودستور کے مطابق ہو خواہ وہ مالک کے کھانے کپڑے کے برابر ہو یا اس سے کم وزیادہ ہو یہاں تک کہ اگر مالک خواہ اپنے زہد وتقوی کی بناء پر یا ازارہ بخل اپنے کھانے پینے اور پہننے میں اس طرح کی تنگی کرتا ہو جو اس حیثیت کے لوگوں کے معیار کے منافی ہے تو ایسی تنگی مملوک کے حق میں جائز نہیں ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کام غلام کے لئے مشکل نظر آئے اور وہ اسکو پورا کرنے میں دقت محسوس کرے تو اس کام کی تکمیل میں غلام کی مدد کرو خواہ خود اس کا ہاتھ بٹا ؤیا کسی دوسرے شخص کو اسکی مدد کرنے پر متعین کرو چنانچہ بعض بزرگوں کے بارے میں منقول ہے کہ وہ چکی پیسنے میں اپنی لونڈیوں کی مدد کرتے تھے بایں طور کہ ان لونڈیوں کے ساتھ مل کر چکی پیستے تھے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کرے اور پھر وہ کھانا لے کر اس کے پاس آئے تو جس کھانے کے لئے اس نے گرمی اور دھوپ میں تکلیف اٹھائی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آقا اس خادم کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھائے اور اس کے ساتھ کھانا کھائے اور اگر کھانا تھوڑا ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں تو اس کھانے میں سے ایک دو لقمہ لے کر اس کے ہاتھ پر رکھ دے (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 541)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے خادموں اور نوکروں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار محسوس نہ کرے کیونکہ خادم و نوکر بھی ایک انسان اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کا بھائی ہے پھر اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ ایک دستر خوان پر جتنے زیادہ لوگ ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں اس کھانے میں برکت ہوتی ہے چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ افضل کھانا وہ ہے جس میں زیادہ ہاتھ پڑیں یہ بات ملحوظ رہے کہ حدیث میں خادم ونوکر کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھانے یا اس کھانے میں سے اس کو تھوڑا بہت دے دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے طور پر ہے۔

مدیون ماذون کی غرماء کے ذریعے واپسی کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَ الْمَوْلَى بَاعَهُ مِنْ رَجُلٍ وَأَعْلَمَهُ بِالدَّيْنِ فَلِلْغُرَمَاءِ أَنْ يَرُدُّوا الْبَيْعَ) لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ وَهُوَ حَقُّ الِاسْتِسْعَاءِ وَالِاسْتِيفَاءِ مِنْ رَقَبَتِهِ ، وَفِي كُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَائِدَةٌ ، فَالْأَوَّلُ تَامٌّ مُؤَخَّرٌ وَالثَّانِي نَاقِصٌ مُعَجَّلٌ ، وَبِالْبَيْعِ تَفُوتُ هَذِهِ الْخِيرَةُ فَلِهَذَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَرُدُّوهُ .قَالُوا : تَأْوِيلُهُ إذَا لَمْ يَصِلْ إلَيْهِمْ الثَّمَنُ ، فَإِنْ وَصَلَ وَلَا مُحَابَاةَ فِي الْبَيْعِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَرُدُّوهُ لِوُصُولِ حَقِّهِمْ إلَيْهِمْ .

ترجمہ

اور جب آقا نے ماذون مدیون غلام کو کسی شخص کے ہاں بیچ دیا اور اس کو یہ بھی بتادیا ہے کہ یہ غلام مدیون ہے تو غرماء کو اس بیع کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ اس کی گردن غرماء کے حق سے متعلق ہے یعنی اس سے کمائی کرائیں اور اس کو بیچ کر اپنا قرض وصول کرلیں۔ اور استسعاء اور استیفاء دونوں میں سے ہر ایک فائدے مند ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی تأویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب ان کو قیمت نہ ملی ہو اور اگر ان کو قیمت مل چکی ہے تو پھر بیع میں کوئی رعایت نہ بھی ہو تب بھی ان کو بیع ختم کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ ان کو حق مل گیا ہے۔

غائب بائع کی صورت میں خریدار و غرماء میں عدم خصومت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ غَائِبًا فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُشْتَرِي) مَعْنَاهُ إذَا أَنْكَرَ الدَّيْنَ وَهَذَا (عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : الْمُشْتَرِي خَصْمُهُمْ وَيَقْضِي لَهُمْ بِدَيْنِهِمْ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إذَا اشْتَرَى دَارًا وَوَهَبَهَا وَسَلَّمَهَا وَغَابَ ثُمَّ حَضَرَ الشَّفِيعُ فَالْمَوْهُوبُ لَهُ لَيْسَ بِخَصْمٍ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لَهُ .وَعَنْهُمَا مِثْلُ قَوْلِهِ فِي مَسْأَلَةِ الشُّفْعَةِ .لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَدَّعِي الْمِلْكَ لِنَفْسِهِ فَيَكُونُ خَصْمًا لِكُلِّ مَنْ يُنَازِعُهُ .

وَلَهُمَا أَنَّ الدَّعْوَى تَتَضَمَّنُ فَسْخَ الْعَقْدِ وَقَدْ قَامَ بِهِمَا فَيَكُونُ الْفَسْخُ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ .

ترجمہ

اور جب بائع غائب ہے تو اب خریدار اور غرماء میں کوئی خصومت نہ ہوگی۔ جب مشتری دین کا انکاری ہو۔ اور یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خریدار خصم بنے گا۔ اور غرماء کیلئے ان کے قرض کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اسی اختلاف کے مطابق یہ مسئلہ بھی ہے۔ جب مشتری نے کوئی گھر خرید کر اس کو ہبہ کر دیا ہے اور وہ موہوب لہ کے سپرد کر کے خود غائب ہو گیا ہے اور کے بعد شفیع آ گیا تو طرفین کے نزدیک موہوب لہ خصم نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے اور شفعہ والے مسئلہ میں طرفین سے ایک روایت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی طرح بھی روایت کی گئی ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری اپنے لئے ملکیت کا دعویٰ کرنے والا ہے پس وہ ہر اس آدمی کو خصم بن جائے گا جو اس کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ غرماء کیلئے حق کا دعویٰ کرنا یہ عقد کو ختم کرنے کے لازم ہے۔ حالانکہ عقد بائع اور مشتری کے درمیان مکمل ہو چکا ہے کیونکہ فسخ کا حکم یہ غائب پر قضاء کرنے کو لازم ہے۔

اپنے آپ کو غلام کہنے والے کی بیع میں تصرف کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَدِمَ مِصْرًا وَقَالَ أَنَا عَبْدٌ لِفُلَانٍ فَاشْتَرَى وَبَاعَ لَزِمَهُ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ التِّجَارَةِ) ؛ لِأَنَّهُ إنْ أَخْبَرَ بِالْإِذْنِ فَالْإِخْبَارُ دَلِيلٌ عَلَيْهِ ، وَإِنْ لَمْ يُخْبِرْ فَتَصَرُّفُهُ دَلِيلٌ عَلَيْهِ ، إذْ الظَّاهِرُ أَنَّ الْمَحْجُورَ يَجْرِي عَلَى مُوجِبِ حَجْرِهِ وَالْعَمَلُ بِالظَّاهِرِ هُوَ الْأَصْلُ فِي الْمُعَامَلَاتِ كَيْ لَا يَضِيقَ الْأَمْرُ عَلَى النَّاسِ ، (إلَّا أَنَّهُ لَا يُبَاعُ حَتَّى يَحْضُرَ مَوْلَاهُ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الرَّقَبَةِ ؛ لِأَنَّهَا خَالِصُ حَقِّ الْمَوْلَى ، بِخِلَافِ الْكَسْبِ ؛ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ عَلَى مَا بَيَّنَّا (فَإِنْ حَضَرَ فَقَالَ هُوَ مَأْذُونٌ بِيعَ فِي الدَّيْنِ) ؛ لِأَنَّهُ ظَهَرَ الدَّيْنُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى (وَإِنْ قَالَ هُوَ مَحْجُورٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) ؛ لِأَنَّهُ مُتَمَسِّكٌ بِالْأَصْلِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کوئی بندہ شہر میں آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں آدمی کا غلام ہوں۔ اور اس نے تجارت کی تو ہر چیز میں اس کی تجارت جائز ہوگی۔ کیونکہ اس نے جو خبر بیان کی ہے تو وہ خبر اس پر دلیل ہے اور اگر وہ اجازت کی خبر نہیں ہے تب اس کا تصرف کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ ظاہر اسی طرح ہے۔ اور مجور اپنے حجر پہ قائم رہے گا اور معاملات میں ظاہر پر عمل کرنا یہی قانون ہے۔ تاکہ عوام کیلئے معاملات

کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ مگر جب تک اس کا آقا نہیں آئے گا اس وقت تک اس کو بیچا نہیں جائے گا۔ کیونکہ غلامی کے بارے میں اس کی بات کو قبول نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ غلام ہونا یہ خاص مالک کا حق ہے۔ بہ خلاف کمائی کے کیونکہ وہ بندے کا حق ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مالک نے آکر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ ماذون ہے تو اس کو قرض کے بدلے میں بیچ دیا جائے گا کیونکہ آقا کے حق میں دین ظاہر ہو چکا ہے اور جب آقا نے کہا کہ وہ مجور ہے تب بھی اسی کی بات کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اصل اسی سے ثابت ہے۔

سکوت سے بیع کرنے سے ثبوت اذن میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی غلام نے سکوت کے ساتھ بیع کی ہے تو وہ ماذون ہوگا۔ کیونکہ اس کا یہ عمل ظاہر پر دلالت کرنے والا ہے اور اس وقت دلالت اس کے ماذون ہونے پر ہے جبکہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی اس طرح کی خبر دی تصدیق نہ کی جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ اس کا اقرار نہ کرے۔ جبکہ احناف کی دلیل استحسان کی بناء پر ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ماذون، بیروت)

مطلق غلام کو قرض کے بدلے بیچ دینے کا بیان

سلامہ بنت معقل بیان کرتی ہیں کہ میں خارجہ قیس عیلان سے تعلق رکھتی ہوں اور اپنے چچا کے ساتھ آئی تھی۔ میرے چچا نے مجھے دور جاہلیت میں حباب بن عمرو کے ہاتھ بیچ دیا تھا جو کہ ابی الیسر بن عمرو کے بھائی تھے۔ میرے ہاں ان سے عبدالرحمٰن بن حباب کی پیدائش ہوئی۔ اس کے بعد حباب فوت ہو گئے۔ ان کی بیوی کہنے لگی، "خدا کی قسم اب تو ہم اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے تمہیں بیچیں گے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، "یارسول اللہ ﷺ میں خارجہ قیس علیان سے اپنے چچا کے ساتھ دور جاہلیت میں مدینہ آئی تھی۔ انہوں نے مجھے حباب بن عمرو کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور میرے بطن سے عبدالرحمٰن بن حباب کی پیدائش ہوئی ہے۔ اب ان کی بیوی کہہ رہی ہے کہ وہ ان کا قرض ادا کرنے کے لئے مجھے بیچ دیں گی۔" آپ نے فرمایا، "حباب کے بعد خاندان کا سرپرست کون ہے؟" کہا گیا، "ان کے بھائی ابوالیسر بن عمرو۔" آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، "انہیں آزاد کر دو۔ جب بھی تم کسی غلام کے بارے میں سنو تو میرے آجایا کرو۔ میں تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب عتاق)

اس حدیث میں بیچنے کی ممانعت اس خاتون کے ام ولد بن جانے کے سبب ہوئی ہے اس کا معنی یہ ہوا کہ جب کوئی غلام یا باندی آزادی کی ہر قسم کی قید اگر خالی ہیں تو ان کو قرض میں بیچنا جائز ہے۔

فصل

﴿یہ فصل بچے اور معتوہ کے اذن بیان میں ہے﴾

فصل بچے اور معتوہ کے اذن کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ ماذون غلام سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے بچے سے متعلق احکام کو شروع کیا ہے۔ بچے کو جب تجارت کرنے میں اذن مل جائے تو ماذون غلام کے حکم میں ہے۔ ہاں البتہ ماذون غلام کے مسائل کثرت وقوع والے تھے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو مقدم ذکر کیا ہے اور بچے سے متعلق مسائل اس کی بہ نسبت قلیل تھے لہذا ان کو موخر ذکر کیا ہے۔ (جبکہ آج ہمارے دور میں بچوں سے متعلق ان کو تجارت میں اذن یا عدم اذن کے مسائل کثرت سے ہوں اور غلاموں کے معدوم ہونے کے سبب ان کے متعلق وقوع مسائل کا سلسلہ بھی بند ہو چکا ہے)۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۲۶، بیروت)

مجنون ومعتوہ میں فرق ومطابقت کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بحر میں یہ تعریف جنون کی لکھی ہے اور کہا کہ معتوہ بھی اس تعریف میں داخل ہے۔ اور دونوں میں فرق کے لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل فہم، خلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا جو لوگوں کو ضرب وشتم نہ کرے اور مجنون وہ ہے جو ضرب وشتم کرے۔ اور اصول والوں نے تصریح کی ہے کہ اس کا حکم بچوں والا ہے۔

(فتاوی شامی، کتاب اکراہ، بیروت؛ کتاب الطلاق، داراحیاء التراث العربی بیروت)

ولی کی اجازت کے سبب بچے کی خرید وفروخت کا بیان

(وَإِذَا أَذِنَ وَلِيُّ الصَّبِيِّ لِلصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ فَهُوَ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ كَالْعَبْدِ الْمَأْذُونِ إذَا كَانَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ حَتَّى يَنْفُذَ تَصَرُّفُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَنْفُذُ ؛ لِأَنَّ حَجْرَهُ لِصِبَاهُ فَيَبْقَى بِبَقَائِهِ، وَلِأَنَّهُ مُوَلًّى عَلَيْهِ حَتَّى يَمْلِكَ الْوَلِيُّ التَّصَرُّفَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكَ حَجْرَهُ فَلَا يَكُونُ وَالِيًا لِلْمُنَافَاةِ وَصَارَ كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقَامُ بِالْوَلِيِّ، وَكَذَا الْوَصِيَّةُ عَلَى أَصْلِهِ فَتَحَقَّقَتْ الضَّرُورَةُ إلَى تَنْفِيذِهِ مِنْهُ. أَمَّا بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فَيَتَوَلَّاهُ الْوَلِيُّ فَلَا ضَرُورَةَ هَاهُنَا .

وَلَنَا أَنَّ التَّصَرُّفَ الْمَشْرُوعَ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ عَنْ وِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ فَوَجَبَ تَنْفِيذُهُ عَلَى مَا عُرِفَ تَقْرِيرُهُ فِي الْخِلَافِيَّاتِ .

وَالصِّبَا سَبَبُ الْحَجْرِ لِعَدَمِ الْهِدَايَةِ لَا لِذَاتِهِ ، وَقَدْ ثَبَتَتْ نَظَرًا إِلَى إِذْنِ الْوَلِيِّ ، وَبَقَاءُ وِلَايَتِهِ لِنَظَرِ الصَّبِيِّ لِاسْتِيفَاءِ الْمَصْلَحَةِ بِطَرِيقَيْنِ وَاحْتِمَالِ تَبَدُّلِ الْحَالِ ، بِخِلَافِ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ ؛ لِأَنَّهُ ضَارٌّ مَحْضٌ فَلَمْ يُؤَهَّلْ لَهُ .

ترجمہ

اور جب کسی بچے کے ولی نے اس بچے کو تجارت اجازت دے دی ہے تو اس خرید وفروخت میں بچہ ماذون غلام کے حکم میں ہو جائے گا۔ ہاں البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ بچہ خرید وفروخت کو سمجھنے والا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا تصرف کرنا بھی جائز ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا تصرف نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس پر جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ اس کا بچگانہ ہے پس جب تک وہ بچگانہ میں رہے گا تب تک وہ پابندی جاری رہے گی۔ کیونکہ اس پر کسی کو وارث بنایا گیا ہے یہاں تک کہ اس تصرف میں ولی کو اختیار ہوگا۔ اور اس پر پابندی لگانے کا حق بھی اسی کو ہے۔ پس بچہ خود والی نہ ہوگا کیونکہ والی میں اور مولیٰ علیہ میں باہمی فرق ہے۔ اور یہ تصرف طلاق وعتاق کی طرح ہو جائے گا۔ بہ خلاف نماز وروزے کے کیونکہ یہ چیزیں ولی کے ذریعے سے نہیں دی جاتیں اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے قانون کے مطابق وصیت کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور بچے کی جانب سے ان چیزوں کے نفاذ کو جاری کرنے کی ضرورت بھی پائی جارہی ہے۔ جبکہ بیع وشراء کے مسئلہ میں اس کا ولی ذمہ دار ہے پس وہاں بچے کو کوئی عمل سرانجام دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جائز تصرفات اس کے اہل ہونے کے مطابق اپنے محل میں شرعی ولایت کے مطابق ثابت ہیں پس ان کو نافذ کرنا ضروری ہوگا جس طرح خلافیات میں اس مسئلہ کی بحث بتادی گئی ہے۔ کیونکہ بچہ بہ ذات حجر کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کے ناسمجھ دار ہونے کی وجہ سے حجر ہے۔ اور ولی اجازت دیکھتے ہی سمجھداری کے سبب سے ثابت ہو جائے گی۔ اور ولی کی ولایت کا بقاء بچے کی عدم سمجھ پر ہے تاکہ دونوں کیلئے کوئی فائدے مند کام کیا جاسکے۔ اور اسی طرح بچے کی حالت کی تبدیلی کا احتمال بھی موجود ہے۔ لہذا اسلئے بھی ولایت ولی کو باقی رکھنا لازم ہوگا۔ بہ خلاف طلاق وآزادی کے کیونکہ اس میں تو صرف انسان کا نقصان ہے پس بچہ اس کا اہل قرار نہیں دیا جائے گا۔

مال کو بچے سپرد کرنے میں شرائط کا بیان

مال ان کے حوالہ کرنے کے لیے دو شرطیں عائد کی گئی ہیں: ایک بلوغ، دوسرے رُشد، یعنی مال کے صحیح استعمال کی اہلیت۔ پہلی شرط کے متعلق تو فقہائے اُمّت میں اتفاق ہے۔ دُوسری شرط کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اگر سن بلوغ

کو پہنچنے پر یتیم میں رُشد نہ پایا جائے تو ولی یتیم کو زیادہ سے زیادہ سات سال اور انتظام کرنا چاہیے۔ پھر خواہ رُشد پایا جائے یا نہ پایا جائے، اس کا مال اس کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے رائے یہ ہے کہ مال حوالہ کیے جانے کے لیے بہر حال رُشد کا پایا جانا ناگزیر ہے۔ غالباً موخر الذکر حضرات کی رائے کے مطابق یہ بات زیادہ قرین صواب ہوگی کہ اس معاملہ میں قاضی شرع سے رُجوع کیا جائے اور اگر قاضی پر ثابت ہو جائے کہ اس میں رُشد نہیں پایا جاتا تو وہ اس کے معاملات کی نگرانی کے لیے خود کوئی مناسب انتظام کر دے۔

جو شخص کم سمجھ ہو، تدبیر ٹھیک نہ ہو، کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے، کبھی مدہوش کی سی، اگر جنون کی حد تک نہ پہنچا ہو، لوگوں کو بے سبب مارتا گالیاں دیتا نہ ہو، وہ معتوہ کہلاتا ہے۔ شرعاً اس کا حکم سمجھ وال بچے کی مثل ہے، اگر برابر بلکہ دونی قیمت کو بیچے وہ بھی بے اجازت ولی مال نافذ نہیں۔ اگر یہ ولی رد کر دے گا باطل ہو جائے گی۔ اور غبن فاحش کے ساتھ جس طرح حسب بیان سائل صورت سوال میں ہے کہ پچاس ہزار کی جائداد بیس ہزار کو بیع کی، ایسی بیع تو باطل محض ہے کہ ولی کی اجازت سے بھی نافذ نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ اگر خود معتوہ بعد صحت اسے جائز کرے تو جائز نہ ہوگی۔

فان الاجازة انما تلحق الموقوف وهذا باطل لصدوره ولا مجيز ۔ کیونکہ اجازت تو موقوف کو ملتی ہے۔ جبکہ یہ باطل ہے کیونکہ جب اس کا صدور ہوا تو کوئی اجازت دینے والا نہ تھا۔

معتوہ کی تعریف بہتر قول یہ ہے کہ وہ قلیل الفہم، خلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا ہے صرف یہ کہ وہ ضرب و شتم نہیں کرتا جیسے مجنون کرتا ہے۔ (درر الاحکام)

بچے اور معتوہ جو بیع و شراء کی سمجھ رکھتا ہے ان کا وہ تصرف جو محض نافع ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر صحیح ہے مثلاً اسلام قبول کرنا اور ہبہ قبول کرنا اور وہ تصرف جو نفع و ضرر دونوں پہلو رکھتا ہو تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا جیسے بیع و شراء میں اس کا حکم ہے۔

(درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، کتاب الماذون)

بچے کو اذن تصرف ملنے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب کسی بچے کے ولی نے اس بچے کو تجارت اجازت دے دی ہے تو اس خرید و فروخت میں بچہ ماذون غلام کے حکم میں ہو جائے گا۔ ہاں البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ بچہ خرید و فروخت کو سمجھنے والا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا تصرف کرنا بھی جائز ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا تصرف نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس پر جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ اس کا بچگانہ ہے پس جب تک وہ بچگانہ میں رہے گا تب تک وہ پابندی جاری رہے گی۔ اور یہی مذہب امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کا بھی ہے۔ اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو

اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے، اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔ (نساء ۶)

(شرح الوقایہ، کتاب ماذون، بیروت)

یتیموں کو سدھاتے اور آزماتے رہو، بلوغ کے وقت تک۔ پھر بلوغ کے بعد اگر ان میں اپنے نفع نقصان کی سمجھ اور حفاظت و انتظام مال کا سلیقہ پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ یتیموں کے سدھانے اور آزمانے کی عمدہ صورت یہی ہے کہ کم قیمت معمولی چیزوں کی ان سے خرید و فروخت کرائی جائے اور ان کا طریقہ ان کو بتایا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی بیع و شرا ولی کی اجازت سے جو ہوگی وہ درست ہوگی، امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ اور اگر بالغ ہو کر بھی اس میں سمجھداری نہ آئے تو امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انتظار کرو۔ اس درمیان میں جب اس کو سمجھ آ جائے مال اس کے حوالے کر دو، ورنہ پچیس سال پر ہر حال میں اس کا مال اس کو دیدو۔ پوری سمجھ آئے یا نہ آئے۔

یتیم کے مال کو ضرورت سے زیادہ صرف کرنا منع ہے، مثلاً ایک پیسہ کی جگہ دو پیسے صرف کر دو اور یہ بھی منع ہے کہ اس بات سے گھبرا کر کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال ہم سے لے لیں گے خرچ کرنے میں جلدی کرنے لگو، خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کے مال کو بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت صرف کرنا چاہیے۔

یتیم کا مال ولی اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنے والا محتاج ہو تو البتہ اپنی خدمت کرنے کے موافق یتیم کے مال میں سے تحقیق لے لیوے مگر غنی کو کچھ لینا ہرگز جائز نہیں۔

جب کسی بچہ کا باپ مر جائے تو چاہیے کہ چند مسلمانوں کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانتدار کو سونپ دیں، جب یتیم بالغ ہوشیار ہو جائے تو اس تحریر کے موافق اس کا مال اس کے حوالہ کر دیں اور جو کچھ خرچ ہوا ہو وہ اس کو سمجھا دیں، اور جو کچھ یتیم کے حوالے کیا جائے شاہدوں کو دکھلا کر حوالہ کریں۔ شاید کسی وقت اختلاف ہو تو سہولت طے ہو سکے اور اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز کی حفاظت کرنے والا اور حساب سمجھنے والا کافی ہے۔ اس کو کسی حساب یا شہادت کی حاجت نہیں یہ سب باتیں تمہاری سہولت اور صفائی کی وجہ سے مقرر فرمائیں۔ جاننا چاہیے کہ یتیم کا مال لینے اور دینے کے وقت گواہ کرنا اور اس کو لکھ لینا مستحب ہے۔

فائدے مند چیز میں بچے کی اہلیت ہونے کا بیان

وَالنَّافِعُ الْمَحْضُ كَقَبُولِ الْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ يُؤَهَّلُ لَهُ قَبْلَ الْإِذْنِ ، وَالْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ دَائِرٌ بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَيُجْعَلُ أَهْلًا لَهُ بَعْدَ الْإِذْنِ لَا قَبْلَهُ ، لَكِنْ قَبْلَ الْإِذْنِ يَكُونُ مَوْقُوفًا مِنْهُ عَلَى إجَازَةِ الْوَلِيِّ لِاحْتِمَالِ وُقُوعِهِ نَظَرًا ، وَصِحَّةُ التَّصَرُّفِ فِي نَفْسِهِ ، وَذِكْرُ الْوَلِيِّ فِي الْكِتَابِ يَنْتَظِمُ الْأَبَ وَالْجَدَّ عِنْدَ عَدَمِهِ وَالْوَصِيَّ وَالْقَاضِيَ وَالْوَالِيَ ، بِخِلَافِ صَاحِبِ

الشَّرطِ ؛ لِأَنَّهُ لَيسَ إِلَيهِ تَقلِيدُ القُضَاةِ ، وَالشَّرطُ أَن يَعقِلَ كَونَ البَيعِ سَالِبًا لِلمِلكِ جَالِبًا لِلرِّبحِ ، وَالتَّشبِيهُ بِالعَبدِ المَأذُونِ لَهُ يُفِيدُ أَنَّ مَا يَثبُتُ فِي العَبدِ مِنَ الأَحكَامِ يَثبُتُ فِي حَقِّهِ ؛ لِأَنَّ الإِذنَ فَكُّ الحَجرِ وَالمَأذُونُ يَتَصَرَّفُ بِأَهلِيَّةِ نَفسِهِ عَبدًا كَانَ أَو صَبِيًّا ، فَلَا يَتَقَيَّدُ تَصَرُّفُهُ بِنَوعٍ دُونَ نَوعٍ .

وَيَصِحُّ إِقرَارُهُ بِمَا فِي يَدِهِ مِن كَسبِهِ وَكَذَا بِمَورُوثِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ ، كَمَا يَصِحُّ إِقرَارُ العَبدِ .وَلَا يَملِكُ تَزوِيجَ عَبدِهِ وَلَا كِتَابَتِهِ كَمَا فِي العَبدِ وَالمَعتُوهِ الَّذِي يَعقِلُ البَيعَ وَالشِّرَاءَ بِمَنزِلَةِ الصَّبِيِّ يَصِيرُ مَأذُونًا بِإِذنِ الأَبِ وَالجَدِّ وَالوَصِيِّ دُونَ غَيرِهِم عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ ، وَحُكمُهُ حُكمُ الصَّبِيِّ ، وَاللّٰهُ أَعلَمُ .

ترجمہ

اور جو چیز بچے کیلئے فائدے مند ہو گی جس طرح ہبہ اور صدقے کو قبول کرنا ہے تو جب بچہ اجازت سے پہلے اس کا اہل ہے۔ جبکہ بیع وشراء تو نفع ونقصان کے درمیان واقع ہوتی ہے پس اجازت کے بعد بھی بچہ اس کا اہل ہوگا۔ ہاں البتہ اجازت سے پہلے اس کی بیع وشراء ولی کی اجازت پر موقوف ہے کیونکہ ابھی تک اس کے فائدے مند ہونے میں بچے کے حق میں اور بہ ذات خود اس کے تصرف کے صحیح ہونے میں احتمال موجود ہے۔

اور صاحب قدوری کے لفظ ولی کو بیان کرنا یہ باپ کو باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو، وصی کو اور قاضی ولی تمام کو شامل ہے بہ خلاف علاقائی امیر کے کیونکہ قضاء کو اس کے حوالے نہیں کیا جاتا۔

اور تصرف کے درست ہونے کی یہ شرط بھی ہے کہ بچہ ملکیت کو سلب کرنے اور فائدے کو سمجھنے والا ہو اور ماذون غلام کے ساتھ اس کی تشبیہ کا فائدہ یہ ہے کہ جو احکام ماذون غلام کیلئے ثابت ہوں گے وہی اس کے بھی ثابت ہیں۔ کیونکہ پابندی کو دور کر دینے کا نام اجازت ہے جبکہ ماذون اپنی ذاتی اہلیت کے سبب تصرف کرنے والا ہے اگرچہ وہ غلام ہے یا بچہ ہے۔ پس اس کا تصرف کسی خاص تصرف کے ساتھ خاص نہ ہوگا اور خاموشی کے سبب بچہ ماذون بن جائے گا جس طرح غلام میں ہوا کرتا ہے اور بچے کے پاس جو اس کی کمائی سے مال موجود ہے۔ اور جو مال اس کو بطور وراثت حاصل ہوا ہے اس میں اس کا اقرار اسی طرح درست ہوگا جس طرح غلام کا اقرار درست ہوتا ہے۔ جبکہ بچہ اپنے غلام کا نکاح نہیں کر سکتا اور اس کو مکاتب بھی نہیں بنا سکتا۔ جس طرح ماذون ان چیزوں کا مالک نہیں ہوا کرتا۔ اور وہ نیم پاگل جو بیع وشراء کی واقف ہو وہ بچے کے حکم میں ہے۔ اور باپ اور وصی کی اجازت کے سبب ماذون ہو جائے گا اور ان کے سوا کسی کی اجازت سے بھی ماذون نہ ہوگا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کا حکم بھی اسی طرح ہے جس طرح بچے کا حکم ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

معتوہ کا تصرف اگر فائدہ مند ہو جیسے اسلام اور ہبہ قبول کرنا تو یہ نافذ العمل ہوگا ولی کی اجازت ضروری نہ ہوگی اور اگر وہ عمل مضر ہو تو ولی کی اجازت کے باوجود نافذ نہ ہوگا جیسے طلاق، عتاق، صدقہ اور قرض، اس پر شامی نے ہبہ دینے کا اضافہ کیا، اور اس کا ایسا عمل جو نفع اور نقصان والے دونوں پہلو رکھتا ہو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہونگے جیسے بیع وشراء ہے۔

(درمختار، کتاب اکراہ، بیروت، کتاب الماذون، مطبع مجتبائی دہلی)

فتاویٰ ہندیہ، کتاب اکراہ، بیروت میں ہے کہ بچوں اور مجنون کی شہادت مقبول نہیں اور معتوہ بچوں کا حکم رکھتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الشہادات الباب الرابع، نورانی کتب خانہ پشاور)

﴿یہ کتاب غصب کے بیان میں ہے﴾

کتاب غصب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب ماذون کے بعد کتاب غصب کو بیان کرنے میں دو طرح فقہی مطابقت ہے۔ایک مطابقت یہ ہے کہ غصب تجارت مالیہ کی انواع میں سے ہے حتیٰ کہ جب ماذون اقرار کرلے تو اس کے اقرار سے دیون تجارت درست ہو جاتے ہیں جبکہ اس کے سوا درست نہیں ہوتے۔غصب دین کے ساتھ درست ہو جاتا ہے جبکہ مہر درست نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے اول انواع تجارت میں سے ہے جبکہ دوسرا انواع تجارت میں سے نہیں ہے۔لہذا جنس تجارت کے بعد اس کی نوع کو ذکر کرنا ہی مناسبت تھا۔

دوسری مطابقت یہ ہے کہ مغصوب ہمیشہ غاصب کے ہاتھ میں اپنے عین کے ساتھ قبضہ میں ہوتا ہے۔لہذا غاصب ملک رقبہ کا مالک نہیں ہوتا۔پس وہ غیر مالک ہونے میں ماذون کی طرح ہو چکا ہے۔حالانکہ مال بھی اس کے قبضہ میں ہے۔اور وہ مال بھی اموال تجارت میں سے ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳،ص ۳۳۴، بیروت)

غصب کا فقہی مفہوم

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غصب کے معنی چھیننے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں غصب کہتے ہیں چوری کے بغیر از راہ ظلم وجور کسی کا مال زبردستی چھین لینا ایسے شخص کو کہ جو کسی کی کوئی چیز زبردستی چھین لے یا ہڑپ کرلے غاصب کہتے ہیں اور مغصوب اس چھینی ہوئی یا ہڑپ کی ہوئی چیز کو کہتے ہیں خواہ وہ کچھ ہو۔(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب غصب، بیروت)

غصب کی لغوی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو ظلم وزیادتی سے لینا۔فقہاء کی اصطلاح میں غصب کی تعریف یہ ہے کہ کسی کے حق پر زبردستی اور ناحق قبضہ کرنے کو غصب کہا جاتا ہے۔

غصب کی حرمت پر اجماع کا بیان

امام مؤفق رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔کہ (علماء کرام کا اجماع ہے کہ اگر غصب شدہ چیز اپنی حالت میں موجود ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تو اس کا واپس کرنا واجب ہے)۔

اور اسی طرح غصب شدہ چیز کی زیادتی بھی واپس کرنی لازم ہے چاہے وہ زیادہ شدہ اس کے ساتھ متصل ہو یا منفصل، اس لیے کہ وہ غصب شدہ چیز کی پیداوار ہے اور وہ بھی اصلی مالک کی ہوگی۔

غصب کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (اورتم آپس میں اپنے مالوں کو باطل طریقوں سے نہ کھاؤ)۔

غصب کی حرمت کے شرعی وفقہی ماخذ کا بیان

اور غصب باطل طریقے سے مال کھانے سے بھی بڑا ظلم ہے۔اور پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے: (یقیناً تمہارے خون اور تمہارے مال ودولت اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں)۔

اور دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں (

اور غصب کی گئی چیز یا تو جائداد ہوگی یا پھر منتقل ہونے والی چیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جس کسی نے بھی ایک بالشت زمین ظلم زیادتی سے حاصل کی اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا)۔

غاصب پر ضروری اور لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کیہاں توبہ کرے اور غصب کی ہوء چیز کواس کیا لک کو واپس لوٹائے اور اس سے معافی و درگزر طلب کرے،اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی کی طرف راہنماء کی ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (جس نے بھی اپنے کسی بھائی پر ظلم وزیادتی کی ہے اسے آج ہی اس کا کفارہ ادا کردے قبل اس کے کہ اس کے پاس درھم ودینا نہ ہوں (یعنی قیامت کے دن) اگر اس کی نیکیاں ہوں گی تو وہ مظلوم کو دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کے اس کے پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا) او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اگر غصب کردہ چیز اس کے پاس موجود ہے تو وہ اسی طرح اس کو مالک تک پہنچادے اور اگر ضائع ہو چکی ہے تو اس کا بدلہ دینا چاہیے۔اور اگر غاصب نے غصب کردہ زمین میں کوئی عمارت تعمیر کر لی یا پھر اس میں کوء چیز کاشت کر لی تو مالک کے مطالبہ پر اس اکھیڑنا ضروری ہے۔

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (ظالم کے پسینے کا کوئی حق نہیں) سنن ترمذی وغیرہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

اور اگر اس چیز کے منہدم کرنے یا اکھیڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو غاصب پر اس نقصان کا بھی جرمانہ ہوگا اور اسی طرح اسے کاشت کے آثار بھی ختم کرنے لازم ہیں تا کہ زمین کے مالک کو زمین صحیح سالم واپس ہو سکے۔

اور اسی طرح غاصب کے ذمہ غصب کیوقت سے لیکر مالک کو واپس کرنے تک کا کرایہ بھی ادا کرنا ہوگا یعنی اس کرائے کی مثل ادا کرے گا،اس لیے کہ اس نے زمین کے مالک کو اس مدت میں نفع حاصل کرنے سے ناحق روک رکھا تھا۔اور اگر کسی نے چیز غصب کرکے روکے رکھی تو اس کی قیمت میں کمی واقع ہو گئی تو صحیح یہ ہے کہ وہ اس نقص کا ذمہ دار ہوگا۔

اور اگر غصب کردہ چیز کسی ایسی چیز میں مل گئی جس میں تمیز کرنا ممکن ہو مثلاً گندم جو میں مل جائے،تو غاصب اسے علیحدہ کرکے

واپس کرے گا۔

اور اگر ایسی چیز میں مل جائے جس کی تمیز کرنی مشکل ہو مثلا گندم گندم میں ہی مل جائے تو غاصب اسی طرح کی گندم اور اتنی غیر ملاوٹ شدہ واپس کرے گا۔

اور اگر وہ اسی طرح کی چیز میں یا پھر اس سے بھی بہتر اور اچھی قسم میں یا پھر کسی اور جنس میں مل جائے جس کی تمیز کرنا مشکل ہو تو اس ملی ہوء کو فروخت کر کے دونوں کو ان کے حصوں کے مطابق قیمت ادا کردی جائے گی۔اور اگر اس صورت میں جس کی چیز غصب کی گئی ہو اسے قیمت کم ملے تو غاصب باقی نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

اور اس باب میں یہ قول بھی ذکر کیا ہے: اور غاصب کے ہاتھوں سے جس جس کے پاس بھی غصب کی ہوء چیز جائے گی وہ سب ضامن ہوں گے۔اس کا معنی یہ ہے کہ جن کی طرف بھی غصب شدہ چیز منتقل ہوگی اگر وہ ضائع ہوجائے تو وہ سب اس کا نقصان پورا کریں گے۔

اور یہ سب دس قسم کے ہاتھ شمار ہوتے ہیں: خریدار اور جو اس کے معنی میں ہو،اجرت پر حاصل کرنے والے کے ہاتھ،بغیر عوض کے قبضہ کرنے والے کا ہاتھ مثلا چھین لینے والا،مصلحت دافعہ کی بنا پر قبضہ کرنے والا جیسا کہ وکیل ہے،عاریتا لینے والا،غصب کرنے والا،مال میں تصرف کرنے والا،مثلا مضاربت پر شراکت کرنے والا،غصب شدہ عورت کی شادی کرنے والا،بغیر فروخت کے عوض میں قبضہ کرنے والے کے ہاتھ،غاصب کی نیابت کرتے ہوئے غصب شدہ چیز کو ضائع کرنے والا۔

تو ان سب صورتوں میں جب دوسرے کو حقیقت حال کا علم ہوجائے کہ اسے دی جانے والی چیز غصب شدہ ہے تو اس پر اس چیز میں زیادتی کی بنا پر ضمان ہوگی اس لیے کہ اسے علم تھا کہ مالک کی جانب سے اس میں تصرف کی اجازت نہیں ہے۔اور اگر اسے حقیقت حال کا علم نہیں تو پھر پہلے غاصب پر ہی ضمانت ہوگی اور نقصان وہی ادا کرے گا۔

اور اگر کوئی ایسی چیز غصب کرلی جائے جو عادتا کرایہ پر لی جاتی ہے تو غاصب مالک کو اتنی مدت کا کرایہ بھی لازمی ادا کرے گا اس لیے کہ نفع بھی ایک قیمتی مال ہے لھذا اصلی چیز کی طرح منافع کی بھی ضمان ہوگی۔غاصب کے جتنے بھی حکمی تصرفات ہیں وہ سب کے سب باطل ہیں اس لیے کہ وہ سب مالک کی اجازت کے بغیر ہیں۔

اور اگر کوئی چیز غصب کرلی اور اس کے مالک کا علم نہ رہا اور اسے واپس کرنا بھی ممکن نہ ہوسکے تو وہ حاکم کے سپرد کردی جائے جو اسے صحیح جگہ پر استعمال کرے گا اور یا پھر اس کے مالک کی جانب سے صدقہ کردی جائے اور اگر اسے صدقہ کیا جائے تو اس کا اجر و ثواب مالک کو ہوگا نہ کہ غاصب کو اور غاصب اس سے خلاصی حاصل کرلے گا۔

غصب یہی نہیں کہ کسی چیز پر طاقت کے بل بوتے قبضہ کرلیا جائے بلکہ یہ بھی غصب میں ہی شامل ہے کہ کسی باطل طریقے اور جھوٹی اور فاجرہ قسم کے ذریعہ سے کسی چیز پر قبضہ کرلیا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (اور ایک دوسرے کا مال ناحق و باطل طریقے سے نہ کھایا کرو،اور نہ ہی حاکموں کو رشوت پہنچا

کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کرلیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو) البقرۃ (188)۔لھذا یہ معاملہ بہت ہی سخت ہے اور حساب وکتاب بھی بہت مشکل ہے تو فکر کریں۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جس نے بھی ایک بالشت زمین غصب کی تو اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا)۔اور ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (میں نے جس کے لیے بھی اس کے بھاء کے حق میں سے فیصلہ کردیا تو اسے وہ نہیں لینا چاہیے، بلکہ میں تو اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں)۔

غصب کی تعریف کا فقہی بیان

الْغَصْبُ فِي اللُّغَةِ : أَخْذُ الشَّيْءِ مِنْ الْغَيْرِ عَلَى سَبِيلِ التَّغَلُّبِ لِلِاسْتِعْمَالِ فِيهِ .وَفِي الشَّرِيعَةِ : أَخْذُ مَالٍ مُتَقَوِّمٍ مُحْتَرَمٍ بِغَيْرِ إذْنِ الْمَالِكِ عَلَى وَجْهٍ يُزِيلُ يَدَهُ .حَتَّى كَانَ اسْتِخْدَامُ الْعَبْدِ وَحَمْلُ الدَّابَّةِ غَصْبًا دُونَ الْجُلُوسِ عَلَى الْبِسَاطِ ، ثُمَّ إنْ كَانَ مَعَ الْعِلْمِ فَحُكْمُهُ الْمَأْثَمُ وَالْمَغْرَمُ ، وَإِنْ كَانَ بِدُونِهِ فَالضَّمَانُ ؛ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى قَصْدِهِ وَلَا إثْمَ ؛ لِأَنَّ الْخَطَأَ مَوْضُوعٌ .

ترجمہ

لغوی اعتبار سے غصب یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز زبردستی چھین لی جائے جبکہ اصطلاح شریعت میں غصب کسی معزز اور مال متقوم کو مالک کی اجازت کے بغیر چھین لیا جائے۔تاکہ اس سے مالک کا قبضہ اور اس کا تصرف ختم ہو جائے۔لہذا غلام سے خدمت لینا اور جانور پر بوجھ لادنا یہ غصب نہ ہوگا اور نہ ہی چٹائی پر بیٹھنا غصب ہے۔اور جب کسی کو غصب کا پتہ بھی چل جائے تو اس کا حکم گناہ اور برائی ہے۔اور پتہ چلے بغیر غصب رہا ہے تو اس پر تاوان اور ضمان ہے کیونکہ یہ بندے کا حق ہے۔پس یہ اس کے قصد پر موقوف نہ ہوگا اور یہ گناہ اس سبب سے نہ ہوگا کہ خطاء ولغزش معاف ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مال متقوم محترم منقول سے جائز قبضہ کو ہٹا کرنا جائز قبضہ کرنا غصب ہے جبکہ یہ قبضہ خفیۃ نہ ہو اس ناجائز قبضہ کرنے والے کو غاصب اور مالک کو مغصوب منہ اور چیز کو مغصوب کہتے ہیں جس چیز پر ناجائز قبضہ ہوا گر کسی جائز قبضہ کو ہٹا کر نہیں ہوا وہ غصب نہیں مثلاً جو چیز غصب کی تھی اس میں کچھ زائد چیزیں پیدا ہوگئیں، جیسے جانور غصب کیا تھا اس سے بچہ پیدا ہوا گائے غصب کی تھی اس کا دودھ دوہا ان زوائد کو غصب کرنا نہیں کہا جائے گا۔غیر متقوم چیز پر قبضہ کیا یہ بھی غصب نہیں مثلاً مسلمان کے پاس شراب تھی اس نے چھین لی اور مال محترم نہ ہو جیسے حربی کافر کا مال چھین لیا یہ بھی غصب نہیں۔غیر منقول پر قبضہ ناجائز کیا یہ بھی غصب نہیں۔(درمختار، کتاب غصب، بیروت)

بیٹے کے مال میں باپ قطعی ملکیت ثابت نہ ہونے کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کا کہ آدمی کا اپنے کسب سے کھانا نہایت پسندیدہ ہے اور بیٹا اس کا کسب ہے فتح میں فرمایا اس کو سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) کے اصحاب نے تخریج کیا ہے، اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت صحیح ہے، میں کہتا ہوں اور دارمی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے میں کہتا ہوں اور اس کو ابو حاتم نے صحیح قرار دیا ہے اور ابن ہمام قدس سرہ نے بیان کیا کہ اگر اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بیٹے کا مال باپ کی قطعی ملکیت بن جائے، ہم جواب میں کہتے ہیں ہاں اگر حاکم کی روایت کردہ اور بیہقی کی صحیح کردہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث نے کہ تمھاری اولاد تمھارے لئے ہبہ ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے لڑکے ہبہ کرتا ہے اور جس کو چاہے لڑکیاں ہبہ کرتا ہے اور ان کا مال تمھارا ہے جب تمھیں اس کی احتیاج ہو۔ پہلی حدیث کو مقید نہ کیا ہو (حالانکہ وہ اس سے مقید ہے) اور اس کے مؤول ہونے کی قطعی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باپ کو بیٹے کے مال میں اس کی اولاد کی موجودگی میں چھٹے حصے کا وارث بنایا ہے اگر بیٹے کے کل مال کا مالک باپ ہوتو پھر باپ کی موجودگی کے باوجود غیر کو کچھ نہ ملے۔ (فتاویٰ رضویہ، بحوالہ، فتح القدیر، باب نفقہ)

مثلی چیز کو غصب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ شَيْئًا لَهُ مِثْلٌ كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ فَهَلَكَ فِي يَدِهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُهُ) وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ : فَعَلَيْهِ ضَمَانُ مِثْلِهِ ، وَلَا تَفَاوُتَ بَيْنَهُمَا ، وَهَذَا لِأَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْمِثْلُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ) وَلِأَنَّ الْمِثْلَ أَعْدَلُ لِمَا فِيهِ مِنْ مُرَاعَاةِ الْجِنْسِ وَالْمَالِيَّةِ فَكَانَ أَدْفَعَ لِلضَّرَرِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے ایسی چیز کو غصب کیا ہے جس کوئی مثل ملتی ہے جس طرح کیل اور وزن والی چیز ہے۔ اور جب وہ چیز ہلاک ہوئی ہے تو اس کی مثل ہی چیز ادا کرنا ہوگا۔ اور بعض نسخوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس پر مثلی چیز جیسا ضمان ہوگا۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق والی بات نہیں ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ وجوب تو اس کی مثل کا ہی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ’’جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی‘‘ کیونکہ مثل کے اندر زیادہ برابر ہوتا ہے۔ اور اسی جنس و مالیت دونوں کی رعایت ہے پس مثل کے وجوب ہی میں نقصان کو دور کیا جائے گا۔

شرح

اور جو چیز غصب کی اور وہ ہلاک ہوگئی اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ چیز قیمی ہے تو قیمت تاوان دے اور مثلی ہے تو اس کی مثل

تاوان میں دے اور مثلی ہے مگر اس وقت موجود نہیں ہے یعنی بازار میں نہیں ملتی اگر چہ گھروں میں اس کا وجود ہے تو اس صورت میں بھی قیمت تاوان میں دے سکتا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ .(البقرہ،۱۹۴)

جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی۔

زیادتی کا بدلہ زیادتی نہیں ہوتا بلکہ وہ اصل میں ظلم اور زیادتی کا بدلہ ہوتا ہے جو کہ جائز ہے، مگر دونوں کی ظاہری شکل چونکہ ایک ہی ہوتی ہے، اس لئے اس کو مشاکلت یعنی ہم شکل ہونے کی بناء پر زیادتی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اسی لئے بلاغت کی زبان میں اسکو صنعت مشاکلت کہا جاتا ہے، سو زیادتی کے مرتکب کو اسکی زیادتی کی سزا دینے، اور اس سے بدلہ لینے کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس میں بھی یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ بدلہ برابر سرابر ہو، نہ کہ زیادہ کہ ظلم کے بدلے میں ظلم، اور زیادتی کے بدلے میں زیادتی کی اجازت نہیں کہ اس طرح مظلوم ظالم بن جائے گا، جو کہ جائز نہیں۔

مثلی چیز کی قیمت کی ادائیگی میں اختلاف کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى مِثْلِهِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ يَوْمَ يَخْتَصِمُونَ) وَهٰذَا (عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يَوْمَ الْغَصْبِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَوْمَ الِانْقِطَاعِ)لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَمَّا انْقَطَعَ الْتَحَقَ بِمَا لَا مِثْلَ لَهُ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ انْعِقَادِ السَّبَبِ إِذْ هُوَ الْمُوجِبُ .

وَلِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْوَاجِبَ الْمِثْلُ فِي الذِّمَّةِ .وَإِنَّمَا يُنْتَقَلُ إِلَى الْقِيمَةِ بِالِانْقِطَاعِ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الِانْقِطَاعِ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ النَّقْلَ لَا يَثْبُتُ بِمُجَرَّدِ الِانْقِطَاعِ ، وَلِهٰذَا لَوْ صَبَرَ إِلَى أَنْ يُوجَدَ جِنْسُهُ لَهُ ذٰلِكَ ، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْخُصُومَةِ وَالْقَضَاءِ بِخِلَافِ مَا لَا مِثْلَ لَهُ ؛ لِأَنَّهُ مُطَالَبٌ بِالْقِيمَةِ بِأَصْلِ السَّبَبِ كَمَا وُجِدَ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ عِنْدَ ذٰلِكَ

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب غاصب مغصوبہ چیز کی مثل کو ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس یوم مخاصمت والی قیمت لازم ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غصب والے دن کی قیمت لازم ہوگی۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جس دن بازار میں اس کا چلاؤ بند ہوا ہے اس دن کی قیمت لازم ہوگی۔ اس لئے کہ جب وہ چیز بازار سے نایاب ہوگئی تو وہ ان چیزوں

میں مل گئی ہے جس کی کوئی مثل نہیں ہوتی۔ پس ضمان کا سبب کے انعقاد والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کو واجب کرنے والا سبب ہی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے اصل میں واجب اس کے ذمہ پر مثل ہے اور جب مثل ختم ہوگئی تو اس کے بعد مثل کی قیمت کی جانب حکم کو منتقل کیا جائے گا۔ پس ختم ہونے والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے صرف انقطاع والے دن سے منتقل کرنا ثابت نہ ہوگا کیونکہ جب مغصوبہ چیز کی جنس مل جانے تک مغصوب انتظار کرنا چاہے تو وہ کرسکتا ہے۔ اور مثل قاضی کے فیصلہ کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ پس خصومت اور قضاء والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس چیز کے کہ جس کوئی مثل نہیں ہے۔ کیونکہ سبب کے پائے جانے کی وجہ سے اصل سبب یعنی غصب کی وجہ سے اس کی قیمت کو طلب کیا جائے گا۔ پس سبب کے پائے کے جانے کے وقت اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مثلی چیز اگر دوسری جنس کے ساتھ مخلوط ہو جائے اور تمیز دشوار ہو جیسے گیہوں کو جو میں ملا دیا یا تمیز نہ ہو سکے جیسے تل کا تیل کہ اس کو روغن زیتون میں ملا دیا یا پاک تیل کو ناپاک تیل میں ملا دیا اب یہ مثلی نہیں ہے بلکہ قیمی ہے۔ اور اسی طرح اگر اس میں صنعت کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جائے مثلاً تانبے وغیرہ کے برتن کہ یہ بھی قیمی ہیں اگر چہ تانبا مثلی تھا۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت)

لوٹنے اور مثلہ کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن یزید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 164)

کسی مسلمان کا مال لوٹنا حرام ہے لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ غیر مسلم کا مال لوٹنا حرام نہیں ہے بلکہ مقصد تو صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو کسی بھی حال میں اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمان بھائیوں کے مال کو ناحق طور پر اور زور زبردستی سے لوٹ مار لیں کیونکہ اس کا تعلق صرف حقوق العباد کی پامالی ہی سے نہیں ہے بلکہ معاشرہ اور سوسائٹی کے امن وسکون کی مکمل تباہی سے بھی ہے لہذا امن وسلامتی کے سرچشمہ اسلام کا تابعدار ہونے کے ناطے ایک مسلمان پر یہ ذمہ داری سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے معاشرہ اپنی قوم اور اپنے ملک کے نظام امن وامان کو درہم برہم ہونے اور لاقانونیت پھیلنے سے بچائے جس کا بنیادی پہلو یہ ہے کہ دوسرے کے مال دوسرے کی جائیداد اور دوسرے کے حقوق کی پامالی اور لوٹ مار کو اسی طرح ناقابل برداشت سمجھا جائے جس طرح اپنے مال اپنی جائیداد اور اپنے حقوق پر کسی کی دست درازی قطعاً برداشت نہیں ہو سکتی۔

مثلہ جسم کے کسی عضو مثلاً ناک اور کان وغیرہ کاٹ ڈالنے کو کہتے ہیں اسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح خدا کی

تخلیق میں بگاڑ اور بدنمائی پیدا کرنا لازم آتا ہے۔

غیر مثلی مغصوبہ چیز کی قیمت میں یوم غصب کے اعتبار کا بیان

قَالَ (وَمَا لَا مِثْلَ لَهُ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ يَوْمَ غَصَبَهُ) مَعْنَاهُ الْعَدَدِيَّاتُ الْمُتَفَاوِتَةُ ، لِأَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ مُرَاعَاةُ الْحَقِّ فِي الْجِنْسِ فَيُرَاعَى فِي الْمَالِيَّةِ وَحْدَهَا دَفْعًا لِلضَّرَرِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ .

أَمَّا الْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارِبُ فَهُوَ كَالْمَكِيلِ حَتَّى يَجِبَ مِثْلُهُ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ.وَفِي الْبُرِّ الْمَخْلُوطِ بِالشَّعِيرِ الْقِيمَةُ ، لِأَنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ .

ترجمہ

فرمایا اور جس چیز کی کوئی مثل نہیں ہے تو غاصب پر غصب کے دن والی قیمت لازم ہوگی ۔اس سے مراد عددی متفاوت اشیاء ہیں ۔کیونکہ جب جنس کے بارے میں حق کی رعایت کرنا ممکن نہ ہو تو صرف مالیت میں حق کی رعایت کی جاتی ہے ۔اس لئے حتیٰ الامکان نقصان کو دور کیا جائے ۔جبکہ عددی متقارب یہ کیل والی اشیاء کے حکم میں ہوا کرتی ہیں ۔یہاں تک کہ ان کی مثل واجب ہوتی ہے۔کیونکہ ان میں فرق تھوڑا ہوتا ہے اور گندم کے ساتھ مکس جو میں قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ اس کی مثل نہیں ہے۔

یوم غصب واختصام،انقطاع کی قیمت ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غیر مثلی چیز کے غصب پر امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک اور بعض ائمہ شوافع کے نزدیک اختصام والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا ۔امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یوم غصب والی قیمت کا اعتبار کریں گے ۔اور امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے انقطاع والے دن کی قیمت کا اعتبار کریں گے ۔امام احمد اور بعض ائمہ شوافع نے بھی اسی طرح کہا ہے۔(شرح الوقایہ، کتاب غصب، بیروت)

مثلی چیزوں کی ہلاکت پر ویسے ضمان کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس تھے تو امہات المومنین میں سے ایک نے اپنے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ کھانے کا بھیجا راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اسے توڑ دیا۔ابن المثنی راوی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ٹوٹے ہوئے پیالہ کے دونوں ٹکڑوں کو اٹھا کر ایک دوسرے میں ملا دیا اور اس میں کھانا جمع کرنا شروع کر دیا اور آپ نے فرمایا کہ تمہاری (صحابہ کرام کی) ماں کو غیرت آ گئی ۔ابن المثنی نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ چنانچہ سب نے کھا لیا۔حتیٰ کہ ان کے گھر سے کھانے کا پیالہ آ گیا آپ نے فرمایا کہ کھاؤ اس خادم کو روک لیا اور پیالہ بھی روک لیا یہاں تک کہ سب کھا پی کر فارغ ہو گئے پھر صحیح پیالہ خادم

کو دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اپنے گھر میں روک لیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 174)

خادم غلام کو بھی کہتے ہیں اور لونڈی کو بھی چنانچہ یہاں خادم سے مراد لونڈی ہی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کے ہاں لونڈی ہی وہ رکابی اور اس میں کھانے کی کوئی چیز لے کر آئی تھی۔ جب وہ رکابی گر کر ٹوٹ گئی اور اس میں سے کھانے کی وہ چیز بھی زمین پر گر گئی جو اس رکابی میں تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف رکابی کے ٹکڑوں کو اکٹھا کیا بلکہ کھانے کی اس چیز کو بھی نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کیا اس فعل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تحمل انتہائی تواضع اور ازواج مطہرات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجی اور عفو درگزر کے عالی جذبات ہی کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی تھی یہ دراصل اس واقعہ کو سننے پڑھنے والوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام ہے اس ارشاد کے ذریعہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف سے عذر بیان کیا کہ حضرت عائشہ سے جو یہ اضطراری فعل صادر ہوا وہ درحقیقت اس غیرت کی بناء پر تھا جو ہر عورت کی جبلت وسرشت میں داخل ہے کہ کوئی بھی عورت خواہ وہ کتنے ہی اونچے مقام پر کیوں فائز ہو اپنی سوکن کے تئیں مخصوص رقیبانہ اور رشک آمیز جذبات واحساسات سے عاری نہیں ہو سکتی اور نہ کسی بھی عورت کے بس کی یہ بات ہے کہ وہ اپنی طبیعت اور اپنے نفس کو اس طبعی اور جبلی جذبہ سے محفوظ رکھ لے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تاکہ لوگ حضرت عائشہ کے اس فعل کو برائی پر محمول نہ کریں بلکہ یہ جان لیں کہ ان سے یہ فعل بتقاضائے بشریت سرزد ہو گیا تھا جس میں ان کے مقصد وارادے یا کسی برائی کا قطعاً کوئی دخل نہیں تھا۔

قاضی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں نقل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکابی توڑ دینا ایک طرح کا غصب تھا کیونکہ اس سے ایک دوسرے کا مال تلف ہوا اگرچہ اس کا سبب خواہ کچھ ہی رہا ہو۔

غاصب پر عین مغصوبہ کو واپس کرنے کا بیان

قَالَ (وَعَلَى الْغَاصِبِ رَدُّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ) مَعْنَاهُ مَا دَامَ قَائِمًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تَرُدَّ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَأْخُذَ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا وَلَا جَادًّا ، فَإِنْ أَخَذَهُ فَلْيَرُدَّهُ عَلَيْهِ) " وَلِأَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُودٌ وَقَدْ فَوَّتَهَا عَلَيْهِ فَيَجِبُ إعَادَتُهَا بِالرَّدِّ إلَيْهِ ، وَهُوَ الْمُوجِبُ الْأَصْلِيُّ عَلَى مَا قَالُوا ، وَرَدُّ الْقِيمَةِ مُخَلِّصٌ خَلَفًا ؛ لِأَنَّهُ قَاصِرٌ ، إذْ الْكَمَالُ فِي رَدِّ الْعَيْنِ وَالْمَالِيَّةِ .

وَقِيلَ الْمُوجِبُ الْأَصْلِيُّ الْقِيمَةُ وَرَدُّ الْعَيْنِ مُخَلِّصٌ ، وَيَظْهَرُ ذَلِكَ فِي بَعْضِ الْأَحْكَامِ ، (وَالْوَاجِبُ الرَّدُّ فِي الْمَكَانِ الَّذِي غَصَبَهُ) لِتَفَاوُتِ الْقِيَمِ بِتَفَاوُتِ الْأَمَاكِنِ (فَإِنْ ادَّعَى هَلَاكَهَا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهَا لَوْ كَانَتْ بَاقِيَةً لَأَظْهَرَهَا ثُمَّ قَضَى عَلَيْهِ بِبَدَلِهَا) ؛

لِأَنَّ الْوَاجِبَ رَدُّ الْعَيْنِ وَالْهَلَاكُ بِعَارِضٍ ، فَهُوَ يَدَّعِي أَمْرًا عَارِضًا بِخِلَافِ الظَّاهِرِ فَلَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ كَمَا إِذَا ادَّعَى الْإِفْلَاسَ وَعَلَيْهِ ثَمَنُ مَتَاعٍ فَيُحْبَسُ إِلَى أَنْ يُعْلَمَ مَا يَدَّعِيهِ ، فَإِذَا عَلِمَ الْهَلَاكَ سَقَطَ عَنْهُ رَدُّهُ فَيَلْزَمُهُ رَدُّ بَدَلِهِ وَهُوَ الْقِيمَةُ .

ترجمه

اور غاصب پر لازم ہے مغصوبہ چیز کے عین کو واپس کرے۔ جب تک وہ چیز موجود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفر مایا کہ غصب کی گئی چیز جب تک واپس نہ کی جائے اس وقت تک وہ قبضہ میں رہتی ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی کیلئے بھی مذاق میں اپنے بھائی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔اور اگر کسی نے لیا ہے تو اس کو چاہے کہ وہ اس کو واپس کرے۔ کیونکہ قبضہ میں حق مقصود ہے۔ اس لئے کہ غاصب کے غصب کی وجہ سے مالک کا قبضہ ختم ہو جاتا ہے پس مغصوبہ چیز کو واپس کرتے ہوئے مالک کا اس پر قبضہ کرنا لازم ہوگا۔اور اصل میں وجوب اسی سے ہے۔جس طرح مشائخ فقہاء نے کہا ہے۔اور قیمت کی واپسی یہ بھی بطور نیابت چھٹکارہ حاصل کرنا ہے۔اس لئے کہ یہ ناقص واپسی ہے۔جبکہ کمال یہ ہے مکمل واپسی اور مالیت دونوں کو واپس کیا جائے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا موجب اصلی قیمت ہے۔جبکہ عین کی واپسی یہ نجات ہے اور کئی احکام یہ حکم اس طرح بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

اور غاصب نے مغصوبہ چیز کو جس جگہ پر غصب کیا تھا اسی جگہ پر اس کو واپس کرنا لازم ہوگا کیونکہ جگہ کی تبدیلی کے سبب قیمت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

اور جب غاصب نے مغصوبہ چیز کا ہلاکت کا دعویٰ کر دیا ہے تو حاکم اس کو قید کر دے گا۔ یہاں تک کہ جب مغصوبہ چیز موجود کے ہونے کی صورت میں وہ اس کو ظاہر کر دیتا۔یا پھر وہ اس کی ہلاکت پر گواہی کو پیش کر دے۔اس کے بعد جب غاصب پر قاضی نے مغصوبہ چیز کے عین کے بدل کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کیونکہ عین کو واپس کرنا لازم ہے۔جبکہ ہلاکت کسی عارضی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔جبکہ غاصب ایک عارضی معاملے کا دعویٰ کرنے والا ہے۔جو اس وقت ظاہر کے خلاف ہے۔پس اس کا قول قبول نہ کیا جائے گا۔

یہ ایسے ہی ہے کہ جب کسی شخص نے غریب ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ اس کے پاس اس سامان کی قیمت بھی موجود ہے تو اس کے دعویٰ کے ثبوت تک اس کو قید میں رکھا جائے گا۔اور جب مغصوبہ چیز کی ہلاکت پتہ چل جائے تو اب غاصب سے عین مغصوبہ چیز کی واپسی ساقط ہو جائے گی۔اور اس کے بدلے میں اس پر قیمت کو واپس کرنا واجب ہوگا۔

مسلمان کے مال کی حرمت کا حرمت جان کی طرح ہونے کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منه" کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر استعمال کرنا حلال نہیں ہے۔"اس حدیث کا عموم بھی اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ باپ پر اپنے بیٹے کے مال کو

استعمال کرنا حرام ہے، کیونکہ اس حدیث میں والد سمیت کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

امام بیہقی اپنے استدلال کے لیے ایک مرسل روایت بھی لائے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل احد احق بمالہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین، "ہر شخص اپنے مال کا، اپنے والد، اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہے۔" یہ حدیث اپنے مدلول پر واضح اور نص صریح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کہا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یوم الاضحیٰ کو اس اُمت کے لئے عید کا دن بنادوں۔ اس آدمی نے کہا: آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میں اپنے بیٹے کے منیحہ (ایسا بالغ جانور ہے جو دودھ دوہنے کے لئے کسی کو مخصوص مدت کے بعد واپس کرنے کی شرط پر دیا گیا ہو) کے علاوہ کوئی جانور نہ حاصل کرسکوں تو کیا اس کو قربان کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں (وہ جانور مت قربان کر) لیکن تو اپنے بالوں، ناخنوں اور مونچھوں کو کاٹ لے اور اپنے زیر ناف بالوں کو مونڈ لے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی تیری مکمل قربانی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اپنے بیٹے کا منیحۃ ذبح کرنے سے منع کر دیا اور اس کو اپنے ذاتی مال سے قربانی کرنے کا حکم دیا اور اس کی ترغیب دی تو اس سے ثابت ہوا کہ بیٹے کے مال کا حکم باپ کے مال کے حکم سے مختلف ہے۔

غلام باندی کا مالک کی ملکیت پر اجماع اُمت

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نصوص اور اجماع سے یہ صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس غلام اور باندی ہو اور ان دونوں کا والد بھی زندہ ہو تو وہ غلام اور لونڈی اپنے مالک کی ملکیت ہیں، اپنے باپ کی نہیں۔

حفاظت مال میں متفق علیہ اُصول

تمام اہل علم کے نزدیک متفق علیہ اُصول ہے کہ ہر انسان کے مال کی حفاظت کی جائے اور کسی دوسرے شخص کو اس کے مال میں شریک نہ کیا جائے اور اس کے مال پر کسی غیر کی ملکیت دلیل قطعی کے بغیر ثابت نہ ہوگی اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم بیٹے کے مال کو باپ کی ملکیت قرار دے دیں۔

غصب مال کو اپنے مال کے غصب پر قیاس کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے جانور کا دودھ اس کی اجازت یعنی اس کے حکم ورضا کے بغیر نہ دوہے کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرسکتا ہے کہ کوئی شخص اس کے خزانہ یعنی اس کے غلہ کو گودام میں آئے اور اس کا خزانہ گودام کھول دے یہاں تک کہ اس کا غلہ اٹھالیا جائے اسی طرح جان لو کہ دوسروں کے جانوروں کے تھن ان کی غذائی ضرورت یعنی دودھ کی حفاظت کرتے ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 163)

جانوروں کے تھن کو غلہ وغیرہ کے گودام سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح تم اپنے غلوں کو گوداموں میں بھر کر محفوظ رکھتے ہو اسی طرح دوسرے لوگوں کے جانور اپنے تھنوں میں اپنے مالک کی غذائی ضرورت یعنی دودھ کو محفوظ رکھتے ہیں لہذا جس طرح تم اس بات کو کبھی بھی پسند وگوارا نہیں کر سکتے کہ کوئی دوسرا شخص تمہارے گوداموں اور تمہارے خزانوں کو غیر محفوظ بن کر وہاں سے غلہ یا دوسری محفوظ اشیاء نکال لے اسی طرح تمہارا یہ فعل بھی جانوروں کے مالکوں کو کیسے گوارہ ہوسکتا ہے کہ تم ان جانوروں کے تھنوں سے دودھ نکال لو۔ حاصل یہ کہ تم دوسروں کے مال پر بری نگاہ نہ ڈالو اور دوسروں کے حقوق کو غصب نہ کرو تا کہ کوئی دوسرا تمہارے مال کو غصب نہ کرے۔ اور جس طرح تم اپنا مال غصب کیا جانا گوارہ نہیں کر سکتے اسی طرح کسی دورے کا مال خود غصب کرنا بھی گوارہ نہ کرو۔

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے اس ارشاد گرامی پر عمل کرتے ہوئے یہ فتوی دیا ہے کہ کسی کے جانور کا دودھ مالک کی اجازت کے بغیر دوہنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بھوک سے بے حال ہو رہا ہو تو اس کے لیے اتنی اجازت ہے کہ وہ بقدر ضرورت کسی کے جانور کا دودھ پی لے مگر پھر اس کی قیمت ادا کرے۔ اگر اس کے پاس موجود ہو تو اسی وقت یہ قیمت دیدے ورنہ بعد میں جب بھی قادر ہو قیمت کی ادائیگی کر دے۔

غصب کا منقولات ومحولات میں ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْغَصْبُ فِيمَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ) ؛ لِأَنَّ الْغَصْبَ بِحَقِيقَتِهِ يَتَحَقَّقُ فِيهِ دُونَ غَيْرِهِ ؛ لِأَنَّ إزَالَةَ الْيَدِ بِالنَّقْلِ .

(وَإِذَا غَصَبَ عَقَارًا فَهَلَكَ فِي يَدِهِ لَمْ يَضْمَنْهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .
وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَضْمَنُهُ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ الْأَوَّلُ ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ لِتَحَقُّقِ إثْبَاتِ الْيَدِ ، وَمِنْ ضَرُورَتِهِ زَوَالُ يَدِ الْمَالِكِ لِاسْتِحَالَةِ اجْتِمَاعِ الْيَدَيْنِ عَلَى مَحَلٍّ وَاحِدٍ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ فَيَتَحَقَّقُ الْوَصْفَانِ وَهُوَ الْغَصْبُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَصَارَ كَالْمَنْقُولِ وَجُحُودِ الْوَدِيعَةِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْغَصْبَ إثْبَاتُ الْيَدِ بِإِزَالَةِ يَدِ الْمَالِكِ بِفِعْلٍ فِي الْعَيْنِ ، وَهَذَا لَا يُتَصَوَّرُ فِي الْعَقَارِ ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمَالِكِ لَا تَزُولُ إلَّا بِإِخْرَاجِهِ عَنْهَا ، وَهُوَ فِعْلٌ فِيهِ لَا فِي الْعَقَارِ فَصَارَ كَمَا إذَا بَعُدَ الْمَالِكُ عَنْ الْمَوَاشِي . وَفِي الْمَنْقُولِ : النَّقْلُ فِعْلٌ فِيهِ وَهُوَ الْغَصْبُ .
وَمَسْأَلَةُ الْجُحُودِ مَمْنُوعَةٌ ، وَلَوْ سُلِّمَ فَالضَّمَانُ هُنَاكَ بِتَرْكِ الْحِفْظِ الْمُلْتَزَمِ

وَبِالْجُحُودِ تَارِكٌ لِذَلِكَ

ترجمہ

اور غصب منقولات ومحولات میں ثابت ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ غصب کا حقیقی معنی منقولات میں ظاہر ہونے والا ہے۔ جبکہ غیر منقولات میں اس کا معنی ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔ کیونکہ غصب شدہ چیز کا قبضہ نقل کرنے کی وجہ سے ختم ہوتا ہے۔ اور جب کسی شخص نے غیر منقولہ جائیداد کو غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو غاصب اس کا ضامن نہیں بن سکے گا۔ یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غاصب اس کا ضامن ہوگا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول اول بھی اسی طرح ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ غصب کرنے کی وجہ سے قبضہ ثابت ہو جاتا ہے۔ لہذا اثبات قبضہ غاصب کیلئے لازم ہوگا۔ تا کہ مالک کا قبضہ ختم ہو جائے۔ کیونکہ بیک وقت ایک ہی جگہ پر دو قبضوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ پس غصب ان دونوں اوصاف سے ثابت ہو جائے گا اور اسی پر دلیل بھی غصب بن جائے گا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ غصب منقول کے غصب کرنے اور ودیعت سے انکار کرنے جیسا بن جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے عین میں غاصب کے عمل کے سبب سے مالک کی ملکیت کو ختم کرتے ہوئے اپنی ملکیت کو ثابت کر دینا یہ غصب ہے جبکہ غیر منقولہ جائیداد میں یہ چیز تصور نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ غیر منقولہ جائداد سے مالک کو نکالے بغیر اس کا قبضہ ثابت نہ ہوگا اور یہ شخص مالک ہونے میں عمل کرنے والا ہے عقار میں نہیں ہے لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مالک کو مویشی جانوروں سے دور بھیج دیا جائے۔ اور منقولہ چیز میں نقل کرنا اس چیز میں عمل ہوا کرتی ہے۔ یہی فعل غصب ہوتا ہے۔ جبکہ انکار ودیعت والا مسئلہ ہم ماننے والے نہیں ہیں اور اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہاں مودع پر ضمان اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر لازم کردہ حفاظت کو چھوڑنے والا ہے۔ اس کا انکاری ہونا یہ لازم کردہ حفاظت کو چھوڑنے پر دلیل ہے۔

غصب شدہ عقار کی ہلاکت پر ضمان نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے غیر منقولہ جائیداد کو غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو غاصب اس کا ضامن نہیں بن سکے گا۔ یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غاصب اس کا ضامن ہوگا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول اول بھی اسی طرح ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ غصب کرنے کی وجہ سے قبضہ ثابت ہو جاتا ہے۔ یہی مذہب امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب غصب، بیروت)

اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں

(اور غصب کی گئی چیز یا تو جائداد ہوگی یا پھر منتقل ہونے والی چیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جس کسی نے بھی ایک بالشت زمین ظلم زیادتی سے حاصل کی اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا) غاصب پر ضروری اور لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کیہاں توبہ کرے اور غصب کی ہوئی چیز کو اس کے مالک کو واپس لوٹائے اور اس سے معافی و درگزر طلب کرے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی کی طرف راہنمائی کی ہے۔

عقار میں نقص کا ضمان غاصب پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا نَقَصَهُ مِنْهُ بِفِعْلِهِ أَوْ سُكْنَاهُ ضَمِنَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّهُ إتْلَافٌ وَالْعَقَارُ يُضْمَنُ بِهِ كَمَا إذَا نَقَلَ تُرَابَهُ ؛ لِأَنَّهُ فِعْلٌ فِي الْعَيْنِ وَيَدْخُلُ فِيمَا قَالَهُ إذَا انْهَدَمَتْ الدَّارُ بِسُكْنَاهُ وَعَمَلِهِ ، فَلَوْ غَصَبَ دَارًا وَبَاعَهَا وَسَلَّمَهَا وَأَقَرَّ بِذَلِكَ وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُ غَصْبَ الْبَائِعِ وَلَا بَيِّنَةَ لِصَاحِبِ الدَّارِ فَهُوَ عَلَى الِاخْتِلَافِ فِي الْغَصْبِ هُوَ الصَّحِيحُ

قَالَ (وَإِذَا انْتَقَصَ بِالزِّرَاعَةِ يَغْرَمُ النُّقْصَانَ) ؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ الْبَعْضَ فَيَأْخُذُ رَأْسَ مَالِهِ وَيَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ .

قَالَ (وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ) وَسَنَذْكُرُ الْوَجْهَ مِنْ الْجَانِبَيْنِ .

ترجمہ

اور جب کسی غاصب کے ہاں اس کے اپنے عمل کی وجہ سے عقار میں عیب آگیا ہے تو بہ اتفاق اس کا ضمان غاصب پر ہوگا۔ اور یہ اتلاف ہے۔ اور اتلاف کے سبب سے غیر منقولہ جائداد مضمون ہوا کرتی ہے۔ جس طرح غاصب نے اس کی مٹی کو منتقل کر دیا ہے کیونکہ یہ عین عمل ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس سے نقص کا مسئلہ بیان کیا ہے اس میں یہ مسئلہ بھی شامل ہے۔

اور جب غاصب کے رہنے یا کسی سبب سے وہ گھر تباہ ہو جائے تب اس پر ضمان ہوگا اور جب کسی شخص نے گھر کو غصب کر کے بیچ ڈالا ہے اور اس نے خریدار کے سپرد بھی کر دیا ہے اور غاصب اس غصب کا اقرار کرنے والا بھی ہے جبکہ مشتری بائع کے غصب کا انکاری ہے اور گھر والوں کے پاس گواہی کوئی نہیں ہے۔ تو صحیح قول کے مطابق یہ مسئلہ بھی عقار کو غصب کرنے والے مسئلہ کی طرح اختلافی ہے۔

اور جب کاشتکاری کے سبب سے غیر منقولہ جائداد میں نقص پیدا ہو گیا ہے تو غاصب نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے عقار کا کچھ ہی حصہ ضائع کیا ہے۔ پس غاصب اپنا راس المال کو لیتے ہوئے بقیہ کو صدقہ کر دے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حکم طرفین کے مطابق ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زائد کو وہ صدقہ نہ کرے گا۔ اور دونوں کے دلائل کو ہم عنقریب بیان کر کے ان کا فرق بھی بیان کر دیں گے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں اور جب کسی کی جائداد غیر منقولہ چھین لی۔ اگر یہ چیز موجود ہے تو مالک کو دلا دی جائے گی اور اگر ہلاک ہوگئی مثلاً مکان تھا گر گیا اور ہلاک ہونا آفت سماویہ سے ہو مثلاً زمین دریا برد ہوگئی، مکان بارش کی کثرت یا زلزلہ یا آندھی سے گر گیا تو ضمان واجب نہیں اور اگر ہلاک ہونا کسی کے فعل سے ہو تو اس پر ضمان واجب ہے۔ غاصب نے ہلاک کیا ہو تو غاصب تاوان دے کسی اور نے کیا ہو تو وہ دے اور اگر وہ چیز مثلاً مکان موجود ہے مگر غاصب کے رہنے استعمال کرنے کی وجہ سے اس میں نقصان پیدا ہو گیا ہے یا کھیت میں زراعت کرنے کی وجہ سے زمین کمزور ہوگئی تو اس نقصان کا تاوان دینا ہوگا۔ اور نقصان کا اندازہ یوں کیا جائے گا کہ اس زمین کا اس حالت میں کیا لگان ہوتا اور اب کیا ہے، مکان کی اوس حالت میں کیا قیمت ہوتی اور اس حالت میں کیا ہے۔

اور جب زمین غصب کی اور کاشت کی جس کی وجہ سے اسے زمین کا نقصان دینا پڑا تو بیج اور یہ نقصان کی مقدار پیداوار میں سے لے لے باقی جو کچھ غلہ ہے اسے تصدق کر دے مثلاً من بھر بیج ڈالے تھے اور ایک من کی قیمت کی قدر ضمان دینا پڑا اور کھیت میں چار من غلہ پیدا ہوا تو دو من خود لے لے اور دو من صدقہ کر دے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جائداد موقوفہ مکان یا زمین کو غصب کیا اس کا تاوان دینا ہوگا اگر چہ اس نے خود ہلاک نہ کی ہو بلکہ اس سے جو کچھ منفعت حاصل کی ہے اس کا بھی تاوان دینا ہوگا مکان میں سکونت کی تو واجبی کرایہ لیا جائے گا زمین میں زراعت کی تو لگان وصول کیا جائے گا۔ اسی طرح نابالغ کی جائداد غیر منقولہ پر قبضہ کیا تو اس کا ضمان لیا جائے گا اور منافع حاصل کیے تو اُجرت مثل بھی لی جائے گی۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت)

ظلم سے زمین چھیننے پر وعید کا بیان

اور از راہ ظلم کسی کی زمین غصب کرنیوالے کی مختلف سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کے گلے میں زمین کا وہ قطعہ طوق بنا کر ڈالا جائے گا جو اس نے کسی سے زبردستی ہتھیایا ہوگا اوپر کی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کرنیوالا قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبقہ تک دھنسایا جائے گا۔ یہاں اس حدیث میں یہ سزا ذکر کی گئی ہے کہ کسی کی زمین پر ناجائز طریقہ سے قبضہ کرنیوالا حشر کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ اس زمین کی ساری مٹی اپنے سر پر اٹھائے۔ آنیوالی حدیث اس بارے میں سزا کی ایک اور قسم کو بیان کر رہی ہے۔ گویا عذاب و سزا کی مختلف صورتیں اور قسمیں ہیں چنانچہ کسی کو اس طرح عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور کسی کو اس طرح سزا دی جائے گی۔

حضرت یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر بھی

زمین ازراہ ظلم لے گا سے اس کی قبر میں اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور کریگا کہ وہ اس زمین کو ساتویں طبقہ زمین تک کھودتا رہے پھر وہ زمین اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی اور وہ قیامت تک اسی حال میں رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن لوگوں کا حساب کتاب ہو جائے (مسند احمد)

منقل ہونے والی چیز کا غاصب سے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا هَلَكَ النَّقْلِيُّ فِي يَدِ الْغَاصِبِ بِفِعْلِهِ أَوْ بِغَيْرِ فِعْلِهِ ضَمِنَهُ) وَفِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ : وَإِذَا هَلَكَ الْغَصْبُ وَالْمَنْقُولُ هُوَ الْمُرَادُ لِمَا سَبَقَ أَنَّ الْغَصْبَ فِيمَا يُنْقَلُ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ بِالْغَصْبِ السَّابِقِ إِذْ هُوَ السَّبَبُ .

وَعِنْدَ الْعَجْزِ عَنْ رَدِّهِ يَجِبُ الْقِيمَةُ أَوْ يَتَقَرَّرُ بِذَلِكَ السَّبَبُ وَلِهَذَا تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْغَصْبِ .

(وَإِنْ نَقَصَ فِي يَدِهِ ضَمِنَ النُّقْصَانَ) ؛ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ جَمِيعُ أَجْزَائِهِ فِي ضَمَانِهِ بِالْغَصْبِ ، فَمَا تَعَذَّرَ رَدُّ عَيْنِهِ يَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ ، بِخِلَافِ تَرَاجُعِ السِّعْرِ إِذَا رَدَّ فِي مَكَانِ الْغَصْبِ ؛ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ فُتُورِ الرَّغَبَاتِ دُونَ فَوْتِ الْجُزْءِ ، وَبِخِلَافِ الْمَبِيعِ ؛ لِأَنَّهُ ضَمَانُ عَقْدٍ . أَمَّا الْغَصْبُ فَقَبْضٌ وَالْأَوْصَافُ تُضْمَنُ بِالْفِعْلِ لَا بِالْعَقْدِ عَلَى مَا عُرِفَ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَمُرَادُهُ غَيْرُ الرِّبَوِيِّ ، أَمَّا فِي الرِّبَوِيَّاتِ لَا يُمْكِنُهُ تَضْمِينُ النُّقْصَانِ مَعَ اسْتِرْدَادِ الْأَصْلِ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا .

ترجمہ

اور جب منقل ہو جانے والی چیز غاصب کے ہاں سے ہلاک ہو جائے اگر چہ اس میں غاصب کا عمل ہو یا نہ ہو تو اس کا ضامن غاصب ہوگا۔ جبکہ قدوری اکثر نسخہ جات میں یہ لکھا ہے کہ جب غصب ہلاک ہو جائے اور اس سے مراد منقول چیزیں ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ منقولات سے غصب ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ سابقہ غصب سے ہی عین غاصب کے ضمان میں شامل ہو چکی ہے۔ کیونکہ ضمان کا سبب غصب ہے۔ اور وہ اس وقت ہے جب عین کو واپس کرنا ناممکن ہو تو قیمت کو واپس کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یا اس کے سبب سے قیمت کو واپس کرنا بھی ثابت ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے غصب کے دن والی مغصوبہ چیز کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور مغصوبہ چیز کا غاصب کے ہاں کوئی عیب نکل آئے تب بھی غاصب نقصان کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ غصب کی وجہ سے مغصوبہ

چیز کے تمام حصے غاصب کی ضمان میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور جب عین مغصوبہ کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت کو واپس کرنا واجب ہوگا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی غصب شدہ مکان میں مغصوبہ چیز کی واپسی کرتے وقت اس کی قیمت کم ہو جائے تو اب غاصب ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ کمی ڈیمانڈ کی کمی کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ مغصوبہ کا کوئی حصہ ختم نہیں ہوا ہے۔ بہ خلاف مبیع کے کیونکہ یہ ضمان عقد ہے جبکہ غصب قبضہ ہوتا ہے اور اوصاف عمل سے مضمون ہوتے ہیں۔ عقد سے مضمون نہیں ہوا کرتے جس طرح پہلے بتا چکے ہیں۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ غاصب کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانے میں امام قدوری علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ مغصوبہ مال پر کوئی سود نہ ہو کیونکہ سودی اموال میں اصل کو واپس لینے کے ساتھ ساتھ نقصان کو ضامن بنانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سود کی جانب لے جانے والا ہے۔

شرح

حضرت سمرۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا مال بعینہ کسی کے پاس دیکھے تو وہ اس کو لے لینے کا حقدار ہے اور اس کو خریدنے والا اس شخص کا پیچھا کرے جس نے اسے بیچا ہے۔

(احمد ابوداؤد نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 170)

حدیث کے مفہوم کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی کا کوئی مال غصب کیا یا کسی کی کوئی چیز چوری کی یا کسی شخص کی کوئی گمشدہ چیز اس کے ہاتھ لگ گئی اور اس نے وہ چیز کسی دوسرے شخص کو بیچ دی تو اب اگر مالک اپنی وہ چیز خریدنے والے کے پاس دیکھے تو اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی چیز اس سے لے لے اور خریدنے والے نے وہ چیز جس سے خریدی ہے اس کا پیچھا کر کے اس سے اپنی قیمت واپس لے لے۔

جان بوجھ کر دوسروں کا مال کھانے میں حرمت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں اس شخص کے بارے میں حکم ہے جس پر کسی اور کا مال چاہئے اور اس حقدار کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو یہ شخص کا انکار کر جائے اور حاکم کے پاس جا کر بری ہو جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اس پر اس کا حق ہے وہ اس کا مال مار رہا ہے اور حرام کھا رہا ہے اور اپنے آپ گنہگاروں میں کر رہا ہے،

حضرت مجاہد سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ، سدی مقاتل بن حیان، عبدالرحمٰن بن زید اسلم بھی یہی فرماتے ہیں کہ باوجود اس علم کے کہ تو ظالم ہے جھگڑا نہ کر، بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں انسان ہوں میرے پاس لوگ جھگڑے لے کر آتے ہیں شاید ایک دوسرے سے زیادہ حجت باز ہو اور میں اس کی چکنی چپڑی تقریر سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ درحقیقت میرا فیصلہ واقعہ کے خلاف ہو) تو سمجھ لو کہ جس کے حق میں اس طرح کے فیصلہ سے کسی مسلمان کے حق کو میں دلوا دوں وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اٹھا لے خواہ نہ اٹھائے، میں کہتا ہوں یہ آیت اور

حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ حاکم کا حکم کسی معاملہ کی حقیقت کو شریعت کے نزدیک بدلتا نہیں، فی الواقع بھی نفس الامر کے مطابق ہو تو خیر ورنہ حاکم کو تو اجر ملے گا، لیکن اس فیصلہ کی بنا پر حق کو ناحق کو حق لینے والا اللہ کا مجرم ٹھہرے گا اور اس پر وبال باقی رہے گا، جس پر آیت مندرجہ بالا گواہ ہے، کہ تم اپنے دعوے کو باطل ہونے کا علم رکھتے ہوئے لوگوں کے مال مار کھانے کے لئے جھوٹے مقدمات بنا کر جھوٹے گواہ گزار کرنا جائز طریقوں سے حکام کو غلطی کھلا کر اپنے دعووں کو ثابت نہ کیا کرو،

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگو! سمجھ لو کہ قاضی کا فیصلہ تیرے لئے حرام کو حلال نہیں کر سکتا اور نہ باطل کو حق کر سکتا ہے، قاضی تو اپنی عقل سمجھ سے گواہوں کی گواہی کے مطابق ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھی آخر انسان ممکن ہے خطا کرے اور ممکن ہے خطا سے بچ جائے تو جان لو کہ اگر فیصلہ قاضی کا واقعہ کے خلاف ہو تو تم صرف قاضی کا فیصلہ اسے جائز مال نہ سمجھ لو یہ جھگڑا باقی ہی ہے یہاں تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں جمع کرے اور باطل والوں پر حق والوں کو غلبہ دے کر ان کا حق ان سے دلوائے اور دنیا میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کے خلاف فیصلہ صادر فرما کر اس کی نیکیوں میں اسے بدلہ دلوائے۔

غلام کو غصب کرتے ہوئے نفع اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَاسْتَغَلَّهُ فَنَقَصَتْهُ الْغَلَّةُ فَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ) ؛ لِمَا بَيَّنَّا (وَيَتَصَدَّقُ بِالْغَلَّةِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهَذَا عِنْدَهُمَا أَيْضًا .وَعِنْدَهُ لَا يَتَصَدَّقُ بِالْغَلَّةِ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا أَجَّرَ الْمُسْتَعِيرُ الْمُسْتَعَارَ .لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ حَصَلَ فِي ضَمَانِهِ وَمِلْكِهِ.

أَمَّا الضَّمَانُ فَظَاهِرٌ ، وَكَذَا الْمِلْكُ ؛ لِأَنَّ الْمَضْمُونَاتِ تُمْلَكُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مُسْتَنِدًا عِنْدَنَا .وَلَهُمَا أَنَّهُ حَصَلَ بِسَبَبٍ خَبِيثٍ وَهُوَ التَّصَرُّفُ فِي مِلْكِ الْغَيْرِ ، وَمَا هَذَا حَالُهُ فَسَبِيلُهُ التَّصَدُّقُ ، إذْ الْفَرْعُ يَحْصُلُ عَلَى وَصْفِ الْأَصْلِ وَالْمِلْكُ الْمُسْتَنِدُ نَاقِصٌ فَلَا يَنْعَدِمُ بِهِ الْخَبَثُ .

(فَلَوْ هَلَكَ الْعَبْدُ فِي يَدِ الْغَاصِبِ حَتَّى ضَمِنَهُ لَهُ أَنْ يَسْتَعِينَ بِالْغَلَّةِ فِي أَدَاءِ الضَّمَانِ) ؛ لِأَنَّ الْخَبَثَ لِأَجْلِ الْمَالِكِ ، وَلِهَذَا لَوْ أَدَّى إلَيْهِ يُبَاحُ لَهُ التَّنَاوُلُ فَيَزُولُ الْخَبَثُ بِالْأَدَاءِ إلَيْهِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَهُ فَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي ثُمَّ اُسْتُحِقَّ وَغَرِمَهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَعِينَ بِالْغَلَّةِ فِي أَدَاءِ الثَّمَنِ إلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الْخَبَثَ مَا كَانَ لِحَقِّ الْمُشْتَرِي إلَّا إذَا كَانَ لَا يَجِدُ غَيْرَهُ ؛ لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إلَيْهِ ، وَلَهُ أَنْ يَصْرِفَهُ إلَى حَاجَةِ نَفْسِهِ ، فَلَوْ أَصَابَ مَالًا تَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ إنْ كَانَ غَنِيًّا وَقْتَ الِاسْتِعْمَالِ ، وَإِنْ كَانَ فَقِيرًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا ذَكَرْنَا

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے غلام کو غصب کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ اس کے سب اس میں عیب پیدا ہوگیا تو غاصب پر نقصان کا ضمان ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور غاصب نفع کو صدقہ کرے۔ یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا کہ وہ غلے کو صدقہ نہیں کرے گا۔ اور اس کا اختلاف وہی ہے کہ جب مستعیر نے کوئی مستعار چیز کو اجارے پر دے دیا ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نفع غاصب کی ضمان اور اس کی ملکیت کے سبب حاصل ہوا ہے۔ پس ضمان کا مسئلہ تو واضح ہے اور مضمون چیز کو اس کی ملکیت بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ضمان دینے کے سبب وقت غصب کی جانب منسوب ہوتے ہوئے مضمونات مملوک ہو جاتی ہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہ فائدہ غلط طرح سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ یہ تو دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنے کے سبب سے حاصل ہوا ہے۔ اور جو نفع اس طریقے سے حاصل ہو اس کا طریقہ صدقہ ہے۔ کیونکہ فرع اصل کے وصف پر متفرع ہونے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ منسوب ہونے والی ملکیت ناقص ہے کیونکہ اس خباثت ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اور اگر وہ غلام اس غاصب کے ہاں ہلاک ہوگیا ہے اور غاصب ہی اس کا ضامن بنے تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اسی نفع سے ادائیگی کرے۔ کیونکہ خباثت مالک کے سبب سے واقع ہوئی ہے اس لئے کہ جب غاصب یہ فائدہ مالک کو دیگا تو اس مالک کیلئے اس کا استعمال کرنا مباح بن جائے گا۔ پس خباثت مالک کو دینے کے سبب سے ختم ہو جائے گی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب غاصب نے مغصوبہ غلام کو بیچ دیا ہے اور وہ خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا ہے اور اس کے بعد غلام کا کوئی حقدار نکل آیا ہے اور خریدار نے اس کا تاوان بھی ادا کر دیا ہے تو بائع کیلئے یہ حق حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ خریدار کو ثمن واپس کرنے میں فائدے سے کام لے کیونکہ نفع کی خباثت یہ مشتری کے حق کے سبب سے نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب بائع کے پاس کوئی دوسرا غلہ نہیں ہے تو اب وہ اس غلہ کا ضرورت مند ہوگا اور ضرورت مند کو اپنے لئے ایسا مال تصرف میں لانے کی اجازت ہے اور اس کے بعد جب بائع کو کچھ مال مل گیا ہے اور اس نفع کو استعمال میں لانے کے وقت بائع مالدار بنا ہے تو وہ مال کی مقدار کے مطابق نفع کو صدقہ کر دے۔ اور اگر وہ استعمال میں لانے کے وقت ضرورت مند ہے تو اس کچھ بھی لازم نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

کسی چیز کے نقصان میں صور اربعہ کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی چیز میں نقصان کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) نرخ کا کم ہو جانا۔ (۲) اس کے اجزا کا جاتا رہنا مثلاً غلام کی آنکھ جاتی رہی۔ (۳) وصف مرغوب فیہ کا فوت ہو جانا مثلاً بہرا ہو گیا، آنکھ کی روشنی جاتی رہی، گیہوں خشک ہو گیا، سونے چاندی کے زیور تھے ٹوٹ کر سونا چاندی رہ گئے۔ (۴) معنی مرغوب فیہ جاتے رہے مثلاً غلام کوئی کام کرنا جانتا تھا غاصب کے پاس جا کر وہ کام بھول گیا۔

پہلی صورت میں اگر مغصوب چیز دے دی تو ضمان واجب نہیں اور دوسری صورت میں مطلقاً ضمان واجب ہے۔ اور تیسری صورت میں اگر مغصوب اموال ربا میں سے نہ ہو تو ضمان واجب ہے اور وہ مغصوب اموال ربا میں سے ہو تو ضمان نہیں مثلاً گیہوں غصب کیے تھے وہ خراب ہو گئے یا چاندی کا برتن یا زیور غصب کیے تھے اور غاصب نے توڑ ڈالے اس میں مالک کو اختیار ہے کہ وہی خراب لے لے یا اس کا مثل لے لے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ چیز بھی لے اور نقصان کا معاوضہ بھی لے۔

اور چوتھی صورت میں اگر معمولی نقصان ہے تو نقصان کا ضمان لے سکتا ہے اور زیادہ نقصان ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ چیز لے لے اور جو کچھ نقصان ہوا وہ لے یا چیز کو نہ لے بلکہ اس کی پوری قیمت وصول کرے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب غصب، بیروت)

غصب کردہ دراہم سے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ أَلْفًا فَاشْتَرَى بِهَا جَارِيَةً فَبَاعَهَا بِأَلْفَيْنِ ثُمَّ اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ جَارِيَةً فَبَاعَهَا بِثَلَاثَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ فَإِنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِجَمِيعِ الرِّبْحِ ، وَهَذَا عِنْدَهُمَا) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْغَاصِبَ أَوْ الْمُودَعَ إذَا تَصَرَّفَ فِي الْمَغْصُوبِ أَوْ الْوَدِيعَةِ وَرَبِحَ لَا يَطِيبُ لَهُ الرِّبْحُ عِنْدَهُمَا ، خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ ، وَقَدْ مَرَّتْ الدَّلَائِلُ وَجَوَابُهُمَا فِي الْوَدِيعَةِ أَظْهَرُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَسْتَنِدُ الْمِلْكُ إلَى مَا قَبْلَ التَّصَرُّفِ لِانْعِدَامِ سَبَبِ الضَّمَانِ فَلَمْ يَكُنْ التَّصَرُّفُ فِي مِلْكِهِ ثُمَّ هَذَا ظَاهِرٌ فِيمَا يَتَعَيَّنُ بِالْإِشَارَةِ ، أَمَّا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ كَالثَّمَنَيْنِ فَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ اشْتَرَى بِهَا إشَارَةً إلَى أَنَّ التَّصَدُّقَ إنَّمَا يَجِبُ إذَا اشْتَرَى بِهَا وَنَقَدَ مِنْهَا الثَّمَنَ .

أَمَّا إذَا أَشَارَ إلَيْهَا وَنَقَدَ مِنْ غَيْرِهَا أَوْ نَقَدَ مِنْهَا وَأَشَارَ إلَى غَيْرِهَا أَوْ أَطْلَقَ إطْلَاقًا وَنَقَدَ مِنْهَا يَطِيبُ لَهُ ، وَهَكَذَا قَالَ الْكَرْخِيُّ ؛ لِأَنَّ الْإِشَارَةَ إذَا كَانَتْ لَا تُفِيدُ التَّعْيِينَ لَا بُدَّ أَنْ يَتَأَكَّدَ بِالنَّقْدِ لِيَتَحَقَّقَ الْخَبَثُ .

وَقَالَ مَشَايِخُنَا : لَا يَطِيبُ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَضْمَنَ ، وَكَذَا بَعْدَ الضَّمَانِ بِكُلِّ حَالٍ ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِإِطْلَاقِ الْجَوَابِ فِي الْجَامِعَيْنِ وَالْمُضَارَبَةِ .

قَالَ (وَإِنْ اشْتَرَى بِالْأَلْفِ جَارِيَةً تُسَاوِي أَلْفَيْنِ فَوَهَبَهَا أَوْ طَعَامًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ) ، وَهَذَا قَوْلُهُمْ جَمِيعًا ؛ لِأَنَّ الرِّبْحَ إنَّمَا يَتَبَيَّنُ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ .

ترجمہ

اور جب بندے نے ایک ہزار دراہم کو غصب کرتے ہوئے ان سے ایک باندی کو خرید لیا ہے۔ اور اس باندی کو دو ہزار دراہم کے بدلے میں بیچ دیا ہے اور اس کے بعد اس نے انہی دو ہزار دراہم کے بدلے میں ایک اور باندی کو خریدا ہے۔ اور اس کو اس نے تین ہزار دراہم میں بیچ دیا ہے تو غاصب سارا نفع صدقہ کرے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب غاصب یا مودَع مال غصب یا ودیعت میں تصرف کرتے ہوئے اس سے نفع کماتے ہیں تو طرفین کے مطابق وہ نفع ان کیلئے حلال نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے اور دونوں طرح کے ائمہ کے دلائل کو بیان پہلے کر دیا گیا ہے۔ اور ودیعت کے متعلق طرفین کی دلیل واضح ہے کیونکہ ودیعت میں ضمان کا سبب نہیں پایا جاتا اور اس کو تصرف سے پہلے حالت کی جانب منسوب کرتے ہوئے ملکیت میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تصرف مودَع کی ملکیت میں واقع نہیں ہوا ہے۔ اور اس کے بعد یہ حکم اشارہ سے معین ہونے والی چیزوں میں بالکل ظاہر ہے مگر وہ اشیاء جو اشارے سے معین نہیں ہوتیں جس طرح دراہم و دینار ہیں ان کے بارے میں ماتن کا قول ''جس کے ساتھ خریدا'' سے اشارہ ہے لہذا صدقہ کرنا بھی اسی صورت میں واجب ہے کہ جب غاصب نے دراہم و دیناروں سے خریداری کرتے ہوئے انہی کے ساتھ قیمت کو ادا کیا ہے۔

اور جب اس نے ان کی جانب اشارہ کر کے ان کے سوا سے قیمت ادا کی ہے یا پھر ان کے علاوہ اشارہ کر کے ثمن ادا کیا یا پھر اس نے مطلق طور پر خریداری کی ہے اور اس نے دراہم و دیناروں سے قیمت ادا کی ہے تو اس کیلئے فائدہ حلال ہو جائے گا۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ نے اسی طرح بیان کیا ہے کیونکہ اگر اشارے سے تعیین کا فائدہ نہ ہو تو نقد ادائگی کے ساتھ اس کی تاکید لازم ہے۔ تاکہ خباثت ثابت ہو جائے۔ ہمارے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کیلئے کسی طرح نفع حلال نہیں ہے۔ اگرچہ ضمان سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے اور جامع اور مبسوط دونوں میں جو حکم بیان ہوا ہے وہ مطلق ہے اور اس کیلئے مختار یہی ہے۔

اور جب غاصب نے غصب شدہ ایک ہزار دراہم سے ایک ایسی باندی کو خریدا ہے جو دو دراہم کے برابر ہے اس کے بعد غاصب نے اس کو ہبہ کر دیا ہے یا پھر اس نے کوئی کھانے والی چیز خریدی تھی اور اس کو کھا لیا ہے تو اب وہ کچھ بھی صدقہ نہ کرے گا۔ اور یہ قول بہ اتفاق ہے کیونکہ نفع اتحاد جنس کے سبب ظاہر ہونے والا ہے۔

مغصوبہ چیز کو اجرت پر دینے میں فقہی تصریحات

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مغصوب شے کو اُجرت پر دیا اور اس سے اُجرت حاصل کی اور فرض کرو اُجرت پر دینے سے اس چیز میں نقصان پیدا ہو گیا تو جو کچھ نقصان کا معاوضہ دینے کے بعد اس اُجرت میں سے بچے اس کو صدقہ کر دے اور اسی طرح اگر مغصوب ہلاک ہو گیا تو اس اُجرت سے تاوان دے سکتا ہے اور اس کے بعد کچھ بچے تو تصدق کر دے اور اگر غاصب غنی ہو تو کل آمدنی تصدق کر دے۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب غصب، بیروت)

اور مغصوب یا ودیعت اگر معین چیز ہو اسے بیچ کر نفع حاصل کیا تو اس نفع کو صدقہ کر دینا واجب ہے مثلاً ایک چیز کی قیمت سو روپے تھی اور غاصب نے اسے سوا سو میں بیچا سو روپے تاوان کے دینے ہوں گے اور پچیس روپے کو صدقہ کر دینا ہوگا اور اگر وہ چیز غیر متعین یعنی از قبیل نقود ہو تو اس میں چار صورتیں ہیں۔

(۱) عقد و نقد دونوں اسی حرام مال پر مجتمع ہوں مثلاً یوں کہا کہ اس روپیہ کی فلاں چیز دو پھر وہی روپیہ اسے دے دیا تو یہ چیز جو خریدی ہے یہ بھی حرام ہے یا بائع کو پہلے سے وہ حرام روپیہ دے دیا تھا پھر اس سے چیز خریدی یہ چیز حرام ہے۔

(۲) عقد ہو نقد نہ ہو یعنی حرام روپیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کی فلاں چیز دو مگر بائع کو یہ روپیہ نہیں دیا بلکہ دوسرا دیا ہے۔

(۳) عقد نہ ہو نقد ہو بائع سے حرام کی طرف اشارہ کر کے نہیں کہا کہ اس روپیہ کی چیز دو بلکہ مطلقاً کہا کہ ایک روپیہ کی چیز دو مگر ثمن میں یہی حرام روپیہ دیا ہے۔

(۴) حلال روپیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کی چیز دو مگر ثمن میں حرام روپیہ ادا کیا ان تین صورتوں میں تصدق واجب نہیں ہے اور بعض فقہا ان صورتوں میں بھی تصدق کو واجب کہتے ہیں اور یہ قول بھی باقوت ہے مگر زمانہ کی حالت دیکھتے ہوئے کہ حرام سے بچنا بہت دشوار ہو گیا قول اول پر بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے۔

(درمختار، کتاب غصب، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب غصب، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل عین مغصوبہ میں تغیر کے بیان میں ہے﴾

فصل عین مغصوبہ میں تبدیلی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب غصب کی حقیقت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے غصب کے حکم کو بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے عین کو واپس کرنا یا اس کی مثل کو واپس کرنا یا اس کی قیمت کو واپس کرنا ہے۔ اس میں فقہی ترتیب واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب غصب ج ۱۳، ص ۳۶۰، بیروت)

غاصب کے سبب عین مغصوبہ میں تبدیلی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَغَيَّرَتْ الْعَيْنُ الْمَغْصُوبَةُ بِفِعْلِ الْغَاصِبِ حَتَّى زَالَ اسْمُهَا وَعِظَمُ مَنَافِعِهَا زَالَ مِلْكُ الْمَغْصُوبِ مِنْهُ عَنْهَا وَمَلَكَهَا الْغَاصِبُ وَضَمِنَهَا ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَتَّى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا ، كَمَنْ غَصَبَ شَاةً وَذَبَحَهَا وَشَوَاهَا أَوْ طَبَخَهَا أَوْ حِنْطَةً فَطَحَنَهَا أَوْ حَدِيدًا فَاتَّخَذَهُ سَيْفًا أَوْ صُفْرًا فَعَمِلَهُ آنِيَةً) وَهَذَا كُلُّهُ عِنْدَنَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَنْقَطِعُ حَقُّ الْمَالِكِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ ، غَيْرَ أَنَّهُ إذَا اخْتَارَ أَخْذَ الدَّقِيقِ لَا يُضَمِّنُهُ النُّقْصَانَ عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى الرِّبَا ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُضَمِّنُهُ ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَزُولُ مِلْكُهُ عَنْهُ لَكِنَّهُ يُبَاعُ فِي دَيْنِهِ وَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ الْغُرَمَاءِ بَعْدَ مَوْتِهِ .

لِلشَّافِعِيِّ أَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ فَيَبْقَى عَلَى مِلْكِهِ وَتَتْبَعُهُ الصَّنْعَةُ كَمَا إذَا هَبَّتْ الرِّيحُ فِي الْحِنْطَةِ وَأَلْقَتْهَا فِي طَاحُونَةٍ فَطُحِنَتْ . وَلَا مُعْتَبَرَ بِفِعْلِهِ ؛ لِأَنَّهُ مَحْظُورٌ فَلَا يَصْلُحُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ عَلَى مَا عُرِفَ ، فَصَارَ كَمَا إذَا انْعَدَمَ الْفِعْلُ أَصْلًا وَصَارَ كَمَا إذَا ذَبَحَ الشَّاةَ الْمَغْصُوبَةَ وَسَلَخَهَا وَأَرَّبَهَا .

وَلَنَا أَنَّهُ أَحْدَثَ صَنْعَةً مُتَقَوِّمَةً صَيَّرَ حَقَّ الْمَالِكِ هَالِكًا مِنْ وَجْهٍ ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ تَبَدَّلَ

الِاسْمُ وَفَاتَ مُعْظَمُ الْمَقَاصِدِ وَحَقُّهُ فِي الصَّنْعَةِ قَائِمٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَيَتَرَجَّحُ عَلَى الْأَصْلِ الَّذِي هُوَ فَائِتٌ مِنْ وَجْهٍ ، وَلَا نَجْعَلُهُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ مَحْظُورٌ ، بَلْ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ إِحْدَاثُ الصَّنْعَةِ ، بِخِلَافِ الشَّاةِ ؛ لِأَنَّ اسْمَهَا بَاقٍ بَعْدَ الذَّبْحِ وَالسَّلْخِ ، وَهَذَا الْوَجْهُ يَشْمَلُ الْفُصُولَ الْمَذْكُورَةَ وَيَتَفَرَّعُ عَلَيْهِ غَيْرُهَا فَاحْفَظْهُ .

وَقَوْلُهُ وَلَا يَحِلُّ لَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَتَّى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ أَنْ يَكُونَ لَهُ ذَلِكَ وَهُوَ .

ترجمہ

اور جب غاصب کے عمل کی وجہ سے غصب شدہ چیز کے عین میں کوئی تبدیلی رونما ہوگئی اور اس کا نام وفائدہ ختم ہوکر رہ گیا ہے تو اس عین سے مغصوب منہ سے ملکیت ختم ہوجائے گی۔اور غاصب اس کا مالک بن جائے گا اور وہ اس کا ضمان دے گا۔اور اس کے بدل کی ادائیگی تک غاصب کیلئے نفع حلال نہ ہوگا جس طرح کسی شخص نے بکری غصب کی اور اس کو ذبح کرکے پکاتے ہوئے کھا گیا ہے یا پھر گندم کو غصب کرکے اس نے آٹا بنالیا ہے۔یا پھر اس نے لوہا بنا کر اس کی تلوار بنادی ہے یا اس نے پیتل کو غصب کرکے اس کے برتن بنادیئے ہیں۔یہ تمام مسائل ہمارے نزدیک ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ غصب سے مالک کا حق ختم نہ ہوگا۔اور امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔لیکن جب مالک آٹا لینے کو اختیار کرے گا تو امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک نقصان کا ضمان لے گا اور انہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ مغصوبہ چیز سے مالک کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے۔مگر مالک کے قرض کی ادائیگی کیلئے اس چیز کو فروخت کیا جائے گا۔اور غاصب کی وفات کے بعد غرماء کے مقابلے میں مالک اس کا سب سے زیادہ حقدار بنے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جب عین مغصوبہ موجود ہے۔پس اس پر مالک کی ملکیت باقی رہے گی۔اور وہ کام اس کے تابع ہوجائے گا جس طرح جب گندم پر ہوا چلی اور اس کو اڑا کر دوسری چکی میں اس نے ڈال دیا اور اس کے بعد وہ چکی اس کو پیس دیتی ہے۔

اور غاصب کے عمل کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔کیونکہ غاصب کا فعل شرعی طور پر منع ہے۔لہذا وہ ملکیت کا سبب نہ بنے گا۔جس طرح پہلے بتادیا گیا ہے اور یہ اسی طرح ہوجائے گا جیسے اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے۔جس طرح غاصب نے مغصوبہ بکری کو ذبح کرتے ہوئے اس کا کھال اتار لی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے ہیں۔ہماری دلیل یہ ہے کہ غاصب نے اپنے کام سے ایک قیمتی چیز کو بنایا ہے جو ایک طرح سے مالک کا حق ہلاک ہوگیا ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ اس چیز کا تو نام بھی بدل چکا ہے اور اس کے اہم مقاصد ختم ہوگئے ہیں۔اور اس میں ہر طرح سے غاصب کا حق پایا جارہا ہے۔پس یہی حق اس حق سے زیادہ ترجیح یافتہ ہوگا جو

ایک طرح ختم ہو چکا ہے۔ اور غاصب کے عمل کی ممانعت کے سبب ہم اس کو ملکیت کا سبب قرار نہیں دیں گے۔ بلکہ صنعت متقومہ کے پیدا ہو جانے کے سبب سے ہم اس کو ملکیت کا سبب قرار دے رہے ہیں۔

البتہ بکری والا مسئلہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ذبح کرنے اور اس کی کھال اتارنے کے بعد بھی بکری کا نام باقی رہتا ہے اور یہ علت سارے مسائل کو شامل ہے۔ اور اس پر دوسری کئی جزئیات کا استنباط بھی ہوتا ہے۔ لہذا اسی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہے۔

اور ماتن یہ قول کہ اس کا نفع اس کیلئے حلال نہیں ہے یہ استحسان کی دلیل پر پایا جاتا ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ادائے بدل سے پہلے بھی اس کو نفع اٹھانے کا حق ہے۔

مغصوبہ کے عین میں تبدیلی کے سبب حق مالک نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب غاصب کے عمل کی وجہ سے غصب شدہ چیز کے عین میں کوئی تبدیلی رونما ہوگئی اور اس کا نام وفائدہ ختم ہو کر رہ گیا ہے تو اس عین سے مغصوب منہ سے ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور غاصب اس کا مالک بن جائے گا اور وہ اس کا ضمان دے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ غصب سے مالک کا حق ختم نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ حضرت امام احمد اور امام مالک علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب غصب، بیروت)

انتفاع غاصب میں دلیل استحسان کا بیان

قَوْلُ الْحَسَنِ وَزُفَرَ ، وَهَكَذَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ رَوَاهُ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ . وَوَجْهُهُ ثُبُوتُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ لِلتَّصَرُّفِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ وَهَبَهُ أَوْ بَاعَهُ جَازَ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِي الشَّاةِ الْمَذْبُوحَةِ الْمَصْلِيَّةِ بِغَيْرِ رِضَاءِ صَاحِبِهَا أَطْعِمُوهَا الْأَسَارَى) " أَفَادَ الْأَمْرُ بِالتَّصَدُّقِ زَوَالَ مِلْكِ الْمَالِكِ وَحُرْمَةَ الِانْتِفَاعِ لِلْغَاصِبِ قَبْلَ الْإِرْضَاءِ ، وَلِأَنَّ فِي إبَاحَةِ الِانْتِفَاعِ فَتْحَ بَابِ الْغَصْبِ فَيَحْرُمُ قَبْلَ الْإِرْضَاءِ حَسْمًا لِمَادَّةِ الْفَسَادِ وَنَفَاذُ بَيْعِهِ وَهِبَتِهِ مَعَ الْحُرْمَةِ لِقِيَامِ الْمِلْكِ كَمَا فِي الْمِلْكِ الْفَاسِدِ .

وَإِذَا أَدَّى الْبَدَلَ يُبَاحُ لَهُ ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْمَالِكِ صَارَ مُوَفًّى بِالْبَدَلِ فَحَصَلَتْ مُبَادَلَةٌ بِالتَّرَاضِي ، وَكَذَلِكَ إذَا أَبْرَأَهُ لِسُقُوطِ حَقِّهِ بِهِ ، وَكَذَا إذَا أَدَّى بِالْقَضَاءِ أَوْ ضَمِنَهُ الْحَاكِمُ أَوْ ضَمِنَهُ الْمَالِكُ لِوُجُودِ الرِّضَا مِنْهُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَقْضِي إلَّا بِطَلَبِهِ ، وَعَلَى هَذَا

الْخِلَافِ إِذَا غَصَبَ حِنْطَةً فَزَرَعَهَا أَوْ نَوَاةً فَغَرَسَهَا غَيْرَ أَنَّهُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُبَاحُ الِانْتِفَاعُ فِيهِمَا قَبْلَ أَدَاءِ الضَّمَانِ لِوُجُودِ الِاسْتِهْلَاكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِقِيَامِ الْعَيْنِ فِيهِ مِنْ وَجْهٍ .وَفِي الْحِنْطَةِ يَزْرَعُهَا لَا يَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا ، وَأَصْلُهُ مَا تَقَدَّمَ .

ترجمہ

حضرت امام زفر اور امام حسن علیہما الرحمہ کا قول بھی مذکورہ مسئلہ میں یہی ہے۔حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اسی طرح ہے۔اور اس کو فقیہ ابولیث علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔جبکہ قیاس کی دلیل یہ ہے کہ غصب کرنے کے سبب سے غاصب کو ایسی ملکیت ملی ہے جو اس کے حق میں تصرف کو جائز قرار دینے والی ہے۔کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب غاصب مغصوبہ چیز کو ہبہ کردیتا ہے یا اس کو بیچ دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر بکری کا گوشت پکا کر کھانا یہ ایسا عمل ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔اس کو قیدیوں کو کھلاؤ' صدقہ کردینے کے اس فرمان سے پتہ چلا کہ غاصب کے فعل کے سبب مالک کی ملکیت ختم ہو چکی ہے۔اور مالک کی اجازت سے پہلے غاصب کیلئے اس سے نفع اٹھانا حرام ہے۔کیونکہ اس طرح مباح کرنے کی صورت میں غصب کو عام کرنا لازم آئے گا۔پس فساد کو ختم کرنے کیلئے اجازت سے پہلے نفع اٹھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔جبکہ اس حرمت کے باوجود غاصب کیلئے بیع وہبہ جائز ہے کیونکہ غاصب مغصوبہ چیز کا مالک بن چکا ہے۔جس طرح بیع فاسد اور ملکیت فاسدہ میں ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔اور غاصب جب بدل کردے گا تو اس کیلئے نفع اٹھانا مباح ہو جائے گا کیونکہ بدل کے سبب سے مالک کا حق ادا ہو چکا ہے اور آپس کی رضامندی کے سبب مبادلہ واقع ہو چکا ہے۔

اور جب مالک نے غاصب کو بدل یا ضمان سے بری کردیا ہے تب بھی اس کیلئے نفع اٹھانا حلال ہو جائے گا کیونکہ برأت کے سبب مالک کا ساقط ہو چکا ہے۔اور جب قاضی کی قضاء کے مطابق غاصب نے بدل ادا کردیا ہے یا حاکم نے اس سے ضمان وصول کرلیا ہے۔یا پھر مالک نے ضمان لیا ہے تب بھی اس کیلئے نفع اٹھانا حلال ہو جائے گا کیونکہ مالک کی رضا پائی جارہی ہے۔اور قاضی بھی مالک کی طلب کے سوا کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔

اور اسی اختلاف کے مطابق یہ مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب غاصب نے گندم کو غصب کرتے ہوئے اس کی بجوائی کردی ہے یا اس نے کوئی گٹھلی غصب کر کے اس کو زمین میں لگا دیا ہے۔البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مذکورہ دونوں مسائل میں ضمان کی ادائیگی سے پہلے اس کیلئے نفع اٹھانا حلال ہے۔کیونکہ ایک طرح سے ہلاکت موجود ہے بہ خلاف سابقہ مسائل کے کیونکہ ان میں ایک طرح سے عین موجود ہے۔اور اس گندم کے بارے میں جس کی زراعت کوئی غاصب کرنے والا ہے۔امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے

نزدیک اس میں غاصب نفع کو صدقہ نہیں کرے گا۔ جبکہ اس میں طرفین کا اختلاف ہے جس کی دلیل بیان کردی گئی ہے۔

دلیل استحسان کا حدیث سے استدلال کرنے کا بیان

عاصم، کلیب ایک انصاری شخص سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے میں نے دیکھا کہ آپ قبر کے پاس کھڑے ہوئے قبر کھودنے والے کو تعلیم دے رہے ہیں کہ پائنتی کی طرف ذرا اور کھول سر کی طرف ذرا اور کشادہ کر۔ جب آپ تدفین سے فارغ ہو کر لوٹے تو دعوت کرنے والی عورت کی طرف سے ایک شخص آپ کو بلانے آیا آپ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ کھانا لایا گیا تو پہلے آپ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اس کے بعد دوسرے لوگوں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا ہمارے بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک ہی لقمہ کو چبا رہے ہیں لیکن نگلتے نہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی مرضی کے بغیر حاصل کی گئی ہے یہ سن کر اس عورت نے کہلوایا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نقیع (بکریوں کا بازار) میں اپنا ایک آدمی بکری کی خریداری کے لیے بھیجا لیکن وہاں بکری نہ ملی تو میں نے اپنے پڑوس کے پاس کہلا بھیجا کہ جو بکری تم نے خریدی ہے وہ اسی قیمت پر مجھ کو دیدو۔ اتفاق سے وہ پڑوسی بھی اپنے گھر میں موجود نہ تھا۔ میں نے اس کی بیوی سے کہلا بھیجا تو اس نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ آپ نے فرمایا یہ گوشت قیدیوں کو کھلا دے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1556)

سونا چاندی کو غصب کر کے دراہم و دینار بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ غَصَبَ فِضَّةً أَوْ ذَهَبًا فَضَرَبَهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ أَوْ آنِيَةً لَمْ يَزُلْ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَأْخُذُهَا وَلَا شَيْءَ لِلْغَاصِبِ ، وَقَالَا : يَمْلِكُهَا الْغَاصِبُ وَعَلَيْهِ مِثْلُهَا) ؛ لِأَنَّهُ أَحْدَثَ صَنْعَةً مُعْتَبَرَةً صَيَّرَ حَقَّ الْمَالِكِ هَالِكًا مِنْ وَجْهٍ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ كَسَرَهُ وَفَاتَ بَعْضُ الْمَقَاصِدِ وَالتِّبْرُ لَا يَصْلُحُ رَأْسَ الْمَالِ فِي الْمُضَارَبَاتِ وَالشَّرِكَاتِ وَالْمَضْرُوبُ يَصْلُحُ لِذَلِكَ .

وَلَهُ أَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الِاسْمَ بَاقٍ وَمَعْنَاهُ الْأَصْلِيُّ الثَّمَنِيَّةُ وَكَوْنُهُ مَوْزُونًا وَأَنَّهُ بَاقٍ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الرِّبَا بِاعْتِبَارِهِ وَصَلَاحِيَّتِهِ لِرَأْسِ الْمَالِ مِنْ أَحْكَامِ الصَّنْعَةِ دُونَ الْعَيْنِ ، وَكَذَا الصَّنْعَةُ فِيهَا غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ مُطْلَقًا ؛ لِأَنَّهُ لَا قِيمَةَ لَهَا عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا .

ترجمہ

اور جب شخص نے سونا چاندی کو غصب کر کے انہیں ڈھالتے ہوئے دراہم و دینار بنا ڈالے یا اس نے برتن بنا لئے ہیں۔ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کے مالک کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔ پس مالک ان کو لینے والا ہوگا۔ اور غاصب کو کچھ نہ ملے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ غاصب ان کا مالک بن جائے گا اور اس پر ان کی مثل کو واپس کرنا لازم ہوگا۔ کیونکہ غاصب ایک متقوم چیز کو بنانے والا ہے۔ جس سے ایک طرح مالک کا حق ہلاک ہونے والا ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب اس نے انہیں توڑ دیا ہے۔ اور اس کے کچھ مقاصد ختم بھی ہو چکے ہیں۔ جبکہ مضاربات وشرکات میں ڈلی رأس المال نہیں بن سکتی۔ حالانکہ مضروب رأس المال بننے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عین تو ہر طرح سے باقی ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ اس کا نام باقی ہے اور اصلی چیز یعنی قیمت اور اس کا وزن سب کچھ موجود ہے۔ یہاں تک کہ وزنی ہونے کے سبب سے اس میں سود بھی جاری ہوتا ہے جبکہ اس کا رأس المال کے قابل ہونا یہ صنعت کاری کے کاموں میں سے ہے۔ جبکہ یہ عین کے کاموں سے میں سے نہیں ہے اور اس میں مطلق طور صنعت کوئی متقوم چیز نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس کو ہم جنس کے مقابلے میں لائیں گے تو اس وقت اس کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

صنعتی چیزوں کا حد وزن سے زیادہ نہ ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب چاندی کی چیز پر سونے کا ملمع تھا غاصب نے ملمع دور کر دیا مالک کو اختیار ہے کہ اپنی یہی چیز لے لے اور نقصان کا معاوضہ کچھ نہیں لے سکتا اور چاہے تو غیر جنس سے اُس ملمع شدہ چیز کی قیمت کا تاوان لے اور اگر بیع میں یہی صورت ہوتی کہ ملمع شدہ چیز خرید کر مشتری نے اُس کے ملمع کو دور کر دیا پھر اُس کے بعد اس چیز کے کسی عیب سابق پر مطلع ہوا تو نہ چیز کو واپس کر سکتا کہ اُس نے اُس میں ایک جدید عیب پیدا کر دیا اور نہ نقصان لے سکتا کہ سود ہوگا۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب غصب، بیروت)

اور تانبے لوہے پیتل کی چیزیں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے حد وزن سے خارج نہ ہوئی ہوں یعنی اب بھی وہ وزن سے بکتی ہوں اور اُن کو غاصب نے خراب کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُسی جنس کو تاوان میں لے اور اس صورت میں کچھ زیادہ نہیں لے سکتا اور چاہے تو روپے پیسے سے اُس کی قیمت لے لے خرابی تھوڑی ہو یا زیادہ سب کا ایک حکم ہے۔ اور اگر حد وزن سے خارج ہو کر گنتی سے بکتی ہوں تو اگر تھوڑا نقصان ہے مالک یہی کر سکتا ہے کہ چیز اپنے پاس رکھ لے اور نقصان کا معاوضہ لے، چیز غاصب کو دے کر قیمت نہیں لے سکتا اور اگر زیادہ عیب پیدا ہو گیا ہے تو اختیار ہے کہ چیز دیدے اور قیمت لے لے یا چیز رکھ لے اور نقصان وصول

کرے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

امتیاز نہ رہنے سے ثبوت شرکت کا بیان

حضرت علی بن عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سؤال کیا کہ ایک شخص کا ایک روپیہ دوسرے کے دو روپے میں مل گیا اُس کے پاس سے دو روپے جاتے رہے ایک باقی ہے اور معلوم نہیں یہ کس کا روپیہ ہے اس کا کیا حکم ہے امام نے فرمایا وہ جو باقی ہے اُس میں سے ایک تہائی ایک روپیہ والے کی ہے اور دو تہائیاں دو روپے والے کی۔علی بن عاصم کہتے ہیں۔

اس کے بعد میں ابن شبرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا اوران سے بھی یہی سؤال کیا اُنھوں نے کہا تم نے اس کو کسی اور سے بھی پوچھا ہے میں نے کہا ہاں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا ہے ابن شبرمہ نے کہا اُنھوں نے یہ جواب دیا ہوگا میں نے کہا ہاں۔ ابن شبرمہ نے کہا اُنھوں نے غلط جواب دیا اس لیے کہ دو روپے جو گم ہو گئے اون میں ایک تو یقیناً اُس کا ہے جس کے دو روپے تھے اور ایک میں احتمال ہے کہ اُس کا ہو یا ایک روپیہ والے کا ہو اور جو باقی ہے اس میں بھی احتمال ہے کہ دو والے کا ہو یا ایک والے کا دونوں برابر کا احتمال رکھتے ہیں لہٰذا نصف نصف دونوں بانٹ لیں۔

کہتے ہیں مجھے ابن شبرمہ کا جواب بہت پسند آیا پھر میں امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا اوران سے کہا کہ اس مسئلہ میں آپ کے خلاف جواب ملا ہے امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کیا تم ابن شبرمہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس گئے تھے میں نے کہا ہاں۔فرمایا انھوں نے تم سے یہ کہا ہے وہ سب باتیں بیان کردیں میں نے کہا ہاں۔

فرمایا کہ جب تینوں روپے مل گئے اور امتیاز باقی نہ رہا تو ہر روپیہ میں دونوں شریک ہو گئے ایک والے کی ایک تہائی اور دو والے کی دو تہائیاں پھر جب دو گم ہو گئے تو دونوں کی شرکت کے دو روپے گم ہوئے اور جو باقی ہے یہ بھی دونوں کی شرکت کا ہے کہ ایک تہائی ایک کی اور دو تہائیاں دوسرے کی۔(جوہرہ نیرہ، کتاب غصب، لاہور)

خالی زمین غصب کر کے مکان بنانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ سَاجَةً فَبَنَى عَلَيْهَا زَالَ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا وَلَزِمَ الْغَاصِبَ قِيمَتُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لِلْمَالِكِ أَخْذُهَا ، وَالْوَجْهُ مِنْ الْجَانِبَيْنِ قَدَّمْنَاهُ . وَوَجْهٌ آخَرُ لَنَا فِيهِ أَنَّ فِيمَا ذَهَبَ إلَيْهِ إضْرَارًا بِالْغَاصِبِ بِنَقْضِ بِنَائِهِ الْحَاصِلِ مِنْ غَيْرِ خَلَفٍ ، وَضَرَرُ الْمَالِكِ فِيمَا ذَهَبْنَا إلَيْهِ مَجْبُورٌ بِالْقِيمَةِ فَصَارَ كَمَا إذَا خَاطَ بِالْخَيْطِ الْمَغْصُوبِ بَطْنَ جَارِيَتِهِ أَوْ عَبْدَهُ أَوْ أَدْخَلَ اللَّوْحَ الْمَغْصُوبَ فِي سَفِينَتِهِ . ثُمَّ قَالَ الْكَرْخِيُّ وَالْفَقِيهُ أَبُو جَعْفَرٍ : إنَّمَا لَا يُنْقَضُ إذَا بَنَى فِي حَوَالَيْ السَّاجَةِ ، مَا إذَا بَنَى عَلَى نَفْسِ السَّاجَةِ يُنْقَضُ

لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيهِ .وَجَوَابُ الْكِتَابِ يَرُدُّ ذَلِكَ وَهُوَ الْأَصَحُّ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے خالی زمین کو غصب کر کے اس پر مکان بنادیا تو اس سے بھی مالک کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے مالک کو وہ خالی پلاٹ واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ ان دونوں فریقوں کی دلیل ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی مسئلہ میں ہمارے پاس ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے جس حالت کو اختیار کیا ہے اس میں غاصب کا نقصان ہے۔ کیونکہ اس کی بنائی گئی عمارت بغیر کسی بدل کے ٹوٹ جائے گی۔ اور ہماری اختیار کردہ حالت میں اگرچہ مالک کا نقصان ہے مگر وہ تو قیمت کے سبب دور ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا، کہ جب غصب کرنے والے غاصب نے دھاگے سے اپنے غلام یا باندی کا پیٹ سی دیا ہے یا اس نے اپنی کشتی میں غصب کردہ تختہ نصب کر دیا ہے۔

حضرت امام کرخی اور فقیہ ہندوانی نے کہا ہے کہ غاصب کی عمارت کو اس حالت نہیں توڑا جائے گا جبکہ اس نے خالی پلاٹ کے اردگرد تعمیر کیا ہے۔ اور اگر اس نے اسی جگہ پر تعمیر کیا ہے تو پھر اس کو توڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس تعمیر میں غاصب ظلم کرنے والا ہے جبکہ امام قدوری علیہ الرحمہ کا حکم اس معاملہ کو رد کرنے والا ہے اور زیادہ صحیح بھی اسی طرح ہے۔

شرح

اور جب کسی شخص نے زمین غصب کر کے اُس میں عمارت بنالی یا درخت لگائے غاصب کو حکم دیا جائے گا کہ اپنی عمارت اوٹھالے جا اور درخت کاٹ لے اور اگر عمارت و درخت کے نکالنے میں زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو مالک زمین درخت یا عمارت کی قیمت دیدے اور یہ اس کے ہو جائیں گے۔ قیمت اس طرح دلائی جائے گی کہ دیکھا جائے تنہا زمین کی کیا قیمت ہے اور زمین کی مع عمارت یا درخت کے کیا قیمت ہے جو کچھ زیادتی ہو وہ غاصب کو دلادی جائے۔

اور جب زمین غصب کر کے اُسی زمین کی مٹی سے دیوار بنوائی تو یہ دیوار بھی مالک زمین کی ہے اس کا معاوضہ غاصب کو نہیں ملے گا۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

غصب کر کے بکری کو ذبح کر دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهِ فَمَالِكُهَا بِالْخِيَارِ ، إنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهَا وَسَلَّمَهَا إلَيْهِ ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ نُقْصَانَهَا ، وَكَذَا الْجَزُورُ ، وَكَذَا إذَا قَطَعَ يَدَهُمَا) هَذَا هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ .

وَجْهُهُ أَنَّهُ إتْلَافٌ مِنْ وَجْهٍ بِاعْتِبَارِ فَوْتِ بَعْضِ الْأَغْرَاضِ مِنْ الْحَمْلِ وَالدَّرِّ وَالنَّسْلِ وَبَقَاءِ بَعْضِهَا وَهُوَ اللَّحْمُ فَصَارَ كَالْخَرْقِ الْفَاحِشِ فِي الثَّوْبِ ، وَلَوْ كَانَتْ الدَّابَّةُ غَيْرَ

مَأْكُولِ اللَّحْمِ فَقَطَعَ الْغَاصِبُ طَرَفَهَا لِلْمَالِكِ أَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيمَتِهَا لِوُجُودِ الِاسْتِهْلَاكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ ، بِخِلَافِ قَطْعِ طَرَفِ الْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ حَيْثُ يَأْخُذُهُ مَعَ أَرْشِ الْمَقْطُوعِ ؛ لِأَنَّ الْآدَمِيَّ يَبْقَى مُنْتَفَعًا بِهِ بَعْدَ قَطْعِ الطَّرَفِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے دوسرے کی بکری کو غصب کیا اور اس کو ذبح کر دیا ہے تو اس کے مالک کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ غاصب سے بکری کا ضمان لے اور بکری غاصب کے پاس رہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت میں جس قدر نقصان ہوا ہو بطور ضمان اس سے وصول کرے۔ اور اونٹ کو غصب کر کے ذبح کرنے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور جب غاصب اونٹ اور بکری کا ہاتھ کاٹ دے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور ظاہر الروایت میں بھی اسی طرح ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض مقاصد کے فوت ہونے یعنی حمل، دودھ اور نسل وغیرہ کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ ایک طرح کا تلف ہے جبکہ بعض مقاصد یعنی جس طرح گوشت وغیرہ ہے وہ باقی ہیں۔ لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کپڑا زیادہ پھٹا ہوا ہے۔

اور اگر وہ جانور ایسا ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور غاصب نے اس کا کوئی حصہ کاٹ دیا ہے تو اب مالک کیلئے غاصب سے ساری قیمت لینے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ اس میں ہر طرح تلف کرنا پایا جا رہا ہے۔ بہ خلاف مملوک کے کہ جب اس کا کوئی حصہ کاٹ دیا ہے۔ تو مالک کٹے ہوئے حصے کی ضمان کے ساتھ ساتھ اس کو بھی لے گا۔ کیونکہ عضو کے کٹ جانے کے بعد بھی انسان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی بندے بکری غصب کر کے ذبح کر ڈالی اُس کا گوشت بھونا یا پکایا یا گیہوں غصب کر کے آٹا پسوایا یا کھیت میں بو دیے یا لوہا غصب کر کے اُس کی تلوار، چھری وغیرہ بنوالی یا تانبا، پیتل غصب کر کے ان کے برتن بنا لیے ان سب صورتوں میں غاصب کے ذمہ ضمان لازم ہوگا اور چیز غاصب کی مِلک ہو جائے گی مگر بے رضامندی مالک انتفاع حلال نہیں۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت)

اور جب کسی شخص نے بکری ذبح کر ڈالی بلکہ بوٹی بھی بنالی تو اب بھی مالک ہی کی ملک ہے مالک کو اختیار ہے کہ بکری کی قیمت لے کر بکری غاصب کو دیدے یا بکری خود لے لے اور غاصب سے نقصان کا معاوضہ لے اگر بکری کا آگے کا پاؤں کاٹ لیا جب بھی یہی حکم ہے۔

اور جو جانور حلال نہیں ہیں اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر قیمت واجب ہے۔ جانور کے کان یا دم کاٹ ڈالی نقصان کا تاوان دینا ہوگا۔ گھوڑا، خچر، گدھا اور وہ جانور جس سے کام لیا جاتا ہے جیسے بیل، بھینسا ان کی آنکھ پھوڑ دی تو چوتھائی

قیمت تاوان دے اور جن سے کام نہیں لیا جاتا جیسے گائے، بکری ان کی آنکھ پھوڑ دی تو جو کچھ نقصان ہوا وہ تاوان دے۔ گدھے کو ذبح کرڈالا تو پوری قیمت واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

معمولی طور پر کپڑے کے پھٹنے پر نقصان کے ضمان کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ خَرْقًا يَسِيرًا ضَمِنَ نُقْصَانَهُ وَالثَّوْبُ لِمَالِكِهِ) ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ قَائِمٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ ، وَإِنَّمَا دَخَلَهُ عَيْبٌ فَيَضْمَنُهُ (وَإِنْ خَرَقَ خَرْقًا كَبِيرًا يُبْطِلُ عَامَّةَ مَنَافِعِهِ فَلِمَالِكِهِ أَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ فَكَأَنَّهُ أَحْرَقَهُ .قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَعْنَاهُ يَتْرُكُ الثَّوْبَ عَلَيْهِ : وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الثَّوْبَ وَضَمَّنَهُ النُّقْصَانَ ؛ لِأَنَّهُ تَعْيِيبٌ مِنْ وَجْهٍ مِنْ حَيْثُ إنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ ، وَكَذَا بَعْضُ الْمَنَافِعِ قَائِمٌ ، ثُمَّ إشَارَةُ الْكِتَابِ إلَى أَنَّ الْفَاحِشَ مَا يُبْطِلُ بِهِ عَامَّةَ الْمَنَافِعِ ، وَالصَّحِيحُ أَنَّ الْفَاحِشَ مَا يَفُوتُ بِهِ بَعْضُ الْعَيْنِ وَجِنْسُ الْمَنْفَعَةِ وَيَبْقَى بَعْضُ الْعَيْنِ وَبَعْضُ الْمَنْفَعَةِ ، وَالْيَسِيرُ مَا لَا يَفُوتُ بِهِ شَيْءٌ مِنْ الْمَنْفَعَةِ ، وَإِنَّمَا يَدْخُلُ فِيهِ النُّقْصَانُ ؛ لِأَنَّ مُحَمَّدًا جَعَلَ فِي الْأَصْلِ قَطْعَ الثَّوْبِ نُقْصَانًا فَاحِشًا وَالْفَائِتُ بِهِ بَعْضُ الْمَنَافِعِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے نے تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا ہے تو نقصان کے ضامن ہوگا۔ اور کپڑا مالک کا ہی رہے گا۔ کیونکہ کلی طور پر عین موجود ہے۔ اور عین میں محض عیب شامل ہوا ہے۔ لہذا غاصب اسی کا ضامن بنے گا۔ اور جب اس نے اتنی مقدار میں پھاڑ دیا ہے کہ اس سبب سے اس کے منافع ضائع ہوگئے ہیں۔ تو کپڑے کے مالک کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ خارق سے سارے کپڑے کی ضمان لے کیونکہ یہ ایسی ہلاکت ہے۔ جس طرح غاصب نے اس کو جلا ڈالا ہے۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کپڑے کو غاصب کے پاس چھوڑ دیا جائے اور اگر مالک چاہے تو اس کو حاصل کرے۔ اور غاصب سے نقصان کا ضمان لے کیونکہ ایک طرح سے یہی عیب ہے۔ جبکہ عین موجود ہے۔ اور بعض منافع بھی پائے جا رہے ہیں۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ کا فرمان کا معنی یہ ہے کہ فاحش پھٹن وہ ہے جس سے اکثر منافع ضائع یا ختم ہو جائیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ فاحش پھٹنا یہ ہے کہ جس کے سبب سے بعض عین اور منافع کی جنس ختم ہو جائے۔ جبکہ کچھ نفع اور کچھ عین باقی رہ جائے۔ اور آسانی وہ ہے کہ جس کے سبب کچھ بھی نفع ختم نہ ہو۔ بلکہ اس کے سبب عین میں نقصان پیدا ہو جائے۔ کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے

مبسوط میں کپڑے کے کاٹنے کو فاحش نقصان قرار دیا ہے۔حالانکہ اس سے کچھ نفع ختم ہونے والا ہے۔

شرح

اور جب غاصب نے کپڑا غصب کیا تھا اور اوسے پھاڑ ڈالا اس میں تین صورتیں ہیں۔(۱) اگر اس طرح پھاڑا کہ کام کا نہ رہا تو پوری قیمت تاوان دے۔(۲) اور اگر زیادہ پھاڑا کہ اس کے بعض منافع فوت ہوگئے مگر کام کا ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ کپڑا غاصب کو دیدے اور پوری قیمت وصول کرلے یا کپڑا خود ہی رکھ لے اور جو کمی ہوگئی اوس کا تاوان لے۔(۳) اور اگر تھوڑا پھاڑا ہے کہ اس کے منافع بدستور باقی ہیں مگر اس میں عیب پیدا ہوگیا تو مالک کو کپڑا رکھ لینا ہوگا اور نقصان کا تاوان لے سکتا ہے۔اور اگر پھاڑ کر اس نے کچھ صنعت کی مثلاً اُس کا کرتا وغیرہ بنالیا تو مالک کی ملک جاتی رہی صرف قیمت تاوان میں لے سکتا ہے۔

زمین کو غصب کرتے ہوئے درخت لگانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ أَرْضًا فَغَرَسَ فِيهَا أَوْ بَنَى قِيلَ لَهُ اقْلَعْ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ وَرُدَّهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ) " وَلِأَنَّ مِلْكَ صَاحِبِ الْأَرْضِ بَاقٍ ، فَإِنَّ الْأَرْضَ لَمْ تَصِرْ مُسْتَهْلَكَةً وَالْغَصْبُ لَا يَتَحَقَّقُ فِيهَا ، وَلَا بُدَّ لِلْمِلْكِ مِنْ سَبَبٍ فَيُؤْمَرُ الشَّاغِلُ بِتَفْرِيغِهَا ، كَمَا إذَا شَغَلَ ظَرْفَ غَيْرِهِ بِطَعَامِهِ (فَإِنْ كَانَتْ الْأَرْضُ تَنْقُصُ بِقَلْعِ ذَلِكَ فَلِلْمَالِكِ أَنْ يَضْمَنَ لَهُ قِيمَةَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ مَقْلُوعًا وَيَكُونَانِ لَهُ) ؛ لِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا لَهُمَا وَدَفْعَ الضَّرَرِ عَنْهُمَا .

وَقَوْلُهُ قِيمَتُهُ مَقْلُوعًا مَعْنَاهُ قِيمَةُ بِنَاءٍ أَوْ شَجَرٍ يُؤْمَرُ بِقَلْعِهِ ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ فِيهِ ، إذْ لَا قَرَارَ لَهُ فِيهِ فَتُقَوَّمُ الْأَرْضُ بِدُونِ الشَّجَرِ وَالْبِنَاءِ وَتُقَوَّمُ وَبِهَا شَجَرٌ أَوْ بِنَاءٌ ، لِصَاحِبِ الْأَرْضِ أَنْ يَأْمُرَهُ بِقَلْعِهِ فَيَضْمَنُ فَضْلَ مَا بَيْنَهُمَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی بندے نے زمین کو غصب کیا اور اس میں درخت لگائے یا اس نے مکان بنا دیا ہے تو اس سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ان درختوں کو اور مکان کو اکھاڑ کر زمین مالک کے سپرد کرد۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کیلئے کوئی حق نہیں ہے۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ زمین والے ملکیت باقی ہے۔اور زمین ہلاک بھی نہیں ہوتی۔لہذا زمین میں غصب ثابت نہ ہوگا۔کیونکہ ملکیت کیلئے سبب ملکیت کا ہونا لازم ہے پس مشغول کرنے والے کو زمین خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔جس طرح جب کوئی شخص کھانا دوسرے برتن میں ڈال دے تو اس کو بھی برتن خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔اگر ان چیزوں کو اکھاڑنے کے سبب زمین کو نقصان پہنچنے والا ہے تو

مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ غاصب کو اکھاڑی گئی عمارت یا درختوں کی قیمت ادا کر دے اور یہ دونوں اشیاء اس کی ہو جائیں گی۔ کیونکہ اس طرح کرنے کے سبب دونوں کیلئے فائدہ ہے اور دونوں سے نقصان بھی دور ہونے والا ہے۔

اور ماتن کے قول کہ اس کھڑی ہوئی کی قیمت کا معنی یہ ہے کہ ایسے مکان یا درخت کی قیمت کا ضمان ہوگا جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا جائے کیونکہ غاصب کا حق اسی کے مطابق ہے۔ کیونکہ عمارت و درخت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس درخت اور عمارت کے سوا زمین کی قیمت لگائی جائے گی۔ اور اس کے بعد اس درخت اور عمارت کی قیمت لگائی جائے گی۔ اور ان دونوں قیمتوں میں جو زیادتی ہوگی وہ زمین کے مالک کو دے دی جائے گی۔

بنجر زمین کی ملکیت کا بیان

حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بنجر زمین آباد کی وہ اسی کی ملکیت ہوئی اور ظالم کے درخت بو دینے سے اس کا حق ثابت نہیں ہوتا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1409)

حضرت امام مالک سے روایت ہے کہ ہشام بن عروہ کا کہنا ہے کہ ظالم لوگ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص پرائی زمین درخت لگائے اور پھر اس پر اپنا حق جتلائے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ ظالم لوگ سے مراد یہ ہے کہ پرائی زمین میں سے کچھ لے یا وہاں گڑھا کھودے اور جبری طور پر درخت لگائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1311)

غصب شدہ کپڑے کو رنگنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ أَوْ سَوِيقًا فَلَتَّهُ بِسَمْنٍ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ ، إنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ ثَوْبٍ أَبْيَضَ وَمِثْلَ السَّوِيقِ وَسَلَّمَهُ لِلْغَاصِبِ ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُمَا وَغَرِمَ مَا زَادَ الصَّبْغُ وَالسَّمْنُ فِيهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الثَّوْبِ : لِصَاحِبِهِ أَنْ يُمْسِكَهُ وَيَأْمُرَ الْغَاصِبَ بِقَلْعِ الصَّبْغِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ اعْتِبَارًا بِفَصْلِ السَّاحَةِ بَنَى فِيهَا ؛ لِأَنَّ التَّمْيِيزَ مُمْكِنٌ ، بِخِلَافِ السَّمْنِ فِي السَّوِيقِ ؛ لِأَنَّ التَّمْيِيزَ مُتَعَذِّرٌ .

وَلَنَا مَا بَيَّنَّا أَنَّ فِيهِ رِعَايَةَ الْجَانِبَيْنِ وَالْخِيَرَةُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ لِكَوْنِهِ صَاحِبَ الْأَصْلِ ، بِخِلَافِ السَّاحَةِ بَنَى فِيهَا ؛ لِأَنَّ النَّقْضَ لَهُ بَعْدَ النَّقْضِ ؛ أَمَّا الصَّبْغُ فَيَتَلَاشَى ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا انْصَبَغَ بِهُبُوبِ الرِّيحِ ؛ لِأَنَّهُ لَا جِنَايَةَ مِنْ صَاحِبِ الصَّبْغِ لِيَضْمَنَ الثَّوْبَ فَيَتَمَلَّكُ صَاحِبُ الْأَصْلِ الصَّبْغَ .

قَالَ أَبُو عِصْمَةَ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ : وَإِنْ شَاءَ رَبُّ الثَّوْبِ بَاعَهُ وَيَضْرِبُ بِقِيمَتِهِ أَبْيَضَ وَصَاحِبُ الصَّبْغِ بِمَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ لَا يَتَمَلَّكَ الصَّبْغَ بِالْقِيمَةِ ، وَعِنْدَ امْتِنَاعِهِ تَعَيَّنَ رِعَايَةُ الْجَانِبَيْنِ فِي الْبَيْعِ وَيَتَأَتَّى ، هَذَا فِيمَا إذَا انْصَبَغَ الثَّوْبُ بِنَفْسِهِ ، وَقَدْ ظَهَرَ بِمَا ذَكَرْنَا الْوَجْهُ فِي السَّوِيقِ ، غَيْرَ أَنَّ السَّوِيقَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ فَيَضْمَنُ مِثْلَهُ وَالثَّوْبُ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ فَيَضْمَنُ قِيمَتَهُ .

وَقَالَ فِي الْأَصْلِ : يَضْمَنُ قِيمَةَ السَّوِيقِ ؛ لِأَنَّ السَّوِيقَ يَتَفَاوَتُ بِالْقَلْيِ فَلَمْ يَبْقَ مِثْلِيًّا .وَقِيلَ الْمُرَادُ مِنْهُ الْمِثْلُ سَمَّاهُ بِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ ، وَالصُّفْرَةُ كَالْحُمْرَةِ .وَلَوْ صَبَغَهُ أَسْوَدَ فَهُوَ نُقْصَانٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَعِنْدَهُمَا زِيَادَةٌ .وَقِيلَ هَذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ .وَقِيلَ إنْ كَانَ ثَوْبًا يُنْقِصُهُ السَّوَادُ فَهُوَ نُقْصَانٌ ، وَإِنْ كَانَ ثَوْبًا يُزِيدُ فِيهِ السَّوَادُ فَهُوَ كَالْحُمْرَةِ وَقَدْ عُرِفَ فِي غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ .

وَلَوْ كَانَ ثَوْبًا تُنْقِصُهُ الْحُمْرَةُ بِأَنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا فَتَرَاجَعَتْ بِالصَّبْغِ إلَى عِشْرِينَ ، فَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُنْظَرُ إلَى ثَوْبٍ تَزِيدُ فِيهِ الْحُمْرَةُ ، فَإِنْ كَانَتْ الزِّيَادَةُ خَمْسَةً يَأْخُذُ ثَوْبَهُ وَخَمْسَةَ دَرَاهِمَ ؛ لِأَنَّ إحْدَى الْخَمْسَتَيْنِ جُبِرَتْ بِالصَّبْغِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے نے کوئی کپڑا غصب کرتے ہوئے اس کو سرخ رنگ میں رنگ دیا ہے اور اس نے ستو کو غصب کر کے اس کو گھی کے ساتھ مکس کر دیا ہے تو مالک کیلئے اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی طرح کے ستو وصول کرے۔ اور مغصوبہ چیز غاصب کے حوالے کر دے۔ اور اگر وہ چاہے تو وہ کپڑے اور ستو وصول کرے اور گھی اور رنگنے کے سبب جو ان میں اضافہ ہوا ہے اس کا تاوان ادا کر دے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا کپڑے کے بارے میں یہ قول ہے کہ مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کپڑے کو روک لے اور جتنا ممکن ہو وہ مالک کو رنگ نکالنے کا کہے۔ اور اس مسئلہ کو مکان کے درمیانی حصہ میں خالی جگہ پر تعمیر کرنے پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ کپڑے اور رنگ میں فرق کرنا ممکن ہے۔ بہ خلاف ستو کے گھی والے مسئلہ میں کیونکہ گھی کو ستو سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہمارے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق دونوں کیلئے رعایت ہے اور اختیار کپڑے کے مالک کو ملے گا۔ اور اصل میں مالک وہی

ہے۔ بہ خلاف اس درمیانی حصہ کے جس میں عمارت بنائی گئی کیونکہ وہاں پر عمارت توڑنے کے سبب ٹوٹی ہوئی چیز غاصب کو ملنے والی ہے۔ بہ خلاف جب ہوا لگنے کے سبب کپڑے پر رنگ چڑھ جائے۔ کیونکہ اس طرح کی رنگائی میں کپڑے والے کی کوئی غلطی نہیں ہے کہ وہ کپڑے کا ضمان ادا کرے۔ پس کپڑے والا رنگ کا مالک بن جائے گا۔

حضرت ابوعصمہ مروزی سے اسی مسئلہ کے بارے میں ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ جب کپڑے کا مالک چاہے تو وہ اس کو بیچ کر مشتری سے سفید کپڑے کی قیمت وصول کرلے۔ اور رنگائی کے سبب جو قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ رنگ والے کو ادا کردے۔ کیونکہ مالک کیلئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ قیمت دے کر رنگ کا مالک نہ بنے۔ اور مالک کے ایسے نہ کرنے کی وجہ سے بیع میں دونوں کا فائدہ ہوگا۔

اور یہ قانون اس صورت میں ہوگا جب کپڑا خود بہ خود رنگ دیا گیا ہے اور یہی قانون ہماری بیان کردہ علت ستو میں ظاہر ہوگا۔ مگر وہ ستو ذوات امثال میں سے ہے پس غاصب اس کی مثل کا ضامن نہ ہوگا جبکہ کپڑا ذوات قیم میں سے ہے۔ لہذا وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ غاصب ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ بھون لینے کے سبب ستو میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اور بھون لینے کے بعد ستو مثلی نہ رہے گا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کے قول سے مراد مثل ہے اور اس کو قیمت کا اسی لئے کہا جائے گا کہ قیمت مغصوبہ کے قائم مقام ہوا کرتی ہے۔ اور زرد رنگ میں رنگ دینا یہ سرخ رنگ کی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک نقص ہوگا کہ جب غاصب نے اس کو سیاہ رنگ میں رنگ دیا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ اضافہ ہوگا۔ اور ایک قول کے مطابق یہ عہد اور زمانے کا اختلاف ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جب مغصوب کپڑا ایسا ہے۔ کہ جس کیلئے سیاہ رنگ اور رنگنا یہ نقصان دہ ہیں۔ تب نقصان ہوگا۔ اور اگر وہ کپڑا ایسا ہے جس کو سیاہ رنگ میں رنگنے سے اضافہ ہوتا ہے تو یہ بھی سرخ رنگ میں رنگے گئے کپڑے کے حکم میں ہوگا۔ اور یہ مسئلہ دوسری کئی جگہوں پر معلوم کیا جا چکا ہے۔

اور جب کپڑا اس قسم کا ہے کہ اس کیلئے سرخ رنگ نقصان دہ ہے کہ ویسے اس کی قیمت تیس دراہم ہے جبکہ رنگائی کے سبب وہ بیس دراہم ہو جاتی ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ایسے کپڑے کو دیکھا جائے گا جس میں سرخی کے سبب اضافہ ہوا ہے۔ اگر پانچ دراہم کا اضافہ ہوا ہے تو کپڑے کا مالک غاصب سے وہ کپڑا اور پانچ دراہم لے گا۔ کیونکہ ایک خمسہ بھی رنگائی سے لے لیا جائے گا۔

کپڑے میں تغیر کے سبب تاوان و قیمت میں فقہی تصریحات

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے کپڑا غصب کر کے رنگ دیا ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ کپڑا لے لے اور رنگ کی قیمت دیدے یعنی رنگ کی وجہ سے کپڑے کی قیمت میں جو کچھ زیادتی ہوئی وہ دیدے اور چاہے تو سفید کپڑے کی

قیمت تاوان لے اور کپڑا غاصب ہی کو دیدے یا چاہے تو کپڑا بیع کر کے کپڑے کی قیمت کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہے خود لے اور رنگ کی زیادتی کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہے وہ غاصب کو دیدے۔

اگر کپڑا دوسرے کے رنگ میں گر گیا اور اس پر رنگ آ گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ کپڑا لے کر رنگ کی قیمت دیدے یا کپڑا بیع کر ثمن کو قیمت پر تقسیم کر دے۔ اور جب رنگ غصب کر کے اپنا کپڑا رنگ لیا تو رنگ کا تاوان دینا ہوگا۔

اور جب ایک شخص کا کپڑا غصب کیا دوسرے کا رنگ غصب کیا اور کپڑا رنگ لیا تو کپڑے کا مالک کپڑا لے لے اور رنگ والے کو رنگ یا اُس کی قیمت دیدے یا چاہے تو کپڑا بیچ کر ثمن دونوں پر تقسیم کر دیا جائے اور اگر ایک ہی شخص کے کپڑے اور رنگ دونوں کو غصب کیا اور رنگ دیا تو مالک کو اختیار ہے کہ رنگا ہوا کپڑا لے لے اور اس صورت میں غاصب کو کچھ نہیں دیا جائے گا اور چاہے تو غاصب کو ہی وہ کپڑا دیدے اور کپڑے اور رنگ دونوں کا تاوان لے۔

اور جب کپڑا غصب کر کے دھویا ہے یا اُس میں پھندنے بنائے جس طرح رومال، تولیا میں بناتے ہیں تو مالک اپنا کپڑا لے لے اور غاصب کو دھونے یا پھندنے بٹنے کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا ہاں اگر جھالر لگائی تو اُس کا حکم وہی ہے جو رنگ کا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل غصب میں مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ایسے مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جن میں ضمان کے سبب غاصب کیلئے ملکیت واجب ہوجاتی ہے تو اب یہاں سے انہوں نے ان سے متصلہ مسائل کا بیان شروع کیا ہے۔ لہذا ان میں تقدم وتاخر کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ مسائل متفرقہ ہمیشہ کتب میں مؤکر ذکر کیے جاتے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۳۸۲، بیروت)

غاصب کا غصب شدہ چیز کو غائب کردینے کا بیان

وَمَنْ غَصَبَ عَيْنًا فَغَيَّبَهَا فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيمَتَهَا مَلَكَهَا وَهَذَا عِنْدَنَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَمْلِكُهَا لِأَنَّ الْغَصْبَ عُدْوَانٌ مَحْضٌ فَلَا يَصْلُحُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ كَمَا فِي الْمُدَبَّرِ .

وَلَنَا أَنَّهُ مَلَكَ الْبَدَلَ بِكَمَالِهِ ، وَالْمُبْدَلُ قَابِلٌ لِلنَّقْلِ مِنْ مِلْكٍ إلَى مِلْكٍ فَيَمْلِكُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ لِأَنَّهُ غَيْرُ قَابِلٍ لِلنَّقْلِ لِحَقِّ الْمُدَبَّرِ ، نَعَمْ قَدْ يُفْسَخُ التَّدْبِيرُ بِالْقَضَاءِ لَكِنَّ الْبَيْعَ بَعْدَهُ يُصَادِفُ الْقِنَّ .

ترجمہ

اور جب غاصب نے کسی چیز کو غصب کرنے کے بعد غائب کردیا ہے اور مالک نے اس کے عین کی قیمت وصول کرلی ہے تو پس غاصب اس کا مالک بن جائے گا۔ ہمارے نزدیک اس کا حکم یہی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غاصب اس کا مالک نہ بنے گا۔ کیونکہ اس نے ظلم کرتے ہوئے ایسا کیا ہے پس غصب ملکیت کا سبب نہیں بنے گا۔ جس طرح مدبر میں ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مالک مکمل بدلے کا مالک بننے والا ہے اور بدلے والی چیز ایک ملکیت سے دوسری ملکیت میں منتقل ہوسکتی ہے۔ پس غاصب اس کے عین کا مالک بن جائے۔ اور اس سے نقصان دور ہوجائے۔ بہ خلاف مدبر کے کیونکہ حق مدبر کی وجہ سے

منتقل ہونے والا نہیں ہے۔ہاں البتہ تدبیر بطور قضاء فسخ کی جاسکتی ہے مگر فسخ کے بعد جو بیع ہوگی وہ خاص غلام سے ملی ہوئی ہوگی۔

شرح

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب غاصب نے مغصوب چیز کو غائب کر دیا پتا نہیں چلتا کہ کہاں ہے مالک کو اختیار ہے کہ صبر کرے اور چیز ملنے کا انتظار کرے اور چاہے تو غاصب سے ضمان لے اگر غاصب سے ضمان لے لیا تو چیز غاصب کی ہوگئی اور غاصب کی یہ ملک مِلکِ مستند ہے یعنی اگر چہ ملک کا حکم اس وقت دیا جائے گا مگر یہ مِلک وقتِ غصب سے شمار ہوگی اور اس چیز میں جو زوائد متّصلہ ہوئے غاصب ان کا بھی مالک ہے اور زوائد مُنفصلہ کا مالک نہیں جیسے درخت میں پھل اور جانوروں میں بچے ہیں۔(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب غصب، بیروت)

قیمت مغصوبہ میں قسم کے ساتھ قول غاصب کے اعتبار کا بیان

قَالَ (وَالْقَوْلُ فِي الْقِيمَةِ قَوْلُ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّ الْمَالِكَ يَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَهُوَ يُنْكِرُ ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِينِهِ (إلَّا أَنْ يُقِيمَ الْمَالِكُ الْبَيِّنَةَ بِأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ أَثْبَتَهُ بِالْحُجَّةِ الْمُلْزِمَةِ .

قَالَ (فَإِنْ ظَهَرَتْ الْعَيْنُ وَقِيمَتُهَا أَكْثَرُ مِمَّا ضَمِنَ وَقَدْ ضَمِنَهَا بِقَوْلِ الْمَالِكِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ أَقَامَهَا أَوْ بِنُكُولِ الْغَاصِبِ عَنْ الْيَمِينِ فَلَا خِيَارَ لِلْمَالِكِ وَهُوَ الْغَاصِبُ) ؛ لِأَنَّهُ تَمَّ لَهُ الْمِلْكُ بِسَبَبٍ اتَّصَلَ بِهِ رِضَا الْمَالِكِ حَيْثُ ادَّعَى هَذَا الْمِقْدَارَ

قَالَ (فَإِنْ كَانَ ضَمِنَهُ بِقَوْلِ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ ، إنْ شَاءَ أَمْضَى الضَّمَانَ ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْعَيْنَ وَرَدَّ الْعِوَضَ) لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ بِهَذَا الْمِقْدَارِ حَيْثُ يَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَأَخْذُهُ دُونَهَا لِعَدَمِ الْحُجَّةِ .

وَلَوْ ظَهَرَتْ الْعَيْنُ وَقِيمَتُهَا مِثْلُ مَا ضَمَّنَهُ أَوْ دُونَهُ فِي هَذَا الْفَصْلِ الْأَخِيرِ فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا خِيَارَ لَهُ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ حَيْثُ لَمْ يُعْطِ لَهُ مَا يَدَّعِيهِ وَالْخِيَارُ لِفَوَاتِ الرِّضَا .

ترجمہ

اور مغصوبہ چیز کی قیمت کے بارے میں قسم کے ساتھ غاصب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔کیونکہ مالک زیادہ قیمت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔جبکہ غاصب اس کا انکار کرنے والا ہے۔اور انکاری کی قسم کے ساتھ اس کے قول کا اعتبار کرلیا جاتا ہے۔ہاں البتہ

جب مالک اس سے زائد قیمت پر گواہی کو پیش کر دیتا ہے تو اس کی گواہی دلیل لازم ہوگی۔

اور جب کسی چیز میں عین مکس ہو گیا اور اس کی قیمت غاصب کی دی گئی ضمان سے زیادہ ہے اور غاصب نے مالک کے کہنے یا اس کی گواہی پیش کرنے یا اپنی قسم سے انکار کرنے کے سبب اسکو ضمان دے دیا تھا۔تو مالک کیلئے کوئی اختیار نہ ہوگا اور مغصوبہ چیز غاصب کی ہوگی۔کیونکہ مالک کی رضامندی کے ساتھ غاصب کی ملکیت مکمل ہوئی ہے۔اور مقدار کا دعویٰ کرنے والا بھی تو مالک ہے

اور جب مالک نے غاصب کی قسم کے بعد اس کے کہنے میں آکر اس سے ضمان لیا تو اب مالک کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو اسی ضمان پر قائم رہے یا عین لیکر لیا گیا ضمان اس کو واپس کر دے۔کیونکہ ذکر کردہ اس ضمان کی مقدار کے مطابق مالک کی رضا مکمل نہ ہوئی تھی۔اس لئے کہ وہ زیادتی کا دعویٰ کرنے والا ہے۔اور شہادت نہ ہونے کے سبب اس نے تھوڑا لے لیا تھا۔

اور جب اسی مسئلہ میں لی گئی ضمان اس کے برابر ہے یا اس سے تھوڑی ہے تو بھی ظاہر الروایت کے مطابق حکم اسی طرح ہے۔ اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ کا قول اس کے خلاف ہے کہ مالک کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ فیصلے میں مالک کی رضامندی شامل نہ تھی کیونکہ اس کے دعویٰ کے مطابق ضمان اس کو نہیں دیا گیا تھا لہذا رضامندی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے مالک کو اختیار دیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس چیز کی قیمت کیا ہے اگر اس میں اختلاف ہے تو گواہ مالک کے معتبر ہیں اور گواہ نہ ہوں تو غاصب جو کہتا ہے قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے۔اور جب غاصب اگر یہ کہتا ہے کہ اس کی قیمت کیا ہے میں نہیں جانتا تو اُسے مجبور کیا جائے گا کہ بتائے اور نہیں بتاتا تو جو کچھ مالک کہتا ہے اُس پر غاصب کو قسم دی جائے یعنی قسم کھائے کہ یہ قیمت نہیں ہے جو مالک کہتا ہے اگر قسم کھانے سے انکار کرتا ہے تو مالک جو کچھ کہتا ہے دینا ہوگا اور قسم کھا گیا تو مالک کو قسم کھانی ہوگی کہ جو کچھ میں نے قیمت بیان کی وہی ہے۔(درمختار، کتاب غصب، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب غصب، بیروت)

غاصب کا غصب کردہ غلام کو بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَبَاعَهُ فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيمَتَهُ فَقَدْ جَازَ بَيْعُهُ ، وَإِنْ أَعْتَقَهُ ثُمَّ ضَمِنَ الْقِيمَةَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ) لِأَنَّ مِلْكَهُ الثَّابِتَ فِيهِ نَاقِصٌ لِثُبُوتِهِ مُسْتَنِدًا أَوْ ضَرُورَةً ، وَلِهَذَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْأَكْسَابِ دُونَ الْأَوْلَادِ ، وَالنَّاقِصُ يَكْفِي لِنُفُوذِ الْبَيْعِ دُونَ الْعِتْقِ كَمِلْكِ الْمُكَاتَبِ

ترجمہ

اور جب غاصب نے غلام کو غصب کر کے بیچ دیا ہے اور مالک نے غاصب سے اس کی قیمت کا ضمان لے لیا ہے تو یہ بیع جائز

ہوگی۔اور جب غاصب نے مغصوب غلام کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کا ضمان دے دیا ہے تو اس کی آزادی جائز نہ ہوگی کیونکہ مغصوب غلام کو غصب کرنے کے سبب حاصل ہونے ملکیت ناقص ہے کیونکہ وہ استناد سے ثابت ہے یا ضرورت سے ثابت ہے کیونکہ مغصوب کے حق میں ملکیت اسی وجہ سے ثابت ہے مگر وہ اولاد کے حق میں ثابت نہ ہوگی۔اور ناقص ملکیت بیع کے نفاذ کیلئے تو درست ہے لیکن آزادی کیلئے درست نہیں ہے۔(قاعدہ فقہیہ) جس طرح مکاتب کی ملکیت ہے۔

غصب شدہ کی بیع وآزادی کے نفاذ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب غاصب نے غلام کو غصب کر کے بیچ دیا ہے اور مالک نے غاصب سے اس کی قیمت کا ضمان لے لیا ہے تو یہ بیع جائز ہوگی۔اور جب غاصب نے مغصوب غلام کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کا ضمان دے دیا ہے تو اس کی آزادی جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی ایک روایت میں اسی طرح کہا ہے جبکہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کی بیع بھی جائز نہ ہوگی۔(شرح الوقایہ، کتاب غصب، بیروت)

مغصوبہ چیز میں اضافے کا غاصب کے پاس امانت ہونے کا بیان

قَالَ (وَوَلَدُ الْمَغْصُوبَةِ وَنَمَاؤُهَا ، وَثَمَرَةُ الْبُسْتَانِ الْمَغْصُوبِ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْغَاصِبِ إنْ هَلَكَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ، إلَّا أَنْ يَتَعَدَّى فِيهَا أَوْ يَطْلُبَهَا مَالِكُهَا فَيَمْنَعُهَا إيَّاهُ) .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : زَوَائِدُ الْمَغْصُوبِ مَضْمُونَةٌ مُتَّصِلَةً كَانَتْ أَوْ مُنْفَصِلَةً لِوُجُودِ الْغَصْبِ ، وَهُوَ إثْبَاتُ الْيَدِ عَلَى مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ رِضَاهُ ، كَمَا فِي الظَّبْيَةِ الْمُخْرَجَةِ مِنْ الْحَرَمِ إذَا وَلَدَتْ فِي يَدِهِ يَكُونُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ .

وَلَنَا أَنَّ الْغَصْبَ إثْبَاتُ الْيَدِ عَلَى مَالِ الْغَيْرِ عَلَى وَجْهٍ يُزِيلُ يَدَ الْمَالِكِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ، وَيَدُ الْمَالِكِ مَا كَانَتْ ثَابِتَةً عَلَى هَذِهِ الزِّيَادَةِ حَتَّى يُزِيلَهَا الْغَاصِبُ ، وَلَوْ اُعْتُبِرَتْ ثَابِتَةً عَلَى الْوَلَدِ لَا يُزِيلُهَا ، إذْ الظَّاهِرُ عَدَمُ الْمَنْعِ ، حَتَّى لَوْ مَنَعَ الْوَلَدَ بَعْدَ طَلَبِهِ يَضْمَنُهُ ، وَكَذَا إذَا تَعَدَّى فِيهِ كَمَا قَالَ فِي الْكِتَابِ : وَذَلِكَ بِأَنْ أَتْلَفَهُ أَوْ ذَبَحَهُ وَأَكَلَهُ أَوْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ ، وَفِي الظَّبْيَةِ الْمُخْرَجَةِ لَا يَضْمَنُ وَلَدَهَا إذَا هَلَكَ قَبْلَ التَّمَكُّنِ مِنْ الْإِرْسَالِ لِعَدَمِ الْمَنْعِ ، وَإِنَّمَا يَضْمَنُهُ إذَا هَلَكَ بَعْدَهُ لِوُجُودِ الْمَنْعِ بَعْدَ طَلَبِ صَاحِبِ الْحَقِّ وَهُوَ الشَّرْعُ ، عَلَى هَذَا أَكْثَرُ مَشَايِخِنَا .

وَلَوْ أَطْلَقَ الْجَوَابَ فَهُوَ ضَمَانُ جِنَايَةٍ ، وَلِهَذَا يَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِهَا ، وَيَجِبُ بِالْإِعَانَةِ وَالْإِشَارَةِ ، فَلَأَنْ يَجِبَ بِمَا هُوَ فَوْقَهَا وَهُوَ إثْبَاتُ الْيَدِ عَلَى مُسْتَحِقِّ الْأَمْنِ أَوْلَى وَأَحْرَى

ترجمہ

اور جب کسی مغصوبہ باندی کا بچہ پیدا ہو گیا، اس میں اضافہ ہوا اور اسی طرح غصب کردہ باغ کا پھل ہوا ہے تو یہ ساری چیزیں غاصب کے پاس بطور امانت ہوں گی۔ اور اگر یہ اشیاء ہلاک ہو جائیں تو غاصب پر ضمان نہ ہوگا ہاں البتہ جب غاصب نے زیادتی کی ہو یا ان کے مالک نے ان چیزوں کو غاصب سے طلب کیا ہو۔ اور اس نے دینے سے انکار کر دیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مغصوبہ چیز میں زائد اشیاء مضمون ہوتی ہیں۔ اگر چہ یہ بطور اتصال ہوں یا بطور انفصال ہوں۔ کیونکہ ان میں غصب پایا جا رہا ہے۔ یعنی جس طرح کسی مرضی کے بغیر اس پر قبضہ کرنا ہے۔ جس طرح حرم سے نکلی ہوئی ہرن جب نکالنے والے کے ہاں بچہ کو جنم دے تو وہ بچہ اس نکالنے والے پر مضمون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کسی دوسرے کے مال پر اس طرح قبضہ کر لینا کہ اس مال سے مالک کا قبضہ ختم ہو جائے اس کو غصب کہتے ہیں۔ جس طرح کتاب غصب کی ابتداء میں ہم اس کی تعریف بیان کر آئے ہیں۔ اور جو چیز اضافہ میں پیدا ہوئی ہے اس پر تو کوئی قبضہ ہی نہ تھا۔ کہ غاصب اس کو ختم کرنے والا ہو۔ اور اگر بچے پر قبضہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی غاصب اس کو ختم نہ کر سکے گا۔ اور ظاہر بھی اسی طرح ہے۔ کہ غاصب اس کو بچے کو مالک سے نہ روکے گا۔ یہاں تک کہ جب غاصب نے مالک کی طلب کے بعد اس کو روک لیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ اور جب غاصب اس بچے میں زیادتی کرے گا تو پھر وہ ضامن ہوگا۔ جس طرح قدوری میں امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ ظلم کرے کہ غاصب اس بچے کو ہلاک کر دے یا ذبح کر کے کھائے وہ بیچ کر خریدار کے سپرد کر دے۔

جب قدرتی طور نکلنے سے پہلے حرم سے نکالی گئی ہرن ہلاک ہو جائے تو نکالنے والا ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ منع کرنا نہیں پایا گیا ہے۔ ہاں جب وہ قدرت علی ارسال کے بعد وہ ہلاک ہوا ہے تو مخرج ضامن ہوگا۔ کیونکہ صاحب حق کا مطالبہ شریعت کے باوجود مخرج کی جانب سے منع پایا گیا ہے۔ اور ہمارے اکثر مشائخ کا مذہب یہی ہے۔ اور جب ضمان کو مطلق طور پر رکھا گیا ہے تو یہ ضمان جنایت ہوگی۔ لہذا تعدد جنایت کے سبب اس میں بھی تعدد ہوگا۔ اور معاونت اور اشارہ سے بھی ضمان واجب ہو جاتا ہے۔ اور جو چیز اشارے اور مدد سے بڑھ کر ہے اس میں بدرجہ اولیٰ ضمان واجب ہو جائے گا۔

غصب شدہ انڈوں سے بچے نکلنے کا بیان

اور جب کسی شخص نے دو انڈے غصب کیے ایک کو مرغی کے نیچے رکھ دیا اور دوسرے کو اس نے نہیں رکھا بلکہ مرغی آپ سیتی رہی اور دونوں سے بچے ہوئے تو دونوں غاصب کے ہیں اور غاصب سے دو انڈے تاوان میں لیے جائیں گے اور اگر غصب نہ کیے

ہوتے بلکہ اس کے پاس ودیعت ہوتے تو جس انڈے کو مرغی نے خود ہی کر بچہ نکالا وہ مودِع کا ہوتا اور جس کو مرغی کے نیچے رکھتا وہ مودَع کا ہوتا اور اس انڈے کا تاوان دینا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

اور جب ایک نے کسی کی ٹوپی اوتار کر دوسرے کے سر پر رکھ دی اُس نے اپنے سر سے اوتار کر ڈال دی پھر وہ ٹوپی ضائع ہوگئی اگر اُس نے ٹوپی والے کے سامنے پھینکی ہے کہ اگر وہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے تو کسی پر تاوان نہیں ورنہ تاوان ہے دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان وصول کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اُس کے سر سے ٹوپی گر گئی اُس کو کسی نے وہاں سے ہٹا دیا اور وہاں سے چور لے گیا اگر ایسی جگہ ہٹا کر رکھی کہ مُصلّی لینا چاہے تو ہاتھ بڑھا کر لے سکتا ہے تو ہٹانے والے پر تاوان نہیں اور اگر دور رکھی تو تاوان ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

قیمت میں کمی کا حساب غاصب پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا نَقَصَتْ الْجَارِيَةُ بِالْوِلَادَةِ فِي ضَمَانِ الْغَاصِبِ ، فَإِنْ كَانَ فِي قِيمَةِ الْوَلَدِ وَفَاءٌ بِهِ انْجَبَرَ النُّقْصَانُ بِالْوَلَدِ وَسَقَطَ ضَمَانُهُ عَنْ الْغَاصِبِ) .

وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : لَا يَنْجَبِرُ النُّقْصَانُ بِالْوَلَدِ ؛ لِأَنَّ الْوَلَدَ مِلْكُهُ فَلَا يَصْلُحُ جَابِرًا لِمِلْكِهِ كَمَا فِي وَلَدِ الظَّبْيَةِ ، وَكَمَا إذَا هَلَكَ الْوَلَدُ قَبْلَ الرَّدِّ أَوْ مَاتَتْ الْأُمُّ وَبِالْوَلَدِ وَفَاءٌ ، وَصَارَ كَمَا إذَا جَزَّ صُوفَ شَاةِ غَيْرِهِ أَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ شَجَرِ غَيْرِهِ أَوْ خَصَى عَبْدَ غَيْرِهِ أَوْ عَلَّمَهُ الْحِرْفَةَ فَأَضْنَاهُ التَّعْلِيمُ .

وَلَنَا أَنَّ سَبَبَ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ وَاحِدٌ ، وَهُوَ الْوِلَادَةُ أَوْ الْعُلُوقُ عَلَى مَا عُرِفَ ، وَعِنْدَ ذَلِكَ لَا يُعَدُّ نُقْصَانًا فَلَا يُوجِبُ ضَمَانًا ، وَصَارَ كَمَا إذَا غَصَبَ جَارِيَةً سَمِينَةً فَهَزَلَتْ ثُمَّ سَمِنَتْ أَوْ سَقَطَتْ ثَنِيَّتُهَا ثُمَّ نَبَتَتْ أَوْ قُطِعَتْ يَدُ الْمَغْصُوبِ فِي يَدِهِ وَأَخَذَ أَرْشَهَا وَأَدَّاهُ مَعَ الْعَبْدِ يُحْتَسَبُ عَنْ نُقْصَانِ الْقَطْعِ ، وَوَلَدُ الظَّبْيَةِ مَمْنُوعٌ ، وَكَذَا إذَا مَاتَتْ الْأُمُّ . وَتَخْرِيجُ الثَّانِيَةِ أَنَّ الْوِلَادَةَ لَيْسَتْ بِسَبَبٍ لِمَوْتِ الْأُمِّ ، إذْ الْوِلَادَةُ لَا تُفْضِي إلَيْهِ غَالِبًا ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا مَاتَ الْوَلَدُ قَبْلَ الرَّدِّ ؛ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ رَدِّ أَصْلِهِ لِلْبَرَاءَةِ ، فَكَذَا لَا بُدَّ مِنْ رَدِّ خَلَفِهِ ، وَالْخِصَاءُ لَا يُعَدُّ زِيَادَةً ؛ لِأَنَّهُ غَرَضُ بَعْضِ الْفَسَقَةِ ، وَلَا اتِّحَادَ فِي السَّبَبِ فِيمَا وَرَاءَ ذَلِكَ مِنْ الْمَسَائِلِ ؛ لِأَنَّ سَبَبَ النُّقْصَانِ الْقَطْعُ وَالْجَزُّ ، وَسَبَبَ الزِّيَادَةِ النُّمُوُّ ، وَسَبَبَ النُّقْصَانِ التَّعْلِيمُ ، وَالزِّيَادَةُ سَبَبُهَا الْفَهْمُ .

ترجمہ

اور جب ولادت کی وجہ سے کسی باندی کی قیمت تھوڑی ہوگئی ہے تو اس کا حساب غاصب کے ضمان میں ہوگا۔اور جب بچے کی قیمت کے ساتھ اس کمی کو دور کیا جاسکتا ہے تو اس بچے کی وجہ سے نقصان کو دور کردیا جائے گا۔اور غاصب سے وہ کمی کا ضمان ساقط ہو جائے گا۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ بچے سے نقصان کو دور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ بچہ مالک کی ملکیت میں ہے۔لہذا اس مالک کی ملکیت کیلئے ظلم نہ کیا جائے گا۔اور اسی طرح کا حکم مخرج ہرن کے بچے میں ہے۔اور اس حالت میں بھی اسی طرح کا حکم ہوگا کہ جب مغصوبہ باندی کی واپسی سے پہلے ہی وہ بچہ فوت ہوجائے۔اور بچے کی قیمت سے نقصان کو دور کرنا ممکن بھی ہو۔تو یہ اسی طرح ہوجائے گا جس طرح کسی شخص نے دوسرے کی بکری کی اون کاٹ لی یا اس نے دوسرے کے درخت کی جڑوں کو کاٹ لیا یا اس نے دوسرے کے غلام کو خصی کردیا ہے یا اس نے اس کو پروفیشنل فن سکھا دیا ہے۔مگر اس فن نے اس کو کمزور کردیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کمی یا زیادتی اس کا سبب ایک ہے۔یعنی ولادت ہے یا علوق ہے جس طرح پتہ چل چکا ہے۔پس اس صورت میں کمی یا زیادتی کو نقصان شمار نہ کیا جائے گا۔کیونکہ یہ چیزیں ضمان کو واجب کرنے والی نہیں ہیں۔اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب کسی شخص نے موٹی باندی کو غصب کیا مگر اسکے بعد وہ دبلی ہوگئی یا اس کے دو دانت گر گئے ہیں۔اس کے بعد دوبارہ اگ آئے ہیں۔یا غاصب کے قبضہ میں مغصوب کے ہاتھ کٹ گئے ہیں۔اور غاصب نے اس کی دیت ادا کرکے اس کو غلام کے ساتھ ہی مالک کو دے دیا ہے تو یہ کاٹنا نقصان کے حساب میں ہوگا۔

جہاں تک ہرن کے بچے اور والدہ کی وفات والا مسئلہ ہے تو وہ ہم تسلیم نہیں ہے۔اور دوسری روایت کی تخریج یہ ہے کہ ولادت ماں کی موت کا سبب نہیں ہے کیونکہ عام طور پر ولادت کے سبب موت واقع نہیں ہوتی۔بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ماں کی واپسی سے پہلے ہی بچہ فوت ہوجائے۔کیونکہ برأت کے حصول کیلئے جس طرح اصل کو واپس کرنا لازم ہے اسی طرح اصل کے نائب کو واپس کرنا بھی لازم ہے۔جبکہ خصی کرنے کو زیادتی شمار نہ کیا جائے گا۔کیونکہ یہ بعض فاسقین کا کام ہے اور ان مسائل کے سوا دوسرے استشہاد میں سبب متحد نہیں ہے کیونکہ ضمان کا سبب کاٹنا اور حصہ ہے اور اضافے کا سبب بڑھنا ہے۔جبکہ غلام والے مسئلہ میں تعلیم نقصان کا سبب ہے جبکہ اضافے کا سبب علم حاصل کرنا ہے۔

غاصب کا غصب شدہ باندی کو حاملہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ جَارِيَةً فَزَنَى بِهَا فَحَبِلَتْ ثُمَّ رَدَّهَا وَمَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا يَضْمَنُ قِيمَتَهَا يَوْمَ عَلِقَتْ ، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي الْحُرَّةِ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : لَا يَضْمَنُ فِي الْأَمَةِ أَيْضًا) لَهُمَا أَنَّ الرَّدَّ قَدْ صَحَّ ، وَالْهَلَاكُ بَعْدَهُ بِسَبَبٍ حَدَثَ فِي يَدِ الْمَالِكِ وَهُوَ

الْوِلَادَةُ فَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ ، كَمَا إذَا حُمَّتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ ثُمَّ رَدَّهَا فَهَلَكَتْ . أَوْ زَنَتْ فِي يَدِهِ ثُمَّ رَدَّهَا فَجُلِدَتْ فَهَلَكَتْ مِنْهُ ، وَكَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً قَدْ حَبِلَتْ عِنْدَ الْبَائِعِ فَوَلَدَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي وَمَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا لَا يَرْجِعُ عَلَى الْبَائِعِ بِالثَّمَنِ . وَلَهُ أَنَّهُ غَصَبَهَا وَمَا انْعَقَدَ فِيهَا سَبَبُ التَّلَفِ وَرُدَّتْ وَفِيهَا ذَلِكَ فَلَمْ يُوجَدْ الرَّدُّ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي أَخَذَ فَلَمْ يَصِحَّ الرَّدُّ ، وَصَارَ كَمَا إذَا جَنَتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ جِنَايَةً فَقُتِلَتْ بِهَا فِي يَدِ الْمَالِكِ ، أَوْ دُفِعَتْ بِهَا بِأَنْ كَانَتْ الْجِنَايَةُ خَطَأً يُرْجَعُ عَلَى الْغَاصِبِ بِكُلِّ الْقِيمَةِ كَذَا هَذَا . بِخِلَافِ الْحُرَّةِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تُضْمَنُ بِالْغَصْبِ لِيَبْقَى ضَمَانُ الْغَصْبِ بَعْدَ فَسَادِ الرَّدِّ . وَفِي فَصْلِ الشِّرَاءِ الْوَاجِبِ ابْتِدَاءِ التَّسْلِيمِ .

مَا ذَكَرْنَا شَرْطُ صِحَّةِ الرَّدِّ وَالزِّنَا سَبَبٌ لِجَلْدٍ مُؤْلِمٍ لَا جَارِحٍ وَلَا مُتْلِفٍ فَلَمْ يُوجَدْ السَّبَبُ فِي يَدِ الْغَاصِبِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی باندی کو غصب کیا اور اس کے بعد اس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی ہے اور اس کے بعد اس نے اس باندی کو مالک کے ہاں واپس کردیا ہے اور وہ نفاس کی حالت میں فوت ہوگئی ہے۔ تو وہ غاصب علوق والے دن کی قیمت کا ضامن ہو گا جبکہ اسی طرح کی آزاد عورت میں غصب پر ضمان نہ ہوگا اور یہ حکم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ باندی میں بھی ضامن نہ ہوگا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ غاصب کی جانب سے مغصوبہ باندی کی واپسی صحیح طریقے سے ہوچکی ہے۔ اور اس کے بعد وہ باندی ایسے سبب سے ہلاک ہوئی ہے۔ جو مالک کے پاس پیدا ہوا ہے۔ اور وہ ولادت والا سبب ہے۔ پس غاصب اس کا ضامن نہ ہوگا۔ جس طرح غاصب کے ہاں باندی کو بخار ہوگیا ہے اور اس نے اسی حالت میں وہ باندی مالک کو واپس کردی ہے اس کے بعد وہ مالک کے ہاں ہلاک ہوگئی ہے۔ یا غاصب کے قبضہ میں اس باندی نے زنا کیا ہے اور غاصب نے اس کے مالک کو واپس کردی ہے۔ اور مالک کے پاس اس کو کوڑے لگائے گئے جس کی وجہ سے وہ جاں بحق ہوگئی ہے۔ یا جس طرح اس نے ایسی باندی خریدی ہے جو بائع کے ہاں حاملہ ہوئی ہے اور خریدار کے ہاں جاکر اس نے بچے کو جنم دیا ہے اور نفاس کے خون سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے خریدار بہ اتفاق بائع سے قیمت واپس نہ لے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت غاصب نے اس باندی کو غصب کیا تھا تو اس میں ہلاک کرنے والا سبب موجود نہ تھا۔ اور جب وہ باندی واپس کردی گئی ہے تب اس میں اس قسم کا سبب پیدا ہوچکا تھا۔ پس جس حالت میں غاصب

نے اس کو غصب کیا تھا وہ اسی حالت میں واپس نہ ہوئی۔ لہذا یہ واپسی درست نہ ہوئی۔

اس کی مثال اس طرح ہے۔ کہ اس باندی نے غاصب کے قبضہ میں کوئی جنایت کی ہے اور مالک کے پاس اس کو اسی جنایت کی وجہ سے قتل کر دیا گیا ہے یا اس کی جنایت خطا تھی اور اس جنایت میں وہ باندی جنایت کے ولی کو دے دی گئی تو مالک غاصب سے پوری قیمت واپس لے گا۔ اسی طرح اس مسئلہ میں غاصب فوت شدہ باندی کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ یہ خلاف آزاد عورت کے کیونکہ آزاد عورت غصب کے سبب مضمون نہیں ہوا کرتی۔ تا کہ فاسد واپسی کے بعد غصب کا ضمان باقی رہ جائے۔ اور خریداری والے مسئلہ میں باندی کو حوالے کرنا لازم ہے۔ اور ہماری بیان کردہ صورت صحت رد کی شرط ہے۔ اور زنا یہ تکلیف دہ کوڑے ہیں جبکہ یہ زخمی جلد یا تلف ہونے والی جلد کا سبب نہیں ہیں۔ کیونکہ ہلاکت کا سبب غاصب کے ہاں پایا گیا ہے۔

غصب شدہ عورت سے جماع سبب مہر لازم ہونے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے جو شخص کسی عورت کو غصب کرے باکرہ ہو یا ثیبہ اگر وہ آزاد ہے تو اس پر مہر مثل لازم ہے اور اگر لونڈی ہے تو جتنی قیمت اس کی جماع کی وجہ سے کم ہوگئی دینا ہوگا اور اس کے ساتھ غصب کرنے والے کو سزا بھی ہوگی لیکن لونڈی کو سزا نہ ہوگی۔ اگر غلام نے کسی کی لونڈی غصب کر کے یہ کام کیا تو تاوان اس کے مولیٰ پر ہوگا مگر جب مولیٰ اس غلام کو جنایت کے بدلے میں دے ڈالے۔

یحییٰ نے نقل کیا کہ کہا مالک نے جو شخص مالک سے بن پوچھے اس کے جانور کو ہلاک کر دے تو اسے دن کی قیمت دینی ہوگی نہ کہ اس کے مانند اور جانور اور اسی طرح مالک کو جانور کے بدلے میں ہمیشہ اسی دن کی قیمت دی جائے گی نہ کہ جانور یہی حکم ہے اور اسباب کا۔ البتہ اگر کسی کا اناج تلف کر دے تو اسی قسم کا اتنا ہی اناج دے دے کیونکہ چاندی سونے (جن کا مثل اور بدل ہوا کرتا ہے) کے مشابہ ہے نہ کہ جانور کے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ اگر امانت کے روپوں سے کچھ مال خریدا اور نفع کمایا تو وہ نفع اس شخص کا ہو جائے گا جس کے پاس روپے امانت تھے مالک کو دینا ضروری نہیں کیونکہ اس نے جو امانت میں تصرف کیا تو وہ اس کا ضامن ہو گیا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1326)

غاصب کا غصب کردہ چیز کے منافع کا ضامن نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ مَنَافِعَ مَا غَصَبَهُ إِلَّا أَنْ يَنْقُصَ بِاسْتِعْمَالِهِ فَيَغْرَمُ النُّقْصَانَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنُهَا، فَيَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَلَا فَرْقَ فِي الْمَذْهَبَيْنِ بَيْنَ مَا إِذَا عَطَّلَهَا أَوْ سَكَنَهَا. وَقَالَ مَالِكٌ: إِنْ سَكَنَهَا يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَإِنْ عَطَّلَهَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ. لَهُ أَنَّ الْمَنَافِعَ أَمْوَالٌ مُتَقَوِّمَةٌ حَتَّى تُضْمَنَ بِالْعُقُودِ فَكَذَا بِالْغُصُوبِ.

وَلَنَا أَنَّهَا حَصَلَتْ عَلَى مِلْكِ الْغَاصِبِ لِحُدُوثِهَا فِي إِمْكَانِهِ إِذْ هِيَ لَمْ تَكُنْ حَادِثَةً فِي يَدِ الْمَالِكِ ؛ لِأَنَّهَا أَعْرَاضٌ لَا تَبْقَى فَيَمْلِكُهَا دَفْعًا لِحَاجَتِهِ ، وَالْإِنْسَانُ لَا يَضْمَنُ مِلْكَهُ ، كَيْفَ وَأَنَّهُ لَا يَتَحَقَّقُ غَصْبُهَا وَإِتْلَافُهَا ؛ لِأَنَّهُ لَا بَقَاءَ لَهَا ، وَلِأَنَّهَا لَا تُمَاثِلُ الْأَعْيَانَ لِسُرْعَةِ فَنَائِهَا وَبَقَاءِ الْأَعْيَانِ ، وَقَدْ عَرَفْت هَذِهِ الْمَآخِذَ فِي الْمُخْتَلِفِ ، وَلَا نُسَلِّمُ أَنَّهَا مُتَقَوِّمَةٌ فِي ذَاتِهَا ، بَلْ تَتَقَوَّمُ ضَرُورَةً عِنْدَ وُرُودِ الْعَقْدِ وَلَمْ يُوجَدْ الْعَقْدُ ، إلَّا أَنَّ مَا انْتَقَصَ بِاسْتِعْمَالِهِ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ لِاسْتِهْلَاكِهِ بَعْضَ أَجْزَاءِ الْعَيْنِ.

ترجمہ

اور غاصب نے جب کوئی چیز غصب کی ہے تو وہ اس کے منافع کا ضامن نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس کے استعمال کے سبب مغصوبہ چیز میں کوئی کمی آجائے۔ تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ اس کے منافع کا ضامن ہوگا۔ اور اس پر مثلی اجرت لازم ہو جائے گی۔ اگرچہ غاصب نے منافع کو ختم کر دیا ہے یا اس نے رہائش اختیار کر لی ہے۔ تو اس پر مثلی اجرت لازم ہوگی۔ اور جب اس نے منافع کو ختم کر دیا ہے تو اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ منافع متقوم اموال میں سے ہیں۔ کیونکہ وہ عقود کے سبب مضمون ہوتے ہیں۔ لہذا وہ غصب میں مضمون ہو جائیں گے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ منافع غاصب کی ملکیت میں پیدا ہونے والے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اس کے قبضہ سے ملے ہیں اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہی منافع مالک کے قبضہ میں نہیں پائے گئے تھے۔ پس منافع کا تعلق اعراض یعنی پیدا ہونے والے ہیں۔ جن میں دوام نہیں ہوا کرتا۔ پس ضرورت کو ختم کرنے کیلئے غاصب ان کا مالک بن جائے گا۔ اور کوئی انسان اپنی ملکیت کا ضامن نہیں بنا کرتا۔ تو غاصب کس طرح ضامن بن سکے گا۔ حالانکہ منافع کا غصب اور تلف یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان میں بقا نہیں پائی جاتی اور یہ بھی دلیل ہے کہ منافع اعیان کی امثلہ سے نہیں ہیں۔ کیونکہ منافع جلدی ختم ہونے والے ہیں۔ جبکہ اعیان باقی رہ جاتے ہیں۔ اور مختلف روایات میں یہ علل بیان کر دی گئی ہیں۔ اور ہم تو اس بات کو نہیں مانتے کہ منافع خود مال متقوم ہیں۔ بلکہ جب کوئی عقد وارد ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے ان کو تقوم ملتا ہے۔ جبکہ یہاں عقد نہیں پایا گیا۔ ہاں البتہ جب چیز غاصب کے استعمال کے سبب عیب والی بن جائے تو وہ اس پر مضمون ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وہ عین کے کئی حصوں کا ہلاک کرنے والی ہے۔

فصل فیما یغصب ما لا یتقوم

﴿یہ فصل غیر متقومہ چیزوں کے غصب کے بیان میں ہے﴾

فصل غیر متقومہ چیزوں میں غصب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب تقویم والی اشیاء سے متعلق احکام غصب کو بیان کر کے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان چیزوں کے غصب کو بیان کیا ہے جو غیر تقویمی ہیں۔ کیونکہ اشیاء میں اصل تقویم کا ہونا ہے۔ جبکہ اس کی فرع غیر متقوم ہونا ہے لہذا تقدم وتاخر کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۴۰۵، بیروت)

مسلمان کا ذمی کی شراب کو ہلاک کرنے پر عدم ضمان کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَتْلَفَ الْمُسْلِمُ خَمْرَ الذِّمِّيِّ أَوْ خِنْزِيرَهُ ضَمِنَ قِيمَتَهُمَا ، فَإِنْ أَتْلَفَهُمَا لِمُسْلِمٍ لَمْ يَضْمَنْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَضْمَنُهَا لِلذِّمِّيِّ أَيْضًا وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إذَا أَتْلَفَهُمَا ذِمِّيٌّ عَلَى ذِمِّيٍّ أَوْ بَاعَهُمَا الذِّمِّيُّ مِنْ الذِّمِّيِّ .لَهُ أَنَّهُ سَقَطَ تَقَوُّمُهُمَا فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَكَذَا فِي حَقِّ الذِّمِّيِّ ؛ لِأَنَّهُمْ أَتْبَاعٌ لَنَا فِي الْأَحْكَامِ فَلَا يَجِبُ بِإِتْلَافِهِمَا مَالٌ مُتَقَوِّمٌ وَهُوَ الضَّمَانُ .

وَلَنَا أَنَّ التَّقَوُّمَ بَاقٍ فِي حَقِّهِمْ ، إذْ الْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا وَالْخِنْزِيرُ لَهُمْ كَالشَّاةِ لَنَا .
وَنَحْنُ أُمِرْنَا بِأَنْ نَتْرُكَهُمْ وَمَا يَدِينُونَ وَالسَّيْفُ مَوْضُوعٌ فَيَتَعَذَّرُ الْإِلْزَامُ ، وَإِذَا بَقِيَ التَّقَوُّمُ فَقَدْ وُجِدَ إتْلَافُ مَالٍ مَمْلُوكٍ مُتَقَوِّمٍ فَيَضْمَنُهُ .

بِخِلَافِ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ ؛ لِأَنَّ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْأَدْيَانِ لَا يَدِينُ تَمَوُّلَهُمَا ، إلَّا أَنَّهُ تَجِبُ قِيمَةُ الْخَمْرِ وَإِنْ كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ ؛ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوعٌ عَنْ تَمْلِيكِهِ لِكَوْنِهِ إعْزَازًا لَهُ ، بِخِلَافِ مَا إذَا جَرَتْ الْمُبَايَعَةُ بَيْنَ الذِّمِّيَّيْنِ ؛ لِأَنَّ الذِّمِّيَّ غَيْرُ مَمْنُوعٍ عَنْ تَمْلِيكِ الْخَمْرِ وَتَمَلُّكِهَا .وَهَذَا بِخِلَافِ الرِّبَا ؛ لِأَنَّهُ مُسْتَثْنًى عَنْ عُقُودِهِمْ ، وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ الْمُرْتَدِّ يَكُونُ لِلذِّمِّيِّ ؛ لِأَنَّا مَا ضَمِنَّا لَهُمْ تَرْكَ التَّعَرُّضِ لَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ الِاسْتِخْفَافِ

بِالدِّينِ ، وَبِخِلَافِ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا إِذَا كَانَ لِمَنْ يُبِيحُهُ ؛ لِأَنَّ وِلَايَةَ الْمُحَاجَّةِ ثَابِتَةٌ .

ترجمہ

اور جب مسلمان نے کسی ذمی کی شراب یا اس کے خنزیر کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور جب کسی ذمی نے مسلمان کی شراب یا خنزیر کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مسلمان بھی ذمی کیلئے مذکورہ اشیاء میں ضامن نہ ہوگا۔ اور اختلاف کے مطابق یہ اختلاف بھی ہے کہ جب کسی ذمی نے کسی ذمی کی شراب یا اس کے خنزیر کو ہلاک کیا ہے یا ذمی نے ذمی کی مذکورہ چیزوں کو بیچ دیا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کے حق میں شراب وخنزیر کا مال متقوم ہونا ساقط ہو چکا ہے پس ذمی کے حق میں بھی ان کا مال ہونا ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ احکام کے اعتبار سے ذمی ہمارے تابع ہے۔ پس ان چیزوں کے تلف ہونے کے سبب سے ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ضمان مال متقوم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ کے حق میں ان کا تقوم موجود ہے کیونکہ جس طرح ہمارے لئے سرکہ ہے اسی طرح ان کیلئے شراب ہے۔ اور جس طرح ہمارے لئے بکری حلال ہے اسی طرح ان کے لئے خنزیر حلال ہے۔ اور ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کو ان کے اعتقاد پر چھوڑ دیں۔ اور ان سے تلوار کا معاملہ ساقط ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان پر اسلام کے احکام کو جاری کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور جب ان کے حق میں شراب اور خنزیر کا مال قویم ہونا موجود ہے تو یہ ایسے مال متقوم میں تلف پایا گیا ہے جس کے سبب ضمان غاصب کی طرح لازم ہوگا۔ بہ خلاف مردار اور خون کے کیونکہ کوئی مذہب والا ان کے مال ہونے کا نظریہ رکھنے والا نہیں ہے۔ جبکہ شراب کا ذات امثال میں سے ہونے کے باوجود اس کی قیمت لازم ہوگی۔ کیونکہ مسلمانوں کو شراب کا مالک بننے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو اس کا مالک بنانے کیوجہ سے شراب کو عزت دی جائے گی (حالانکہ اس کی تذلیل ہونے چاہیے) بہ خلاف اس بیع کے جو اہل ذمہ کے درمیان منعقد ہوئی ہے۔ کیونکہ ذمی کو شراب کی تملیک وتملک سے روکا نہیں جائے گا۔

اور یہ حکم سود کے خلاف ہے کیونکہ سود اہل ذمہ کے درمیان عقد امان سے مستثنیٰ ہے۔ اور اسی طرح ذمی کے غلام کے مرتد ہونے کے بھی یہ خلاف ہے کیونکہ ہم نے مرتد کو تعرض ترک کرنے کے سبب ان کو ضمان نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس سبب سے دین کا حقیر ہونا پایا جائے گا۔ اور اسی طرح جان بوجھ کر بسم اللہ کو ترک کرتے ہوئے جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ مسئلہ اس کے بھی خلاف ہے اور جب وہ ایسے بندے کا ہے جس جان بوجھ بسم اللہ ترک کرنے کو مباح جانتا ہے کیونکہ اس میں دلیل کی ولایت ثابت ہوگئی ہے۔

دین آسمانی میں جن چیزوں کے مال نہ ہونے کا بیان

اور جب مبیع یا ثمن دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز ہو جو کسی دین آسمانی میں مال نہ ہو، جیسے مردار، خون، آزاد، ان کو جا ہے

مبیع کیا جائے یا ثمن، بہر حال بیع باطل ہے اور اگر بعض دین میں مال ہوں بعض میں نہیں جیسے شراب کہ اگر چہ اسلام میں یہ مال نہیں مگر دین موسوی وعیسوی میں مال تھی، اس کو مبیع قرار دیں گے تو بیع باطل ہے اور ثمن قرار دیں تو فاسد مثلاً شراب کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو بیع فاسد ہے اور اگر روپیہ پیسہ سے شراب خریدی تو باطل ۔ (ردمحتار، کتاب بیوع)

اہل ذمہ پر قوانین شرعیہ کے اجراء کا بیان

فقہائے اسلام کے نزدیک اسلامی ریاست کا ملکی قانون (Public Law) وہاں کے تمام مسلم اور غیر مسلم شہریوں پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ غیر مسلموں کو اُن کے شخصی قانون پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا شرعی قانون ہے اور یہ اسلامی ریاست کا ملکی قانون ہے جس میں اگر کوئی مسلمان چوری کرے گا تو اس پر بھی یہ حد نافذ ہوگی اور اگر کوئی غیر مسلم چوری کا ارتکاب کرے گا تو وہ بھی یہی سزا پائے گا۔

امام ماوردیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب الاحکام السلطانیہ میں چوری کی حد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **ویستوی فی قطع السرقة الرجل والمراة والحر والعبد والمسلم والكافر .**

چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ہر مجرم کو دی جائے گی خواہ وہ مجرم مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام اور مسلمان ہو یا کافر۔"

تفسیر قرطبی میں ہے کہ "**ولا قطع على صبى ولا مجنون، ويجب على الذمى والمعاهد** "چوری کے جرم پر بچے اور پاگل کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور ذمی اور معاہد (غیر مسلموں) کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔"

امام ابن قدامہ حنبلیؒ اپنی مشہور کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ "**ويُقطع المسلم بسرقة مال المسلم والذمى، ويُقطع الذمى بسرقة مالهما، وبه قال الشافعى، واصحاب الراى ولا نعلم فيه مخالفًا .**"

کوئی مسلمان جب کسی مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے گا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور کوئی ذمی جب کسی مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے گا تو اُس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔ امام شافعیؒ اور دوسرے اصحاب رائے کا یہی قول ہے اور اس بارے میں کسی کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں ہے۔

بدایۃ المجتہد میں علامہ ابن رُشد نے چوری کی حد کے بارے میں ائمہ اربعہ کی متفقہ رائے یہ لکھی ہے کہ کافر پر بھی اس کا اطلاق ہوگا لکھتے ہیں": **اتفقوا على أن مِن شرطِه أن يكون مكلفًا، وسواءً كان حرًّا أو عبدًا، ذكرًا او انثى، مسلمًا او ذميًّا .** "اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص پر چوری کی حد جاری کی جائے، اُس کا مکلّف (عاقل بالغ) ہونا ضروری شرط ہے، چاہے وہ شخص آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت اور مسلمان ہو یا ذمی کافر۔"

موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی میں یہ اجماعی حکم لکھا ہے کہ "**إن إجماع المسلمين على أن المسلم تقطع يده إذا سرق مالاً لمسلم، أو لغير مسلم، وعلى أن غير المسلم يقطع بسرقة مال المسلم ومال غير المسلم .**"

"اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ایسے مسلمان شخص کا ہاتھ کاٹ جائے گا جو کسی دوسرے مسلمان یا غیر مسلم کا مال چوری کرے۔

اسی طرح ایسے غیر مسلم شخص کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا جو کسی مسلمان یا غیر مسلم کا مال چوری کرے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی بھی ذمیوں سمیت تمام شہریوں پر اسلامی ریاست کے شرعی قوانین کی تنفیذ کو درست سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اسلامی حکومت میں ملکی قانون (Land of Law) اسلامی قانون ہی ہوگا اور ظاہر بات ہے کہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو ریاست کے اسلامی ہونے کے سرے سے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ مگر، جیسا کہ اُوپر واضح کیا جاچکا ہے ریاست یا اس کا قانون غیر مسلموں کے مذہب، تہذیب اور تمدن اور پرسنل لا میں دخیل نہیں ہوں گے۔" (اسلامی ریاست از مولانا اصلاحی: ص)

ابوالاعلیٰ مودودی بھی ایک اسلامی ریاست میں ذمیوں پر اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تعزیرات کا قانون ذمی اور مسلمانوں کے لیے یکساں ہے اور اس میں دونوں کا درجہ مساوی ہے۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی، وہی ذمی کو دی جائے گی۔ ذمی کا مال مسلمان چرا لے یا مسلمان کا مال ذمی چرا لے، دونوں صورتوں میں سارق کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔" (اسلامی ریاست)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس بات پر اجماعِ اُمت ہے کہ اسلامی ریاست میں چوری کی حد جہاں مسلمانوں پر نافذ ہوگی وہاں غیر مسلم شہریوں پر بھی نافذ ہوگی اور اس بارے میں اہل اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

آج مسلم ریاستوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو اُن کے شخصی قوانین پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے، جبکہ مغرب کی نام نہاد متمدن ریاستیں وہاں کی مسلم اقلیت کو اس کے شخصی قانون پر عمل کرنے کا حق دینے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں۔ افسوس! اس صریح ظلم پر تو ہمارے ہاں کے دانش فروشوں کا دل کبھی نہیں پسیجتا مگر جب کوئی اسلامی ریاست غیر مسلم اقلیت پر اپنا ملکی شرعی قانون نافذ کرنے لگتی ہے تو ہمارے اُن اسلام دوستوں کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔

جھوٹی قسم اٹھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا حق غصب کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا اور اس پر بہشت کو حرام کر دیا۔" ایک شخص نے (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر چہ وہ حق کوئی معمولی سی چیز ہو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگر چہ پیلو کے درخت کا ایک ٹکڑا (یعنی مسواک) ہی کیوں نہ ہو۔" (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا" اس جملہ کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ حکم اس شخص پر محمول ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کرنا حلال جانے اور اسی عقیدہ پر اس کی موت ہو جائے دوسری تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اگر چہ دوزخ کی آگ کا یقیناً سزاوار ہوگا لیکن یہ بھی غیر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو معاف کر دے ! اسی طرح "بہشت کو اس پر حرام کر دیا۔" کی تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اول وہلہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے محروم قرار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ جس طرح جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کے حق کو ہڑپ کرنے والے کے بارے میں مذکورہ وعید

ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس وعید میں شامل ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی ذمی کا حق مارے۔

مسلمان سے شراب غصب کر کے سرکہ بنانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ غَصَبَ مِنْ مُسْلِمٍ خَمْرًا فَخَلَّلَهَا أَوْ جِلْدَ مَيْتَةٍ فَدَبَغَهُ فَلِصَاحِبِ الْخَمْرِ أَنْ يَأْخُذَ الْخَلَّ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَيَأْخُذَ جِلْدَ الْمَيْتَةِ وَيَرُدَّ عَلَيْهِ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ) ، وَالْمُرَادُ بِالْفَصْلِ الْأَوَّلِ إِذَا خَلَّلَهَا بِالنَّقْلِ مِنْ الشَّمْسِ إِلَى الظِّلِّ وَمِنْهُ إِلَى الشَّمْسِ ، وَبِالْفَصْلِ الثَّانِي إِذَا دَبَغَهُ بِمَا لَهُ قِيمَةٌ كَالْقَرَظِ وَالْعَفْصِ وَنَحْوِ ذَلِكَ .

وَالْفَرْقُ أَنَّ هَذَا التَّخْلِيلَ تَطْهِيرٌ لَهُ بِمَنْزِلَةِ غَسْلِ الثَّوْبِ النَّجِسِ فَيَبْقَى عَلَى مِلْكِهِ إِذْ لَا تَثْبُتُ الْمَالِيَّةُ بِهِ وَبِهَذَا الدِّبَاغِ اتَّصَلَ بِالْجِلْدِ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ لِلْغَاصِبِ كَالصَّبْغِ فِي الثَّوْبِ فَكَانَ بِمَنْزِلَتِهِ فَلِهَذَا يَأْخُذُ الْخَلَّ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَيَأْخُذُ الْجِلْدَ وَيُعْطِي مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ .

وَبَيَانُهُ أَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَى قِيمَتِهِ ذَكِيًّا غَيْرَ مَدْبُوغٍ ، وَإِلَى قِيمَتِهِ مَدْبُوغًا فَيَضْمَنُ فَضْلَ مَا بَيْنَهُمَا ، وَلِلْغَاصِبِ أَنْ يَحْبِسَهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ حَقَّهُ كَحَقِّ الْحَبْسِ فِي الْبَيْعِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے نے مسلمان سے شراب کو غصب کرتے ہوئے اس کا سرکہ بنا دیا ہے یا اس نے مردار کی کھال کو غصب کر کے اسے دباغت دے ڈالی۔ تو شراب والے کو بغیر کسی بدل کے وہ سرکہ لینے کا اختیار ہوگا۔ جبکہ کھال والے کیلئے یہ اختیار ہوگا کہ وہ مردار کی کھال وصول کرلے۔ اور دباغت کے سبب اس میں جو اضافہ ہوا ہے وہ غاصب کو ادا کردے۔

پہلے مسئلہ میں ماتن کا مطلب یہ ہے کہ غاصب نے اس شراب کو دھوپ سے سائے میں اور سائے سے دھوپ لا کر سرکہ بنایا ہے جبکہ دوسرے حکم میں دباغت سے مراد ہے کہ اس قسم کی چیز سے دباغت دی جائے جو قیمت والی ہو۔ جس طرح سلم پودے کا پتہ اور مازو کا پتہ ہے۔

مذکورہ دونوں مسائل میں فرق اس طرح ہوگا کہ شراب کو سرکہ بنانے کیلئے طہارت ہے جس طرح ناپاک کپڑے کو دھونا اس کیلئے طہارت ہے پس وہ شراب مالک کی ملکیت پر باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ تطہیر سے ملکیت ثابت نہیں ہوا کرتی۔ جبکہ دباغت کے سبب اس کھال میں غاصب کا متقوم مال خرچ ہو چکا ہے جس طرح کپڑے میں رنگائی ہے پس یہ شراب غصب شدہ کپڑے رنگے ہوئے کی طرح ہو جائے گا اسی دلیل کے سبب شراب والا شراب کو بغیر کسی بدلے کے لے گا۔ اور کھال لیتے ہوئے اس سے بڑھ جانے والی قیمت غاصب کو ادا کرے گا۔

اوراس کی توضیح یہ ہے جب ذبح شدہ جانوروں کی غیر مدبوغ قیمت اور دباغے ہوؤں کی قیمت کے درمیان برابری نہ ہوسکے گی۔اوران میں جس قدر فرق ہوگا غاصب کواسی ضمان دیدے۔اوراپنے حق کی وصولی تک غاصب کوکھال اپنے قبضہ میں رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔جس طرح قیمت وصول کرنے تک بائع کومبیع کواپنی قید میں رکھنے کا حق ہوتا ہے۔

شرح

اور مال وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہوجس کو دیالیا جاتا ہوجس سے دوسروں کوروکتے ہوں جسے وقت ضرورت کے لیے جمع رکھتے ہوں لہٰذاتھوڑی سی مٹی جب تک وہ اپنی جگہ پر ہے مال نہیں اوراس کی بیع باطل ہے البتہ اگراُسے دوسری جگہ منتقل کرکے لے جائیں تواب مال ہےاور بیع جائز گیہوں کاایک دانہ اس کی بھی بیع باطل ہے۔انسان کے پاخانہ پیشاب کی بیع باطل ہے جب تک مٹی اس پرغالب نہ آجائے اور کھادنہ ہوجائے گوبر،مینگنی،لید کی بیع باطل نہیں اگرچہ دوسری چیز کی اُن میں آمیزش نہ ہولہٰذا اُپلے کابیچنا خریدنایااستعمال کرناممنوع نہیں۔

مُردار سے مرادغیر مذبوح ہے چاہے وہ خودمرگیا ہویا کسی نے اُس کا گلاگھونٹ کر مارڈالا ہو یا کسی جانورنے اُسے مار ڈالا ہو۔مچھلی اورٹڈی مُردار میں داخل نہیں کہ یہ ذبح کرنے کی چیز ہی نہیں۔(ردمحتار،کتاب بیوع،بیروت)

حرام مال کوتصرف میں لانے کابیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے حرام مال حاصل کیا،اور پھراس کوخریداری میں صرف کیاتواس کی پانچ صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ یہ حرام دراہم بائع کودے کر پھراس کے عوض خریدا،دوم یہ کہ دینے سے قبل خریدااورعوض میں دے دیا،سوم یہ کہ دینے سے قبل خریدااورعوض اور مال دیا،چہارم یہ کہ مطلق خریداری کی ادائیگی میں یہ مال دیا،پنجم یہ کہ دوسرے دراہم سے خریدااورادائیگی میں یہ دراہم دئے۔ابونصر نے فرمایا پہلی صورت کے بغیر باقی تمام صورتوں میں خریدا ہوامال طیب ہے اور صدقہ کرنا بھی واجب نہیں،اوراسی کوفقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے۔لیکن یہ ظاہرروایت کے خلاف ہے کیونکہ جامع الصغیر میں نص ہے کہ اگرکسی نے ہزارغصب کیاہواوراس کے عوض لونڈی خریدی اوردوہزار میں فروخت کی تونفع کوصدقہ کرے،اورامام کرخی نے فرمایا کہ اول اورثانی صورت میں طیب نہ ہوگااورآخری تین صورتوں میں طیّب ہے،اورابوبکر نے فرمایا تمام صورتوں میں طیب نہیں ہے لیکن آج کل فتوی امام کرخی کےقول پر ہے تاکہ لوگوں سے حرج کاازالہ ہوسکےاھ،اورولوالجیہ میں ہے کہ بعض نے فرمایاسب صورتوں میں طیب نہیں وہ مختار ہے لیکن فتوی آج کل امام کرخی کےقول پر ہے حرام کی کثرت کی وجہ سے حرج کوختم کیاجاسکےاھ،اور مصنف نے درمختار،کتاب غصب،بیروت،کتاب غصب،بیروتوغیرہ کی اتباع کرتے ہوئے اسی کواپنایا ہے۔

(فتاویٰ شامی،کتاب بیوع،بیروت)

کھال کی ہلاکت کے سبب ضمانت میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اسْتَهْلَكَهُمَا ضَمِنَ الْخَلَّ وَلَمْ يَضْمَنْ الْجِلْدَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : يَضْمَنُ الْجِلْدَ مَدْبُوغًا وَيُعْطِي مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ) وَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ لَا يَضْمَنُهُ بِالْإِجْمَاعِ .

أَمَّا الْخَلُّ ؛ فَلِأَنَّهُ لَمَّا بَقِيَ عَلَى مِلْكِ مَالِكِهِ وَهُوَ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ ضَمِنَهُ بِالْإِتْلَافِ ، يَجِبُ مِثْلُهُ ؛ لِأَنَّ الْخَلَّ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ .

وَأَمَّا الْجِلْدُ فَلَهُمَا أَنَّهُ بَاقٍ عَلَى مِلْكِ الْمَالِكِ حَتَّى كَانَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ وَهُوَ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ فَيَضْمَنُهُ مَدْبُوغًا بِالِاسْتِهْلَاكِ وَيُعْطِيهِ الْمَالِكُ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ كَمَا إذَا غَصَبَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ ثُمَّ اسْتَهْلَكَهُ وَيَضْمَنُهُ وَيُعْطِيهِ الْمَالِكُ مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ ، وَلِأَنَّهُ وَاجِبُ الرَّدِّ ، فَإِذَا فَوَّتَهُ عَلَيْهِ خَلَفَهُ قِيمَتُهُ كَمَا فِي الْمُسْتَعَارِ .وَبِهَذَا فَارَقَ الْهَلَاكُ بِنَفْسِهِ .وَقَوْلُهُمَا يُعْطِي مَا زَادَالدِّبَاغُ فِيهِ مَحْمُولٌ عَلَى اخْتِلَافِ الْجِنْسِ .

أَمَّا عِنْدَ اتِّحَادِهِ فَيَطْرَحُ عَنْهُ ذَلِكَ الْقَدْرَ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ الْبَاقِي لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِي الْأَخْذِ مِنْهُ ثُمَّ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِ .وَلَهُ أَنَّ التَّقَوُّمَ حَصَلَ بِصُنْعِ الْغَاصِبِ وَصَنْعَتُهُ مُتَقَوِّمَةٌ لِاسْتِعْمَالِهِ مَالًا مُتَقَوِّمًا فِيهِ ، وَلِهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ فَكَانَ حَقًّا لَهُ وَالْجِلْدُ تَبَعٌ لَهُ فِي حَقِّ التَّقَوُّمِ ، ثُمَّ الْأَصْلُ وَهُوَ الصَّنْعَةُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَيْهِ فَكَذَا التَّابِعُ ، كَمَا إذَا هَلَكَ مِنْ غَيْرِ صَنْعَةٍ ، بِخِلَافِ وُجُوبِ الرَّدِّ حَالَ قِيَامِهِ ؛ لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الْمِلْكَ ، وَالْجِلْدُ غَيْرُ تَابِعٍ لِلصَّنْعَةِ فِي حَقِّ الْمِلْكِ لِثُبُوتِهِ قَبْلَهَا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُتَقَوِّمًا ، بِخِلَافِ الذَّكِيِّ وَالثَّوْبِ ؛ لِأَنَّ التَّقَوُّمَ فِيهِمَا كَانَ ثَابِتًا قَبْلَ الدَّبْغِ وَالصَّبْغِ فَلَمْ يَكُنْ تَابِعًا لِلصَّنْعَةِ ، وَلَوْ كَانَ قَائِمًا فَأَرَادَ الْمَالِكُ أَنْ يَتْرُكَهُ عَلَى الْغَاصِبِ فِي هَذَا الْوَجْهِ وَيُضَمِّنَهُ قِيمَتَهُ قِيلَ : لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ الْجِلْدَ لَا قِيمَةَ لَهُ ، بِخِلَافِ صَبْغِ الثَّوْبِ ؛ لِأَنَّ لَهُ قِيمَةً .

وَقِيلَ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَعِنْدَهُمَا لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ إذَا تَرَكَهُ عَلَيْهِ وَضَمَّنَهُ عَجَزَ الْغَاصِبُ عَنْ رَدِّهِ فَصَارَ كَالِاسْتِهْلَاكِ ، وَهُوَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

ترجمہ

اور جب غاصب نے کھال اور سرکہ کو ہلاک کر دیا ہے تو سرکہ کا ضامن ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ کھال کا ضامن نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک دباغی گئی کھال کا ضامن بھی بن جائے گا۔ اور دباغت کے سبب کھال کی قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے وہ مالک غاصب کو ادا کرے گا۔ اور جب کھال مالک کے قبضہ میں خود بہ خود ہلاک ہوگئی ہے تو بہ اتفاق غاصب اس کا ضامن نہ ہوگا۔

جبکہ سرکہ کا مسئلہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ وہ سرکہ مالک کی ملکیت پر باقی ہے۔ اور وہ متقوم مال بھی ہے لہذا ظاہر یہ ہوا کہ اس کے تلف ہونے پر غاصب پر اس کا ضمان ہوگا۔ اور اس کی مثل اس پر واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ سرکہ ذوات امثال میں سے ہے۔

طرفین کی دلیل کھال والے مسئلہ میں یہ ہے کہ کھال بھی مالک کی ملکیت پر باقی ہے حتیٰ کہ مالک کیلئے وہ کھال لینے کا اختیار بھی ہے۔ اور وہ متقوم مال بھی ہے۔ پس ہلاکت کی صورت میں غاصب پر دباغت والی کھال کا ضمان ہوگا۔ اور دباغت کے سبب اس کی قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے۔ وہ مالک غاصب کو ادا کر دے گا۔ جس طرح کسی نے کپڑا غصب کر کے اس کو رنگ دیا ہے اس کے بعد اس کو ہلاک کر دیا ہے۔ تو غاصب اس کپڑے کا ضامن ہوگا۔ اور جب رنگائی کے سبب کپڑے کی قیمت میں جتنا اضافہ ہوا ہے مالک وہ غاصب کو ادا کرے گا۔

اور یہ دلیل بھی ہے کہ غصب شدہ کو واپس کرنا واجب ہے پس جب غاصب اس کو ختم کرنے والا ہے تو اس کی قیمت اس کے قائم مقام ہوگی۔ جس طرح مستعار چیز میں قیمت اس کے قائم مقام ہوا کرتی ہے۔ اسی دلیل سے خود ہلاک ہونے اور ہلاک کرنے میں فرق ہوگیا ہے۔

صاحبین کا یہ کہنا کہ دباغت کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے وہ دیا جائے گا یہ جنس کے مختلف ہونے پر محمول کیا گیا ہے۔ جبکہ جنس متحد ہونے کی صورت میں ضمان سے غصب کردہ چیز کی مقدار میں رقم ساقط ہو جائے گی۔ اور بقیہ رقم مالک سے وصول کی جائے گی۔ کیونکہ غاصب سے لیتے ہوئے اسی کو واپس کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ تقوم فعل غاصب کے سبب پیدا ہونے والا ہے۔ اور یہ اس کا متقوم فعل ہے۔ کیونکہ وہ اس فعل میں متقوم مال کو استعمال کرنے والا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے اس کو دباغت کی وجہ سے اضافہ ہونے کو وصول کرنے تک قید میں رکھنے کا حق حاصل ہے۔ پس تقوم غاصب کیلئے ہوگا۔ اور تقوم کے حق میں کھال غاصب کے عمل تابع ہو جائے گی۔ اور اصل یعنی غاصب کا عمل یہ اس پر مضمون نہ ہوگا۔ پس تابع بھی مضمون نہ ہوگا جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب وہ فعل غاصب کے سوا ہلاک ہو جائے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کھال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا لازم ہے کیونکہ واپسی ملکیت کے تابع ہے اور ملکیت کے حق میں کھال بنانے کے تابع نہیں ہے۔ کیونکہ ملکیت تو دباغت سے پہلے بھی موجود تھی۔ اگرچہ متقوم نہیں ہے۔ بہ

خلاف مذبوح اور کپڑے کے کیونکہ ان میں دباغت اور رنگائی سے قبل بھی تقوم ثابت تھا۔ پس یہ تقوم کا پایا جانا یہ صنعت کے تابع نہ ہوگا۔ اور جب یہ کھال موجود ہے۔ تو اب اگر مالک غاصب کو کھال دے کر اس سے کھال کا ضمان واپس لینا چاہے تو ایک قول کے مطابق مالک کو یہ حق حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ کھال کی کوئی قیمت نہیں ہے بہ خلاف کپڑا رنگ دینے کے کیونکہ اس کپڑے کی قیمت ہوتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مالک کو یہ حق حاصل نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ ایسا کرسکتا ہے کیونکہ جب مالک وہ کھال غاصب کے ہاں چھوڑ کر اس سے ضمان لیا ہے تو غاصب اس کی واپسی سے عاجز ہے اور یہ ہلاک کردینے کی طرح ہے۔ اور ہلاک کردینے کا اختلاف بھی اسی مسئلہ کے مطابق ہے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مرگئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتارلی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔ تو لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

(رقم الحدیث، 117، صحیح مسلم ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، بتصرف اسنادھا)

امام دارقطنی ۲۹ مختلف اسناد سے دباغت کے متعلق احادیث لائے ہیں۔

حدثنا أبو بكر النيشابوري نا محمد بن عقيل بن خويلد نا حفص بن عبد الله نا إبراهيم بن طهمان عن أيوب عن نافع عن بن عمر قال قال رسول صلى الله عليه و سلم أيما اهاب دبغ فقد طهر إسناد حسن۔ (سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۲۸، دارالمعرفہ بیروت)

دباغت کھال سے متعلق تین مسائل ہیں (۱) کھال کی طہارت۔ اس کا تعلق کتاب الصید سے ہے۔ (۲) اس کھال میں نماز پڑھنا یہ مسئلہ کتاب الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔ (۳) اس سے وضو کرنا تاکہ قربت حاصل ہو یہ مسئلہ اس باب سے متعلق ہے۔ اور **والصلوٰۃ فیہ** کہا ہے جبکہ اس کو کپڑا بنایا جائے۔ اسی لئے ''**والصلوٰۃ علیہ**'' نہیں کہا۔ کہ نمازی اس پر نماز پڑھے اگرچہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کیونکہ کپڑے کا بیان نمازی پر زیادہ مشتمل ہے۔ اور وہ منصوص علیہ بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''**و ثیابك فطھر**'' اور جگہ کی طہارت اس کے ساتھ بطور دلالت ملی ہوئی ہے۔ اور آخری دونوں کا حکم اس میں بیان کیا ہے اور پہلی صورت اس لئے بیان کہ تاکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کھال کا ظاہر پاک ہوجاتا ہے لیکن اس کا باطن پاک نہیں ہوتا لہذا کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اسی طرح استثناء میں خنزیر کو آدمی پر مقدم کیا ہے کیونکہ یہ محل نجاست ہے اور نجاست کے موقع کے اعتبار سے خنزیر نجس العین ہے لہذا وہ قابل اہانت ہے اور آدمی کو اس سے موخر ذکر کیا ہے کیونکہ وہ افضل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۲۶، بیروت)

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ ہو قاعدہ فقہیہ

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ مذکور ہو تو وہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔ (ماخذ من العنایہ، ج ا، ص ۱۲۶، بیروت)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں کھال سے مراد عام ہے چاہے وہ مردار کی کھال ہو یا غیر مردار کی کھال ہو اسی طرح ما یوکل لحم کی کھال ہو یا غیر ما یوکل لحم کی کھال ہو ہر صورت میں دباغت کی وجہ سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ حکم دباغت بھی عام ہے۔ جو رطوبت ونجاستوں کو ختم کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں جو صاحب ہدایہ نے فقہاء احناف کے موقف کی دلیل میں ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے عموم مراد ہے اس سے ہر کھال مراد ہوگی سوائے خنزیر اور آدمی کی کھال کے کیونکہ ان دونوں کا استثناء کیا جائے گا۔

فقہ شافعی ومالکی کے مطابق مردار کی کھال کا حکم وفقہاء احناف کا جواب

امام مالک علیہ الرحمہ نے مذکورہ متن میں ذکر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے لہذا مردار کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ امام مالک کی مستدل حدیث ہے۔

اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے ذکر کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال سے ایک ماہ قبل حضرت جہینہ کو لکھا تھا۔ کہ تم مردار کی کھال اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، بیہقی، ابن عدی، بتصرف اسنادھا)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ اور اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ کیونکہ امام احمد کے نزدیک متن ''شھر او شھرین'' ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو تقدم حاصل ہے کیونکہ وہ حدیث اس کی ناسخ یعنی معارض ہے۔ لہذا قوت والی حدیث حکم کو شامل ہوگا۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

اسی طرح سند میں اضطراب اس طرح ہے۔ کہ عبدالرحمٰن نے ابن عکیم سے بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے خالد حذاء کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے حکیم بن عتیبہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن اور لوگ عبداللہ بن عکیم کی طرف چلے پس وہ داخل ہوئے میں دروازے پر کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلے تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے جہینہ کی طرف مذکورہ حدیث لکھی ہے۔

اس سند میں واضح ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے دروازے سے باہر نکلنے والوں سے حدیث سنی ہے اور دروازے سے نکلنے والے مجہول ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کے متن بھی اضطراب ہے کہ ایک روایت میں ایک مہینہ ہے اور ایک میں چالیس دن ہیں۔ اور ایک روایت میں تین دن مع الاختلاف کے ذکر ہے۔ اختلاف بھی ان سے مذکور ہے جو عکیم کی صحبت اختیار کرنے والے ہیں لہذا اسی وجہ

سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث جس کو امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے وہی ائمہ احناف کے مسلک کی دلیل ہوئی۔(فتح القدیر ،ج ١ ،ص ١٦٧ ،دارالمعرفه بیروت)

اسی طرح مذہب احناف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے جس کو امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔

عن عائشة قالت قال النبی صلى الله عليه و سلم استمتعوا بجلود الميتة إذا هی دبغت ترابا كان أو رمادا أو ملحا أو ما كان بعد أن تريد صلاحه ۔(سنن دار قطنی ،ج ١ ،ص ٤٩ ،دارا لمعرفه بیروت)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسے مٹی یا راکھ یا نمک یا تو اس کو بہت عرصے بعد صحیح دیکھے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے کے کھال کے بارے کو خنزیر کی کھال پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی اسی طرح کتے کی کھال بھی پاک نہ ہوگی۔

امام شافعی کا یہ قیاس اس لئے درست نہیں ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لایوکل لحم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہذا امام شافعی نے کتے کو خنزیر پر قیاس کیا ہے حالانکہ اگر لایوکل لحم جانوروں پر قیاس کرتے تو درست ہوتا۔

احناف نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فانہ رجس" میں ھو ضمیر کا مرجع خنزیر ہے۔ لہذا وہ نجس العین ہوا۔ اور نجس العین ہونا صرف خنزیر کی تخصیص ہے۔

ہلاک واستہلاک کھال پر فقہی جزئیات کا بیان

ثُمَّ قِيلَ : يُضَمِّنُهُ قِيمَةَ جِلْدٍ مَدْبُوغٍ وَيُعْطِيهِ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ كَمَا فِي الِاسْتِهْلَاكِ . وَقِيلَ يُضَمِّنُهُ قِيمَةَ جِلْدٍ ذَكِيٍّ غَيْرِ مَدْبُوغٍ ، وَلَوْ دَبَغَهُ بِمَا لَا قِيمَةَ لَهُ كَالتُّرَابِ وَالشَّمْسِ فَهُوَ لِمَالِكِهِ بِلَا شَيْءٍ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ غَسْلِ الثَّوْبِ .وَلَوْ اسْتَهْلَكَهُ الْغَاصِبُ يَضْمَنُ قِيمَتَهُ مَدْبُوغًا .وَقِيلَ طَاهِرًا غَيْرَ مَدْبُوغٍ ؛ لِأَنَّ وَصْفَ الدِّبَاغَةِ هُوَ الَّذِي حَصَّلَهُ فَلَا يَضْمَنُهُ .وَجْهُ الْأَوَّلِ وَعَلَيْهِ الْأَكْثَرُونَ أَنَّ صِفَةَ الدِّبَاغَةِ تَابِعَةٌ لِلْجِلْدِ فَلَا تُفْرَدُ عَنْهُ ، وَإِذَا صَارَ الْأَصْلُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ فَكَذَا صِفَتُهُ ، وَلَوْ خَلَّلَ الْخَمْرَ بِإِلْقَاءِ الْمِلْحِ فِيهِ قَالُوا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ : صَارَ مِلْكًا لِلْغَاصِبِ وَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهِ .

وَعِنْدَهُمَا أَخَذَهُ الْمَالِكُ وَأَعْطَى مَا زَادَ الْمِلْحُ فِيهِ بِمَنْزِلَةِ دَبْغِ الْجِلْدِ ، وَمَعْنَاهُ هَاهُنَا أَنْ يُعْطِيَ مِثْلَ وَزْنِ الْمِلْحِ مِنْ الْخَلِّ ، وَإِنْ أَرَادَ الْمَالِكُ تَرْكَهُ عَلَيْهِ وَتَضْمِينَهُ فَهُوَ عَلَى

مَا قِيلَ .

وَقِيلَ فِي دَبْغِ الْجِلْدِ وَلَوْ اسْتَهْلَكَهَا لَا يَضْمَنُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا كَمَا فِي دَبْغِ الْجِلْدِ ، وَلَوْ خَلَّلَهَا بِإِلْقَاءِ الْخَلِّ فِيهِمَا ، فَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ إنْ صَارَ خَلًّا مِنْ سَاعَتِهِ يَصِيرُ مِلْكًا لِلْغَاصِبِ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ لَهُ وَهُوَ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ ، وَإِنْ لَمْ تَصِرْ خَلًّا إلَّا بَعْدَ زَمَانٍ بِأَنْ كَانَ الْمُلْقَى فِيهِ خَلًّا قَلِيلًا فَهُوَ بَيْنَهُمَا عَلَى قَدْرِ كَيْلَيْهِمَا ؛ لِأَنَّ خَلْطَ الْخَلِّ بِالْخَلِّ فِي التَّقْدِيرِ وَهُوَ عَلَى أَصْلِهِ لَيْسَ بِاسْتِهْلَاكٍ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ هُوَ لِلْغَاصِبِ فِي الْوَجْهَيْنِ ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ نَفْسَ الْخَلْطِ اسْتِهْلَاكٌ عِنْدَهُ ، وَلَا ضَمَانَ فِي الِاسْتِهْلَاكِ ؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ مِلْكَ نَفْسِهِ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَضْمَنُ بِالِاسْتِهْلَاكِ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لِمَا بَيَّنَّا . وَيَضْمَنُ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي ؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ مِلْكَ غَيْرِهِ . وَبَعْضُ الْمَشَايِخِ أَجْرَوْا جَوَابَ الْكِتَابِ عَلَى إطْلَاقِهِ أَنَّ لِلْمَالِكِ أَنْ يَأْخُذَ الْخَلَّ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ ؛ لِأَنَّ الْمُلْقَى فِيهِ يَصِيرُ مُسْتَهْلَكًا فِي الْخَمْرِ فَلَمْ يَبْقَ مُتَقَوِّمًا .وَقَدْ كَثُرَتْ فِيهِ أَقْوَالُ الْمَشَايِخِ وَقَدْ أَثْبَتْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى .

ترجمہ

اوراسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ مالک غصب کرنے والے سے دباغت والی کھال کی قیمت وصول کرے گا اور دباغت نے جو اس میں اضافہ کیا ہے وہ مالک غاصب کو ادا کرے گا۔جس طرح ہلاک کرنے میں ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے۔کہ مالک غصب کرنے والے سے ذبح کیے ہوئے غیر مدبوغ جانور کی کھال کا ضمان لے گا۔اور جب غاصب نے مغصوبہ کھال کو کسی ایسی چیز کے ساتھ دباغ دیا ہے کہ جس کی کوئی قیمت نہیں ہے جس طرح مٹی اور سورج کی دھوپ ہے تو ایسی کھال بغیر کسی بدلے کے مالک کیلئے ہوگی۔کیونکہ یہ کپڑا دھلنے کی طرح ہے۔اور جب غاصب نے اس کو ہلاک کردیا ہے تو وہ مدبوغ کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ غیر مدبوغ پاک کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ دباغت کا وصف کو وہی حاصل کرنے والا ہے پس وہ غاصب اس وصف کا ضامن نہ بنے گا۔

پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ وصف یہ دباغت کھال کے تابع ہے۔پس وہ اس سے الگ نہ ہوگا اور جب اصل غاصب پر مضمون

ہے تو اس کا وصف بھی مضمون ہوگا۔اور جب شراب میں نمک ڈال کر اس کو سرکہ بنایا ہے تو مشائخ فقہاء کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ سرکہ غاصب کی ملکیت ہو جائے گا۔اور مالک پر غاصب کیلئے کچھ لازم نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک مالک وہ سرکہ وصول کرلے گا۔اور نمک ڈالنے کے سبب اس میں جو اضافہ ہوا ہے۔وہ مالک غاصب کو ادا کردے گا۔جس طرح کھال کو دباغ دینے کا حکم ہے۔اور یہ اعطاء کا معنی یہ ہے کہ غاصب کو سرکہ میں سے نمک کے وزن کے برابر سرکہ دے دیا جائے اور جب مالک اس سرکہ کو غاصب کے پاس چھوڑ کر اس سے ضمان وصول کرنا چاہے۔تب یہی اختلاف ہوگا جس کو بیان کردیا گیا ہے۔اور جو کھال کو دباغت دینے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب اس نے اس سرکہ کو ہلاک کردیا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔جبکہ صاحبین کا اختلاف ہے۔جس طرح دباغت کھال میں ان کا اختلاف ہے۔اور جب غاصب نے شراب میں سرکہ ڈال کر اس کو سرکہ بنادیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب ڈالتے ہی وہ سرکہ بن جائے تو وہ غاصب کی ملکیت میں ہو جائے گا اور اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا۔کیونکہ وہ غیر متقوم چیز کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اور جب وہ شراب کچھ دیر کے بعد اس طرح سرکہ بنی کہ اس میں کچھ سرکہ اور ڈال دیا گیا تو وہ سرکہ مالک اور غاصب کے درمیان مشترکہ ہوگا۔کیونکہ مال کے اعتبار سے غاصب نے سرکہ کو سرکہ کے ساتھ مکس کیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے قانون کے مطابق یہ مکسنگ ہلاک کرنے میں نہیں آئے گا جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں وہ غاصب کا ہوگا۔اور اس پر کچھ ضمان نہ ہوگا۔اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک نفس مکسنگ ہی ہلاکت ہے۔ اور یہاں پر ہلاکت کے سبب کوئی ضمان نہیں ہے۔کیونکہ اس نے اپنی ملکیت کو ہلاک کیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک پہلی صورت میں ہلاک کردینے سے غاصب پر کوئی ضمان نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

جبکہ دوسری صورت میں ضمان ہوگا۔کیونکہ وہ دوسرے کی ملکیت کو ہلاک کرنے والا ہے۔اور بعض مشائخ فقہاء نے امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول کا مطلق پر جاری رکھا ہے۔کہ تمام صورتوں میں مالک کیلئے وہ سرکہ بغیر کسی بدلے کے لینے کا اختیار ہوگا ۔کیونکہ شراب میں مکس کی گئی چیز ہلاک ہوگئی ہے اور وہ متقوم نہ رہی۔اور اس مسئلہ میں مشائخ فقہاء کے بہت زیادہ اقوال ہیں۔ کفایت منتہی میں ہم نے اس کو تمام دلائل وتوضیحات کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

مثلی چیز میں قبضہ کے سبب ضمان ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بیوی نے ورثاء کی اجازت کے بغیر خاوند کو کفن دیا اور وہ کفن بازاری قیمت کے مساوی تھا تو ترکہ سے اس کی قیمت واپس لے سکے گی،اور اگر بازاری قیمت سے زائد کیا تو کچھ بھی واپس نہ لے سکے گی، اور اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے انہوں نے فرمایا اگر کہا جائے کہ مثلی قیمت میں رجوع کرسکتی ہے تو بعید نہ ہوگا،اور وجیز الکردری

میں ہے کہ زائد قیمت کی صورت میں رجوع نہیں کرسکتا اور اگر یہ کہا جائے کہ مثلی قیمت تک رجوع کرسکتا ہے تو اس کی وجہ ہوسکتی ہے۔ (درمختار، باب وصی)

علامہ طاہر بن احمد بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مثلی کفن تک بھی رجوع نہیں کرسکتی اور اگر کوئی یہ کہے کہ مثلی کفن تک رجوع کرسکتی ہے تو اس کی وجہ ہے اھ، اور تنویر الابصار اور درمختار کے وصایا کے بیان میں ہے کہ اگر وصی نے کفن کی تعداد میں زیادتی کی تو زائد کا ضامن ہوگا اور یہ عدد مثلی کفن کی قیمت میں خرید ہوا تو خرید اس کی ہوگی اور اس وقت اس کی خرید میں یتیم کا جتنا مال خرچ ہو اس کا ضامن ہوگا۔ (خلاصہ فتاویٰ، کتاب وصایا)

ڈھول باجوں کو توڑنے پر ضمان ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَسَرَ لِمُسْلِمٍ بَرْبَطًا أَوْ طَبْلًا أَوْ مِزْمَارًا أَوْ دُفًّا أَوْ أَرَاقَ لَهُ سَكَرًا أَوْ مُنَصَّفًا فَهُوَ ضَامِنٌ ، وَبَيْعُ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ جَائِزٌ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : لَا يَضْمَنُ وَلَا يَجُوزُ بَيْعُهَا .وَقِيلَ الِاخْتِلَافُ فِي الدُّفِّ وَالطَّبْلِ الَّذِي يُضْرَبُ لِلَّهْوِ .فَأَمَّا طَبْلُ الْغُزَاةِ وَالدُّفُّ الَّذِي يُبَاحُ ضَرْبُهُ فِي الْعُرْسِ يُضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ .وَقِيلَ الْفَتْوَى فِي الضَّمَانِ عَلَى قَوْلِهِمَا .وَالسَّكَرُ اسْمٌ لِلنِّيءِ مِنْ مَاءِ الرُّطَبِ إذَا اشْتَدَّ .وَالْمُنَصَّفُ مَا ذَهَبَ نِصْفُهُ بِالطَّبْخِ .

وَفِي الْمَطْبُوخِ أَدْنَى طَبْخَةٍ وَهُوَ الْبَاذَقُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رِوَايَتَانِ فِي التَّضْمِينِ وَالْبَيْعِ .

لَهُمَا أَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ أُعِدَّتْ لِلْمَعْصِيَةِ فَبَطَلَ تَقَوُّمُهَا كَالْخَمْرِ ، وَلِأَنَّهُ فَعَلَ مَا فَعَلَ آمِرًا بِالْمَعْرُوفِ وَهُوَ بِأَمْرِ الشَّرْعِ فَلَا يَضْمَنُهُ كَمَا إذَا فَعَلَ بِإِذْنِ الْإِمَامِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهَا أَمْوَالٌ لِصَلَاحِيَّتِهَا لِمَا يَحِلُّ مِنْ وُجُوهِ الِانْتِفَاعِ وَإِنْ صَلَحَتْ لِمَا لَا يَحِلُّ فَصَارَ كَالْأَمَةِ الْمُغَنِّيَةِ .

وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْفَسَادَ بِفِعْلِ فَاعِلٍ مُخْتَارٍ فَلَا يُوجِبُ سُقُوطَ التَّقَوُّمِ ، وَجَوَازُ الْبَيْعِ وَالتَّضْمِينِ مُرَتَّبَانِ عَلَى الْمَالِيَّةِ وَالتَّقَوُّمِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ بِالْيَدِ إلَى الْأُمَرَاءِ لِقُدْرَتِهِمْ وَبِاللِّسَانِ إلَى غَيْرِهِمْ ، وَتَجِبُ قِيمَتُهَا غَيْرُ صَالِحَةٍ لِلَّهْوِ كَمَا فِي الْجَارِيَةِ الْمُغَنِّيَةِ وَالْكَبْشِ النَّطُوحِ وَالْحَمَامَةِ الطَّيَّارَةِ وَالدِّيكِ الْمُقَاتِلِ وَالْعَبْدِ الْخَصِيِّ تَجِبُ الْقِيمَةُ غَيْرُ صَالِحَةٍ لِهَذِهِ الْأُمُورِ ، كَذَا هَذَا ، وَفِي السَّكَرِ وَالْمُنَصَّفِ تَجِبُ قِيمَتُهُمَا ، وَلَا

يَجِبُ الْمِثْلُ ؛ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوعٌ عَنْ تَمَلُّكِ عَيْنِهِ وَإِنْ كَانَ لَوْ فَعَلَ جَازَ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا أَتْلَفَ عَلَى نَصْرَانِيٍّ صَلِيبًا حَيْثُ يَضْمَنُ قِيمَتَهُ صَلِيبًا ؛ لِأَنَّهُ مُقَرٌّ عَلَى ذَلِكَ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی مسلم کے ڈھول باجوں یا بانسری ودف وغیرہ کو توڑ دیا ہے یا مسلمان کی نشہ آور اشیاء کو گرا دیا ہے۔تو ایسا کرنے والا ضامن ہوگا اور ان چیزوں کی بیع جائز ہے۔اور یہ حکم امام صاحب کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ فاعل پر ضمان نہ ہوگا اور ان اشیاء کی بیع جائز نہیں ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ اختلاف ایسے دف اور ڈھول کے بارے میں ہے جو لہو ولعب کیلئے بجایا جاتا ہے جبکہ وہ ڈھول اور دف جس کو غازی مجلس نکاح میں بطور جواز بجائیں تو انہیں ہلاک کرنے کی صورت میں بہ اتفاق ضمان واجب ہوگا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں فتویٰ صاحبین کے قول کے مطابق ہے۔

اور پکی کھجوروں کا پانی جس وقت خود گاڑھا ہو جائے تو اس کو سکر کہتے ہیں اور منصف وہ شیرہ ہوتا ہے جس کا آدھا حصہ پکانے سے ختم ہو جائے اور وہ شیرہ جس کو ہلکا سا پکایا جائے یعنی باذق ہے۔اس کی لزوم اور بیع کے بارے میں امام صاحب سے دو روایات نقل کی گئی ہیں۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اشیاء نافرمانی کیلئے بنائی جاتی ہیں لہذا ان کا مال متقوم ہونا شراب کی طرح باطل ہے۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہاں فاعل نے جو کچھ کیا ہے وہ امر بہ معروف کے تحت کیا ہے لہذا وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح اس وقت وہ ضامن نہیں بنتا جب اس نے یہ کام حاکم کی اجازت سے کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء اموال ہیں کیونکہ ان میں حلال طریقے سے نفع دینے کی قوت پائی جاتی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ یہ چیزیں حرام طرق سے نفع دینے کے قابل بھی ہیں۔کیونکہ اس اعتبار سے گانے والی باندی کی طرح ہیں۔اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ یہاں فساد یہ فعل فاعل کے اختیار کے سبب سے ہوا ہے کیونکہ یہ فساد تقوم کو ساقط کرنے کا سبب نہیں ہے جبکہ بیع وتضمین کا جواز تقوم اور مالیت پر مرتب ہونے والا ہے۔جبکہ قوت ہاتھ سے امر بہ معروف کرنا یہ بادشاہوں کا کام ہے۔کیونکہ اس پر قدرت انہی کو حاصل ہے۔جبکہ بادشاہوں کے سوا کیلئے امر بہ معروف زبانی طریقے سے ہے۔اور ضمان واجب ہونے کے احوال میں ان چیزوں میں ایسی قیمت واجب ہوگی۔جس میں لہو ولعب کی طاقت نہ ہو جس طرح گانے والی باندی میں، سینگ مارنے والے مینڈھے میں، کبوتر بازی کرنے والے کبوتر میں، لڑائی کرنے والے مرغ میں اور خصی غلام میں ان کی ہلاکت کے سبب ایسی قیمت واجب ہوتی ہے جو ان کاموں کے قابل نہ ہوں۔اور اس مسئلہ کے مطابق مذکورہ چیزوں کا بدلہ بھی ایسی چیزوں

سے دیا جائے جولہو ولعب کے لائق نہ ہو۔

سکر اور منصف میں ان کی قیمت واجب ہوگی۔ مثل واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ مسلمان کو ان کے عین کا مالک بننے سے روک دیا گیا ہے۔ اور جب اس نے مثل لے لی ہے تب بھی جائز ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی شخص نے نصرانی کی صلیب کو توڑ دیا ہے تو اس پر صلیب کا ضمان لازم ہوگا کیونکہ نصرانی صلیت پر باقی ہے۔

شرح

اور طبلہ، سارنگی، ستار، یکتارا، دوتارا، ڈھول اور ان کے علاوہ دوسری قسم کے باجے کسی نے توڑ ڈالے توڑنے والے کو تاوان دینا ہوگا مگر تاوان میں باجے کی قیمت نہیں دی جائے گی بلکہ اوس قسم کی لکڑی گھدی ہوئی باجے کے سوا اگر کسی جائز کام میں آئے اُس کی جو قیمت ہو وہ دی جائے یہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے مگر صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے وہ یہ کہ توڑنے والے پر کچھ بھی تاوان واجب نہیں بلکہ ان کی بیع بھی جائز نہیں اور یہ اختلاف اُسی صورت میں ہے جب وہ لکڑی کسی کام میں آسکتی ہو ورنہ بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر امام کے حکم سے توڑے ہوں تو بالاتفاق تاوان واجب نہیں اور یہ اختلاف اُس میں ہے کہ وہ باجے ایسے شخص کے نہ ہوں جو گاتا بجاتا ہو اور گویے کے ہوں تو بھی بالاتفاق تاوان واجب نہیں۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت، کتاب غصب، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب غصب، بیروت)

شطرنج، گنجفہ، چوسر، تاش وغیرہ ناجائز کھیل کی چیزیں تلف کردیں ان کا بھی تاوان واجب نہیں۔ طبل غازی کو توڑ ڈالا یا وہ دف جس کو شادیوں میں بجانا جائز ہے اسے توڑا یا چھوٹے بچوں کے تاشے باجے توڑ ڈالے تو ان کا تاوان ہے۔ (درمختار، کتاب غصب، بیروت، کتاب غصب، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

اور بولنے والے کبوتر یا فاختہ کو تلف کیا تو تاوان میں وہ قیمت لی جائے گی جو بولنے والے کی ہے اسی طرح بعض کبوتر خوبصورت ہوتے ہیں اس کی وجہ سے اُن کی قیمت زیادہ ہوتی ہے تو تاوان میں یہی قیمت لی جائے گی اور اُڑنے والے کبوتروں میں وہ قیمت لگائی جائے گی جو نہ اُڑنے والے کی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب غصب، بیروت)

پرندے کا پنجرہ کھولنے میں ضمان ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے پرندے کا پنجرہ کھول دیا اور وہ پرندہ اڑ گیا ہے تو شیخین کے نزدیک کھولنے والا ضامن نہ ہوگا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول اسی طرح ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا۔ اور امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا قول بھی یہی ہے کہ وہ ضامن ہوگا۔

(شرح الوقایہ، کتاب غصب، بیروت)

ڈھول باجوں کی بیع میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی مسلم کے ڈھول باجوں یا بانسری ودف وغیرہ کو توڑ دیا ہے یا مسلمان کی نشہ آور اشیاء کو گرادیا ہے۔ تو ایسا کرنے والا ضامن ہوگا اور ان چیزوں کی بیع جائز ہے۔ اور یہ حکم امام صاحب کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ فاعل پر ضمان نہ ہوگا اور ان اشیاء کی بیع جائز نہیں ہے۔ حضرت امام مالک، امام احمد علیہما الرحمہ کے نزدیک بھی مذکورہ اشیاء کی بیع جائز نہیں ہے۔ جبکہ اس مسئلہ میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب میں تفصیل ہے۔
(شرح الوقایہ، کتاب غصب، بیروت)

غصب شدہ ام ولد یا مدبرہ کے فوت ہوجانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ أُمَّ وَلَدٍ أَوْ مُدَبَّرَةً فَمَاتَتْ فِي يَدِهِ ضَمِنَ قِيمَةَ الْمُدَبَّرَةِ وَلَا يَضْمَنُ قِيمَةَ أُمِّ الْوَلَدِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : يَضْمَنُ قِيمَتَهُمَا ؛ لِأَنَّ مَالِيَّةَ الْمُدَبَّرَةِ مُتَقَوِّمَةٌ بِالِاتِّفَاقِ ، وَمَالِيَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ ، وَعِنْدَهُمَا مُتَقَوِّمَةٌ ، وَالدَّلَائِلُ ذَكَرْنَاهَا فِي كِتَابِ الْعَتَاقِ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ .

ترجمہ

اور جب کسی بندے میں ام ولد یا مدبرہ کو غصب کیا ہے اور وہ غاصب کے ہاں فوت ہوگی ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غاصب کا ضامن ہوگا جبکہ ام ولد کا ضامن نہ ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک وہ دونوں کا ضامن ہوگا کیونکہ مدبرہ کا مال متقوم ہونا بہ اتفاق ہے اور ام ولد کا مال متقوم ہونا یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غیر متقوم ہے۔ جبکہ صاحبین کے مطابق مال متقوم میں سے ہے ان دونوں مؤقف کے مطابق ائمہ فقہ کے دلائل کو ہم کتاب عتاق میں بیان کر آئے ہیں۔ (جو شرح ہدایہ جلد سابع میں آپ پڑھ سکتے ہیں)

شرح

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر ام ولد یا مدبر مشتری کے پاس فوت ہوجائیں تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ مشتری پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مبیع پر بیع کے طریقے پر قبضہ کیا گیا ہے پس دوسرے اموال کی طرح اس میں بھی ضمان واجب ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر بیع کے حکم میں آنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ مبیع میں ملائی ہوئی چیزیں میں بھی ملکیت

ثابت ہو جاتی ہے بہ خلاف مکاتب کے کیونکہ وہ اپنے ہی قبضہ میں ہوتا ہے پس اس کے حق میں قبضہ ثابت نہ ہوگا حالانکہ یہ ضمان قبضہ ہی کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کو بیع کے طریقے پر بیع کی ایسی حقیقت کے ساتھ ملایا جائے گا جو محل حقیقت کو قبول کرنے والا ہو۔ جبکہ یہ دونوں یعنی ام ولد و مدبر حقیقت بیع کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ پس یہ مکاتب کی طرح ہو جائیں گے۔ جبکہ بیع میں ان کا داخل ہونا یہ اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ان میں ملنے والی اشیاء میں بیع کا حکم ثابت ہونے کیلئے ہوتا ہے پس یہ ان کا دخول مشتری کے مال کی طرح ہو جائے گا جو اکیلا اس کی بیع کے حکم میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کی جانب سے ملائی گئی چیزوں میں داخل ہونے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے لہذا ایسے ہی اس میں ثابت ہو جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مدبر مقید کا مولیٰ مرا اور اسی وصف پر موت واقع ہوئی مثلاً جس مرض یا وقت میں مرنے پر اس کا آزاد ہونا کہا تھا وہی ہوا تو تہائی مال سے آزاد ہو جائیگا ورنہ نہیں۔ اور ایسے مدبر کو بیع و ہبہ و صدقہ وغیرہا کر سکتے ہیں۔ مولیٰ نے کہا تو میرے مرنے سے ایک مہینہ پہلے آزاد ہے اور اس کہنے کے بعد ایک مہینہ کے اندر مولیٰ مر گیا تو آزاد نہ ہوا اور اگر ایک مہینہ یا زائد پر مرا تو غلام پورا آزاد ہو گیا اگر چہ مولیٰ کے پاس اس کے علاوہ کچھ مال نہ ہو۔ مولیٰ نے کہا تو میرے مرنے کے ایک دن بعد آزاد ہے تو مدبر نہ ہوا، لہذا آزاد بھی نہ ہوگا۔ مدبرہ کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بھی مدبر ہے، جبکہ وہ مدبرہ مطلقہ ہو اور اگر مقیدہ ہو تو نہیں۔ (درمختار، کتاب عتاق، بیروت)

﴿یہ کتاب شفعہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کی غصب کے ساتھ فقہی مطابقت اس طرح ہے کہ ان دونوں میں غیر کے مال پر اس کی مرضی کے بغیر قبضہ کرنا ہے۔ لہذا اس حساب سے شفعہ کو کتاب غصب پر تقدم حاصل ہوتا ہے۔ لیکن کثرت ضرورت اور پہچان کے سبب اور وقوع کی کثرت کے سبب کتاب غصب کو کتاب شفعہ پر مقدم کیا گیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب شفعہ، ج ۱۳، ص ۴۲۰، بیروت)

شفعہ کے فقہی مفہوم کا بیان

شفعہ "مشتق" ہے شفع "سے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا اور جفت کرنا" شفعہ اصطلاح فقہ میں اس ہمسائیگی یا شراکت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کسی ہمسایہ یا کسی شریک کو اس کے دوسرے ہمسایہ یا دوسرے شریک کے فروخت ہونیوالی زمین یا فروخت ہونیوالے مکان کو خریدنے کا ایک مخصوص حق حاصل ہوتا ہے اور یہ حق صرف زمین یا مکان کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، جس شخص کو یہ حق حاصل ہوتا ہے اسے شفیع کہتے ہیں۔ اس حق کا نام شفعہ اس لئے ہے کہ یہ خاص حق فروخت ہونیوالی زمین یا مکان کو شفیع کی زمین یا مکان سے ملاتا ہے۔

شفعہ کہتے ہیں شریک یا ہمسائے کا حصہ وقت بیع کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جانور میں ہے اور کسی منقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ میں ہوگا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو ملے گا نہ کہ ہمسایہ کو۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور اہل حدیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وهي مأخوذة لغة من الشفع و هو الزوج و قيل من الزيادة و قيل من الاعانة و في الشرع انتقال حصة شريك الى شريك كانت انتقلت الى اجنبي بمثل العوض المسمى و لم يختلف العلماء في مشروعيتها (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

اور وہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کہا گیا کہ زیادتی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا اعانت کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرنا، جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔ اس

کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

شفعہ کی فقہی شرائط کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کی شرائط حسب ذیل ہیں۔(۱) جائداد کا انتقال عقد معاوضہ کے ذریعہ سے ہو یعنی بیع یا معنی بیع میں ہو۔ معنی بیع مثلاً جائداد کو بدل صلح قرار دیا یعنی اُس کو دے کر صلح کی ہو اور اگر انتقال میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شفعہ نہیں ہوسکتا مثلاً ہبہ، صدقہ، میراث، وصیت کی رو سے جائداد حاصل ہوئی تو اُس پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہبہ بشرط العوض میں اگر دونوں جانب سے تقابض بدلین ہوگیا تو شفعہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ تھی مگر موہوب لہ نے عوض دے دیا مثلاً زید نے عمرو کو ایک مکان ہبہ کر دیا اور عمرو نے زید کو اُس کے عوض میں مکان ہبہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) مبیع عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہو منقولات میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔(۳) بائع کی ملک زائل ہوگئی ہو لہٰذا اگر بائع کو خیار شرط ہو تو شفعہ نہیں ہوسکتا جب وہ اپنا خیار شرط ساقط کر دے گا تب ہوسکے گا۔ اور مشتری کو خیار ہو تو شفعہ ہوسکتا ہے۔(۴) بائع کا حق بھی زائل ہوگیا ہو یعنی مبیع کے واپس لینے کا اُسے حق نہ ہو لہٰذا مشتری نے بیع فاسد کے ذریعہ سے جائداد بیچی تو شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر مشتری نے اس جائداد کو بیع صحیح کے ذریعہ فروخت کر ڈالا تو اب شفعہ ہوسکتا ہے اور اس شفعہ کو اگر بیع ثانی پر بنا کرے تو بیع ثانی کا جو کچھ ثمن ہے اُس کے ساتھ لے گا اور اگر بیع اول پر بنا کرے تو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن جو اُس کی قیمت تھی وہ دینی ہوگی۔(۵) جس جائداد کے ذریعہ سے اس جائداد پر شفعہ کرنے کا حق حاصل ہوا ہے وہ اس وقت شفیع کی ملک میں ہو یعنی جبکہ مشتری نے اس شفعہ والی جائداد کو خریدا لہٰذا اگر وہ مکان شفیع کے کرایہ میں ہو یا عاریت کے طور پر اوس میں رہتا ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا یا اس مکان کو اس نے پہلے ہی بیع کر دیا ہے تو اب شفعہ نہیں کرسکتا۔(۶) شفیع نے اوس بیع سے نہ صراحۃً رضامندی ظاہر کی ہو نہ دلالۃً ہو۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شفعہ کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کا حکم یہ ہے کہ جب اس کا سبب پایا جائے یعنی جائداد بیچی گئی تو طلب کرنا جائز ہے اور بعد طلب و اشہاد یہ مؤکد ہو جاتا ہے اور قاضی کے فیصلہ یا مشتری کی رضامندی سے شفیع اُس چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

حق شفعہ پر شریک کے ہونے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے نزدیک حق شفعہ صرف شریک کو حاصل ہوتا ہے ہمسایہ کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حق شفعہ جس طرح شریک کے لئے ثابت ہے اسی طرح ہمسایہ کے لئے بھی ثابت ہے۔

ایک صحیح روایت کے مطابق حضرت امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں ہمسایہ کے حق شفعہ کے ثبوت میں احادیث منقول ہیں جو بالکل صحیح درجے کی ہیں ان کی موجودگی میں ہمسایہ کو حق شفعہ دینے سے انکار ایک بے دلیل بات ہے۔

حنفی مسلک کے مطابق شفیع کے تین درجے ہیں اول خلیط فی النفس المبیع یعنی فروخت ہونیوالے مکان کی ملکیت میں کئی آدمی شریک ہوں خواہ وہ مکان ان سب شرکاء کو وراثت میں پہنچا ہو یا ان سب نے مشترک طور پر اسے خریدا ہو اور یا کسی نے ان سب کو مشترک طور پر ہبہ کیا ہو۔

دوم خلیط فی حق المبیع یعنی اس فروخت ہونیوالے مکان یا زمین کی ملکیت میں شریک نہ ہو بلکہ اس زمین یا مکان کے حقوق میں شریک ہو جیسے حق مرور یعنی آمد و رفت کا حق حق مسیل یعنی پانی کے نکاس کا حق اور حق شرب یعنی کھیت وغیرہ کو سیراب کرنے کے لئے پانی لے جانے کی نالی وغیرہ کا حق۔

سوم جار یعنی ہمسایہ جس کا مکان فروخت ہونیوالے مکان سے متصل ہو اور ان دونوں مکانوں کی دیواریں ملی ہوئی ہوں نیز دونوں کے دروازوں کا راستہ ایک ہو۔ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی شفیع نہیں ہوسکتا لہذا سب سے پہلے تو حق شفعہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اس فروخت ہونیوالے مکان یا زمین کی ملکیت میں شریک ہو اس کی موجودگی میں حق شفعہ نہ تو حقوق میں شریک کو حاصل ہوگا اور نہ ہمسایہ کو اگر یہ شریک حق شفعہ سے دست کشی اختیار کرے تو پھر حق شفعہ اس شخص کو پہنچے گا جو حقوق میں شریک ہو اور یہ بھی دست کشی اختیار کرلے تب حق شفعہ ہمسایہ کو حاصل ہوگا اور اگر یہ ہمسایہ بھی اپنے اس حق سے دست کش ہو جائے تو اس کے بعد کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا۔

علامہ قسطلانی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفیع کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی پھر شریک نے بیع کی تو شفیع کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائع کو شفیع کا خبر دینا واجب ہے یا مستحب۔

لفظ شفعہ کی لغوی شرح کا بیان

الشُّفْعَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الشَّفْعِ وَهُوَ الضَّمُّ، سُمِّيَتْ بِهَا لِمَا فِيهَا مِنْ ضَمِّ الْمُشْتَرَاةِ إلَى عَقَارِ الشَّفِيعِ .قَالَ (الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ثُمَّ لِلْخَلِيطِ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ كَالشُّرْبِ وَالطَّرِيقِ ثُمَّ لِلْجَارِ) أَفَادَ هَذَا اللَّفْظُ ثُبُوتَ حَقِّ الشُّفْعَةِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ وَأَفَادَ التَّرْتِيبَ ،

ترجمہ

شفعہ "مشتق" ہے شفع" سے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا ہیں اور اس کا نام شفعہ اس لئے ہے کہ اس میں خریدی ہوئی زمین کو

شفیع کی زمین کے ساتھ ملانے کا معنی پایا جاتا ہے۔

فرمایا کہ شفعہ نفس مبیع اور اس کے بعد حق مبیع میں شامل شخص کیلئے ثابت ہے حق مبیع جس طرح کوئی شخص پانی اور راستے میں شریک ہے اور اس کے بعد ہمسائے کیلئے ثابت ہے۔ امام قدوری علیہ الرحمہ کے اس لفظ نے دونوں میں سے ہر ایک کیلئے حق شفعہ کے ثبوت اور ترتیب دونوں کا فائدہ دیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غیر منقول جائداد کو کسی شخص نے جتنے میں خریدا اُتنے ہی میں اُس جائداد کے مالک ہونے کا حق جو دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں کہ مشتری اس پر راضی ہو جب ہی شفعہ کیا جائے وہ راضی ہو یا ناراض بہرصورت جو حق دار ہے لے سکتا ہے۔ جس شخص کو یہ حق حاصل ہے اوس کو شفیع کہتے ہیں۔ مشتری نے مثلی چیز کے عوض میں جائداد خریدی ہے مثلاً روپے اشرفی پیسے کے عوض میں ہے تو اُس کی مثل دے کر شفیع لے لے گا اور اگر قیمی چیز ثمن ہے تو اُس کی جو کچھ قیمت ہے وہ دے گا۔ شفعہ وہ شخص کر سکتا ہے جس کی مِلک جائداد مبیعہ سے متصل ہے خواہ اُس جائداد میں شفیع کی شرکت ہو یا اس کا جوار (پڑوس) ہو۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

ہمسائے کے شفعہ کے ثبوت میں فقہی اختلاف کا بیان

أَمَّا الثُّبُوتُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ لِشَرِيكٍ لَمْ يُقَاسِمْ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ وَالْأَرْضِ ، يَنْتَظِرُ لَهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا سَقَبُهُ ؟ قَالَ شُفْعَتُهُ) وَيُرْوَى (الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ) .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا شُفْعَةَ بِالْجِوَارِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ ، فَإِذَا وَقَعَتْ الْحُدُودُ وَصُرِفَتْ الطَّرِيقُ فَلَا شُفْعَةَ) وَلِأَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ مَعْدُولٌ بِهِ عَنْ سُنَنِ الْقِيَاسِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَمَلُّكِ الْمَالِ عَلَى الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ ، وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ ، وَهَذَا لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ ؛ لِأَنَّ مُؤْنَةَ الْقِسْمَةِ تَلْزَمُهُ فِي الْأَصْلِ دُونَ الْفَرْعِ ، وَلَنَا مَا رَوَيْنَا ، وَلِأَنَّ مِلْكَهُ مُتَّصِلٌ بِمِلْكِ الدَّخِيلِ اتِّصَالَ تَأْبِيدٍ وَقَرَارٍ فَيَثْبُتُ لَهُ حَقُّ الشُّفْعَةِ عِنْدَ وُجُودِ الْمُعَاوَضَةِ بِالْمَالِ اعْتِبَارًا بِمَوْرِدِ الشَّرْعِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الِاتِّصَالَ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ إنَّمَا انْتَصَبَ سَبَبًا فِيهِ لِدَفْعِ ضَرَرِ الْجِوَارِ ، إذْ هُوَ مَادَّةُ الْمَضَارِّ عَلَى مَا

عُرفٍ، وَقَطْعُ هٰذِهِ الْمَادَّةِ بِتَمَلُّكِ الْأَصْلِ أَوْلٰى ؛ لِأَنَّ الضَّرَرَ فِي حَقِّهِ بِإِزْعَاجِهِ عَنْ خُطَّةِ آبَائِهِ أَقْوٰى ، وَضَرَرُ الْقِسْمَةِ مَشْرُوعٌ لَا يَصْلُحُ عِلَّةً لِتَحْقِيقِ ضَرَرِ غَيْرِهِ .

ترجمہ

نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے شفعہ کا ثبوت ہے کہ شفعہ ہر اس شریک کو ملے گا جس نے تقسیم نہ کی ہو۔اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے۔کہ گھر کا شریک گھر اور زمین کا زیادہ حقدار ہے۔اور اس کا انتظار کیا جائے جب وہ غائب ہو۔لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ دونوں کا راستہ ایک ہو اور یہ بھی نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمسایہ اپنی قربت کے سبب زیادہ حقدار ہے۔تو عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ سقب کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ شفعہ ہے۔اور دوسری روایت میں ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے یہ روایت کیے گئے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمسایہ ہونے کے سبب حق شفعہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شفعہ غیر مقسوم چیزوں میں ہے۔پس جب حدود کا تقرر ہو گیا ہے اور راستوں کو بدل دیا گیا ہے تو اب اس کو حق شفعہ حاصل نہ ہو گا۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ حق شفعہ یہ قیاس کی طرق میں ایک جدا مسئلہ ہے۔کیونکہ اس میں دوسرے کے مال پر بغیر اس کی رضا کے مالک بننا ہے۔حالانکہ شریعت مطہرہ نے حق شفعہ کے ساتھ غیر مقسوم چیزوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔جبکہ ہمسایہ یہ مورد شرع کے مطابق نہیں ہے۔کیونکہ اصل میں شفیع کو تقسیم کرنے کی مشقت ہوتی ہے جبکہ فرع میں اس کیلئے کوئی مشقت والی بات نہیں ہے۔

اور ہمارے نزدیک وہ روایات ہیں جو پہلے ہم نے بیان کردی ہیں۔کیونکہ شفیع کی ملکیت مشتری کے ساتھ دوام اور مستقل طور پر ملی ہوئی ہے۔پس مورد شریعت پر قیاس کرتے ہوئے معاوضہ یہ مال کے وجود کے سبب اس وقت شفیع کیلئے حق شفعہ ثابت ہو جائے گا۔اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ شریعت کا مورد ہونا یہ ہمسائے کے نقصان کو دور کرتے ہوئے صفت اتصال پر قائم ہے کیونکہ تمام نقصانات کی جڑ ہمسائیگی ہے۔جس طرح عرف میں ہے۔اور اس مادہ کو ختم کردینا یہ شفیع کے مالک بننے کے اولیٰ ہے کیونکہ شفیع کو اس کے آباء اجداد کے ٹکڑے سے دور کرنے کے سبب اس کے حق میں نقصان زیادہ نقصان دہ ہے۔اور تقسیم کا نقصان یہ مشروع ہے۔جو اپنے سوا کے نقصان کو ثابت کرنے کیلئے علت بننے کی قوت نہیں رکھتا۔

ہر منقول چیز میں شفعہ ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس غیر منقول چیز میں حق شفعہ ثابت ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے (جو شراکت میں ہو) اور شرکاء کے درمیان تقسیم نہ کی گئی ہو لہذا جب حدود مقرر ہو جائیں یعنی مشترک ملکیت کی زمین یا مکان باہم تقسیم ہو جائے اور ہر ایک حصہ کے راستے الگ الگ کر دیئے جائیں تو پھر شفعہ باقی نہیں رہتا یعنی اس صورت میں چونکہ شرکت باقی نہیں رہتی اس لیئے کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 180)

جب کسی زمین یا کسی مکان کے مشترک طور پر کئی مالک ہوں تو اس کے شرکاء کو ہر ایک کے حصے میں حق شفعہ اسی وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک کہ اس زمین یا اس مکان کی باہم تقسیم نہ ہوا گر وہ زمین یا مکان شرکاء آپس میں تقسیم کر لیں اور سب کے حصے الگ ہو جائیں اور سب حصوں کے راستے بھی جدا جدا ہو جائیں تو اس صورت میں کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں رہتا۔ اس طرح یہ حدیث اس بات کی دلیل ہوگی کہ حق شفعہ صرف شریک کو حاصل ہوتا ہے ہمسایہ کو حاصل نہیں ہوتا چنانچہ حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں ہمسایہ کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے ان کی دلیل دوسری احادیث ہیں ان کے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ اس زمین یا مکان کی تقسیم کے بعد شرکت کا شفعہ باقی نہیں رہتا لہذا حدیث کا یہ مفہوم مراد لینے کی صورت میں ہمسائیگی کے شفعہ کی نفی لازم نہیں آتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجو؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔ (صحیح بخاری، ۲۲۵۹)

علامہ قسطلانی نے کہا کہ اس سے شفعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ نے کہا کہ ابورافع کی حدیث ہمسایہ کے لیے حق شفعہ ثابت کرتی ہے اب اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ اگر کئی ہمسائے ہوں تو وہ ہمسایہ حق شفعہ میں مقدم سمجھا جائے گا جس کا دروازہ جائیداد مبیعہ سے زیادہ نزدیک ہو۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفعہ کا حق ہر ایسے مال میں رکھا ہے جو ابھی تقسیم نہیں ہوا اور جب حدود کا تعین ہو جائے اور راستے جدا ہو جائیں تو اب شفعہ کا حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 121)

منقولہ اور غیر منقولہ چیز کے شفعہ میں مذاہب اربعہ

شفعہ کہتے ہیں شریک یا ہمسائے کا حصہ وقت بیع کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جانور میں ہے اور کسی منقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ میں ہوگا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو ملے گا نہ کہ ہمسایہ کو۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور اہل حدیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

وھی ماخوذة لغة من الشفع و ھو الزوج و قیل من الزیادة و قیل من الاعانة و فی الشرع انتقال حصة شریك الی شریك کانت انتقلت الی اجنبی بمثل العوض المسمی و لم یختلف العلماء فی مشروعیتھا (فتح القدیر، کتاب شفعہ) اور وہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کہا گیا کہ زیادتی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا اعانت کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرنا، جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو

رہا ہو۔اس کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیئے گئے تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۲۵۷)

علامہ قسطلانی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفیع کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی پھر شریک نے بیع کی تو شفیع کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائع کو شفیع کا خبر دینا واجب ہے یا مستحب ہے۔

ہمسائے کیلئے حق شفعہ کے ثبوت احناف کے دلائل کا بیان

حضرت عمرو بن شرید نے کہا کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں، انہیں تم خرید لو۔سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ بخدا میں تو انہیں نہیں خریدوں گا۔اس پر مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہوگا۔سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔اور وہ بھی قسط وار۔ابو رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دیناران کے مل رہے ہیں۔اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حق دار ہے۔تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔جب کہ مجھے پانچ سو دیناران کے مل رہے ہیں۔چنانچہ وہ دونوں گھر ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔(صحیح بخاری، ۲۲۵۸)

یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے کہ ہمسایہ کو شفعہ کا حق ہے۔شافعیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد وہی ہمسایہ ہے جو جائیداد مبیعہ میں بھی شریک ہو تاکہ حدیثوں میں اختلاف باقی نہ رہے۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ شفعہ فقہاء کی اصطلاح میں اس حق کو کہتے ہیں جو پڑوسی کو بطور پڑوسی کے حاصل ہوتا ہے کہ اگر کوئی اپنا مکان زمین جائیداد بیچنا چاہتا ہے تو اس کو خریدنے کا پہلا حق پڑوسی کا ہے۔اگر وہ کسی وجہ سے عذر کر دیتا ہے تو پھر دوسرے کو بیچا جا سکتا ہے۔بعض فقہاء کہتے ہیں کہ حق شفعہ صرف استحباب کی حد تک ہے لازمی نہیں جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ حق شفعہ لازمی ہے اور پڑوسی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

حضرت جابر سے مرفوعا منقول ہے پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔(بخاری کتاب الشفعہ، باب 2، ابوداؤد کتاب البیوع باب 73، سنن النسائی کتاب البیوع، باب 19، ابن ماجہ کتاب الشفعہ باب 2 مسند احمد بن حنبل (6/10)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جب تم میں سے کوئی جائیداد بیچنے کا ارادہ کرے تو اس کو تب تک نہ بیچے جب تک کہ اپنے پڑوسی سے اس کی اجازت نہ لے لے۔(ابن ماجہ کتاب الشفعہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوسی کے شفع کا زیادہ حقدار

ہے۔وہ اس کا انتظار کرے اگر وہ غائب ہو جب کہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔اس کو سنن اربعہ کے مؤلفین نے روایت کیا ہے۔(ابوداؤد کتاب البیوع باب 73،ترمذی کتاب الاحکام باب 32،ابن ماجہ کتاب الشفعہ باب 2,1،مسند احمد (3/303

حضرت ابن عباس رضی سے مرفوعا روایت ہے کہ جس کے پاس کوئی زمین ہو اور وہ اس کو بیچنا چاہئے تو اس (بیع کو پہلے پہل) پڑوسی کے سامنے رکھے۔اس روایت کو قزوینی نے بیان کیا ہے۔(کنزالعمال (18692)

حضرت سمرہ بن جندب سے مرفوعا منقول ہے: گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے۔(سنن الترمذی کتاب الاحکام باب 31/33،امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے،ابوداؤد کتاب البیوع باب (73)

پڑوسی کے حق میں سے ایک اس کو اپنے دیوار پر لکڑی گاڑنے کا حق بھی دینا ہے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت صحیح ہے اور یہی قول امام احمد بن حنبل کا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی سے اس کا پڑوسی اس کی دیوار میں لکڑی گاڑنے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے۔متفق علیہ (بخاری کتاب المظالم باب 20،مسلم کتاب المساقاۃ حدیث 136،ترمذی کتاب الاحکام باب 18،ابن ماجہ کتاب الاحکام باب 15،موطا امام مالک کتاب الاقضیہ (33)

حق شفعہ میں ترتیب کا فقہی بیان

وَأَمَّا التَّرْتِيبُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشَّرِيكُ أَحَقُّ مِنْ الْخَلِيطِ ، وَالْخَلِيطُ أَحَقُّ مِنْ الشَّفِيعِ) فَالشَّرِيكُ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ وَالْخَلِيطُ فِي حُقُوقِ الْمَبِيعِ وَالشَّفِيعُ هُوَ الْجَارُ .

وَلِأَنَّ الِاتِّصَالَ بِالشَّرِكَةِ فِي الْمَبِيعِ أَقْوَى ؛ لِأَنَّهُ فِي كُلِّ جُزْءٍ ، وَبَعْدَهُ الِاتِّصَالُ فِي الْحُقُوقِ ؛ لِأَنَّهُ شَرِكَةٌ فِي مَرَافِقِ الْمِلْكِ ، وَالتَّرْجِيحُ يَتَحَقَّقُ بِقُوَّةِ السَّبَبِ ، وَلِأَنَّ ضَرَرَ الْقِسْمَةِ إنْ لَمْ يَصْلُحْ عِلَّةً صَلَحَ مُرَجِّحًا .

قَالَ (وَلَيْسَ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ وَالشِّرْبِ وَالْجَارِ شُفْعَةٌ مَعَ الْخَلِيطِ فِي الرَّقَبَةِ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ مُقَدَّمٌ .

ترجمہ

حق شفعہ میں ترتیب وہی ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شرکت والا خلیط سے زیادہ حقدار ہے اور یہی خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہے۔پس شریک یہ نفس مبیع میں ہوتا ہے جبکہ خلیط حق مبیع میں اور شفیع ہمسایہ ہے۔اور دلیل یہ ہے کہ شرکت

میں اتصال زیادہ مضبوط ہے کیونکہ وہ ہر ہر حصے میں ہوتا ہے اور اس کے بعد حقوق میں اتصال مضبوط ہے کیونکہ اس میں ملکیت سے منافع ملے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی چیز میں ترجیح یہ سبب میں زیادہ قوت ہونے کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ تقسیم کا نقصان اگرچہ علت بننے کا طاقت رکھنے والا نہیں ہے لیکن وہ ترجیح دلوانے کا سبب بن سکتا ہے۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رقبہ میں شریک کی موجودگی میں راستے اور پانی کے شریک کا شفعہ کا حق نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ شرکت رقبہ والا مقدم ہے۔

اجتماع اسباب کے سبب ترتیب شفعاء کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کے چند اسباب مجتمع ہو جائیں تو اُن میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا جو سبب قوی ہو اُس کو مقدم کیا جائے۔شفعہ کے تین سبب ہیں۔(۱) شفعہ کرنے والا شریک ہے یا (۲) خلیط ہے یا (۳) جار ملاصق۔شریک وہ ہے کہ خود مبیع میں اُس کی شرکت ہو مثلاً ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو شفعہ پہنچتا ہے۔خلیط کا یہ مطلب ہے کہ خود مبیع میں شرکت نہیں ہے اس کا حصہ بائع کے حصہ سے ممتاز ہے مگر حق مبیع میں شرکت ہے مثلاً دونوں مکانوں کا ایک ہی راستہ ہے اور راستہ بھی خاص ہے یا دونوں کے کھیت میں ایک نالی سے پانی آتا ہو۔جار ملاصق یہ ہے کہ اس کے مکان کی پچھیت دوسرے کے مکان میں ہو۔ان سب میں مقدم شریک ہے پھر خلیط اور جار ملاصق کا مرتبہ سب سے آخر میں ہے۔(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب شریک نے مشتری کو تسلیم کردی یعنی شفعہ کرنا نہیں چاہتا ہے تو خلیط کو شفعہ کا حق حاصل ہو گیا کہ اُس کے بعد اسی کا مرتبہ ہے یا اُس جائداد میں کسی کی شرکت ہی نہیں ہے تو خلیط کو شفعہ کا حق ہے اور خلیط نے بھی مشتری سے نہیں لینا چاہا تسلیم کردی یا کوئی خلیط ہی نہیں ہے تو جار کو حق ہے۔(فتاوی ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شرکت رقبہ والے کے دستبردار ہو جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ سُلِّمَ فَالشُّفْعَةُ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ ، فَإِنْ سُلِّمَ أَخَذَهَا الْجَارُ) لِمَا بَيَّنَّا مِنْ التَّرْتِيبِ ، وَالْمُرَادُ بِهَذَا الْجَارُ الْمُلَاصِقُ ، وَهُوَ الَّذِي عَلَى ظَهْرِ الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ وَبَابُهُ فِي سِكَّةٍ أُخْرَى .

عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ مَعَ وُجُودِ الشَّرِيكِ فِي الرَّقَبَةِ لَا شُفْعَةَ لِغَيْرِهِ سَلَّمَ أَوْ اسْتَوْفَى ؛ لِأَنَّهُمْ مَحْجُوبُونَ بِهِ .

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ السَّبَبَ تَقَرَّرَ فِي حَقِّ الْكُلِّ ، إلَّا أَنَّ لِلشَّرِيكِ حَقَّ التَّقَدُّمِ ، فَإِذَا سَلَّمَ كَانَ لِمَنْ يَلِيهِ بِمَنْزِلَةِ دَيْنِ الصِّحَّةِ مَعَ دَيْنِ الْمَرَضِ ،

ترجمہ

اور جب شرکت رقبہ والا شخص دستبردار ہو جائے تو راستے کے شریک کو حق شفعہ مل جائے گا اور اگر وہ بھی حق کو چھوڑ دے تو ہماری بیان کردہ ترتیب کے مطابق ہمسائے کو حق شفعہ مل جائے گا۔ اور اس ہمسائے سے مراد وہ جار ملاصق ہے جو شفعہ شدہ گھر کی پشت پر رہنے والا ہے اور اس کا دروازہ دوسری گلی کی جانب سے ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ شریک رقبہ کے ہوتے ہوئے کسی بھی دوسرے کیلئے حق شفعہ نہ ہوگا۔ اگر چہ وہ دستبردار ہو جائے یا وہ اپنا حق لینے والا ہو۔ کیونکہ شرکت رقبہ والے کے سبب سے دوسرے حق شفعہ والوں کو محروم کر دیا گیا ہے۔

اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا سبب اتصال ہے جو ہر ایک کے حق میں ثابت ہے مگر شرکت رقبہ والے کو ترجیح حاصل ہے۔ لیکن جب وہ شفعہ نہیں کرتا تو اس کے قریب والے کیلئے شفعہ ثابت ہوگا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح حالت تندرستی کا قرض حالت مرض والے قرض کے ساتھ دیا جائے۔

مشترکہ مکان میں شفعہ ہونے کا بیان

اور جب نچلی منزل دو حضرات کی مشترکہ ہے اور دونوں میں سے ایک کا اس پر بالا خانہ ہے جس میں کوئی تیسرا شخص بھی شریک ہے تو نچلی منزل والوں میں سے جس کا بالا خانہ میں حصہ ہے اس نے اپنے نچلے اور اوپر والے حصوں کو فروخت کیا تو نچلے شریک کو نچلے حصہ میں اور اوپر والے شریک کو اوپر والے حصہ میں شفعہ کا حق ہے نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے شریک کو نیچے والے حصہ میں شفعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ نیچے والا شریک بالا خانہ کا پڑوسی ہے اور اگر بالا خانہ کا راستہ مشترکہ ہو تو وہ بالا خانہ کے حقوق میں بھی شریک ہے اور یوں ہی بالا خانہ کا حصہ دار نیچے والے حصہ کا پڑوسی ہے اگر راستہ بالا خانہ نیچے والی منزل میں سے گزرتا ہو تو وہ بھی نچلی منزل کے حقوق میں شریک ہوگا لہذا پڑوسی یا حقوق میں شریک کی بہ نسبت عین مبیع میں شریک کا حق مقدم اور اولی ہے۔ اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ نچلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نچلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شریک مبیع کا گھر میں بعض حصے میں شریک ہونے کا بیان

وَالشَّرِيكُ فِي الْمَبِيعِ قَدْ يَكُونُ فِي بَعْضٍ مِنْهَا كَمَا فِي مَنْزِلٍ مُعَيَّنٍ مِنْ الدَّارِ أَوْ جِدَارٍ مُعَيَّنٍ مِنْهَا وَهُوَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْجَارِ فِي مَنْزِلٍ ، وَكَذَا عَلَى الْجَارِ فِي بَقِيَّةِ الدَّارِ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ، لِأَنَّ اتِّصَالَهُ أَقْوَى وَالْبُقْعَةَ وَاحِدَةٌ .

ترجمہ

اور شریک مبیع یہ بعض اوقات گھر کے بعض حصے میں شریک ہوتا ہے جس طرح گھر کی معین منزل میں ہے یا خاص دیوار میں شریک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ایسا شریک گھر کے ہمسائے اور گھر کے بعض حصوں والے ہمسائے پر مقدم ہے کیونکہ اس کا ملا ہوا ہونا یہ مضبوط ہے اور زمین بھی ایک ہی ہے۔

حقدار اول کے دستبردار ہونے پر حق ثانی کا بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایک مکان کی چھت پر بالا خانہ ہے مگر اس بالا خانہ کا راستہ دوسرے مکان میں ہے اُس مکان میں نہیں ہے جس کی چھت پر بالا خانہ ہے۔ یہ بالا خانہ فروخت ہوا تو وہ شخص شفعہ کریگا جس کے مکان میں اس کا راستہ ہے وہ نہیں کرسکتا جس کے مکان کی چھت پر بالا خانہ ہے۔ اور اگر پہلے شخص نے تسلیم کردیا نہ لینا چاہا تو دوسرا شخص شفعہ کرسکتا ہے مگر بالا خانہ کا کوئی جارِ ملاصق ہے تو شفعہ میں یہ بھی شریک ہے اور اگر نیچے کی منزل فروخت ہوئی تو بالا خانہ والا شفعہ کرسکتا ہے اور وہ مکان جس میں بالا خانہ کا راستہ ہے فروخت ہوا تو اُس میں بھی بالا خانہ والا شفعہ کرسکتا ہے۔ (بدائع)

کوچہ سربستہ میں جن لوگوں کے مکانات ہیں وہ سب خلیط ہیں کہ خاص راستہ میں شرکت ہوگئی۔ کوچہ سربستہ سے دوسرا راستہ نکلا کہ آگے چل کر یہ بھی بند ہوگیا اس میں بھی کچھ مکانات ہیں اگر اس میں کوئی مکان فروخت ہوا تو اس کوچہ والے حقدار ہیں پہلے کوچہ والے نہیں اور پہلے کوچہ میں مکان فروخت ہوا تو دونوں کوچہ والے برابر کے حقدار ہیں۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور کوچہ سربستہ میں ایک مکان ہے جس میں ایک حصہ ایک شخص کا ہے اور ایک حصہ میں دو شخص شریک ہیں اور جس کوچہ میں یہ مکان ہے اس میں دوسروں کے بھی مکانات ہیں ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا تو اُس کا شریک شفعہ کرسکتا ہے وہ نہ کرے تو دوسرا شخص کرے جو شریک نہ تھا مگر اسی مکان میں اس کا مکان بھی ہے اور یہ بھی نہ کرے تو اُس کوچہ کے دوسرے لوگ کریں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

طریق وشریب کے خاص ہونے کا بیان

ثُمَّ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الطَّرِيقُ أَوْ الشِّرْبُ خَاصًّا حَتَّى تَسْتَحِقَّ الشُّفْعَةُ بِالشَّرِكَةِ فِيهِ فَالطَّرِيقُ الْخَاصُّ أَنْ لَا يَكُونَ نَافِذًا ، وَالشِّرْبُ الْخَاصُّ أَنْ يَكُونَ نَهْرًا لَا تَجْرِي فِيهِ السُّفُنُ وَمَا تَجْرِي فِيهِ فَهُوَ عَامٌّ .

وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْخَاصَّ أَنْ يَكُونَ نَهْرًا يُسْقَى مِنْهُ قَرَاحَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ ، وَمَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ عَامٌّ ، وَإِنْ كَانَتْ سِكَّةٌ غَيْرَ نَافِذَةٍ يَتَشَعَّبُ

مِنهَا بِسكَّةٌ غَيرُ نَافِذَةٍ وَهِيَ مُستَطِيلَةٌ فَبِيعَت دَارٌ فِي السُّفلَى فَلِأَهلِهَا الشُّفعَةُ خَاصَّةً دُونَ أَهلِ العُليَا ، وَإِن بِيعَت لِلعُليَا فَلِأَهلِ السِّكَّتَينِ ، وَالمَعنَى مَا ذَكَرنَا فِي كِتَابِ أَدَبِ القَاضِي .وَلَو كَانَ نَهرٌ صَغِيرٌ يَأخُذُ مِنهُ نَهرٌ أَصغَرُ مِنهُ فَهُوَ عَلَى قِيَاسِ الطَّرِيقِ فِيمَا بَيَّنَّاهُ .

ترجمہ

اورطریق وشرب ان دونوں کا خاص ہونا لازم ہے تا کہ شفعہ کرنے والا اس میں شرکت کے سبب حقدار شفعہ بن جائے اور [illegible]س راستہ یہ ہے کہ وہ غیر نافذ ہواور خاص شرب یہ ہے کہ ایسی نہر کا ہونا جس میں کشتی نہ چلائی جاسکے۔اور جس نہر میں کشتیوں کی [illegible]مد ورفت ممکن ہو وہ عام کے حکم میں ہے۔یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے نقل کیا گیا ہے کہ خاص شرب یہ ہے کہ وہ ایسی نہر ہونے چاہے جس سے دو یا تین باغات وسیراب کیا جائے۔اور جب اس کی مقدار سے زیادہ ہوجائے وہ عام ہے۔

اور جب کوئی گلی کھلی نہ ہو جس سے دوسرے غیر نافذ گلی نکل رہی ہے اور دوسری گلی لمبی بھی ہے اور اگر اس سے نکلنے والی چھوٹی [illegible]ی میں کسی گھر کو فروخت کیا جائے تو شفعہ صرف اہل سفلی کیلئے ہوگا۔اوپر والوں کیلئے حق شفعہ نہ ہوگا۔اور جب علیا والوں میں کوئی [illegible]ر فروخت ہوا ہے تو حق شفعہ دونوں قسم کی گلیوں والوں کو مل جائے گا۔اس کی دلیل وہی جس کو ہم ادب قاضی میں بیان کرآئے ہیں [illegible]جب کوئی چھوٹی نہر ہے جس سے اور بھی زیادہ چھوٹی نہر نکل رہی ہے تو اس کو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں راستے پر قیاس کیا جائے

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر ایسی نہر ہو کہ اس کا اوپر والا حصہ ایک شخص کو اور نیچے والا دوسرے کا ہو تو کسی آدمی [illegible] نے اوپر والے کا حصہ خرید لیا تو نیچے والے کو شفعہ کے مطالبہ کا حق ہے اس کا یہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا، اور یونہی اگر کسی نے نیچے والے [illegible] حصہ خریدا ہو تو اوپر والے کا شفعہ ہو تو وہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا۔مبسوط میں یوں ہے۔(فتاوی ہندیہ، کتاب الشفعۃ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور نہر عظیم اور راستہ عام میں شرکت سبب شفعہ نہیں ہے بلکہ اس صورت میں [illegible] کو شفعہ کا حق ملے گا۔اور نہر عظیم وہ ہے جس میں کشتی چل سکتی ہو اور اگر کشتی نہ چل سکے تو نہر صغیر ہے۔

(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مکان کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ ایک گلی میں ہے دوسرا دوسری گلی میں ہے اس [illegible] دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پہلے دو مکان تھے ایک کا دروازہ ایک گلی میں تھا دوسرے کا دوسری گلی میں تھا ایک شخص نے دونوں کو

خرید کر ایک مکان کر دیا اس صورت میں ہر گلی والے اپنی جانب کا مکان شفعہ کر کے لے سکتے ہیں ایک گلی والوں کو دوسری جانب کے حصہ کا حق نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب وہ مکان بنا تھا اُسی وقت اُس میں دو دروازے رکھے گئے تھے تو دونوں گلی والے پورے مکان میں شفعہ کا برابر حق رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اگر دو گلیاں تھیں دونوں کے بیچ کی دیوار نکال کر ایک گلی کر دی گئی تو ہر ایک کوچہ والے اپنی جانب میں شفعہ کا حق رکھتے ہیں۔ دوسری جانب میں اُنھیں حق نہیں۔ اسی طرح کوچہ سر بستہ تھا اُس کی دیوار نکال دی گئی کہ سر بستہ نہ رہا بلکہ کوچہ نافذہ ہو گیا تو اب بھی اس کے رہنے والے شفعہ کا حق رکھیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

دیوار پر تنا رکھنے کے سبب شفیع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَكُونُ الرَّجُلُ بِالْجُذُوعِ عَلَى الْحَائِطِ شَفِيعَ شَرِكَةٍ وَلَكِنَّهُ شَفِيعُ جِوَارٍ) ؛ لِأَنَّ الْعِلَّةَ هِيَ الشَّرِكَةُ فِي الْعَقَارِ وَبِوَضْعِ الْجُذُوعِ لَا يَصِيرُ شَرِيكًا فِي الدَّارِ إلَّا أَنَّهُ جَارٌ مُلَازِقٌ .قَالَ (وَالشَّرِيكُ فِي الْخَشَبَةِ تَكُونُ عَلَى حَائِطِ الدَّارِ جَارٌ) لِمَا بَيَّنَّا .

ترجمہ

اور دیوار پر تنا رکھنے کی وجہ سے کوئی شخص شرکت شفیع کا حقدار نہ بنے گا۔ البتہ ہمسائیگی کا شفیع کہلائے گا۔ کیونکہ شفیع شرکت تب بنتا ہے جب وہ زمین میں شریک ہو۔ لہذا کسی درخت کا تنا رکھ دینے کے سبب وہ گھر میں شریک نہ بن سکے گا۔ لیکن وہ جار ملازق بن جائے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گھر کی دیوار پر پائی جانے والی لکڑیوں کا شریک ہمسائے کے حکم میں ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرکت شفعہ کا فقہی مفہوم

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور دیوار میں شرکت سے یہ مراد ہے کہ دیوار کی زمین میں شرکت ہو اور اگر زمین میں شرکت نہ ہو صرف دیوار میں شرکت ہو تو اس کو شریک نہیں شمار کیا جائے گا۔ دونوں کی صورتیں یہ ہیں ایک مکان کے بیچ میں ایک دیوار قائم کر دی گئی پھر تقسیم یوں ہوئی کہ ایک شخص نے دیوار سے ادھر کا حصہ لیا اور دوسرے نے اُدھر کا اور دیوار تقسیم میں نہیں آئی لہذا دونوں کی ہوئی۔ اور اگر مکان کو تقسیم کر کے ایک خط کھینچ دیا پھر بیچ میں دیوار بنانے کے لیے ہر ایک نے ایک ایک بالشت زمین دے دی اور دونوں کے پیسوں سے دیوار بنی تو یہاں زمین میں بالکل شرکت نہیں ہے اگر شرکت ہے تو دیوار میں ہے اور دیوار و عمارت میں شرکت موجب شفعہ نہیں لہذا اس شرکت کا اعتبار نہیں بلکہ یہ شخص جار ملاصق ہے اور اسی حیثیت سے شفعہ کر سکتا ہے۔

اور جب اس نے درمیان کی دیوار پر دونوں کی کڑیاں ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار دونوں میں مشترک ہے صرف اتنی بات

سے کہ دونوں کی کڑیاں ہیں دیوار کا مشترک ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اور جب ان میں سے ایک کا مکان فروخت ہوا اگر دوسرے نے گواہوں سے دیوار کا مشترک ہونا ثابت کردیا تو اس کو شریک قرار دیا جائے گا اور شفعہ میں اس کا مرتبہ جار سے مقدم ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

اجتماع شفعاء کے سبب عدد روس کی تقسیم کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اجْتَمَعَ الشُّفَعَاءُ فَالشُّفْعَةُ بَيْنَهُمْ عَلَى عَدَدِ رُءُوسِهِمْ وَلَا يُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ الْأَمْلَاكِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : هِيَ عَلَى مَقَادِيرِ الْأَنْصِبَاءِ ؛ لِأَنَّ الشُّفْعَةَ مِنْ مَرَافِقِ الْمِلْكِ ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهَا لِتَكْمِيلِ مَنْفَعَتِهِ فَأَشْبَهَ الرِّبْحَ وَالْغَلَّةَ وَالْوَلَدَ وَالثَّمَرَةَ .

وَلَنَا أَنَّهُمْ اسْتَوَوْا فِي سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ وَهُوَ الِاتِّصَالُ فَيَسْتَوُونَ فِي الِاسْتِحْقَاقِ ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ لَوْ انْفَرَدَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اسْتَحَقَّ كُلَّ الشُّفْعَةِ .

وَهَذَا آيَةُ كَمَالِ السَّبَبِ وَكَثْرَةُ الِاتِّصَالِ تُؤْذِنُ بِكَثْرَةِ الْعِلَّةِ ، وَالتَّرْجِيحُ بِقُوَّةِ الدَّلِيلِ لَا بِكَثْرَتِهِ ، وَلَا قُوَّةَ هَاهُنَا لِظُهُورِ الْأُخْرَى بِمُقَابَلَتِهِ وَتَمَلُّكُ مِلْكِ غَيْرِهِ لَا يُجْعَلُ ثَمَرَةً مِنْ ثَمَرَاتِ مِلْكِهِ ، بِخِلَافِ الثَّمَرَةِ وَأَشْبَاهِهَا ، وَلَوْ أَسْقَطَ بَعْضُهُمْ حَقَّهُ فَهِيَ لِلْبَاقِينَ فِي الْكُلِّ عَلَى عَدَدِهِمْ ؛ لِأَنَّ الِانْتِقَاصَ لِلْمُزَاحَمَةِ مَعَ كَمَالِ السَّبَبِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَقَدْ انْقَطَعَتْ .

ترجمہ

اور جب کچھ شفعہ کرنے والے اکٹھے ہوجائیں تو اس وقت شفعہ کو ان کے عدد راس کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔ جبکہ ملکیت کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ شفعہ شفیعوں کے حصوں کے مطابق دیا جائے گا۔ کیونکہ شفع ملکیت کے منافع میں سے ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ شفعہ ملکیت میں تکمیل منافع کیلئے ہے۔ تو شفعہ کا حق نفع، غلہ، بچے اور پھل کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سارے شفیعوں کا حقدار ہونا یا اتصال کے سبب برابر ہے پس وہ حقدار ہونے میں بھی برابر ہوں گے۔ کیا آپ اس دلیل پر غور وفکر نہیں کرتے کہ شفیعوں میں سے کوئی اکیلا حقدار بنے تو وہ سارے شفعہ کا حقدار بن جاتا ہے۔ اور یہ سبب کے مکمل ترین کی ہونے نشانی ہے۔ اور اتصال کی کثرت سے علت پر کثرت ہونے کی دلیل ہے۔ اور کسی چیز میں ترجیح دلیل کے سبب

ہوا کرتی ہے۔ دلائل کی کثرت کے سبب نہیں ہوتی۔ اور یہاں وہ قوت نہیں پائی جارہی کیونکہ اس کے مقابلے میں دوسری قوت پائی ظاہر ہے۔ اور دوسرے کی ملکیت کا مالک بن جانا یہ اس کی ملکیت یہ اس کے انجام وثمرات میں شمار نہ ہوگا بہ خلاف پھل اور اس جیسی دوسری اشیاء کے کیونکہ ان میں ایسا نہیں ہوتا۔

اور جب کسی شخص نے اپنا حق شفعہ ساقط کردیا ہے تو بقیہ شفیعوں کو ان کے عدد راس کے مطابق ساری مبیع میں شفع مل جائے گا کیونکہ حصہ میں کمی یہ ان کی بھیڑ کے سبب تھی۔ اور ہر شفعہ کرنے والے میں سبب بھی مکمل تھا۔ اور اب مزاحمت فوت ہوچکی ہے۔

دوسرے کو حق شفعہ دینے کا بیان

ایک شفیع نے اپنا حق شفعہ دوسرے کو دے دیا مثلاً تین شخص شفیع تھے ان میں سے ایک نے دوسرے کو اپنا حق دے دیا یہ دینا صحیح نہیں بلکہ اس کا حق ساقط ہوگیا اور اس کے سوا جتنے شفیع ہیں وہ سب برابر کے حقدار ہیں بلکہ اگر دو شخص حقدار ہیں ان میں سے ایک نے یہ سمجھ کر کہ مجھے نصف ہی جائداد ملے گی نصف ہی کو طلب کیا تو اس کا شفعہ ہی باطل ہوجائے گا یعنی ضروری ہے کہ ہر ایک پورے کا مطالبہ کرے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو شخصوں نے اپنا مشترک مکان بیع کیا شفیع یہ چاہتا ہے کہ فقط ایک کے حصہ میں شفعہ کرے یہ نہیں ہوسکتا۔

اور اگر دو شخصوں نے ایک مکان خریدا اور شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ میں شفعہ کرنا چاہتا ہے یہ ہوسکتا ہے۔ ایک شخص نے ایک عقد میں دو مکان خریدے اور شفیع دونوں میں شفعہ کرسکتا ہو تو دونوں میں شفعہ کرے یا دونوں کو چھوڑے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک میں کرے اور ایک کو چھوڑے اور اگر ایک ہی میں وہ شفیع ہے تو ایک میں شفعہ کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

مشترکہ شفعاء سے متعلق فقہی تصریحات

حضرت سعید بن مسیب اور ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا شفعہ کا اس چیز میں جو تقسیم نہ ہوئی ہو شریکوں میں جب تقسیم ہوجائے اور حدیں قائم ہوجائیں پھر اس میں شفعہ نہیں۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی حکم ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔

سعید بن مسیب سے سوال ہوا کہ شفعے میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا شفعہ مکان میں اور زمین میں ہوتا ہے اور شفعے کا استحاق صرف شریک کو ہوتا ہے۔ سلیمان بن یسار نے بھی ایسا ہی کہا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے مشترک زمین کا ایک حصہ کسی جانور یا غلام کے بدلے میں خریدا اب دوسرا شریک مشتری سے شفعے کا مدعی ہوا لیکن وہ جانور یا غلام تلف ہوگیا اور اس کی قیمت معلوم نہیں مشتری کہتا ہے اس کی قیمت سو دینار تھی اور شفیع کہتا ہے پچاس دینار تھی تو مشتری سے قسم لیں گے اس امر پر کہ اس جانور یا غلام کی قیمت سو دینار تھی۔ بعد اس کے

شفیع کو اختیار ہوگا چاہے سو دینار دے کر زمین کے اس حصے کو لے لے چاہے چھوڑ دے البتہ اگر شفیع گواہ لائے اس امر پر کہ اس جانور یا غلام کی قیمت پچاس دینار تھی تو اس کا قول معتبر ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے مشترک گھر یا مشترک زمین کا ایک حصہ کسی کو ہبہ کیا موہوب لہ نے واہب کو اس کے بدلے میں کچھ نقد دیا یا چیز دی تو اور شریک موہوب لہ کو اسی قدر نقد یا اس چیز کی قیمت دے کر شفعہ لے لیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا حصہ مشترک زمین یا مشترک گھر میں ہبہ کیا لیکن موہوب لہ نے اس کا بدلہ نہیں دیا تو شفیع کو شفعہ کا استحقاق نہ ہوگا جب موہوب لہ دے گا تو شفیع موہوب لہ کو اس بدلہ کی قیمت دے کر شفعہ لے لے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر بیع کے وقت شفیع غائب ہو تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اگرچہ کتنی ہی مدت گزر جائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کئی شریکوں کو شفعے کا استحقاق ہو تو ہر ایک ان میں سے اپنے حصے کے موافق مبیع میں سے حصہ لیں گے اگر ایک شخص نے مشترک حصہ خرید کیا اور سب شریکوں نے شفعے کا دعویٰ چھوڑ دیا مگر ایک شریک نے مشتری سے یہ کہا کہ میں اپنے حصے کے موافق تیری زمین سے شفعہ لوں گا۔ مشتری یہ کہے یا تو تو پوری زمین جس قدر میں نے خریدی ہے سب لے لے یا شفعے کا دعویٰ چھوڑ دے تو شفیع کو لازم ہوگا یا تو پورا حصہ مشتری سے لے لے یا شفعے کا دعویٰ چھوڑ دے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص زمین کو خرید کر اس میں درخت لگا دے یا کنواں کھود دے پھر ایک شخص اس زمین کے شفعے کا دعویٰ کرتا ہوا آئے تو اس کو شفعہ نہ ملے گا جب تک کہ مشتری کے کنوئیں اور درختوں کی بھی قیمت نہ دے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے مشترک گھر یا زمین میں سے اپنا حصہ بیچا جب بائع کو معلوم ہوا کہ شفیع اپنا شفعہ لے تو اس نے بیع کو فسخ کر ڈالا اس صورت میں شفیع کا شفعہ ساقط نہ ہوگا بلکہ اس قدر دام دے کر جتنے کو وہ حصہ بکا تھا اس حصے کو لے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک حصہ مشترک گھر یا زمین کا اور ایک جانور اور کچھ اسباب ایک ہی عقد میں خرید کیا پھر شفیع نے اپنا حصہ یا شفعہ اس زمین یا گھر میں مانگا مشتری کہنے لگا جتنی چیزیں میں نے خریدی ہیں تو ان سب کو لے لے کیونکہ میں نے ان سب کو ایک عقد میں خریدا ہے تو شفیع زمین یا گھر میں اپنا شفعہ لے گا اس طرح پر کہ ان سب چیزوں کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگائیں گے اور پھر ثمن کو ہر ایک قیمت پر حصہ رسد تقسیم کریں گے جو حصہ ثمن کا زمین یا مکان کی قیمت پر آئے اس قدر شفیع کو دے کر وہ حصہ زمین یا مکان کا لے لے گا اور یہ ضروری نہیں کہ اس جانور اور اسباب کو بھی لے لے البتہ اگر اپنی خوشی سے لے تو مضائقہ نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے مشترک زمین میں سے ایک حصہ خرید کیا اور سب شفیعوں نے شفعے کا عدوئی چھوڑ دیا مگر ایک شفیع نے شفعہ طلب کیا تو اس شفیع کو چاہیے کہ پورا حصہ مشتری کا لے لے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے حصے کہ موافق اس میں سے لے لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک گھر میں چند آدمی شریک ہوں اور ایک آدمی ان میں سے اپنا حصہ بیچے سب شرکاء کی غیبت میں مگر ایک شریک کی موجودگی میں اب جو شریک موجود اس سے کہا جائے تو شفعہ لیتا ہے یا نہیں لیتا۔ وہ کہے بالفعل میں اپنے حصے کے موافق لے لیتا ہوں بعد اس کے جب میرے شریک آئیں گے وہ اپنے حصوں کو خرید کریں گے تو بہتر۔ نہیں تو میں کل شفعہ لے لوں گا تو یہ نہیں ہو سکتا بلکہ جو شریک موجود ہے اس سے صاف کہہ دیا جائے گا یا تو شفعہ کل لے لے یا چھوڑ دے اگر وہ لے لے گا تو بہتر نہیں تو اس کا شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1303)

بعض شفعاء کے موجود نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ الْبَعْضُ غُيَّبًا يَقْضِي بِهَا بَيْنَ الْحُضُورِ عَلَى عَدَدِهِمْ ؛ لِأَنَّ الْغَائِبَ لَعَلَّهُ لَا يَطْلُبُ ، وَإِنْ قَضَى لِلْحَاضِرِ بِالْجَمِيعِ ثُمَّ حَضَرَ آخَرُ يَقْضِي لَهُ بِالنِّصْفِ ، وَلَوْ حَضَرَ ثَالِثٌ فَبِثُلُثِ مَا فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ تَحْقِيقًا لِلتَّسْوِيَةِ ، فَلَوْ سَلَّمَ الْحَاضِرُ بَعْدَمَا قَضَى لَهُ بِالْجَمِيعِ لَا يَأْخُذُ الْقَادِمُ إلَّا النِّصْفَ ؛ لِأَنَّ قَضَاءَ الْقَاضِي بِالْكُلِّ لِلْحَاضِرِ يَقْطَعُ حَقَّ الْغَائِبِ عَنْ النِّصْفِ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْقَضَاءِ .

ترجمہ

اور جب شفعہ کرنے والے حاضر نہ ہوں تو جتنے حاضر ہیں ان کے درمیان شفعہ کا فیصلہ عدد راس کے مطابق کر دیا جائے گا کیونکہ ممکن موجود نہ ہونے والا حق شفعہ نہ لے۔ اور جب کسی موجود شفیع کیلئے سارے شفعہ کا فیصلہ کر دیا ہے اس کے بعد دوسرا شفیع آ گیا ہے تو اس کیلئے بھی نصف شفعہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد اگر تیسرا آ گیا ہے تو ان میں سے ہر ایک کیلئے تہائی حصے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تا کہ برابری کو ثابت کیا جائے۔ مگر جب موجود کے حق میں سارے شفعہ کا فیصلہ کر لینے کے بعد کسی نے آ کر دست کشی کی ہے تو آنے والے شفیع صرف آدھا حصہ لے گا۔ کیونکہ موجود کے حق میں قاضی کے فیصلے نے کل میں نصف کو شفیع کے غائب کے کو ختم کیا تھا۔ جبکہ قاضی کی قضاء سے پہلے والی حالت میں ایسا نہیں ہوگا۔

غائب و موجود شفعاء میں حق مراتب کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بعض حقدار موجود ہیں بعض غائب ہیں جو موجود ہیں انھوں نے دعویٰ کیا تو ان کے لیے فیصلہ کر دیا جائے گا اس کا انتظار نہ کیا جائے گا کہ وہ غائب بھی آ جائے کیونکہ آ جانے کے بعد وہ مطالبہ کرے یا نہ کرے

کیا معلوم لہٰذا اُس کے آنے تک فیصلہ کو مؤخر نہ کیا جائے۔ پھر اس غائب نے آنے کے بعد اگر مطالبہ کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اگر اس کا مرتبہ اُس سے کم ہے جس کے لیے فیصلہ ہوا تو اس کا مطالبہ ساقط۔ اور برابر کا ہے یعنی اگر وہ شریک ہے تو یہ بھی شریک ہے یا دونوں خلیط ہیں یا دونوں پروسی ہیں تو اس صورت میں دونوں کو برابر برابر جائداد ملے گی اور اگر اس کا مرتبہ اُس سے اونچا ہے یعنی مثلاً وہ خلیط یا پروسی تھا اور یہ شریک ہے تو کل جائداد اسی کو ملے گی۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

شفعہ کا بیع سے ثابت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَالشُّفْعَةُ تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ) وَمَعْنَاهُ بَعْدَهُ لَا أَنَّهُ هُوَ السَّبَبُ ؛ لِأَنَّ سَبَبَهَا الِاتِّصَالُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ ، وَالْوَجْهُ فِيهِ أَنَّ الشُّفْعَةَ إنَّمَا تَجِبُ إذَا رَغِبَ الْبَائِعُ عَنْ مِلْكِ الدَّارِ ، وَالْبَيْعُ يُعَرِّفُهَا وَلِهَذَا يُكْتَفَى بِثُبُوتِ الْبَيْعِ فِي حَقِّهِ حَتَّى يَأْخُذَهَا الشَّفِيعُ إذَا أَقَرَّ الْبَائِعُ بِالْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي يُكَذِّبُهُ .

ترجمہ

فرمایا اور شفعہ عقد بیع سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ بیع شفعہ کا سبب ہے کیونکہ شفعہ کا سبب تو اتصال ملکیت ہوتا ہے جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی تاویل کا سبب یہ ہے کہ شفعہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب بائع گھر کی ملکیت سے اعراض کرنے لگے اور اس رغبت کو ولانے والی بیع ہی ہے۔ کیونکہ بیع کے ثبوت کیلئے حق بائع کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے پس جب بائع بیع کا اقرار کرتا ہے تو شفعہ کرنے والا گھر کو لینے والا ہوگا خواہ خریدار بائع کی تکذیب کرنے والا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مبیع میں شرکت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پوری مبیع میں شرکت ہے مثلاً پورا مکان دو شخصوں میں مشترک ہو۔ دوم یہ کہ بعض مبیع میں شرکت ہو یعنی مکان کا ایک جز مشترک ہے اور باقی میں شرکت نہیں مثلاً پردہ کی دیوار دونوں کی ہو اور ایک نے اپنا مکان بیع کر دیا تو پردہ کی دیوار جو مشترک ہے اس کی بھی بیع ہوگئی یہ شخص شریک کی حیثیت سے شفعہ کریگا لہٰذا دوسرے شفیعوں پر مقدم ہوگا مگر جو شخص پورے مکان میں شریک ہے وہ اس شریک پر مقدم ہوگا۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شفعہ کیلئے شہادت وطلب مواثبت ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَسْتَقِرُّ بِالْإِشْهَادِ ، وَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِ الْمُوَاثَبَةِ) لِأَنَّهُ حَقٌّ ضَعِيفٌ يَبْطُلُ بِالْإِعْرَاضِ ، فَلَا بُدَّ مِنْ الْإِشْهَادِ وَالطَّلَبِ لِيُعْلَمَ بِذَلِكَ رَغْبَتُهُ فِيهِ دُونَ إعْرَاضِهِ عَنْهُ ، وَلِأَنَّهُ يَحْتَاجُ

إِلَى إِثْبَاتِ طَلَبِهِ عِنْدَ الْقَاضِي وَلَا يُمْكِنُهُ إِلَّا بِالْإِشْهَادِ .

ترجمہ

اور شفعہ کرنے والے کیلئے گواہی اور طلب مواثبت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ شفعہ کمزور حق ہے لہذا اس کیلئے گواہ بنایا جائے گا جو اعراض کرنے کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے پس شہادت ومواثبت لازم ہوئی ۔ تاکہ شفعہ میں شفیع کی طلب کا پتہ چل سکے اور طلب کرنے میں اسی عدم دلچسپی نہ ہو کیونکہ شفیع کو قاضی کے ہاں اپنی طلب کو ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہ چیز گواہی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طلب کی تین قسمیں ہیں ۔ (۱) طلب مواثبہ، (۲) طلب تقریر اس کو طلب اشہاد بھی کہتے ہیں، (۳) طلب تملیک ۔ طلب مواثبہ یہ ہے کہ جیسے ہی اس کو اُس جائداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً اُسی وقت یہ ظاہر کر دے کہ میں طالبِ شفعہ ہوں اگر علم ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہا اور بہتر یہ ہے کہ اپنے اس طلب کرنے پر لوگوں کو گواہ بھی بنالے تاکہ یہ نہ کہا جا سکے کہ اس نے طلب مواثبت نہیں کی ہے۔

اور طلب اشہاد کا طلب مواثبہ کے بعد ہونا اُس وقت ہے کہ بیع کا جس مجلس میں علم ہوا وہاں نہ بائع ہے نہ مشتری ہے نہ جائداد مبیعہ ۔ اور اگر شفیع ان تینوں میں سے کسی کے پاس موجود تھا اور بیع کی خبر ملی اور اُسی وقت اپنا شفیع ہونا ظاہر کر دیا تو یہ ایک ہی طلب دونوں کے قائم مقام ہے یعنی یہی طلب مواثبہ بھی ہے اور طلب اشہاد بھی ہے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

خریدار کا حکم حاکم سے مکان کو حوالے کر دینے کا بیان

قَالَ (وَتُمْلَكُ بِالْأَخْذِ إِذَا سَلَّمَهَا الْمُشْتَرِي أَوْ حَكَمَ بِهَا الْحَاكِمُ) ؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ لِلْمُشْتَرِي قَدْ تَمَّ فَلَا يَنْتَقِلُ إِلَى الشَّفِيعِ إِلَّا بِالتَّرَاضِي أَوْ قَضَاءِ الْقَاضِي كَمَا فِي الرُّجُوعِ وَالْهِبَةِ .

وَتَظْهَرُ فَائِدَةُ هَذَا فِيمَا إِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ بَعْدَ الطَّلَبَيْنِ وَبَاعَ دَارِهِ الْمُسْتَحَقَّ بِهَا الشُّفْعَةُ أَوْ بِيعَتْ دَارٌ بِجَنْبِ الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ قَبْلَ حُكْمِ الْحَاكِمِ أَوْ تَسْلِيمِ الْمُخَاصِمِ لَا تُورَثُ عَنْهُ فِي الصُّورَةِ الْأُولَى وَتَبْطُلُ شُفْعَتُهُ فِي الثَّانِيَةِ وَلَا يَسْتَحِقُّهَا فِي الثَّالِثَةِ لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ لَهُ . ثُمَّ قَوْلُهُ تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ بَيَانٌ أَنَّهُ لَا يَجِبُ إِلَّا عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمَالِ بِالْمَالِ عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى . وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

اور جب خریدار نے مکان حوالے کردیا ہے یا حاکم نے اس کو حوالے کرنے کا حکم دے دیا ہے تو لینے کے سبب گھر مملوک ہو جائے گا۔ کیونکہ خریدار کی ملکیت مکمل ہو چکی ہے۔ پس وہ آپس رضامندی یا قاضی کے فیصلے سوا شفیع کی جانب منتقل نہ ہوگی۔ جس طرح ہبہ میں رجوع کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوگا۔ جب شفیع شہادت وطلب مواثبت ان دونوں کے بعد فوت ہو جائے یا وہ مکان جس میں حقدار ٹھہرا تھا اس کو بیچ دے یا حاکم کے حکم اور خریدار کے حوالے سے پہلے مشفوعہ مکان کے برابر میں کوئی گھر فروخت کرے۔ تو پہلی صورت میں شفیع کی طرف سے گھر میں وراثت نہ ہوگی اور دوسری صورت میں اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور تیسری صورت میں عدم ملکیت کے سبب وہ اس مکان کا حقدار نہیں بن سکے گا۔ امام قدوری علیہ الرحمہ کا یہ قول "تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ" اس میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ شفعہ مال کے معاوضہ کے وقت اسی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح آئندہ ہم بیان کردیں گے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں طلبوں کے بعد طلب تملیک ہے یعنی اب قاضی کے پاس جا کر یہ کہے کہ فلاں شخص نے فلاں جائداد خریدی ہے اور فلاں جائداد کے ذریعہ سے میں اُس کا شفیع ہوں وہ جائداد مجھے دِلا دی جائے۔ طلب تملیک میں تاخیر ہونے سے شفعہ باطل ہوتا ہے یا نہیں، ظاہر الروایہ یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہا میں تصریح ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا عذر ایک ماہ کی تاخیر سے باطل ہو جاتا ہے بعض کتابوں میں اس پر فتویٰ ہونے کی تصریح ہے اور نظر بحال زمانہ اس قول کو اختیار کرنا قرین مصلحت ہے کیونکہ اگر اس کے لیے کوئی میعاد نہ ہوگی تو خوف شفعہ کی وجہ سے مشتری نہ اُس زمین میں کوئی تعمیر کر سکے گا نہ درخت نصب کر سکے گا اور یہ مشتری کا ضرر ہے۔

(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت)

بَابُ طَلَبِ الشُّفْعَةِ وَالْخُصُومَةِ فِيهَا

﴿یہ باب طلب شفعہ وخصومت کے بیان میں ہے﴾

باب طلب شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے شفعہ کی تعریف اور اس کے اساسی احکام کے بعد اب ثبوت شفعہ کی طریقہ وتقسیم کر بیان کر رہے ہیں کیونکہ شفعہ طلب کے بغیر ثابت نہیں ہوتا لہذا یہاں سے طلب شفعہ سے متعلق احکام کو بیان کریں گے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب شفعہ، ج ۱۳، ص ۴۴۲، بیروت)

شفیع کو علم ہونے پر مجلس میں گواہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَلِمَ الشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ أَشْهَدَ فِي مَجْلِسِهِ ذَلِكَ عَلَى الْمُطَالَبَةِ) اعْلَمْ أَنَّ الطَّلَبَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ : طَلَبُ الْمُوَاثَبَةِ وَهُوَ أَنْ يَطْلُبَهَا كَمَا عَلِمَ ، حَتَّى لَوْ بَلَغَ الشَّفِيعُ الْبَيْعَ وَلَمْ يَطْلُبْ شُفْعَةً بَطَلَتْ الشُّفْعَةُ لِمَا ذَكَرْنَا ، وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ لِمَنْ وَاثَبَهَا) وَلَوْ أُخْبِرَ بِكِتَابٍ وَالشُّفْعَةُ فِي أَوَّلِهِ أَوْ فِي وَسَطِهِ فَقَرَأَ الْكِتَابَ إلَى آخِرِهِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَعَلَى هَذَا عَامَّةُ الْمَشَايِخِ ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ .

وَعَنْهُ أَنَّ لَهُ مَجْلِسَ الْعِلْمِ ، وَالرِّوَايَتَانِ فِي النَّوَادِرِ .

وَبِالثَّانِيَةِ أَخَذَ الْكَرْخِيُّ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ لَهُ خِيَارُ التَّمَلُّكِ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ زَمَانِ التَّأَمُّلِ كَمَا فِي الْمُخَيَّرَةِ ،

ترجمہ

فرمایا اور جب شفیع کو بیع کو علم ہوا تو وہ اسی مجلس میں اپنی طلب پر گواہ بنائے۔ یاد رہے طلب کی تین اقسام ہیں۔ (۱) طلب مواثبت یہ وہ ہے۔ کہ شفیع جانتے ہی شفعہ کا مطالبہ کر دے۔ یہاں تک کہ جب شفیع کو بیع کا پتہ چلا اور اس نے شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور حدیث مبارکہ ہے کہ شفعہ اس کیلئے ہے جس نے اس کو طلب کیا ہے۔

اور جب شفیع نے کسی کو خط کے ذریعے خبر دی ہے اور اس نے شفعہ کا تذکرہ خط کے شروع اور درمیان میں کیا اور اس کے بعد

شفیع نے خط کو آخر تک پڑھ لیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اکثر مشائخ فقہاء کا مذہب یہی ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب شفیع کیلئے مجلس علم ثابت ہے اور یہ دونوں نوادر کی روایات ہیں اور امام کرخی علیہ الرحمہ نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ جب شفیع کیلئے مالک بننے میں اختیار ثابت ہو چکا ہے تو اس کیلئے غور وفکر کا موقع بھی ملنا چاہے۔ جس طرح اختیار دی گئی عورت کا مسئلہ ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جائداد کی بیع کا علم کبھی تو خود مشتری ہی سے ہوتا ہے کہ اس نے خود اسے خبر دی اور کبھی مشتری کے قاصد کے ذریعہ سے ہوتا ہے کہ اس نے کسی کی معرفت اس کے پاس کہلا بھیجا اور کبھی کسی اجنبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس صورت میں یہ ضرور ہے کہ وہ مخبر عادل ہو یا خبر دہندہ میں عدد شہادت پایا جائے یعنی دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ خبر دینے والا ایک ہی شخص ہے اور وہ بھی فاسق ہے مگر شفیع نے اس خبر میں اس کی تصدیق کر لی تو بیع کا علم ہو گیا یعنی اگر طلب مواثبہ نہ کریگا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس کی تکذیب کی۔ تو شفیع کے نزدیک بیع کا ثبوت نہ ہوا یعنی طلب نہ کرنے پر حق شفعہ باطل نہ ہوگا اگر چہ واقع میں اُس کی خبر صحیح ہو۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

طلب مواثبہ میں ادنیٰ تاخیر بھی شفعہ کو باطل کر دیتی ہے مثلاً کسی خط کے ذریعہ سے اسے بیع کی خبر دی گئی اور اس خط میں بیع کا ذکر مقدم ہے اور اس کے بعد دوسرے مضامین ہیں یا بیع کا ذکر درمیان میں ہے اس نے پورا خط پڑھ کر طلب مواثبت کی شفعہ باطل ہو گیا کہ اتنی تاخیر بھی یہاں نہ ہونی چاہیے۔

حد بندی کے بعد سقوط شفعہ کا بیان

حضرت سعید بن میتب سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین تقسیم ہو گئی اور حد بندی کر دی گئی تو اب اس میں شفعہ نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 122)

بیع کی خبر ملتے ہی شفیع کا الحمد للہ کہنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ بَعْدَمَا بَلَغَهُ الْبَيْعُ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْ " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ " أَوْ قَالَ " سُبْحَانَ اللَّهِ " لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ حَمْدٌ عَلَى الْخَلَاصِ مِنْ جِوَارِهِ وَالثَّانِي تَعَجُّبٌ مِنْهُ لِقَصْدِ إضْرَارِهِ ، وَالثَّالِثَ لِافْتِتَاحِ كَلَامِهِ فَلَا يَدُلُّ شَيْءٌ مِنْهُ عَلَى الْإِعْرَاضِ ، وَكَذَا إذَا قَالَ مَنْ ابْتَاعَهَا وَبِكَمْ بِيعَتْ ؛ لِأَنَّهُ يَرْغَبُ فِيهَا بِثَمَنٍ دُونَ ثَمَنٍ وَيَرْغَبُ عَنْ مُجَاوَرَةِ بَعْضٍ دُونَ بَعْضٍ ، وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ فِي الْكِتَابِ أَشْهَدُ فِي مَجْلِسِهِ ذَلِكَ عَلَى الْمُطَالَبَةِ

طَلَبَ الْمُوَاثَبَةِ ، وَالْإِشْهَادُ فِيهِ لَيْسَ بِلَازِمٍ ، إِنَّمَا هُوَ لِنَفْيِ التَّجَاحُدِ وَالتَّقْيِيدُ بِالْمَجْلِسِ إِشَارَةٌ إِلَى مَا اخْتَارَهُ الْكَرْخِيُّ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص کو بیع ہونے کا پتہ چلا اور شفیع نے الحمد للہ کہہ دیا ہے یا اس نے ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ '' یا سُبْحَانَ اللّٰهِ '' کہا ہے تو ان احوال میں شفعہ باطل نہ ہوگا کیونکہ پہلا کلمہ بائع کی ہمسائیگی سے جان چھڑوانے پر شکر ہے۔اور دوسرا کلمہ یہ شفیع کی طرف سے بائع کے قصد اضرار پر تعجب ہے۔اور تیسرا کلمہ اپنے کلام کو شروع کرنے کیلئے ہے۔پس ان میں سے کوئی کلمہ بھی اعراض کی خبر دینے والا نہیں ہے کیونکہ جب شفیع نے پوچھا ہے کہ وہ گھر کس نے خریدا ہے یا وہ کتنے سیل ہو گیا ہے؟ کیونکہ اس میں شفیع ایک قیمت کے سبب سے دلچسپی لینے والا ہے جبکہ دوسری کے ذریعے نہیں ہے۔اور اسی طرح وہ بعض مجاورات اور اس کی ہمسائیگی سے اعراض کرنے والا ہے اور بعض سے اعراض کرنے والا نہیں ہے۔

اور ماتن کے قول اشھد سے مراد طلب مواثبت ہے۔اور طلب مواثبت گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ شہادت انکار کی نفی کے سبب دلوائی جاتی ہے۔اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے مجلس کی قید بیان کی ہے یہ امام کرخی علیہ الرحمہ کی روایت کو اختیار کرنے کی جانب اشارہ ہے۔

شرح

اور جب خطبہ ہو رہا ہے اور اس کو بیع کی خبر دی گئی اور نماز کے بعد اس نے طلب مواثبت کی اگر ایسی جگہ ہے کہ خطبہ سن رہا ہے تو شفعہ باطل نہیں ہوا اور اگر خطبہ کی آواز اس کو نہیں پہنچتی تو شفعہ باطل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔نفل نماز پڑھنے میں اسے خبر ملی اسے چاہیے کہ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور طلب مواثبت کرے اور چار پوری کر لی یعنی دو رکعتیں اور ملائیں تو باطل ہو گیا اور قبل ظہر یا بعد ظہر کی سنتیں پڑھ رہا تھا اور چار پوری کر کے طلب کیا تو باطل نہ ہوا۔(فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب بیع کی خبر سن کر سُبْحَانَ اللهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اَللّٰهُ اَکْبَر یا لاحَوْلَ ولا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کہا تو شفعہ باطل نہ ہوا کہ ان الفاظ کا کہنا اِعراض کی دلیل نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتا ہے کہ اُس کے پڑوس سے نجات ملی یا تعجب کرتا ہے کہ اُس نے ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا تھا اور نتیجہ یہ ہوا۔اور اسی طرح اگر اس کے پاس کے کسی شخص کو چھینک آئی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہا اس نے اُس کا جواب دیا شفعہ باطل نہ ہوا۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

طلب شفعہ کے مفہوم والے لفظ سے ثبوت کا بیان

وَيَصِحُّ الطَّلَبُ بِكُلِّ لَفْظٍ يُفْهَمُ مِنْهُ طَلَبُ الشُّفْعَةِ كَمَا لَوْ قَالَ : طَلَبْتُ الشُّفْعَةَ أَوْ أَطْلُبُهَا أَوْ أَنَا طَالِبُهَا ، لِأَنَّ الِاعْتِبَارَ لِلْمَعْنَى ، وَإِذَا بَلَغَ الشَّفِيعُ بَيْعَ الدَّارِ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْإِشْهَادُ

حَتّٰى يُخْبِرَهُ رَجُلَانِ أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ أَوْ وَاحِدٌ عَدْلٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُشْهِدَ إِذَا أَخْبَرَهُ وَاحِدٌ حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا صَبِيًّا كَانَ أَوْ امْرَأَةً إِذَا كَانَ الْخَبَرُ حَقًّا . وَأَصْلُ الِاخْتِلَافِ فِي عَزْلِ الْوَكِيلِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ بِدَلَائِلِهِ وَأَخَوَاتِهِ فِيمَا تَقَدَّمَ ، وَهٰذَا بِخِلَافِ الْمُخَيَّرَةِ إِذَا أُخْبِرَتْ عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِلْزَامُ حُكْمٍ ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا أَخْبَرَهُ الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ خَصْمٌ فِيهِ وَالْعَدَالَةُ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِي الْخُصُومِ .

ترجمہ

اور طلب کرنا ہر ایسے لفظ کے ساتھ درست ہے۔ جس سے طلب شفعہ کا مفہوم سمجھا جائے۔ جس طرح اس نے ایسے کہا ہے کہ میں شفعہ کو طلب کرتا ہوں یا میں اس کو طلب کر رہا ہوں۔ یا میں اس کو طلب کرنے والا ہوں کیونکہ اس کے معانی کا اعتبار کیا جاتا ہے

اور جب شفیع کو گھر بیچنے کا پتہ چلا تو اس پر اشہاد کا وجوب نہ ہوگا حتیٰ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو دو مرد یا ایک مرد اور عورتوں نے یا ایک عدل کرنے والے بندے نے بتایا ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ایک آدمی کی خبر کے بعد شفیع پر اشہاد واجب ہے اگر وہ ایک آدمی آزاد ہے یا بچہ ہے غلام ہے یا عورت ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے اس کی خبر سچی ہو۔ اور اصل اختلاف وکیل کے عزل میں ہے۔ جس کو دلائل کے ساتھ اور اس کی امثلہ کے ساتھ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یہی صورت مسئلہ مخیّرہ کے خلاف ہے کہ جب اس کو خبر دی جائے۔ امام صاحب اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں حکم کا لزوم نہیں ہے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب خریدار خود شفیع کو بتادے۔ کیونکہ خریدار حق شفعہ میں شفیع کے مقابلے کا بندہ ہے۔ اور خصوم میں عدالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

شرح

اور جب بیع کی خبر ملنے پر اس نے دریافت کیا کہ کس نے خریدا یا کتنے میں خریدا یہ پوچھنا تاخیر میں شمار نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ثمن اتنا ہو جو اس کے نزدیک مناسب ہے تو شفعہ کرے اور زیادہ ثمن ہے تو اسے اُتنے داموں میں لینا منظور نہیں۔ اور اسی طرح اگر مشتری کوئی نیک شخص ہے اُس کا پروس ناگوار نہیں ہے تو شفعہ کی کیا ضرورت اور ایسا شخص مشتری ہے جس کا قرب منظور نہیں ہے تو شفعہ کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا یہ پوچھنا شفعہ سے اعراض کی دلیل نہیں۔

اور جب شفیع نے مشتری کو سلام کیا شفعہ باطل نہیں ہوا اور کسی دوسرے کو سلام کیا تو باطل ہوگیا مثلاً مشتری کا بیٹا بھی وہیں کھڑا تھا اس لڑکے کو سلام کیا باطل ہوگیا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طلب مواثبہ کے لیے کوئی لفظ مخصوص نہیں جس لفظ سے بھی اس کا طالب شفعہ ہونا

سمجھ میں آ نا ہو وہ کافی ہے۔(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

طلب شفعہ کی قسم ثانی کا بیان

وَالثَّانِي طَلَبُ التَّقْرِيرِ وَالْإِشْهَادِ ؛ لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ لِإِثْبَاتِهِ عِنْدَ الْقَاضِي عَلَى مَا ذَكَرْنَا ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْإِشْهَادُ ظَاهِرًا عَلَى طَلَبِ الْمُوَاثَبَةِ ؛ لِأَنَّهُ عَلَى فَوْرِ الْعِلْمِ بِالشِّرَاءِ فَيَحْتَاجُ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى طَلَبِ الْإِشْهَادِ وَالتَّقْرِيرِ وَبَيَانُهُ مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ (ثُمَّ يَنْهَضُ مِنْهُ) يَعْنِي مِنْ الْمَجْلِسِ (وَيُشْهِدُ عَلَى الْبَائِعِ إِنْ كَانَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ) مَعْنَاهُ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَى الْمُشْتَرِي (أَوْ عَلَى الْمُبْتَاعِ أَوْ عِنْدَ الْعَقَارِ ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ اسْتَقَرَّتْ شُفْعَتُهُ) وَهَذَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَصْمٌ فِيهِ ؛ لِأَنَّ لِلْأَوَّلِ الْيَدَ وَلِلثَّانِي الْمِلْكَ ، وَكَذَا يَصِحُّ الْإِشْهَادُ عِنْدَ الْمَبِيعِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ مُتَعَلِّقٌ بِهِ ، فَإِنْ سَلَّمَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ لَمْ يَصِحَّ الْإِشْهَادُ عَلَيْهِ لِخُرُوجِهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ خَصْمًا ، إِذْ لَا يَدَ لَهُ وَلَا مِلْكَ فَصَارَ كَالْأَجْنَبِيِّ .

ترجمہ

اور طلب شفعہ کی دوسری قسم تقریر واشہاد ہے۔ کیونکہ شفیع قاضی کے پاس اپنی طلب کو ثابت کرنے کیلئے اشہاد کا ضرورت مند ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے۔ اگر چہ ظاہری طور پر شفیع کیلئے طلب مواثبت پر اشہاد ناممکن ہے کیونکہ طلب مواثبت بیچنے کا علم آجانے کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ پس طلب مواثبت کے بعد شفیع کا اشہاد اور تقریر کی ضرورت ہوگی۔ جس کی وضاحت امام قدوری علیہ الرحمہ بیان کر دیں گے۔

اس کے بعد شفیع مجلس سے اٹھ کر بائع کے پاس گواہ بنائے اور جب مبیع اس کے قبضہ میں ہے۔ یعنی اس نے ابھی تک اس کے سپرد نہ کی ہو تو وہ خریدار یا زمین کے پاس گواہ بنائے اور جب شفیع اس طرح کرے گا تو اب اس کا شفعہ پکا بن جائے گا۔ اور یہ اشہاد اس لئے بھی لازم ہے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک حق شفعہ میں شفیع کا خصم ہے۔ اس لئے کہ پہلے قبضہ بائع کا تھا اور ملکیت دوسرے خریدار کی ہے۔ اور ایسے ہی مبیع کے پاس اشہاد درست ہے کیونکہ مبیع کے ساتھ حق کا تعلق ہے۔ اور اس کے بعد جب بائع نے مشتری کے سپرد کر دی ہے تو اب بائع کے پاس اشہاد درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اب وہ خصم نہیں رہا ہے۔ کیونکہ نہ قبضہ ہے اور نہ ہی ملکیت رہی تو بائع اجنبی کی طرح ہو جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور بائع کے پاس طلب اشہاد کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جائداد بائع کے قبضہ میں ہو

یعنی اب تک بائع نے مشتری کے قبضہ میں نہ دی ہو اور مشتری کا قبضہ ہو چکا ہو تو بائع کے پاس طلب اشہاد نہیں ہو سکتی اور مشتری کے پاس بہر صورت طلب اشہاد ہو سکتی ہے چاہے وہ جائداد بائع کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے قبضہ میں ہو اسی طرح جائداد مبیعہ کے سامنے بھی مطلقاً طلب اشہاد ہو سکتی ہے۔

اور طلب اشہاد میں جائداد کے حدود اربعہ بھی ذکر کر دے تو بہتر ہے تاکہ اختلاف سے بچ جائے۔ اور جو شخص باوجود قدرت طلب اشہاد نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جائے گا مثلاً بغیر طلب اشہاد قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا شفعہ باطل ہو گیا۔ طلب اشہاد قاصد اور خط کے ذریعہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت،)

طلب اشہاد کی کیفیت کا بیان

وَصُورَةُ هَذَا الطَّلَبِ أَنْ يَقُولَ : إنَّ فُلَانًا اشْتَرَى هَذِهِ الدَّارَ وَأَنَا شَفِيعُهَا وَقَدْ كُنْت طَلَبْت الشُّفْعَةَ وَأَطْلُبُهَا الْآنَ فَاشْهَدُوا عَلَى ذَلِكَ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ تَسْمِيَةُ الْمَبِيعِ وَتَحْدِيدُهُ ، لِأَنَّ الْمُطَالَبَةَ لَا تَصِحُّ إلَّا فِي مَعْلُومٍ . وَالثَّالِثُ طَلَبُ الْخُصُومَةِ وَالتَّمَلُّكِ ، وَسَنَذْكُرُ كَيْفِيَّتَهُ مِنْ بَعْدُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

اور اس طلب کی صورت یہ ہے کہ شفیع اس طرح کہے گا کہ میں فلاں آدمی کے اس گھر کو خرید لیا ہے اور میں ہی اس کا شفیع ہوں اور میں شفعہ کو طلب کرنے والا ہوں۔ اور اب بھی شفعہ طلب کر رہا ہوں۔ پس تم اس پر گواہ ہو جاؤ۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مبیع کو بیان کرنا اور اس کی حد بندی کو بیان کرنا شرط ہے۔ کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیزوں میں درست ہے اور طلب کی تیسری قسم طلب خصومت اور تملک ہے عنقریب ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کریں گے۔

طلب اشہاد کی مختلف صورتوں کا بیان

طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع جب مشتری کے پاس آئے تو کہے میں تجھ سے اس مکان کا شفعہ طلب کرتا ہوں جو تو نے فلاں شخص سے خریدا ہے۔ اور جس کی حدود میں سے ایک یہ ہے دوسری یہ اور تیسری یہ، اور چوتھی یہ ہے (اس کے قول) اور ضروری ہے کہ وہ بیان کرے کہ میں شرکت کی بناء پر شفیع ہوں یا پڑوس کی بنا پر شفیع ہوں یا حقوق میں شرکت کی بناء پر شفیع ہوں، اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الشفعۃ فصل فی الطلب)

اور طلب مواثبہ کے بعد طلب اشہاد کا مرتبہ ہے جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری یا اُس جائداد مبیعہ کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور اس سے پہلے

میں طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب پھر طلب کرتا ہوں تم لوگ اس کے گواہ رہو۔

اور یہ اُس وقت ہے کہ جائداد مبیعہ کے پاس طلب اشہاد کرے اور اگر مشتری کے پاس کرے تو یہ کہے کہ اس نے فلاں جائداد خریدی ہے اور میں فلاں جائداد کے ذریعہ سے اُس کا شفیع ہوں اور بائع کے پاس یوں کہے کہ اس نے فلاں جائداد فروخت کی ہے اور میں فلاں جائداد کی وجہ سے اس کا شفیع ہوں۔ (نتائج الافکار، کتاب شفعہ، بیروت)

طلب اشہاد یہ ہے کہ طلب مواثبت یعنی پہلی طلب پر گواہ بنائے تا کہ فوری طور پر طلب کا وجوب پختہ ہوجائے جبکہ صحت طلب کے لئے اس وقت گواہ بنانا شرط نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مخالف فریق جب انکار کرے تو یہ اپنے حق شفعہ کو مضبوط بنا سکے

طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کی ضرورت تب ہوگی جب طلب مواثبت پر وہ گواہ نہ بنا سکے، مثلا یوں کہ شفیع نے خریداری کی خبر مشتری بائع اور مبیع مکان سے غائب ہونے پر سنی لیکن جب ان کی موجودگی میں سنی ہو اور اس وقت گواہ بھی اس طلب پر قائم کر لئے ہوں تو اسے کافی ہے اور یہ عمل دو طلب کے قائم مقام ہوگا خزانۃ المفتین میں اسی طرح ہے (فتاوی ہندیہ، کتاب الشفعۃ)

طلب کو مؤخر کرنے کے سبب شفعہ کے ساقط نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَسْقُطُ الشُّفْعَةُ بِتَأْخِيرِ هَذَا الطَّلَبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ : إنْ تَرَكَهَا شَهْرًا بَعْدَ الْإِشْهَادِ بَطَلَتْ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ ، مَعْنَاهُ : إذَا تَرَكَهَا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إذَا تَرَكَ الْمُخَاصَمَةَ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْقَاضِي تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ ؛ لِأَنَّهُ إذَا مَضَى مَجْلِسٌ مِنْ مَجَالِسِهِ وَلَمْ يُخَاصِمْ فِيهِ اخْتِيَارًا دَلَّ ذَلِكَ عَلَى إعْرَاضِهِ وَتَسْلِيمِهِ .وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَسْقُطْ بِتَأْخِيرِ الْخُصُومَةِ مِنْهُ أَبَدًا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ حِذَارَ نَقْضِهِ مِنْ جِهَةِ الشَّفِيعِ فَقَدَّرْنَاهُ بِشَهْرٍ ؛ لِأَنَّهُ آجِلٌ وَمَا دُونَهُ عَاجِلٌ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْأَيْمَانِ .

وَوَجْهُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى أَنَّ الْحَقَّ مَتَى ثَبَتَ وَاسْتَقَرَّ لَا يَسْقُطُ إلَّا بِإِسْقَاطِهِ وَهُوَ التَّصْرِيحُ بِلِسَانِهِ كَمَا فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ ، وَمَا ذَكَرَ مِنْ الضَّرَرِ يَشْكُلُ بِمَا إذَا كَانَ غَائِبًا ، وَلَا فَرْقَ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي بَيْنَ الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ ، وَلَوْ عُلِمَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الْبَلَدِ قَاضٍ لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ بِالتَّأْخِيرِ بِالِاتِّفَاقِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْ الْخُصُومَةِ إلَّا عِنْدَ الْقَاضِي فَكَانَ عُذْرًا .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلب کومؤخر کردینے کے سبب شفعہ باطل نہ ہوگا۔حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب شفیع نے اشہاد کے بعد ایک ماہ تک چھوڑ رکھا ہے تو وہ شفعہ باطل ہوجائے گا۔اور امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔اور یہ اس لئے ہے کہ اس نے بغیر کسی خصومت کے چھوڑ دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب شفیع نے قاضی کے مجالس میں سے کسی ایک مجلس میں مخاصمہ کو چھوڑ دیا ہے تب بھی اس کا شفعہ باطل ہوجائے گا۔کیونکہ جب قاضی کی مجالس میں سے کوئی مجلس گزر چکی ہے اور اس نے اپنے اختیار کے ہوتے مخاصمت نہیں کی ہے تو اس کا اس طرح کا عمل اس کے اعراض اور حوالے کردینے کیلئے قرائنی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ جب طلب خصومت میں تاخیر کے سبب کبھی بھی شفعہ ساقط نہ کیا جائے تو اس کے سبب سے خریدار کو نقصان ہوگا کیونکہ شفیع کی جانب کو توڑنے کے اندیشہ کے سبب خریدار کوئی تصرف نہ کر سکے گا۔پس ہم نے اس کو ایک ماہ کیلئے مقرر کردیا ہے کیونکہ تاخیر کی یہی مدت ہے پس اس سے کم نہ ہوگی۔جس طرح کتاب ایمان میں گزر گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب حق ثابت ہوکر پکا ہوجائے تو وہ صاحب کے ساقط کرنے کے سوا ساقط نہ ہوگا۔اور وہ اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔جس طرح تمام حقوق میں ہے۔اور نقصان کی صورت بیان کی گئی ہے یہ شفیع کی عدم موجودگی کے سبب مشکل ہوجائے گی۔اور خریدار کے حق میں سفر وحضر میں کوئی فرق نہ ہوگا۔اور جب یہ پتہ چل جائے کہ شہر میں کوئی قاضی نہیں ہے تو اب مؤخر ہونے کے باوجود شفعہ باطل نہ ہوگا۔کیونکہ اس کی طاقت قاضی کے پاس تھی اور اب یہ عذر بن چکا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور ان دونوں طلبوں کے بعد طلب تملیک ہے یعنی اب قاضی کے پاس جا کر یہ کہے کہ فلاں شخص نے فلاں جائداد خریدی ہے اور فلاں جائداد کے ذریعہ سے میں اُس کا شفیع ہوں وہ جائداد مجھے دِلا دی جائے۔طلب تملیک میں تاخیر ہونے سے شفعہ باطل ہوتا ہے یا نہیں،ظاہر الروایہ یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہا میں تصریح ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا عذر ایک ماہ کی تاخیر سے باطل ہوجاتا ہے۔

بعض کتابوں میں اس پر فتویٰ ہونے کی تصریح ہے اور نظر بحال زمانہ اس قول کو اختیار کرنا قرین مصلحت ہے کیونکہ اگر اس کے لیے کوئی میعاد نہ ہوگی تو خوف شفعہ کی وجہ سے مشتری نہ اُس زمین میں کوئی تعمیر کر سکے گا نہ درخت نصب کر سکے گا اور یہ مشتری کا ضرر ہے۔(فتاویٰ شامی،کتاب شفعہ،بیروت)

اور جوار کی وجہ سے شفعہ کا حق ہے اور قاضی کا مذہب یہ ہے کہ جوار کی وجہ سے شفعہ نہیں ہے شفیع نے دعویٰ اس وجہ سے نہیں کیا کہ قاضی میرے خلاف فیصلہ کر دے گا اس انتظار میں ہے کہ دوسرا قاضی آئے تو دعویٰ کروں اس صورت میں بالاتفاق اُس کا حق باطل نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

سال تک شفعہ نہ کرنے کا بیان

امام جلیل خصاف حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مشتری نے کہا میں نے یہ دار ایک سال سے خرید رکھا ہے اور شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا اور طلب نہ کی، تو اس سے سوال کریں تو اگر قاضی مدعی شفعہ سے سوال کرے کہ اس دار کی خریداری کب ہوئی، تو شفیع نے اگر کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کی تو قاضی اس کی اس قدر بات کو کافی قرار دے گا کیونکہ شفیع کو یہ ممکن نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مشتری نے سال سے خرید رکھا ہے وہ طلب کے اثبات کا محتاج بنے، لہٰذا اس بیان سے احتراز کرتے ہوئے طلب شفعہ کو ذکر کیا ہے۔ تو اگر مشتری اس کو کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب کیا تھا تو شفیع کی بات معتبر ہوگی کیونکہ اس حالت میں طلب اور علم اکٹھے قاضی پر ظاہر ہوئے، اس کے برخلاف اگر شفیع یوں کہے کہ میں نے اتنی مدت سے جانا اور طلب کی اور مشتری طلب کا انکار کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ قاضی پر اس وقت کی طلب ظاہر نہ ہوئی تو اثبات کا محتاج ہوگا۔ اور اس کی نظیر باکرہ لڑکی کا نکاح ہے۔ اس کو علامہ شرنبلالی نے تیسیر القاصد شرح نظم الفرائد میں نقل فرمایا ہے۔ (شرح ادب القاضی از امام خصاف)

خریدار کا دعویٰ علم کرنے کے باوجود شفیع کے معتبر ہونے کا بیان

امام فقیہ النفس حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ دار سال سے خرید کر رکھا ہے جس کو وہ شفعہ کی بناء پر حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مدعی شفعہ کو میری خریداری کا علم ہوا تو اس نے طلب نہ کی تو اس صورت میں قاضی مدعی سے کہے گا کہ یہ دار کب سے خرید اگیا تو مدعی نے اگر جواب میں کہا کہ میں نے علم کے وقت ہی طلب کی تھی تو مدعی کا یہ بیان صحیح ہوگا اور قاضی اس کو کافی قرار دے گا تو مشتری اگر کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب نہ کی تو شفیع کی بات معتبر ہوگی، اور اگر شفیع نے یوں کہا کہ میں نے سال سے جانا اور طلب کی اور مشتری کہے تو نے اس وقت طلب نہ کی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا، یہ معاملہ باکرہ لڑکی کے نکاح کی طرح ہے کہ اس کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے نکاح کو رد کیا تو خاوند بیوی کا یہ اختلاف قاضی کے سامنے پیش ہو تو خاوند کہے اس کو جب نکاح کی خبر پہنچی تو یہ خاموش رہی اور عورت کہے میں نے علم ہوتے ہی رد کر دیا تھا تو عورت کی بات معتبر ہوگی اور اگر عورت کہے کہ مجھے فلاں روز علم ہوا اور میں نے رد کر دیا تھا تو عورت کی بات معتبر نہ ہوگی (یہاں تک فرمایا) اور اگر شفیع کو کہا گیا تو نے کب معلوم کیا تو اس نے کہا گزشتہ روز یا آج ایک گھنٹہ قبل تو شفیع کی بات بغیر گواہی قبول نہ ہوگی۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الشفعہ، بیروت)

قاضی کے پاس دعویٰ کے ذریعے طلب شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَقَدَّمَ الشَّفِيعُ إِلَى الْقَاضِي فَادَّعَى الشِّرَاءَ وَطَلَبَ الشُّفْعَةَ سَأَلَ الْقَاضِي

الْمُدَّعَى عَلَيْهِ ، فَإِنِ اعْتَرَفَ بِمِلْكِهِ الَّذِي يُشْفَعُ بِهِ وَإِلَّا كَلَّفَهُ بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ)لِأَنَّ الْيَدَ ظَاهِرٌ مُحْتَمِلٌ فَلَا تَكْفِي لِإِثْبَاتِ الِاسْتِحْقَاقِ .

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَسْأَلُ الْقَاضِي الْمُدَّعِيَ قَبْلَ أَنْ يُقْبِلَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنْ مَوْضِعِ الدَّارِ وَحُدُودِهَا ؛ لِأَنَّهُ ادَّعَى حَقًّا فِيهَا فَصَارَ كَمَا إذَا ادَّعَى رَقَبَتَهَا ، وَإِذَا بَيَّنَ ذَلِكَ يَسْأَلُهُ عَنْ سَبَبِ شُفْعَتِهِ لِاخْتِلَافِ أَسْبَابِهَا ، فَإِنْ قَالَ : أَنَا شَفِيعُهَا بِدَارٍ لِي تُلَاصِقُهَا الْآنَ تَمَّ دَعْوَاهُ عَلَى مَا قَالَهُ الْخَصَّافُ .وَذَكَرَ فِي الْفَتَاوَى تَحْدِيدَ هَذِهِ الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا أَيْضًا ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْكِتَابِ الْمَوْسُومِ بِالتَّجْنِيسِ وَالْمَزِيدِ .

ترجمہ

اور جب شفیع قاضی کے پاس جا کر خریداری کا دعویٰ کر کے شفعہ طلب کرے۔تو قاضی مدعی علیہ سے دریافت کرے پس جب مشتری شفیع کو اس کی ملکیت قرار دیتا ہے جس کے ذریعے وہ دعویٰ کر رہا ہے۔تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی اس کو گواہی پیش کرنے کا حکم دے گا۔کیونکہ قبضہ ایک ظاہری چیز ہے اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔پس حق کو ثابت کرنے کیلئے محض قبضہ کافی نہ ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قاضی مدعی علیہ خریدار کی جانب توجہ کیے بغیر شفیع مدعی سے گھر کا واقع ہونا اور اس کی حدود کے بارے میں پوچھے گا۔کیونکہ وہ اسی گھر میں ایک حق کا دعویٰ کرنے والا ہے۔لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح نے گھر کے رقبے کا دعویٰ کیا ہے اور شفیع ان ساری چیزوں کو بیان کر دیتا ہے تو اس کے بعد قاضی شفعہ کے بارے میں اس سے پوچھے کیونکہ شفعہ کے اسباب مختلف ہیں۔جب شفیع نے یہ کہا کہ میرا گھر اس کے گھر سے متصل ہے جس کے سبب میں حق شفعہ رکھتا ہوں تو امام خصاف کے قول کے مطابق اس کا یہ دعویٰ مکمل ہو جائے گا۔اور فتویٰ میں اس گھر کی حد بندی کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔جس کے سبب وہ شفعہ کا دعویٰ کر رہا ہے۔اور ہم مسئلہ کو اپنی کتاب ''التَّجْنِيسِ وَالْمَزِيدِ'' میں بیان کر آئے ہیں۔

شرح

علامہ فخر الدین عثمان زیلعی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب شفیع نے قاضی کے ہاں آگے بڑھ کر خریداری کا دعوٰی کیا اور شفعہ طلب کیا اور دعوٰی کی شرائط میں کوتاہی نہ ہو، پھر قاضی مدعاعلیہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اس دار کے متعلق سوال کرے گا جس کی بناء پر شفیع شفعہ کا دعوٰی کرتا ہے کہ کیا یہ شفیع کی ملکیت ہے یا نہیں اگر چہ وہ دار شفیع کے قبضہ میں ہو قبضہ کے باوجود سوال حالانکہ قبضہ ملکیت پر ہی ظاہرا دلالت کرتا ہے یہ اس لیے کہ ظاہر چیز استحقاق ثابت نہیں کرتی تو اس کی ملکیت کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے لہذا قاضی مدعاعلیہ سے مدعی کی ملکیت کا سوال کرے گا،

اگر مدعی علیہ اس کی ملکیت کا انکار کرے تو قاضی مدعی کو کہے گا کہ اپنی ملکیت پر گواہ پیش کر، تو اگر وہ گواہ لانے سے عاجز ہے او

ر مدعیٰ علیہ سے اس پر قسم لینے کا مطالبہ کرے تو قاضی مدعیٰ علیہ سے یوں قسم لے کہ مدعی جس بناء پر شفعہ کر رہا ہے تو اس ذکر کردہ پر اس کی ملکیت کو جانتا ہے تو مدعیٰ علیہ اگر قسم سے انکار کرے یا شفیع کے گواہ شہادت دے دیں یا خود مشتری اس کی ملکیت کا اقرار کر دے تو جس دار کی بناء پر شفعہ طلب کرتا ہے اس کی ملکیت شفیع کے لئے ثابت ہو جائیگی یوں شفعہ کا سبب ثابت ہو جائیگا اس کے بعد قاضی مدعیٰ علیہ (مشتری) سے سوال کرے کیا تو نے یہ دار خریدا ہے یا نہیں ہے۔ (تبیین الحقائق، کتاب الشفعۃ، بیروت)

اور شفیع کے دعویٰ کرنے پر قاضی اس سے چند سوالات کریگا۔ وہ جائداد کہاں ہے اور اُس کے حدودِ اربعہ کیا ہیں اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا ہے یا نہیں اُس پر شفعہ کس جائداد کی وجہ سے کرتا ہے اور اس کے حدود کیا ہیں۔ اُس جائداد کے فروخت ہونے کا اس شفیع کو کب علم ہوا اور اس نے اس کے متعلق کیا کیا۔ پھر طلب تقریر کی یا نہیں۔ اور کن لوگوں کے سامنے طلب تقریر کی اور کس کے پاس طلب تقریر کی، وہ قریب تھا یا دور تھا۔ جب تمام سوالوں کے جوابات شفیع نے ایسے دے دیے جن سے دعویٰ پر برا اثر نہ پڑتا ہو تو اس کا دعویٰ مکمل ہو گیا اب مدعیٰ علیہ سے دریافت کریگا کہ شفیع جس جائداد کے ذریعہ سے شفعہ کرتا ہے اُس کا مالک ہے یا نہیں اگر اُس نے انکار کر دیا تو شفیع کو گواہوں کے ذریعہ سے اُس جائداد کا مالک ہونا ثابت کرنا ہوگا یا گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ پر حلف دیا جائے گا گواہ سے یا مدعیٰ علیہ کے حلف سے انکار کرنے سے جب شفیع کی ملک ثابت ہو گئی تو مدعیٰ علیہ سے دریافت کریگا کہ وہ جائداد جس پر شفعہ کا دعویٰ ہے اس نے خریدی ہے یا نہیں اگر اُس نے خریدنے سے انکار کر دیا تو شفیع کو گواہوں سے اُس کا خریدنا ثابت کرنا ہوگا اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعی اعلیہ پر پھر حلف پیش کیا جائے گا اگر حلف سے نکول کیا یا گواہوں سے خریدنا ثابت ہو گیا تو قاضی شفعہ کا فیصلہ کر دے گا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت)

شفیع کی عدم شہادت پر خریدار سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَجَزَ عَنِ الْبَيِّنَةِ اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ بِاللَّهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ مَالِكٌ لِلَّذِي ذَكَرَهُ مِمَّا يُشْفَعُ بِهِ) مَعْنَاهُ بِطَلَبِ الشَّفِيعِ؛ لِأَنَّهُ ادَّعَى عَلَيْهِ مَعْنًى لَوْ أَقَرَّ بِهِ لَزِمَهُ، ثُمَّ هُوَ اسْتِحْلَافٌ عَلَى مَا فِي يَدِهِ فَيَحْلِفُ عَلَى الْعِلْمِ (فَإِنْ نَكَلَ أَوْ قَامَتْ لِلشَّفِيعِ بَيِّنَةٌ ثَبَتَ مِلْكُهُ فِي الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا وَثَبَتَ الْجِوَارُ فَبَعْدَ ذَلِكَ سَأَلَهُ الْقَاضِي) يَعْنِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ (هَلْ ابْتَاعَ أَمْ لَا، فَإِنْ أَنْكَرَ الِابْتِيَاعَ قِيلَ لِلشَّفِيعِ أَقِمْ الْبَيِّنَةَ)؛ لِأَنَّ الشُّفْعَةَ لَا تَجِبُ إلَّا بَعْدَ ثُبُوتِ الْبَيْعِ وَثُبُوتُهُ بِالْحُجَّةِ.

ترجمہ

اور جب شفیع گواہی کو پیش نہ کر سکے تو قاضی خریدار سے ان الفاظ کے ساتھ قسم لے گا کہ بہ خدا مجھے پتہ ہی نہیں کہ شفیع بیان کردہ چیز کا مالک ہے اور ان چیزوں میں سے جس کے سبب وہ دعویٰ کر رہا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ شفیع کے مطالبہ کے بعد ہے۔ کیونکہ اس

نے خریدار پر ایک ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے کہ جب مشتری اس کا اقرار کرے تو وہ اس پر لازم ہو جائے گی۔ اور یہ تو ایسی چیز پر حلف لینا ہے جو خریدار کے قبضہ میں نہیں ہے پس صرف علم پر قسم لی جائے گی۔

اور جب خریدار نے قسم دینے سے انکار کر دیا ہے یا شفیع کے حق میں گواہی ثابت ہو چکی ہے تو جس گھر کے سبب وہ شفیع بن رہا ہے۔ اس میں اس کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ اور ہمسائیگی بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد قاضی خریدار سے دریافت کرے گا کہ اس نے یہ گھر خریدا ہے یا اس نے نہیں خریدا۔ اور جب خریدار نے خریدنے کا انکار کر دیا ہے تو شفیع سے شہادت لانے کا کہا جائے گا کیونکہ شفعہ بیع کے ثبوت کے بعد ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور بیع حجت وشہادت سے ثابت ہوتی ہے۔

غائب شفیع کیلئے حق شفعہ باقی رہنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہمسایہ اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے لہذا اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے جب کہ دونوں کے آنے جانے کا راستہ ایک ہی ہو۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے عبدالملک بن ابی سلیمان کی سند کے علاوہ نہیں جانتے۔ عبدالملک بن سلیمان اس حدیث کو عطاء سے اور وہ جابر سے نقل کرتے ہیں شعبہ نے اس حدیث کے سبب عبدالملک بن ابی سلیمان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ لیکن وہ محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہیں شعبہ کے علاوہ کسی کے ان پر اعتراض کا ہمیں علم نہیں وکیع بھی شعبہ سے اور وہ عبدالملک سے ہی حدیث نقل کرتے ہیں ابن مبارک سے منقول ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے کہ عبدالملک بن سلیمان علم کے ترازو ہیں اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی غائب ہو تب بھی وہ اپنے شفعہ کا مستحق ہے لہذا وہ آنے کے بعد اسے طلب کر سکتا ہے اگرچہ طویل مدت ہی کیوں نہ گزر چکی ہو۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1396)

قاضی کا خریدار سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَجَزَ عَنْهَا اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ بِاللَّهِ مَا ابْتَاعَ أَوْ بِاللَّهِ مَا اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ فِي هَذِهِ الدَّارِ شُفْعَةً مِنْ الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرَهُ) فَهَذَا عَلَى الْحَاصِلِ، وَالْأَوَّلُ عَلَى السَّبَبِ وَقَدْ اسْتَوْفَيْنَا الْكَلَامَ فِيهِ فِي الدَّعْوَى، وَذَكَرْنَا الِاخْتِلَافَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ، وَإِنَّمَا يُحَلِّفُهُ عَلَى الْبَتَاتِ؛ لِأَنَّهُ اسْتِحْلَافٌ فِعْلِ نَفْسِهِ وَعَلَى مَا فِي يَدِهِ أَصَالَةً، وَفِي مِثْلِهِ يَحْلِفُ عَلَى الْبَتَاتِ.

ترجمہ

اور جب شفیع گواہی کو پیش نہ کر سکے تو قاضی خریدار سے ان الفاظ میں قسم لے گا کہ بہ خدا اس نے نہیں خریدا یا بہ خدا اس گھر میں شفیع حقدار نہیں ہے۔ اور اسی طریقے کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ تو اسی قسم مقصود پر ہو گی۔ اور قسم اول سبب پر تھی۔ اور اس

کے متعلق ہم کتاب دعویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ مسائل بیان کر آئے ہیں۔اور اللہ کی توفیق کے ساتھ ہم وہاں اختلاف بھی بیان کر آئے ہیں۔اور قاضی خریدار سے یقینی ہونے کی قسم اس لئے لے گا۔کیونکہ یہ اس کے عمل پر اور جو چیز باعتبار اصل اس کے قبضہ میں ہے یہ اس پر قسم لینا ہے۔اور مذکورہ احوال میں یقین کی قسم لی جاتی ہے۔

شرح

امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر شفیع نے شہادت کے بعد ایک ماہ تک بغیر کسی عذر کے تاخیر کی تو اس حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔(المختصر القدوری ص ۹۶، مکتبہ حقانیہ ملتان)

اور اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو پھر حق شفعہ ساقط نہ ہوگا کیونکہ اس کے حق میں تفریط نہیں ہے۔

(جوہرہ نیرہ ج ا ص ۴۰۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

شفعہ میں منازعت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْمُنَازَعَةُ فِي الشُّفْعَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرْ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ إلَى مَجْلِسِ الْقَاضِي ، فَإِذَا قَضَى الْقَاضِي بِالشُّفْعَةِ لَزِمَهُ إحْضَارُ الثَّمَنِ) وَهَذَا ظَاهِرُ رِوَايَةِ الْأَصْلِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يَقْضِي حَتَّى يُحْضِرَ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ ، وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّ الشَّفِيعَ عَسَاهُ يَكُونُ مُفْلِسًا فَيَتَوَقَّفُ الْقَضَاءُ عَلَى إحْضَارِهِ حَتَّى لَا يَتْوَى مَالُ الْمُشْتَرِي .

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَا ثَمَنَ لَهُ عَلَيْهِ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ تَسْلِيمُهُ ، فَكَذَا لَا يُشْتَرَطُ إحْضَارُهُ (وَإِذَا قَضَى لَهُ بِالدَّارِ فَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يَحْبِسَهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ) وَيَنْفُذُ الْقَضَاءُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهَدٌ فِيهِ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ فَيُحْبَسُ فِيهِ ، فَلَوْ أَخَّرَ أَدَاءَ الثَّمَنِ بَعْدَمَا قَالَ لَهُ ادْفَعْ الثَّمَنَ إلَيْهِ لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ ؛ لِأَنَّهَا تَأَكَّدَتْ بِالْخُصُومَةِ عِنْدَ الْقَاضِي .

ترجمہ

اور شفعہ میں منازعت جائز ہے خواہ شفیع قاضی کی مجلس میں قیمت لیکر نہ آیا ہو۔مگر جس وقت قاضی شفعہ کا فیصلہ سنا دے گا تو شفیع پر قیمت لانا لازم ہو جائے گا۔اور مبسوط کی ظاہر الروایت میں اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قاضی شفیع کی قیمت آنے سے قبل فیصلہ نہ سنائے۔اور حضرت امام حسن علیہ

الرحمہ نے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ کیونکہ ممکن شفیع غریب ہو پس قیمت پہنچنے تک فیصلہ روک دیا جائے گا۔ تاکہ خریدار کا مالک ہلاک نہ ہو اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ فیصلے سے پہلے خریدار کیلئے شفیع پر کوئی قیمت لازم نہیں ہے اور اسی سبب سے قیمت کو حوالے کرنا شرط نہیں ہے پس اس کا حاضر کرنا بھی شرط نہ ہوگا۔

اور جب شفیع کیلئے مکان کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو قیمت وصول کرنے سے پہلے خریدار کیلئے مکان سے روکنے کا اختیار ہوگا۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اجتہاد شدہ ہے اور شفیع پر قیمت واجب ہو چکی ہے۔ پس قیمت کے بارے میں مبیع کو روک لیا جائے گا۔ اور اگر شفیع قیمت کی ادائیگی میں دیر کرتا ہے۔ حالانکہ قاضی نے اس کو خریدار کے حوالے کرنے کیلئے قیمت کا کہہ دیا ہے تب بھی شفعہ باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ قاضی کی مجلس میں مخاصمت کے بعد شفعہ پکا ہو جاتا ہے۔

شرح

اس کو گواہی کا پابند کیا جائے گا اور اس کی بات قبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے طلب کو ماضی کی طرف منسوب کیا ہے تو ایسی بات کو حکایت کیا جس کو فی الحال نافذ کرنے پر قادر نہیں، اور جو شخص ایسی بات کی حکایت کرے جس کو وہ فی الحال ابتداء نافذ کرنے کا مالک نہ ہو تو اس حکایت میں اس کی تصدیق بغیر گواہی نہ ہوگی، اور شفیع جب طلب کو ماضی کی طرف منسوب نہ کرے گا بلکہ کلام کو مطلقا ذکر کرے تو یہ ایسی بات کی حکایت ہوگی جس کو ابتداء نافذ کرنے کا فی الحال مالک ہے کیونکہ ہم اس کو یوں سمجھیں گے کہ ابھی اس کو خریداری کا علم ہوا ہے اور ابھی شفعہ طلب کیا ہے اس لئے شفیع کی بات معتبر ہوگی، عمادیہ وغیرہ میں یوں ہے۔

(الدرالحکام شرح غررالاحکام، کتاب الشفعۃ، میر محمد کتب خانہ کراچی)

شفیع کیلئے بائع سے حق مخاصمت کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَحْضَرَ الشَّفِيعُ الْبَائِعَ ، وَالْمَبِيعُ فِي يَدِهِ فَلَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ فِي الشُّفْعَةِ ؛ لِأَنَّ الْيَدَ لَهُ وَهِيَ يَدٌ مُسْتَحَقَّةٌ) وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِي الْبَيِّنَةَ حَتَّى يَحْضُرَ الْمُشْتَرِي فَيَفْسَخَ الْبَيْعَ بِمَشْهَدٍ مِنْهُ وَيَقْضِيَ بِالشُّفْعَةِ عَلَى الْبَائِعِ وَيَجْعَلَ الْعُهْدَةَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ لِلْمُشْتَرِي وَالْيَدَ لِلْبَائِعِ ، وَالْقَاضِي يَقْضِي بِهِمَا لِلشَّفِيعِ فَلَا بُدَّ مِنْ حُضُورِهِمَا ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَتْ الدَّارُ قَدْ قُبِضَتْ حَيْثُ لَا يُعْتَبَرُ حُضُورُ الْبَائِعِ ؛ لِأَنَّهُ صَارَ أَجْنَبِيًّا إذْ لَا يَبْقَى لَهُ يَدٌ وَلَا مِلْكٌ .

وَقَوْلُهُ فَيَفْسَخُ الْبَيْعَ بِمَشْهَدٍ مِنْهُ إشَارَةٌ إلَى عِلَّةٍ أُخْرَى وَهِيَ أَنَّ الْبَيْعَ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي إذَا كَانَ يَنْفَسِخُ لَا بُدَّ مِنْ حُضُورِهِ لِيَقْضِيَ بِالْفَسْخِ عَلَيْهِ ، ثُمَّ وَجْهُ هَذَا الْفَسْخِ الْمَذْكُورِ أَنْ يَنْفَسِخَ فِي حَقِّ الْإِضَافَةِ لِامْتِنَاعِ قَبْضِ الْمُشْتَرِي بِالْأَخْذِ بِالشُّفْعَةِ وَهُوَ

يُوجِبُ الْفَسْخَ ، إِلَّا أَنَّهُ يَبْقَى أَصْلُ الْبَيْعِ لِتَعَذُّرِ انْفِسَاخِهِ ؛ لِأَنَّ الشُّفْعَةَ بِنَاءٌ عَلَيْهِ ، وَلَكِنَّهُ تَتَحَوَّلُ الصَّفْقَةُ إِلَيْهِ وَيَصِيرُ كَأَنَّهُ هُوَ الْمُشْتَرِي مِنْهُ فَلِهَذَا يَرْجِعُ بِالْعُهْدَةِ عَلَى الْبَائِعِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي فَأَخَذَهُ مِنْ يَدِهِ حَيْثُ تَكُونُ الْعُهْدَةُ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ .وَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ امْتَنَعَ قَبْضُ الْمُشْتَرِي وَأَنَّهُ يُوجِبُ الْفَسْخَ ، وَقَدْ طَوَّلْنَا الْكَلَامَ فِيهِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى بِتَوْفِيقِ اللَّهِ تَعَالَى .

ترجمہ

اور جب شفیع نے بائع کو قاضی کے پاس حاضر کردیا ہے اور مبیع ابھی تک اسی بائع کے قبضہ میں ہے تو شفیع کیلئے شفعہ کے بارے میں بائع سے حق مخاصمت موجود ہے۔ کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور اس قبضہ کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے۔ اور خریدار کے آنے سے پہلے قاضی کو گواہی نہ سنے گا۔ کیونکہ اس کے آنے کے بعد قاضی اس کی موجودگی میں بیع کو ختم کرنے کا فیصلہ کرے گا۔ اور بائع پر شفعہ کا فیصلہ کرتے ہوئے معاملہ اسی کے حوالے کردیا جائے گا۔ کیونکہ ملکیت خریدار کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے جبکہ قاضی ان دونوں چیزوں میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس بائع اور خریدار دونوں کا موجود ہونا لازم ہے۔

اور یہ فیصلہ اس صورت میں نہ ہوگا کہ جب مکان پر قبضہ ہو کیونکہ اب بائع کو لانے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اجنبی بن گیا ہے۔ اس لئے کہ اب اس کا کوئی قبضہ بھی باقی نہیں ہے اور کوئی ملکیت بھی باقی نہیں ہے۔ اور ماتن کا قول کہ وہ فسخ کردے گا یہ ایک دوسری دلیل کی جانب اشارہ ہے۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب خریدار کے حق میں بیع ختم ہو رہی ہے تو اس کا موجود ہونا لازم ہے کہ اس پر بیع ختم کرنے کا فیصلہ سنایا جائے۔

اور اس کے بعد بیع فسخ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ بیع اضافت کے حق میں ختم ہو جائے جس کی اساس شفعہ میں مشتری کا قبضہ ہے جبکہ مشتری کے قبضے میں ممتنع ہونا یہ فسخ کو واجب کرنے والا ہے۔ مگر اصل باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ اس کا فسخ ہونا مشکل ہے۔ اس لئے کہ شفعہ بیع پر مبنی ہے۔ مگر بیع کا معاملہ شفیع کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ اور شفیع خود بائع سے خریدنے والے کی طرح ہو جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب ذمہ داری بائع کی جانب لوٹنے والی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا ہے تو اب شفیع مبیع کو مشتری کے قبضہ سے لے گا۔ کیونکہ ذمہ داری مشتری پر ہے۔ اس لئے کہ قبضہ کرنے کے بعد مشتری کی ملکیت مکمل ہوئی ہے۔ جبکہ پہلی صورت میں مشتری کا قبضہ کرنا ممکن نہ تھا۔ اور فسخ کو ثابت کرنے والی چیز بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہم اس کو اپنی کتاب ''کفایہ منتہی'' میں اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔

شفیع کیلئے دعویٰ میں علی الاطلاق جواز کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور شفعہ کا دعویٰ مشتری پر مطلقاً ہو سکتا ہے اس نے جائداد پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اُس کو

مدعی علیہ بنایا جاسکتا ہے اور بائع کو بھی مدعی اعلیہ بنایا جاسکتا ہے جبکہ جائداد اب تک بائع کے قبضہ میں ہو مگر بائع کے مقابل میں گواہ نہیں سنے جائیں گے جب تک مشتری حاضر نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر بائع پر دعویٰ ہوا تو جب تک مشتری حاضر نہ ہو حق مشتری میں وہ بیع فسخ نہیں کی جائے گی اور اگر مشتری کا قبضہ ہو چکا ہو تو بائع کے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب بائع کے قبضہ میں جائداد ہو تو بائع پر قاضی شفعہ کا فیصلہ کریگا اور اس کی تمام تر ذمہ داری بائع پر ہوگی یعنی جائداد مشفوعہ میں اگر کسی دوسرے کا حق ثابت ہوا اور اس نے لے لی تو ثمن کی واپسی بائع کے ذمہ ہے اور اگر جائداد پر مشتری کا قبضہ ہو چکا ہے تو ذمہ داری مشتری پر ہوگی یعنی جب کہ مشتری نے بائع کو ثمن ادا کر دیا ہے اور شفیع نے مشتری کو ثمن دیا اور اگر ابھی مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا ہے شفیع نے بائع کو ثمن دیا تو بائع ذمہ دار ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت)

<u>خریدار کا شفیع کیلئے خصم ہونے کا بیان</u>

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا لِغَيْرِهِ فَهُوَ الْخَصْمُ لِلشَّفِيعِ) ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْعَاقِدُ ، وَالْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ مِنْ حُقُوقِ الْعَقْدِ فَيَتَوَجَّهُ عَلَيْهِ .

قَالَ (إلَّا أَنْ يُسَلِّمَهَا إلَى الْمُوَكِّلِ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ لَهُ يَدٌ وَلَا مِلْكٌ فَيَكُونُ الْخَصْمُ هُوَ الْمُوَكِّلُ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْوَكِيلَ كَالْبَائِعِ مِنْ الْمُوَكِّلِ عَلَى مَا عُرِفَ فَتَسْلِيمُهُ إلَيْهِ كَتَسْلِيمِ الْبَائِعِ إلَى الْمُشْتَرِي فَتَصِيرُ الْخُصُومَةُ مَعَهُ ، إلَّا أَنَّهُ مَعَ ذَلِكَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمُوَكِّلِ فَيَكْتَفِي بِحُضُورِهِ فِي الْخُصُومَةِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ ، وَكَذَا إذَا كَانَ الْبَائِعُ وَكِيلَ الْغَائِبِ فَلِلشَّفِيعِ أَنْ يَأْخُذَهَا مِنْهُ إذَا كَانَتْ فِي يَدِهِ ؛ لِأَنَّهُ عَاقِدٌ وَكَذَا إذَا كَانَ الْبَائِعُ وَصِيًّا لِمَيِّتٍ فِيمَا يَجُوزُ بَيْعُهُ لِمَا ذَكَرْنَا .

<u>ترجمہ</u>

اور جب کسی بندے نے کسی دوسرے شخص کیلئے کوئی مکان خریدا ہے تو خریدنے والا یہ شفیع کا خصم ہوگا۔ کیونکہ عقد کرنے والا یہی ہے۔ اور شفعہ لینا یہ بھی عقد کے حقوق میں سے ہے۔ پس یہ حق اسی خریدار کی جانب متوجہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب مشتری اس گھر کو مؤکل کے سپرد کر دیتا ہے تو اس صورت میں اب نہ مشتری کا قبضہ رہا ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت رہی ہے۔ پس مؤکل خصم ہوگا۔ اور یہ حکم اس لئے ہے کہ وکیل مؤکل کی جانب سے بیچنے والے کی طرح ہے۔ اور وکیل کا مؤکل کے سپرد کرنا یہ بائع کا مشتری کے حوالے کرنے کی طرح ہوگا۔ پس مخاصمت مؤکل کے ساتھ ہوگی۔ مگر یہاں وکیل مؤکل کا خلیفہ ہے۔ کیونکہ مبیع کو حوالے کرنے سے قبل مخاصمت میں اس وکیل کا پایا جانا کافی ہو جائے گا۔ اور اسی طرح جب بائع کسی غائب آدمی کا وکیل ہے اور گھر اس کے قبضہ میں ہے تو

شفیع کیلئے اس کو بائع سے لینے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے۔اور اسی طرح بائع جب کسی میت کا وصی ہے تو ان اشیاء میں جہاں اس کی بیع درست ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مشتری کے وکیل نے جائداد خریدی اور وہ ابھی اسی وکیل کے ہاتھ میں ہے تو شفعہ کی طلب وکیل سے ہو سکتی ہے اور وکیل نے موکل کو دے دی تو وکیل سے طلب نہیں کر سکتا بلکہ اس سے طلب کرنے پر شفعہ ہی ساقط ہو جائے گا کہ جس سے طلب کرنا چاہیے تھا باوجود قدرت شفیع نے اُس سے طلب کرنے میں دیر کی۔

(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

شفیع کیلئے خیار رؤیت ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي لِلشَّفِيعِ بِالدَّارِ وَلَمْ يَكُنْ رَآهَا فَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ ، وَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهَا وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي شَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْهُ) لِأَنَّ الْأَخْذَ بِالشُّفْعَةِ بِمَنْزِلَةِ الشِّرَاءِ ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَيَثْبُتُ فِيهِ الْخِيَارَانِ كَمَا فِي الشِّرَاءِ ، وَلَا يَسْقُطُ بِشَرْطِ الْبَرَاءَةِ مِنْ الْمُشْتَرِي وَلَا بِرُؤْيَتِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِنَائِبٍ عَنْهُ فَلَا يَمْلِكُ إسْقَاطَهُ .

ترجمہ

اور جب شفیع کیلئے گھر کا فیصلہ کر دیا گیا ہے لیکن اس نے مکان کو دیکھا ہی نہیں ہے تو اس کیلئے خیار رویت ہوگا۔اور جب شفیع کو مکان میں عیب مل جائے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔خواہ خریدار نے عیب سے بری ہونے کی شرط لگادی ہے۔کیونکہ شفعہ کے سبب لینا یہ خریدنے کے حکم میں ہے۔کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے۔پس خرید و فروخت کی طرح اس میں بھی دونوں قسم کے خیار ثابت ہوں گے۔اور خریدار کی جانب سے لگائی شرط برأت درست نہ ہوگی۔اور نہ ہی خریدار کی رؤیت سے خیار ساقط ہوگا۔کیونکہ خریدار شفیع کا خلیفہ نہیں ہے۔پس وہ شرط کو ساقط کرنے کا مالک بھی نہ ہوگا۔

خیار رؤیت اور خیار عیب کا شفعہ میں اعتبار کرنے کا بیان

اور شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہے یعنی اگر اُس نے جائداد مشفوعہ نہیں دیکھی ہے تو دیکھنے کے بعد لینے سے انکار کر سکتا ہے۔اور اسی طرح اگر اُس میں کوئی عیب ہے تو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے کیونکہ شفعہ کے ذریعہ سے جائداد کا ملنا بیع کا حکم رکھتا ہے لہذا بیع میں جس طرح یہ دونوں خیار حاصل ہوتے ہیں یہاں بھی ہوں گے اور اگر مشتری نے عیب سے براءت کر لی ہے کہہ دیا ہے کہ اس میں کوئی عیب نکلے تو اس کی ذمہ داری نہیں اس صورت میں بھی عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے۔مشتری کا براءت

قبول کرنا کوئی چیز نہیں ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور شفعہ میں خیار شرط نہیں ہوسکتا نہ اس میں ثمن ادا کرنے کے لیے کوئی میعاد مقرر کی جاسکتی نہ اس میں غرر یعنی دھوکے کی وجہ سے ضمان لازم ہوسکتا ہے یعنی مثلاً شفیع نے اُس جائداد میں کوئی جدید تعمیر کی اس کے بعد مستحق نے دعویٰ کیا کہ یہ جائداد میری ہے اور وہ جائداد مستحق کو مل گئی تو تعمیر کی وجہ سے شفیع کا جو کچھ نقصان ہوا وہ نہ بائع سے لے سکتا ہے نہ مشتری سے کہ اس نے یہ جائداد جبراً وصول کی ہے انھوں نے اپنے قصد و اختیار سے اسے نہیں دی ہے کہ وہ اس کے نقصان کا ضمان دیں۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

فَصلٌ فِی مَسَائِلِ الِاختِلَافِ

﴿یہ فصل شفیع وخریدار کے اختلاف کے بیان میں ہے﴾

فصل شفعہ میں مسائل اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ شفعہ سے متعلق وہ مسائل جو شفعہ کی ثمن میں مشتری وشفیع کے درمیان متفق تھے ان کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ان مسائل کو بیان کررہے ہیں جو مشتری وشفیع کے درمیان اختلافی مسائل ہیں اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ اختلافی مسائل ہمیشہ اتفاقی مسائل کے بعد بیان کیے جاتے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۴۶۰، بیروت)

ثمن کے بارے میں شفیع وخریدار کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اخْتَلَفَ الشَّفِيعُ وَالْمُشْتَرِي فِي الثَّمَنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي) ؛ لِأَنَّ الشَّفِيعَ يَدَّعِي اسْتِحْقَاقَ الدَّارِ عَلَيْهِ عِنْدَ نَقْدِ الْأَقَلِّ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِينِهِ، وَلَا يَتَحَالَفَانِ ؛ لِأَنَّ الشَّفِيعَ إنْ كَانَ يَدَّعِي عَلَيْهِ اسْتِحْقَاقَ الدَّارِ فَالْمُشْتَرِي لَا يَدَّعِي عَلَيْهِ شَيْئًا لِتَخَيُّرِهِ بَيْنَ التَّرْكِ وَالْأَخْذِ وَلَا نَصَّ هَاهُنَا ، فَلَا يَتَحَالَفَانِ .

ترجمہ

اور جب شفیع اور خریدار کے درمیان ثمن میں اختلاف ہو جائے اور خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ شفیع خریدنے والے کو ادا کرنے میں کم ہونے کی صورت میں مکان حقدار ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ خریدار اس کا انکاری ہے۔ اور انکاری کا قول قسم کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ جبکہ دونوں قسم نہ کھائیں گے۔ کیونکہ جب شفیع خریدار پر حقدار ہونے کا دعویٰ کررہا ہے جبکہ خریدار تو کسی چیز کا دعویٰ کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ شفیع کو نہ لینے کا اختیار بھی ہے۔ اور اس جگہ کوئی نص بھی نہیں ہے پس وہ دونوں قسم نہ اٹھائیں گے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مشتری یہ کہتا ہے کہ شفیع کو جس وقت بیع کا علم ہوا اُس نے طلب نہیں کی اور شفیع کہتا ہے میں نے اُسی وقت طلب کی تو شفیع کو گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا اور گواہ نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہے۔

اور جب شفیع ومشتری میں ثمن کا اختلاف ہے اور گواہ کسی کے پاس نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہے اور اگر دونوں گواہ پیش کریں تو گواہ شفیع کے معتبر ہوں گے۔

شفیع وخریدار دونوں میں سے شفیع کی گواہی کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَالْبَيِّنَةُ لِلشَّفِيعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : الْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إثْبَاتًا) فَصَارَ كَبَيِّنَةِ الْبَائِعِ وَالْوَكِيلِ وَالْمُشْتَرِي مِنْ الْعَدُوِّ .
وَلَهُمَا أَنَّهُ لَا تَنَافِي بَيْنَهُمَا فَيُجْعَلُ كَأَنَّ الْمَوْجُودَ بَيْعَانِ ، وَلِلشَّفِيعِ أَنْ يَأْخُذَ بِأَيِّهِمَا شَاءَ وَهَذَا بِخِلَافِ الْبَائِعِ مَعَ الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَوَالَى بَيْنَهُمَا عَقْدَانِ إلَّا بِانْفِسَاخِ الْأَوَّلِ وَهَاهُنَا الْفَسْخُ لَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ وَهُوَ التَّخْرِيجُ لِبَيِّنَةِ الْوَكِيلِ ؛ لِأَنَّهُ كَالْبَائِعِ وَالْمُوَكِّلِ كَالْمُشْتَرِي مِنْهُ ، كَيْفَ وَأَنَّهَا مَمْنُوعَةٌ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ ، وَأَمَّا الْمُشْتَرِي مِنْ الْعَدُوِّ فَقُلْنَا ذُكِرَ فِي السِّيَرِ الْكَبِيرِ أَنَّ الْبَيِّنَةَ بَيِّنَةُ الْمَالِكِ الْقَدِيمِ .
فَلَنَا أَنْ نَمْنَعَ (وَبَعْدَ التَّسْلِيمِ نَقُولُ : لَا يَصِحُّ الثَّانِي هُنَالِكَ إلَّا بِفَسْخِ الْأَوَّلِ ، أَمَّا هَاهُنَا فَبِخِلَافِهِ) ، وَلِأَنَّ بَيِّنَةَ الشَّفِيعِ مُلْزِمَةٌ وَبَيِّنَةَ الْمُشْتَرِي غَيْرُ مُلْزِمَةٍ وَالْبَيِّنَاتُ لِلْإِلْزَامِ .

ترجمہ

فرمایا جب ان دونوں نے گواہی کو قائم کردیا ہے تو طرفین کے نزدیک شفیع کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک خریدار کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔کیونکہ خریدار کا گواہی مثبت ہونے میں زیادہ ہے۔پس یہ ثمن، بائع اور دشمن سے خریدنے والے کی شہادت کی طرح ہوجائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔پس دونوں کی بیع کو تسلیم کیا جائے گا۔اور شفیع کو ان دونوں میں سے کسی ایک کو لینے کا اختیار ہوگا۔اور یہ حکم بائع وخریدار کے باہمی اختلاف سے الگ ہے۔کیونکہ ان دونوں کے درمیان پہلے عقد کو ختم کیے بغیر دو عقد جاری نہیں ہوسکتے۔اور اس جگہ شفیع کے حق میں فسخ کا ظاہر ہونا نہیں ہے۔اور وکیل سے بھی گواہی کا یہی طریقہ ہے۔کیونکہ وہ بائع کی طرح ہے۔اور موکل اس خریدار کی طرح ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔حالانکہ امام محمد علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق یہ منع ہے۔

البتہ جو مسئلہ دشمن سے خریداری کرنے کا ہے۔اس میں ہمارا قول یہ ہے کہ سیر کبیر میں قدیم مالک کی گواہی کے معتبر ہونے کا بیان موجود ہے۔پس ہم کو انکار کرنے کا حق حاصل ہے اور اس کو تسلیم کرلینے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں۔کہ وہاں پہلے عقد کو ختم کیے بغیر

دوسرا عقد درست نہ ہوگا۔ جبکہ اس جگہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ شفیع گواہی کولازم کرنے والا ہے۔ اور خریدار کا گواہی کولازم کرنا نہیں ہے اور گواہیاں لازم کرنے کیلئے مشروع ہوئی ہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے دو مکان خریدے اور ایک شخص دونوں کا جار ملاصق ہے وہ شفعہ کرتا ہے مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے دونوں آگے پیچھے خریدے ہیں یعنی دو عقدوں میں خریدے ہیں لہٰذا دوسرے مکان میں تمہیں شفعہ کرنے کا حق نہیں شفیع یہ کہتا ہے کہ دونوں مکان تم نے ایک عقد کے ذریعہ سے خریدے ہیں اور مجھے دونوں میں شفعہ کا حق ہے اس صورت میں مشتری کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ دو عقدوں کے ذریعہ خریدا ہے ورنہ قول شفیع کا معتبر ہوگا۔ یوہیں اگر مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے نصف مکان پہلے خریدا اس کے بعد نصف خریدا اور شفیع یہ کہتا ہے کہ پورا مکان ایک عقد سے خریدا ہے تو شفیع کا قول معتبر ہے اور اگر مشتری یہ کہتا ہے کہ پورا مکان میں نے ایک عقد سے خریدا ہے اور شفیع یہ کہتا ہے کہ آدھا آدھا کر کے دو مرتبہ میں لہٰذا میں صرف نصف مکان پر شفعہ کرتا ہوں تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے۔ اور جب شفیع یہ کہتا ہے کہ مشتری نے مکان کا ایک حصہ مُنہدِم کر دیا اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے اور گواہ شفیع کے معتبر ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

بائع کا خریدار سے کم ثمن کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَقَلَّ مِنْهُ وَلَمْ يَقْبِضْ الثَّمَنَ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِمَا قَالَهُ الْبَائِعُ وَكَانَ ذَلِكَ حَطًّا عَنْ الْمُشْتَرِي) ؛ وَهَذَا لِأَنَّ الْأَمْرَ إنْ كَانَ عَلَى مَا قَالَ الْبَائِعُ فَقَدْ وَجَبَتْ الشُّفْعَةُ بِهِ ، وَإِنْ كَانَ عَلَى مَا قَالَ الْمُشْتَرِي فَقَدْ حَطَّ الْبَائِعُ بَعْضَ الثَّمَنِ ، وَهَذَا الْحَطُّ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ، وَلِأَنَّ التَّمَلُّكَ عَلَى الْبَائِعِ بِإِيجَابِهِ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فِي مِقْدَارِ الثَّمَنِ مَا بَقِيَتْ مُطَالَبَتُهُ فَيَأْخُذُ الشَّفِيعُ بِقَوْلِهِ .

ترجمہ

اور جب خریدار نے کسی قیمت کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے کم قیمت کا دعویٰ کر دیا ہے جبکہ بائع اب تک قابض نہیں ہوا ہے تو بائع کا دعویٰ کردہ قیمت وہ اس کو مکان کو لے گا۔ اور خریدار کے ذمہ سے یہ کمی ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ بات درست وہی ہو جو بائع کہنے والا ہے۔ تو شفعہ اسی مقدار کے مطابق ثابت ہوگا۔ اور جب خریدار کی کہی ہوئی بات کے مطابق حال ہے تو اب یقیناً بائع کچھ کم کرنے والا ہے اور یہ کمی شفیع کے حق میں بھی ظاہر ہو جائے گی۔ جس طرح ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل کو آئندہ بیان کریں گے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بائع پر قبضہ کرنا یہ اس کے ایجاب کے سبب سے ہے تو اب جب اسکا مطالبہ

باقی رہ گیا ہے تو وہ ثمن کی مقدار کے بارے میں ہے۔ جس میں بائع کا قول معتبر ہوگا۔ اور شفیع بائع کی بیان کردہ قیمت کے مطابق وہ مکان لے گا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مشتری نے دعویٰ کیا کہ ثمن اتنا ہے اور بائع نے اُس سے کم ثمن کا دعویٰ کیا اس کی دو صورتیں ہیں بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر قبضہ نہیں کیا ہے تو بائع کا قول معتبر ہے یعنی اُس نے جو کچھ بتایا شفیع اوتنے ہی میں لے گا۔ اور اگر بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے یعنی اگر شفیع لینا چاہے تو وہ ثمن ادا کرے جس کو مشتری بتاتا ہے اور بائع کی بات نامعتبر ہے کہ جب وہ ثمن لے چکا ہے تو اس معاملہ میں اُس کا تعلق ہی کیا ہے۔ اور اگر بائع ثمن زیادہ بتاتا ہے اور مشتری کم بتاتا ہے اور یہ اختلاف بائع کے ثمن وصول کر لینے کے بعد ہے تو مشتری کی بات معتبر ہے اور ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ اختلاف ہے تو بائع ومشتری دونوں پر حلف ہے جو حلف سے انکار کر دے اُس کے مقابل کی معتبر ہے اور اگر دونوں نے حلف کر لیا تو دونوں یعنی بائع ومشتری کے مابین بیع فسخ کر دی جائے گی مگر شفیع کے حق میں یہ بیع فسخ نہیں ہوگی وہ چاہے تو اُتنے ثمن کے عوض میں لے سکتا ہے جس کو بائع نے بتایا۔

بائع کا زائد قیمت کہنے کی صورت میں دونوں سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ ادَّعَى الْبَائِعُ الْأَكْثَرَ يَتَحَالَفَانِ وَيَتَرَادَّانِ ، وَأَيُّهُمَا نَكَلَ ظَهَرَ أَنَّ الثَّمَنَ مَا يَقُولُهُ الْآخَرُ فَيَأْخُذُهَا الشَّفِيعُ بِذَلِكَ ، وَإِنْ حَلَفَا يَفْسَخُ الْقَاضِي الْبَيْعَ عَلَى مَا عُرِفَ وَيَأْخُذُهَا الشَّفِيعُ بِقَوْلِ الْبَائِعِ) ؛ لِأَنَّ فَسْخَ الْبَيْعِ لَا يُوجِبُ بُطْلَانَ حَقِّ الشَّفِيعِ .

قَالَ (وَإِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ أَخَذَ بِمَا قَالَ الْمُشْتَرِي إنْ شَاءَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إلَى قَوْلِ الْبَائِعِ) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا اسْتَوْفَى الثَّمَنَ انْتَهَى حُكْمُ الْعَقْدِ ، وَخَرَجَ هُوَ مِنْ الْبَيْنِ وَصَارَ هُوَ كَالْأَجْنَبِيِّ وَبَقِيَ الِاخْتِلَافُ بَيْنَ الْمُشْتَرِي وَالشَّفِيعِ ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب بائع زیادہ قیمت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ دونوں قسم اٹھائیں گے اور عقد کو بدل دیا جائے گا۔ اور ان دونوں میں سے جس نے بھی قسم کا انکار کیا وہ یہی سمجھا جائے گا۔ کہ قیمت وہی ہے جو دوسرا قسم اٹھانے والا کہتا ہے۔ پس شفیع اسی قیمت کے مطابق مکان لے گا۔ اور جب ان دونوں نے قسم اٹھائی تو قاضی بیع کو ختم کر دے گا۔ جس طرح کتاب دعویٰ میں بتا دیا گیا ہے۔ اور شفیع بائع کے قول کے مطابق مکان کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ بیع کے فسخ ہونے کی وجہ سے شفیع کا حق باطل نہ ہوگا۔

اور جب بائع قیمت پر قبضہ کر چکا ہے تو شفیع جب چاہے اس خریدار کی بیان کردہ قیمت پر مکان لے گا۔ اور وہ بائع کی بات پر

کوئی توجہ نہ کرے گا۔ کیونکہ جب بائع قیمت کو وصول کر چکا ہے۔ تو عقد کا حکم مکمل ہو چکا ہے۔ اور وہ بائع کے درمیان نکل کر اجنبی کی طرح ہو جائے گا۔ اور اب اختلاف بائع و خریدار کے درمیان باقی رہے گا۔ اور اس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

اور جب مشتری یہ کہتا ہے کہ یہ پورا مکان میں نے دو عقد کے ذریعہ سے خریدا ہے یعنی پہلے یہ حصہ اتنے میں خریدا اُس کے بعد یہ حصہ اتنے میں خریدا اور شفیع یہ کہتا ہے کہ تم نے پورا مکان ایک عقد سے خریدا ہے تو شفیع کا قول معتبر ہے اور اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو گواہ مقبول ہیں اور اگر دونوں گواہ پیش کریں اور گواہوں نے وقت نہیں بیان کیا تو مشتری کے گواہ معتبر ہیں۔
اور جب ایک شخص نے مکان خریدا شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اُس کا ثمن ایک ہزار بتایا تھا شفیع نے ایک ہزار دے کر لے لیا پھر شفیع کو گواہ ملے جو کہتے ہیں اُس نے پانسو میں خریدا تھا یہ گواہ سنے جائیں گے اور اگر مشتری کے کہنے کی شفیع نے تصدیق کر لی تھی تو اب یہ گواہ نہیں سنے جائیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

مکان بیچ کر اس کی قیمت پر قبضہ کرنے کا بیان

وَلَوْ كَانَ نَقْدُ الثَّمَنِ غَيْرَ ظَاهِرٍ فَقَالَ الْبَائِعُ بِعْت الدَّارَ بِأَلْفٍ وَقَبَضْت الثَّمَنَ يَأْخُذُهَا الشَّفِيعُ بِأَلْفٍ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا بَدَأَ بِالْإِقْرَارِ بِالْبَيْعِ تَعَلَّقَتْ الشُّفْعَةُ بِهِ ، فَبِقَوْلِهِ بَعْدَ ذَلِكَ قَبَضْتُ الثَّمَنَ يُرِيدُ إسْقَاطَ حَقِّ الشَّفِيعِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ .
وَلَوْ قَالَ قَبَضْت الثَّمَنَ وَهُوَ أَلْفٌ لَمْ يُلْتَفَتْ إلَى قَوْلِهِ ؛ لِأَنَّ بِالْأَوَّلِ وَهُوَ الْإِقْرَارُ بِقَبْضِ الثَّمَنِ خَرَجَ مِنْ الْبَيْنِ وَسَقَطَ اعْتِبَارُ قَوْلِهِ فِي مِقْدَارِ الثَّمَنِ

ترجمہ

اور جب قیمت کو ادا کرنا واضح نہ ہو تو اس صورت میں بائع اس طرح کہے کہ میں ایک ہزار کے بدلے میں گھر کو بیچ کر اس کی قیمت پر قبضہ بھی کر لیا ہے اور اب شفیع اس مکان کو ایک ہزار میں لے گا۔ کیونکہ جب بائع نے بیع کے اقرار کے ساتھ شروع کیا ہے تو شفعہ اس کے اقرار کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد بائع قیمت پر قبضہ کتنے کا کہتے ہوئے ختم کرنا چاہتا ہے پس یہ اسی پر واپس کر دیا جائے گا اور جب بائع نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے قیمت پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ ایک ہزار ہے تب بھی اس کی بات پر کوئی توجہ نہ کی جائے گی۔ کیونکہ پہلے یعنی قیمت کے قبضے کا اقرار کرتے ہوئے بائع درمیان سے خارج ہونے والا ہے اور قیمت کی مقدار کے بارے میں اس کی بات کا اعتبار ختم ہو چکا ہے۔

شرح

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور بائع کا ثمن پر قبضہ کرنا ظاہر نہ ہو اور مقدار ثمن میں اختلاف ہو اس کی دو

صورتیں ہیں۔بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہے یا نہیں اگر اقرار نہیں کیا ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو قبضہ نہ کرنے کی صورت میں ہے۔اور اگر اقرار کرلیا ہے اور مشتری زیادہ کا دعویٰ کرتا ہے اور جائداد اس کے قبضہ میں ہے تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں پہلے مقدار ثمن کا اقرار کیا پھر قبضہ کا یا اس کا عکس ہے یعنی پہلے قبضہ کا اقرار کیا پھر مقدار کا اگر پہلی صورت ہے مثلاً یوں کہا کہ اس مکان کو میں نے ہزار روپے میں بیچا اور ثمن پر قبضہ پالیا شفیع ایک ہزار میں لے گا اور مشتری جو ایک ہزار سے زیادہ ثمن بتاتا ہے اُس کا اعتبار نہیں اور اگر دوسری صورت ہے یعنی پہلے قبضہ کا اقرار ہے پھر مقدار ثمن کا مثلاً یوں کہا کہ مکان میں نے بیچ دیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور ثمن ایک ہزار ہے تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب شفعہ، بیروت)

فَصْلٌ فِيمَا يُؤْخَذُ بِهِ الْمَشْفُوعُ

﴿یہ فصل اخذ مشفوع کے بیان میں ہے﴾

فصل اخذ مشفوع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے مشفوع کو بیان کیا ہے کیونکہ وہی اصل ہے اور مقصود وہی ہے۔ جبکہ مشفوع کے بدلے میں جو قیمت لی جاتی ہے یہ اس کی فرع ہے اصل نہیں ہے پس اصل کا حق یہ تھا کہ اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور فرع کو اس کے بعد ذکر کیا جائے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۴۶۶، بیروت)

خریدار کے حق میں کمی کا حق شفیع کیلئے بھی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَطَّ الْبَائِعُ عَنْ الْمُشْتَرِي بَعْضَ الثَّمَنِ يَسْقُطُ ذَلِكَ عَنْ الشَّفِيعِ ، وَإِنْ حَطَّ جَمِيعَ الثَّمَنِ لَمْ يَسْقُطْ عَنْ الشَّفِيعِ) لِأَنَّ حَطَّ الْبَعْضِ يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ فَيَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ مَا بَقِيَ ، وَكَذَا إذَا حَطَّ بَعْدَمَا أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِالثَّمَنِ يَحُطُّ عَنْ الشَّفِيعِ حَتَّى يَرْجِعَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ الْقَدْرِ ، بِخِلَافِ حَطِّ الْكُلِّ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ بِحَالٍ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْبُيُوعِ .

ترجمہ

اور جب بائع خریدار کے ذمہ پر لازم کردہ قیمت میں کچھ کم کر دیا ہے تو وہ شفیع کے ذمہ سے بھی ساقط ہو جائے گی۔ اور جب بائع نے ساری قیمت معاف کر دی ہے تو شفیع کے ذمہ سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض کی یہ اصل عقد کے ساتھ مل جانے والی ہے پس یہ کمی شفیع کے حق میں ظاہر ہوگی۔ کیونکہ بقیہ قیمت ہے اور اسی طرح جب ساری قیمت کے بدلے میں شفیع کیلئے لینے کے بعد بائع نے کمی کر دی ہے تو اب شفیع کے ذمہ سے کچھ بھی کم ہو جائے گا اور شفیع اس مقدار کے مطابق خریدار سے واپس لے گا۔ یہ خلاف اس کے کہ جب ساری قیمت معاف کر دی جائے کیونکہ وہ کسی طرح بھی اصل عقد کے ساتھ ملنے والی نہیں ہے۔ جس طرح ہم بیوع کے اندر اس کو بیان کر آئے ہیں۔

شرح

یہ بیان کیا جا چکا کہ مشتری نے جن داموں میں جائداد خریدی ہے شفیع کو اوتنے ہی میں ملے گی مگر بعض مرتبہ عقد کے بعد ثمن

میں کمی بیشی کردی جاتی ہے اور بعض مرتبہ اُس چیز میں کمی بیشی ہوجاتی ہے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ اس کمی بیشی کا اثر شفیع پر ہوگا یا نہیں۔ اگر بائع نے عقد کے بعد ثمن میں کچھ کمی کردی تو چونکہ یہ کمی اصل عقد کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جس کا بیان کتاب البیوع 3) میں گزر چکا ہے لہٰذا شفیع کے حق میں بھی اس کمی کا اعتبار ہوگا یعنی اس کمی کے بعد جو کچھ باقی ہے اُس کے بدلے میں شفیع اس جائد لے گا اور اگر بائع نے پورا ثمن ساقط کردیا تو اس کا اعتبار نہیں یعنی شفیع کو پورا ثمن دینا ہوگا۔

خریدار کا بائع کیلئے قیمت میں اضافہ کرنے کا بیان

(وَإِنْ زَادَ الْمُشْتَرِي لِلْبَائِعِ لَمْ تَلْزَمْ الزِّيَادَةُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ) ؛ لِأَنَّ فِي اعْتِبَارِ الزِّيَادَةِ ضَرَرًا بِالشَّفِيعِ لِاسْتِحْقَاقِهِ الْأَخْذَ بِمَا دُونَهَا.

بِخِلَافِ الْحَطِّ ؛ لِأَنَّ فِيهِ مَنْفَعَةً لَهُ ، وَنَظِيرُ الزِّيَادَةِ إذَا جَدَّدَ الْعَقْدَ بِأَكْثَرَ مِنْ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ لَمْ يَلْزَمْ الشَّفِيعَ حَتَّى كَانَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهَا بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ لِمَا بَيَّنَّا كَذَا هَذَا.

ترجمہ

اور جب خریدار نے بائع کیلئے کچھ قیمت میں اضافہ کیا ہے تو یہ زیادتی شفیع کے حق میں لازم نہ ہوگی۔ کیونکہ زیادتی کا اعتبار کرنے میں شفیع کا نقصان ہے۔ کیونکہ شفیع اس سے تھوڑا لینے کا حقدار ہے۔ بہ خلاف کمی کے کیونکہ اس میں شفیع کیلئے فائدہ ہے اور زیادتی کی مثال اس طرح ہے کہ جب خریدار نے پہلی قیمت میں اضافہ کر کے عقد میں جدت پیدا کی تو ایسی زیادتی شفیع پر لازم نہ ہوگی۔ اور اس کو پہلی قیمت دینے کا اختیار ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مسئلہ بھی اسی کی طرح ہے۔

شرح

اور جب مشتری یہ کہتا ہے کہ یہ پورا مکان میں نے دو عقد کے ذریعہ سے خریدا ہے یعنی پہلے یہ حصہ اتنے میں خریدا اُس کے بعد یہ حصہ اتنے میں خریدا اور شفیع یہ کہتا ہے کہ تم نے پورا مکان ایک عقد سے خریدا ہے تو شفیع کا قول معتبر ہے اور اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو گواہ مقبول ہیں اور اگر دونوں گواہ پیش کریں اور گواہوں نے وقت نہیں بیان کیا تو مشتری کے گواہ معتبر ہیں۔

اور ایک شخص نے مکان خریدا شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اُس کا ثمن ایک ہزار بتایا تھا شفیع نے ایک ہزار دے کر لے لیا پھر شفیع کو گواہ ملے جو کہتے ہیں اُس نے پانسو میں خریدا تھا یہ گواہ سنے جائیں گے اور اگر مشتری کے کہنے کی شفیع نے تصدیق کر لی تھی تو اب یہ گواہ نہیں سنے جائیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

سامان کے بدلے گھر خریدنے پر شفیع پر قیمت لازم ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا بِعَرْضٍ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِقِيمَتِهِ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ (وَإِنْ اشْتَرَاهَا بِمَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ أَخَذَهَا بِمِثْلِهِ) ؛ لِأَنَّهُمَا مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ.

وَهٰذَا لِأَنَّ الشَّرْعَ أَثْبَتَ لِلشَّفِيعِ وِلَايَةَ التَّمَلُّكِ عَلَى الْمُشْتَرِي بِمِثْلِ مَا تَمَلَّكَهُ فَيُرَاعَى بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ كَمَا فِي الْإِتْلَافِ وَالْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارِبُ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ.

(وَإِنْ بَاعَ عَقَارًا بِعَقَارٍ أَخَذَ الشَّفِيعُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقِيمَةِ الْآخَرِ) ؛ لِأَنَّهُ بَدَلُهُ وَهُوَ ذَوَاتُ الْقِيَمِ فَيَأْخُذُهُ بِقِيمَتِهِ.

ترجمہ

اور جب کسی بندے نے کوئی مکان سامان کے بدلے میں خریدا ہے تو شفیع اس کو سامان کی قیمت دیکر اس کے بدلے لے گا۔ کیونکہ سامان ذوات قیم میں سے ہے اور جب کسی شخص نے کیلی یا موزونی چیز کے بدلے میں کوئی مکان خریدا ہے تو شفیع اس مکان و اس کی مثل سے خرید لے گا۔ کیونکہ کیلی وموزونی اشیاء یہ ذوات امثال میں سے ہیں۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ شریعت نے شفیع کیلئے خریدار پر اس کی ملکیت کی مثل ولایت تملک کو ثابت کیا ہے۔ تو اس کیلئے تلف کی مقدار کے برابر رعایت دی جائے گی۔ اور عددی متقارب بھی ذوات امثال میں سے ہے۔ اور جب کسی شخص نے زمین کے بدلے میں کوئی زمین بیچ دی ہے تو شفیع ان میں سے ہر ایک کو دوسری قیمت کے بدلے میں لینے والا ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک دوسرے کا بدل ہے اور وہ ذوات قیم میں سے ہے پس شفیع اس کی قیمت کے بدلے میں اس کو لینے والا ہوگا۔

مختلف الاجناس اشیاء کے بدلے میں لزوم قیمت کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے مکان خریدا اور اُسے خود اسی مشتری نے مُنہدِم کر دیا یا کسی دوسرے شخص نے مُنہدِم کر دیا ہے تو ثمن کو زمین اور بنی ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم کریں۔ زمین کے مقابل میں ثمن کا جتنا حصہ آئے وہ دے کر زمین لے لے اور اگر وہ عمارت خود منہدم ہوگئی کسی نے گرائی نہیں تو ثمن کو اُس زمین اور اس ملبہ پر تقسیم کریں جو حصہ زمین کے مقابل میں پڑے اوس کے عوض میں زمین کو لے لے۔

اور آگ سے وہ مکان جل گیا اور کوئی سامان باقی نہ رہا یا سیلاب ساری عمارت کو بہالے گیا تو پورے ثمن کے عوض میں شفیع اُس زمین کو لے سکتا ہے۔ مشتری نے صرف عمارت بیچ دی اور زمین نہیں بیچی ہے مگر عمارت ابھی قائم ہے تو شفیع اُس بیع کو توڑ سکتا ہے اور عمارت وزمین دونوں کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب مشتری یا کسی دوسرے نے عمارت منہدم کر دی ہے یا وہ خود گر گئی اور ملبہ موجود ہے شفیع یہ چاہتا ہے کہ شفعہ میں اس سامان کو بھی لے لے وہ ایسا نہیں کر سکتا بلکہ صرف زمین کو لے سکتا ہے۔ یوہیں اگر مشتری نے مکان میں سے دروازے نکلوا کر بیچ ڈالے تو شفیع ان دروازوں کو نہیں لے سکتا بلکہ دروازوں کی قیمت کی قدر زرثمن سے کم کر کے مکان کو شفعہ میں لے سکتا ہے۔ مکان کا کچھ حصہ دریا بُرد ہو گیا کہ اس حصہ میں دریا کا پانی جاری ہے تو بقیہ کو حصہ ثمن کے مقابل میں شفیع لے سکتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے زمین خریدی جس میں درخت ہیں اور درختوں میں پھل لگے ہوئے ہیں اور مشتری نے پھل بھی اپنے لیے شرط کر لیے ہیں اور اس میں شفعہ ہوا اگر پھل اب بھی موجود ہیں تو شفیع زمین و درخت اور پھل سب کو لے گا اور اگر پھل ٹوٹ چکے ہیں تو صرف زمین و درخت لے گا اور پھلوں کی قیمت ثمن سے کم کردی جائے گی۔ اور اگر خریدنے کے بعد پھل آئے اس میں چند صورتیں ہیں ابھی تک درخت بائع ہی کے قبضہ میں تھے کہ پھل آ گئے تو شفیع پھلوں کو بھی لے گا اور پھل توڑ لیے ہوں تو ان کی قیمت کی مقدار ثمن سے کم کی جائے گی۔ اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھل آئے اور پھل موجود ہیں تو شفیع پھلوں کو بھی لے گا اور ثمن میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور اگر مشتری نے توڑ کر بیچ ڈالے یا کھالیے تو شفیع کو زمین و درخت ملیں گے اور ثمن میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

ادھار قیمت پر فروخت کردہ مکان میں شفیع کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ فَلِلشَّفِيعِ الْخِيَارُ ، إنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِثَمَنٍ حَالٍّ ، وَإِنْ شَاءَ صَبَرَ حَتَّى يَنْقَضِيَ الْأَجَلُ ثُمَّ يَأْخُذُهَا ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهَا فِي الْحَالِ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ) وَقَالَ زُفَرُ : لَهُ ذَلِكَ ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ فِي الْقَدِيمِ ؛ لِأَنَّ كَوْنَهُ مُؤَجَّلًا وَصْفٌ فِي الثَّمَنِ كَالزِّيَافَةِ وَالْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ بِهِ فَيَأْخُذُ بِأَصْلِهِ وَوَصْفِهِ كَمَا فِي الزُّيُوفِ .

وَلَنَا أَنَّ الْأَجَلَ إنَّمَا يَثْبُتُ بِالشَّرْطِ ، وَلَا شَرْطَ فِيمَا بَيْنَ الشَّفِيعِ وَالْبَائِعِ أَوْ الْمُبْتَاعِ ، وَلَيْسَ الرِّضَا بِهِ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي رِضًا بِهِ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ لِتَفَاوُتِ النَّاسِ فِي الْمَلَاءَةِ ، وَلَيْسَ الْأَجَلُ وَصْفَ الثَّمَنِ ؛ لِأَنَّهُ حَقُّ الْمُشْتَرِي ؛ وَلَوْ كَانَ وَصْفًا لَهُ لَتَبِعَهُ فَيَكُونُ حَقًّا لِلْبَائِعِ كَالثَّمَنِ وَصَارَ كَمَا إذَا اشْتَرَى شَيْئًا بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ ثُمَّ وَلَّاهُ غَيْرَهُ لَا يَثْبُتُ الْأَجَلُ إلَّا بِالذِّكْرِ كَذَا هَذَا ،

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ادھار قیمت کے بدلے میں مکان کو بیچا ہے تو شفیع کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو قیمت دیکر مکان کو لے اور اگر وہ چاہے تو مدت مکمل ہونے تک ٹھہر جائے۔ جبکہ شفیع کو اسی حالت میں ادھاری قیمت پر مکان لینے کا اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ شفیع کیلئے اسی حالت میں ادھاری قیمت پر مکان لینے کا اختیار ہوگا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قدیمی قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ قیمت کا مؤجل ہونا یہ کھوٹے ہونے کی طرح ایک وصف ہے اور شفعہ میں ثمن ہی کے بدلے میں لیتا ہے۔ پس شفیع کو مبیع کی اصل اور اس کے وصف کے ساتھ لے گا۔ جس طرح زیوف والے مسئلہ میں بیان کر آئے ہیں

ہماری دلیل یہ ہے کہ مدت شرط کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ شفیع اور بائع یا خریدار کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے۔ اور خریدار کے حق میں ادھار کی رضامندی کا ہونا یہ شفیع کے حق میں رضامندی نہیں ہے۔ کیونکہ مالدار ہونا یہ لوگوں میں مختلف ہوتا ہے اور مدت یہ قیمت کا وصف نہیں ہے۔ کیونکہ قیمت مشتری کا حق ہے۔ اور جب اجل قیمت کا وصف ہوتا تو وہ قیمت کے تابع ہوتا اور قیمت کی طرح وہ بھی بائع کا حق ہونا چاہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے ادھار قیمت کے بدلے میں کوئی چیز خریدی ہے اور اس کے بعد اس نے اس کی بیع تولیہ کرلی ہے تو اب کی تصریح کی شرط کے سوا مدت ثابت نہ ہوگی۔ اور یہاں اس مسئلہ بھی اسی طرح کا حکم ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے ثمن معجل کے عوض میں خریدا ہے یعنی ثمن ابھی واجب الادا ہے اور شفیع کہتا ہے کہ ثمن مؤجل کے عوض میں خریدا ہے یعنی فوراً واجب الادا نہیں ہے اُس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شفیع کا نقدی سے مکان لینے پر قیمت کا مشتری سے ساقط ہو جانے کا بیان

ثُمَّ إنْ أَخَذَهَا بِثَمَنٍ حَالٍّ مِنْ الْبَائِعِ سَقَطَ الثَّمَنُ عَنْ الْمُشْتَرِي لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ ، وَإِنْ أَخَذَهَا مِنْ الْمُشْتَرِي رَجَعَ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ كَمَا كَانَ ؛ لِأَنَّ الشَّرْطَ الَّذِي جَرَى بَيْنَهُمَا لَمْ يَبْطُلْ بِأَخْذِ الشَّفِيعِ فَبَقِيَ مُوجِبُهُ فَصَارَ كَمَا إذَا بَاعَهُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَقَدْ اشْتَرَاهُ مُؤَجَّلًا ، وَإِنْ اخْتَارَ الِانْتِظَارَ لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ لَا يَلْتَزِمَ زِيَادَةَ الضَّرَرِ مِنْ حَيْثُ النَّقْدِيَّةُ .وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ وَإِنْ شَاءَ صَبَرَ حَتَّى يَنْقَضِيَ الْأَجَلُ مُرَادُهُ الصَّبْرُ عَنْ الْأَخْذِ ، أَمَّا الطَّلَبُ عَلَيْهِ فِي الْحَالِ حَتَّى لَوْ سَكَتَ عَنْهُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ خِلَافًا لِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ الْآخَرِ ؛ لِأَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ إنَّمَا يَثْبُتُ بِالْبَيْعِ ، وَالْأَخْذُ يَتَرَاخَى عَنْ الطَّلَبِ ، وَهُوَ مُتَمَكِّنٌ مِنْ الْأَخْذِ فِي الْحَالِ بِأَنْ يُؤَدِّيَ الثَّمَنَ حَالًّا فَيُشْتَرَطُ الطَّلَبُ عِنْدَ الْعِلْمِ بِالْبَيْعِ .

ترجمہ

اور جب شفیع نے وہ مکان نقد قیمت کے ساتھ لے لیا ہے تو خریدار کے ذمہ سے وہ ثمن ساقط ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب شفیع نے وہ مکان خریدار سے لیا ہے تو بائع حسب سابق خریدار پر ادھاری قیمت کیلئے

رجوع کرے گا۔ کیونکہ بائع اور مشتری کے درمیان منعقدہ شرط شفیع کے نقد لینے کے سبب باطل نہ ہوئی ہے۔ پس حکم بھی باقی رہے گا تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی نے کوئی چیز ادھار خرید کر اس کو نقد کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے اور جب شفیع نے صبر کیا اور انتظار کیا تو یہ اس کا حق ہے۔ کیونکہ نقد ادائیگی کر کے زیادہ نقصان سے نہ خریدنا یہ بھی اس کا اختیار ہے۔

اور ماتن کے قول کہ اگر وہ چاہے تو صبر حتیٰ کہ مدت پوری ہو جائے۔ اس سے مراد یہ ہے صبر کیا جائے۔ البتہ جہاں تک طلب کا مسئلہ ہے تو وہ اسی حالت میں ضروری ہے۔ حتیٰ کہ جب شفیع نے طلب سے خاموشی کو اختیار کیا تو طرفین کے مطابق اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ یہ خلاف امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے دوسرے قول کے کیونکہ حق شفعہ بیع کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کا لینا یہ طلب سے مؤخر ہوتا ہے۔ اور شفیع نقد قیمت ادا کر کے اسی حالت میں مکان لینے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پس علم بہ بیع کے وقت صرف طلب کی شرط ہوگی۔

قیمت کیلئے تقرر مدت کے سبب اختیار شفیع کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب عقد بیع میں ثمن کی ادا کے لیے کوئی میعاد مقرر تھی تو شفیع کو اختیار ہے کہ ابھی ثمن دے کر مکان لے لے اور چاہے تو میعاد پوری ہونے کا انتظار کرے جب میعاد پوری ہو اُس وقت ثمن ادا کر کے چیز لے اور یہ نہیں کر سکتا کہ چیز تو اب لے اور ثمن میعاد پوری ہونے پر ادا کرے۔ مگر دوسری صورت میں جو انتظار کرنے کے لیے کہا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ شفعہ طلب کرنے میں انتظار کرے اگر طلب شفعہ میں دیر کریگا تو شفعہ ہی باطل ہو جائے گا بلکہ شفعہ تو اسی وقت طلب کریگا اور چیز اُس وقت لے گا جب میعاد پوری ہوگی۔ اور پہلی صورت میں کہ اسی وقت ثمن ادا کر کے لے اگر اس نے وہ ثمن بائع کو دیا تو مشتری سے بائع کا مطالبہ ساقط ہو گیا اور اگر مشتری کو دیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ وہ بائع کو اُس وقت دے جب میعاد پوری ہو جائے بائع اُس سے ابھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

ذخیرہ میں فرمایا، اگر تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا اس کو بری کر دے اگر ثمن پر اپنے قبضہ سے قبل کرے تو سب صحیح ہے اور یہ ثمن چھوڑنا اصل عقد سے ملحق نہ ہوگا، بدائع کے شفعہ میں ہے اگر بائع نے مشتری سے کل ثمن ساقط کیے تو وہ شفیع سے ساقط نہ ہوں گے کیونکہ کل ثمن کا اسقاط اصل عقد سے ملحق نہ ہوتا کیونکہ اگر اصل بیع سے ملحق ہو تو بیع باطل ہو جائے، اس لئے کہ وہ بیع بلا ثمن قرار پائیگی، تو وہ شفعی کے حق میں اسقاط نہ ہوگا، مشتری کے حق میں صحیح ہوگا اور مشتری کو ثمن سے برأت ہوگی۔

بائع نے کہا میں نے تجھے یہ چیز دس دراہم کے بدلے فروخت کی اور میں نے تجھے وہ دس ہبہ کیے پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا جبکہ ثمن کا وجوب بیع کو قبول کرنے کے بعد ہوتا ہے اگر قبول کرنے سے قبل مشتری کو بری کر دے تو یہ سبب سے قبل بری کرنا ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت)

ذمی کا شراب وخنزیر کے بدلے میں مکان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اشْتَرَى ذِمِّيٌّ بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ دَارًا وَشَفِيعُهَا ذِمِّيٌّ أَخَذَهَا بِمِثْلِ الْخَمْرِ وَقِيمَةِ

الْخِنْزِيرِ) لِأَنَّ هَذَا الْبَيْعَ مَقْضِيٌّ بِالصِّحَّةِ فِيمَا بَيْنَهُمْ ، وَحَقُّ الشُّفْعَةِ يَعُمُّ الْمُسْلِمَ وَالذِّمِّيَّ ، وَالْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا وَالْخِنْزِيرُ كَالشَّاةِ ، فَيَأْخُذُ فِي الْأَوَّلِ بِالْمِثْلِ وَالثَّانِي بِالْقِيمَةِ .

قَالَ (وَإِنْ كَانَ شَفِيعُهَا مُسْلِمًا أَخَذَهَا بِقِيمَةِ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ) أَمَّا الْخِنْزِيرُ فَظَاهِرٌ ، وَكَذَا الْخَمْرُ لِامْتِنَاعِ التَّسَلُّمِ وَالتَّسْلِيمِ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَالْتَحَقَ بِغَيْرِ الْمِثْلِيِّ ، وَإِنْ كَانَ شَفِيعُهَا مُسْلِمًا وَذِمِّيًّا أَخَذَ الْمُسْلِمُ نِصْفَهَا بِنِصْفِ قِيمَةِ الْخَمْرِ وَالذِّمِّيُّ نِصْفَهَا بِنِصْفِ مِثْلِ الْخَمْرِ اعْتِبَارًا لِلْبَعْضِ بِالْكُلِّ ، فَلَوْ أَسْلَمَ الذِّمِّيُّ أَخَذَهَا بِنِصْفِ قِيمَةِ الْخَمْرِ لِعَجْزِهِ عَنْ تَمْلِيكِ الْخَمْرِ وَبِالْإِسْلَامِ يَتَأَكَّدُ حَقُّهُ لَا أَنْ يَبْطُلَ ، فَصَارَ كَمَا إذَا اشْتَرَاهَا بِكُرٍّ مِنْ رُطَبٍ فَحَضَرَ الشَّفِيعُ بَعْدَ انْقِطَاعِهِ يَأْخُذُ بِقِيمَةِ الرُّطَبِ كَذَا هَذَا .

ترجمہ

اور جب کسی ذمی شخص نے شراب یا خنزیر کے بدلے میں کوئی مکان خریدا ہے اور اس کا شفیع بھی ذمی ہے تو وہ شراب کی مثل اور خنزیر کی مثل قیمت دیکر اس مکان کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ اہل ذمہ کے نزدیک اس طرح کی بیع کے صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور شفعہ کے حقدار ہونے میں مسلمان اور ذمی یہ دونوں عام ہیں۔ اور شراب ان کیلئے بالکل ویسی ہے جس طرح ہمارے نزدیک سرکہ ہے اور خنزیر بکری کی مثل ہے۔ پس پہلی صورت میں شفیع مثل کے بدلے میں مکان لے گا اور دوسری صورت میں قیمت کے بدلے میں مکان لے گا۔

فرمایا اور جب میں شفعہ کرنے والا مسلمان ہے تو وہ شراب وخنزیر کی قیمت کے بدلے میں مکان لے گا۔ جبکہ خنزیر کے مسئلہ میں واضح ہے اور شراب کا حال بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ مسلمان کے حق میں ان کا لین دین منع ہے۔ پس ان کو غیر مثلی قیمی چیزوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور جب گھر میں شفعہ کرنے والا مسلمان اور ذمی دونوں ہیں تو مسلمان اس گھر کو نصف قیمت شراب پر لے گا جبکہ ذمی آدھے مکان کو نصف حصہ شراب میں بیچ دے گا۔ اس طرح بعض کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔

اور اس کے بعد جب ذمی مسلمان ہو جائے تو وہ مکان کو شراب کی نصف قیمت کے بدلے میں لے گا۔ کیونکہ اب وہ شراب میں مالک ہونے سے قاصر ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد اس کا حق زیادہ پختہ ہو چکا ہے۔ لہذا وہ باطل نہ ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی نے کوئی مکان ایک بوری رطب کے بدلے میں خریدا ہے اور اس کے بعد رطب کے ختم ہو جانے کے بعد شفیع صاحب آگئے۔ تو وہ اب اس رطب کی قیمت دیکر مکان لیں گے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

شرح

اور مبیع کا موجود ہونا مال متقوم ہونا۔ مملوک ہونا۔ مقدورالتسلیم ہونا ضروری ہے اور اگر بائع اُس چیز کو اپنے لیے بیچتا ہو تو اُس چیز کا ملک بائع میں ہونا ضروری ہے۔ جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ اس کے موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو اُس کی بیع نہیں مثلاً حمل یا تھن میں جو دودھ ہے اُس کی بیع ناجائز ہے کہ ہوسکتا ہے جانور کا پیٹ پھولا ہے اور اُس میں بچہ نہ ہو اور تھن میں دودھ نہ ہو۔ پھل نمودار ہونے سے پہلے بیچ نہیں سکتے۔ اسی طرح خون اور مُردار کی بیع نہیں ہوسکتی کہ یہ مال نہیں اور مسلمان کے حق میں شراب وخنزیر کی بیع نہیں ہوسکتی کہ مال متقوم نہیں۔ زمین میں جو گھاس لگی ہوئی ہے اُس کی بیع نہیں ہوسکتی اگرچہ زمین اپنی ملک ہو کہ وہ گھاس مملوک نہیں۔ اسی طرح نہر یا کوئیں کا پانی، جنگل کی لکڑی اور شکار کہ جب تک ان کو قبضہ میں نہ کیا جائے مملوک نہیں۔

فصل

﴿یہ فصل مشفوعہ زمین کے بیان میں ہے﴾

فصل مشفوعہ زمین کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشفوع میں اصل یہ ہے کہ وہ تبدیل نہ ہو۔لیکن جب اس میں تبدیلی کرتے ہوئے زیادتی کی جائے یا کمی کی جائے یا کسی دوسرے کی جانب سے کوئی تغیر واقع ہو تو یہ عارض ہے۔اور عوارض ہمیشہ اصل سے مؤخر ہوا کرتے ہیں۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۴۷۹، بیروت)

مشفوعہ زمین میں عمارت یا درخت لگانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَنَى الْمُشْتَرِي فِيهَا أَوْ غَرَسَ ثُمَّ قُضِيَ لِلشَّفِيعِ بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ ، إنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِالثَّمَنِ وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ ، وَإِنْ شَاءَ كَلَّفَ الْمُشْتَرِيَ قَلْعَهُ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُكَلَّفُ الْقَلْعَ وَيُخَيَّرُ بَيْنَ أَنْ يَأْخُذَ بِالثَّمَنِ وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ وَبَيْنَ أَنْ يَتْرُكَ ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ ، إلَّا أَنَّ عِنْدَهُ لَهُ أَنْ يَقْلَعَ وَيُعْطِيَ قِيمَةَ الْبِنَاءِ لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ مُحِقٌّ فِي الْبِنَاءِ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى أَنَّ الدَّارَ مِلْكُهُ ، وَالتَّكْلِيفُ بِالْقَلْعِ مِنْ أَحْكَامِ الْعُدْوَانِ وَصَارَ كَالْمَوْهُوبِ لَهُ وَالْمُشْتَرِي شِرَاءً فَاسِدًا ، وَكَمَا إذَا زَرَعَ الْمُشْتَرِي فَإِنَّهُ لَا يُكَلَّفُ الْقَلْعَ ، وَهَذَا لِأَنَّ فِي إيجَابِ الْأَخْذِ بِالْقِيمَةِ دَفْعَ أَعْلَى الضَّرَرَيْنِ بِتَحَمُّلِ الْأَدْنَى فَيُصَارُ إلَيْهِ .

ترجمہ

اور جب خریدار نے مشفوعہ زمین میں مکان بنایا یا اس نے اس میں درخت لگا دیا ہے اور اس کے بعد شفیع کے حق میں شفعہ کا فیصلہ ہو گیا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس زمین کو قیمت، مکان، درخت کے بدلے میں لینے بنے اور اگر وہ چاہے تو خریدار کو ان کو اکھاڑنے کا حکم دے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ شفیع خریدار کو اکھاڑنے کا مکلف نہیں بنائے گا۔ بلکہ وہ شفیع کو قیمت اور مکان اور درخت کی قیمت کے بدلے میں لینے نہ لینے کا اختیار دے گا۔اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ہاں البتہ

ان کے ہاں شفیع کو اکھاڑ کر تعمیر کی قیمت ادا کرنے کا اختیار ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جب خریدار تعمیر کے بارے میں حق پر ہے کیونکہ اس نے مکان اس لئے بنایا ہے کیونکہ مکان اس کی ملکیت ہے۔ جبکہ اس کو اکھاڑنا یہ ظلم ہوگا۔ پس یہ موہوب لہ اور فاسد طریقے سے خریدی ہوئی چیز کی طرح ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہوگا کہ جب خریدار نے زمین میں زراعت کر لی ہے۔ تو اس کو اکھاڑنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قیمت لینے کو لازم قرار دیتے ہوئے دو نقصانوں میں سے کم تر نقصان کو برداشت کر کے اعلیٰ کو ختم کرنا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

شرح

اور جب مشتری نے جدید تعمیر کی یا زمین میں درخت نصب کر دیے اور بذریعہ شفعہ یہ جائداد شفیع کو دلائی گئی تو وہ مشتری سے یہ کہے کہ اپنی عمارت توڑ کر اور درخت کاٹ کر لے جائے اور اگر عمارت توڑنے اور درخت کھودنے میں زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس عمارت کو توڑنے کے بعد اور درخت کاٹنے کے بعد جو قیمت ہو وہ قیمت مشتری کو دیدے اور ان چیزوں کو خود لے لے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب مشتری نے اُس زمین میں کاشت کی اور فصل تیار ہونے سے پہلے شفیع نے شفعہ کر کے لے لی تو مشتری کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اپنی کچی کھیتی کاٹ لے بلکہ شفیع کو فصل طیار ہونے تک انتظار کرنا ہوگا اور اس زمانے کی اُجرت بھی مشتری سے نہیں دلائی جائے گی۔ ہاں اگر زراعت سے زمین میں کچھ نقصان پیدا ہوگیا تو بقدر نقصان ثمن میں سے کم کر کے بقیہ ثمن شفیع ادا کریگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مشتری نے مکان میں روغن کر لیا یا رنگ کرایا یا سفیدی کرائی یا پلاستر کرایا تو ان چیزوں کی وجہ سے مکان کی قیمت میں جو کچھ اضافہ ہوا شفیع کو یہ بھی دینا ہوگا اور اگر نہ دینا چاہے تو شفعہ چھوڑ دے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

مشتری کا حق متأکد کے ساتھ تعمیر کرنے کا بیان

وَوَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ بَنَى فِي مَحِلٍّ تَعَلَّقَ بِهِ حَقٌّ مُتَأَكِّدٌ لِلْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ فَيُنْقَضُ كَالرَّاهِنِ إذَا بَنَى فِي الْمَرْهُونِ ، وَهَذَا لِأَنَّ حَقَّهُ أَقْوَى مِنْ حَقِّ الْمُشْتَرِي لِأَنَّهُ يَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ وَهَذَا يَنْقُضُ بَيْعَهُ وَهِبَتَهُ وَغَيْرَهُ مِنْ تَصَرُّفَاتِهِ ، بِخِلَافِ الْهِبَةِ وَالشِّرَاءِ الْفَاسِدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، لِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ ، وَلِأَنَّ حَقَّ الِاسْتِرْدَادِ فِيهِمَا ضَعِيفٌ وَلِهَذَا لَا يَبْقَى بَعْدَ الْبِنَاءِ ، وَهَذَا الْحَقُّ يَبْقَى فَلَا مَعْنَى

لِإِيجَابِ الْقِيمَةِ كَمَا فِي الِاسْتِحْقَاقِ ، وَالزَّرْعُ يُقْلَعُ قِيَاسًا .وَإِنَّمَا لَا يُقْلَعُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ لَهُ نِهَايَةً مَعْلُومَةً وَيَبْقَى بِالْأَجْرِ وَلَيْسَ فِيهِ كَثِيرُ ضَرَرٍ ،

ترجمہ

اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ خریدنے والے نے ایسی جگہ تعمیر کی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کا حق بھی مضبوطی کے ساتھ متعلق ہے۔ لہذا صاحب حق کی جانب سے بغیر کو مسلط کیے اس کو توڑ دیا جائے گا۔ جس طرح راہن جب مرہونہ چیز میں کسی چیز کی تعمیر کرے۔ اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ شفیع کا حق خریدار کے حق سے زیادہ مضبوط ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اس لئے کہ شفیع خریدار پر مقدم ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے مشتری کی بیع، ہبہ اور اس کے دوسرے تصرفات کو ختم کر دیا جاتا ہے۔
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہبہ اور شراء فاسدہ میں اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صاحب حق کی جانب سے مسلط ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہبہ اور شراء فاسدہ میں واپسی کا حق ضعیف ہے۔ اور اسی وجہ سے رد کرنے کا حق تعمیر کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ حق شفعہ تعمیر کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ لہذا وجوب قیمت کا کوئی معنی نہ ہوگا۔ جس طرح حق ثابت ہونے کی صورت میں ہے جبکہ قیاس کے مطابق کھیتی کٹوا دی جائے گی۔ اور استحسان کے سبب اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ زراعت ایک معین مدت تک ہوتی ہے۔ اور وہ اجرت کے بدلے میں باقی رہنے والی ہے۔ اور اس میں زیادہ نقصان بھی نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب شفیع کے لینے سے پہلے مشتری نے جائداد میں تصرفات کیے شفیع اُس کے تمام تصرفات کو رد کر دے گا مثلاً مشتری نے بیع کر دی یا ہبہ کر دی اور قبضہ بھی دے دیا یا اُس کو صدقہ کر دیا بلکہ اُس کو مسجد کر دیا اور اُس میں نماز بھی پڑھ لی گئی یا اُس کو قبرستان بنایا اور مردہ بھی اُس میں دفن کر دیا گیا یا اور کسی قسم کا وقف کیا غرض کسی قسم کا تصرف کیا ہو شفیع ان تمام تصرفات کو باطل کر کے وہ جائداد لے لے گا۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)
اور جب شفعہ سے پہلے مشتری نے جو کچھ تصرف کیا ہے وہ تصرف صحیح ہے مگر شفیع اُس کو توڑ دے گا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تصرف ہی صحیح نہیں ہے لہٰذا اس جائداد کو اگر مشتری نے کرایہ پر دیا تو یہ کرایہ مشتری کے لیے حلال ہے بلکہ اگر اُس نے بیع کر ڈالی ہے تو ثمن بھی مشتری کے لیے حلال طیب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شفیع کا مقلوعی قیمت پر مکان لینے کا بیان

وَإِنْ أَخَذَ بِالْقِيمَةِ يُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ مَقْلُوعًا كَمَا بَيَّنَّاهُ فِي الْغَصْبِ (وَلَوْ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ فَبَنَى فِيهَا أَوْ غَرَسَ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ رَجَعَ بِالثَّمَنِ) لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقٍّ وَلَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ ، لَا عَلَى الْبَائِعِ إنْ أَخَذَهَا مِنْهُ ، وَلَا عَلَى الْمُشْتَرِي إنْ أَخَذَهَا مِنْهُ

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَرْجِعُ لِأَنَّهُ مُتَمَلِّكٌ عَلَيْهِ فَنَزَلَا مَنْزِلَةَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي ، وَالْفَرْقُ عَلَى مَا هُوَ الْمَشْهُورُ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ مَغْرُورٌ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ وَمُسَلَّطٌ عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ ، وَلَا غُرُورَ وَلَا تَسْلِيطَ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ مِنْ الْمُشْتَرِي لِأَنَّهُ مَجْبُورٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ

اور جب شفیع نے تعمیر کی قیمت کے بدلے میں اس کو لیا ہے تو اس تعمیر کو گرنے والی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح ہم اس کو کتاب شفعہ میں بیان کر آئے ہیں۔اور جب شفیع نے اس کو لیکر اس میں تعمیر شروع کروادی یا اس نے اس میں درخت لگادیا ہے اور اس کے بعد اس کا کوئی حقدار نکل آیا تو شفیع صرف قیمت واپس لے گا۔کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شفیع اس کو ناحق لینے والا ہے ۔لہذا شفیع تعمیر اور درخت کے بارے میں رجوع نہ کر سکے گا۔اگر اس نے بائع سے لی تھی تو اس سے بھی رجوع نہیں کر سکتا اور اگر اس نے خریدار سے لی تھی تو اس سے بھی رجوع نہیں کر سکتا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ شفیع مکان ودرخت میں رجوع کر سکتا ہے۔کیونکہ وہ مشتری پر مالک بنا ہے پس وہ دونوں بائع اور مشتری کے حکم میں شامل سمجھے جائیں گے۔اور روایت مشہورہ کے مطابق دونوں مسائل میں فرق یہ ہے کہ مشتری کو بائع کی جانب سے دھوکہ دیا گیا ہے۔اور اس کو مکان بنانے پر مسلط کیا گیا ہے۔جبکہ شفیع کے حق میں نہ تو مشتری کی جانب سے دھوکہ ہے اور نہ ہی کوئی تسلط ہے۔اس لئے کہ مشتری شفعہ دینے پر مجبور ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے ایک مکان کا نصف حصہ غیر معین خریدا خریدنے کے بعد بذریعہ تقسیم مشتری نے اپنا حصہ جدا کر لیا یہ تقسیم آپس کی رضامندی سے ہو یا حکم قاضی سے بہر حال شفیع اسی حصہ کو لے سکتا ہے جو مشتری کو ملا اُس تقسیم کو توڑ کر جدید تقسیم نہیں کرا سکتا اور اگر مکان میں دو شخص شریک تھے ایک نے اپنا حصہ بیع کر دیا اور مشتری نے دوسرے شریک سے تقسیم کرائی اور اپنا حصہ جدا کر لیا اس صورت میں شفیع اس تقسیم کو توڑ سکتا ہے۔(فتاوی ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

مکان کے منہدم ہونے پر شفیع کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَإِذَا انْهَدَمَتْ الدَّارُ أَوْ احْتَرَقَ بِنَاؤُهَا أَوْ جَفَّ شَجَرُ الْبُسْتَانِ بِغَيْرِ فِعْلِ أَحَدٍ فَالشَّفِيعُ بِالْخِيَارِ ، إنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجَمِيعِ الثَّمَنِ) لِأَنَّ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ تَابِعٌ حَتَّى دَخَلَا فِي الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ فَلَا يُقَابِلُهُمَا شَيْءٌ مِنْ الثَّمَنِ مَا لَمْ يَصِرْ مَقْصُودًا وَلِهَذَا جَازَ بَيْعُهَا مُرَابَحَةً بِكُلِّ الثَّمَنِ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا غَرِقَ نِصْفُ الْأَرْضِ حَيْثُ يَأْخُذُ الْبَاقِيَ بِحِصَّتِهِ لِأَنَّ الْفَائِتَ بَعْضُ الْأَصْلِ قَالَ . (وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ) لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَمْتَنِعَ

عَنْ تَمَلُّكِ الدَّارِ بِمَالِهِ قَالَ (وَإِنْ نَقَضَ الْمُشْتَرِي الْبِنَاءَ قِيلَ لِلشَّفِيعِ إِنْ شِئْتَ فَخُذْ الْعَرْصَةَ بِحِصَّتِهَا ، وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْ) لِأَنَّهُ صَارَ مَقْصُودًا بِالْإِتْلَافِ فَيُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنْ الثَّمَنِ ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ الْهَلَاكَ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ (وَلَيْسَ لِلشَّفِيعِ أَنْ يَأْخُذَ النَّقْضَ) لِأَنَّهُ صَارَ مَفْصُولًا فَلَمْ يَبْقَ تَبَعًا .

ترجمہ

اور جب وہ گھر گر گیا ہے یا اس کی عمارت منہدم ہوگئی ہے کسی کے عمل کے سوا باغ کے درخت خشک ہو گئے ہیں تو شفیع کیلئے اختیار ہوگا۔ اگر وہ چاہے تو ساری قیمت کے بدلے میں مکان کو لے کیونکہ مکان اور درخت یہ دونوں تابع ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو بیان کیے بغیر بھی بیع میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ پس مقصد ہونے سے قبل ان کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگا۔ اور اسی دلیل کے سبب سے شفیع اس مکان کو پوری قیمت پر بطور مرابحہ فروخت کرسکتا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب نصف حصہ زمین کا ڈوب جائے کیونکہ وہاں پر شفیع بقیہ حصے کو قیمت کی مقدار کے برابر ادا کرے گا۔ اس لئے کہ فوت ہونے والی چیز اصل کا حصہ ہے۔

فرمایا کہ اگر شفیع حق شفعہ کو چھوڑنا چاہے تو وہ چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مالک کے ذریعے سے مکان کا مالک بننا چھوڑ دے۔

اور جب مشتری نے مکان کو توڑ دیا ہے تو شفیع سے کہہ دیا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو خالی جگہ کے بدلے میں اس کو لے لو اور اگر تم چاہو تو اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ہلاکت کے سبب سے یہ مقصد معین ہو چکا ہے۔ پس اس مقابلے میں بھی کچھ قیمت ہوگی۔ بہ خلاف صورت اول کے کیونکہ وہاں آفت سماوی اسباب سے ہے اور شفیع کیلئے ٹوٹے ہوئے کو لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ اب وہ الگ ہو چکا ہے۔ اور اس کا تابع ہونا بھی ختم ہو چکا ہے۔

شرح

مشتری نے صرف عمارت بیچ دی اور زمین نہیں بیچی ہے مگر عمارت ابھی قائم ہے تو شفیع اُس بیع کو توڑ سکتا ہے اور عمارت و زمین دونوں کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے۔

اور جب مشتری یا کسی دوسرے نے عمارت منہدم کر دی ہے یا وہ خود گر گئی اور ملبہ موجود ہے شفیع یہ چاہتا ہے کہ شفعہ میں اس سامان کو بھی لے لے وہ ایسا نہیں کرسکتا بلکہ صرف زمین کو لے سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر مشتری نے مکان میں سے دروازے نکلوا کر بیچ ڈالے تو شفیع ان دروازوں کو نہیں لے سکتا بلکہ دروازوں کی قیمت کی قدر زرِ ثمن سے کم کر کے مکان کو شفعہ میں لے سکتا ہے۔ مکان کا کچھ حصہ دریا بُرد ہو گیا کہ اس حصہ میں دریا کا پانی جاری ہے تو بچ جانے والا اس کو حصہ ثمن کے مقابل میں شفیع لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شفیع کا پھلوں کے ساتھ زمین کو لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ابْتَاعَ أَرْضًا وَعَلَى نَخْلِهَا ثَمَرٌ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِثَمَرِهَا) وَمَعْنَاهُ إِذَا ذُكِرَ الثَّمَرُ فِي الْبَيْعِ لِأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ ، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ اسْتِحْسَانٌ وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَأْخُذُهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَبَعٍ ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ فَأَشْبَهَ الْمَتَاعَ فِي الدَّارِ .وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ بِاعْتِبَارِ الِاتِّصَالِ صَارَ تَبَعًا لِلْعَقَارِ كَالْبِنَاءِ فِي الدَّارِ ، وَمَا كَانَ مُرَكَّبًا فِيهِ

فَيَأْخُذُهُ الشَّفِيعُ قَالَ (وَكَذَلِكَ إِنْ ابْتَاعَهَا وَلَيْسَ فِي النَّخِيلِ ثَمَرٌ فَأَثْمَرَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي) يَعْنِي يَأْخُذُهُ الشَّفِيعُ لِأَنَّهُ مَبِيعٌ تَبَعًا لِأَنَّ الْبَيْعَ سَرَى إِلَيْهِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي وَلَدِ الْمَبِيعِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی زمین خریدی اور اس کے درختوں پر پھل ہیں تو شفیع اس زمین کو پھلوں کے ساتھ لینے والا ہوگا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب بیع میں پھلوں کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ پھل بیان کیے بغیر داخل نہیں ہوا کرتے اور صاحب قدوری نے جو کچھ بیان کیا ہے استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ شفیع پھلوں کو نہیں لے گا۔ کیونکہ وہ تابع نہیں ہیں۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ بیان کرنے کے سوا پھل بیع میں داخل نہیں ہوا کرتے۔ پس یہ گھر میں سامان کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ متصل ہونے کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہیں۔ جس طرح گھر کی تعمیر ہے اور گھر میں لگائی گئی اشیاء ہیں۔ پس شفیع ان کو لینے والا ہوگا۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے زمین خریدی اور اس وقت درختوں میں پھل نہ تھے۔ اور اس کے بعد خریدار کے قبضہ میں پھل آگئے تو بھی شفیع ان کو لے گا۔ کیونکہ یہ پھل مبیع کے تابع ہیں۔ کیونکہ بیع ان کے اندر عکس ہونے والی ہے۔ جس طرح بچہ مبیع کے بارے میں بتا دیا گیا ہے۔

شرح

اور جب اس نے ایسی زمین خریدی جس میں درخت ہیں اور درختوں میں پھل لگے ہوئے ہیں اور مشتری نے پھل بھی اپنے لیے شرط کر لیے ہیں اور اس میں شفعہ ہوا اگر پھل اب بھی موجود ہیں تو شفیع زمین و درخت اور پھل سب کو لے گا اور اگر پھل ٹوٹ چکے ہیں تو صرف زمین و درخت لے گا اور پھلوں کی قیمت ثمن سے کم کر دی جائے گی۔ اور اگر خریدنے کے بعد پھل آئے اس میں

چند صورتیں ہیں ابھی تک درخت بائع ہی کے قبضہ میں تھے کہ پھل آ گئے تو شفیع پھلوں کو بھی لے گا اور پھل توڑ لیے ہوں تو ان کی قیمت کی مقدار ثمن سے کم کی جائے گی۔ اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھل آئے اور پھل موجود ہیں تو شفیع پھلوں کو بھی لے گا اور ثمن میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور اگر مشتری نے توڑ کر بیچ ڈالے یا کھا لیے تو شفیع کو زمین و درخت ملیں گے اور ثمن میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں پھل مشروط تھے اور آفت سماویہ سے پھل جاتے رہے تو ان کے مقابل میں ثمن کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر بعد میں پیدا ہوئے اور آفت سماویہ سے جاتے رہے تو ثمن میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

خریدار کا پھل کو توڑ لینے کے بعد شفیع کے آنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ جَدَّهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ جَاءَ الشَّفِيعُ لَا يَأْخُذُ الثَّمَرَ فِي الْفَصْلَيْنِ جَمِيعًا) لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ تَبَعًا لِلْعَقَارِ وَقْتَ الْأَخْذِ حَيْثُ صَارَ مَفْصُولًا عَنْهُ فَلَا يَأْخُذُهُ قَالَ فِي الْكِتَابِ (وَإِنْ جَدَّهُ الْمُشْتَرِي سَقَطَ عَنْ الشَّفِيعِ حِصَّتُهُ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (وَهَذَا جَوَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَقْصُودًا فَيُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنْ الثَّمَنِ (أَمَّا فِي الْفَصْلِ الثَّانِي يَأْخُذُ مَا سِوَى الثَّمَرِ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ) لِأَنَّ الثَّمَرَ لَمْ يَكُنْ مَوْجُودًا عِنْدَ الْعَقْدِ فَلَا يَكُونُ مَبِيعًا إلَّا تَبَعًا فَلَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنْ الثَّمَنِ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ

اور جب خریدار نے پھل کو توڑ لیا اور اس کے بعد شفیع صاحب آ گئے ہیں تو اب وہ پھل کو نہ لے سکیں گے۔ کیونکہ اب ان کیلئے زمین لیتے وقت پھل اس کے تابع نہیں رہا۔ کیونکہ وہ تو زمین سے جدا ہو چکا ہے پس شفیع اس کو نہ لے گا۔

اور صاحب قدوری نے جو قدوری میں یہ کہا ہے کہ جب خریدار پھل کو توڑے۔ تو پھل کا وہ حصہ شفیع سے ساقط ہو جائے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ پہلی صورت کا جواب ہے۔ کیونکہ پھل اس میں مقصود بن کر بیع میں داخل ہوئے تھے۔ پس ان کے مقابلے میں کچھ قیمت نہ ہوگی۔ البتہ جو دوسرا مسئلہ ہے تو اس میں شفیع پھل کے سوا بقیہ کو ساری قیمت دیکر لے گا۔ کیونکہ پھل عقد کے وقت موجود نہیں تھے۔ پس یہ تابع ہو کر مبیع بن جائیں گے۔ لہذا ان کے مقابلے میں بھی کوئی قیمت نہ ہوگی۔ [

شرح

اور جب بیع میں پھل مشروط تھے اور آفت سماویہ سے پھل جاتے رہے تو ان کے مقابل میں ثمن کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر بعد میں پیدا ہوئے اور آفت سماویہ سے جاتے رہے تو ثمن میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (درمختار، کتاب شفعہ، ...

بَابُ مَا تَجِبُ فِيهِ الشُّفْعَةُ وَمَا لَا تَجِبُ

﴿یہ باب ثبوت شفعہ وعدم ثبوت والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

باب ثبوت وعدم ثبوت شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ شفعہ کے ثابت ہونے یا نہ ہونے سے متعلق احکام کو بیان کررہے ہیں حالانکہ یہ مسائل اجمالی طور پر پہلے بیان کردیئے گئے ہیں۔اور یہ اصول ہے کہ تفصیل ہمیشہ اجمال کے بعد ہوا کرتی ہے۔اور یہ تفصیل ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳ص، ۴۸۹، بیروت)

عقار میں ثبوت شفعہ کا بیان

قَالَ (الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ فِي الْعَقَارِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا شُفْعَةَ فِيمَا لَا يُقْسَمُ ، لِأَنَّ الشُّفْعَةَ إنَّمَا وَجَبَتْ دَفْعًا لِمُؤْنَةِ الْقِسْمَةِ ، وَهَذَا لَا يَتَحَقَّقُ فِيمَا لَا يُقْسَمُ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ عَقَارٌ أَوْ رَبْعٌ) إلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ الْعُمُومَاتِ ، وَلِأَنَّ الشُّفْعَةَ سَبَبُهَا الِاتِّصَالُ فِي الْمِلْكِ وَالْحِكْمَةَ دَفْعُ ضَرَرِ سُوءِ الْجِوَارِ عَلَى مَا مَرَّ ، وَأَنَّهُ يَنْتَظِمُ الْقِسْمَيْنِ مَا يُقْسَمُ وَمَا لَا يُقْسَمُ وَهُوَ الْحَمَّامُ وَالرَّحَى وَالْبِئْرُ وَالطَّرِيقُ .

ترجمہ

فرمایا اور شفعہ زمین میں ثابت ہے اگر چہ وہ تقسیم کے قابل نہ بھی ہو۔جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ تقسیم نہ ہونے والی چیزوں میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔کیونکہ شفعہ تقسیم کی مشقت کو دور کرنے کیلئے ثابت ہوتا ہے۔پس یہ تقسیم نہ ہونے والی چیزوں میں ثابت نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شفعہ ہر چیز میں ہے اگر چہ وہ زمین ہو یا مکان ہو۔اور اسی دوسری عام احادیث میں بھی ہے۔کیونکہ شفعہ ملکیت میں اتصال کی وجہ سے ہوتا ہے۔اور شفعہ کی مشروعیت کی حکمت بری ہمسائیگی کے نقصان کو دور کرنا ہے۔جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔اور یہ نقصان کا یہ دور کرنا مقسوم وغیر مقسوم دونوں کو شامل ہے۔اور غیر مقسوم چیزیں جس طرح حمام، پن چکی، کنواں اور راستہ ہیں۔

جن چیزوں میں شفعہ ہوسکتا ہے ان کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو فروخت کی جانیوالی جائیداد میں شریک ہو شفعہ کا حق رکھتا ہے اور شفعہ کا تعلق ہر اس چیز سے ہے جو غیر منقولہ جائیداد ہو جیسے زمین اور باغ وغیرہ) اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن ابی ملیکہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق ارسال نقل کیا ہے اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 188)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ہر ایسی مشترک زمین میں شفعہ ثابت ہے جو تقسیم نہ کی گئی ہو خواہ وہ گھر ہو یا باغ ہو نیز ایسی مشترک زمین کے کسی بھی شریک کو اپنا حصہ بیچنا حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے دوسرے شریک کو مطلع نہ کردے اطلاع کے بعد وہ دوسرا شریک چاہے تو وہ حصہ خود خرید لے اور چاہے تو چھوڑ دے یعنی کسی دوسرے کو بیچنے کی اجازت دیدے اور اگر کسی شریک نے اپنے دوسرے شریک کو اطلاع دیئے بغیر اپنا حصہ بیچ دیا تو وہ دوسرا شریک اس بات کا حقدار ہے کہ وہ اس فروخت شدہ حصہ کو خرید لے (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 181)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق شفعہ صرف غیر منقولہ جائیداد (یعنی زمین مکان اور باغ کے ساتھ مخصص ہے اشیاء منقولہ جیسے اسباب اور جانور وغیرہ میں شفعہ کا حق نہیں ہوتا چنانچہ تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے پھر حق شفعہ صرف مسلمان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ مسلمان اور ذمی کے درمیان بھی شفعہ کا حق جاری ہوتا ہے۔ ذمی اس غیر مسلم کو کہتے ہیں جو جزیہ یعنی اپنے جان ومال اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کا ایک مخصوص ٹیکس ادا کر کے اسلامی سلطنت کا اطاعت گزار شہری ہو۔

خیریہ میں مذکور ہے کہ زمین کا عشری یا خراجی ہونا ملکیت ہونے کے منافی نہیں ہے تو بہت سی کتب میں ہے کہ مملوکہ عشری یا خراجی زمین کا فروخت کرنا، وقف کرنا، میراث ہونا جائز ہے، تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا۔ بخلاف سرکاری زمین جو مزارعت میں دی جائے اور قابل فروخت نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب الجہاد، دار احیاء التراث العربی بیروت)

سامان وکشتیوں میں شفعہ کے عدم ثبوت کا بیان

قَالَ (وَلَا شُفْعَةَ فِي الْعُرُوضِ وَالسُّفُنِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا شُفْعَةَ إلَّا فِي رَبْعٍ أَوْ حَائِطٍ) وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ فِي إيجَابِهَا فِي السُّفُنِ، وَلِأَنَّ الشُّفْعَةَ إنَّمَا وَجَبَتْ لِدَفْعِ ضَرَرِ سُوءِ الْجِوَارِ عَلَى الدَّوَامِ، وَالْمِلْكُ فِي الْمَنْقُولِ لَا يَدُومُ حَسَبَ دَوَامِهِ فِي الْعَقَارِ فَلَا يُلْحَقُ بِهِ وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ وَلَا شُفْعَةَ فِي الْبِنَاءِ وَالنَّخْلِ إذَا بِيعَتْ دُونَ الْعَرْصَةِ وَهُوَ صَحِيحٌ مَذْكُورٌ فِي الْأَصْلِ، لِأَنَّهُ لَا قَرَارَ لَهُ فَكَانَ نَقْلِيًّا، وَهَذَا بِخِلَافِ الْعُلُوِّ حَيْثُ يُسْتَحَقُّ بِالشُّفْعَةِ وَيُسْتَحَقُّ بِهِ الشُّفْعَةُ فِي السُّفْلِ إذَا لَمْ يَكُنْ

طَرِيقُ الْعُلُوِّ فِيهِ، لِأَنَّهُ بِمَا لَهُ مِنْ حَقِّ الْقَرَارِ الْتَحَقَ بِالْعَقَارِ .

ترجمہ

سامان اور کشتیوں میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شفعہ صرف مکان اور دیوار میں ہے اور کشتیوں کے بارے میں عدم شفعہ پر یہ حدیث امام مالک علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ شفعہ ہمیشہ برے ہمسائے کے نقصان کو دور کرنے کیلئے ثابت ہوتا ہے اور دوام کی طرح زمین ہے۔ جبکہ نقل ہونے والی اشیاء میں دائمی ملکیت باقی نہیں رہتی۔ پس منقول کو غیر منقول کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

اور قدوری کے بعض نسخہ جات یہ الفاظ آئے ہیں۔ "" کہ درخت اور مکان کو جب زمین کے سوا بیچ دیا جائے تو شفعہ نہ ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور مبسوط میں ذکر کیا گیا ہے کہ عمارت اور درخت کو قرار حاصل نہیں ہے۔ پس یہ منقولی ہو جائیں گے۔ جبکہ بالا خانہ میں ایسا نہیں ہے۔ لہذا وہاں پر رہنے والا حق شفعہ رکھتا ہے۔ اور علو کے سبب نیچے والا بھی حق شفعہ رکھتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب نیچے والی منزل کا اوپر کو راستہ نہ ہو۔ کیونکہ اوپر والے کا حق قرار کے سبب زمین کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ قصداً صرف زمین میں ہو سکتا ہے عمارت اور کھجور کے درخت میں شفعہ نہیں، جب ان کو قصداً فروخت کیا جائے اگرچہ بشرط قرار فروخت کیا جائے، یہ ابن کمال کے فہم کے خلاف ہے کہ انھوں نے منقول کے خلاف کہا جیسا کہ ہمارے شیخ رملی نے افادہ کیا۔ انھوں نے قبل ازیں ذکر کیا ہے اور کہا کہ ہمارے شیخ رملی نے اس کا رد کیا ہے اور عدم شفعہ کا فتویٰ بزازیہ وغیرہا کی اتباع میں دیا ہے پس اسے محفوظ کرلو۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

عدم شفعہ والی چیزوں میں فقہی تصریحات کا بیان

حضرت عثمان نے کہا جب زمین میں حدیں پڑ جائیں تو اس میں شفعہ نہ ہوگا اور نہیں شفعہ ہے کنوئیں میں اور نہ کھجور کے نر درخت میں۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی حکم ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ راستے میں شفعہ نہیں ہے خواہ وہ تقسیم کے لائق ہو یا نہ ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مشتری نے خیار کی شرط سے زمین کے ایک حصے کو خریدا تو شفیع کو شفعے کا حق نہ ہوگا جب تک کہ مشتری کا خیار پورا نہ ہو۔ اور وہ اس کو قطعی طور پر نہ لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے زمین خریدی اور مدت تک اس پر قابض رہا بعد اس کے ایک شخص نے اس زمین میں اپنا حق ثابت کیا تو اس کو شفعہ ملے گا اور جو کچھ زمین میں منفعت ہوئی ہے وہ مشتری کی ہوگی جس تاریخ تک اس کا حق ثابت ہوا ہے کیونکہ وہ مشتری اس زمین کا ضامن تھا اگر وہ زمین تلف ہو جاتی یا اس کے درخت تلف ہو جاتے۔ اگر بہت مدت گزر گئی

خواہ مرگئے یا بائع اور مشتری مر گئے یا وہ زندہ ہیں مگر بیع کو بھول گئے بہت مدت گزرنے کی وجہ سے اس صورت میں اس شخص کو اس کا حق تو ملے گا مگر شفعے کا دعویٰ نہ پہنچے گا۔ اگر زمانہ بہت نہیں گزرا ہے اور اس شخص کو معلوم ہوا کہ بائع نے قصداً شفعہ باطل کرنے کے واسطے بیع کو چھپایا ہے تو اصل زمین کی قیمت اور جو اس میں زیادہ ہو گیا ہے اس کی قیمت وہ شخص ادا کر کے شفعہ لے لے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جیسے زندہ کے مال میں شفعہ ہے، ویسے میت کے مال میں بھی شفعہ ہے۔ البتہ اگر میت کے وارث اس کے مال کو تقسیم کر لیں پھر بیچیں تو اس میں شفعہ نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک غلام اور لونڈی اور اونٹ اور گائے اور بکری اور جانور اور کپڑے میں شفعہ نہیں ہے نہ اس کنوئیں میں جس کے متعلق زمین نہیں ہے کیونکہ شفعہ اس زمین میں ہوتا ہے جو تقسیم کے قابل ہے اور اس میں حدود ہوتے ہیں زمین کی قسم سے جو چیز ایسی نہیں ہے اس میں شفعہ بھی نہیں ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایسی زمین خریدی جس میں لوگوں کو حق شفعہ پہنچتا ہے تو چاہیے کہ شفیعوں کو حاکم کے پاس لے جائے یا شفعہ لیں یا چھوڑ دیں اگر مشتری شفیعوں کو حاکم کے پاس نہیں لے گیا لیکن ان کو خریدنے کی خبر ہو گئی تھی اور انہوں نے مدت شفعہ کا دعویٰ نہ کیا بعد اس کے دعویٰ کیا تو مسموع نہ ہوگا۔ پوری ہوئی کتاب شفعے کی۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1304)

شفعہ میں مسلم وذمی کے حق کیلئے برابری کا بیان

قَالَ (وَالْمُسْلِمُ وَالذِّمِّيُّ فِي الشُّفْعَةِ سَوَاءٌ) لِلْعُمُومَاتِ وَلِأَنَّهُمَا يَسْتَوِيَانِ فِي السَّبَبِ وَالْحِكْمَةِ فَيَسْتَوِيَانِ فِي الِاسْتِحْقَاقِ ، وَلِهَذَا يَسْتَوِي فِيهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْبَاغِي وَالْعَادِلُ وَالْحُرُّ وَالْعَبْدُ إذَا كَانَ مَأْذُونًا أَوْ مُكَاتَبًا .

ترجمہ

اور شفعہ میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں۔ کیونکہ احادیث عموم پر ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ دونوں سبب اور حکمت میں برابر ہیں۔ پس وہ حقدار ہونے میں برابر ہوں گے۔ کیونکہ حق ثابت ہونے میں مرد وعورت، چھوٹا، بڑا باغی وعادل آزاد اور غلام سب برابر ہیں۔ مگر غلام کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ ماذون یا مکاتب غلام نہ ہو۔

اہل ذمہ کے حقوق کا بیان

حضرت خالدؓ نے اسی سلسلہ میں اور بھی متعدد معاہدے کئے اور ان معاہدوں کو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے قائم رکھا، ان معاہدوں میں اگرچہ باہم اختلاف ہے لیکن سب میں قدر مشترک یہ ہے۔

لایهدم لهم بیعة ولا کنیسة وعلی ان یضربوا نواقیسهم فی ای ساعة شاوا من لیل انهار الا فی

اوقات الصلوٰۃ وعلی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدھم (کتاب الخراج)

ان لوگوں کے گرجے نہ گرائے جائیں گے اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکالیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں بہ کثرت معاہدے ہوئے، ان میں سب سے زیادہ مفصل، سب سے زیادہ جامع اور سب سے زیادہ فیاضانہ وہ معاہدہ ہے جو حضرت ابوعبیدہؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ کیا اس معاہدے کے الفاظ یہ ہیں۔

واشترط عليهم حين دخلها عَلَى أن تترك كنائسهم وبيعهم عَلَى أن لا يحدثوا بناء بيعة ولا كنيسة ، وَعَلَى أن عليهم إرشاد الضال وبناء القناطر عَلَى الأنهار من أموالهم ، وأن يضيفوا من مر بهم من المسلمين ثلاثة أيام وَعَلَى أن لا يشتموا مسلما ولا يضربوه ، ولا يرفعوا فِي نادي أهل الإسلام صليبا ولا يخرجوا خنزيرا من منازلهم إِلَى أفنية المسلمين ، وأن يوقدوا النيران للغزاة فِي سبيل الله ، ولا يدلوا للمسلمين عَلَى عورة ، ولا يضربوا نواقيسهم قبل أذان المسلمين ولا فِي أوقات أذانهم ولا يخرجوا الرايات فِي أيام عيدهم ، ولا يلبسوا السلاح يوم عيدهم ولا يتخذوه فِي بيوتهم (الخراج لابی یوسف، باب فصل فی الكنائس والبيع)

جب وہ شام میں داخل ہوئے تو یہ شرط کرلی کہ ان کے گرجوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے جبکہ نئے گرجے نہ تعمیر کریں بھولے بھٹکے مسلمانوں کو راستہ دکھائیں اپنے مال سے نہروں پر پل باندھیں، جو مسلمان ان کے پاس سے ہو کر گذریں تین دن تک ان کی مہمانی کریں، کسی مسلمان کو نہ گالی دیں، نہ ماریں، نہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب اور نہ مسلمانوں کے احاطہ میں سور نکالیں، مجاہدین کے لئے راستوں میں آگ جلائیں مسلمانوں کی جاسوسی نہ کریں، اذان سے پہلے اور اذان کے اوقات میں ناقوس نہ بجائیں، اپنے تہواروں کے دن جھنڈے نہ نکالیں، ہتھیار نہ لگائیں اور اس کو اپنے گھروں میں بھی نہ رکھیں۔

ان لوگوں نے تمام شرطیں منظور کرلیں، صرف یہ درخواست کی کہ سال میں ایک بار بغیر جھنڈیوں کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کی یہ درخواست منظور کی۔

قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ نرمی اور یہ فیاضی اس لئے اختیار کی تھی کہ اور لوگوں کو صلح کی ترغیب ہو؛ چنانچہ اس معاہدے کے بعد جب رومیوں سے جنگ ہوئی اور فتح کے بعد اطراف وحوالی کے تمام عیسائیوں نے صلح کرلی تو ان لوگوں نے ایک شرط یہ پیش کی کہ جو رومی مسلمانوں کی جنگ کے لئے آئے تھے اور اب وہ عیسائیوں کے پناہ گزین ہیں ان کو امن دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ شرط بھی منظور کرلی۔ (کتاب الخراج، صفحہ ۸۱)

اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان معاہدوں کی پابندی کی گئی یا نہیں؟ اور کی گئی تو کیونکر؟ اسلام میں معاہدے کی پابندی فرض ہے اور اس میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں بلکہ خود معاہدہ کی اخلاقی عظمت کا یہی اقتضاء ہے اس بنا پر صحابہ کرام نے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا ان کا پورا کرنا ان کا مذہبی فرض تھا، چنانچہ شام کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے ۔"وامنع المسلمين من ظلمهم والاضراربهم واكل اموالهم دوف لهم بشرطهم الذى شرطت لهم فى جميع ما اعطيتهم (كتاب الخراج،صفحه ،۸۰)

مسلمانوں کو ان کے ظلم ونقصان سے روکو اور ان کے مال کھانے سے منع کرو، اور ان کو جو حقوق تم نے جن شرائط پر دیے ہیں ان کو پورا کرو۔ وفات کے وقت جو وصیت کی اس میں یہ الفاظ فرمائے۔

واوصيه بذمة الله وذمة رسوله ان يوفى لهم بعهدهم وان يقاتل من ورائهم وان لا يكلفوافوق طاقتهم(بخارى، كتاب المناقب باقضية البيعة والا فقاق على عثمان)

اور میں اپنے جانشین کو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدے کو پورا کرے اور ان کی حمایت میں لڑے اور ان کو تکلیف مالا یطاق نہ دے۔ ذمیوں کے معاہدے کی پابندی کا جس قدر خیال رکھا جاتا تھا، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار ایک عیسائی رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے رہا تھا حضرت غرفہ نے سنا تو اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، اس نے حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں استغاثہ کیا تو انہوں نے غرفہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہے حضرت غرفہؓ نے کہا نعوذ باللہ کیا ہم نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیں، ہم نے صرف یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں جو چاہیں کہیں حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا یہ سچ ہے۔ (اسد الغابہ تذکرہ، حضرت غرفہ بن حارثؓ الکندی)

خود ذمیوں کو اس پابندی معاہدہ کا اعتراف تھا، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ذمیوں کا ایک وفد آیا تو انہوں نے پوچھا کہ غالبا مسلمان تم لوگوں کو ستاتے ہوں گے سب نے ہمزبان ہو کر کہا۔ ما نعلم الا وفاء وحسن ملكة (طبری، صفحہ ۲۵۶)

ہم پابندی عہد اور شریفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ لیکن صرف اسی قدر کافی نہیں، یہ جو کچھ ہے قول ہے ہم عملاً دکھانا چاہتے ہیں کہ ذمیوں کو جو جو حقوق دیئے گئے ان کو عملاً پورا کیا گیا۔

وہ اسباب جن کے سبب شفعہ ثابت نہیں ہوسکتا

قَالَ (وَإِذَا مَلَكَ الْعَقَارَ بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ مُرَاعَاةُ شَرْطِ الشَّرْعِ فِيهِ وَهُوَ التَّمَلُّكُ بِمِثْلِ مَا تَمَلَّكَ بِهِ الْمُشْتَرِي صُورَةً أَوْ قِيمَةً عَلَى مَا مَرَّ قَالَ (وَلَا شُفْعَةَ فِي الدَّارِ الَّتِي يَتَزَوَّجُ الرَّجُلُ عَلَيْهَا أَوْ يُخَالِعُ الْمَرْأَةَ بِهَا أَوْ يَسْتَأْجِرُ بِهَا دَارًا أَوْ غَيْرَهَا أَوْ يُصَالِحُ بِهَا عَنْ دَمٍ عَمْدٍ أَوْ يَعْتِقُ عَلَيْهَا عَبْدًا) لِأَنَّ الشُّفْعَةَ عِنْدَنَا إِنَّمَا تَجِبُ

فِی مُبَادَلَةِ الْمَالِ بِالْمَالِ لِمَا بَيَّنَّا ، وَهَذِهِ الْأَعْوَاضُ لَيْسَتْ بِأَمْوَالٍ ، فَإِيجَابُ الشُّفْعَةِ فِيهَا خِلَافُ الْمَشْرُوعِ وَقَلْبُ الْمَوْضُوعِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ تَجِبُ فِيهَا الشُّفْعَةُ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَعْوَاضَ مُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُ فَأَمْكَنَ الْأَخْذُ بِقِيمَتِهَا إنْ تَعَذَّرَ بِمِثْلِهَا كَمَا فِي الْبَيْعِ بِالْعَرَضِ ، بِخِلَافِ الْهِبَةِ لِأَنَّهُ لَا عِوَضَ فِيهَا رَأْسًا وَقَوْلُهُ يَتَأَتَّى فِيمَا إذَا جَعَلَ شِقْصًا مِنْ دَارٍ مَهْرًا أَوْ مَا يُضَاهِيهِ لِأَنَّهُ لَا شُفْعَةَ عِنْدَهُ إلَّا فِيهِ وَنَحْنُ نَقُولُ : إنَّ تَقَوُّمَ مَنَافِعِ الْبُضْعِ فِي النِّكَاحِ وَغَيْرِهَا بِعَقْدِ الْإِجَارَةِ ضَرُورِيٌّ فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشُّفْعَةِ ، وَكَذَا الدَّمُ وَالْعِتْقُ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ لِأَنَّ الْقِيمَةَ مَا يَقُومُ مَقَامَ غَيْرِهِ فِي الْمَعْنَى الْخَاصِّ الْمَطْلُوبِ وَلَا يَتَحَقَّقُ فِيهِمَا ، وَعَلَى هَذَا إذَا تَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ مَهْرٍ ثُمَّ فَرَضَ لَهَا الدَّارَ مَهْرًا لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَفْرُوضِ فِي الْعَقْدِ فِي كَوْنِهِ مُقَابَلًا بِالْبُضْعِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ أَوْ بِالْمُسَمَّى لِأَنَّهُ مُبَادَلَةُ مَالٍ بِمَالٍ ،

ترجمہ

اور وہ مکان جس میں انسان شادی کرسکتا ہے یا جس کے ذریعے عورت نے خلع کیا ہے یا جس کے بدلے میں کوئی شخص اجرت پر لیتا ہے یا جس کے ذریعے قتل عمد میں صلح ہوئی ہے یا جس گھر پر انسان کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اس طرح گھر میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک شفعہ مال کے بدلے میں مال پر ثابت ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ مذکورہ اعواض یہ مال نہیں ہیں۔ پس ان میں شفعہ کو ثابت کرنا یہ مشروعیت کے خلاف اور موضوع کو بدلنا ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مذکورہ اعواض میں شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ اعواض متقوم ہیں کیونکہ ان کی مثل کی ادائیگی کے ناممکن ہونے کی وجہ سے ان کو دیا گیا ہے۔ جس طرح سامان کے بدلے میں ہونے والی بیع میں ہوتا ہے۔ بہ خلاف ہبہ کے۔ کیونکہ اس میں بدلہ نہیں ہوا کرتا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول اس وقت درست ہوسکتا ہے جب خاوند نے اس مکان کا بعض حصہ مہر میں مقرر کر دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شفعہ اسی میں ہے۔

ہم نے کہا کہ نکاح میں منافع بضع اور اس کے سوا کا ہونا یہ عقد اجارہ کی وجہ سے بر بنائے حاجت تھا۔ پس یہ ایسا متقوم ہونا شفعہ میں ظاہر نہ ہوگا۔ اسی طرح خون اور آزادی یہ دونوں بھی غیر متقوم ہیں۔ کیونکہ قیمت وہ ہوتی ہے جو مخصوص و مطلوب حکم میں اپنے غیر کا قائم مقام بن سکے۔ جبکہ خون اور آزادی میں یہ ثابت نہیں ہوتی۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے عورت سے بغیر کسی مہر کے نکاح کیا ہے اور اس کے بعد اس نے گھر کو مہر میں مقرر کر دیا ہے

کیونکہ یہ بضع کے مقابلے میں عقد میں فرض کر دیئے گئے کی طرح ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب خاوند نے مہر مثلی یا ذکر کردہ کے بدلے میں مکان کو بیچ دیا ہے کیونکہ یہ بھی مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص پر ایک چیز کا دعویٰ تھا اس نے اپنا مکان دے کر مدعی سے صلح کر لی اس پر شفعہ ہو سکتا ہے اگر چہ یہ صلح انکار یا سکوت کے بعد ہو کیونکہ مدعی اس کو اپنے اس حق کے عوض میں لینا قرار دیتا ہے اور شفعہ کا تعلق اسی مدعی سے ہے لہٰذا مدعی اعلیہ کے انکار کا اعتبار نہیں اور اگر اسی مکان کا دعویٰ تھا اور مدعی اعلیہ نے اقرار کے بعد کچھ دے کر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ہو سکتا ہے کہ یہ صلح حقیقۃً اُن داموں کے عوض اس مکان کو خریدنا ہے اور اگر مدعی علیہ نے انکار یا سکوت کے بعد صلح کی تو شفعہ نہیں ہو سکتا کہ یہ صلح بیع کے حکم میں نہیں ہے بلکہ کچھ دے کر جھگڑا کاٹنا ہے۔

(ردالمحتار، کتاب شفعہ، بیروت)

مکان کے بدلے شرط پر نکاح کرنے کا بیان

وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلَى دَارٍ عَلَى أَنْ تَرُدَّ عَلَيْهِ أَلْفًا فَلَا شُفْعَةَ فِي جَمِيعِ الدَّارِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : تَجِبُ فِي حِصَّةِ الْأَلْفِ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ مَالِيَّةٌ فِي حَقِّهِ .وَهُوَ يَقُولُ مَعْنَى الْبَيْعِ فِيهِ تَابِعٌ وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَلَا يَفْسُدُ بِشَرْطِ النِّكَاحِ فِيهِ، وَلَا شُفْعَةَ فِي الْأَصْلِ فَكَذَا فِي التَّبَعِ ، وَلِأَنَّ الشُّفْعَةَ شُرِعَتْ فِي الْمُبَادَلَةِ الْمَالِيَّةِ الْمَقْصُودَةِ حَتَّى أَنَّ الْمُضَارِبَ إذَا بَاعَ دَارًا وَفِيهَا رِبْحٌ لَا يَسْتَحِقُّ رَبُّ الْمَالِ الشُّفْعَةَ فِي حِصَّةِ الرِّبْحِ لِكَوْنِهِ تَابِعًا فِيهِ .

ترجمہ

اور جب کسی عورت نے گھر کے بدلے میں اس شرط پر نکاح کیا کہ عورت خاوند کو ایک ہزار دینے پر واپس کر دے گی۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس گھر کے کسی بھی حصہ میں شفعہ ثابت نہ ہوگا جبکہ صاحبین نے کہا کہ ہزار والے حصہ میں شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ہزار یہ خاوند کے حق میں مال کا تبادلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں بیع کا معنی تابع ہے۔ کیونکہ وہ لفظ نکاح سے منعقد ہو جاتی ہے۔ اور بیع میں نکاح کی شرط لگانے کی وجہ سے وہ فاسد نہ ہوگا۔ اور جب اصل میں شفعہ نہیں تو تابع میں بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ شفعہ میں خود مقصود مالی مبادلے میں ہے یہاں تک کہ جب مضارب نے کوئی مکان بیچ دیا ہے اور اس میں نفع ہے تو رب المال نفع کے حصہ میں شفعہ کا حقدار نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں پر نفع تابع ہے۔

شرح

اور شفیع کو یہ خبر ملی تھی کہ مکان ایک ہزار کو فروخت ہوا ہے اس نے تسلیم شفعہ کردی بعد میں معلوم ہوا کہ ہزار سے کم میں فروخت ہوا ہے یا ہزار روپے میں نہیں فروخت ہوا ہے بلکہ اتنے من گیہوں یا جو کے بدلے میں فروخت ہوا ہے اگر چہ ان کی قیمت ایک ہزار بلکہ ایک ہزار سے زیادہ ہو تو تسلیم صحیح نہیں بلکہ شفعہ کرسکتا ہے اور اگر بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ہزار روپے کی اشرفیوں کے عوض میں فروخت ہوا ہے یا عروض کے عوض میں فروخت ہوا جن کی قیمت ایک ہزار ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا۔

اقرار عوض کی مصالحت میں حق شفعہ ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (أَوْ يُصَالِحُ عَلَيْهَا بِإِنْكَارٍ ، فَإِنْ صَالَحَ عَلَيْهَا بِإِقْرَارٍ وَجَبَتْ الشُّفْعَةُ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَكَذَا ذُكِرَ فِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ ، وَالصَّحِيحُ أَوْ يُصَالِحُ عَنْهَا بِإِنْكَارٍ مَكَانَ قَوْلِهِ أَوْ يُصَالِحُ عَلَيْهَا ، لِأَنَّهُ إِذَا صَالَحَ عَنْهَا بِإِنْكَارٍ بَقِيَ الدَّارُ فِي يَدِهِ فَهُوَ يَزْعُمُ أَنَّهَا لَمْ تَزُلْ عَنْ مِلْكِهِ ، وَكَذَا إِذَا صَالَحَ عَنْهَا بِسُكُوتٍ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ بَذَلَ الْمَالَ افْتِدَاءً لِيَمِينِهِ وَقَطْعًا لِشَغَبِ خَصْمِهِ ، كَمَا إِذَا أَنْكَرَ صَرِيحًا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَنْهَا بِإِقْرَارٍ لِأَنَّهُ مُعْتَرِفٌ بِالْمِلْكِ لِلْمُدَّعِي ، وَإِنَّمَا اسْتَفَادَهُ بِالصُّلْحِ فَكَانَ مُبَادَلَةً مَالِيَّةً .أَمَّا إِذَا صَالَحَ عَلَيْهَا بِإِقْرَارٍ أَوْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ وَجَبَتْ الشُّفْعَةُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّهُ أَخَذَهَا عِوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِي زَعْمِهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ جِنْسِهِ فَيُعَامَلُ بِزَعْمِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے گھر کے بارے میں انکار کے ساتھ مصالحت کی ہے۔اور جب گھر کا عوض اقرار کے ساتھ مصالحت ہوئی ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہوجائے گا۔مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ قدوری کے اکثر نسخوں میں عبارت اسی طرح ہے۔حالانکہ ''أَوْ يُصَالِحُ عَلَيْهَا '' کی جگہ پر'' أَوْ يُصَالِحُ عَنْهَا بِإِنْكَار '' زیادہ مناسب ہے۔کیونکہ جب صلح کرنے والے نے انکار کے ساتھ مصالحت کی ہے تو گھر اس کے قبضہ میں باقی رہ جائے گا اور وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کی ملکیت ختم نہیں ہوئی ہے۔اور اسی طرح جب اس نے سکوت کے ساتھ گھر میں مصالحت کی ہے تب بھی شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے صلح کرنے والے نے اپنی قسم کے فدیے اور اپنے مقابل میں رہنے والے کے شور شرابے کو ختم کرنے کیلئے پیسہ خرچ کیا ہو۔یہ تو ایسے ہی ہوجائے گا جس طرح اس نے صراحت کے ساتھ انکار کردیا ہے۔بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اقرار کے ساتھ گھر میں صلح کی ہو۔کیونکہ اب وہ مدعی ملکیت کا اعتراف کرنے والا ہے۔اور اس ملکیت کو اس نے بطور صلح حاصل کیا ہے تو یہ مالی تبادلے کی طرح ہوجائے گا مگر جب اس نے گھر پر

اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ صلح کر دی ہے تو ان تمام احوال میں اس کا شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے مطابق اپنے گھر کو حق کے بدلے میں لینے والا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ بدلہ اس کے حق کی جنس میں سے نہ ہو۔ تو اس کے علم کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مشتری نے شفیع کو کچھ دے کر مصالحت کر لی کہ شفعہ نہ کرے یہ صلح بھی باطل ہے کہ جو کچھ دینا قرار پایا ہے رشوت ہے اور اس صلح کی وجہ سے شفعہ بھی باطل ہو گیا۔ یو ہیں اگر حق شفعہ کو مال کے بدلے میں بیع کیا یہ بیع بھی باطل ہے اور شفعہ بھی باطل ہو گیا ہے۔

اور جب شفیع نے مشتری سے یوں مصالحت کی نصف مکان مجھے اتنے میں دے دے یہ صلح صحیح ہے اور اگر یوں مصالحت کی کہ یہ کمرہ مجھے دے دے اس کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہے وہ میں دوں گا تو صلح صحیح نہیں مگر شفعہ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور جب شفیع نے مشتری سے اس جائداد کا نرخ چکایا یا یہ کہا کہ میرے ہاتھ بیع تولیہ کر دو یا اجارہ پر لیا یا مشتری سے کہا میرے پاس ودیعت رکھ دو یا میرے لیے ودیعت رکھ دو یا میرے لیے اس کی وصیت کر دو یا مجھے صدقہ کے طور پر دے دو ان سب صورتوں میں شفعہ کی تسلیم ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

ہبہ میں شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا شُفْعَةَ فِي هِبَةٍ لِمَا ذَكَرْنَا، إلَّا أَنْ تَكُونَ بِعِوَضٍ مَشْرُوطٍ) لِأَنَّهُ بَيْعٌ انْتِهَاءً، وَلَا بُدَّ مِنْ الْقَبْضِ وَأَنْ لَا يَكُونَ الْمَوْهُوبُ وَلَا عِوَضُهُ شَائِعًا لِأَنَّهُ هِبَةٌ ابْتِدَاءً وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي كِتَابِ الْهِبَةِ، بِخِلَافِ مَا إذَا لَمْ يَكُنْ الْعِوَضُ مَشْرُوطًا فِي الْعَقْدِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هِبَةٌ مُطْلَقَةٌ، إلَّا أَنَّهُ أُثِيبَ مِنْهَا فَامْتَنَعَ الرُّجُوعُ.

ترجمہ

فرمایا کہ ہبہ میں کوئی شفعہ نہیں ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ہاں البتہ جب ہبہ مشروط بدلے کے ساتھ کیا جاری ہوا ہے۔ کیونکہ یہ انجام کے اعتبار سے بیع ہے۔ اور قبضہ کا ہونا اور موہوب اور اس کے بدلے کا تقسیم ہونا لازم ہے کیونکہ یہ ابتدائی طور پر ہبہ جس طرح ہم کتاب ہبہ میں بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بدلہ عقد میں مشروط نہ کیا گیا ہو کیونکہ اب ہبہ اور عوض یہ دونوں مطلق طور پر ہبہ ہیں لیکن جب اس ہبہ کا بدلہ دے دیا جائے تو اب اس کی واپسی ناممکن ہو جائے گی۔

شرح

اور جب ہبہ بشرط العوض میں بعد تقابضِ بدلین شفیع نے شفعہ کی تسلیم کی اس کے بعد ان دونوں نے یہ اقرار کیا کہ ہم نے اُس

عوض کے مقابل میں بیع کی تھی اب شفیع کو شفعہ کا حق نہیں ہے اور اگر ہبہ بغیر عوض میں بعد تسلیم شفعہ اون دونوں نے ہبہ بشرط العوض یا بیع کا اقرار کیا تو شفعہ کر سکتا ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

خیار شرط کے ساتھ خریدی گئی چیز میں شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ) لِأَنَّهُ يَمْنَعُ زَوَالَ الْمِلْكِ عَنْ الْبَائِعِ (فَإِنْ أُسْقِطَ الْخِيَارُ وَجَبَتْ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ عَنْ الزَّوَالِ وَيُشْتَرَطُ الطَّلَبُ عِنْدَ سُقُوطِ الْخِيَارِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَصِيرُ سَبَبًا لِزَوَالِ الْمِلْكِ عِنْدَ ذَلِكَ .

ترجمہ

اور جس شخص نے خیار شرط کے ساتھ کسی چیز کو بیچا ہے تو شفیع کیلئے شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خیار شرط بائع کی ملکیت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور جب بائع نے خیار کو ساقط کر دیا ہے تو اب شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ملکیت کو ختم کرنے والا مانع نہ رہا ہے۔ اور قول صحیح کے مطابق خیار کے ساقط ہونے کے وقت طلب کرنا شرط ہے۔ کیونکہ بیع اسی وقت ملکیت کو ختم کرنے کا سبب بننے والی ہے

شرح

اور اگر بیع میں بائع نے اپنے لیے خیار شرط کیا ہو تو جب تک خیار ساقط نہ ہو شفعہ نہیں ہو سکتا کہ خیار ہوتے ہوئے مبیع ملک بائع سے خارج ہی نہ ہوئی شفعہ کیونکر ہو اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ کی طلب خیار ساقط ہونے پر کی جائے اور اگر مشتری نے اپنے لیے خیار شرط کیا تو شفعہ ہو سکتا ہے کیونکہ مبیع ملک بائع سے خارج ہو گئی اور اندرون مدت خیار شفیع نے لے لیا تو بیع واجب ہو گئی اور شفیع کے لیے خیار شرط نہیں حاصل ہوگا۔

شرط خیار کے ساتھ خریدی گئی چیز میں شفعہ ہونے کا بیان

(وَإِنْ اشْتَرَى بِشَرْطِ الْخِيَارِ وَجَبَ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ زَوَالَ الْمِلْكِ عَنْ الْبَائِعِ بِالِاتِّفَاقِ ، وَالشُّفْعَةُ تُبْتَنَى عَلَيْهِ عَلَى مَا مَرَّ ، وَإِذَا أَخَذَهَا فِي الثُّلُثِ وَجَبَ الْبَيْعُ لِعَجْزِ الْمُشْتَرِي عَنْ الرَّدِّ ، وَلَا خِيَارَ لِلشَّفِيعِ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ بِالشَّرْطِ ، وَهُوَ لِلْمُشْتَرِي دُونَ الشَّفِيعِ ، وَإِنْ بِيعَتْ دَارٌ إلَى جَنْبِهَا وَالْخِيَارُ لِأَحَدِهِمَا فَلَهُ الْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ أَمَّا لِلْبَائِعِ فَظَاهِرٌ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ فِي الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا ، وَكَذَا إذَا كَانَ لِلْمُشْتَرِي وَفِيهِ إشْكَالٌ أَوْضَحْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ فَلَا نُعِيدُهُ ، وَإِذَا أَخَذَهَا كَانَ إجَازَةً مِنْهُ لِلْبَيْعِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا اشْتَرَاهَا وَلَمْ يَرَهَا حَيْثُ لَا يَبْطُلُ خِيَارُهُ بِأَخْذِ مَا بِيعَ بِجَنْبِهَا بِالشُّفْعَةِ ، لِأَنَّ خِيَارَ الرُّؤْيَةِ

لَا يَبْطُلُ بِصَرِيحِ الْإِبْطَالِ فَكَيْفَ بِدَلَالَتِهِ ، ثُمَّ إِذَا حَضَرَ شَفِيعُ الدَّارِ الْأُولَى لَهُ أَنْ يَأْخُذَهَا دُونَ الثَّانِيَةِ لِانْعِدَامِ مِلْكِهِ فِي الْأُولَى حِينَ بِيعَتْ الثَّانِيَةُ .

ترجمہ

اور جب خریدار نے کسی چیز کو خیار شرط کے ساتھ خریدا ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خیار بہ اتفاق بائع سے ملکیت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور ملکیت ختم ہونے پر ہی شفعہ ثابت ہونے والا ہے۔ جس طرح گزر چکا ہے۔ اور جب شفیع تین دن کے اندر اندر شفعہ کرنے والا ہے تو بیع لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ اب خریدار واپسی سے قاصر ہو چکا ہے۔ جبکہ شفیع کو خیار نہ ملے گا۔ کیونکہ خیار شرط کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ خریدار کیلئے تھا وہ شفیع کیلئے نہ تھا۔

اور جب مشفوعہ گھر کے برابر کسی مکان کی بیع ہوئی اور عاقدین میں سے کیلئے خیار بھی ہوا ہے تو اس کو شفعہ لینے کا اختیار ہوگا۔ اور وہ بائع کیلئے تو ظاہر ہے کیونکہ جس گھر کے سبب سے وہ شفعہ لے رہا ہے۔ اس میں اس کی ملکیت باقی ہے۔ اور اسی طرح جب خریدار کیلئے خیار ہو تو اس میں ایک اشکال ہے جس کو ہم کتاب بیوع میں بیان کر کے آئے ہیں۔ پس اس کو دوبارہ یہاں نہیں بیان کریں گے۔

اور جب خریدار نے گھر لیا ہے تو یہ اس کی جانب سے بیع کی اجازت سمجھی جائے گی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے دیکھے بغیر مکان کو خریدا ہے تو اس کے ساتھ میں بیچے گئے مکان کو بطور شفعہ لینے کی وجہ سے مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا کیونکہ خیار رؤیت کے ذریعے ابطال کی تصریح سے ختم کرنے والا نہیں ہے۔ تو وہ دلالت ابطال سے کس طرح باطل ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جب پہلے مکان کا شفیع آجائے تو اس کو پہلے مکان لینے کا اختیار ہوگا دوسرے کا اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کو بیچتے وقت پہلے مکان سے اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب جائداد فروخت ہوئی اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر مشتری نے خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کر دی یا اس میں عیب نکلا اور حکم قاضی سے واپس ہوئی تو اس واپسی کو بیع قرار دے کر شفیع شفعہ نہیں کر سکتا کہ یہ واپسی فسخ ہے بیع نہیں ہے اور اگر عیب کی صورت میں بغیر حکم قاضی بائع نے خود واپس لے لی تو شفعہ ہو سکتا ہے کہ حق ثالث میں یہ بیع جدید ہے۔ یوہیں اگر بیع کا اقالہ ہوا تو شفعہ ہو سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

بیع فاسدہ والے مکان میں شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ابْتَاعَ دَارًا شِرَاءً فَاسِدًا فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا) أَمَّا قَبْلَ الْقَبْضِ فَلِعَدَمِ زَوَالِ مِلْكِ الْبَائِعِ ، وَبَعْدَ الْقَبْضِ لِاحْتِمَالِ الْفَسْخِ ، وَحَقُّ الْفَسْخِ ثَابِتٌ بِالشَّرْعِ لِدَفْعِ الْفَسَادِ ،

وَفِي إِثْبَاتِ حَقِّ الشُّفْعَةِ تَقْرِيرُ الْفَسَادِ فَلَا يَجُوزُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْمُشْتَرِي فِي الْبَيْعِ الصَّحِيحِ لِأَنَّهُ صَارَ أَخَصَّ بِهِ تَصَرُّفًا وَفِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ مَمْنُوعٌ عَنْهُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے بیع فاسد کے طور پر کوئی مکان خریدا ہے تو بیع فاسدہ کے سبب اس میں شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قبضے سے پہلے بائع کی ملکیت ختم نہیں ہوئی اور قبضے کے بعد فسخ کا احتمال رکھنے کی وجہ سے اور فساد کو دور کرنے کی وجہ سے شرعی حکم کے مطابق فسخ کا حق ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ حق شفعہ کو ثابت کرنے کی وجہ سے فساد پکا ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ درست نہیں ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیع صحیحہ میں مشتری کیلئے اختیار ہو کیونکہ ایسی بیع میں مشتری تصرف کے ساتھ خاص ہے جبکہ بیع فاسدہ میں مشتری کو تصرف سے روک دیا جاتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بیع فاسد میں اُس وقت شفعہ ہوگا جب بائع کا حق منقطع ہو جائے یعنی اُسے واپس لینے کا حق نہ رہے مثلاً اس جائداد میں مشتری نے کوئی تصرّف کر لیا نئی عمارت بنائی اب شفعہ ہو سکتا ہے اور ہبہ بشرط العوض میں اُس وقت شفعہ ہو سکتا ہے جب تقابض بدلین ہو جائے یعنی اس نے اس کی چیز اور اس نے اس کی چیز پر قبضہ کر لیا اور فقط ایک نے قبضہ کیا ہو دوسرے نے قبضہ نہیں کیا ہو تو شفعہ نہیں ہو سکتا اور فرض کرو ایک نے ہی قبضہ کیا اور شفیع نے شفعہ کی تسلیم کر دی تو دوسرے کے قبضہ کے بعد شفعہ کر سکتا ہے کہ وہ پہلی تسلیم صحیح نہیں کہ قبل از وقت ہے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب بیع فاسد کے ذریعہ سے ایک مکان خریدا اس کے بعد اس مکان کے پہلو میں دوسرا مکان فروخت ہوا اگر وہ مکان اول ابھی تک بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو بائع شفعہ کر سکتا ہے کیوں کہ بیع فاسد سے بائع کی مِلک زائل نہیں ہوئی اور اگر مشتری کو قبضہ دے دیا ہے تو مشتری شفعہ کر سکتا ہے کہ اب یہ مالک ہے اور اگر بائع کا قبضہ تھا اور اس نے شفعہ کا دعویٰ کیا تھا اور قبل فیصلہ مشتری کو قبضہ دے دیا شفعہ باطل ہو گیا اور فیصلہ کے بعد مشتری کے قبضہ میں دیا تو جائدادِ مشفوعہ پر اس کا کچھ اثر نہیں اور اگر مشتری کا قبضہ تھا اور مشتری نے شفعہ کا دعویٰ بھی کیا تھا اور قبل فیصلہ بائع نے مشتری سے واپس لے لیا تو مشتری کا دعویٰ باطل ہو گیا اور بعد فیصلہ بائع نے واپس لیا تو اس کا کچھ اثر نہیں یعنی مشتری اس مکان کا مالک ہے جس کو بذریعہ شفعہ حاصل کیا ہے۔

حق فسخ کے سقوط کے سبب سے ثبوت شفعہ کا فقہی بیان

قَالَ (فَإِنْ سَقَطَ حَقُّ الْفَسْخِ وَجَبَتْ الشُّفْعَةُ لِزَوَالِ الْمَانِعِ ، وَإِنْ بِيعَتْ دَارٌ بِجَنْبِهَا وَهِيَ فِي يَدِ الْبَائِعِ بَعْدُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ ، وَإِنْ سَلَّمَهَا إِلَى الْمُشْتَرِي فَهُوَ شَفِيعُهَا لِأَنَّ الْمِلْكَ لَهُ) ثُمَّ إِنْ سَلَّمَ الْبَائِعُ قَبْلَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ لَهُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ كَمَا إِذَا بَاعَ ،

بِخِلَافِ مَا إِذَا سَلَّمَ بَعْدَهُ لِأَنَّ بَقَاءَ مِلْكِهِ فِي الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا بَعْدَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ فَبَقِيَتِ الْمَأْخُوذَةُ بِالشُّفْعَةِ عَلَى مِلْكِهِ ، وَإِنْ اسْتَرَدَّهَا الْبَائِعُ مِنَ الْمُشْتَرِي قَبْلَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ لَهُ بَطَلَتْ لِانْقِطَاعِ مِلْكِهِ عَنِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا قَبْلَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ ، وَإِنْ اسْتَرَدَّهَا بَعْدَ الْحُكْمِ بَقِيَتِ الثَّانِيَةُ عَلَى مِلْكِهِ لِمَا بَيَّنَّا

ترجمہ

اور جب فسخ کرنے کا حق ساقط ہو جائے تو مانع ختم ہو جانے کی وجہ سے شفعہ کا حق ثابت ہو جائے گا۔اور جب اس مکان کے برابر کوئی مکان فروخت ہوا ہے اور وہ مکان ابھی تک بائع کے قبضہ میں ہو تو ملکیت کی بقاء کے سبب بائع کو شفعہ مل جائے گا۔اور جب بائع نے پہلا مکان مشتری کے سپرد کر دیا ہے تو اب بھی مشتری دوسرے مکان کا شفیع بن جائے گا۔کیونکہ ملکیت اسی کی ہے اور اس کے بعد جب بائع نے اپنے شفعہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے گھر مشتری کے حوالے کر دیا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔جس طرح کہ جب اس نے گھر کو بیچ دیا ہے۔بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بائع شفعہ کا فیصلہ ہونے کے بعد مکان کو حوالے کیا ہے۔کیونکہ شفعہ کے فیصلہ کے بعد وہی جگہ جس کے سب اس کو شفعہ مل رہا ہے اس کا بائع کی ملکیت میں باقی رہنا لازم نہیں ہے۔تو شفعہ میں لیا گیا مکان اس کی ملکیت میں باقی رہ جائے گا۔

اور جب شفعہ کے فیصلہ سے پہلے بائع نے مشتری سے اپنا مکان واپس لے لیا ہے تو مشتری کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔کیونکہ شفعہ کے فیصلے سے قبل وہ جس مکان کا شفیع بن رہا تھا اس میں تو اسکی ملکیت ختم ہو چکی ہے۔اور جب بائع نے شفعہ کے فیصلہ کے بعد مکان کو واپس لیا ہے تو دوسرا مکان حسب عرف ملکیت میں باقی رہ جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

جب مانع زائل ہو جائے تو ممنوع واپس لوٹ آتا ہے قاعدہ فقہیہ

اذا زال المانع عاد الممنوع .(الاشباہ)

جب مانع زائل ہو جائے تو ممنوع واپس لوٹ آتا ہے۔

اس قاعدہ کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کا مانع زائل ہو جائے یعنی جس کی وجہ سے وہ حکم ممنوع لگایا گیا تھا وہ وجہ ختم ہو جائے تو اس وجہ کے ختم ہوتے ہی ممنوع واپس لوٹ آئے گا۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی وقوعہ کا آنکھوں بھر امشاہدہ کیا اس کے بعد اس واقعہ کو عدالت میں پیش کیا گیا اور جب اس مشاہدہ کرنے والے گواہ کو عدالت نے طلب کیا تو وہ اس وقت نابینا ہو چکا تھا ،اس پر عدالت نے اس کی گواہی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ نابینا شخص کی گواہی قابل قبول نہیں۔اور اس کا نابینا ہونا ہی فیصلے اور شہادت کے اندر مانع ومخل پیدا ہو گیا۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ نابینا تندرست ہو گیا اور اسکی نظر ٹھیک ہو گئی تو عدالت اسکی شہادت کو قبول کرے گی اور اسکی گواہی اسی طرح کارگر ثابت ہو گی جس طرح گواہوں کی گواہی کا حکم ہوتا ہے۔لہذا اسکی اہلیت شہادت کا حکم

جس نابیناپن ہونے کی وجہ سے مانع تھا اس مانع کے ختم ہوتے ہی حکم ممنوع واپس لوٹ آئے گا اور وہ نابینا شخص گواہی کے قابل سمجھا جائے گا۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اناج کو خریدے تو وہ اس اناج کو وزن کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔ (صحیح مسلم ج ۲، ص ۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مبیع پر قبضہ سے پہلے اور حتی کہ اسکی مقدار یا اس کا وزن کرنے پہلے اسکی بیع سے منع کر دیا گیا اور اس کا مانع عدم قبضہ ہے اور جیسے ہی اس کا مانع ختم ہوگا ویسے ہی مشتری کی دوسرے کے ہاں بیع کی اباحت کا حکم لوٹ آئے گا کیونکہ اصل تو اباحت تھی۔

تقسیم شرکاء کے سبب ہمسائے کیلئے حق شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الْعَقَارَ فَلَا شُفْعَةَ لِجَارِهِمْ بِالْقِسْمَةِ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ فِيهَا مَعْنَى الْإِفْرَازِ وَلِهَذَا يَجْرِي فِيهَا الْجَبْرُ ؛ وَالشُّفْعَةُ مَا شُرِعَتْ إِلَّا فِي الْمُبَادَلَةِ الْمُطْلَقَةِ قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى دَارًا فَسَلَّمَ الشَّفِيعُ الشُّفْعَةَ ثُمَّ رَدَّهَا الْمُشْتَرِي بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ أَوْ شَرْطٍ أَوْ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ) لِأَنَّهُ فَسْخٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَعَادَ إِلَى قَدِيمِ مِلْكِهِ وَالشُّفْعَةُ فِي إِنْشَاءِ الْعَقْدِ ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ الْقَبْضِ وَعَدَمِهِ .

ترجمہ

اور جب شرکاء نے زمین کو تقسیم کر لیا ہے تو ان کی تقسیم کے سبب ہمسائے کیلئے حق شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ تقسیم میں الگ ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس میں زیادتی کی جاتی ہے۔ جبکہ شفعہ محض مالی تبادلہ میں مشروع کیا گیا ہے۔

اور جب خریدار نے کسی مکان کو خریدا ہے اور اس کے بعد شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد مشتری نے وہ مکان خیار رؤیت یا خیار شرط یا کسی عیب کے سبب قاضی کے فیصلے سے واپس کر دیا ہے تو اب شفیع کیلئے شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس طرح کی واپسی ہر طرح سے فسخ ہے۔ پس مبیع بائع کی قدیمی ملکیت کی جانب لوٹ جائے گی۔ جبکہ شفعہ جدید عقد کے ساتھ ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور اس حالت میں قبضہ کے ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی بعض جزئیات ہم پہلے کر آئے ہیں۔ لہذا وہاں اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

فریقین کے اقالہ کرنے کے سبب حق شفعہ ثابت ہونے کا بیان

(وَإِنْ رَدَّهَا بِعَيْبٍ بِغَيْرِ قَضَاءٍ أَوْ تَقَايَلَا الْبَيْعَ فَلِلشَّفِيعِ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ فَسْخٌ فِي حَقِّهِمَا لِوِلَايَتِهِمَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا وَقَدْ قَصَدَا الْفَسْخَ وَهُوَ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ لِوُجُودِ حَدِّ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِي وَالشَّفِيعُ ثَالِثٌ، وَمُرَادُهُ الرَّدُّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ لِأَنَّ قَبْلَهُ فَسْخٌ مِنْ الْأَصْلِ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ عَلَى مَا عُرِفَ ؛ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَلَا شُفْعَةَ فِي قِسْمَةٍ وَلَا خِيَارِ رُؤْيَةٍ، وَهُوَ بِكَسْرِ الرَّاءِ، وَمَعْنَاهُ : لَا شُفْعَةَ بِسَبَبِ الرَّدِّ بِخِيَارِ الرُّؤْيَةِ لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَلَا تَصِحُّ الرِّوَايَةُ بِالْفَتْحِ عَطْفًا عَلَى الشُّفْعَةِ لِأَنَّ الرِّوَايَةَ مَحْفُوظَةٌ فِي كِتَابِ الْقِسْمَةِ أَنَّهُ يَثْبُتُ فِي الْقِسْمَةِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَخِيَارُ الشَّرْطِ لِأَنَّهُمَا يَثْبُتَانِ لِخَلَلٍ فِي الرِّضَا فِيمَا يَتَعَلَّقُ لُزُومُهُ بِالرِّضَا، وَهَذَا الْمَعْنَى مَوْجُودٌ فِي الْقِسْمَةِ، وَاَللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب خریدار نے قاضی کے فیصلہ سے عیب کے سبب مکان کو واپس کر دیا ہے یا ان دونوں نے اقالہ کیا تو شفیع کیلئے حق شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ایسا لوٹانا اور اقالہ یہ دونوں بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے۔ کیونکہ ان کو اپنے اوپر ولایت حاصل ہے اور انہوں نے بیع کو فسخ کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ جبکہ تیسرے شخص کے حق میں یہ جدید بیع ہے کیونکہ اس میں بیع کی تعریف پائی جاتی ہے۔ اور باہمی رضامندی کے ساتھ مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ شفیع ثالث ہے۔ اور صاحب قدوری علیہ الرحمہ کی مراد عیب کے ذریعے لوٹانے سے قبضہ سے بعد کی ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے لوٹانا یہ دوسرے سے فسخ کہلاتا ہے خواہ وہ قاضی کے فیصلہ کے بغیر ہو۔ جس طرح بتایا جا چکا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ تقسیم اور خیار رؤیت میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور خیار یہ راء کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ خیار رؤیت کی بنیاد پر مبیع کو واپس کرنے کے سبب شفیع کا حق شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں جبکہ شفعہ پر عطف ڈالتے ہوئے خیار کو مفتوح پڑھنے والی روایت درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت مبسوط میں کتاب قسمہ میں موجود ہے۔ کہ تقسیم میں خیار رؤیت اور خیار شرط یہ دونوں ثابت ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایسے معاملات ہیں جن کا تعلق رضامندی کے لازم ہونے پر ہے۔ اور یہ رضامندی میں کسی خلل کے سبب ثابت ہوتے ہیں اور یہ معنی تقسیم میں پایا جاتا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ ایک خاص شرعی طریقے سے معاملہ فسخ کرنے کو اقالہ کہتے ہیں جس میں دونوں خریدار اور بیچنے والے اتفاق کرلیں۔ دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا ہے اس کے اُٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر مبیع یا ثمن کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اقالہ ہے۔ نکاح، طلاق، عتاق، ابراء کا اقالہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے تو دوسرے کو منظور کرلینا، اقالہ کردینا مستحب ہے اور یہ مستحق ثواب ہے۔

اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے یعنی تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کرسکتا اور یہ بھی ضرور ہے کہ قبول اُسی مجلس میں ہو لہٰذا اگر ایک نے اقالہ کے الفاظ کہے مگر دوسرے نے قبول نہیں کیا یا مجلس کے بعد کیا اقالہ نہ ہوا۔ مثلاً مشتری مبیع کو بائع کے پاس واپس کرنے کے لیے لایا اُس نے انکار کردیا اقالہ نہ ہوا پھر اگر مشتری نے مبیع کو یہیں چھوڑ دیا اور بائع نے اُس چیز کو استعمال بھی کرلیا اب بھی اقالہ نہ ہوا یعنی اگر مشتری ثمن واپس مانگتا ہے یہ ثمن واپس کرنے سے انکار کرسکتا ہے کیونکہ جب صاف طور پر انکار کرچکا ہے تو اقالہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایک نے اقالہ کی درخواست کی دوسرے نے کچھ نہ کہا اور مجلس کے بعد اقالہ کو قبول کرتا ہے یا پہلے کوئی ایسا فعل کرچکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے منظور نہیں اس کے بعد قبول کرتا ہے تو قبول صحیح نہیں۔ (ردمحتار، کتاب بیوع، بیروت)

بَابُ مَا يُبْطِلُ بِهِ الشُّفْعَةُ

﴿یہ باب شفعہ کو باطل کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

باب شفعہ باطل کی فقہی مطابقت کا بیان

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان اسباب کو بیان کر رہے ہیں جن کی وجہ سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے یاد رہے یہ اصول ہے کہ صحیح کے احکام کو مقدم ذکر کیا جاتا ہے اور باطل کے احکام کو مؤخر ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کا تقدم وتاخر ہونا عام ہے۔ لہذا یہ مطابقت تو بیان محتاج بھی نہیں ہے۔

وقت بیع جاننے کے باوجود ترک اشہاد پر شفعہ باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَرَكَ الشَّفِيعُ الْإِشْهَادَ حِينَ عَلِمَ بِالْبَيْعِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ) لِإِعْرَاضِهِ عَنْ الطَّلَبِ وَهَذَا لِأَنَّ الْإِعْرَاضَ إنَّمَا يَتَحَقَّقُ حَالَةَ الِاخْتِيَارِ وَهِيَ عِنْدَ الْقُدْرَةِ (وَكَذَلِكَ إنْ أَشْهَدَ فِي الْمَجْلِسِ وَلَمْ يَشْهَدْ عَلَى أَحَدِ الْمُتَبَايِعَيْنِ وَلَا عِنْدَ الْعَقَارِ) وَقَدْ أَوْضَحْنَاهُ فِيمَا تَقَدَّمَ قَالَ (وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ عَلَى عِوَضٍ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَرَدَّ الْعِوَضَ) لِأَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ لَيْسَ بِحَقٍّ مُتَقَرِّرٍ فِي الْمَحِلِّ ، بَلْ هُوَ مُجَرَّدُ حَقِّ التَّمَلُّكِ فَلَا يَصِحُّ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ ، وَلَا يَتَعَلَّقُ إسْقَاطُهُ بِالْجَائِزِ مِنْ الشَّرْطِ فَبِالْفَاسِدِ أَوْلَى فَيَبْطُلُ الشَّرْطُ وَيَصِحُّ الْإِسْقَاطُ وَكَذَا لَوْ بَاعَ شُفْعَتَهُ بِمَالٍ لِمَا بَيَّنَّا ، بِخِلَافِ الْقِصَاصِ لِأَنَّهُ حَقٌّ مُتَقَرِّرٌ ، وَبِخِلَافِ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ لِأَنَّهُ اعْتِيَاضٌ عَنْ مِلْكٍ فِي الْمَحِلِّ وَنَظِيرُهُ إذَا قَالَ لِلْمُخَيَّرَةِ اخْتَارِينِي بِأَلْفٍ أَوْ قَالَ الْعِنِّينُ لِامْرَأَتِهِ اخْتَارِي تَرْكَ الْفَسْخِ بِأَلْفٍ فَاخْتَارَتْ سَقَطَ الْخِيَارُ وَلَا يَثْبُتُ الْعِوَضُ ، وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ فِي هَذَا بِمَنْزِلَةِ الشُّفْعَةِ فِي رِوَايَةٍ ، وَفِي أُخْرَى : لَا تَبْطُلُ الْكَفَالَةُ وَلَا يَجِبُ الْمَالُ وَقِيلَ هَذِهِ رِوَايَةٌ فِي الشُّفْعَةِ ، وَقِيلَ هِيَ فِي الْكَفَالَةِ خَاصَّةً وَقَدْ عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

ترجمہ

اور جب شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اس نے وقت بیع اشہاد کو چھوڑ دیا ہے جبکہ وہ اس پر قادر تھا۔ تو طلب سے پھر جانے کی وجہ سے

اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور قادر ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ پھرنا صرف اختیار کی حالت میں ہو سکتا ہے۔ اور اختیار کی حالت میں قدرت پائی جاتی ہے۔

اور اسی طرح جب شفیع نے مجلس میں گواہ بنایا ہے اور عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے پاس اور نہ ہی زمین کے پاس اشہاد کیا ہے تو اس کی وضاحت ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

اور جب شفیع نے شفعہ کے بدلے میں کسی معاوضے پر صلح کر لی تو بھی اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور وہ اس معاوضے کو بھی واپس کرے گا۔ کیونکہ حقِ شفعہ یہ اپنی جگہ میں ثابت شدہ حق نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو محض ملکیت ہے۔ پس اس کا بدلہ لینا درست نہ ہوگا۔ پس حق شفعہ کا سقوط یہ جائز شرط کے ساتھ متعلق نہ ہوگا۔ تو یہ فاسد کے ساتھ بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا۔ پس وہ شرط باطل ہو جائے گی۔ جبکہ اسقاط کا حق درست ہوگا۔ اور اسی طرح جب شفیع نے شفعہ کو مال کے بدلے میں بیچ دیا ہے۔ یہ اسی دلیل کے مطابق ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف قصاص کے کیونکہ قصاص ایک ثابت شدہ حق ہے۔ بہ خلاف طلاق وعتاق کے کیونکہ ان میں اپنے محل میں ملکیت کا بدلہ لیا جاتا ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب خاوند نے اپنی مخیّرہ بیوی سے کہا تم ایک ہزار دینے کے بدلے میں مجھ کو اختیار کرلو۔ یا عنین نے اپنی بیوی سے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے میں عوض کو چھوڑنا ختم کر کے اختیار کرو۔ اور اس نے اسی طرح اختیار کر لیا تو اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ عوض ثابت نہ ہوگا۔ اور دوسری روایت میں اس طرح ہے۔ کہ کفالہ باطل نہ ہوگا اور مال ثابت نہ ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شفعہ کی روایت ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خاص طور پر کفالہ ہے اور اس کا بیان معروف طور پر مبسوط میں بیان کیا گیا ہے۔

شفعہ کے باطل ہونے میں بعض فقہی تصریحات

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفیع اگر بفور استماع خبر طلب شفعہ کر کے مشتری یا مکان کے پاس جا کر طلب تقریر کرے، اور اگر مبیع ہنوز قبضہ بائع میں ہو تو اس کے پاس طلب بھی کافی ہے۔ اور اس طلب دوم میں بھی بشرط قدرت دیر نہ لگائی تو ان امور سے اس کا شفعہ مستقر ہو جاتا ہے کہ بے صدور مبطل باطل نہ ہوگا۔

شفیع استقرار حق طلب کر کے پھر بائع کے پاس گواہ بنائے اگر پراپرٹی اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے ہاں گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں نہ ہو، یا فروخت شدہ زمین پر ایسا کرے۔ اور یہ ضروری ہے حتی کہ اگر اس کو یہ بذریعہ خط یا بذریعہ قاصد بھی ممکن ہو اور وہ ایسا نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوئی تو باطل نہ ہوگا۔

(درمختار، کتاب شفعہ، بیروت، کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ، مطبع مجتبائی دہلی)

اور حق جب ثابت ہو جائے اور استقرار ہو جائے تو خود ساقط کئے بغیر ساقط نہ ہوگا۔ شفعہ کا گواہ بنانے یعنی دوسری طلب پر استقرار ہو جاتا ہے یہ دوسری طلب برائے پختگی ہے اور معنی یہ ہوا کہ جب شفعہ پر گواہ بنا لیے تو اس کے بعد سکوت سے باطل نہ ہوگا

ہاں اگر خود اپنی زبان سے ساقط کرے یا ثمن کی ادائیگی سے عاجز رہے تو قاضی اس کے شفعہ کو باطل قرار دے گا۔

(فتاوی شامی، کتاب شفعہ، بیروت کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پس اگر تمام مدارج طلب ابتدائی وطلب ثانی کے بجالا یا تو بیشک اس کا حق مؤکد ہوگیا، اور مشتری کا خود شفیع ہونا اس کے حق کا مانع نہیں، غایب یہ ہے کہ اگر دونوں مساوی درجہ کے شفیع ہے اور مشتری مزاحمت کرے تو مبیع دونوں میں نصف نصف ہو جائے۔ فی الدر المختار لو کان المشتری شریکا وللدار شریك اٰخر فلهما الشفعة۔ درمختار، کتاب شفعہ، بیروت میں ہے کہ اگر مشتری شریک ہو اور مبیع مکان میں کوئی اور شریک بھی ہو تو دونوں شریکوں کو شفعہ کا حق ہوگا۔

اور روپیہ بطور طلب شفعہ پیش کرنا کہ میں شفیع ہوں اپنا روپیہ لے۔ اور شیء مشفوع مجھے دے کچھ مضر نہیں۔

کیونکہ یہ اس سے اعراض پر دال نہیں ہے بلکہ اس میں دلچسپی کا اظہار ہے درمختار، کتاب شفعہ، بیروت میں ہے قائدہ یہ ہے کہ اعراض کرنے سے شفعہ ساقط ہوتا ہے اس دلچسپی سے ساقط نہیں ہوتا۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

ہاں یوں روپیہ پیش کرنا کہ قیمت لے اور مکان میرے ہات بیچ ڈال، البتہ مسقط شفعہ ہے۔ اور شفیع اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھ سے شراء کر تو اس مطالبہ سے شفعہ کا باطل ہو جائے گا۔

اور ہبہ مجرد میں اگر چہ شفعہ نہیں، مگر مشتری بوجہ ہبہ خواہ کسی طریقہ انتقال کے حق شفیع کو ساقط نہیں کر سکتا کہ اس کا دعوٰی شفعہ بربنائے بیع ہے۔ جو مالک اول نے اس مشتری کے ہاتھ کی، نہ بربنائے اس ہبہ کے جو یہ مشتری دوسرے کے لئے کرتا ہے، ایسی حالت میں شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ مشتری کے تمام تصرفات کو رد کردے اور مبیع بذریعہ شفعہ لے لے۔

درمختار، کتاب شفعہ، بیروت میں ہے کہ شفعہ حاصل کر لینے کے بعد شفیع مشتری کے تمام تصرفات ختم کردے گا حتی کہ وقف، مسجد، مقبرہ اور ہبہ تک کو توڑ دے گا، (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت، کتاب الشفعۃ مطبع مجتبائی دہلی)

موت کے سبب شفعہ کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تُورَثُ عَنْهُ .قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَعْنَاهُ إذَا مَاتَ بَعْدَ الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِالشُّفْعَةِ ، أَمَّا إذَا مَاتَ بَعْدَ قَضَاءِ الْقَاضِي قَبْلَ نَقْدِ الثَّمَنِ وَقَبْضِهِ فَالْبَيْعُ لَازِمٌ لِوَرَثَتِهِ ، وَهَذَا نَظِيرُ الِاخْتِلَافِ فِي خِيَارِ الشَّرْطِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ ، وَلِأَنَّهُ بِالْمَوْتِ يَزُولُ مِلْكُهُ عَنْ دَارِهِ وَيَثْبُتُ الْمِلْكُ لِلْوَارِثِ بَعْدَ الْبَيْعِ وَقِيَامُهُ وَقْتَ الْبَيْعِ وَبَقَاؤُهُ لِلشَّفِيعِ إلَى وَقْتِ الْقَضَاءِ شَرْطًا فَلَا يَسْتَوْجِبُ الشُّفْعَةَ بِدُونِهِ (وَإِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِي لَمْ تَبْطُلْ) لِأَنَّ الْمُسْتَحِقَّ بَاقٍ وَلَمْ يَتَغَيَّرْ سَبَبُ حَقِّهِ ، وَلَا يُبَاعُ فِي دَيْنِ الْمُشْتَرِي وَوَصِيَّتِهِ ، وَلَوْ بَاعَهُ الْقَاضِي أَوْ الْوَصِيُّ أَوْ أَوْصَى الْمُشْتَرِي

فِيهَا بِوَصِيَّةٍ فَلِلشَّفِيعِ أَنْ يُبْطِلَهُ وَيَأْخُذَ الدَّارَ لِتَقَدُّمِ حَقِّهِ وَلِهَذَا يُنْقَضُ تَصَرُّفُهُ فِي حَيَاتِهِ

ترجمہ

اور جب شفیع فوت ہوجائے تو اس کا شفعہ باطل ہوجائے گا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ میت کی جانب سے اس کے ورثاء میں شفعہ کو تقسیم کیا جائے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ صاحب قدوری علیہ الرحمہ کے فرمان کا معنی یہ ہے جب شفیع بیع کے بعد شفعہ کے فیصلہ سے پہلے ہوا ہے مگر جب وہ نقد قیمت اور مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اور قاضی کے فیصلہ کے بعد فوت ہوا ہے تو شفیع کے ورثاء کیلئے بیع لازم ہوجائے گی۔ اور یہ خیار شرط میں اختلاف کی مثال ہے اور یہ کتاب بیوع میں گزر چکی ہے۔ کیونکہ موت کے سبب تو اپنے گھر سے شفیع کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے۔ اور بیع کے بعد وارث کیلئے ملکیت ثابت ہوجاتی ہے۔ اور وقت بیع تک اس کا قائم رہنا اور وقت قضاء تک شفیع کیلئے اس کا باقی رہنا شرط ہے۔ پس اس شرط کے سوا وہ اس شفعہ کا حقدار نہ بن سکے گا۔

اور جب خریدار فوت ہوجائے تو شفعہ باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ حقدار تو زندہ ہے اس کے حق کا سبب بھی نہیں بدلا اور خریدار کا قرض اور اس کی وصیت میں مشفوعہ مکان کو نہیں بیچا جائے گا۔ کیونکہ جب قاضی یا وصی نے اس کو بیچ دیا ہے یا مشتری نے اس مکان میں کوئی وصیت کردی ہے تو شفیع کیلئے اس کو باطل کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اس کیلئے یہ حق بھی ہوگا۔ وہ مکان کو حاصل کرلے۔ کیونکہ اس کا حق سب سے پہلے ہے اور اسی وجہ سے مشتری کی زندگی میں بھی اس کے تصرف کو توڑ دیا جاتا ہے۔

حق شفعہ کے ثبوت وسقوط میں فقہی تصریحات

سعید بن مسیب اور ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا شفعہ کا اس چیز میں جو تقسیم نہ ہوئی ہو شریکوں میں جب تقسیم ہوجائے اور حدیں قائم ہوجائیں پھر اس میں شفعہ نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی حکم ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ سعید بن مسیب سے سوال ہوا کہ شفعے میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا شفعہ مکان میں اور زمین میں ہوتا ہے اور شفعے کا استحاق صرف شریک کو ہوتا ہے۔ سلیمان بن یسار نے بھی ایسا ہی کہا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے مشترک زمین کا ایک حصہ کسی جانور یا غلام کے بدلے میں خریدا ب دوسرا شریک مشتری سے شفعے کا مدعی ہوا لیکن وہ جانور یا غلام تلف ہوگیا اور اس کی قیمت معلوم نہیں مشتری کہتا ہے اس کی قیمت سو دینار تھی اور شفیع کہتا ہے پچاس دینار تھی تو مشتری سے قسم لیں گے اس امر پر کہ اس جانور یا غلام کی قیمت سو دینار تھی۔ بعد اس کے فیع کو اختیار ہوگا چاہے سو دینار دے کر زمین کے اس حصے کو لے لے چاہے چھوڑ دے البتہ اگر شفیع گواہ لائے اس امر پر کہ اس نور یا غلام کی قیمت پچاس دینار تھی تو اس کا قول معتبر ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے مشترک گھر یا مشترک زمین کا ایک حصہ کسی کو ہبہ کیا موہوب لہ

نے واہب کو اس کے بدلے میں کچھ نقد دیا یا چیز دی تو اور شریک موہوب لہ کو اسی قدر نقد یا اس چیز کی قیمت دے کر شفعہ لے لیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا حصہ مشترک زمین یا مشترک گھر میں ہبہ کیا لیکن موہوب لہ نے اس کا بدلہ نہیں دیا تو شفیع کو شفعہ کا استحقاق نہ ہوگا جب موہوب لہ دے گا تو شفیع موہوب لہ کو اس بدلہ کی قیمت دے کر شفعہ لے لے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر بیع کے وقت شفیع غائب ہو تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اگرچہ کتنی ہی مدت گزر جائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کئی شریکوں کو شفعے کا استحقاق ہو تو ہر ایک ان میں سے اپنے حصے کے موافق مبیع میں سے حصہ لیں گے اگر ایک شخص نے مشترک حصہ خرید کیا اور سب شریکوں نے سفعے کا دعویٰ چھوڑ دیا مگر ایک شریک نے مشتری سے یہ کہا کہ میں اپنے حصے کے موافق تیری زمین سے شفعہ لوں گا۔ مشتری یہ کہے یا تو تو پوری زمین جس قدر میں نے خریدی ہے سب لے لے یا شفعے کا دعویٰ چھوڑ دے تو شفیع کو لازم ہوگا یا تو پورا حصہ مشتری سے لے لے یا شفعے کا دعویٰ چھوڑ دے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص زمین کو خرید کر اس میں درخت لگادے یا کنواں کھود دے پھر ایک شخص اس زمین کے شفعے کا دعویٰ کرتا ہوا آئے تو اس کو شفعہ نہ ملے گا جب تک کہ مشتری کے کنوئیں اور درختوں کی بھی قیمت نہ دے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے مشترک گھر یا زمین میں سے اپنا حصہ بیچا جب بائع کو معلوم ہوا کہ شفیع اپنا شفعہ لے تو اس نے بیع کو فسخ کر ڈالا اس صورت میں شفیع کا شفعہ ساقط نہ ہوگا بلکہ اس قدر دام دے کر جتنے کو وہ حصہ بکا تھا اس حصے کو لے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک حصہ مشترک گھر یا زمین کا اور ایک جانور اور کچھ اسباب ایک ہی عقد میں خرید کیا پھر شفیع نے اپنا حصہ یا شفعہ اس زمین یا گھر میں مانگا مشتری کہنے لگا جتنی چیزیں میں نے خریدی ہیں تو ان سب کو لے لے کیونکہ میں نے ان سب کو ایک عقد میں خریدا ہے تو شفیع زمین یا گھر میں اپنا شفعہ لے گا اس طرح پر کہ ان سب چیزوں کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگائیں گے اور پھر ثمن کو ہر ایک قیمت پر حصہ رسد تقسیم کریں گے جو حصہ ثمن کا زمین یا مکان کی قیمت پر آئے اس قدر شفیع کو دے کر وہ حصہ زمین یا مکان کا لے لے گا اور یہ ضروری نہیں کہ اس جانور اور اسباب کو بھی لے لے البتہ اگر اپنی خوشی سے لے تو مضائقہ نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1303)

قضاء شفعہ سے پہلے فروختگی کے سبب بطلان شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يُشْفَعُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى لَهُ بِالشُّفْعَةِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ) لِزَوَالِ

سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ قَبْلَ التَّمَلُّكِ وَهُوَ الِاتِّصَالُ بِمِلْكِهِ وَلِهَذَا يَزُولُ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِشِرَاءِ الْمَشْفُوعَةِ كَمَا إذَا سَلَّمَ صَرِيحًا أَوْ إبْرَاءً عَنْ الدَّيْنِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِهِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا بَاعَ الشَّفِيعُ دَارَهُ بِشَرْطِ الْخِيَارِ لَهُ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ الزَّوَالَ فَبَقِيَ الِاتِّصَالُ قَالَ (وَوَكِيلُ الْبَائِعِ إذَا بَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ ، وَوَكِيلُ الْمُشْتَرِي إذَا ابْتَاعَ فَلَهُ الشُّفْعَةُ) وَالْأَصْلُ أَنَّ مَنْ بَاعَ أَوْ بِيعَ لَهُ لَا شُفْعَةَ لَهُ ، وَمَنْ اشْتَرَى أَوْ ابْتِيعَ لَهُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ ، لِأَنَّ الْأَوَّلَ بِأَخْذِ الْمَشْفُوعَةِ يَسْعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ وَهُوَ الْبَيْعُ ، وَالْمُشْتَرِي لَا يَنْقُضُ شِرَاؤُهُ بِالْأَخْذِ بِالشُّفْعَةِ لِأَنَّهُ مِثْلُ الشِّرَاءِ (وَكَذَلِكَ لَوْ ضَمِنَ الدَّرَكَ عَنْ الْبَائِعِ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ) وَكَذَلِكَ إذَا بَاعَ وَشَرَطَ الْخِيَارَ لِغَيْرِهِ فَأَمْضَى الْمَشْرُوطُ لَهُ الْخِيَارُ الْبَيْعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ ، لِأَنَّ الْبَيْعَ تَمَّ بِإِمْضَائِهِ ، بِخِلَافِ جَانِبِ الْمَشْرُوطِ لَهُ الْخِيَارُ مِنْ جَانِبِ الْمُشْتَرِي .

ترجمہ

اور جب شفیع نے شفعہ کے فیصلے ہونے سے پہلے اس مکان کو بیچ دیا ہے۔جس کے سبب وہ شفعہ کا حقدار بن رہا تھا تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔کیونکہ مالک بننے سے پہلے ہی اس کا حق ختم ہو چکا ہے۔اور وہ اس کی ملکیت کا ملا ہوا ہونا تھا۔اور اسی سبب سے جب مکان بیچنے کے سبب اس کا حقدار ختم ہوا ہے خواہ مشتری کو مشفوعہ مکان کے سیل ہونے کا علم نہ ہو جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب شفیع نے وضاحت سے شفعہ سے دستبرداری کر لی یا اس صورت میں ہے جب قرض خواہ نے قرضداروں کو بری کر دیا ہے اور اس کو قرض کا پتہ ہی نہ ہو اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ سے جدا ہے کہ جب شفیع نے اپنا مکان خیار شرط کے ساتھ سیل کیا ہے۔کیونکہ خیار یہ ملکیت کو ختم کرنے سے روکنے والا ہے۔پس اتصال اسی طرح باقی رہ جائے گا۔

اور جب بائع کا وکیل سیل کرے۔اور شفیع بھی وہی ہے تو اس کو شفعہ نہ ملے گا۔اور جب مشتری کا وکیل خریدے تو اس کو شفعہ مل جائے گا۔اور قانون یہ ہے۔کہ جس شخص نے سیل کیا یا جس کے کیلئے سیل کیا گیا ہے وہ حق شفعہ نہیں رکھتا۔(قاعدہ فقہیہ)

اور وہ شخص جس نے خریدا ہے یا جس کیلئے خریدا گیا ہے وہ حق شفعہ رکھتا ہے۔کیونکہ پہلی صورت میں وہ مکان مشفوعہ کو لیکر اس کی بیع کو توڑنے کی کوشش کرنے والا ہے حالانکہ وہ اسی کی جانب سے مکمل ہوئی تھی۔جبکہ مشتری اپنی شراء لیکر اس کو نہیں توڑ سکے گا کیونکہ شفعہ کو لینا یہ خریدنے کی طرح ہے۔

اور اسی طرح جب کوئی شخص بائع کی جانب سے تاوان کا ضامن ہوا ہے اور شفیع بھی وہی تھا۔تو اس کو شفعہ نہ ملے گا۔اور اسی

طرح جب بائع نے کوئی چیز سیل کی اور اس نے اپنے سوا کسی دوسرے کیلئے خیار شرط لگائی تو اسکے بعد وہ بیع مشروطہ نے نافذ کردی ہے اور شفیع بھی وہی تھا تو اس کیلئے بھی شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے نفاذ سے بیع مکمل ہو چکی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مشتری کی جانب سے جس کیلئے خیار شرط تھا۔ اس کی جانب سے بیع کو نافذ کردیا گیا ہو۔

شرح

علامہ خیرالدین رملی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب بھی طلب اشہاد پر قدرت ہوئی اور گواہی نہ بنائے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اول وقت میں طلب نہ کی اور محکمہ قضاء کی طرف چل پڑا اور قاضی کے پاس جا کر طلب کی شفعہ باطل ہوگا جبکہ قاضی کے ہاں طلب پہلی دو طلب کے بعد ہوتی ہے پہلی طلب مواثبت ہے دوسری طلب اشہاد ہے اور جب قاضی کے ہاں طلب کو پہلی دونوں یا ایک طلب سے مقدم کردیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا۔ اور میرے علم کے مطابق اس میں ہمارے ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ خیریہ کتاب الشفعۃ دارالمعرفۃ بیروت)

خبر قیمت کی تبدیلی کے سبب حکم شفعہ کی تبدیلی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَلَغَ الشَّفِيعَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَسَلَّمَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَقَلَّ أَوْ بِحِنْطَةٍ أَوْ شَعِيرٍ قِيمَتُهَا أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ فَتَسْلِيمُهُ بَاطِلٌ وَلَهُ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ إِنَّمَا سَلَّمَ لِاسْتِكْثَارِ الثَّمَنِ فِي الْأَوَّلِ وَلِتَعَذُّرِ الْجِنْسِ الَّذِي بَلَغَهُ وَتَيَسُّرِ مَا بِيعَ بِهِ فِي الثَّانِي إِذْ الْجِنْسُ مُخْتَلِفٌ ، وَكَذَا كُلُّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ أَوْ عَدَدِيٍّ مُتَقَارِبٍ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا عَلِمَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِعَرَضٍ ، قِيمَتُهُ أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ فِيهِ الْقِيمَةُ وَهِيَ دَرَاهِمُ أَوْ دَنَانِيرُ ، وَإِنْ بَانَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِدَنَانِيرَ قِيمَتُهَا أَلْفٌ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ ، وَكَذَا إِذَا كَانَتْ أَكْثَرَ .وَقَالَ زُفَرُ : لَهُ الشُّفْعَةُ لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ وَلَنَا أَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ فِي حَقِّ الثَّمَنِيَّةِ .

ترجمہ

اور جب شفیع کو یہ پتہ چلا کہ مکان ایک ہزار میں سیل ہوا ہے اور اس نے حق شفعہ کو ترک کردیا ہے اور اس کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ مکان ایک ہزار سے کم قیمت میں سیل ہوا ہے یا گندم یا جو کے بدلے میں فروخت ہوا ہے جس کی قیمت ایک ہزار سے کم یا زائد ہے تو اس کا ترک شفعہ کا حکم ختم ہو جائے گا اور اس کیلئے حق شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی صورت میں اس نے قیمت کو زیادہ سمجھ کر چھوڑا تھا اور دوسری صورت میں جنس ناممکن ہونے کی وجہ سے اور قیمت کے آسان ہونے کی وجہ سے شفعہ کو چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اجناس میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر کیل والی، موزونی اور عددی متقارب چیز کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب شفیع کو پتہ چلا کہ مکان ایسے سامان کے بدلے میں سیل ہوا ہے جس کی قیمت

ایک ہزار یا اس سے زائد ہے کیونکہ سامان میں قیمت واجب ہوا کرتی ہے۔ اور وہ دراہم یا دینار ہیں۔ اور جب اس کو یہ پتہ چلا کہ بعض دیناروں کے بدلے میں بیچا ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار ہے تو اس کیلئے شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب وہ ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جنس کے مختلف ہونے کے سبب شفیع کو شفعہ مل جائے گا۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ ثمن ہونے کے حق میں جنس متحد ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اسے بتایا گیا مشتری فلاں شخص، تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، پھر اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور ہے تو اسے شفعہ کا حق باقی ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ مشتری زید ہے تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ زید کے ساتھ کوئی دوسرا بھی مثلاً عمرو شریک ہے تو زید کے حق میں چھوڑنا صحیح ہوگا اور عمرو کے حصہ میں اسے شفعہ کا حق ہے۔

جوہر نیرہ نے اس کی یوں تفسیر کی ہے جب معلوم ہوا کہ مبیع کی قیمت ہزار ہے تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، بعد میں معلوم کہ ثمن اس سے کم ہے تو اس کا شفعہ قائم رہے گا، ہاں اگر ثمن ہزار یا زائد ہو تو پھر شفعہ نہ ہوگا ذخیرہ میں یوں ہے۔ اس قسم کے مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ شفعہ چھوڑنے کی غرض بعد میں تبدیل نہیں ہوتی تو چھوڑنا برقرار رہے گا اور شفعہ باطل ہوگا اور غرض تبدیل ہو جائے تو شفعہ باقی رہے گا اور ساقط نہ ہوگا، بدائع میں یوں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

اور جب شفیع کو یہ خبر ملی تھی کہ مکان ایک ہزار کو فروخت ہوا ہے اوس نے تسلیم شفعہ کر دی بعد میں معلوم ہوا کہ ہزار سے کم میں فروخت ہوا ہے یا ہزار روپے میں نہیں فروخت ہوا ہے بلکہ اتنے من گیہوں یا جو کے بدلے میں فروخت ہوا ہے اگرچہ ان کی قیمت ایک ہزار بلکہ ایک ہزار سے زیادہ ہو تو تسلیم صحیح نہیں بلکہ شفعہ کر سکتا ہے اور اگر بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ہزار روپے کی اشرفیوں کے عوض میں فروخت ہوا ہے یا عروض کے عوض میں فروخت ہوا جن کی قیمت ایک ہزار ہے تو شفعہ نہیں کر سکتا۔

اور جب شفیع کو یہ خبر ملی کہ ثمن از قبیل مکیل و موزون فلاں چیز ہے اور تسلیم شفعہ کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ مکیل و موزون کی دوسری جنس ثمن ہے تو شفعہ کر سکتا ہے اگرچہ اس کی قیمت اُس سے کم یا زیادہ ہو۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

خریدار کے بدلنے کے سبب شفعہ ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قِيلَ لَهُ إنَّ الْمُشْتَرِيَ فُلَانٌ فَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ غَيْرُهُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ) لِتَفَاوُتِ الْجِوَارِ (وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ هُوَ مَعَ غَيْرِهِ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَ غَيْرِهِ) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ لَمْ يُوجَدْ فِي حَقِّهِ (وَلَوْ بَلَغَهُ شِرَاءُ النِّصْفِ فَسَلَّمَ ثُمَّ ظَهَرَ شِرَاءُ الْجَمِيعِ فَلَهُ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ لِضَرَرِ الشَّرِكَةِ وَلَا شَرِكَةَ، وَفِي عَكْسِهِ لَا شُفْعَةَ فِي ظَاهِرِ

الرِّوَايَةِ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِي الْكُلِّ تَسْلِيمٌ فِي أَبْعَاضِهِ

ترجمہ

اور جب شفیع کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی خریدار ہے اور اس نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد اسکو یہ بتایا گیا ہے کہ نہیں خریدار کوئی دوسرا شخص ہے تو اب اس کو شفعہ ملے گا کیونکہ ہمسائیگی میں فرق ہونے کا سبب ہے۔ اور جب اس کو یہ پتہ چلا کہ فلاں آدمی کے ساتھ کوئی دوسرا مشتری بھی ہے تو شفیع کیلئے اس دوسرے آدمی کیلئے حصہ لینے میں اختیار ہوگا۔ کیونکہ دوسرے شخص کے حق میں سپردگی نہیں پائی گئی ہے۔

اور جب شفیع کو نصف مکان کے سیل ہونے کا پتہ چلا اور اس نے شفعہ کو چھوڑ نا ظاہر کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو پتہ چلا کہ مکان سارا سیل ہو رہا ہے تو اس کو حق شفعہ ملے گا۔ کیونکہ ترک کرنا یہ شرکت میں نقصان کے سبب سے تھا۔ اور یہاں کوئی شرکت نہیں ہے۔ جبکہ اس مسئلہ کے برعکس ظاہر الروایت کے مطابق حق شفعہ نہ ملے گا۔ کیونکہ سارے کو حوالے کرنا یہ بعض کو سپرد کرنے کی طرح ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب اس کو یہ خبر ملی تھی کہ مشتری زید ہے اس نے تسلیم کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہے تو شفعہ کرسکتا ہے اور اگر بعد کو معلوم ہوا کہ زید و عمرو دونوں مشتری ہیں تو زید کے حصہ میں نہیں کرسکتا عمرو کے حصہ میں کرسکتا ہے۔

شفیع کو خبر ملی تھی کہ نصف مکان فروخت ہوا ہے اُس نے تسلیم شفعہ کر دی بعد میں معلوم ہوا کہ پورا مکان فروخت ہوا تو شفعہ کرسکتا ہے اور اگر پہلے یہ خبر تھی کہ کل فروخت ہوا اُس نے تسلیم کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ نصف فروخت ہوا تو شفعہ نہیں کرسکتا۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

یہ اُس صورت میں ہے کہ کل کا جو ثمن تھا اُتنے ہی میں نصف کا فروخت ہونا معلوم ہوا اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ نصف کا ثمن کل کے ثمن کا نصف ہے تو شفعہ کرسکتا ہے مثلاً پہلے یہ خبر ملی تھی کہ پورا مکان ایک ہزار میں فروخت ہوا اور اب یہ معلوم ہوا کہ نصف مکان پانسو میں فروخت ہوا تو شفعہ ہوسکتا ہے پہلے کی تسلیم مانع نہیں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل سقوط شفعہ کے حیلوں کے بیان میں ہے﴾

فصل سقوط شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں سے ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جن کے سبب سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس کو حیلہ یا ذریعہ بھی کہتے ہیں البتہ حیلہ یا ذریعہ یہ سقوط شفعہ میں خاص ہے۔ پس اس سبب کے پیش نظر اس کو الگ فصل میں بیان کیا گیا ہے تا کہ اس کی معرفت انفرادی طور پر سمجھ لی جائے۔

انقطاع ہمسائیگی کے سبب عدم شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ دَارًا إلَّا مِقْدَارَ ذِرَاعٍ مِنْهَا فِي طُولِ الْحَدِّ الَّذِي يَلِي الشَّفِيعَ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ) لِانْقِطَاعِ الْجِوَارِ ، وَهَذِهِ حِيلَةٌ ، وَكَذَا إذَا وَهَبَ مِنْهُ هَذَا الْمِقْدَارَ وَسَلَّمَهُ إلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا ، قَالَ (وَإِذَا ابْتَاعَ مِنْهَا سَهْمًا بِثَمَنٍ ثُمَّ ابْتَاعَ بَقِيَّتَهَا فَالشُّفْعَةُ لِلْجَارِ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي) لِأَنَّ الشَّفِيعَ جَارٌ فِيهِمَا ، إلَّا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ فِي الثَّانِي شَرِيكٌ فَيَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ ، فَإِنْ أَرَادَ الْحِيلَةَ ابْتَاعَ السَّهْمَ بِالثَّمَنِ إلَّا دِرْهَمًا مَثَلًا وَالْبَاقِي بِالْبَاقِي ،

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی مکان سیل کیا اور اس میں سے ایک گز کی مقدار کے برابر لمبائی شفیع سے متصل جگہ کو نہ بیچا تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ انقطاع جوار ہے۔ اور یہ ایک طرح کا حیلہ ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے اتنی مقدار کو ہبہ کر دیا ہے یا اس کو موہوب لہ کے سپرد کر دیا ہے تو یہ اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب کسی شخص نے مکان کا ایک حصہ سیل کر کے بقیہ حصے کو قیمت دیکر واپس لے لیا ہے تو ہمسائے کو پہلے حصہ میں شفعہ مل جائے گا کیونکہ شفیع دونوں حصوں میں ہمسایہ ہے۔ مگر دوسرے حصے میں مشتری کی شرکت کے سبب شفعہ نہ ملے گا کیونکہ وہ شفیع پر مقدم ہے۔ اور اگر حیلہ کرنا چاہے تو وہ مکان کے ایک حصے کو ایک درہم کے سوا ساری قیمت میں خرید لے۔ اس کے بعد بقیہ کو بقیہ کے بدلے میں حاصل کر لے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی زمین فروخت کی مگر شفیع کی حد کی طرف ایک گز کو فروخت نہ کیا تو

پڑوسی کوشفعہ کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس کی حد سے اتصال نہ پایا گیا، اور یوں ہی اگر اس نے اتنا حصہ مشتری کو ہبہ کردیا اور قبضہ دے دیا۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت، کتاب شفعہ، مطبع مجتبائی دہلی)

ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد بیع کے بعد مشتری کو ہبہ کرنا ہے اس پر قرینہ للمشتری کا لفظ ہے اور یونہی اگر وہ اتنا حصہ اس نے بعد میں مشتری کوفروخت کردیا ہو، کیونکہ وہ مشتری اب حقوق میں شریک ہو چکا ہے اس لئے اب پڑوسی کوشفعہ کا حق نہ ہوگا اھ یعنی شفعہ نہ ہونے میں وہ صورت کہ بائع نے پہلی بیع میں سے باقیماندہ گز کو پہلے مشتری کے پاس فروخت کیا تو ہبہ کی طرح پڑوسی کا شفعہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مشتری پہلے قطعہ کو خریدنے کی بناء پر دوسرے باقیماندہ حصہ کے حق میں شریک ہوگیا تو اگر چہ جگہ کے پڑوسی کو پڑوس کی وجہ سے اس باقیماندہ میں اتصال ہے لیکن اس کا شفعہ نہیں کیونکہ مشتری حقوق میں شریک بن گیا لہذا اس کے مقابلہ میں محض پڑوسی کو حق شفعہ نہ رہا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت)

اسی میں ہے: مشتری الذراع صار شریکا فی الحقوق فیقدم علی الجار کما قدمناه۔ باقی ماندہ گز میں مشتری حقوق کا شریک ہوگیا لہذا وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حیلہ کے ذریعے اسقاط واشکال کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے شفیع سے متصل ایک گز چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو عدم اتصال کی وجہ سے شفعہ نہ ہو سکے گا، فتاویٰ شامی، کتاب شفعہ، بیروت میں ہے اس حیلہ پر سائحانی نے اشکال پیش کیا جس کو شرنبلالی نے عیون المسائل سے نقل کیا کہ کسی نے بڑی حویلی جو کہ کئی چھوٹے کمروں پر مشتمل ہے میں سے یک چھوٹا مکان فروخت کیا تو اس حویلی کے پڑوسی کوشفعہ کا حق ہےکیونکہ وہ مبیع مکان حویلی کا حصہ ہے تو پوری حویلی کا پڑوسی اس مبیع کا پڑوسی ہے اگر چہ یہ مبیع مکان پڑوسی سے متصل ہی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عیون المسائل کا ذکر کردہ خود مشکل ہے نہ کہ جو یہاں مذکور ہے۔ غور کرو، علامہ شامی نے جو بیان کیا وہ ختم ہوا، میں نے شامی پر حاشیہ لکھا ہے کہ محشی یعنی علامہ شامی نے کتاب کی ابتداء میں قہستانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ مبیع سے متصل اگر حکمی طور بھی ہو تو وہ متصل حصہ اور حویلی فروخت شدہ کا انتہائی حصہ شفعہ میں برابر ہیں مثلاً کسی نے حویلی میں سے ایک کمرہ فروخت کیا تو اس کمرہ سے متصل حصہ سمیت تمام دار شفعہ میں برابر ہے۔ یہ عیون المسائل میں مذکور کی مثل ہے اور اسی کی مثل ہندیہ میں ہے محیط سے انھوں نے خصاف کی شرح ادب القاضی سے نقل کیا ہے۔ اس کے اشکال کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہی تمام معتمد کتب مذہب متون وشروح اور فتاویٰ میں تصریح شدہ ہے تو جو ان کی تصریحات کے خلاف ہے وہ مشکل ہے نہ کہ یہ مشکل ہے۔

میں کہتا ہوں یہاں پر ذکر کردہ کی تائید میں تمام متون کی نصوص ہیں کہ شفعہ کا سبب خرید کردہ چیز شفیع کی ملکیت کا اتصال ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ جب خرید کردہ چیز شفیع کی ملکیت سے علیحدہ فاصلہ پر ہو تو اتصال نہ ہوگا جبکہ بالواسطہ اتصال کافی نہیں ہے ورنہ پڑوسی کا پڑوسی غیر اتصال والا بھی شفیع بن جائے گا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اس پر یہ بیان وارد نہیں ہو سکتا جس کی

تصریح یوں ہے کہ ایک بالشت کا اتصال جمیع حدود کا اتصال اور یہ اس لیے کہ چیز کی جز سے اتصال چیز سے اتصال ہے لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کہ ایک جز سے اتصال اس کی دوسری جز سے اتصال ہے۔ آپ دیکھ رہے کہ عمامہ کا اتصال سر سے ہونے کی وجہ زید کے پاؤں سے اتصال نہیں اور زید کے پاؤں کو اس کے جوتے کا اتصال ہے اس کے سر سے اتصال نہیں ہے۔ تو واضح ہوگیا کہ عیون المسائل والی روایت مشکل ہے اور حاصل یہ کہ جب کل مبیع ہو تو اس کی کسی جز کا اتصال شفعہ کے لئے کافی ہے اور جب کوئی معین جز مبیع ہو تو اس مبیع کی دوسری جزء کا اتصال کافی نہیں کیونکہ جزء کے اتصال سے کل کا اتصال مجمل ہوتا ہے نہ کہ ہر ہر جزء سے فرداً فرداً ہوتا ہے۔ تو یوں دونوں صورتوں میں مختلف ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب شفعہ، لاہور)

قیمت میں دی گئی چیز کے تبدیل ہونے میں شفعہ کا بیان

وَإِنْ ابْتَاعَهَا بِثَمَنٍ ثُمَّ دَفَعَ إِلَيْهِ ثَوْبًا عِوَضًا عَنْهُ فَالشُّفْعَةُ بِالثَّمَنِ دُونَ الثَّوْبِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ آخَرُ، وَالثَّمَنُ هُوَ الْعِوَضُ عَنْ الدَّارِ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذِهِ حِيلَةٌ أُخْرَى تَعُمُّ الْجِوَارَ وَالشَّرِكَةَ فَيُبَاعُ بِأَضْعَافِ قِيمَتِهِ وَيُعْطَى بِهَا ثَوْبٌ بِقَدْرِ قِيمَتِهِ، إلَّا أَنَّهُ لَوْ اسْتَحَقَّتْ الْمَشْفُوعَةُ يَبْقَى كُلُّ الثَّمَنِ عَلَى مُشْتَرِي الثَّوْبِ لِقِيَامِ الْبَيْعِ الثَّانِي فَيَتَضَرَّرُ بِهِ وَالْأَوْجَهُ أَنْ يُبَاعَ بِالدَّرَاهِمِ الثَّمَنُ دِينَارٌ حَتَّى إذَا اسْتَحَقَّ الْمَشْفُوعُ يَبْطُلُ الصَّرْفُ فَيَجِبُ رَدُّ الدِّينَارِ لَا غَيْرُ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے مکان کو ثمن کے بدلے میں خریدا اور اس کے بعد اس نے بائع کو ثمن کے بدلے میں کپڑا دے دیا ہے تو شفعہ ثمن کے بدلے میں ہوگا کپڑے کے بدلے میں نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دوسرا عقد ہے جبکہ مکان کا بدلہ ثمن ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ ایک دوسرا حیلہ ہے جو ہمسائے اور شرکت دونوں کو شامل ہے۔ کہ مکان کو اس کی قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت میں سیل کر دیا جائے اور اس کی قیمت کی مقدار کے برابر کپڑا دے دیا جائے مگر جب وہ مشفوعہ مکان کس کا مستحق بن جائے تو مشتری پر کپڑا اور قیمت باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ ابھی دوسری بیع باقی ہے پس بائع کو اس سے نقصان ہوگا اور زیادہ احسن یہ ہے کہ ثمن والے دراہم کے بدلے میں ایک دینار سیل کر دیا جائے تا کہ جب کوئی اس مکان میں کوئی حق ثابت ہو تو صرف بیع باطل ہو جائے اور واپسی محض دینار ہو۔

شرح

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفعہ ہر اس چیز میں مقرر فرمایا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو، جب حد بندی ہوگئی اور راستے پھیر دیئے گئے تو اس صورت میں شفعہ نہیں ہے اور بعض لوگوں

نے کہا ہے کہ شفعہ پڑوسیوں کے لئے ہے پھر اپنی ہی پیش کی ہوئی دلیل کا باطل قرار دیا اور کہا کہ اگر کوئی شخص مکان خریدے اور اس کو خطرہ ہو کہ پڑوسی شفعہ کی بنا پر لے لے گا چنانچہ اسنے اس مکان کے سو حصوں میں سے ایک حصہ خرید لیا، پھر اس کے باقی کو خرید لیا اور پڑوسی کے لئے شفعہ کا حق پہلے حصے میں ہے باقی گھر میں اس کو شفعہ کا حق نہیں تو اس خریدار کیلئے اسی طرح کا حیلہ کرنے کا اختیار ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1879)

اسقاط شفعہ میں حیلہ کے مکروہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُكْرَهُ الْحِيلَةُ فِي إِسْقَاطِ الشُّفْعَةِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَتُكْرَهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ) ؛ لِأَنَّ الشُّفْعَةَ إِنَّمَا وَجَبَتْ لِدَفْعِ الضَّرَرِ ، وَلَوْ أَبَحْنَا الْحِيلَةَ مَا دَفَعْنَاهُ وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ مَنَعَ عَنْ إِثْبَاتِ الْحَقِّ فَلَا يُعَدُّ ضَرَرًا ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْحِيلَةُ فِي إِسْقَاطِ الزَّكَاةِ

ترجمہ

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک شفعہ کو ساقط کرنے کیلئے حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ شفعہ نقصان کو دور کرنے کیلئے ثابت ہوا ہے۔ اور اگر ہم اس کو مباح قرار دیں تو نقصان دور نہ ہوگا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حیلہ ایک حق کو ثابت کرنے سے روکنے کا نام ہے پس اس کو نقصان شمار نہ کیا جائے گا اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے والا حیلہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

شرح

حضرت عمرو بن شرید، ابو رافع سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ سعد نے ان سے ایک گھر چار سو مثقال میں خریدا اور کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہ سنتا کہ پڑوسی شفع کا زیادہ مستحق ہے تو میں تم کو نہ دیتا اور بعض لوگوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی گھر کا ایک حصہ خرید کرے اور اس میں شفعہ کو باطل کرنا چاہے تو اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کردے تو اس پر قسم بھی لازم نہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1881)

حضرت ابراہیم بن میسرہ عمرو بن شرید سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ مسور بن مخرمہ آئے اور اپنا ہاتھ میرے کاندھے پر رکھا، میں ان کے ساتھ سعد کی طرف روانہ ہوا، ابو رافع نے مسور سے کہا کہ آپ سعد سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ اس کوٹھری کو خرید لیں جو میرے گھر میں ہے انہوں نے کہا کہ میں چار سو درہم سے زیادہ نہیں دے سکتا وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے یعنی قسطوں میں دوں گا، ابو رافع نے کہا میں نے نہیں دیا اور اگر نبی کو فرماتے ہوئے نہ سنتا کہ پڑوسی شفعہ کا زیادہ مستحق ہے تو میں اس کو تمہارے ہاتھ نہ بیچتا یا کہا کہ میں تم کو نہ دیتا، میں نے سفیان سے کہا کہ معمر نے اس طرح بیان کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ لیکن مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور بعض نے کہا کہ جب کوئی آدمی مکان بیچنا چاہتا ہے تو وہ حق شفعہ کو باطل کرنے کے لئے یہ حیلہ اختیار کر سکتا ہے کہ بائع

مشتری کو وہ مکان ہبہ کر دے اور اس کی حد کو کھینچ دے اور اس کو دے دے اور خریدار اس کو ایک ہزار درہم معاوضہ دے دے تو شفیع کو اس میں حق شفعہ نہ رہے گا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1880)

حیلہ شفعہ کا حیلہ زکوٰۃ پر قیاس کرنے کا بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مسجد کی تعمیر یا کفنِ میت پر زکوٰۃ نہیں لگتی اور حیلہ یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دی جائے، پھر اسے ان کاموں میں خرچ کرنے کا کہا جائے، کیا اس فقیر کیلئے اس دینے والے کے حکم کی خلاف ورزی جائز ہے، میری نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں ظاہر یہی ہے کہ فقیر اس کے خلاف کر سکتا ہے۔ (درمختار، ج ا، ص ۱۴۱، باب المصرف، مجتبائی دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ صاحب نہر نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ حُرمت تملیک کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ رحمتی نے فرمایا: ظاہر یہی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ اس نے فقیر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر اسے مالک بنا دیا اور ساتھ شرط فاسد کا اضافہ کر دیا حالانکہ ہبہ اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔

(ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، مصطفیٰ البابی مصر)

پھر جب صریح شرط باوجود خلوصِ نیت اداء زکوٰۃ میں خلل انداز نہیں تو ایسا برتاؤ جو بظاہر معنیٔ شرط پر دلالت کرے مثلاً جب یہاں رہے تو دے اور نہ رہے تو نہ دے، بدرجہ اولیٰ باعث خلل نہ ہوگا۔

علامہ علی بن عثمان زیلعی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ اگر کسی کا فقیر پر قرض تھا معاف کر کے قرض سے اسے بری کر دیا تو اس قرض کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی کیونکہ ہلاک ہونے والے مال کی طرح ہے اور اگر کچھ معاف کیا تو مذکورہ دلیل کی بنا پر اتنے حصہ کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی لیکن باقی حصہ کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگر چہ وہ ساقط ہونیوالے حصہ کو باقی کی زکوٰۃ میں شمار کرے کیونکہ ساقط ہونے والا مال نہیں اور باقی رہنے والے کا مال ہونا ممکن ہے اور بقیہ حصہ اس سے بہتر ہے لہذا اس سے اسقاط جائز نہ ہوگا۔

(تبیین الحقائق، کتاب الزکوٰۃ، الامیریہ مصر)

﴿یہاں شفعہ کے مسائل متفرقہ کا بیان ہوگا﴾

شفعہ کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے اس فصل کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہاں مسائل میں باہمی احکام و کیفیات میں مغایرت ہے۔لہذا ان کے درمیان فصل کرنا مناسب ہے اسی لئے مصنف فصل کو ذکر کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔اور ان مسائل کو منثورہ متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔(البنایہ شرح الہدایہ،۵،ص،۴۲۸،حقانیہ ملتان)

مشترکہ پانچ خریداروں پر شفعہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى خَمْسَةُ نَفَرٍ دَارًا مِنْ رَجُلٍ فَلِلشَّفِيعِ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَ أَحَدِهِمْ ، وَإِنْ اشْتَرَاهَا رَجُلٌ مِنْ خَمْسَةٍ أَخَذَهَا كُلَّهَا أَوْ تَرَكَهَا) وَالْفَرْقُ أَنَّ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي بِأَخْذِ الْبَعْضِ تَتَفَرَّقُ الصَّفْقَةُ عَلَى الْمُشْتَرِي فَيَتَضَرَّرُ بِهِ زِيَادَةَ الضَّرَرِ ، وَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَقُومُ الشَّفِيعُ مَقَامَ أَحَدِهِمْ فَلَا تَتَفَرَّقُ الصَّفْقَةُ ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ مَا إذَا كَانَ قَبْلَ الْقَبْضِ أَوْ بَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ ، إلَّا أَنَّ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يُمْكِنُهُ أَخْذُ نَصِيبِ أَحَدِهِمْ إذَا نَقَدَ مَا عَلَيْهِ مَا لَمْ يَنْقُدْ الْآخَرُ حِصَّتَهُ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إلَى تَفْرِيقِ الْيَدِ عَلَى الْبَائِعِ بِمَنْزِلَةِ أَحَدِ الْمُشْتَرِيَيْنِ ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ سَقَطَتْ يَدُ الْبَائِعِ ، وَسَوَاءٌ سَمَّى لِكُلِّ بَعْضٍ ثَمَنًا أَوْ كَانَ الثَّمَنُ جُمْلَةً ، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ فِي هَذَا لِتَفْرِيقِ الصَّفْقَةِ لَا لِلثَّمَنِ ، وَهَاهُنَا تَفْرِيعَاتٌ ذَكَرْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى

ترجمہ

اور جب پانچ بندوں نے مل کوئی مکان خریدا ہے توشفیع ان میں سے کسی ایک سے حق شفعہ لینے میں مختار ہوگا۔ اور جب ایک آدمی نے پانچ بندوں سے کوئی مکان خریدا توشفیع سارا مکان لے جائے گا۔ یا سارا مکان چھوڑ دے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ دوسری صورت میں مکان کا بعض حصہ لینے سے مشتری پر عقد متفرق ہو جائے گا۔ جس کے سبب اس کو سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور پہلی صورت مسئلہ میں اس کو کسی ایک مشتری کے قائم مقام کیا گیا ہے پس اس میں اس کا عقد متفرق نہ ہوگا۔

جبکہ شفیع کا کسی مشتری کے حصہ سے لینے میں قبضہ سے قبل یا بعد میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ ہاں البتہ جب کسی شخص نے اپنے ذمہ سے نقد ادا کر دیا ہے تو خریدار کیلئے اس کا حصہ لینا ممکن نہ ہوگا جب تک کوئی دوسرا بھی اپنے حصے کی قیمت ادا نہ کرے۔ کہ یہ دونوں مشتریوں میں سے کسی کے حکم میں ہو کر بائع پر قبضہ میں فرق کرنے میں جھگڑا کرنے والا نہ ہو۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب قبضہ کے بعد ہو۔ کیونکہ اب بائع کا قبضہ ساقط ہو چکا ہے اگر چہ بائع نے ہر چیز کی قیمت کو معین کر دیا ہے یا مجموعی طور پر قیمت کو معین کیا ہے۔ کیونکہ اس میں عقد کے فرق کا اعتبار ہے قیمت کا اعتبار نہیں ہے۔ اور یہاں اور بہت سے تفریعات موجود ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب ''کفایہ منتہی'' میں بیان کیا ہے۔

شرح

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک گھر میں چند آدمی شریک ہوں اور ایک آدمی ان میں سے اپنا حصہ بیچے سب شرکاء کی غیبت میں مگر ایک شریک کی موجودگی میں اب جو شریک موجود اس سے کہا جائے تو شفعہ لیتا ہے یا نہیں لیتا۔ وہ کہے بالفعل میں اپنے حصے کے موافق لے لیتا ہوں بعد اس کے جب میرے شریک آئیں گے وہ اپنے حصوں کو خرید کریں گے تو بہتر۔ نہیں تو میں کل شفعہ لے لوں گا تو یہ نہیں ہوسکتا بلکہ جو شریک موجود ہے اس سے صاف کہہ دیا جائے گا یا تو شفعہ کل لے لے یا چھوڑ دے اگر وہ لے لے گا تو بہتر نہیں تو اس کا شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے مشترک زمین میں سے ایک حصہ خرید کیا اور سب شفیعوں نے شفعے کا عدوئی چھوڑ دیا مگر ایک شفیع نے شفعہ طلب کیا تو اس شفیع کو چاہیے کہ پورا حصہ مشتری کا لے لے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے حصے کہ موافق اس میں سے لے لے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1303)

غیر مقسوم نصف مکان کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى نِصْفَ دَارٍ غَيْرَ مَقْسُومٍ فَقَاسَمَهُ الْبَائِعُ أَخَذَ الشَّفِيعُ النِّصْفَ الَّذِي صَارَ لِلْمُشْتَرِي أَوْ يَدَعُ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ مِنْ تَمَامِ الْقَبْضِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَكْمِيلِ الِانْتِفَاعِ وَلِهَذَا يَتِمُّ الْقَبْضُ بِالْقِسْمَةِ فِي الْهِبَةِ ، وَالشَّفِيعُ لَا يَنْقُضُ الْقَبْضَ وَإِنْ كَانَ لَهُ نَفْعٌ فِيهِ

بِعَوْدِ الْعُهْدَةِ عَلَى الْبَائِعِ ، فَكَذَا لَا يُنْقَضُ مَا هُوَ مِنْ تَمَامِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ نَصِيبَهُ مِنَ الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ وَقَاسَمَ الْمُشْتَرِيَ الَّذِي لَمْ يَبِعْ حَيْثُ يَكُونُ لِلشَّفِيعِ نَقْضُهُ ، لِأَنَّ الْعَقْدَ مَا وَقَعَ مَعَ الَّذِي قَاسَمَ فَلَمْ تَكُنْ الْقِسْمَةُ مِنْ تَمَامِ الْقَبْضِ الَّذِي هُوَ حُكْمُ الْعَقْدِ بَلْ هُوَ تَصَرُّفٌ بِحُكْمِ الْمِلْكِ فَيَنْقُضُهُ الشَّفِيعُ كَمَا يَنْقُضُ بَيْعَهُ وَهِبَتَهُ ، ثُمَّ إِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْكِتَابِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الشَّفِيعَ يَأْخُذُ النِّصْفَ الَّذِي صَارَ لِلْمُشْتَرِي فِي أَيِّ جَانِبٍ كَانَ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ، لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَمْلِكُ إِبْطَالَ حَقِّهِ بِالْقِسْمَةِ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ إِنَّمَا يَأْخُذُهُ إِذَا وَقَعَ فِي جَانِبِ الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا لِأَنَّهُ لَا يَبْقَى جَارًا فِيمَا يَقَعُ فِي الْجَانِبِ الْآخَرِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے غیر مقسوم نصف مکان کو خریدا ہے اور اس کے بعد بائع نے اس کو تقسیم کیا ہے تو شفیع وہ نصف لے گا جو مشتری کیلئے ہوگا۔ یا اس کو چھوڑ دے گا۔ کیونکہ تقسیم یہ بھی قبضہ مکمل ہونے میں سے ہے۔ کیونکہ اس میں نفع کا مکمل ہونا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ ہبہ میں تقسیم کے سبب قبضہ مکمل ہو جاتا ہے۔ جبکہ شفیع قبضہ کو توڑنے والا نہیں ہے۔ خواہ بائع پر ذمہ داری کے سبب قبضہ توڑنے میں شفیع کا فائدہ ہے۔ اور اسی طرح شفیع ہر اس چیز کو نہیں توڑ سکے گا جو قبضہ سے مکمل ہونے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) بہ خلاف اس صورت کے جب مشترکہ مکان میں سے کسی بھی شریک نے اپنے حصے کا مکان بیچ دیا ہے یا ایسے شریک سے بانٹا ہے۔ جس نے اپنا حصہ تقسیم نہ کیا ہے۔ وہاں شفیع کو تقسیم توڑنے کا حق ہوگا۔ کیونکہ خریدار نے جس کے ساتھ تقسیم کیا ہے اس کے ساتھ عقد واقع نہیں ہوا ہے۔ پس یہ تقسیم قبضہ مکمل نہ ہونے میں سے نہیں ہے۔ جو عقد کا حکم ہے۔ لیکن ملکیت کے حکم کے ساتھ یہ مشتری کا تصرف ہے۔ تو شفیع اس کو توڑ دے گا۔ جس طرح وہ مشتری کی بیع اور اس کے ہبہ کو توڑ دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد جامع صغیر میں اس جواب کا اطلاق اس بات کا ترجمان ہے کہ شفیع مشتری والے نصف کو لے گا۔ اگر چہ وہ کسی بھی جانب سے ہو۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ مشتری تقسیم کی تقسیم کے ذریعے اس کا حق باطل کرنے میں مالک نہ بن سکے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شفیع نصف اسی وقت لے گا جبکہ وہ اس کے مکان میں برابر واقع ہو۔ جس کے سبب وہ شفعہ کا حقدار بن رہا ہے۔ کیونکہ دوسری جانب سے وہ پڑوسی نہیں رہ جائے گا۔

شرح

اور جب شفیع کو خبر ملی تھی کہ نصف مکان فروخت ہوا ہے اُس نے تسلیم شفعہ کر دی بعد میں معلوم ہوا کہ پورا مکان فروخت ہوا تو

شفعہ کرسکتا ہے اور اگر پہلے یہ خبر تھی کہ کل فروخت ہوا اُس نے تسلیم کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ نصف فروخت ہوا تو شفعہ نہیں کر سکتا۔ اُس صورت میں ہے کہ کل کا جو ثمن تھا اُتنے ہی میں نصف کا فروخت ہونا معلوم ہوا اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ نصف کا ثمن کل کے ثمن کا نصف ہے تو شفعہ کرسکتا ہے مثلاً پہلے یہ خبر ملی تھی کہ پورا مکان ایک ہزار میں فروخت ہوا اور اب یہ معلوم ہوا کہ نصف مکان پانسو میں فروخت ہوا تو شفعہ ہوسکتا ہے پہلے کی تسلیم مانع نہیں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

ماذون غلام کیلئے حق شفعہ ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا وَلَهُ عَبْدٌ مَأْذُونٌ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلَهُ الشُّفْعَةُ ، وَكَذَا إذَا كَانَ الْعَبْدُ هُوَ الْبَائِعَ فَلِمَوْلَاهُ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّ الْأَخْذَ بِالشُّفْعَةِ تَمَلُّكٌ بِالثَّمَنِ فَيَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الشِّرَاءِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مُفِيدٌ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ لِلْغُرَمَاءِ ، بِخِلَافِ مَا إذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّهُ يَبِيعُهُ لِمَوْلَاهُ ، وَلَا شُفْعَةَ لِمَنْ يَبِيعُ لَهُ .

ترجمہ

اور جس شخص نے کوئی مکان سیل کیا اور اس کا ایک ماذون غلام ہے۔ جو مقروض ہے تو اس غلام کو حق شفعہ ملے گا۔ اور اسی طرح جب غلام بائع ہو اس کے آقا کو حق شفعہ ملے گا۔ کیونکہ شفعہ میں لینا ثمن کا مالک بننا ہے۔ پس اس کو شراء کے حکم میں داخل کیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس کا شفعہ لینا فائدے مند ہے۔ کیونکہ غلام اپنے قرض خواہوں کیلئے تصرف کرنے والا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب غلام پر قرض نہ ہو۔ کیونکہ اس وقت غلام مبیع کو اپنے آقا کیلئے بیچنے والا ہوگا۔ اور جس کیلئے فروخت کی جائے اس کو شفعہ نہیں ملا کرتا۔

باپ یا وصی کا حق شفعہ کو چھوڑ دینے میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَتَسْلِيمُ الْأَبِ وَالْوَصِيِّ الشُّفْعَةَ عَلَى الصَّغِيرِ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : هُوَ عَلَى شُفْعَتِهِ إذَا بَلَغَ) قَالُوا : وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إذَا بَلَغَهُمَا شِرَاءُ دَارٍ بِجِوَارِ دَارِ الصَّبِيِّ فَلَمْ يَطْلُبَا الشُّفْعَةَ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ تَسْلِيمُ الْوَكِيلِ بِطَلَبِ الشُّفْعَةِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الْوَكَالَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِمُحَمَّدٍ وَزُفَرَ أَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِلصَّغِيرِ فَلَا يَمْلِكَانِ إبْطَالَهُ كَدِيَتِهِ وَقَوَدِهِ ، وَلِأَنَّهُ شُرِعَ لِدَفْعِ الضَّرَرِ فَكَانَ إبْطَالُهُ إضْرَارًا بِهِ وَلَهُمَا أَنَّهُ فِي مَعْنَى التِّجَارَةِ فَيَمْلِكَانِ تَرْكَهُ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ مَنْ أَوْجَبَ بَيْعًا لِلصَّبِيِّ صَحَّ رَدُّهُ مِنْ الْأَبِ وَالْوَصِيِّ ، وَلِأَنَّهُ دَائِرٌ بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ ، وَقَدْ يَكُونُ النَّظَرُ

فِي تَرْكِهِ لِيَبْقَى الثَّمَنُ عَلَى مِلْكِهِ وَالْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ فَيَمْلِكَانِهِ وَسُكُوتُهُمَا كَإِبْطَالِهِمَا لِكَوْنِهِ دَلِيلَ الْإِعْرَاضِ ، وَهَذَا إِذَا بِيعَتْ بِمِثْلِ قِيمَتِهَا ، فَإِنْ بِيعَتْ بِأَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ قِيلَ جَازَ التَّسْلِيمُ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ تَمَحَّضَ نَظَرًا وَقِيلَ لَا يَصِحُّ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْأَخْذَ فَلَا يَمْلِكُ التَّسْلِيمَ كَالْأَجْنَبِيِّ ، وَإِنْ بِيعَتْ بِأَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهَا مُحَابَاةً كَثِيرَةً ، فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ التَّسْلِيمُ مِنْهُمَا أَيْضًا وَلَا رِوَايَةَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور چھوٹے کی جانب سے باپ یا وصی کا شفعہ کو چھوڑ دینے کو ظاہر کرنا شیخین کے نزدیک جائز ہے۔حضرت امام محمد اور امام زفر علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ بالغ ہونے تک وہ اپنے شفعہ پر ثابت رہے گا۔مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اسی اختلاف کے مطابق وہ مسئلہ بھی ہے کہ جب باپ یا وصی کو بچے کے گھر کے برابر میں کسی مکان کی سیل کی خبر سنی اور ان لوگوں نے شفعہ بھی طلب نہیں کیا۔اور کتاب وکالہ کی ایک روایت کے مطابق طلب شفعہ کے وکیل کا شفعہ کو چھوڑنا بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔اور زیادہ صحیح یہی ہے

حضرت امام محمد اور امام زفر علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ چھوٹے کیلئے ثابت شدہ حق ہے پس باپ اور وصی کے ابطال کا مالک نہ ہوں گے۔جس طرح یہ لوگ اس کی دیت اور اس کے قصاص کو باطل کرنے کے مالک نہیں ہیں۔کیونکہ شفعہ کا حق نقصان کو دور کرنے کیلئے مشروع ہوا ہے۔اور اس کو باطل کرنے میں بچے کو نقصان دینا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ کرنا یہ تجارت کے حکم میں ہے پس باپ اور وصی کو شفعہ چھوڑنے کا اختیار ہوگا۔آپ غور کریں کہ جس شخص نے بچے کیلئے بیع کا ایجاب کیا ہے تو باپ اور وصی کو اس کی جانب سے واپس کرنا صحیح ہے۔کیونکہ شفعہ کا کرنا یا نہ کرنا نفع ونقصان کے درمیان میں ہے۔کیونکہ کبھی کبھی شفعہ کو چھوڑ دینے میں اچھائی ہوتی ہے۔کہ بچے کی ملکیت پر قیمت برقرار رہ جائے۔ جبکہ ولایت ایک نظری چیز ہے پس باپ اور وصی یہ دونوں شفعہ کو چھوڑنے کے مالک ہیں۔اور ان کو سکوت یہ تصریح کے مطابق ابطال کی طرح ہے۔کیونکہ خاموشی یہ پھر جانے کی علامت ہے۔

اور یہ اختلاف اس وقت بنے گا جب مکان کو اس کی مثلی قیمت کے بدلے میں سیل کیا جائے۔مگر جب مکان کو اس کی قیمت سے زائد قیمت میں سیل کیا جائے تو اس کا سبب یہ ہے اس زیادہ میں لوگ نقصان کو برداشت نہ کر سکتے ہوں تو ایک قول کے مطابق بہ اتفاق باپ ووصی کیلئے ترک شفعہ جائز ہے۔کیونکہ اب صرف نظری موقع ہے۔جبکہ دوسرے قول کے مطابق بہ اتفاق ترک شفعہ صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اجنبی کی طرح ولی اخذ شفعہ کا مالک نہیں ہے۔اور جب وہ زیادہ قیمت میں سیل ہوا ہے تو اس کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کی جانب سے ترکہ شفعہ درست نہ ہوگا۔جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس بارے

میں کوئی روایت بیان نہیں کی گئی۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور نابالغ بچہ کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے بلکہ جو بچہ ابھی پیٹ میں ہے اوس کو بھی یہ حق حاصل ہے جب کہ جائداد کی خریداری سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہوگیا ہو اور اگر شکم میں بچہ ہے اور اس کا باپ مرگیا اور یہ جائداد کا وارث ہوا اور اس کے باپ کے مرنے کے بعد جائداد فروخت ہوئی تو اگر چہ وقت خریداری سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہو شفعہ کا بھی اسے حق ملے گا۔ اور جب نابالغ کے لیے جب حق شفعہ ہے تو اس کا باپ یا باپ کا وصی یہ نہ ہو تو دادا پھر اس کے بعد اس کا وصی یہ بھی نہ ہو تو قاضی نے جس کو وصی مقرر کیا ہو وہ شفعہ کو طلب کریگا اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو یہ خود بالغ ہو کر مطالبہ کریگا اور اگر ان میں سے کوئی ہو مگر اس نے قصداً طلب نہ کیا تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔

اور جب باپ نے ایک مکان خریدا اور اُس کا نابالغ لڑکا شفیع ہے اور باپ نے نابالغ کی طرف سے طلب شفعہ نہیں کی شفعہ باطل ہوگیا کہ خریدنا طلب شفعہ کے منافی نہ تھا اور اگر باپ نے مکان بیچا اور نابالغ لڑکا شفیع ہے اور باپ نے طلب نہ کی شفعہ باطل نہ ہوا کہ بیع کرنا طلب شفعہ کے منافی تھا اور اس صورت میں وہ لڑکا بعد بلوغ شفعہ طلب کرسکتا ہے۔ اور جب باپ نے مکان غبن فاحش کے ساتھ خریدا تھا اس وجہ سے نابالغ کے لیے شفعہ طلب نہیں کیا کہ اُس کے مال سے نقصان کے ساتھ اُسے لینے کا حق نہ تھا اس صورت میں حق شفعہ باطل نہیں ہے وہ لڑکا بالغ ہو کر شفعہ کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

﴿یہ کتاب قسمت کے بیان میں ہے﴾

کتاب قسمہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب شفعہ کے بعد کتاب قسمہ کو بیان کیا ہے کیونکہ ان دونوں کے نتائج شائع حصہ پر ہیں۔ اور ملکیت کے سبب قسمت کا حق مانگا جاتا ہے اور جب کسی شریک عدم موجودگی میں مشترکہ چیز کی بیع ہو جائے تو اس شریک کیلئے حق شفعہ باقی رہتا ہے۔ اور کتاب شفعہ کو مقدم اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں بقاء موجود رہتی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۴، ص ۲۹، بیروت)

قسمت کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکت کی صورت میں ہر ایک شریک کی مِلک دوسرے کی مِلک سے ممتاز نہیں ہوتی اور ہر ایک کسی مخصوص حصہ سے نفع پر قادر نہیں ہوتا ان حصوں کو جدا کر دینے کا نام تقسیم ہے جب شرکا میں سے کوئی شخص تقسیم کی درخواست کرے تو قاضی پر لازم ہے کہ اُس کی درخواست قبول کرے اور تقسیم کر دے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب قسمہ، بیروت)

کتاب قسمہ کے شرعی ماخذ کا بیان

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا .(النساء، ۸)

پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو، اور ان سے اچھی بات کہو۔ (کنز الایمان)

اور جب تقسیم میراث کے وقت برادری اور کنبہ کے لوگ جمع ہوں تو جو رشتہ دار ایسے ہوں جن کو میراث میں حصہ نہیں پہنچتا یا جو یتیم اور محتاج ہوں ان کو کچھ کھلا کر رخصت کر دو یا کوئی چیز ترکہ میں سے حسب موقع ان کو بھی دے دو کہ یہ سلوک کرنا مستحب ہے۔ اگر مال میراث میں سے کھلانے یا کچھ دینے کا موقع نہ ہو مثلاً وہ یتیموں کا مال ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی تو ان لوگوں سے معقول بات کہہ کر رخصت کر دو یعنی نرمی سے عذر کر دو کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔ ابتدائے سورت میں بیان ہو چکا ہے کہ تمام قرابت والے درجہ بدرجہ سلوک اور مراعات کے مستحق ہیں اور یتامی اور مساکین بھی اور جو قریب یتیم یا مسکین بھی ہو تو اس کی رعایت اور بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ اس لئے تقسیم میراث کے وقت ان کو حتی الوسع کچھ نہ کچھ دینا

چاہیے ،اگر کسی وجہ سے وارث نہ ہوتو حسن سلوک سے محروم نہ رہیں۔

اعیان مشترکہ میں قسمت کی مشروعیت کا بیان

اَلْقِسْمَةُ فِي الْأَعْيَانِ الْمُشْتَرَكَةِ مَشْرُوعَةٌ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَاشَرَهَا فِي الْمَغَانِمِ وَالْمَوَارِيثِ ، وَجَرَى التَّوَارُثُ بِهَا مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ ، ثُمَّ هِيَ لَا تَعْرَى عَنْ مَعْنَى الْمُبَادَلَةِ ، لِأَنَّ مَا يَجْتَمِعُ لِأَحَدِهِمَا بَعْضُهُ كَانَ لَهُ وَبَعْضُهُ كَانَ لِصَاحِبِهِ فَهُوَ يَأْخُذُهُ عِوَضًا عَمَّا بَقِيَ مِنْ حَقِّهِ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ فَكَانَ مُبَادَلَةً وَإِفْرَازًا ، وَالْإِفْرَازُ هُوَ الظَّاهِرُ فِي الْمَكِيلَاتِ وَالْمَوْزُونَاتِ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ ، حَتَّى كَانَ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَهُ حَالَ غَيْبَةِ صَاحِبِهِ ، وَلَوْ اشْتَرَيَاهُ فَاقْتَسَمَاهُ يَبِيعُ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ مُرَابَحَةً بِنِصْفِ الثَّمَنِ ، وَمَعْنَى الْمُبَادَلَةِ هُوَ الظَّاهِرُ فِي الْحَيَوَانَاتِ وَالْعُرُوضِ لِلتَّفَاوُتِ حَتَّى لَا يَكُونَ لِأَحَدِهِمَا أَخْذُ نَصِيبِهِ عِنْدَ غَيْبَةِ الْآخَرِ .

ترجمہ

اعیان مشترکہ میں قسمت مشروع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مغانم اور مواریث کو تقسیم کیا ہے۔اور بغیر کسی انکار کے یہ بطور وراثت اسی طرح جاری ہے۔اور اس کا معنی مبادلہ سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں شرکاء میں سے جو ایک کیلئے جمع ہوتا ہے اس میں بعض حصہ تو اسی کا ہوتا ہے۔اور بعض حصہ اس کے شریک کا ہوتا ہے۔وہ اپنے شریک کے حق میں بقیہ بچ جانے والے حصے کا بدلہ لیتا ہے۔پس یہ مبادلہ اور الگ ہونا بن جائے گا۔اور فرق ہونے کے سبب کیل والی اور موزونی چیزوں کا الگ ہونا ظاہر ہے۔یہاں تک کہ شرکاء میں سے ایک کو اپنے ساتھی کے نہ ہونے کے وقت بھی اپنا حق لینے کا اختیار دیا جائے گا۔اور جب دونوں نے مکان کو خرید کے تقسیم کرلیا ہے تو ان میں سے ایک نصف قیمت کے بدلے بیع مرابحہ کر سکے گا۔جبکہ جانوروں اور سامانوں میں فرق ہونے کے سبب تبادلہ کا معنی غالب رہتا ہے۔حتیٰ کہ شریکین میں سے کسی ایک کو دوسرے کے نہ ہوتے ہوئے اپنا حصہ لینے میں اختیار نہ ہوگا۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت میں سے) ایک شخص اور اس کے گھوڑے کے لئے تین حصے دیئے یعنی ایک حصہ تو خود اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1089)

اکثر علماء کا مسلک اسی حدیث کے مطابق ہے، جب کہ بعض علماء کے نزدیک مال غنیمت میں سوار مجاہد کے دو حصے ہیں،

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک بھی یہی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار مجاہد کو دو حصے دیئے جیسا کہ اسی باب کی دوسری فصل میں منقول روایت سے واضح ہوگا، نیز حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری سے بھی یہی منقول ہے بلکہ صاحب ھدایہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے بھی یہی نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب اس بارے میں خود حضرت ابن عمر کی دو روایتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جو ان کے علاوہ دوسرے نے نقل کی ہے

دونوں کی خریداری کے بعد مرابحہ نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَيَاهُ فَاقْتَسَمَاهُ لَا يَبِيعُ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ مُرَابَحَةً بَعْدَ الْقِسْمَةِ ، إِلَّا أَنَّهَا إِذَا كَانَتْ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ أَجْبَرَ الْقَاضِي عَلَى الْقِسْمَةِ عِنْدَ طَلَبِ أَحَدِ الشُّرَكَاءِ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْإِفْرَازِ لِتَقَارُبِ الْمَقَاصِدِ وَالْمُبَادَلَةُ مِمَّا يَجْرِي فِيهِ الْجَبْرُ كَمَا فِي قَضَاءِ الدَّيْنِ ، وَهَذَا لِأَنَّ أَحَدَهُمْ بِطَلَبِ الْقِسْمَةِ يَسْأَلُ الْقَاضِيَ أَنْ يَخُصَّهُ بِالِانْتِفَاعِ بِنَصِيبِهِ وَيَمْنَعَ الْغَيْرَ عَنْ الِانْتِفَاعِ بِمِلْكِهِ ، فَيَجِبُ عَلَى الْقَاضِي إجَابَتُهُ وَإِنْ كَانَتْ أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَةً لَا يُجْبِرُ الْقَاضِي عَلَى قِسْمَتِهَا لِتَعَذُّرِ الْمُعَادَلَةِ بِاعْتِبَارِ فُحْشِ التَّفَاوُتِ فِي الْمَقَاصِدِ ، وَلَوْ تَرَاضَوْا عَلَيْهَا جَازَ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي أَنْ يَنْصِبَ قَاسِمًا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِيَقْسِمَ بَيْنَ النَّاسِ بِغَيْرِ أَجْرٍ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ مِنْ جِنْسِ عَمَلِ الْقَضَاءِ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ يَتِمُّ بِهِ قَطْعُ الْمُنَازَعَةِ فَأَشْبَهَ رِزْقَ الْقَاضِي ، وَلِأَنَّ مَنْفَعَةَ نَصْبِ الْقَاسِمِ تَعُمُّ الْعَامَّةَ فَتَكُونُ كِفَايَتُهُ فِي مَالِهِمْ غُرْمًا بِالْغُنْمِ .

ترجمہ

اور جب ان دونوں نے مکان خرید کر اس کو تقسیم کر لیا ہے۔ تو کوئی شریک تقسیم کے بعد اپنا حصہ میں بیع مرابحہ نہیں کر سکے گا۔ مگر جب اعیان کی جنس ایک ہی ہے۔ تو شرکاء میں کسی ایک کے طلب کرنے کے وقت قاضی تقسیم پر مجبور کرے گا۔ کیونکہ قرب کے سبب اس میں علیحدگی کا معنی پایا جاتا ہے۔ جبکہ مبادلہ ایسی چیزوں میں ہوتا ہے جن میں زیادتی جاری کی جاسکتی ہو۔ جس طرح قرض کی ادائیگی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک شریک تقسیم کو طلب کرتے ہوئے قاضی سے اپنے حصہ کا نفع طلب کرنے کا مطالبہ کرے اور دوسرے کو اپنے نفع سے روک دے۔ پس قاضی کیلئے اس کا مطالبہ ماننا لازم ہوگا۔

اور جب اعیان کی کئی اجناس ہیں تو اب قاضی ان کی تقسیم پر زبردستی نہیں کرے گا۔ کیونکہ مقاصد میں کثرت کے سبب فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اور جب شرکاء تقسیم پر راضی ہو جائیں تو اب جائز ہوگا کیونکہ انہی کیلئے اس کا حق ہے۔

اور قاضی کیلئے یہ حکم ہے کہ کسی تقسیم کرنے والے آدمی کو معین کرے جو بیت المال سے وظیفہ لینے والا ہو۔ تا کہ وہ لوگوں کے درمیان بغیر کسی اجرت کے تقسیم کیا کرے۔ کیونکہ تقسیم کا ہونا یہ بھی قضاء کے امور میں سے ہے۔ کیونکہ تقسیم کے سبب جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ پس یہ قاضی کی تنخواہ کے مشابہ ہو جائے گا کیونکہ تقسیم کرنے کا فائدہ سب عوام میں عام ہے۔ اور تاوان کے طور پر اس کی کفایت بھی عوامی مال سے ہوگی۔

شرح

اور جب شرکاء نے باہم رضامندی کے ساتھ خود ہی تقسیم کرلی یہ تقسیم صحیح ولازم ہے ہاں اگر ان میں کوئی نابالغ یا مجنون ہے جس کا کوئی قائم مقام نہ ہو یا کوئی شریک غائب ہے اور اس کا کوئی وکیل بھی نہیں ہے جس کی موجودگی میں تقسیم ہو تو یہ اُس وقت لازم ہوگی کہ قاضی اسے جائز کردے یا وہ غائب حاضر ہو کر یا نابالغ بالغ ہو کر یا اُس کا ولی اس تقسیم کو جائز کردے یہ تمام احکام اُس وقت ہیں کہ میراث میں ان کی شرکت ہو۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

قاضی کا اجرت پر مقسم مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَّبَ قَاسِمًا يَقْسِمُ بِالْأَجْرِ) مَعْنَاهُ بِأَجْرٍ عَلَى الْمُتَقَاسِمِينَ ، لِأَنَّ النَّفْعَ لَهُمْ عَلَى الْخُصُوصِ ، وَبِقَدْرِ أَجْرِ مِثْلِهِ كَيْ لَا يَتَحَكَّمَ بِالزِّيَادَةِ ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَرْزُقَهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّهُ أَرْفَقُ بِالنَّاسِ وَأَبْعَدُ عَنْ التُّهْمَةِ .(وَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ عَدْلًا مَأْمُونًا عَالِمًا بِالْقِسْمَةِ) لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِ عَمَلِ الْقَضَاءِ ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ الْقُدْرَةِ وَهِيَ بِالْعِلْمِ ، وَمِنْ الِاعْتِمَادِ عَلَى قَوْلِهِ وَهُوَ بِالْأَمَانَةِ .

ترجمہ

اور جب قاضی ایسا نہ کرسکتا ہو تو کسی تقسیم کرنے والے کو اجرت کے ساتھ مقرر کردے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی اجرت تقسیم کرانے والوں پر ہوگی۔ کیونکہ فائدے صرف انہیں ملنے والا ہے۔ اور قاضی اس قاسم کی مزدوری مثلی مقرر کرے گا۔ کہ کہیں وہ زائد طلب کرنے والا نہ ہو۔ جبکہ افضل یہی تھا کہ اس کو بیت المال سے اجرت دی جاتی۔ کیونکہ عوام کیلئے اسی میں آسانی اور یہ تہمت سے بھی دور ہے۔

اور تقسیم کرنے والے کیلئے عادل، امانتدار اور احکام تقسیم سے واقف ہونا لازم ہے۔ کیونکہ تقسیم قضاء کی جنس سے ہے۔ لہذا قدرت کا ہونا ضروری ہوگا۔ اور وہ علم سے حاصل ہوگی۔ اور اس کی بات پر اعتماد بھی لازم ہے۔ یہ امانتداری کے سبب ملے گا۔

قاضی کا عوام کو ایک قاسم پر مجبور نہ کرنے کا بیان

(وَلَا يُجْبِرُ الْقَاضِي النَّاسَ عَلَى قَاسِمٍ وَاحِدٍ) مَعْنَاهُ لَا يُجْبِرُهُمْ عَلَى أَنْ يَسْتَأْجِرُوهُ

لِأَنَّهُ لَا جَبْرَ عَلَى الْعُقُودِ ، وَلِأَنَّهُ لَوْ تَعَيَّنَ لَتَحَكَّمَ بِالزِّيَادَةِ عَلَى أَجْرِ مِثْلِهِ (وَلَوْ اصْطَلَحُوا فَاقْتَسَمُوا جَازَ ، إِلَّا إِذَا كَانَ فِيهِمْ صَغِيرٌ فَيُحْتَاجُ إِلَى أَمْرِ الْقَاضِي) لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ عَلَيْهِ (وَلَا يَتْرُكُ الْقُسَّامَ يَشْتَرِكُونَ) كَيْ لَا تَصِيرَ الْأُجْرَةُ غَالِيَةً بِتَوَاكُلِهِمْ ، وَعِنْدَ عَدَمِ الشَّرِكَةِ يَتَبَادَرُ كُلٌّ مِنْهُمْ إِلَيْهِ خِيفَةَ الْفَوْتِ فَيَرْخُصُ الْأَجْرُ .

ترجمہ

اور قاضی لوگوں کو ایک قاسم پر مجبور نہ کرے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اسی قاسم کو اجرت رکھنے کیلئے مجبور نہ کرے گا۔ عقود میں زیادتی نہیں چلتی۔ کیونکہ جب وہ معین ہو جائے گا تو اپنی اجرت مثلی سے بھی زیادہ کا مطالبہ کرے گا۔ اور جب شرکاء صلح کر کے تقسیم کرلیں تو یہ بھی درست ہے لیکن جب ان میں کوئی کم سن ہے تو اب قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ شرکاء کو اس کم سن پر ولایت حاصل نہیں ہے۔

اور قاضی لوگوں کے اشتراک کے سبب انہیں تقسیم نہ کرنے دے تا کہ ان ملی بھگت کے سبب اجرت کم نہ ہو جائے۔ اور ان ملی بھگت کے سبب ہر قاسم اجرت فوت ہونے کے سبب ان کی جانب چلا جائے گا۔ پس اس طرح اجرت نہایت سستی ہو جائے گی۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک ہی شخص اس کام کے لیے معین نہ کیا جائے یعنی لوگوں کو اس پر مجبور نہ کیا جائے کہ اُسی سے تقسیم کرائیں کہ اس صورت میں وہ جو چاہے گا اُجرت لے لیا کریگا اور واجبی اُجرت سے زیادہ لوگوں سے وصول کر لیا کریگا اور ایسا بھی موقع نہ دیا جائے کہ تقسیم کنندگان باہم شرکت کرلیں کہ جو کچھ اس تقسیم کے ذریعہ سے حاصل کریں گے سب بانٹ لیں گے کہ اس میں بھی وہی اندیشہ ہے کہ اتفاق کر کے یہ لوگ اُجرت میں اضافہ کردیں گے۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

قاسم کی اجرت کا عدد روس کے مطابق ہونے کا بیان

قَالَ (وَأُجْرَةُ الْقِسْمَةِ عَلَى عَدَدِ الرُّءُوسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا عَلَى قَدْرِ الْأَنْصِبَاءِ) لِأَنَّهُ مُؤْنَةُ الْمِلْكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ كَأُجْرَةِ الْكَيَّالِ وَالْوَزَّانِ وَحَفْرِ الْبِئْرِ الْمُشْتَرَكَةِ وَنَفَقَةِ الْمَمْلُوكِ الْمُشْتَرَكِ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْأَجْرَ مُقَابَلٌ بِالتَّمْيِيزِ ، وَأَنَّهُ لَا يَتَفَاوَتُ ، وَرُبَّمَا يَصْعُبُ الْحِسَابُ بِالنَّظَرِ إِلَى الْقَلِيلِ ، وَقَدْ يَنْعَكِسُ الْأَمْرُ فَيَتَعَذَّرُ اعْتِبَارُهُ فَيَتَعَلَّقُ الْحُكْمُ بِأَصْلِ التَّمْيِيزِ ، بِخِلَافِ حَفْرِ الْبِئْرِ لِأَنَّ الْأَجْرَ مُقَابَلٌ بِنَقْلِ التُّرَابِ وَهُوَ يَتَفَاوَتُ ، وَالْكَيْلُ وَالْوَزْنُ إِنْ كَانَ لِلْقِسْمَةِ قِيلَ هُوَ عَلَى الْخِلَافِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْقِسْمَةِ

فَالْأَجْرُ مُقَابَلٌ بِعَمَلِ الْكَيْلِ وَالْوَزْنِ وَهُوَ يَتَفَاوَتُ وَهُوَ الْعُذْرُ لَوْ أُطْلِقَ وَلَا يُفَصَّلُ وَعَنْهُ أَنَّهُ عَلَى الطَّالِبِ دُونَ الْمُمْتَنِعِ لِنَفْعِهِ وَمَضَرَّةِ الْمُمْتَنِعِ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاسم کی اجرت عدد رؤس کے مطابق دی جائے گی۔جبکہ صاحبین نے کہا ہے حصوں کی مقدار ہوگی۔کیونکہ اجرت ملکیت کی مشقت کا نام ہے۔لہذا وہ ملکیت کی مقدار کے مطابق ثابت ہوگی۔جس طرح ناپ دینے اور وزن کر دینے کی اجرت اور مشترکہ کنوئیں اور مشترکہ غلام کے نفقہ کی اجرت ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اجرت الگ کرنے کا بدلہ ہے اور الگ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور جہاں تک مشکل کا تعلق ہے تو بعض اوقات قلیل میں غور وفکر کرنے سے حساب مشکل بن جاتا ہے۔اور بعض اوقات اس عکس ہوتا ہے۔پس قیاس کرنا مشکل ہے۔پس حکم اصل تمیز کے ساتھ مل جائے گا۔بہ خلاف کنوئیں کی کھدوائی کے کیونکہ وہاں اجرت مٹی کو منتقل کرنے کا بدلہ ہے۔اور اس میں فرق نہیں ہوا کرتا۔

اور جب تقسیم کرنے میں کیلی ووزنی اشیاء ہوں تو ایک قول کے مطابق اس کا اختلاف بھی اسی طرح ہے۔اور جب وہ تقسیم کیلئے نہ ہوں تو اجرت کیل اور وزن کے کام کے مطابق ہوگی۔اور کام میں فرق ہے اور عذر یہی ہے اور جب کسی تفصیل کے بغیر مطلق طور پر کہا جائے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اجرت قسمت طلب کرنے والے پر ہے منع کرنے والے پر نہ ہوگی۔کیونکہ طالب کا نفع اور منع کرنے والا کا نقصان ہے۔

قاضی کے ہاں شرکاء کا دعویٰ وراثت کرنے کا بیان

قَالَ .(وَإِذَا حَضَرَ الشُّرَكَاءُ عِنْدَ الْقَاضِي وَفِي أَيْدِيهِمْ دَارٌ أَوْ ضَيْعَةٌ وَادَّعَوْا أَنَّهُمْ وَرِثُوهَا عَنْ فُلَانٍ لَمْ يَقْسِمْهَا الْقَاضِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ حَتَّى يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ عَلَى مَوْتِهِ وَعَدَدِ وَرَثَتِهِ وَقَالَ صَاحِبَاهُ : يَقْسِمُهَا بِاعْتِرَافِهِمْ ، وَيَذْكُرُ فِي كِتَابِ الْقِسْمَةِ أَنَّهُ قَسَمَهَا بِقَوْلِهِمْ وَإِنْ كَانَ الْمَالُ الْمُشْتَرَكُ مَا سِوَى الْعَقَارِ وَادَّعَوْا أَنَّهُ مِيرَاثٌ قَسَمَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا ، وَلَوْ ادَّعَوْا فِي الْعَقَارِ أَنَّهُمْ اشْتَرَوْهُ قَسَمَهُ بَيْنَهُمْ) لَهُمَا أَنَّ الْيَدَ دَلِيلُ الْمِلْكِ وَالْإِقْرَارَ أَمَارَةُ الصِّدْقِ وَلَا مُنَازِعَ لَهُمْ فَيَقْسِمُهُ بَيْنَهُمْ كَمَا فِي الْمَنْقُولِ الْمَوْرُوثِ وَالْعَقَارِ الْمُشْتَرَى ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَا مُنْكِرَ وَلَا بَيِّنَةَ إلَّا عَلَى الْمُنْكِرِ فَلَا يُفِيدُ ، إلَّا أَنَّهُ يَذْكُرُ فِي كِتَابِ الْقِسْمَةِ أَنَّهُ قَسَمَهَا بِإِقْرَارِهِمْ لِيَقْتَصِرَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَتَعَدَّاهُمْ وَلَهُ

أَنْ يَقْسِمَ قَضَاءً عَلَى الْمَيِّتِ إِذِ التَّرِكَةُ مُبْقَاةٌ عَلَى مِلْكِهِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ ، حَتَّى لَوْ حَدَثَتِ الزِّيَادَةُ قَبْلَهَا تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ فِيهَا وَتُقْضَى دُيُونُهُ مِنْهَا ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقِسْمَةِ ، وَإِذَا كَانَتْ قَضَاءً عَلَى الْمَيِّتِ فَالْإِقْرَارُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيِّنَةِ وَهُوَ مُفِيدٌ ، لِأَنَّ بَعْضَ الْوَرَثَةِ يَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْمُوَرِّثِ .

وَلَا يَمْتَنِعُ ذَلِكَ بِإِقْرَارِهِ كَمَا فِي الْوَارِثِ أَوْ الْوَصِيِّ الْمُقِرِّ بِالدَّيْنِ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ الْبَيِّنَةُ عَلَيْهِ مَعَ إِقْرَارِهِ ، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ لِأَنَّ فِي الْقِسْمَةِ نَظَرًا لِلْحَاجَةِ إِلَى الْحِفْظِ أَمَّا الْعَقَارُ فَمُحَصَّنٌ بِنَفْسِهِ ، وَلِأَنَّ الْمَنْقُولَ مَضْمُونٌ عَلَى مَنْ وَقَعَ فِي يَدِهِ ، وَلَا كَذَلِكَ الْعَقَارُ عِنْدَهُ ، وَبِخِلَافِ الْمُشْتَرَى لِأَنَّ الْمَبِيعَ لَا يَبْقَى عَلَى مِلْكِ الْبَائِعِ وَإِنْ لَمْ يُقْسَمْ فَلَمْ تَكُنِ الْقِسْمَةُ قَضَاءً عَلَى الْغَيْرِ قَالَ (وَإِنِ ادَّعَوُا الْمِلْكَ وَلَمْ يَذْكُرُوا كَيْفَ انْتَقَلَ إِلَيْهِمْ قَسَمَهُ بَيْنَهُمْ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي الْقِسْمَةِ قَضَاءٌ عَلَى الْغَيْرِ ، فَإِنَّهُمْ مَا أَقَرُّوا بِالْمِلْكِ لِغَيْرِهِمْ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَذِهِ رِوَايَةُ كِتَابِ الْقِسْمَةِ .

ترجمہ

اور شرکاء قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے قبضہ میں کوئی مکان یا زمین ہے اور وہ یہ دعویٰ کریں کہ یہ فلاں شخص سے ان کو وراثت میں ملی ہے۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاضی اس کو تقسیم نہ کرے حتیٰ کہ اس کی موت اور اس کے ورثاء کی تعداد پر کوئی دلیل نہ لے آئیں۔

صاحبین نے کہا ہے کہ قاضی ان کے کہنے پر اس کو تقسیم کردے گا اور تقسیم کردہ کتاب میں یہ لکھے گا کہ اس نے شرکاء کے قول پر اس کو تقسیم کیا ہے اور جب وہ مشترکہ مال کے سوا کوئی اور چیز ہے اور شرکاء اس کی میراث ہونے کا دعویٰ کریں تو تمام کے نزدیک قاضی اس کو تقسیم کردے گا۔ اور جب شرکاء نے زمین کی خریداری کے بارے میں دعویٰ کیا ہے تب بھی قاضی ان کے درمیان تقسیم کردے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کرنا یہ ملکیت کی دلیل اور اقرار کے صادق ہونے کی نشانی ہے۔ اور ان سے کوئی مخاصمت کرنے والا بھی نہیں ہے۔ پس وراثت منقولہ اور خریدی ہوئی زمین کی طرح اس کو قاضی انہی کے درمیان تقسیم کردے گا۔ کیونکہ اس کا انکار کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور گواہی تو صرف انکار کی صورت میں لازم ہوتی ہے۔ پس یہاں گواہی کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور جب قاضی نے تقسیم کی کتاب میں یہ لکھ دیا ہے کہ اس نے شرکاء کے اقرار کے سبب چیز کو تقسیم کیا ہے کہ تقسیم ان تک محدود رہ جائے اور ان

سے بڑھ نہ سکے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تقسیم میت والا فیصلہ ہے کیونکہ تقسیم سے پہلے ترکہ میت کی ملکیت میں باقی رہنے والا ہے۔ حتیٰ کہ تقسیم سے قبل اگر کوئی زیادتی پائی جائے تو اس زیادتی میں میت کی وصیت بھی نافذ ہوں گی۔ اور اس کے قرض بھی ادا کیے جائیں گے۔ بہ خلاف بعد والی تقسیم کے کیونکہ اس میں ایسا نہیں ہوتا۔ اور جب یہ میت پر قضاء ہے۔ تو محض میت کا اقرار دلیل نہ ہوگا پس گواہی کی ضرورت ہوگی۔ اور گواہی فائدے مند بھی ہوگی۔ کیونکہ بعض ورثہ کو میت کی جانب سے خصم مقرر کیا گیا ہے اور یہ اسی کے اقرار کے سبب منع نہ ہوگا۔ جس طرح وراثت اور قرض کا اقرار کرنے والے مسئلہ میں ہے۔ حالانکہ وہاں اقرار کے بغیر گواہی کو قبول کیا جاتا ہے۔ بہ خلاف منقول کے کیونکہ تقسیم میں حفاظت کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے۔ جبکہ زمین بہ ذات خود محفوظ ہے کیونکہ زمین جس کے قبضہ میں واقع ہے اس کا ضمان بھی اسی پر پایا جاتا ہے۔ جبکہ امام صاحب کے نزدیک زمین کی حالت نہ ہوگی بہ خلاف خرید کردہ زمین کے کیونکہ مبیع بائع کی ملکیت پر باقی نہیں رہتی۔ خواہ وہ تقسیم نہ کی جائے۔ لہذا یہ غیر پر تقسیم نہ ہوگی۔

اور جب شرکاء نے ملکیت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ اس کی صراحت نہیں کرتے کہ وہ کس طرح ان ملکیت میں آئی ہے تو قاضی ان کے درمیان اس کو تقسیم کر دے گا۔ کیونکہ یہ غیر کی جانب سے تقسیم نہیں ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک دوسرے کی ملکیت کا اقرار نہیں کیا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ روایت مبسوط کی کتاب قسمہ میں ہے۔

شرح

علماء فرماتے ہیں، اگر چند ورثہ قاضی کے یہاں رجوع لائیں کہ مورث نے انتقال کیا اور یہ ترکہ چھوڑا ہم میں تقسیم ہو جائے، اور گواہی دیں کہ ہمارے سوا کوئی وارث نہیں، قاضی تقسیم کر دے، پھر اور وارث ظاہر ہو جو کل متروکہ میں سے کسی حصہ شائعہ مثل سدس یا ثمن وغیرہ کا مستحق ہو، تو بالا جماع وہ تقسیم توڑ دی جائیگی،

اگر کل میں سے کسی شائع حصہ کا کوئی مستحق ظاہر ہوا تو بالاتفاق تقسیم فسخ ہو جائے گی۔ اسی میں ہے کیونکہ اگر تقسیم کو باقی رکھا جائے تو تیسرے کو نقصان ہوگا بوجہ ایں کہ اس کا حصہ باقی دو حصوں میں متفرق ہو گیا۔

جبکہ قاضی کی تقسیم جس کی ولایت عموم رکھتی ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس نے دانستہ کسی وارث کو ضرر نہ پہنچایا تھا، بعد ظہور وارث دیگر کے یقیناً فسخ کی جاتی ہے تو پنچ کی تقسیم جس کی ولایت فقط اس کے پنچ کرنے والوں پر ہے اور وہ بھی یوں کہ اس نے دیدہ دانستہ اور وارثوں کے ہوتے ہوئے ترکہ صرف تین پر بانٹ دیا، اور باقیوں کو حصہ رسد ہر ایک کے حصہ میں ٹکڑا ٹکڑا لینے کا مستحق ٹھہرایا، کیونکہ قابل تقسیم ہو سکتی ہے پس صورت مذکورہ میں واجب ہے کہ وہ پنچایت رد کی جائے اور وہ ناروا تقسیم توڑ دی جائے، اور از سر نو سب وارثوں پر تقسیم شرعی عمل میں آئے۔

ایک زمین پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : أَرْضٌ ادَّعَاهَا رَجُلَانِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا فِي أَيْدِيهِمَا وَأَرَادَا

الْقِسْمَةَ لَمْ يَقْسِمْهَا حَتَّى يُقِيمَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا لَهُمَا) لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ لِغَيْرِهِمَا ثُمَّ قِيلَ هُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَقِيلَ قَوْلُ الْكُلِّ ، وَهُوَ الْأَصَحُّ لِأَنَّ قِسْمَةَ الْحِفْظِ فِي الْعَقَارِ غَيْرُ مُحْتَاجٍ إلَيْهِ ، وَقِسْمَةُ الْمِلْكِ تَفْتَقِرُ إلَى قِيَامِهِ وَلَا مِلْكَ فَامْتَنَعَ الْجَوَازُ .

ترجمہ

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب آدمیوں نے ایک زمین میں دعویٰ کردیا ہے اور انہوں نے گواہی بھی قائم کردی ہے اور وہ زمین بھی ان کے قبضہ میں ہے اور انہوں نے تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ تو قاضی ان کے درمیان زمین کو تقسیم نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اس بات کی گواہی قائم نہ کردیں کہ زمین انہی کی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ زمین ان کے سوا کسی دوسرے کی ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول خاص ہے اور ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ تمام ائمہ کا یہی قول ہے۔ اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔ کیونکہ زمین کی حفاظت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ملکیت کو تقسیم کرنے کیلئے ملکیت کے قیام کی ضرورت ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جب ملکیت نہیں ہے تو جواز ممتنع ہوجائے گا۔

وفات وتعدد ورثاء پر شہادت قائم کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَضَرَ وَارِثَانِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَفَاةِ وَعَدَدِ الْوَرَثَةِ وَالدَّارُ فِي أَيْدِيهِمْ وَمَعَهُمْ وَارِثٌ غَائِبٌ قَسَمَهَا الْقَاضِي بِطَلَبِ الْحَاضِرِينَ وَيُنَصِّبُ وَكِيلًا يَقْبِضُ نَصِيبَ الْغَائِبِ ، وَكَذَا لَوْ كَانَ مَكَانَ الْغَائِبِ صَبِيٌّ يَقْسِمُ وَيُنَصِّبُ وَصِيًّا يَقْبِضُ نَصِيبَهُ) لِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا لِلْغَائِبِ وَالصَّغِيرِ ، وَلَا بُدَّ مِنْ إقَامَةِ الْبَيِّنَةِ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ عِنْدَهُ أَيْضًا خِلَافًا لَهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ . (وَلَوْ كَانُوا مُشْتَرِينَ لَمْ يَقْسِمْ مَعَ غَيْبَةِ أَحَدِهِمْ) وَالْفَرْقُ أَنَّ مِلْكَ الْوَارِثِ مِلْكُ خِلَافَةٍ حَتَّى يُرَدَّ بِالْعَيْبِ وَيُرَدُّ عَلَيْهِ بِالْعَيْبِ فِيمَا اشْتَرَاهُ الْمُورِثُ أَوْ بَاعَ وَيَصِيرُ مَغْرُورًا بِشِرَاءِ الْمُورِثِ فَانْتَصَبَ أَحَدُهُمَا خَصْمًا عَنْ الْمَيِّتِ فِيمَا فِي يَدِهِ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ فَصَارَتْ الْقِسْمَةُ قَضَاءً بِحَضْرَةِ الْمُتَخَاصِمِينَ .

أَمَّا الْمِلْكُ الثَّابِتُ بِالشِّرَاءِ مِلْكٌ مُبْتَدَأٌ وَلِهَذَا لَا يُرَدُّ بِالْعَيْبِ عَلَى بَائِعِ بَائِعِهِ فَلَا يَصْلُحُ الْحَاضِرُ خَصْمًا عَنْ الْغَائِبِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ .

ترجمہ

اور جب قاضی کے پاس دو وارث آئے اور انہوں نے موت اور ورثاء کی تعداد پر گواہی کو قائم کردیا اور مکان بھی ان کے قبضہ

میں ہے اور ان کے ساتھ ایک غائب وارث بھی ہے۔ تو قاضی ان حاضر ہونے والوں کے مطالبہ پر مکان کو تقسیم کردے گا۔ اور وہ ایک وکیل کا متعین کرے گا جو غائب وارث کے حصے پر قابض بنے گا۔ اور اگر غائب وارث کا کوئی بچہ ہے تب بھی قاضی اس کو تقسیم کردے گا۔ اور اس کا حصہ لینے کیلئے قاضی ایک وصی کو مقرر کرے گا کیونکہ غائب اور کم سن دونوں کیلئے مہربانی اسی میں ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس صورت میں گواہی کو قائم کرنا لازم ہے۔ جبکہ صاحبین کا اختلاف ہے۔ جس طرح ہم اس سے پہلے اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور جب وہ خریدار ہیں تو اب قاضی ان میں سے کسی ایک عدم موجودگی کے سبب تقسیم نہ کرے گا۔

اور فرق یہ ہے کہ ملکیت وارث کیلئے مالک ہونے کی نائب ہے حتیٰ کہ وارث عیب کے سبب اس کو واپس کردے گا اور عیب کے سبب اس کو واپس کردے گا اسی چیز میں جس کو مورث نے خریدا ہے۔ یا اس نے بیچ دیا ہے اور وارث مورث کی خریداری سے بھاگ جائے گا۔ تو ان میں سے کوئی ایک میت کی جانب سے جو اس کے قبضہ میں ہے اس میں وہ خصم بن سکے گا۔ جبکہ دوسرا اپنی جانب سے خصم بن جائے گا اور ایسی تقسیم یہ دو متخاصموں کی موجودگی میں قضاء ہوگی۔ جبکہ خریداری سے ثابت ہونے والی ملکیت ایک نئی ملکیت ہوتی ہے۔ اسی سبب سے خریدار اس کو بائع کی جانب عیب کی وجہ سے واپس نہیں کرسکتا پس حاضر شخص غائب کی جانب سے خصم نہ بن سکے گا۔ لہذا فرق واضح ہو چکا ہے۔

یتیم کے درمیان مشترکہ مال میں تقسیم کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر یتیم و وصی کے مابین مال مشترک ہے تو اس صورت میں وصی مال کو تقسیم نہیں کرا سکتا مگر جب کہ تقسیم میں نابالغ کے لیے کھلا ہوا فائدہ معلوم ہوتا ہو۔ اور باپ اور اس کے نابالغ بچہ کے مابین مال مشترک ہو تو باپ تقسیم کرا سکتا ہے اگرچہ نابالغ کا کھلا ہوا نفع نہ بھی ہو۔

اور بالغ و نابالغ دونوں قسم کے ورثہ ہیں اور بالغین موجود ہیں وصی نے بالغین کے مقابلہ میں تقسیم کرائی اور سب نابالغوں کے حصے یکجائی رکھے یہ جائز ہے پھر نابالغوں کے حصے تقسیم کرنا چاہے یہ نہیں ہوسکتا اور اگر ایک نابالغ ہے باقی بالغ اور بالغین میں ایک غائب ہے اور باقی موجود وصی نے موجودین کے مقابلہ میں تقسیم کرائی اور غائب کے حصہ کو نابالغ کے ساتھ رکھا یہ جائز ہے۔

اور جب ورثہ میں بالغ و نابالغ دونوں ہیں وصی نے اس طرح تقسیم کرائی کہ ہر نابالغ کا حصہ بھی ممتاز ہوگیا یہ تقسیم ناجائز ہے۔ میت نے کسی کے لیے تہائی کی وصیت کی ہے وصی نے موصیٰ لہ اور نابالغین کے مابین تقسیم کی موصیٰ لہٗ تہائی اس کو دے دی اور دو تہائیاں نابالغین کے لیے رکھیں یہ جائز ہے۔ اور اگر ورثہ بالغ ہوں مگر موجود نہیں ہیں وصی نے تقسیم کرکے موصیٰ لہٗ تہائی اسے دے دی اور ورثہ کا حصہ محفوظ رکھا یہ بھی جائز ہے اور اگر موصیٰ لہ غائب ہے وصی نے ورثہ کے مقابل میں تقسیم کرکے موصیٰ لہ کا حصہ محفوظ رکھا یہ تقسیم باطل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

زمین کا غائب وارث کے قبضہ میں ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ الْعَقَارُ فِي يَدِ الْوَارِثِ الْغَائِبِ أَوْ شَيْءٌ مِنْهُ لَمْ يُقْسَمْ ، وَكَذَا إذَا كَانَ فِي يَدِ

مُودِعِهِ ، وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي يَدِ الصَّغِيرِ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ قَضَاءٌ عَلَى الْغَائِبِ وَالصَّغِيرِ بِاسْتِحْقَاقِ يَدِهِمَا مِنْ غَيْرِ خَصْمٍ حَاضِرٍ عَنْهُمَا ، وَأَمِينُ الْخَصْمِ لَيْسَ بِخَصْمٍ عَنْهُ فِيمَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ ، وَالْقَضَاءُ مِنْ غَيْرِ الْخَصْمِ لَا يَجُوزُ .وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا الْفَصْلِ بَيْنَ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ وَعَدَمِهَا هُوَ الصَّحِيحُ كَمَا أُطْلِقَ فِي الْكِتَابِ .

ترجمہ

اور جب زمین یا اس کا بعض حصہ کسی غائب وارث کے قبضہ میں ہو تو اس کو قاضی تقسیم نہ کرے اور ایسے ہی جب وارث غائب مودع کے قبضہ میں ہو اور اسی طرح جب وہ بچے کے قبضہ میں ہو۔ اور اسی طرح تقسیم غائب اور کم سن کے حق میں ان کے قبضہ کے حقدار ہونے میں ہوگا۔ اور ان کے خصم کے آئے بغیر وہ بھی غائب پر قضاء ہوتا ہے۔ اور خصم کا امین اس چیز میں جس کے بارے میں حق ثابت ہوتا ہے اور امین کا خصم نہیں ہوتا اور خصم کے سوا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔ اور اس حکم میں گواہی قائم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہ پڑے گا اور یہی صحیح ہے۔ جس طرح کتاب جامع صغیر میں علی الاطلاق ذکر کیا گیا ہے۔

ایک وارث ہونے کی صورت میں تقسیم نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ حَضَرَ وَارِثٌ وَاحِدٌ لَمْ يَقْسِمْ وَإِنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ حُضُورِ خَصْمَيْنِ ، لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَا يَصْلُحُ مُخَاصِمًا وَمُخَاصَمًا ، وَكَذَا مُقَاسِمًا وَمُقَاسَمًا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْحَاضِرُ اثْنَيْنِ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَلَوْ كَانَ الْحَاضِرُ كَبِيرًا وَصَغِيرًا نَصَبَ الْقَاضِي عَنْ الصَّغِيرِ وَصِيًّا وَقَسَمَ إِذَا أُقِيمَتْ الْبَيِّنَةُ ، وَكَذَا إِذَا حَضَرَ وَارِثٌ كَبِيرٌ وَمُوصًى لَهُ بِالثُّلُثِ فِيهَا وَطَلَبَا الْقِسْمَةَ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِيرَاثِ وَالْوَصِيَّةِ يَقْسِمُهُ) لِاجْتِمَاعِ الْخَصْمَيْنِ الْكَبِيرِ عَنْ الْمَيِّتِ وَالْمُوصَى لَهُ عَنْ نَفْسِهِ ، وَكَذَا الْوَصِيُّ عَنْ الصَّبِيِّ كَأَنَّهُ حَضَرَ بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ

ترجمہ

اور جب ایک ہی حاضر وارث ہوا ہے تو اس کی تقسیم نہ کی جائے گی۔ خواہ وہ گواہی کو قائم کرے کیونکہ دو خصموں کا حاضر ہونا لازم ہے۔ کیونکہ ایک ہی آدمی مخاصم اور وہی مخاصَم نہیں بن سکتا اور اسی سے قاسم و مقاسم نہیں بن سکتا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب حاضر ہونے والے دو ہیں اور یہ اسی تفصیل کے مطابق ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ایک کم سن اور ایک بڑا وارث حاضر ہوا ہے تو اب قاضی کم سن کی جانب سے ایک وصی مقرر کرے گا اور گواہی کے قائم ہو جانے کے بعد اس کو تقسیم کر دے گا۔ اور ایسے ہی

جب کوئی بڑا وارث اور تہائی مکان میں موصیٰ لہ آئے ہیں تو تقسیم کا مطالبہ کرتے ہیں اور میراث ووصیت پر گواہی قائم کرتے ہیں تو خصموں کے اجتماع کے سبب قاضی تقسیم کا فیصلہ کرے گا۔اس میں بڑا میت کی جانب سے جبکہ موصیٰ لہ اپنی جانب سے ہے۔اور اسی طرح بچے کا وصی بلوغت تک کے بعد خود بہ خود بچے کے حاضر ہونے کی طرح ہے۔کیونکہ وصی بچے کا قائم مقام اور خلیفہ ہے۔

ولی یا وصی کیلئے حقوق قسمت کا بیان

جو شخص کسی کی چیز بیع کرسکتا ہے وہ اس کے اموال کی تقسیم بھی کرا سکتا ہے۔نابالغ اور مجنوں ومعتوہ کے اموال کی تقسیم باپ نے کرائی یہ جائز ہے جب تک اس تقسیم میں غبن فاحش نہ ہو۔باپ نہ ہو تو اس کا وصی باپ کے قائم مقام ہے اور باپ کا وصی نہ ہو تو دادا اس کے قائم مقام ہے۔ماں نے اولاد کے لیے ترکہ چھوڑا ہے اور کسی کو وصی مقرر کر گئی ہے یہ وصی اس ترکہ میں تقسیم کرا سکتا ہے بشرطیکہ وہ تینوں جن کا پہلے ذکر کیا گیا نہ ہوں مگر ماں کا وصی جائداد غیر منقولہ میں تقسیم نہیں کرا سکتا۔ماں اور بھائی اور چچا اور نابالغہ عورت کے شوہر کو یا بالغہ عورت جو غائب ہے اس کے شوہر کو تقسیم کرانے کا حق نہیں۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

اور جب نابالغ مسلم کا باپ کافر ہے یہ اس کی ملک کی تقسیم نہیں کرا سکتا۔اور اسی طرح اگر نابالغ آزاد ہے اور اس کا باپ غلام ہے یا مکاتب اسے بھی ولایت حاصل نہیں اسی طرح پڑا ہوا بچہ کوئی اوٹھا لایا وہ اگرچہ اس کی پرورش میں ہو اس کے اموال کو یہ تقسیم نہیں کرا سکتا۔قاضی نے یتیم کے لیے کسی کو وصی مقرر کر دیا ہے اگر یہ ہر چیز میں وصی ہے تو تقسیم کرا سکتا ہے جائداد منقولہ اور غیر منقولہ سب کی تقسیم کرا سکتا ہے اور اگر وہ نفقہ یا کسی معین چیز کی حفاظت کے لیے وصی ہے تو تقسیم نہیں کرا سکتا اور باپ کا وصی اگر ایک چیز میں وصی ہے تو سب چیزوں میں وصی ہے۔ایک شخص دو بچوں کا وصی ہے تو ان کے مشترک اموال کو تقسیم نہیں کرا سکتا جس طرح ایک کے مال کو دوسرے کے مال سے بیع نہیں کر سکتا۔اور باپ اپنے نابالغ بچوں کے مشترک مال کو تقسیم کر سکتا ہے جس طرح ایک کے مال کو دوسرے کے مال سے بیع کر سکتا ہے۔وصی اگر دونوں نابالغوں کے اموال کو تقسیم کرانا ہی چاہتا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ ایک کا حصہ کسی کے ہاتھ بیع کر دے پھر اس مشتری اور دوسرے نابالغ کے مابین تقسیم کرائے پھر اس مشتری سے پہلے نابالغ کی طرف سے خرید لے دونوں کے حصہ ممتاز ہو جائیں گے۔دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کے مال فروخت کر دے پھر ہر ایک کے لیے مشتری سے ممتاز کر کے خرید لے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

فَصْلٌ فِيمَا يُقْسَمُ وَمَا لَا يُقْسَمُ

﴿یہ فصل تقسیم ہونے والی اور نہ ہونے والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

فصل تقیم وغیر تقسیم اشیاء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ قسمت کی ان چیزوں کو بیان کررہے ہیں جن میں تقیم ہوتی ہے یا نہیں ہوتی اور ان کو مؤخر ہونا بطور نوع ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۴، ص ۴۵، بیروت)

دونوں شرکاء کا اپنے حصے سے نفع اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ الشُّرَكَاءِ يَنْتَفِعُ بِنَصِيبِهِ قَسَمَ بِطَلَبِ أَحَدِهِمْ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ حَقٌّ لَازِمٌ فِيمَا يَحْتَمِلُهَا عِنْدَ طَلَبِ أَحَدِهِمْ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ (وَإِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ أَحَدُهُمْ وَيَسْتَضِرُّ بِهِ الْآخَرُ لِقِلَّةِ نَصِيبِهِ ، فَإِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْكَثِيرِ قَسَمَ ، وَإِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْقَلِيلِ لَمْ يَقْسِمْ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ يَنْتَفِعُ بِهِ فَيُعْتَبَرُ طَلَبُهُ ، وَالثَّانِي مُتَعَنِّتٌ فِي طَلَبِهِ فَلَمْ يُعْتَبَرْ وَذَكَرَ الْجَصَّاصُ عَلَى قَلْبِ هَذَا لِأَنَّ صَاحِبَ الْكَثِيرِ يُرِيدُ الْإِضْرَارَ بِغَيْرِهِ وَالْآخَرُ يَرْضَى بِضَرَرِ نَفْسِهِ وَذَكَرَ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ فِي مُخْتَصَرِهِ أَنَّ أَيَّهُمَا طَلَبَ الْقِسْمَةَ يَقْسِمُ الْقَاضِي ، وَالْوَجْهُ انْدَرَجَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ وَالْأَصَحُّ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ الْأَوَّلُ .

ترجمہ

فرمایا کہ دونوں شرکاء میں سے ہر ایک اپنے حصے کا نفع اٹھا سکتا ہے تو قاضی ان میں سے کسی ایک کے مطالبہ پر تقسیم کردے گا کیونکہ وہ چیزیں جو تقسیم ہوسکتی ہیں ان میں کسی ایک کے طلب کرنے پر تقسیم کا حق لازم ہے جس طرح کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔

اور جب شرکاء میں سے کسی ایک کا نفع ہو اور دوسرا شریک اپنا حصہ کم ہونے کے سبب نقصان میں ہو تو اگر صاحب کثیر طلب کرے تو قاضی تقسیم کردے گا لیکن جب صاحب قلیل طلب کرے تو قاضی نہیں تقسیم کرے گا کیونکہ پہلا طلب سے فائدہ اٹھا رہا ہے لہذا اس کے طلب کرنے کا اعتبار کیا جائے گا اور دوسرا اپنے طلب میں سرکش ہے اس لئے اس کی طلب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا امام

جصاص نے اس کے برعکس بیا کیا ہے کیونکہ صاحب کثیر دوسرے کو تکلیف دینا چاہتا ہے اور دوسرا اپنے نقصان سے خوش ہے حاکم شہید نے اپنی مختصر میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی طلب کرے گا قاضی تقسیم کر دے گا اور اس تو کے سبب ہماری ذکر کردہ دلیل اس میں داخل ہے اور زیادہ درست قول وہ ہے جو قدوری میں بیان کیا گیا ہے اور وہ پہلا قول ہے۔

شرح: اور جب مشترک چیز اگر ایسی ہے کہ تقسیم کے بعد ہر ایک شریک کو جو کچھ حصہ ملے گا وہ قابل انتفاع ہوگا تو ایک شریک کی طلب پر تقسیم کر دی جائے گی اور اگر بعد تقسیم بعض شریک کو اتنی قلیل ملے گی کہ نفع کے قابل نہ ہوگی اور تقسیم وہ شخص چاہتا ہے جس کا حصہ زیادہ ہے تو تقسیم کر دی جائے گی اور جس کا حصہ اتنا کم ہے کہ بعد تقسیم قابل نفع نہیں رہے گا اس کی طلب پر تقسیم نہیں ہوگی۔

کسی فریق کے نقصان کے سبب عدم تقسیم کا بیان

(وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَسْتَضِرُّ لِصِغَرِهِ لَمْ يَقْسِمْهَا إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا) لِأَنَّ الْجَبْرَ عَلَى الْقِسْمَةِ لِتَكْمِيلِ الْمَنْفَعَةِ ، وَفِي هَذَا تَفْوِيتُهَا ، وَتَجُوزُ بِتَرَاضِيهِمَا لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمَا وَهُمَا أَعْرَفُ بِشَأْنِهِمَا .

أَمَّا الْقَاضِي فَيَعْتَمِدُ الظَّاهِرَ قَالَ (وَيَقْسِمُ الْعُرُوضَ إِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ) لِأَنَّ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ يَتَّحِدُ الْمَقْصُودُ فَيَحْصُلُ التَّعْدِيلُ فِي الْقِسْمَةِ وَالتَّكْمِيلُ فِي الْمَنْفَعَةِ (وَلَا يَقْسِمُ الْجِنْسَيْنِ بَعْضَهُمَا فِي بَعْضٍ) لِأَنَّهُ لَا اخْتِلَاطَ بَيْنَ الْجِنْسَيْنِ فَلَا تَقَعُ الْقِسْمَةُ تَمْيِيزًا بَلْ تَقَعُ مُعَاوَضَةً ، وَسَبِيلُهَا التَّرَاضِي دُونَ جَبْرِ الْقَاضِي .

ترجمہ

اور جب حصہ کم ہونے کے سبب ہر ایک کو نقصان ہو تو قاضی شریکین کی رضامندی کے بغیر ہی وہ مکان تقسیم نہیں کرے گا اس لئے کہ تقسیم پر جبر منفعت کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور اسصورت میں منفعت کو ختم کرنا لازم آتا ہے ہاں شریکین کی رضامند سے تقسیم جائز ہے اس لئے کہ ان کا ہی حق ہے اور وہ دونوں اپنے مسئلے کو زیادہ جانتے ہیں قاضی تو صرف ظاہر پر اعتماد کرے گا۔

فرمایا کہ جب سامان ایک ہی قسم کے ہوں تو قاضی ان کو تقسیم کر دے گا اس لئے کہ جنس کے ایک ہونے کے وقت مقصد بھی ایک ہوتا ہے لہذا تقسیم میں برابری اور منفعت کی تکمیل ہو جائے گی اور قاضی دو جنس کو تقسیم نہیں کرے گا ان میں بعض کو بعض میں کر کے اس لئے کہ دو اجناس میں اختلاط نہیں ہوتا تو ان میں تقسیم تمیز کے بجائے معاوضہ ہوگی اور معاضہ کا راستہ آپس میں رضامندی ہے نہ کہ قاضی کی زیادتی وا کراہ ہے۔

شرح: علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب تقسیم کے بعد ہر شریک کو اتنا ہی حصہ ملے گا جو قابل نفع نہیں تو جب تک سب شرکا راضی نہ ہوں ایک کے چاہنے سے تقسیم نہیں ہوگی مثلاً دکان دو شخصوں کی شرکت میں ہے اگر تقسیم کے بعد ہر ایک کو

دکان کا اتنا حصہ ملتا ہے کہ جو کام اس میں کر رہا تھا اب بھی کر سکے گا تو ہر ایک کے کہنے سے تقسیم کر دی جائے گی اور اتنا حصہ نہ ملے تو تقسیم نہیں ہوگی جب تک دونوں راضی نہ ہوں۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

کیل وموزونی چیز میں تقسیم کرنے کا بیان

(وَيَقْسِمُ كُلَّ مَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ كَثِيرٍ أَوْ قَلِيلٍ وَالْمَعْدُودِ الْمُتَقَارِبِ وَتِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْحَدِيدِ وَالنُّحَاسِ وَالْإِبِلِ بِانْفِرَادِهَا وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَلَا يَقْسِمُ شَاةً وَبَعِيرًا وَبِرْذَوْنًا وَحِمَارًا وَلَا يَقْسِمُ الْأَوَانِيَ) لِأَنَّهَا بِاخْتِلَافِ الصَّنْعَةِ الْتَحَقَتْ بِالْأَجْنَاسِ الْمُخْتَلِفَةِ (وَيَقْسِمُ الثِّيَابَ الْهَرَوِيَّةَ) لِاتِّحَادِ الصِّنْفِ (وَلَا يَقْسِمُ ثَوْبًا وَاحِدًا) لِاشْتِمَالِ الْقِسْمَةِ عَلَى الضَّرَرِ إذْ هِيَ لَا تَتَحَقَّقُ إلَّا بِالْقَطْعِ (وَلَا ثَوْبَيْنِ إذَا اخْتَلَفَتْ قِيمَتُهُمَا) لِمَا بَيَّنَّا، بِخِلَافِ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ إذَا جُعِلَ ثَوْبٌ بِثَوْبَيْنِ أَوْ ثَوْبٌ وَرُبْعُ ثَوْبٍ بِثَوْبٍ وَثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ ثَوْبٍ لِأَنَّهُ قِسْمَةُ الْبَعْضِ دُونَ الْبَعْضِ وَذَلِكَ جَائِزٌ .

ترجمہ

اور قاضی ہر وزنی اور کیلی چیز میں چاہے وہ زیادہ ہو یا کم ہو اور معدود متقارب کو اور سونے اور چاندی کے ڈلے کو اور لوہے اور پیتل کے ڈلے کو اور تنہا اونٹ یا بکری یا گائے کو تقسیم کر دے گا اور بکری اور اونٹ اور اسی طرح گھوڑے اور گدھے کو نہیں تقسیم کرے گا اور نہ ہی برتنوں کو تقسیم کرے گا اس لئے کہ صنعت کے بدل جانے سے برتنوں کو اجناس مختلفہ کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے اور نوع کے ایک ہونے کے سبب قاضی ہروی کپڑے کو تقسیم کر دے گا۔

اور قاضی ایک کپڑے کو تقسیم نہیں کرے گا قسمت کے نقصان پر مشتمل ہونے کے سبب اس لئے کہ کاٹے بغیر قسمت ثابت نہیں ہوگی اور نہ ہی کپڑوں کو تقسیم کرے گا اگر ان کی قیمت مختلف ہو اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے تین کپڑوں کے خلاف کہ جب ایک کپڑے کو دو کپڑوں کے بدلے میں کر دیا جائے یا ایک کپڑے کو یا ایک کپڑے کو چوتھائی کپڑے کے بدلے اور تیسرے کپڑے کو چوتھے کپڑے کے بدلے میں کر دیا جائے اس لئے کہ یہ ایک دوسرے کے بغیر تقسیم ہے جو کہ درست ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک ہی جنس کی چیز ہو یا چند طرح کی چیزیں ہوں مگر ہر ایک میں تقسیم کرنی ہو یعنی مثلاً صرف گیہوں یا صرف جو ہوں یا دونوں ہوں مگر دونوں میں تقسیم کرنی ہو تو ایک کے کہنے سے قاضی تقسیم کر دے گا اور اگر دو قسم کی چیزیں ہوں مگر دونوں میں تقسیم جاری نہ کرنی ہو بلکہ ایک کو ایک چیز دے دی جائے اور دوسرے کو دوسری اس طرح کی تقسیم بغیر ہر ایک کی رضامندی کے نہیں ہو سکتی۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

جواہر اور غلاموں کی تقسیم نہ ہونے کا بیان

(وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَقْسِمُ الرَّقِيقَ وَالْجَوَاهِرَ) لِتَفَاوُتِهِمَا (وَقَالَا : يَقْسِمُ الرَّقِيقَ) لِاتِّحَادِ الْجِنْسِ كَمَا فِي الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَرَقِيقِ الْمَغْنَمِ وَلَهُ أَنَّ التَّفَاوُتَ فِي الْآدَمِيِّ فَاحِشٌ لِتَفَاوُتِ الْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ فَصَارَ كَالْجِنْسِ الْمُخْتَلِفِ بِخِلَافِ الْحَيَوَانَاتِ لِأَنَّ التَّفَاوُتَ فِيهَا يَقِلُّ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى مِنْ بَنِي آدَمَ جِنْسَانِ وَمِنْ الْحَيَوَانَاتِ جِنْسٌ وَاحِدٌ ، بِخِلَافِ الْمَغَانِمِ لِأَنَّ حَقَّ الْغَانِمِينَ فِي الْمَالِيَّةِ حَتَّى كَانَ لِلْإِمَامِ بَيْعُهَا وَقِسْمَةُ ثَمَنِهَا وَهُنَا يَتَعَلَّقُ بِالْعَيْنِ وَالْمَالِيَّةِ جَمِيعًا فَافْتَرَقَا وَأَمَّا الْجَوَاهِرُ فَقَدْ قِيلَ إذَا اخْتَلَفَ الْجِنْسُ لَا يَقْسِمُ كَاللَّآلِئِ وَالْيَوَاقِيتِ وَقِيلَ لَا يَقْسِمُ الْكِبَارَ مِنْهَا لِكَثْرَةِ التَّفَاوُتِ ، وَيَقْسِمُ الصِّغَارَ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ .

وَقِيلَ يَجْرِي الْجَوَابُ عَلَى إطْلَاقِهِ لِأَنَّ جَهَالَةَ الْجَوَاهِرِ أَفْحَشُ مِنْ جَهَالَةِ الرَّقِيقِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ تَزَوَّجَ عَلَى لُؤْلُؤَةٍ أَوْ يَاقُوتَةٍ أَوْ خَالَعَ عَلَيْهَا لَا تَصِحُّ التَّسْمِيَةُ ، وَيَصِحُّ ذَلِكَ عَلَى عَبْدٍ فَأَوْلَى أَنْ لَا يُجْبَرَ عَلَى الْقِسْمَةِ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قاضی غلاموں اور جواہر کو تقسیم نہیں کرے گا ان کے متفاوت ہونے کے سبب صاحبین فرماتے ہیں کہ جنس کے ایک ہونے کے سبب غلاموں کو تقسیم کردے گا جس طرح کہ اونٹ بکری اور غنیمت کے غلاموں میں ہوتا ہے امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ معانی باطنہ کے متفاوت ہونے کے سبب انسان کا تفاوت تفاوت فاحش ہے تو یہ جنس کے اختلاف کی طرح ہوگیا حیوانات کے خلاف اس لئے کہ جنس کہ جنس کے ایک ہونے کے وقت ان کا تفاوت کم ہوجایا کرتا ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ انسان کی مذکر اور مونث دو جنس ہیں اور حیوانات ایک ہی جنس کے ہوتے ہیں۔

اور غنائم کے خلاف اس لئے کہ غانمین کا حق صرف مالیت میں ہے یہاں تک کہ امام کو مغانم کے بیچنے اور ان کی قیمت تقسیم کرنے کا پورا حق ہے اور یہاں عین اور مالیت دونوں کے ساتھ حق متعلق ہے لہذا دونوں جدا ہوگئے رہے جواہر تو ایک قول یہ ہے کہ جب جنس مختلف ہو تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا جس طرح کہ موتی اور یاقوت ایک قول یہ ہے کہ کثرت تفاوت کے سبب بڑے یاقوت اور موتیوں کو قاضی تقسیم نہیں کرے گا اور چھوٹوں کو تفاوت کے کم ہونے کے سبب تقسیم کردے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جواب مطلق رہے گا اس لئے کہ جواہر کی جہالت غلاموں کی جہالت سے بڑھی ہوئی ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب کسی آدمی نے موتی اور

یاقوت پر نکاح کیا یا اس پر خلع کیا تو تسمیہ درست نہیں ہوگا اور کسی غلام پر نکاح وغیرہ درست ہو جاتا ہے لہذا زیادہ اچھا یہی ہے کہ قسمت پر جبر نہ کیا جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جواہر کی تقسیم بغیر رضامندی شرکا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان میں بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے۔ اور اسی طرح حمام اور کوآں اور چکی کہ ان کی جبریہ تقسیم نہیں ہوسکتی کہ تقسیم کے بعد وہ چیز قابل انتفاع نہ رہے گی۔ اور حمام اگر بڑا ہے کہ بعد تقسیم ہر ایک کو جو کچھ حصہ ملے گا وہ کام کے قابل رہے گا تو تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر رضامندی کے ساتھ حمام کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو تقسیم ہوسکتی ہے اگر چہ تقسیم کے بعد ہر ایک کا حصہ حمام نہ رہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان شرکا کا مقصود ہی یہ ہے کہ اسے حمام نہ رکھیں بلکہ کسی دوسرے کام میں لائیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

حمام و کنوئیں میں تقسیم میں رضامندی ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُقْسَمُ حَمَّامٌ وَلَا بِئْرٌ ، وَلَا رَحًى إلَّا بِتَرَاضِي الشُّرَكَاءِ ، وَكَذَا الْحَائِطُ بَيْنَ الدَّارَيْنِ) لِأَنَّهَا تَشْتَمِلُ عَلَى الضَّرَرِ فِي الطَّرَفَيْنِ ، إذْ لَا يَبْقَى كُلُّ نَصِيبٍ مُنْتَفَعًا بِهِ انْتِفَاعًا مَقْصُودًا فَلَا يَقْسِمُ الْقَاضِي بِخِلَافِ التَّرَاضِي لِمَا بَيَّنَّا .

ترجمہ

فرمایا کہ حمام، کنواں اور چکی شرکاء کی رضاء مندی کے بغیر نہیں تقسیم کی جائے گی اور اسی طرح دو گھروں کے درمیان حائل دیوار اس لئے کہ وہ طرفین کے نقصان کو شامل ہے اس لئے کہ اس سے ہر حصے دار کو نفع کا مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا لہذا قاضی اس کو تقسیم نہیں کرے گا رضامندی والی صورت کے خلاف اس دلیل کے سبب کہ جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چوکھٹ، کواڑ اور جانور اور موتی اور بانس اور کمان اور چراغ یہ چیزیں اگر ایک ایک ہوں تو ان کی تقسیم نہیں ہوگی کہ تقسیم سے یہ چیزیں خراب ہو جائیں گی اسی طرح ہر وہ چیز جس کی تقسیم میں توڑنے یا پھاڑنے کی ضرورت ہو تقسیم نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

ایک ہی شہر میں مشترکہ مکانوں کی تقسیم کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ دُورٌ مُشْتَرَكَةً فِي مِصْرٍ وَاحِدٍ قَسَمَ كُلَّ دَارٍ عَلَى حِدَتِهَا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إنْ كَانَ الْأَصْلَحُ لَهُمْ قِسْمَةَ بَعْضِهَا فِي بَعْضٍ قَسَمَهَا) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْأَقْرِحَةُ الْمُتَفَرِّقَةُ الْمُشْتَرَكَةُ لَهُمَا أَنَّهَا جِنْسٌ وَاحِدٌ اسْمًا وَصُورَةً ، وَنَظَرًا

إِلَى أَصْلِ السُّكْنَى أَجْنَاسٌ مَعْنًى نَظَرًا إِلَى اخْتِلَافِ الْمَقَاصِدِ ، وَوُجُوهِ السُّكْنَى فَيُفَوَّضُ التَّرْجِيحُ إِلَى الْقَاضِي وَلَهُ أَنَّ الِاعْتِبَارَ لِلْمَعْنَى وَهُوَ الْمَقْصُودُ ، وَيَخْتَلِفُ ذَلِكَ بِاخْتِلَافِ الْبُلْدَانِ وَالْمَحَالِّ وَالْجِيرَانِ وَالْقُرْبِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَالْمَاءِ اخْتِلَافًا فَاحِشًا فَلَا يُمْكِنُ التَّعْدِيلُ فِي الْقِسْمَةِ وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِشِرَاءِ دَارٍ ، وَكَذَا لَوْ تَزَوَّجَ عَلَى دَارٍ لَا تَصِحُّ التَّسْمِيَةُ كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِيهِمَا فِي الثَّوْبِ بِخِلَافِ الدَّارِ الْوَاحِدَةِ إِذَا اخْتَلَفَتْ بُيُوتُهَا ، لِأَنَّ فِي قِسْمَةِ كُلِّ بَيْتٍ عَلَى حِدَةٍ ضَرَرًا فَقُسِمَتْ الدَّارُ قِسْمَةً وَاحِدَةً قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : تَقْيِيدُ الْوَضْعِ فِي الْكِتَابِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الدَّارَيْنِ إِذَا كَانَتَا فِي مِصْرَيْنِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي الْقِسْمَةِ عِنْدَهُمَا ، وَهُوَ رِوَايَةُ هِلَالٍ عَنْهُمَا وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُقْسَمُ إِحْدَاهُمَا فِي الْأُخْرَى وَالْبُيُوتُ فِي مَحَلَّةٍ أَوْ مَحَالٍّ تُقْسَمُ قِسْمَةً وَاحِدَةً لِأَنَّ التَّفَاوُتَ فِيمَا بَيْنَهَا يَسِيرٌ ، وَالْمَنَازِلُ الْمُتَلَازِقَةُ كَالْبُيُوتِ وَالْمُتَبَايِنَةُ كَالدُّورِ لِأَنَّهُ بَيْنَ الدَّارِ وَالْبَيْتِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَأَخَذَ شَبَهًا مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب ایک ہی شہر میں کئی مشترک گھر ہوں تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاضی ہر گھر کو علیحدہ تقسیم کرے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر تقسیم کرنا شرکاء کے حق میں اچھا ہو تو قاضی اس طرح تقسیم کرے گا اور متفرق مشترک زمینیں بھی اسی اختلاف پر ہیں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ رہائش کا اعتبار کرتے ہوئے نام اور صورت دونوں اعتبار سے ایک ہی جنس ہے اور مقاصد اور وجوہ سکنی کے اختلاف کے پیش نظر معنی کے طور پر اجناس میں اختلاف ہے لہذا ترجیح کا مسئلہ قاضی کے حوالے ہو گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اعتبار معنی کا کیا جاتا ہے اور مقصود بھی وہی ہوتا ہے اور شہروں، محلوں، ہمسائیوں کے اختلاف و تبدیلی اور مسجد اور پانی سے قربت کے سبب مقصود میں بڑا فحش اختلاف ہو جاتا ہے پس تقسیم میں مساوات نہ ہو گی۔ اور اسی دلیل کے سبب مکان کا وکیل بنانا درست نہیں ہے اور اسی طرح جب کسی نے مکان کو مہر کے بدلے میں دیکر نکاح کیا تو ذکر کرنا درست نہ ہوگا جس طرح کپڑے میں ان دونوں کا حکم اسی طرح ہے۔ بہ خلاف ایک منزل کے کیونکہ جب مکان مختلف ہوں کیونکہ ہر مکان میں الگ تقسیم سے نقصان ہے پس مکان کو ایک ہی تقسیم کے ساتھ بانٹ دیا جائے گا۔

صاحب قدوری نے اسی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ جب مختلف گھر دو شہروں میں ہوں تو

صاحبین کے نزدیک بھی ان کو تقسیم میں جمع نہیں کیا جائے گا اور ھلال ابن یحیٰ کی صاحبین سے یہی روایت ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا کر تقسیم کیا جائے گا اور ایک یا چند محلوں کے گھروں کو قسمت واحدہ کے طور پر تقسیم کیا جائے گا اس لئے کہ ان کا تفاوت آپس میں کم ہے اور ملی جلی منزلیں گھروں کے درجہ میں ہوتی ہیں اور الگ الگ منزلیں گھروں کے درجہ میں ہیں اس لئے کہ منزل دار اور بیت کے درمیان میں ہوتی ہے اس تفصیل کے مطابق جو پہلے گذر چکی ہے تو منزل ہر ایک سے مشابہت لے لے گی۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب چند مکانات مشترک ہوں تو ہر ایک کو جدا تقسیم کیا جائے گا یہ نہیں کیا جائے گا کہ تمام مکانات کو ایک چیز فرض کر کے تقسیم کریں کہ ایک کو ایک مکان دے دیا جائے دوسرے کو دوسرا۔ یہ سب مکانات ایک ہی شہر میں ہوں یا مختلف شہروں میں دونوں کا ایک حکم ہے۔ اور اسی طرح اگر چند قطعات زمین مشترک ہوں تو ہر قطعہ کی تقسیم جداگانہ ہوگی۔ اور اسی طرح اگر مکان ودکان وزمین سب چیزیں ہوں تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے۔

(درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشترک نالی یا پرنالہ ہے ایک تقسیم چاہتا ہے دوسرا انکار کرتا ہے اگر اس کے مکان میں ایسی جگہ ہے کہ بغیر ضرر نالی یا پرنالہ ہوسکتا ہے تو تقسیم کردیں ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

اختلاف جنس کے سبب الگ تقسیم کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ وَضِيعَةٌ أَوْ دَارٌ وَحَانُوتٌ قُسِمَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ) لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ .قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : جَعَلَ الدَّارَ وَالْحَانُوتَ جِنْسَيْنِ ، وَكَذَا ذَكَرَ الْخَصَّافُ وَقَالَ فِي إجَارَاتِ الْأَصْلِ : إنَّ إجَارَةَ مَنَافِعِ الدَّارِ بِالْحَانُوتِ لَا تَجُوزُ ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُمَا جِنْسٌ وَاحِدٌ ، فَيُجْعَلَ فِي الْمَسْأَلَةِ رِوَايَتَانِ أَوْ تُبْنَى حُرْمَةُ الرِّبَا هُنَالِكَ عَلَى شُبْهَةِ الْمُجَانَسَةِ

ترجمہ

فرمایا کہ جب گھر اور زمین یا گھر اور دکان ہوں تو جنس کے اختلاف کے سبب قاضی ان دونوں کو الگ تقسیم کرے گا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری نے دار اور دکان کو دو جنس قرار دیا ہے اور اسی طرح امام خصاف نے بھی بیان کیا ہے اور امام محمد نے مبسوط کی کتاب الاجارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ دکان کے بدلے منافع دار کا اجارہ درست نہیں ہے یہ بات دکان اور دار کے ایک جنس ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا مسئلہ میں دو روایات قرار دی جائیں گی یا یہ کہ ربوا کی حرمت مجانست کے شبہ پر مبنی ہوگی۔

مشترکہ مکان میں باری باری رہائش کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکان میں دونوں باری سے سکونت کریں گے یا دوسری چیزوں میں جبکہ باری کے ساتھ نفع حاصل کرنا ہو اس میں شروع کس سے کریں اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ قاضی متعین کردے کہ پہلے فلاں شخص نفع اوٹھائے دوسرا یہ کہ قرعہ ڈالا جائے جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ پہلے نفع اوٹھائے اور یہ دوسرا طریقہ بہتر ہے کہ پہلی صورت میں قاضی کی طرف بدگمانی کا موقع ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

اور جب دونوں شریکوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہتا ہے کہ باری مقرر کردی جائے دوسرا یہ کہتا ہے کہ مکان کے حصے متعین کر دیے جائیں کہ ایک حصہ میں میں سکونت کروں دوسرے میں دوسرا اس صورت میں دونوں سے کہا جائے گا کہ تم دونوں ایک بات پر متفق ہو جاؤ جس ایک بات پر متفق ہو جائیں وہی کی جائے۔

فصل فی کیفیة القسمة

﴿یہ فصل قسمت کی کیفیت کے بیان میں ہے﴾

فصل کیفیت قسمت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب قسمت کی تعریف واحکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں مال کو تقسیم کرنے کے طریقے کو شروع کیا ہے۔اور کسی بھی مال کی تقسیم اس کے وجود وثبوت کے بعد ہی ہوا کرتا ہے پس اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔

تقسیم کرنے کی کیفیت کا فقہی مفہوم

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاسِمِ أَنْ يُصَوِّرَ مَا يَقْسِمُهُ) لِيُمْكِنَهُ حِفْظُهُ (وَيَعْدِلَهُ) يَعْنِي يُسَوِّيَهُ عَلَى سِهَامِ الْقِسْمَةِ وَيُرْوَى يَعْزِلَهُ : أَيْ يَقْطَعَهُ بِالْقِسْمَةِ عَنْ غَيْرِهِ (وَيَذْرَعَهُ) لِيَعْرِفَ قَدْرَهُ (وَيُقَوِّمَ الْبِنَاءَ) لِحَاجَتِهِ إلَيْهِ فِي الْآخِرَةِ (وَيُفْرِزَ كُلَّ نَصِيبٍ عَنْ الْبَاقِي بِطَرِيقِهِ وَشُرْبِهِ حَتَّى لَا يَكُونَ لِنَصِيبِ بَعْضِهِمْ بِنَصِيبِ الْآخَرِ تَعَلُّقٌ) فَتَنْقَطِعَ الْمُنَازَعَةُ وَيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الْقِسْمَةِ عَلَى التَّمَامِ (ثُمَّ يُلَقِّبُ نَصِيبًا بِالْأَوَّلِ ، وَالَّذِي يَلِيهِ بِالثَّانِي وَالثَّالِثُ عَلَى هَذَا ثُمَّ يُخْرِجُ الْقُرْعَةَ ، فَمَنْ خَرَجَ اسْمُهُ أَوَّلًا فَلَهُ السَّهْمُ الْأَوَّلُ ، وَمَنْ خَرَجَ ثَانِيًا فَلَهُ السَّهْمُ الثَّانِي) وَالْأَصْلُ أَنْ يَنْظُرَ فِي ذَلِكَ إلَى أَقَلِّ الْأَنْصِبَاءِ ، حَتَّى إذَا كَانَ الْأَقَلُّ ثُلُثًا جَعَلَهَا أَثْلَاثًا ، وَإِنْ كَانَ سُدُسًا جَعَلَهَا أَسْدَاسًا لِتَمَكُّنِ الْقِسْمَةِ ، وَقَدْ شَرَحْنَاهُ مُشْبَعًا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى بِتَوْفِيقِ اللَّهِ تَعَالَى .

ترجمہ

فرمایا کہ تقسیم کرنے والے کو چاہئے کہ وہ جس چیز کو تقسیم کرے اس کا نقشہ بنالے تا کہ اس کو یاد رکھنا ممکن ہو اور اس کو تقسیم کے حصوں پر برابر کرے اور یعزلہ بھی مروی ہے یعنی اس حصے کو دوسرے سے الگ کرلے اور اس کو ناپ لے تا کہ اس کی مقدار معلوم ہو جائے اور عمارت کی قیمت بھی لگالے اس لئے کہ بعض میں اسکی ضرورت پڑتی ہے اور ہر حصہ کو پانی اور راستہ کے ساتھ الگ کرلے تا کہ ایک کے حصے کا دوسرے کے حصے سے کوئی تعلق نہ رہ جائے لہذا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور مکمل طور پر تقسیم کے معنی ثابت ہو جائیں گے۔

پھر ایک حصے کو اول کا نام دے دے اور اس سے ملے ہوئے کو دوم اور سوم کا نام دے دے پھر ت قرعہ نکالے اور جس کا پہلا قرعہ نکلے اسکو پہلا حصہ دے دے اور جس کا نام دوسرے نمبر پر آئے اسکو دوسرا دے دے اور اصول یہ کہ اس میں قاضی سب سے کم والے حصے پر غور کرے یہاں تک کہ اگر کم والا حصہ ثلث ہو تو مکان کو تین حصوں پر تقسیم کر دے اور اگر سدس ہو تو مکان کو چھ حصوں پر تقسیم کر دے تا کہ تقسیم ممکن ہو سکے اور ہم نے اس کو اللہ تعالی کی توفیق سے کفایت المنتہی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

شرح

اور تقسیم کرنے والے کو یہ چاہیے کہ ہر شریک کے سہام جتنے ہوں انھیں پہلے لکھ لے اور زمین کی پیائش کر کے ہر شریک کے سہام کے مقابل میں جتنی زمین پڑے صحیح طور پر قائم کرلے اور ہر حصہ کے لیے راستہ وغیرہ علیحدہ قائم کر دے تا کہ آئندہ جھگڑے کا احتمال نہ رہے اور ان حصص پر ایک دو تین وغیرہ نمبر ڈال دے اور جمیع شرکا کے نام لکھ کر قرعہ اندازی کرے جس کا نام پہلے نکلے اسے پہلا نمبر جس کا نام دوسری مرتبہ نکلے اسے نمبر دوم دے دے وعلیٰ ہذا القیاس۔

تقسیم کا قضاء کے حکم میں ہونے کا بیان

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ : وَيَفْرِزَ كُلَّ نَصِيبٍ بِطَرِيقِهِ وَشُرْبِهِ بَيَانُ الْأَفْضَلِ ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ أَوْ لَمْ يُمْكِنْ جَازَ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ بِتَفْصِيلِهِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

وَالْقُرْعَةُ لِتَطْيِيبِ الْقُلُوبِ وَإِزَاحَةِ تُهْمَةِ الْمَيْلِ ، حَتَّى لَوْ عَيَّنَ لِكُلٍّ مِنْهُمْ نَصِيبًا مِنْ غَيْرِ إقْرَاعٍ جَازَ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْقَضَاءِ فَيَمْلِكُ الْإِلْزَامَ .

ترجمہ

اور قدوری میں امام قدوری کا یہ قول ویفرز الخ برتری کا بیان ہے لہذا جب قاسم نے ایسا نہ کیا یا ایسا نہ ہو سکا تو بھی درست ہے اس تفصیل کے سبب جسکو ہم انشاء اللہ بیان کریں گے اور قرعہ دل کیلئے تسلی اور تہمت کے میلان کو دور کرنے کیلئے ہے یہاں تک کہ جب قاسم نے قرعہ کے بغیر بھی ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا تو درست ہے اس لئے کہ تقسیم قضاء کے معنی میں ہے لہذا قاسم لازم کرنے کا مالک ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور تقسیم میں قرعہ ڈالنا ضروریات میں نہیں بلکہ تَطْیِیبِ قلب کے لیے ہے کہ کہیں حصہ داروں کو یہ وہم نہ ہو کہ فلاں کا حصہ میرے حصہ سے اچھا ہے اور قصداً ایسا کیا گیا ہے اول تو تقسیم کرنے والا ہر حصہ میں مساوات کا ہی لحاظ رکھے گا پھر اس کے باوجود قرعہ بھی ڈالے گا تا کہ وہم ہی نہ پیدا ہو سکے اور اگر قاضی نے بغیر قرعہ ڈالے ہوئے خود ہی حصص کو نامزد کر دیا کہ یہ تمہارا ہے اور یہ تمہارا تو اس میں بھی حرج نہیں کہ قاضی کے فیصلہ سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اور جب قاضی یا نائب قاضی نے تقسیم کی ہو اور قرعہ ڈالا اور بعض کے نام نکل آئے تو کسی شریک کو انکار کی گنجائش نہیں جس طرح نام نکلنے سے پہلے اسے انکار کا حق نہ تھا اب بھی نہیں ہے۔ اور اگر باہم رضامندی سے تقسیم کر رہے ہوں اور قرعہ ڈالا گیا بعض نام نکل آئے تو بعض شرکا انکار کر سکتے ہیں اور اگر سب شرکا کے نام نکل آئے یا صرف ایک ہی نام باقی رہ گیا تو قسمت مکمل ہو گئی اب رضامندی کی صورت میں بھی انکار کی گنجائش باقی نہیں۔ (فتاویٰ شامی، کتاب قسمہ، بیروت)

دراہم و دیناروں کا شرکاء کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَدْخُلُ فِي الْقِسْمَةِ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ إلَّا بِتَرَاضِيهِمْ لِأَنَّهُ لَا شَرِكَةَ فِي الدَّرَاهِمِ وَالْقِسْمَةُ مِنْ حُقُوقِ الِاشْتِرَاكِ) ، وَلِأَنَّهُ يَفُوتُ بِهِ التَّعْدِيلُ فِي الْقِسْمَةِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا يَصِلُ إلَى عَيْنِ الْعَقَارِ وَدَرَاهِمُ الْآخَرِ فِي ذِمَّتِهِ وَلَعَلَّهَا لَا تُسَلَّمُ لَهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ قاسم دراہم اور دنانیر کو شرکاء کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہ کرے اس لئے کہ دراہم میں شرکت نہیں ہے اور تقسیم اشتراک کے حقوق میں سے ہے اور اس لئے کہ اس سبب تقسیم کی برابری فوت ہو جائے گی کیونکہ ان میں سے ایک عین زمین کو پہنچ جائے گا حالانکہ اس کے ذمہ دوسرے کے دراہم ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ دراہم اس کے سپرد نہ ہوسکیں۔

زمین و عمارت کو قیمت کے اعتبار سے تقسیم کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ أَرْضٌ وَبِنَاءٌ ؛ فَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَقْسِمُ كُلَّ ذَلِكَ عَلَى اعْتِبَارِ الْقِيمَةِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُعَادَلَةِ إلَّا بِالتَّقْوِيمِ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَقْسِمُ الْأَرْضَ بِالْمِسَاحَةِ لِأَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ فِي الْمَمْسُوحَاتِ ، ثُمَّ يَرُدُّ مَنْ وَقَعَ الْبِنَاءُ فِي نَصِيبِهِ أَوْ مَنْ كَانَ نَصِيبُهُ أَجْوَدَ دَرَاهِمَ عَلَى الْآخَرِ حَتَّى يُسَاوِيَهُ فَتَدْخُلَ الدَّرَاهِمُ فِي الْقِسْمَةِ ضَرُورَةً كَالْأَخِ لَا وِلَايَةَ لَهُ فِي الْمَالِ ، ثُمَّ يَمْلِكُ تَسْمِيَةَ الصَّدَاقِ ضَرُورَةَ التَّزْوِيجِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَرُدُّ عَلَى شَرِيكِهِ بِمُقَابَلَةِ الْبِنَاءِ مَا يُسَاوِيهِ مِنْ الْعَرْصَةِ ، وَإِذَا بَقِيَ فَضْلٌ وَلَمْ يُمْكِنْ تَحْقِيقُ التَّسْوِيَةِ بِأَنْ كَانَ لَا تَفِي الْعَرْصَةُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ فَحِينَئِذٍ يَرُدُّ لِلْفَضْلِ دَرَاهِمَ ، لِأَنَّ الضَّرُورَةَ فِي هَذَا الْقَدْرِ فَلَا يُتْرَكُ الْأَصْلُ إلَّا بِهَا .وَهَذَا يُوَافِقُ رِوَايَةَ الْأَصْلِ .

ترجمہ

اور جب زمین اور عمارت ہو تو امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ قاضی ان کو قیمت کے اعتبار سے تقسیم کردے گا اس لئے کہ

قیمت لگائے بغیر برابری کا اعتبار ناممکن ہے اور حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاسم زمین کی پیمائش کر کے اس کو تقسیم کرے گا اس لئے کہ مسوحات میں پیمائش ہی اصل ہے پھر وہ آدمی جس کے حصہ میں عمارت آئے یا جس کا حصہ عمدہ ہو وہ دوسرے کو کچھ دراہم دے دے تاکہ مساوات ہو جائے تو دراہم تقسیم میں داخل ہو جائیں گے جس طرح کہ بھائی اس کو بہن کے مال میں ولایت نہیں ہے اور پھر بھی وہ ضرورت تزویج کی بناء پر وہ مہر مقرر کرنے کا مالک ہوگا۔

اور امام محمد سے مروی ہے کہ وہ اپنے شریک کو عمارت کے بدلے اتنا صحن واپس دے گا جو عمارت کے برابر ہو اور جب کچھ زیادتی باقی ہو اور برابری کو ثابت کرنا ممکن نہ ہو اس طرح کہ صحن عمارت کی قیمت کے لئے ناکافی ہو تو اس وقت وہ زیادتی کے بدلے دراہم دے گا اس لئے کہ ضرورت اسی مقدار میں ہے لہذا اسی کے ساتھ اصل کو چھوڑا جائے گا اور یہ مبسوط کی روایت کے مطابق ہے۔

شرح

اور مکان کی تقسیم میں جب زمین کی پیمائش کر کے حصے قائم کریگا عمارت کی قیمت لگائے گا کیونکہ آگے چل کر اس کی بھی ضرورت پڑے گی مثلاً کسی کے حصہ میں اچھی عمارت آئی اور کسی کے حصہ میں خراب تو بغیر قیمت معلوم کیے کیونکر مساوات قائم رہے گی۔

اور اگر زمین وعمارت دونوں کی تقسیم منظور ہے اور عمارت کچھ اچھی ہے کچھ بری یا ایک طرف عمارت زائد ہے اور ایک طرف کم اور ایک کو اچھی یا زیادہ عمارت ملے تو دوسرے کو زمین زیادہ دے کر وہ کمی پوری کر دی جائے اور اگر زمین زیادہ دینے میں بھی کمی پوری نہ ہو کہ ایک طرف کی عمارت ایسی اچھی یا اتنی زیادہ ہے کہ بقیہ کل زمین دینے سے بھی کمی پوری نہیں ہوتی تو یہ کمی روپے سے پوری کی جائے۔

مسیل وطریق کا تقسیم میں مشروط نہ ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَلِأَحَدِهِمْ مَسِيلٌ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ أَوْ طَرِيقٌ لَمْ يَشْتَرِطْ فِي الْقِسْمَةِ) ، فَإِنْ أَمْكَنَ صَرْفُ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ عَنْهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَطْرِقَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَحْقِيقُ مَعْنَى الْقِسْمَةِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ (وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ فُسِخَتْ الْقِسْمَةُ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ مُخْتَلَّةٌ لِبَقَاءِ الِاخْتِلَاطِ فَتُسْتَأْنَفُ بِخِلَافِ الْبَيْعِ حَيْثُ لَا يَفْسُدُ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ تَمَلُّكُ الْعَيْنِ ، وَأَنَّهُ يُجَامِعُ تَعَذُّرَ الِانْتِفَاعِ فِي الْحَالِ ، أَمَّا الْقِسْمَةُ لِتَكْمِيلِ الْمَنْفَعَةِ وَلَا يَتِمُّ ذَلِكَ إلَّا بِالطَّرِيقِ ، وَلَوْ ذَكَرَ الْحُقُوقَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ كَذَلِكَ الْجَوَابُ ، لِأَنَّ مَعْنَى الْقِسْمَةِ الْإِفْرَازُ وَالتَّمْيِيزُ ، وَتَمَامُ ذَلِكَ بِأَنْ لَا يَبْقَى لِكُلِّ وَاحِدٍ تَعَلُّقٌ بِنَصِيبِ الْآخَرِ وَقَدْ أَمْكَنَ تَحْقِيقُهُ بِصَرْفِ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ إلَى غَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ فَيُصَارُ إلَيْهِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ إذَا ذُكِرَ فِيهِ الْحُقُوقُ حَيْثُ يَدْخُلُ فِيهِ مَا كَانَ لَهُ مِنْ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ ، لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَحْقِيقُ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ التَّمْلِيكُ مَعَ بَقَاءِ

هٰذَا التَّعَلُّقِ بِمِلْكِ غَيْرِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب قاسم نے شرکاء میں تقسیم کردیا اور ان میں سے کسی ایک کی دوسرے کے حصے میں نالی یا راستہ ہو جو تقسیم میں مشروط نہ ہو اور جب طریق اور مسیل کو دوسرے کے حصے سے پھیرنا ممکن ہو تو اس آدمی کو دوسرے حصہ میں راستہ نکالنے اور پانی بہانے کا اختیار نہیں ہوگا کیونکہ کسی نقصان کے بغیر تقسیم کے معنی کا ثابت کرنا ممکن ہے اور جب ایسا ممکن نہ ہو تو تقسیم ختم کردی جائے گی اس لئے کہ اختلاط باقی رہنے کے سبب تقسیم مخل ہے لہذا نئے سرے سے تقسیم کی جائے گی۔

بیع کے خلاف کہ وہ اس صورت میں فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ بیع کا مقصود عین کا مالک بننا ہے اور فی الحال نفع نا ممکن کیساتھ جمع ہو جاتا ہے لیکن قسمت تقسیم منفعت کے لئے ہوتی ہے اور راستے کے بغیر اس کی تکمیل مکمل نہیں ہوتی ہے۔

اور پہلی صورت میں جب حقوق کا تذکرہ ہو تب بھی یہی جواب ہے اس لئے کہ تقسیم کا معنی افراز اور تمیز ہے اور اس کا اتمام تب ہوگا جب شرکاء میں سے ایک کا دوسرے کے حصہ سے کوئی تعلق نہ رہے اور راستہ اور مسیل کو کسی نقصان کے دوسرے کی جانب پھیر کر تقسیم کے معنی کو ثابت کرنا ممکن ہے لہذا اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

بیع کیخلاف کہ جب اس میں حقوق کا تذکرہ کردیا جائے کہ بیع میں اس کا راستہ اور مسیل داخل ہوں گے اس لئے کہ غیر کی ملکیت کے ساتھ مسیل اور راستے کے تعلق کو باقی رکھتے ہوئے بھی بیع کے معنی میں یعنی تملیک کا اثبات ممکن ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مکان کی تقسیم میں ایک کا پرنالہ یا راستہ دوسرے کے حصے میں پڑا اگر تقسیم میں یہ شرط مذکور ہو کہ اس کا پرنالہ یا راستہ دوسرے کے حصہ میں ہوگا جب تو اس تقسیم کو بدستور باقی رکھا جائے گا اور شرط نہ ہو تو دو صورتیں ہیں اس حصہ کا راستہ وغیرہ پھیر کر دوسرا کیا جاسکتا ہے یا نہیں اگر ممکن ہو تو راستہ وغیرہ پھیر کر دوسرا کردیا جائے اور نا ممکن ہو تو اس تقسیم کو توڑ کر از سر نو تقسیم کی جائے۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

اور اگر شرکا میں اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ راستہ کو تقسیم میں نہ لیا جائے بلکہ جس طرح پہلے پورے مکان کا ایک راستہ تھا اب بھی رہے اور مکان کا ایسا موقع ہے کہ ہر حصہ کا جداگانہ راستہ ہوسکتا ہے یعنی جدید دروازہ کھول کر آمدورفت ہوسکتی ہے تو اس شریک کا کہنا مانا جاسکتا ہے اور اگر یہ بات نا ممکن ہے تو اس کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

راستے اور مسیل کا تقسیم میں شامل ہونے کا بیان

وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يَدْخُلُ فِيهَا لِأَنَّ الْقِسْمَةَ لِتَكْمِيلِ الْمَنْفَعَةِ وَذٰلِكَ بِالطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ فَيَدْخُلُ عِنْدَ التَّنْصِيصِ بِاعْتِبَارِهِ ، وَفِيهَا مَعْنَى الْإِفْرَازِ وَذٰلِكَ بِانْقِطَاعِ التَّعَلُّقِ عَلَى مَا

ذَكَرْنَا ، فَبِاعْتِبَارِهِ لَا يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ تَنْصِيصٍ ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ حَيْثُ يَدْخُلُ فِيهَا بِدُونِ التَّنْصِيصِ ، لِأَنَّ كُلَّ الْمَقْصُودِ الِانْتِفَاعُ وَذَلِكَ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِإِدْخَالِ الشُّرْبِ وَالطَّرِيقِ فَيَدْخُلَ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ (وَلَوْ اخْتَلَفُوا فِي رَفْعِ الطَّرِيقِ بَيْنَهُمْ فِي الْقِسْمَةِ ، إِنْ كَانَ يَسْتَقِيمُ لِكُلِّ وَاحِدٍ طَرِيقٌ يَفْتَحُهُ فِي نَصِيبِهِ قَسَمَ الْحَاكِمُ مِنْ غَيْرِ طَرِيقٍ يُرْفَعُ لِجَمَاعَتِهِمْ) لِتَحَقُّقِ الْإِفْرَازِ بِالْكُلِّيَّةِ دُونَهُ .

(وَإِنْ كَانَ لَا يَسْتَقِيمُ ذَلِكَ رَفَعَ طَرِيقًا بَيْنَ جَمَاعَتِهِمْ) لِيَتَحَقَّقَ تَكْمِيلُ الْمَنْفَعَةِ فِيمَا وَرَاءَ الطَّرِيقِ (وَلَوْ اخْتَلَفُوا فِي مِقْدَارِهِ جُعِلَ عَلَى عَرْضِ بَابِ الدَّارِ وَطُولِهِ) لِأَنَّ الْحَاجَةَ تَنْدَفِعُ بِهِ (وَالطَّرِيقُ عَلَى سِهَامِهِمْ كَمَا كَانَ قَبْلَ الْقِسْمَةِ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ فِيمَا وَرَاءَ الطَّرِيقِ لَا فِيهِ (وَلَوْ شَرَطُوا أَنْ يَكُونَ الطَّرِيقُ بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا جَازَ وَإِنْ كَانَ أَصْلُ الدَّارِ نِصْفَيْنِ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ عَلَى التَّفَاضُلِ جَائِزَةٌ بِالتَّرَاضِي .

ترجمہ

اور دوسری صورت میں راستہ اور مسیل تقسیم میں داخل ہوں گے اس لئے کہ تقسیم تکمیل منفعت کے لئے ہے اور تکمیل منفعت اور طریق سے حاصل ہوگی تو یہ چیزیں تصریح کے وقت تکمیل کے اعتبار سے داخل ہوں گیا اور تقسیم میں افراز کا معنی ہے اور افراز کا معنی دوسرے سے قطع تعلق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس تفصیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے لہذا افراز کے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے طریق اور مسیل صراحت کے بغیر داخل نہ ہوں گے اجارہ کے خلاف اس لئے کہ اجارہ میں طریق اور مسیل صراحت کے بغیر بھی داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ مقصود انتفاع ہے اور شرب اور طریق کو داخل کئے بغیر مقصود حاصل نہ ہوگا لہذا اجارہ میں یہ دونوں ذکر کئے بغیر بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

اور جب تقسیم میں شرکاء نے راستہ چھوڑنے کا اختلاف یا تو جب ایک کیلئے اپنے حصے میں راستہ کھولنا درست ہو تو قاضی ان لوگوں کیلئے کوئی راستہ چھوڑے بغیر تقسیم کر دے اس لئے کہ راستہ کے چھوڑے بغیر بھی بلکہ افراز کے معنی ثابت ہو جائیں گے اور جب یہ ممکن نہ ہو تو قاضی شرکاء کے درمیان ایک راستہ چھوڑ دے تاکہ راستہ کے علاوہ میں تکمیل منفعت ہو جائے۔

اور جب راستہ کی مقدار کے بارے میں شرکاء اختلاف کریں تو اس کو گھر کے دروازے کی چوڑائی اور بلندی کے مطابق کر دیا جائے گا اس لئے کہ اس سے ضرورت پوری ہو جائے گی اور راستہ شرکاء کے حصوں کی مقدار ہوگا جس طرح کہ تقسیم سے پہلے تھا اس لئے کہ تقسیم راستہ کے علاوہ میں ہے راستہ میں نہیں ہے اور جب شرکاء نے یہ شرط لگائی کہ ان کے درمیان راستہ تین تہائی ہوگا تو یہ جائز ہے اگرچہ اصل دار دو حصوں میں ہو اس لئے کہ رضامندی کے ساتھ تو زیادتی کیساتھ بھی تقسیم جائز ہے۔

مختلف منزل والوں گھر میں قسمت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ سُفْلٌ لَا عُلُوَّ عَلَيْهِ وَعُلُوٌّ لَا سُفْلَ لَهُ وَسُفْلٌ لَهُ عُلُوٌّ قُوِّمَ كُلُّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَتِهِ وَقُسِمَ بِالْقِيمَةِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِغَيْرِ ذَلِكَ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ : وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : يُقْسَمُ بِالذَّرْعِ ؛ لِمُحَمَّدٍ أَنَّ السُّفْلَ يَصْلُحُ لِمَا لَا يَصْلُحُ لَهُ الْعُلُوُّ مِنْ اتِّخَاذِهِ بِئْرَ مَاءٍ أَوْ سِرْدَابًا أَوْ إصْطَبْلًا أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّعْدِيلُ إلَّا بِالْقِيمَةِ ، وَهُمَا يَقُولَانِ إنَّ الْقِسْمَةَ بِالذَّرْعِ هِيَ الْأَصْلُ ، لِأَنَّ الشَّرِكَةَ فِي الْمَذْرُوعِ لَا فِي الْقِيمَةِ فَيُصَارُ إلَيْهِ مَا أَمْكَنَ ، وَالْمُرَاعَى التَّسْوِيَةُ فِي السُّكْنَى لَا فِي الْمَرَافِقِ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِيمَا بَيْنَهُمَا فِي كَيْفِيَّةِ الْقِسْمَةِ بِالذَّرْعِ فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذِرَاعٌ مِنْ سُفْلٍ بِذِرَاعَيْنِ مِنْ عُلُوٍّ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذِرَاعٌ بِذِرَاعٍ قِيلَ أَجَابَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلَى عَادَةِ أَهْلِ عَصْرِهِ أَوْ أَهْلِ بَلَدِهِ فِي تَفْضِيلِ السُّفْلِ عَلَى الْعُلُوِّ وَاسْتِوَائِهِمَا وَتَفْضِيلِ السُّفْلِ مَرَّةً وَالْعُلُوِّ أُخْرَى . وَقِيلَ هُوَ اخْتِلَافُ مَعْنًى .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کوئی ایسی تحتانی منزل ہو کہ اس کا بالا خانہ نہ ہو۔ اور کوئی ایسا بالا خانہ ہو جس کی تحتانی نہ ہو اور ایسی تحتانی منزل بھی ہو جس کا بالا خانہ بھی ہو تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگائی جائے گی اور قیمت ہی سے تقسیم ہوگی اور اس کے علاوہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام محمد کے نزدیک ہے جبکہ شیخین فرماتے ہیں کہ پیائش سے تقسیم ہوگی امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ سفل میں ان چیزوں کی صلاحیت ہے جن سے علو عاری ہے جس طرح کہ سفل کو پانی کا کنواں بنالیا جائے یا تہہ خانہ یا اصطبل بنالیا جائے لہذا قیمت کے بغیر برابری ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔

شیخین فرماتے ہیں کہ پیائش کے ذریعے ہی تقسیم اصل ہے اس لئے کہ مذروع میں شرکت ہے قیمت میں نہیں ہے لہذا جہاں تک ممکن ہو اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور سکنی میں مساوات کی رعایت کی گئی ہے منافع میں نہیں پھر آپس میں ان کا اختلاف ہے تقسیم بالذراع میں پس امام اعظم فرماتے ہیں کہ سفل کا ایک ذراع علو کے دو ذراع کے بدلے میں ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایک ذراع کو ایک ہی ذراع کے بدلے ناپا جائے گا ایک ول یہ ہے کہ ہر امام نے اپنے زمانہ اور اپنے شہر کے والوں کی عات کے مطابق علو پر سفل کی برتری ان کی برابری اور کبھی سفل کی برتری اور کبھی علو کی برتری کے بدلہ

میں جواب دیا ہے اور ایک قول ہے کہ یہ معنوی اختلاف ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو منزلہ مکان ہے اس میں چند صورتیں ہیں پورا مکان یعنی دونوں منزلیں مشترک ہیں یا صرف نیچے کی منزل مشترک ہے یا صرف بالا خانہ مشترک ہے اس کی تقسیم میں ہر ایک کی قیمت لگائی جائے اور قیمت کے لحاظ سے تقسیم ہوگی۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

منفعت کے اضافے کے سبب اختیار میں فقہی تصریحات

وَوَجْهُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ مَنْفَعَةَ السُّفْلِ تَرْبُو عَلَى مَنْفَعَةِ الْعُلُوِّ بِضِعْفِهِ لِأَنَّهَا تَبْقَى بَعْدَ فَوَاتِ الْعُلُوِّ ، وَمَنْفَعَةُ الْعُلُوِّ لَا تَبْقَى بَعْدَ فِنَاءِ السُّفْلِ ، وَكَذَا السُّفْلُ فِيهِ مَنْفَعَةُ الْبِنَاءِ وَالسُّكْنَى ، وَفِي الْعُلُوِّ السُّكْنَى لَا غَيْرُ إذْ لَا يُمْكِنُهُ الْبِنَاءُ عَلَى عُلُوِّهِ إلَّا بِرِضَا صَاحِبِ السُّفْلِ ، فَيُعْتَبَرُ ذِرَاعَانِ مِنْهُ بِذِرَاعٍ مِنْ السُّفْلِ وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْمَقْصُودَ أَصْلُ السُّكْنَى وَهُمَا يَتَسَاوَيَانِ فِيهِ ، وَالْمَنْفَعَتَانِ مُتَمَاثِلَتَانِ لِأَنَّ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَفْعَلَ مَا لَا يَضُرُّ بِالْآخَرِ عَلَى أَصْلِهِ وَلِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْمَنْفَعَةَ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ بِالْإِضَافَةِ إلَيْهِمَا فَلَا يُمْكِنُ التَّعْدِيلُ إلَّا بِالْقِيمَةِ ، وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَوْلُهُ لَا يَفْتَقِرُ إلَى التَّفْسِيرِ ، وَتَفْسِيرُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ أَنْ يُجْعَلَ بِمُقَابَلَةِ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ الْعُلُوِّ الْمُجَرَّدِ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُونَ وَثُلُثُ ذِرَاعٍ مِنْ الْبَيْتِ الْكَامِلِ لِأَنَّ الْعُلُوَّ مِثْلُ نِصْفِ السُّفْلِ فَثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُونَ وَثُلُثٌ مِنْ السُّفْلِ سِتَّةٌ وَسِتُّونَ وَثُلُثَانِ مِنْ الْعُلُوِّ الْمُجَرَّدِ وَمَعَهُ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُونَ وَثُلُثُ ذِرَاعٍ مِنْ الْعُلُوِّ فَبَلَغَتْ مِائَةَ ذِرَاعٍ تُسَاوِي مِائَةً مِنْ الْعُلُوِّ الْمُجَرَّدِ ، وَيُجْعَلُ بِمُقَابَلَةِ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ السُّفْلِ الْمُجَرَّدِ مِنْ الْبَيْتِ الْكَامِلِ سِتَّةٌ وَسِتُّونَ وَثُلُثَا ذِرَاعٍ ، لِأَنَّ عُلُوَّهُ مِثْلُ نِصْفِ سُفْلِهِ فَبَلَغَتْ مِائَةَ ذِرَاعٍ كَمَا ذَكَرْنَا ، وَالسُّفْلُ الْمُجَرَّدُ سِتَّةٌ وَسِتُّونَ وَثُلُثَانِ لِأَنَّهُ ضِعْفُ الْعُلُوِّ فَيُجْعَلُ بِمُقَابَلَةِ مِثْلِهِ وَتَفْسِيرُ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ أَنْ يُجْعَلَ بِإِزَاءِ خَمْسِينَ ذِرَاعًا مِنْ الْبَيْتِ الْكَامِلِ مِائَةُ ذِرَاعٍ مِنْ السُّفْلِ الْمُجَرَّدِ ، وَمِائَةُ ذِرَاعٍ مِنْ الْعُلُوِّ الْمُجَرَّدِ ، لِأَنَّ السُّفْلَ وَالْعُلُوَّ عِنْدَهُ سَوَاءٌ ، فَخَمْسُونَ ذِرَاعًا مِنْ الْبَيْتِ الْكَامِلِ بِمَنْزِلَةِ مِائَةِ ذِرَاعٍ

يَخْمَسُونَ مِنْهَا سُفْلٌ وَخَمْسُونَ مِنْهَا عُلُوٌّ .

ترجمہ

اور امام اعظم کے قول کی دلیل یہ ہے کہ سفل کی منفعت علو کی منفعت سے دوگنی بڑھی ہے اس لئے کہ یہ منفعت علو کے فوت ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور علو کی منفعت سفل کے فناء ہو جانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے نیز سفل میں بناء اور سکنی دونوں کی منفعت ہے اور علو میں صرف سکنی کی منفعت ہے اس لئے کہ صاحب سفل کی رضامندی کے بغیر صاحب علو اپنے علو پر تعمیر نہیں کر سکتا لہذا اسفل کے ایک گز کے ساتھ علو کے دگز کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اصلی رہائش ہے اور دونوں اس میں برابر ہیں اور دونوں منفعتیں برابر ہیں اس لئے کہ امام ابو یوسف کی اصل کے مطابق ان دونوں کو وہ کام کرنے کا اختیار ہے جو دوسرے کے حق میں نقصان دہ نہ ہو اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اسفل اور علو کی جانب نسبت کرتے ہوئے گرمی اور سردی کی تبدیلی سے منفعت بدل جاتی ہے لہذا قیمت کے بغیر برابری ممکن ہیں ہے آج کل امام محمد کے قول پر فتوی ہے اور ان کا قول توضیح کا محتاج نہیں ہے۔

قدوری میں مذکور امام اعظم کے قول کی وضاحت یہ ہے کہ علو مجرد کے سو گز کے مقابلہ میں بیت کامل کے تینتیس گز اور ایک تہائی گز کر دئے جائیں اس لئے کہ علو سفل کے نصف کی طرح ہے تو سفل کے تینتیس اور ایک تہائی گز علو کے ۶۶ اور دو تہائی گز کے برابر ہے اور اس ۶۶ کے ساتھ علو مجرد کے ۳۳ اور ایک تہائی گز ہیں تو یہ سو گز ہو گئے جو علو مجرد کے سو گز کے مساوی ہیں اور سفل مجرد کے سو گز کے مقابلہ میں بیت کامل کے ۶۶ اور دو تہائی گز کر دئے جائیں گے اس لئے کہ بیت کامل کا علو اس کے سفل کے نصف کی مثل ہے تو یہ سو گز ہو گئے یہا کہھم نے ذکر کیا ہے۔

امام ابو یوسف کے قول کی توضیح یہ ہے کہ بیت کامل کے ۵۰ گز کے مقابلہ میں سفل مجر یا علو مجرد کے سو گز کر دئے جائیں اس لئے کہ ان کے نزدیک سفل اور علو برابر ہیں لہذا بیت کامل کے ۵۰ گز سو گز کے درجے میں ہوں گے ۵۰ سفل اور ۵۰ علو ہیں۔

مشترکہ زمین میں اجازت کے بغیر مکان بنانے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین مشترک میں ایک شریک نے بغیر اجازت شریک مکان بنالیا دوسرا یہ کہتا ہے کہ اس عمارت کو ہٹالو تو اس صورت میں زمین کو تقسیم کردیا جائے اگر یہ عمارت اسی کے حصہ میں پڑی جس نے بنائی ہے فبہا اور اگر دوسرے کے حصہ میں پڑی تو ہوسکتا ہے کہ عمارت کی قیمت دے کر عمارت خود لے لے یا اس کو منہدم کرادیا جائے۔ زمین مشترک میں ایک نے درخت لگایا اس کا بھی وہی حکم ہے۔ اور اگر شریک کی اجازت سے مکان بنوایا یا پیڑ لگائے اگر اپنے لیے یہ تعمیر کی ہے یا پیڑ لگایا ہے اس کا بھی وہی حکم ہے کیونکہ مُعیر کو اختیار ہوتا ہے کہ عاریت کو جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور اگر اجازت اس لیے ہے کہ وہ عمارت یا درخت شرکت کا ہوگا تو بقدر حصہ اس سے مصارف وصول کرسکتا ہے۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت، فتاوی شامی، کتاب قسمہ، بیروت)

تقسیم میں قاسمان کی شہادت کی قبولیت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَقَاسِمُونَ وَشَهِدَ الْقَاسِمَانِ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا تُقْبَلُ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ أَوَّلًا ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ .

وَذَكَرَ الْخَصَّافُ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مَعَ قَوْلِهِمَا وَقَاسِمَا الْقَاضِي وَغَيْرُهُمَا سَوَاءٌ ، لِمُحَمَّدٍ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى فِعْلِ أَنْفُسِهِمَا فَلَا تُقْبَلُ ، كَمَنْ عَلَّقَ عِتْقَ عَبْدِهِ بِفِعْلِ غَيْرِهِ فَشَهِدَ ذَلِكَ الْغَيْرُ عَلَى فِعْلِهِ وَلَهُمَا أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى فِعْلِ غَيْرِهِمَا وَهُوَ الِاسْتِيفَاءُ وَالْقَبْضُ لَا عَلَى فِعْلِ أَنْفُسِهِمَا ، لِأَنَّ فِعْلَهُمَا التَّمْيِيزُ وَلَا حَاجَةَ إلَى الشَّهَادَةِ عَلَيْهِ ، أَوْ لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ مَشْهُودًا بِهِ لِمَا أَنَّهُ غَيْرُ لَازِمٍ ، وَإِنَّمَا يَلْزَمُهُ بِالْقَبْضِ وَالِاسْتِيفَاءِ وَهُوَ فِعْلُ الْغَيْرِ فَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ عَلَيْهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب متقاسمین میں اختلاف ہو اور دو تقسیم کرنیوالے گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری کا یہ قول شیخین کا قول ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ قبول نہیں کی جائے گی یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے اور امام شافعی بھی اسکے ہی قائل ہیں امام خصاف نے امام محمد کے قول کو شیخین کے قول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور قاسم قاضی کے ہوں یا ان کے علاوہ اس مسئلے میں سب برابر ہیں۔

امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاسمین نے اپنے قول پر گواہی دی ہے لہذا وہ قبول نہیں کی جائے گی جس طرح کہ وہ آدمی کہ جس نے اپنے غلام کی آزادی کو کسی دوسرے کے فعل پر معلق کر دیا ہو پھر اس غیر نے اپنے فعل پر گواہی دی ہو۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے غیر کے فعل پر گواہی دی ہے اور وہ استیفاء اور قبضہ ہے اپنے فعل پر گواہی نہیں دی ہے اس لئے کہ ان کا فعل تو الگ کرنا ہے اور اس پر گواہی کی ضرورت نہیں ہے یا اسلئے کہ تمیز میں مشہود بہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر لازم ہے یہ فعل تو قبضہ اور وصول یابی کے بعد لازم ہوگا اور وہ قبضہ دوسرے کا فعل ہے لہذا اس پر گواہی مقبول ہوگی۔

ایک گواہی پر فیصلہ کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ فرمایا پھر حضرت علی نے بھی تمہارے درمیان اسی پر فیصلہ فرمایا یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے سفیان ثوری بھی جعفر بن محمد سے وہ اپنے

والد سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلا اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور یحیی بن سلیم بھی یہ حدیث جعفر بن محمد سے وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت علی سے مرفوعا نقل کرتے ہیں بعض علماء وغیرہ کا اسی پر عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر مدعی کے پاس ایک ہی گواہ ہو تو دوسرے گواہ کے بدلے اس سے قسم لی جائے۔ یہ حقوق اموال میں جائز ہے۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق بھی ایک گواہ اور قسم پر حقوق واموال میں فیصلہ کرنے کو جائز سمجھتے ہیں بعض اہل کوفہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ایک گواہ کے بدلے مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1369)

قاسموں کی اجرت کے سبب شہادت کے عدم قبول کا بیان

وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ : إذَا قَسَمَا بِأَجْرٍ لَا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ بِالْإِجْمَاعِ ، وَإِلَيْهِ مَالَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ لِأَنَّهُمَا يَدَّعِيَانِ إيفَاءَ عَمَلٍ اُسْتُؤْجِرَا عَلَيْهِ فَكَانَتْ شَهَادَةً صُورَةً وَدَعْوَى مَعْنًى فَلَا تُقْبَلُ إلَّا أَنَّا نَقُولُ : هُمَا لَا يَجُرَّانِ بِهَذِهِ الشَّهَادَةِ إلَى أَنْفُسِهِمَا مَغْنَمًا لِاتِّفَاقِ الْخُصُومِ عَلَى إيفَائِهِمَا الْعَمَلَ الْمُسْتَأْجَرَ عَلَيْهِ وَهُوَ التَّمْيِيزُ ، وَإِنَّمَا الِاخْتِلَافُ فِي الِاسْتِيفَاءِ فَانْتَفَتْ التُّهْمَةُ .

ترجمہ

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب قاسمین نے اجرت لے کر تقسیم کی ہے تو بالاجماع گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اسی جانب بعض مشائخ کا رجحان ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایسے عمل کو پورا کرنے کا دعوی کر رہے ہیں جس پر کو اجیر بنایا گیا تھا تو یہ شہادت کی صورت ہے اور معنی دعوی ہے لہذا قبول نہیں کی جائے گی کہتے ہیں کہ اس شہادت سے قاسمین اپنی جانب کوئی منفعت نہیں کھینچ رہے اس لئے جس عمل پر ان کو اجیر رکھا گیا تھا ان کی طرف سے اس کے اتمام پر خصوم کا پورا ہونا یعنی فرق اختلاف تو وصول کرنے میں ہے لہذا تہمت کی نفی ہو گئی ہے۔

شرح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی اس باب میں عبداللہ بن عمر، عائشہ، ابن حدیدہ، اور ام سلمہ سے بھی روایات منقول ہیں حدیث ابوہریرہ حسن ہے یہ حدیث ابوسلمہ بن عبدالرحمن، حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی مروی ہے ابوسلمہ اس حدیث کو اپنے والد سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں لیکن یہ روایت صحیح نہیں میں نے عبداللہ بن عبدالرحمن سے سنا کہ حضرت ابوسلمہ کی عبداللہ بن عمرو کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول حدیث اس باب کی سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1360)

ایک قاسم کی شہادت کے عدم قبول کا بیان

(وَلَوْ شَهِدَ قَاسِمٌ وَاحِدٌ لَا تُقْبَلُ) لِأَنَّ شَهَادَةَ الْفَرْدِ غَيْرُ مَقْبُولَةٍ عَلَى الْغَيْرِ ، وَلَوْ أَمَرَ الْقَاضِي أَمِينَهُ بِدَفْعِ الْمَالِ إلَى آخَرَ يُقْبَلُ قَوْلُ الْأَمِينِ فِي دَفْعِ الضَّمَانِ عَنْ نَفْسِهِ وَلَا يُقْبَلُ فِي إلْزَامِ الْآخَرِ إذَا كَانَ مُنْكِرًا ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ

اور جب ایک ہی قاسم نے گواہی دی تو قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ایک آدمی کی گواہی دوسرے پر قبول نہیں کی جاتی اور جب قاضی نے اپنے امین کو کسی دوسرے کو مال دینے کا کہا تو اپنی طرف سے ضمان کو دور کرنے کے سلسلے میں امین کا قول قبول کیا جائے گا اور دوسرے پر الزام کے سلسلے میں قبول نہیں کیا جائے گا جب وہ انکار کرنے والا ہو۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

ایک شخص کی گواہی میں چند فقہی تصریحات

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو اور وہ عامل تھے کوفہ کے کہ ایک قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ کیا کر۔ ام سلمہ بن عبدالرحمٰن اور سلیمان بن یسار سے سوال ہوا کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا درست ہے انہوں نے کہا ہاں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو اس کی گواہی لے کر مدعی کو قسم دیں گے اگر وہ قسم کھا لے گا تو بری ہو جائے گا اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو مدعی کا دعویٰ اس پر ثابت ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک قسم اور ایک گواہ سے فیصلہ کرنا صرف اموال کے عدوے میں ہوگا اور حدود اور نکاح اور طلاق اور عتاق اور سرقہ اور قذف میں ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا درست نہیں اور جس شخص نے عتاق کو اموال کے دعوے میں داخل کیا اس نے غلطی کی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو غلام جب ایک گواہ لاتا اس امر پر کہ مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو چاہیے تھا کہ غلام سے حلف لے کے اس کو آزاد کر دیتے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جب غلام اپنی آزادی پر ایک گواہ لائے تو اس کے مولیٰ سے حلف لیں گے اگر حلف کرے گا تو آزادی ثابت نہ ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اسی طرح اگر عورت ایک گواہ لائے اس امر پر کہ اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی تو خاوند سے قسم لیں گے اگر وہ قسم کھائے اس امر پر کہ میں نے طلاق نہیں دی تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر طلاق اور عتاق میں جب ایک گواہ ہو تو خاوند اور مولیٰ پر قسم لازم آئے گی۔ کیونکہ عتاق ایک حد شرعی ہے جس میں عورتوں کی گواہی درست نہیں اس لیے کہ غلام جب آزاد ہو جاتا ہے تو اس کی حرمت ثابت

ہوجاتی ہے اوراس کی حدیں اوروں پر پڑتی ہیں اور اوروں کی حدیں اس پر پڑتی ہیں اگر وہ زنا کرے اور محصن ہوتو رجم کیا جائے گا اگراس کوکوئی مارڈالے تو قاتل بھی مارا جائے گا اوراس کے وارثوں کو میراث کا استحقاق حاصل ہوگا اگر کوئی حجت کرنے والا یہ کہے کہ مولیٰ جب غلام کو آزاد کردے پھر ایک شخص اپنا قرض مولیٰ سے مانگنے آئے اور ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے اپنا قرض ثابت کرے تو مولیٰ پر قرضہ ثابت ہوجائے گا اگر مولیٰ کے پاس سوائے اس غلام کے کوئی مال نہ ہوگا تو اس غلام کی آزادی فسخ کرڈالیں گے اس سے یہ بات نکالی کہ عورتوں کی گواہی عتاق میں درست ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ عورتوں کی گواہی قرضے کے اثبات میں معتبر ہوئی نہ کہ عتاق میں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنے غلام کو آزاد کردے پھر اس کا قرض خواہ ایک گواہ اور ایک قسم سے اپنا قرضہ مولیٰ پر ثابت کردے اوراس کی وجہ سے آزادی فسخ کی جائے یا مولیٰ پر قرضے کا دعویٰ کرے اور گواہ نہ رکھتا ہو تو مولیٰ سے قسم لی جائے اور وہ انکار کرے تو مدعی سے قسم لے کر اس کا قرضہ ثابت کردیا جائے اور آزادی فسخ کی جائے اسی طرح ایک شخص نکاح کرے لونڈی سے پھر لونڈی کا مولیٰ خاوند سے کہنے لگے کہ تونے اور فلاں شخص نے مل کر میری اس لونڈی کو اتنے دینار میں خرید کیا ہے اور خاوند انکار کرے تو مولیٰ ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ لائے اپنے قول پر اس صورت میں بیع ثابت ہوجائے گی۔ اور وہ لونڈی خاوند پر حرام ہوجائے گی۔ اور نکاح فسخ ہوجائے گا حالانکہ طلاق میں عورتوں کی گواہی درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اسی طرح اگر ایک شخص قذف کرے ایک شخص کو پھر ایک مرد یا دو عورتیں گواہی دیں کہ جس شخص کو قذف کیا ہے وہ غلام ہے تو قاذف کے ذمہ سے حد ساقط ہوجائے گی حالانکہ قذف میں شہادت عورتوں کی درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ بھی اس کی مثال ہے کہ دو عورتیں گواہی دیں بچے کے رونے پر تو اس بچے کے لیے میراث ثابت ہوجائے گی اور جو بچہ مرگیا ہوگا تو اس کے وارثوں کو میراث ملے گی حالانکہ ان دو عورتوں کے ساتھ نہ کوئی مرد ہے نہ قسم ہے اور کبھی میراث کا مال کثیر ہوتا ہے جیسے سونا چاندی زمین، باغ، غلام وغیرہ اگر یہی دو عورتیں ایک درہم پر یا اس سے کم پر بھی گواہی دیں تو ان کی گواہی سے کچھ ثابت نہ ہوگا۔ جب تک کہ ان کے ساتھ ایک مرد یا ایک قسم نہ ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک قسم اور ایک گواہ سے حق ثابت نہیں ہوتو بہ سبب قول اللہ تعالیٰ کے فان لم یکونا رجلین الایۃ تو حجت ان لوگوں پر یہ ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہیں حلف لیا جاتا مدعی علیہ تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہوجاتا ہے اس سے یہ حق اگر نکول کرتا ہے پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ امر ایسا ہے کہ نہیں ہے اختلاف اس میں کسی کا لوگوں میں سے اور نہ کسی شہر میں شہروں میں سے تو کسی دلیل سے نکالا ہے اس کو، اور کس کتاب اللہ میں پایا ہے اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہی اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگر چہ نہیں ہے یہ کتاب اللہ میں مگر حدیث میں تو موجود ہے آدمی کو چاہیے کہ ٹھیک راستہ پہچانے اور دلیل کا موقع دیکھے اس صورت میں اگر خدا چاہے گا تو اس کی مشکل حل ہوجائے گی۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1311)

بَابُ دَعْوَى الْغَلَطِ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِحْقَاقُ فِيهَا

﴿یہ باب قسمت وحقدار ہونے میں غلط دعویٰ کے بیان ہے﴾

شرکاء میں سے کسی کا تقسیم میں غلط دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى أَحَدُهُمُ الْغَلَطَ وَزَعَمَ أَنَّ مِمَّا أَصَابَهُ شَيْئًا فِي يَدِ صَاحِبِهِ وَقَدْ أَشْهَدَ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى ذَلِكَ إلَّا بِبَيِّنَةٍ) لِأَنَّهُ يَدَّعِي فَسْخَ الْقِسْمَةِ بَعْدَ وُقُوعِهَا فَلَا يُصَدَّقُ إلَّا بِحُجَّةٍ (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ اسْتَحْلَفَ الشُّرَكَاءَ فَمَنْ نَكَلَ مِنْهُمْ جُمِعَ بَيْنَ نَصِيبِ النَّاكِلِ وَالْمُدَّعِي فَيُقْسَمُ بَيْنَهُمَا عَلَى قَدْرِ أَنْصِبَائِهِمَا) ، لِأَنَّ النُّكُولَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ خَاصَّةً فَيُعَامَلَانِ عَلَى زَعْمِهِمَا قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : يَنْبَغِي أَنْ لَا تُقْبَلَ دَعْوَاهُ أَصْلًا لِتَنَاقُضِهِ ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ مِنْ بَعْدُ .

ترجمہ

اور جب شرکاء میں سے کسی شخص نے تقسیم میں غلط دعویٰ کر دیا ہے اور اس نے اس طرح کہا ہے کہ مجھے ملنے والے حصہ کا بعض حصہ اس کے ساتھی کے قبضہ میں ہے جبکہ وہ شخص اس کو وصول کرنے کا اقرار کر چکا تھا۔ تو شہادت کے سوا اس کے دعویٰ کو تسلیم نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ تقسیم کے واقع ہو جانے کے بعد اس کو ختم کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے پس دلیل کے سوا اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور اس کے بعد جب گواہی قائم ہوگئی تو پھر قاضی شرکاء سے قسم لے گا۔ اور ان میں سے جو انکار کرے گا قاضی مدعی اور اس انکاری کے حصوں کو جمع کرتے ہوئے ان کے درمیان ان کے حصوں کے حساب سے تقسیم کر دے گا۔ کیونکہ یہاں انکار خاص طور انکاری کے حق میں دلیل ہے پس ان دونوں کے درمیان ان کے حساب سے معاملہ طے کر دیا جائے گا۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تناقض کے سبب مدعی کے دعویٰ کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور انہوں نے قدوری کے بعد اسی حکم کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور تقسیم ہونے کے بعد ایک شریک یہ کہتا ہے کہ میرا حصہ مجھے نہیں ملا اور تقسیم کرنے والوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ وصول پالیا یہ گواہی مقبول ہے اور فقط ایک تقسیم کرنے والے نے شہادت دی تو گواہی مقبول نہیں۔

اور جب تقسیم کے بعد ایک شریک یہ کہتا ہے کہ فلاں چیز میرے حصہ میں تھی اور غلطی سے دوسرے کے پاس پہنچ گئی اور اس سے

پہلے یہ اقرار کر چکا تھا کہ میں نے اپنا حصہ وصول پالیا یا وصول پانے کا اقرار نہ کیا ہو دونوں صورتوں میں اس کی بات جب ہی مانی جائے گی کہ اس کے قول کے صحیح ہونے پر دلیل ہو یعنی گواہوں سے ایسا ثابت کر دے یا دوسرا شریک اقرار کر لے کہ ہاں اس کے حصہ کی فلاں چیز میرے پاس ہے اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس کے شریک پر قسم دی جائے اور وہ قسم کھانے سے نکول کرے۔

(درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

خصم تقسیم کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ قَدْ اسْتَوْفَيْتُ حَقِّي وَأَخَذْتُ بَعْضَهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ خَصْمِهِ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّهُ يَدَّعِي عَلَيْهِ الْغَصْبَ وَهُوَ مُنْكِرٌ (وَإِنْ قَالَ أَصَابَنِي إلَى مَوْضِعِ كَذَا فَلَمْ يُسَلِّمْهُ إلَيَّ وَلَمْ يَشْهَدْ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ وَكَذَّبَهُ شَرِيكُهُ تَحَالَفَا وَفُسِخَتْ الْقِسْمَةُ) لِأَنَّ الِاخْتِلَافَ فِي مِقْدَارِ مَا حَصَلَ لَهُ بِالْقِسْمَةِ فَصَارَ نَظِيرَ الِاخْتِلَافِ فِي مِقْدَارِ الْمَبِيعِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ أَحْكَامِ التَّحَالُفِ فِيمَا تَقَدَّمَ (وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي التَّقْوِيمِ لَمْ يُلْتَفَتْ إلَيْهِ) لِأَنَّهُ دَعْوَى الْغَبْنِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِهِ فِي الْبَيْعِ فَكَذَا فِي الْقِسْمَةِ لِوُجُودِ التَّرَاضِي، إلَّا إذَا كَانَتْ الْقِسْمَةُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي وَالْغَبْنُ فَاحِشٌ، لِأَنَّ تَصَرُّفَهُ مُقَيَّدٌ بِالْعَدْلِ .

ترجمہ

اور جب مدعی نے اس طرح کہہ دیا ہے کہ میں نے اپنا حق وصول کر لیا ہے لیکن تم نے اس میں بعض حصہ رکھ لیا ہے تو اس کے خصم کے قول کو قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس پر غصب کا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ وہ انکاری ہے اور جب اس نے اس طرح کہا ہے کہ فلاں مقام تک میرا حق پہنچا ہے۔ مگر اس نے مجھ کو نہیں دیا حالانکہ مدعی تو اپنے حق کا اقرار بھی نہیں کر رہا ہے اور اس کے ساتھی نے اس کو جھٹلا دیا ہے تو وہ دونوں حلف اٹھائیں گے۔ اور ان کی تقسیم کو ختم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ انہیں تقسیم میں ملنے والی مقدار میں اختلاف ہے۔ لہذا یہ مقدار ایسے ہو جائے گی جس طرح مبیع کی مقدار میں اختلاف ہوتا ہے۔ اسی وضاحت کے مطابق ہے جس کو ہم قسم کے احکام میں بیان کر آئے ہیں۔

اور جب قیمت لگانے میں دو شرکاء نے اختلاف کر دیا ہے تو اس جانب کوئی توجہ نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ دعویٰ غبن ہے اور بیع میں اس قسم کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔ لہذا تقسیم بھی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ رضا مندی پائی جا رہی ہے ہاں البتہ جب وہ قاضی کے فیصلہ کے مطابق ہو تو اب غبن اور زیادہ فاحش ہو جائے گا۔ کیونکہ قاضی کے تصرف کو عدل کے ساتھ معین کیا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تقسیم کے بعد کہتا ہے کہ مجھے میرا حصہ مل گیا تھا اور میں نے قبضہ بھی کر لیا تھا پھر

میرے شریک نے اس میں سے فلاں چیز لے لی اور شریک اس سے انکار کرتا ہے اس کا حاصل یہ ہوا کہ شریک پر غصب کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ انکار کرتا ہے اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو شریک پر حلف رکھا جائے۔ اور اگر وصول پانے کا اقرار نہیں کیا ہے صرف اتنی بات کہی ہے کہ یہاں سے یہاں تک میرے حصہ میں آئی مگر مجھے دی نہیں اور شریک اس کی تکذیب کرتا ہے تو دونوں کو حلف دیا جائے اور دونوں قسم کھا جائیں تو تقسیم فسخ کر دی جائے۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

تقسیم میں چیزوں کی قیمتیں لگائی گئیں اب معلوم ہوا کہ قیمتوں میں بہت فرق ہے جس کو غبن فاحش کہتے ہیں یعنی اتنی کمی یا بیشی ہے جو اندازہ سے باہر ہے مثلاً جس چیز کی قیمت پانسو ہے اس کی ہزار روپے قیمت قرار دی یہ تقسیم توڑ دی جائے گی۔ قاضی نے اس کے متعلق فیصلہ کیا ہو یا دونوں کی رضامندی سے تقسیم ہوئی ہو بہر صورت توڑ دی جائے۔

دو شخصوں کی سو بکریاں تھیں تقسیم کے بعد ایک یہ کہتا ہے غلطی سے تم نے پچپن بکریاں لے لیں اور مجھے پینتالیس ہی ملیں دوسرا کہتا ہے غلطی سے نہیں بلکہ تقسیم اسی طرح ہوئی اور گواہ کسی کے پاس نہ ہوں تو دونوں پر حلف ہے یہ اس وقت ہے کہ اُس نے اپنا پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اقرار کر چکا ہو تو غلطی کا دعویٰ نا مسموع ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

دو شرکاء میں مکان کی تقسیم کا بیان

(وَلَوْ اقْتَسَمَا دَارًا وَأَصَابَ كُلُّ وَاحِدٍ طَائِفَةً فَادَّعَى أَحَدُهُمْ بَيْتًا فِي يَدِ الْآخَرِ أَنَّهُ مِمَّا أَصَابَهُ بِالْقِسْمَةِ وَأَنْكَرَ الْآخَرُ فَعَلَيْهِ إقَامَةُ الْبَيِّنَةِ) لِمَا قُلْنَا (وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ يُؤْخَذُ بِبَيِّنَةِ الْمُدَّعِي) لِأَنَّهُ خَارِجٌ ، وَبَيِّنَةُ الْخَارِجِ تَتَرَجَّحُ عَلَى بَيِّنَةِ ذِي الْيَدِ (وَإِنْ كَانَ قَبْلَ الْإِشْهَادِ عَلَى الْقَبْضِ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا ، وَكَذَا إذَا اخْتَلَفَا فِي الْحُدُودِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ يُقْضَى لِكُلِّ وَاحِدٍ بِالْجُزْءِ الَّذِي هُوَ فِي يَدِ صَاحِبِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَإِنْ قَامَتْ لِأَحَدِهِمَا بَيِّنَةٌ قُضِيَ لَهُ ، وَإِنْ لَمْ تَقُمْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا تَحَالَفَا) كَمَا فِي الْبَيْعِ .

ترجمہ

اور جب دو شرکاء کے درمیان مکان کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ مل گیا ہے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے کے قبضہ میں مکان کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ مکان اس کو تقسیم میں ملا تھا اور دوسرا اس کا انکاری ہے تو ایسے مدعی کو گواہی پیش کرنا ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ان دونوں نے شہادت قائم کر دی ہے تو مدعی کی شہادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مدعی خارج ہے اور خارج کی گواہی قابض کی گواہی پر ترجیح یافتہ ہوتی ہے۔ اور جب اس نے یہ دعویٰ قبضہ کے اقرار سے قبل کیا ہے تو وہ دونوں قسم اٹھائیں گے۔ اور ایک دوسرے پر قسم کو پھیر دیں گے۔ اور اسی طرح جب دو شرکاء نے حدود کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور دونوں نے شہادت قائم کر دی ہے تو ان میں سے ہر ایک حصے کیلئے فیصلہ کیا جائے گا اور جو کچھ اس

کے شریک کے قبضہ میں ہے۔اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔اور جب ان میں سے کسی ایک نے ایک شہادت کو قائم کر دیا تو اسی کیلئے فیصلہ کر دیا جائے گا اور جب کسی کیلئے بھی کوئی شہادت قائم نہ ہو سکی وہ دونوں قسم اٹھائیں گے جس طرح بیع کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکان دو شخصوں میں مشترک تھا دونوں نے اسے بانٹ لیا پھر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کمرہ جو میرے شریک کے پاس ہے یہ میرے حصہ کا ہے اور دوسرا اس سے انکاری ہے تو مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر قبضہ کرنے پر گواہ نہ کیے ہوں تو دونوں پر حلف ہے اور اس صورت میں اگر دونوں نے قسمیں کھالیں تو تقسیم فسخ کر دی جائے گی۔اسی طرح اگر حدود میں اختلاف ہو مثلاً ایک یہ کہتا ہے کہ یہ حد میری تھی جو اس کے حصہ میں جا پڑی اور دوسرا بھی یہی کہتا ہے کہ یہ حد میری تھی جو اس کے حصہ میں چلی گئی اگر دونوں گواہ پیش کریں تو ہر ایک کے گواہ اس کے حق میں معتبر ہیں جو اس کے قبضہ میں نہ ہو اور اگر فقط ایک نے گواہ پیش کیے تو اسی کے موافق فیصلہ ہوگا اور کسی نے بھی گواہ نہیں پیش کیے تو دونوں پر حلف ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تقسیم کو توڑا جا سکتا ہے یعنی شرکا نے اپنی رضامندی سے تقسیم کر لی اس کے بعد یہ چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں شرکت میں رہیں یہ ہو سکتا ہے۔(درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل حقدار ہونے کے بیان میں ہے﴾

معین حصے سے حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اسْتَحَقَّ بَعْضَ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ لَمْ تُفْسَخْ الْقِسْمَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَرَجَعَ بِحِصَّةِ ذَلِكَ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : تُفْسَخُ الْقِسْمَةُ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ذَكَرَ الِاخْتِلَافَ فِي اسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ بِعَيْنِهِ ، وَهَكَذَا ذُكِرَ فِي الْأَسْرَارِ .

وَالصَّحِيحُ أَنَّ الِاخْتِلَافَ فِي اسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ شَائِعٍ مِنْ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا ، فَأَمَّا فِي اسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ مُعَيَّنٍ لَا تُفْسَخُ الْقِسْمَةُ بِالْإِجْمَاعِ ، وَلَوْ اُسْتُحِقَّ بَعْضٌ شَائِعٌ فِي الْكُلِّ تُفْسَخُ بِالِاتِّفَاقِ ، فَهَذِهِ ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ .

ترجمہ

فرمایا اور جب شرکاء میں سے کسی ایک کے معین کردہ حصے سے بعض حصے کا کوئی حقدار نکل آیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کی تقسیم کو فسخ نہ کیا جائے گا۔ اور وہ شریک اس حصے کے مطابق اپنے شرکاء سے واپس لے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قدوری نے بعض معین حصے کے حقدار میں اختلاف کو ذکر کیا ہے اور اسرار میں بھی اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جب شرکاء میں سے کسی ایک کے حصے کے کچھ شائع کا حقدار نکل آنے میں اختلاف ہے۔

لیکن ہر حالت میں معین کے حقدار کی صورت میں بہ اتفاق تقسیم فسخ نہ ہوگی۔ اور جب وہ کل شائع میں سے بعض کا حقدار نکلا ہے یہ باجماع تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اور ساری تین صورتیں بنتی ہیں۔

شرح

اور جب تقسیم ہو جانے کے بعد استحقاق ہوا یعنی کسی دوسرے شخص نے اس میں اپنی ملک کا دعویٰ کیا اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک حصہ میں جزو معین کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ چیز میری ہے یا جزو شائع کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے حصہ میں نصف یا تہائی میری

ہے یا کل میں جزو شائع کا مدعی ہے یعنی پوری جائداد میں مثلاً نصف یا تہائی کا مدعی ہے۔ پہلی صورت میں کہ فقط ایک کے حصہ میں جز معین کا استحقاق کرتا ہے اس میں تقسیم کو فسخ نہیں کیا جائے گا بلکہ مستحق نے جتنا اپنا ثابت کر دیا اس کو دے دیا جائے اور باقی 6)) اس کا ہے جس کے حصہ میں تھا اور اس کے حصہ میں جو کمی پڑی اسے شریک کے حصہ میں سے اوتنی دلا دی جائے کہ اس کا حصہ سہام کے موافق ہو جائے دوسری صورت میں کہ ایک کے حصہ میں جزو شائع کا مدعی ہے اس میں حصہ والے کا اختیار ہے کہ مستحق کو دینے کے بعد جو کمی پڑتی ہے وہ شریک کے حصہ میں سے لے لے یا تقسیم توڑوا کر از سر نو تقسیم کرائے یہ اُس صورت میں ہے کہ استحقاق سے پہلے اس میں کا کچھ بیچ نہ کیا ہو ورنہ تقسیم نہیں توڑی جائے گی بلکہ اپنے حصہ کی قدر شریک کے حصہ میں سے لے سکتا ہے وبس۔ تیسری صورت میں کہ کل میں جزو شائع کا مدعی ہے تقسیم فسخ کر دی جائے اور ان تینوں یعنی مستحق اور دونوں شریکوں کے مابین از سر نو تقسیم کی جائے گی۔

تقسیم کے بعد حقدار نکل آنے میں فقہی اختلاف کا بیان

وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ مُحَمَّدٍ ، وَذَكَرَهُ أَبُو سُلَيْمَانَ مَعَ أَبِي يُوسُفَ وَأَبُو حَفْصٍ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْأَصَحُّ .

لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ بِاسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ شَائِعٍ ظَهَرَ شَرِيكٌ ثَالِثٌ لَهُمَا ، وَالْقِسْمَةُ بِدُونِ رِضَاهُ بَاطِلَةٌ ، كَمَا إذَا اُسْتُحِقَّ بَعْضٌ شَائِعٌ فِي النَّصِيبَيْنِ ، وَهَذَا لِأَنَّ بِاسْتِحْقَاقِ جُزْءٍ شَائِعٍ يَنْعَدِمُ مَعْنَى الْقِسْمَةِ وَهُوَ الْإِفْرَازُ لِأَنَّهُ يُوجِبُ الرُّجُوعَ بِحِصَّتِهِ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ شَائِعًا ، بِخِلَافِ الْمُعَيَّنِ .

وَلَهُمَا أَنَّ مَعْنَى الْإِفْرَازِ لَا يَنْعَدِمُ بِاسْتِحْقَاقِ جُزْءٍ شَائِعٍ فِي نَصِيبِ أَحَدِهِمَا وَلِهَذَا جَازَتْ الْقِسْمَةُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ فِي الِابْتِدَاءِ بِأَنْ كَانَ النِّصْفُ الْمُقَدَّمُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ ثَالِثٍ وَالنِّصْفُ الْمُؤَخَّرُ بَيْنَهُمَا لَا شَرِكَةَ لِغَيْرِهِمَا فِيهِ فَاقْتَسَمَا عَلَى أَنَّ لِأَحَدِهِمَا مَا لَهُمَا مِنْ الْمُقَدَّمِ وَرُبُعَ الْمُؤَخَّرِ يَجُوزُ فَكَذَا فِي الِانْتِهَاءِ وَصَارَ كَاسْتِحْقَاقِ شَيْءٍ مُعَيَّنٍ ، بِخِلَافِ الشَّائِعِ فِي النَّصِيبَيْنِ لِأَنَّهُ لَوْ بَقِيَتْ الْقِسْمَةُ لَتَضَرَّرَ الثَّالِثُ بِتَفَرُّقِ نَصِيبِهِ فِي النَّصِيبَيْنِ ، أَمَّا هَاهُنَا لَا ضَرَرَ بِالْمُسْتَحِقِّ فَافْتَرَقَا ،

ترجمہ

امام قدوری علیہ الرحمہ امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ابو سلیمان نے ان کے قول کو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ

کے قول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ابو حفص نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ کچھ شائع میں حقداران دونوں شرکاء کا ایک تیسرا حصے دار نکل آیا ہے اور اسکی رضا مندی کے سوا تقسیم باطل ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب دونوں حصوں میں سے کچھ شائع حقدار نکل آئیں۔ اور اسکی دلیل یہ بھی ہے کہ شائع سے حقدار نکل آنے کے سبب سے تقسیم کے حکم میں افراز یعنی الگ ہونا نہیں پایا گیا۔ اور ایسا حقدار ہونا یہ شیوع کے طرز پر حصے کی مقدار کے مطابق دوسرے کے حصے میں رجوع کو ثابت کرتا ہے جبکہ معین میں ایسا نہیں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حصے میں شائع جز کے حقدار ہونے کے سبب سے الگ ہونے کا معنی ختم نہیں ہوا ہے کیونکہ اسی دلیل کے سبب تو ابتدائی طور پر تقسیم کرنا جائز ہے۔ کہ نصف پہلے شریکین اور ثالث کے درمیان مشترکہ ہو اور نصف صرف مؤخر شریکین کے درمیان مشترکہ ہو اور اس میں سے ان کے سوا کسی اور کی شرکت نہ ہو اور یہ دونوں اس طرح تقسیم کریں گے۔ جتنا ان کے حصے میں آئے گا۔ اور اس میں سے ایک کیلئے مقدم اور چوتھائی مؤخر ہو تو یہ درست ہے پس اسی طرح اس کی انتہاء میں بھی درست ہو جائے گا اور یہ چیز معین کے حقدار ہونے کی طرح ہے۔ بہ خلاف دونوں کے حصوں میں شائع والی حالت کے کیونکہ جب تقسیم باقی رہ گئی ہے تو وہ ثالث کے حصوں میں تقسیم ہو جانے کے سبب سے اس کو نقصان نہ ہوگا البتہ یہاں پر جو مسئلہ ہے تو یہاں حقدار کا کوئی نقصان نہیں ہے پس دونوں مسائل الگ الگ ہیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ استحقاق کی ایک صورت یہ بھی ہے وہ یہ کہ ہر ایک کے حصہ میں مستحق نے اپنا حصہ ثابت کر دیا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہر ایک کے حصہ میں اس نے جزو شائع ثابت کیا اس کا حکم یہ ہے کہ تقسیم فسخ کر دی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں میں جزء معیّن ثابت کرے اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں کے حصوں میں اس کا جو کچھ ہے اگر برابر ہے جب تو ظاہر ہے کہ مستحق کے لے لینے کے بعد ہر ایک کے پاس جو کچھ بچا وہ بقدر حصہ ہے لہذا نہ تقسیم توڑی جائے گی نہ رجوع کا حکم دیا جائے گا اور اگر مستحق کا حق ایک کے حصہ میں زائد ہے دوسرے کے حصہ میں کم تو اس زائد کی زیادتی کا اعتبار ہوگا کہ اسی کے حساب سے کم والے کے حصہ میں رجوع کریگا۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

ایک شریک کا مکان میں ثلث کو مقدم کرنے کا بیان

وَصُوَرُ الْمَسْأَلَةِ : إذَا أَخَذَ أَحَدُهُمَا الثُّلُثَ الْمُقَدَّمَ مِنْ الدَّارِ وَالْآخَرُ الثُّلُثَيْنِ مِنْ الْمُؤَخَّرِ وَقِيمَتُهُمَا سَوَاءٌ ثُمَّ اسْتَحَقَّ

نِصْفَ الْمُقَدَّمِ ، فَعِنْدَهُمَا إنْ شَاءَ نَقَضَ الْقِسْمَةَ دَفْعًا لِعَيْبِ التَّشْقِيصِ ، وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ بِرُبُعِ مَا فِي يَدِهِ مِنْ الْمُؤَخَّرِ ، لِأَنَّهُ لَوْ اسْتَحَقَّ كُلَّ الْمُقَدَّمِ رَجَعَ بِنِصْفِ مَا

فِي يَدِهِ ، فَإِذَا اسْتَحَقَّ النِّصْفَ رَجَعَ بِنِصْفِ النِّصْفِ وَهُوَ الرُّبُعُ اعْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالْكُلِّ ، وَلَوْ بَاعَ صَاحِبُ الْمُقَدَّمِ نِصْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَقَّ النِّصْفَ الْبَاقِي شَائِعًا رَجَعَ بِرُبُعِ مَا فِي يَدِ الْآخَرِ عِنْدَهُمَا لِمَا ذَكَرْنَا وَسَقَطَ خِيَارُهُ بِبَيْعِ الْبَعْضِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ : مَا فِي يَدِ صَاحِبِهِ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ وَيَضْمَنُ قِيمَةَ نِصْفِ مَا بَاعَ لِصَاحِبِهِ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ تَنْقَلِبُ فَاسِدَةً عِنْدَهُ ، وَالْمَقْبُوضُ بِالْعَقْدِ الْفَاسِدِ مَمْلُوكٌ فَنَفَذَ الْبَيْعُ فِيهِ وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْقِيمَةِ فَيَضْمَنُ نِصْفَ نَصِيبِ صَاحِبِهِ .

ترجمہ

اور جب ایک شریک نے مکان میں ثلث کو مقدم کیا ہے اور دوسرے نے مؤخر کرتے ہوئے دوثلث حاصل کر لیے ہیں اور ان دونوں کی قیمت برابر ہے اور اس کے بعد مقدم میں نصف کا کوئی حقدار نکل آیا ہے تو طرفین کے نزدیک جب وہ چاہے تقسیم کو ختم کردے گا۔ کہ عیب دور ہو جائے۔ اور جب وہ چاہے تو اپنے شریک پر چوتھائی کا رجوع کرے جو اس کے شریک کے قبضہ میں ہے۔ کیونکہ جب سارا مقدم حقدار کا نکل آتا تو وہ شریک کے قبضہ والے میں نصف پر رجوع کرنے والا ہوتا۔ اور جب نصف حقدار کا نکلا ہے تو یہ اس شریک پر نصف کا نصف یعنی چوتھائی سے رجوع کرے گا۔ اور جز کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔

اور جب مقدم نے اپنا نصف حصہ بیچ دیا ہے اور اس کے بعد بقیہ نصف کا حقدار نکل آیا ہے تو یہ بھی دوسرے قبضہ والے شریک سے نصف میں رجوع کرے گا طرفین کے نزدیک یہی ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور بعض کی فروخت پر اس کا اختیار ساقط ہو جائے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جو کچھ اس کے ساتھی کے قبضہ میں ہے وہ ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور شریک بائع اپنے ساتھی کیلئے فروخت کردہ میں نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک تقسیم فاسد ہو چکی ہے۔ اور فاسد عقد کے سبب قبضہ والی چیز مملوک ہو جاتی ہے پس اس میں بیع نافذ ہو جائے گی اور بیع قیمت کی ضمان کو لازم کرنے والی ہے پس وہ شریک ساتھی کیلئے نصف قیمت کا ضامن بن جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب تقسیم میں ایک شریک نے بیع یا ہبہ یا صدقہ کی شرط کی یعنی اس شرط پر تقسیم کرتا ہوں کہ میرا یہ مکان یا مکان مشترک میں جو میرا حصہ ہے تم خرید لو یا فلاں چیز مجھ کو ہبہ یا صدقہ کردو یہ تقسیم فاسد ہے۔ تقسیم فاسد میں قبضہ کرنے سے ملک حاصل ہو جائے گی اور تصرفات نافذ ہوں گے۔ اور جب مکان مشترک کی اس طرح تقسیم ہوئی کہ ایک شریک پوری زمین لے گا اور دوسرا ساری عمارت لے گا زمین اس کو بالکل نہیں ملے گی اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جس کے حصہ میں عمارت آئی اس سے شرط یہ ٹھہری ہے کہ عمارت کھود کر نکال لے گا یہ صورت جائز ہے۔ دوسری صورت یہ کہ عمارت کھودنے یا نہ

کھودنے کا کوئی ذکر نہیں ہوا یہ بھی جائز ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عمارت باقی رکھنے کی شرط ہے اس صورت میں تقسیم فاسد ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

تقسیم کے بعد ترکہ میں دین محیط کے ظاہر ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ وَقَعَتْ الْقِسْمَةُ ثُمَّ ظَهَرَ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ مُحِيطٌ رُدَّتْ الْقِسْمَةُ) لِأَنَّهُ يَمْنَعُ وُقُوعَ الْمِلْكِ لِلْوَارِثِ ، وَكَذَا إذَا كَانَ غَيْرَ مُحِيطٍ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغُرَمَاءِ بِالتَّرِكَةِ ، إلَّا إذَا بَقِيَ مِنْ التَّرِكَةِ مَا يَفِي بِالدَّيْنِ وَرَاءَ مَا قُسِمَ لِأَنَّهُ لَا حَاجَةَ إلَى نَقْضِ الْقِسْمَةِ فِي إيفَاءِ حَقِّهِمْ ، وَلَوْ أَبْرَأَهُ الْغُرَمَاءُ بَعْدَ الْقِسْمَةِ أَوْ أَدَّاهُ الْوَرَثَةُ مِنْ مَالِهِمْ وَالدَّيْنُ مُحِيطٌ أَوْ غَيْرُ مُحِيطٍ جَازَتْ الْقِسْمَةُ لِأَنَّ الْمَانِعَ قَدْ زَالَ .

ترجمہ

اور جب تقسیم ہو چکی ہے اور اس کے بعد ترکہ میں قرض محیط ظاہر ہو گیا تو تقسیم کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ وہ قرض مالک سے اسکی ملکیت کو روکنے والا ہے۔ اور اسی طرح جب قرض غیر محیط ہے تو ترکہ کے ساتھ حق غرماء کے متعلق ہونے کے سبب سے رد کر دیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب ترکہ سے اس قدر بچ جائے جو قرض کیلئے کافی ہے اور اس مقدار کے سوا جس کو تقسیم کیا گیا ہے اس کیلئے اب قرض خواہوں کا حق مکمل کرنے کیلئے تقسیم کو توڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

شرح

اور جب ترکہ کی تقسیم کے بعد معلوم ہوا کہ میت کے ذمہ دین ہے تو تقسیم توڑ دی جائے گی کیونکہ اگر دین پورے ترکہ کی برابر ہے جب تو ظاہر ہے کہ یہ ترکہ وارثوں کی ملک ہی نہیں تقسیم کیونکر کریں گے اور اگر دین پورے ترکہ سے کم ہے جب بھی توڑی جائے کہ ترکہ کے ساتھ دوسروں کا حق متعلق ہے ہاں اگر میت کا متروکہ اس کے علاوہ بھی ہے جس سے دین ادا کیا جا سکتا ہے تو جو کچھ منقسم ہو چکا ہے اس کی تقسیم باقی رہے گی۔ اگر دین پورے ترکہ کی برابر تھا مگر جن کا تھا انھوں نے معاف کر دیا یا وارثوں نے اپنے مال سے دین ادا کر دیا تو ان صورتوں میں تقسیم نہ توڑی جائے کہ وہ سبب ہی باقی نہ رہا۔

تقسیم کے بعد قرض خواہوں کو میت کو قرض سے بری کرنے کا بیان

وَلَوْ ادَّعَى أَحَدُ الْمُتَقَاسِمِينَ دَيْنًا فِي التَّرِكَةِ صَحَّ دَعْوَاهُ لِأَنَّهُ لَا تَنَاقُضَ ، إذْ الدَّيْنُ يَتَعَلَّقُ بِالْمَعْنَى وَالْقِسْمَةُ تُصَادِفُ الصُّورَةَ ، وَلَوْ ادَّعَى عَيْنًا بِأَيِّ سَبَبٍ كَانَ لَمْ يُسْمَعْ لِلتَّنَاقُضِ ، إذْ الْإِقْدَامُ عَلَى الْقِسْمَةِ اعْتِرَافٌ بِكَوْنِ الْمَقْسُومِ مُشْتَرَكًا .

ترجمہ

اور جب تقسیم ہو جانے کے بعد قرض خواہوں نے میت کو قرض سے بری کر دیا ہے یا اس کے ورثاء نے اپنے اموال سے اس کا قرض اتار دیا ہے اگر چہ وہ دین محیط ہے یا غیر محیط ہے۔ تو تقسیم درست ہو جائے گی۔ کیونکہ مانع ختم ہو چکا ہے۔ اور جب تقسیم کرنے والوں میں سے کسی نے قرض کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا دعویٰ درست ہوگا کیونکہ کوئی تناقض نہیں ہے اور دین کا تعلق معنی ترکہ سے ہے جبکہ تقسیم کی صورت یہ بھی ترکہ سے ملتی ہے۔ اور جب کسی شخص نے عین کا دعویٰ کر دیا ہے اگر چہ وہ کسی سبب سے ہی کیوں نہ ہو تو تناقض کے سبب اس کا دعویٰ درست نہ ہوگا کیونکہ تقسیم سے مقدم کرنا یہ وراثت کے مشترکہ ہونے کا اعتراف بن چکا ہے۔

تقسیم کرنے والوں میں سے ایک کا دعویٰ دین کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جن دو شخصوں نے تقسیم کی ان میں ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ ترکہ میں دَین ہے اس کا یہ دعویٰ مسموع ہوگا تناقض قرار دے کر دعویٰ کو رد نہ کیا جائے۔ ہاں جن چیزوں کی تقسیم ہوئی ان میں سے کسی معین چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میت کی متروکہ نہیں ہے بلکہ میری ہے اور اس کا سبب کچھ بھی بتائے مثلاً میں نے میت سے خریدی ہے یا اُس نے ہبہ کی بہر حال یہ دعویٰ نامسموع ہے کہ اُس چیز کو تقسیم میں داخل کرنا یہ مشترک ہونے کا اقرار ہے پھر اپنی بتانا اس کے منافی ہے لہٰذا یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں۔

ایک شخص مرا اور اُس نے کسی کو وصی مقرر کیا ہے اور ترکہ میں دَین غیر مستغرق ہے وصی سے وُرثہ یہ کہتے ہیں کہ ترکہ میں سے بقدر دَین جدا کر کے باقی کو ان میں تقسیم کر دے وصی کو یہ اختیار ہے کہ تقسیم نہ کرے بلکہ بقدر دَین مشاع فروخت کر دے۔ میت نے دو شخصوں کو وصی کیا ہے دونوں نے مال کو تقسیم کر کے بعض ورثہ کا مال ایک نے رکھا اور بعض کا دوسرے نے یہ جائز نہیں۔ اور اسی طرح ایک وصی کی عدم موجودگی میں دوسرے نے وُرثہ کے مقابل میں تقسیم کی یہ بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

میت کا ترکہ ورثہ نے تقسیم کیا اور ان وارثوں میں اس کی عورت بھی ہے تقسیم کے بعد عورت نے دَینِ مَہر کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کر دیا تقسیم توڑ دی جائے گی اسی طرح اگر کسی وارث نے ترکہ میں دَین کا دعویٰ کیا اس کا دعویٰ صحیح ہے اس پر گواہ لیے جائیں گے اور ثابت ہونے پر تقسیم توڑ دی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

میت کا دَین دوسروں کے ذمہ تھا یہ دَین وعین یعنی جو کچھ ترکہ موجود ہے دونوں کو تقسیم کیا مثلاً یوں کہ یہ وارث یہ چیز لے اور یہ دَین جو فلاں کے ذمہ ہے اور وہ وارث یہ چیز اور یہ دَین لے جو فلاں کے ذمہ ہے یہ تقسیم دَین وعین دونوں میں باطل اور اگر اعیان یعنی جو چیزیں موجود ہیں ان کو تقسیم کر کے پھر دَین کی تقسیم کی تو عین کی تقسیم صحیح ہے اور دَین کی باطل۔ دَین کی تقسیم باطل ہونے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایک مدیون سے دَین وصول ہوا تو وہ تنہا اُسی کا نہیں ہوگا جس کے حصہ میں کر دیا گیا تھا بلکہ دوسرے ورثہ بھی اس میں شریک ہوں گے۔

تین بھائی ہیں جن کو اپنے باپ سے زمین میراث میں ملی ان میں سے ایک کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا چھوڑا اس لڑکے اور اس کے دونوں چچاؤں کے مابین زمین تقسیم ہوئی یہ لڑکا تقسیم کے بعد یہ کہتا ہے کہ میرے دادا نے جو مورث اعلیٰ تھا اس نے اس میں ایک ثلث کی میرے لیے وصیت کی تھی اور تقسیم کو باطل کرنا چاہتا ہے اس کی یہ بات نامعتبر ہے کہ تناقض ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ میرے باپ کے ذمہ میرا دَین ہے یہ بات سنی جائے گی اور گواہ لیے جائیں گے اگر گواہوں سے دَین ثابت ہو جائے تو تقسیم توڑ دی جائے گی۔ اس صورت میں چچا یہ نہیں کہہ سکتے کہ دَین تمہارے باپ کے ذمہ ہے اُس کا حصہ جو تمہیں ملا تم کو اختیار ہے کہ اسے دَین میں فروخت کر لو یا اپنے پاس رکھو تمہارا دَین تمہارے دادا کے ذمہ نہیں کہ پوری جائداد سے دَین وصول کیا جائے لہٰذا تقسیم کے توڑنے میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ لڑکا کہہ سکتا ہے کہ تقسیم توڑنے میں فائدہ یہ ہے کہ مشترک چیز میں جو حصہ ہوتا ہے اُس کی قیمت کبھی زیادہ ہوتی ہے اور تقسیم کے بعد وہ قیمت نہیں رہتی لہٰذا میرا یہ فائدہ ہے کہ تقسیم نہ رہنے کی صورت میں میرے باپ کی مالیت زیادہ داموں میں فروخت ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

فَصلٌ فِی الْمُهَايَاةِ

﴿یہ فصل تقسیم منافع کے بیان میں ہے﴾

فصل مہایات کی فقہی مطابقت کا بیان

اس فصل کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ کسی چیز کا نفع اس کی تجارت یا اس کے کاروبار یا اسی طرح اس کام کے انجام کو پہنچ جانے کے بعد ہی حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور اسی طرح کسی چیز میں حق ثابت ہو جانے کے بعد نفع ثابت ہوتا ہے۔

مہایات کا فقہی مفہوم

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشترک چیز کو تقسیم نہ کریں اُس کو مشترک ہی رکھیں اور ہر ایک شریک نوبت اور باری کے ساتھ اس چیز سے نفع اوٹھائے اسے اصطلاح فقہا میں مہایاۃ اور تہایؤ کہتے ہیں۔ اس طور پر نفع اٹھانا شرعاً جائز ہے بلکہ اگر بعض شرکا قاضی کے پاس اس کی درخواست کریں اور دوسرے شرکا انکار کریں تو قاضی ان کو مہایاۃ پر مجبور کریگا۔ البتہ اگر بعض مہایاۃ کو چاہیں اور دوسرے تقسیم کرانا چاہیں تو قاضی تقسیم کا حکم دے گا کہ تقسیم کا مرتبہ مہایاۃ سے بڑھ کر ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب قسمہ، بیروت)

استحسان کے طور پر مہایات کے جواز کا بیان

الْمُهَايَأَةُ جَائِزَةٌ اسْتِحْسَانًا لِلْحَاجَةِ إلَيْهِ ، إذْ قَدْ يَتَعَذَّرُ الِاجْتِمَاعُ عَلَى الِانْتِفَاعِ فَأَشْبَهَ الْقِسْمَةَ .وَلِهَذَا يَجْرِي فِيهِ جَبْرُ الْقَاضِي كَمَا يَجْرِي فِي الْقِسْمَةِ ، إلَّا أَنَّ الْقِسْمَةَ أَقْوَى مِنْهُ فِي اسْتِكْمَالِ الْمَنْفَعَةِ لِأَنَّهُ جَمْعُ الْمَنَافِعِ فِي زَمَانٍ وَاحِدٍ ، وَالتَّهَايُؤُ جَمْعٌ عَلَى التَّعَاقُبِ ، وَلِهَذَا لَوْ طَلَبَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ الْقِسْمَةَ وَالْآخَرُ الْمُهَايَأَةَ يَقْسِمُ الْقَاضِي لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِي التَّكْمِيلِ .

وَلَوْ وَقَعَتْ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ ثُمَّ طَلَبَ أَحَدُهُمَا الْقِسْمَةَ يَقْسِمُ وَتَبْطُلُ الْمُهَايَأَةُ لِأَنَّهُ أَبْلَغُ ، وَلَا يَبْطُلُ التَّهَايُؤُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا وَلَا بِمَوْتِهِمَا لِأَنَّهُ لَوْ انْتَقَضَ لَاسْتَأْنَفَهُ الْحَاكِمُ فَلَا فَائِدَةَ فِي النَّقْضِ ثُمَّ الِاسْتِئْنَافِ .

ترجمہ

اور مہایات یہ بطور استحسان جائز ہیں کیونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ نفع پر کوئی اجتماع کیا جائے یہ مشکل ہے پس یہ تقسیم کے مشابہ ہو جائے گا اور اسی سبب سے تقسیم کی طرح اس میں بھی قاضی کا جبر چلنے والا ہے۔ لیکن نفع کو مکمل کرنے کیلئے مہایات کی تقسیم زیادہ مضبوط ہے کیونکہ تقسیم میں ایک ہی زمانے میں نفع کو جمع کرتا ہے جبکہ تہایات میں ایک کے بعد دوسرے کا ہونا ہے اسی دلیل کے سبب سے کہ جب شرکاء میں سے ایک نے تقسیم کا مطالبہ کیا ہے اور دوسرے نے مہایات کا مطالبہ کیا ہے تو قاضی تقسیم کردے گا کیونکہ تقسیم مکمل کرنے میں زیادہ اہلیت رکھنے والی ہے۔ اور جب تقسیم کا احتمال رکھنے والی چیز مہایات بن جائے اور اس کے بعد شرکاء میں سے کسی نے تقسیم کو طلب کیا ہے تو قاضی تقسیم کردے گا۔ اور مہایات باطل ہو جائیں گی۔ کیونکہ تقسیم زیادہ کامل ہے اور جب شرکاء میں سے کسی ایک یا دونوں کے فوت ہو جانے کے سبب مہایات باطل نہ ہوں گی کیونکہ مہایات کو جب توڑ دیا جائے تو قاضی نئے سرے سے اس کو جاری کرے گا۔ جبکہ توڑ دینے کے بعد اس کو جاری کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

شرح

جو چیز قابل تقسیم ہے اوس سے بطور مہایاۃ دونوں نفع اوٹھا رہے تھے پھر ایک نے تقسیم کی درخواست کی تو تقسیم کردی جائے گی اور مہایاۃ باطل کردی جائے گی اور دونوں شریکوں میں سے کوئی مرگیا یا دونوں مرگئے اس سے مہایاۃ باطل نہیں ہوگی بلکہ جو مرگیا اس کا وارث اس کے قائم مقام ہوگا۔

ایک مکان میں شرط رہائش پر مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَهَايَآ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ عَلَى أَنْ يَسْكُنَ هَذَا طَائِفَةً وَهَذَا طَائِفَةً أَوْ هَذَا عُلْوَهَا وَهَذَا سُفْلَهَا جَازَ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ جَائِزَةٌ فَكَذَا الْمُهَايَأَةُ ، وَالتَّهَايُؤُ فِي هَذَا الْوَجْهِ إفْرَازٌ لِجَمِيعِ الْأَنْصِبَاءِ لَا مُبَادَلَةٌ وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ التَّأْقِيتُ (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ أَنْ يَسْتَغِلَّ مَا أَصَابَهُ بِالْمُهَايَأَةِ شَرَطَ ذَلِكَ فِي الْعَقْدِ أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْ) لِحُدُوثِ الْمَنَافِعِ عَلَى مِلْكِهِ (وَلَوْ تَهَايَآ فِي عَبْدٍ وَاحِدٍ عَلَى أَنْ يَخْدُمَ هَذَا يَوْمًا وَهَذَا يَوْمًا جَازَ) ، وَكَذَا هَذَا فِي الْبَيْتِ الصَّغِيرِ (لِأَنَّ الْمُهَايَأَةَ قَدْ تَكُونُ فِي الزَّمَانِ ، وَقَدْ تَكُونُ مِنْ حَيْثُ الْمَكَانِ) وَالْأَوَّلُ مُتَعَيِّنٌ هَاهُنَا (وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي التَّهَايُؤِ مِنْ حَيْثُ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ فِي مَحَلٍّ يَحْتَمِلُهُمَا يَأْمُرُهُمَا الْقَاضِي بِأَنْ يَتَّفِقَا) لِأَنَّ التَّهَايُؤَ فِي الْمَكَانِ أَعْدَلُ وَفِي الزَّمَانِ أَكْمَلُ ، فَلَمَّا اخْتَلَفَتْ الْجِهَةُ لَا بُدَّ مِنْ الِاتِّفَاقِ (فَإِنْ اخْتَارَاهُ مِنْ حَيْثُ الزَّمَانِ

یُقْرَعُ فِی الْبِدَایَۃِ) نَفْیًا لِلتُّھْمَۃِ .

ترجمہ

اور جب شرکاء نے ایک مکان میں اس طرح مہایات کی کہ ایک شریک مکان کے فلاں حصے میں رہے گا۔ جبکہ دوسرا دوسرے حصے میں رہے گا۔ یا ایک فسٹ فلور پر رہے گا جبکہ دوسرا بیسمنٹ میں رہے گا۔ تو ایسا کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ ایسی تقسیم درست ہے۔ لہٰذا مہایات بھی درست ہو جائے گی۔ اور اس مسئلہ میں باری کا تقرر یہ سارے حصوں کو الگ الگ کرنا ہے۔ نہ کہ مبادلہ ہے۔ اسی دلیل کے سبب اس میں تعیین وقت شرط نہیں ہے۔ اور جب شریک کو مہایات سے ملنے والے حصے کو کرائے پر دینے کا اختیار ہے۔ اگرچہ اس کی شرط عقد میں ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ منافع اس کی ملکیت میں پیدا ہونے والے ہیں۔

اور جب شرکاء نے ایک غلام کے بارے میں اس طرح باری کا تقرر کیا ہے کہ وہ ایک دن ایک شریک کے پاس رہے گا جبکہ دوسرے دن دوسرے کی خدمت میں رہے گا۔ تو اس طرح جائز ہے۔ اور چھوٹے مکان میں بھی اسی طرح کی مہایات جائز ہے۔ کیونکہ مہایات کا تعین کبھی زمانے سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی مکان سے متعلق ہوتا ہے۔ جبکہ یہاں پہلے کا تعین ہو چکا ہے۔

اور جب شرکاء نے زمان و مکان کے احتمال کے سبب مہایات کرنے میں اختلاف کیا ہے تو قاضی ان کو متفق کرنے کا حکم دے گا کیونکہ مکان میں مہایات یہ زیادہ انصاف پر ہے جبکہ زمانے میں مہایات یہ زیادہ مکمل کرنے والے ہیں۔ پس جب جہت تبدیل ہوگئی ہے تو ان کیلئے متفق ہونا لازم ہوگا۔ اور اگر انہوں نے زمانی مہایات کو اختیار کیا ہے تو تہمت شروع کرنے میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مہایاۃ کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک مکان کے ایک حصہ میں ایک رہتا ہے دوسرے میں دوسرا، یا ایک بالا خانہ پر رہتا ہے دوسرا نیچے کی منزل میں، یا ایک مہینہ میں ایک رہے گا دوسرے مہینہ میں دوسرا، یا دو مکان ہیں ایک میں ایک رہے گا دوسرے میں دوسرا، یا غلام سے ایک دن ایک شخص کام کرائے گا دوسرے دن دوسرا، یا دو غلام ہیں ایک سے ایک خدمت لے گا دوسرے سے دوسرا، یا مکان کو کرایہ پر دے دیا ایک ماہ کا کرایہ ایک لے گا دوسرے مہینہ کا دوسرا، یا دو مکان ہیں ایک کا کرایہ ایک لے گا دوسرے کا دوسرا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

مہایاۃ کے طور پر جو چیز اس کے حصہ میں آئی یہ اس چیز کو کرایہ پر بھی دے سکتا ہے مثلاً اس مکان میں اس کو رہنا ہی ضرور نہیں بلکہ کرایہ پر اوٹھا سکتا ہے اگرچہ مہایاۃ کے وقت یہ شرط اس نے ذکر نہیں کی ہو کہ میں اس کو کرایہ پر بھی دے سکوں گا۔

دو غلاموں کو خدمت میں مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَهَایَئَا فِی الْعَبْدَیْنِ عَلَی أَنْ یَخْدُمَ هَذَا هَذَا الْعَبْدُ وَالْآخَرَ الْآخَرُ جَازَ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ

الْقِسْمَةَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ جَائِزَةٌ عِنْدَهُمَا جَبْرًا مِنْ الْقَاضِي وَبِالتَّرَاضِي فَكَذَا الْمُهَايَأَةُ .وَقِيلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَقْسِمُ الْقَاضِي .وَهَكَذَا رُوِيَ عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَجْرِي فِيهِ الْجَبْرُ عِنْدَهُ .

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَقْسِمُ الْقَاضِي عِنْدَهُ أَيْضًا ، لِأَنَّ الْمَنَافِعَ مِنْ حَيْثُ الْخِدْمَةِ قَلَّمَا تَتَفَاوَتُ ، بِخِلَافِ أَعْيَانِ الرَّقِيقِ لِأَنَّهَا تَتَفَاوَتُ تَفَاوُتًا فَاحِشًا عَلَى مَا تَقَدَّمَ (وَلَوْ تَهَايَئَا فِيهِمَا عَلَى أَنَّ نَفَقَةَ كُلِّ عَبْدٍ عَلَى مَنْ يَأْخُذُهُ جَازَ) اسْتِحْسَانًا لِلْمُسَامَحَةِ فِي إطْعَامِ الْمَمَالِيكِ بِخِلَافِ شَرْطِ الْكِسْوَةِ لَا يُسَامَحُ فِيهَا .

ترجمہ

اور جب دونوں شرکاء نے دوغلاموں میں اس طرح مہایات کی کہ ایک غلام ایک شریک کی خدمت کرے گا جبکہ دوسرا غلام دوسرے شریک کی خدمت کرے گا۔تو صاحبین کے نزدیک ایسا درست ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک اس طرح کی تقسیم بھی درست ہے۔لہذا قاضی کی جانب سے زبردستی اور رضامندی میں مہایات بھی درست ہوں گی۔اور ایک قول کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاضی ان کے درمیان تقسیم نہ کرے گا۔اور امام صاحب سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔کیونکہ امام صاحب کے نزدیک زبردستی درست نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ قاضی تقسیم کرے گا کیونکہ خدمت کے سبب منافع میں بہت تھوڑا فرق ہوتا ہے۔جبکہ اعیان رقیق میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اور جب ان دونوں نے آپس میں اس شرط کے ساتھ مہایات کی ہیں کہ جو غلام جس مالک کی خدمت کرے گا اس کو کھانا بھی وہی کھلائے گا۔تو غلاموں کو کھلانے کے بارے میں یہ بطور استحسان جائز ہے جبکہ کپڑے کی شرط لگانے میں یہ حکم نہ ہوگا کیونکہ اس میں سخاوت والی کوئی بات نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غلاموں سے خدمت لینے میں یہ طے ہوا کہ جو غلام جس کی خدمت کریگا اس کا نفقہ اسی کے ذمہ ہے یہ جائز ہے بلکہ اگر نفقہ کا ذکر نہیں آیا جب بھی اُسی کے ذمہ ہے جس کی خدمت کرتا ہے۔

دو چیزیں مشترک ہیں اور دونوں کی منفعت مختلف قسم کی ہے مثلاً ایک مکان اور ایک غلام مشترک ہیں اور مہایاۃ اس طرح ہوئی کہ ایک سے ایک شریک منفعت حاصل کرے اور دوسرے۔سے دوسرا یعنی ایک شخص غلام سے خدمت لے اور دوسرا مکان میں سکونت کرے یہ بھی جائز ہے۔(درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر فریقین کی رضامندی سے مہایاۃ ہوئی ہو تو اسے توڑ بھی سکتے ہیں دونوں توڑیں یا ایک، عذر سے ہو یا بلا عذر سب جائز ہے، ہاں اگر قضائے قاضی سے مہایاۃ ہوئی ہو تو جب تک دونوں راضی نہ ہوں فقط ایک نہیں توڑ سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

دو مکانوں میں شرط رہائش پر مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَهَايَئَا فِي دَارَيْنِ عَلَى أَنْ يَسْكُنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دَارًا جَازَ وَيُجْبِرُ الْقَاضِي عَلَيْهِ) وَهَذَا عِنْدَهُمَا ظَاهِرٌ ، لِأَنَّ الدَّارَيْنِ عِنْدَهُمَا كَدَارٍ وَاحِدَةٍ .وَقَدْ قِيلَ لَا يُجْبِرُ عِنْدَهُ اعْتِبَارًا بِالْقِسْمَةِ .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ التَّهَايُؤُ فِيهِمَا أَصْلًا بِالْجَبْرِ لِمَا قُلْنَا ، وَبِالتَّرَاضِي لِأَنَّهُ بَيْعُ السُّكْنَى بِالسُّكْنَى ، بِخِلَافِ قِسْمَةِ رَقَبَتِهِمَا لِأَنَّ بَيْعَ بَعْضِ أَحَدِهِمَا بِبَعْضِ الْآخَرِ جَائِزٌ .

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ التَّفَاوُتَ يَقِلُّ فِي الْمَنَافِعِ فَيَجُوزُ بِالتَّرَاضِي وَيَجْرِي فِيهِ جَبْرُ الْقَاضِي وَيُعْتَبَرُ إفْرَازًا أَمَّا يَكْثُرُ التَّفَاوُتُ فِي أَعْيَانِهِمَا فَاعْتُبِرَ مُبَادَلَةً .

ترجمہ

اور جب دو مکانوں میں اس شرط کے ساتھ مہایات کی ہیں۔ کہ ان میں سے ہر کوئی ایک مکان میں رہے گا تو یہ بھی درست ہے اور اس پر قاضی کوئی زبردستی نہیں کر سکے گا۔ اور یہ صاحبین کے نزدیک بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ دونوں مکان ان کے نزدیک ایک مکان کی طرح ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی قاضی زبردستی نہیں کر سکے گا کیونکہ اس کو تقسیم پر قیاس کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ دو مکانوں میں مہایات بالکل جائز ہی نہیں ہیں۔ نہ زبردستی کے ساتھ جائز ہے جس کی دلیل ہم بیان کر آئے ہیں اور نہ رضامندی کے ساتھ کیونکہ یہ رہائش کے بدلے میں رہائش کی بیع ہو جائے گی۔ جبکہ ان مکانات کی زمینیں جن کیلئے ایک مکان کے بعض حصے کو دوسرے کے بعض حصے کے ساتھ بیچ دیا جاتا ہے ان میں درست ہے۔ ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ منافع میں فرق بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ پس یہ رضامندی کے ساتھ جائز ہوگا۔ اور اس میں قاضی کی زبردستی بھی جاری ہوگی۔ اور اس کو الگ بھی مان لیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ ان کے اعیان میں جو زیادہ فرق والا مسئلہ ہے تو اس میں مبادلہ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکان مشترک کو کرایہ پر دیا گیا اور یہ ٹھہرا ہے کہ باری باری دونوں کرایہ وصول کریں

گے اب اس کا کرایہ زیادہ ہو گیا تو جس کی باری میں کرایہ کی زیادتی ہوئی ہے تنہا یہی اس کا مستحق نہیں بلکہ اس زیادتی کے دونوں حقدار ہیں اور اگر دو مکان تھے ایک کا کرایہ ایک لیتا تھا دوسرے کا دوسرا اور ایک مکان کے کرایہ میں اضافہ ہوا تو جو اس کا کرایہ لیتا تھا یہ زیادتی تنہا اسی کی ہے دوسرا اس میں سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

جانوروں میں مہایات کرنے میں فقہی اختلاف کا بیان

(وَفِي الدَّابَّتَيْنِ لَا يَجُوزُ التَّهَايُؤُ عَلَى الرُّكُوبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ) اعْتِبَارًا بِقِسْمَةِ الْأَعْيَانِ .وَلَهُ أَنَّ الِاسْتِعْمَالَ يَتَفَاوَتُ بِتَفَاوُتِ الرَّاكِبِينَ فَإِنَّهُمْ بَيْنَ حَاذِقٍ وَأَخْرَقَ . وَالتَّهَايُؤُ فِي الرُّكُوبِ فِي دَابَّةٍ وَاحِدَةٍ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ لِمَا قُلْنَا ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ لِأَنَّهُ يَخْدُمُ بِاخْتِيَارِهِ فَلَا يَتَحَمَّلُ زِيَادَةً عَلَى طَاقَتِهِ وَالدَّابَّةُ تَحْمِلُهَا .

وَأَمَّا التَّهَايُؤُ فِي الِاسْتِغْلَالِ يَجُوزُ فِي الدَّارِ الْوَاحِدَةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَفِي الْعَبْدِ الْوَاحِدِ وَالدَّابَّةِ الْوَاحِدَةِ لَا يَجُوزُ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ هُوَ أَنَّ النَّصِيبَيْنِ ، يَتَعَاقَبَانِ فِي الِاسْتِيفَاءِ ، وَالِاعْتِدَالُ ثَابِتٌ فِي الْحَالِ . وَالظَّاهِرُ بَقَاؤُهُ فِي الْعَقَارِ وَتَغَيُّرُهُ فِي الْحَيَوَانِ لِتَوَالِي أَسْبَابِ التَّغَيُّرِ عَلَيْهِ فَتَفُوتُ الْمُعَادَلَةُ .

وَلَوْ زَادَتْ الْغَلَّةُ فِي نَوْبَةِ أَحَدِهِمَا عَلَيْهَا فِي نَوْبَةِ الْآخَرِ يَشْتَرِكَانِ فِي الزِّيَادَةِ لِيَتَحَقَّقَ التَّعْدِيلُ ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ التَّهَايُؤُ عَلَى الْمَنَافِعِ فَاسْتَغَلَّ أَحَدُهُمَا فِي نَوْبَتِهِ زِيَادَةً ، لِأَنَّ التَّعْدِيلَ فِيمَا وَقَعَ عَلَيْهِ التَّهَايُؤُ حَاصِلٌ وَهُوَ الْمَنَافِعُ فَلَا تَضُرُّهُ زِيَادَةُ الِاسْتِغْلَالِ مِنْ بَعْدُ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سواری والے جانوروں میں مہایات جائز نہیں ہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کو اعیان پر قیاس کرتے ہوئے صحیح کہا گیا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ سوار ہونے والوں میں فرق کے سبب استعمال میں بھی فرق واضح ہوگا۔ کیونکہ سوار ہونے میں ماہر لوگ اور نہ جاننے والے ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور ایک جانور میں مہایات بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ غلام میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اختیار سے خدمت کرنے والا ہے۔ پس وہ اپنی قوت سے زیادہ بوجھ اٹھانے والا نہ ہوگا۔ جبکہ جانور بوجھ اٹھا سکتا ہے۔

اور جو مسئلہ کرائے پر تہایو کو دینے کا ہے تو وہ ظاہر الروایت کے مطابق ایک مکان میں جائز ہے جبکہ ایک غلام اور ایک جانور میں جائز نہیں ہے۔ اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ جب دونوں نے اپنے حصے کی وصولی پالی ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کے بعد آنے والے ہوئے حالانکہ اس حالت میں اعتدال ثابت ہے۔ اور اعتدال کا ہونا یہ زمین میں باقی رہنے اور جانوروں میں تبدیلی لانے میں بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ جانوروں پر تسلسل کے ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ پس ان میں مساوات ختم ہو جائے گی۔

اور جب شرکاء میں سے کسی ایک باری میں کرایہ دوسرے کے کرائے سے زیادہ ہو گیا تو وہ دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ اس لئے کہ عدل ان میں کیا جائے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب منافع میں تہایو کیا ہے اور جب ان میں سے کوئی شخص اپنی باری پر زیادہ کرائے پر دے کیونکہ جس چیز پر مہایات ہوئی ہیں اس میں برابری حاصل ہوئی ہے جو منافع ہے۔ پس عدل کرنے کے بعد کرائے میں اضافہ کرنے کے سبب تہایو میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب درختوں کے پھلوں میں مہایاۃ ہوئی یہ ناجائز ہے۔ اور اسی طرح بکریاں مشترک تھیں دونوں نے بطور مہایاۃ کچھ کچھ بکریاں لے لیں کہ ہر ایک اپنے حصہ کی چرائے گا اور دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے گا یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بکریوں اور پھلوں وغیرہ میں مہایاۃ جائز ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی باری میں شریک کا حصہ خرید لے جب باری کی مدت پوری ہو جائے اس حصہ کو شریک کے ہاتھ بیع کر ڈالے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ روزانہ دودھ کو وزن کر لے اور شریک کے حصہ کا جتنا دودھ ہو اس سے قرض لے لے جب مدت پوری ہو جائے اور جانور دوسرے کے پاس جائے اس زمانہ میں جو کچھ دودھ اس کے حصہ کا ہو قرض میں ادا کرتا رہے یہاں تک کہ جتنا قرض لیا تھا وہ مقدار پوری ہو جائے اس طرح کرنا جائز ہے کہ مشاع کو قرض لیا جا سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

دو مکانوں کو کرایہ پر دینے میں مہایات کے جواز کا بیان

(وَالتَّهَايُؤُ عَلَى الِاسْتِغْلَالِ فِي الدَّارَيْنِ جَائِزٌ) أَيْضًا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِمَا بَيَّنَّا ، وَلَوْ فَضَلَ غَلَّةُ أَحَدِهِمَا لَا يَشْتَرِكَانِ فِيهِ بِخِلَافِ الدَّارِ الْوَاحِدَةِ .

وَالْفَرْقُ أَنَّ فِي الدَّارَيْنِ مَعْنَى التَّمْيِيزِ ، وَالْإِفْرَازُ رَاجِحٌ لِاتِّحَادِ زَمَانِ الِاسْتِيفَاءِ ، وَفِي الدَّارِ الْوَاحِدَةِ يَتَعَاقَبُ الْوُصُولُ فَاعْتُبِرَ قَرْضًا وَجُعِلَ كُلُّ وَاحِدٍ فِي نَوْبَتِهِ كَالْوَكِيلِ عَنْ صَاحِبِهِ فَلِهَذَا يَرُدُّ عَلَيْهِ حِصَّتَهُ مِنْ الْفَضْلِ ،

ترجمہ

اور دو مکانوں کو کرائے پر دینے میں مہایات کرنا جائز ہے اور ظاہر الروایت میں بھی اسی طرح ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب شرکاء میں سے کسی ایک آمدنی میں اضافہ ہو گیا ہے تو اس میں دونوں شریک نہ ہوں گے۔ جبکہ ایک مکان میں ایسا نہیں ہے۔ اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ اتحاد وقت میں وصولی کے سبب دونوں مکانوں میں فرق اور ترجیح کا حکم پایا جاتا ہے۔ جبکہ ایک مکان میں ایک کے بعد دوسرا اس طرح وصولی ہوتی ہے۔ پس اس کو قرض سمجھ لیا جائے گا۔ اور ہر شریک کو اس کی باری میں دوسرے کی جانب سے قرض کا وکیل سمجھ لیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب وہ اپنے ساتھی کے زیادہ ہونے والے حصے سے اضافہ واپس کرے گا۔

دو غلاموں کی مہایات کو دو مکانوں کی مہایات پر قیاس کرنے کا بیان

وَكَذَا يَجُوزُ فِي الْعَبْدَيْنِ عِنْدَهُمَا اعْتِبَارًا بِالتَّهَايُؤِ فِي الْمَنَافِعِ ، وَلَا يَجُوزُ عِنْدَهُ لِأَنَّ التَّفَاوُتَ فِي أَعْيَانِ الرَّقِيقِ أَكْثَرُ مِنْهُ مِنْ حَيْثُ الزَّمَانِ فِي الْعَبْدِ الْوَاحِدِ فَأَوْلَى أَنْ يَمْتَنِعَ الْجَوَازُ ، وَالتَّهَايُؤُ فِي الْخِدْمَةِ جُوِّزَ ضَرُورَةً ، وَلَا ضَرُورَةَ فِي الْغَلَّةِ لِإِمْكَانِ قِسْمَتِهَا لِكَوْنِهَا عَيْنًا ، وَلِأَنَّ الظَّاهِرَ هُوَ التَّسَامُحُ فِي الْخِدْمَةِ وَالِاسْتِقْصَاءُ فِي الِاسْتِغْلَالِ فَلَا يَتَقَاسَمَانِ . (وَلَا يَجُوزُ فِي الدَّابَّتَيْنِ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا) وَالْوَجْهُ مَا بَيَّنَّاهُ فِي الرُّكُوبِ .

ترجمہ

صاحبین کے نزدیک دو غلاموں کی مہایات کو دو مکانوں کی مہایات پر قیاس کرتے ہوئے جائز کہا ہے جبکہ امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ غلاموں کے اعیان میں زمانے کے اعتبار سے ایک غلام سے زیادہ فرق نہیں ہے پس یہ بدرجہ اولی منع ہو گا۔ جبکہ خدمت میں ضرورت کے سبب اس کی مہایات کو جائز قرار دیا گیا تھا۔ جبکہ کرائے پر دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عین کے سبب اس کی تقسیم بھی ممکن ہے۔ اور خدمت پر دینا اس میں سخاوت اور کرائے پر دینا اس میں کنجوسی واضح ہے۔ لہذا اس کو دوسروں پر قیاس نہ کیا جائے گا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جانوروں کی مہایات میں ان کو کرائے پر دینا درست نہیں ہے جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جو ہم سواری والے مسئلہ میں بیان کر آئے ہیں۔

شرح

غلام میں اس طرح مہایاۃ ہوئی کہ اوس سے اُجرت پر کام کرایا جائے ایک مہینہ کی اُجرت ایک شریک لے گا دوسرے مہینہ کی دوسرا یہ ناجائز ہے۔ اور اسی طرح اگر دو غلام ہوں ایک کی اُجرت ایک شریک لے گا دوسرے کی دوسرا یہ بھی ناجائز۔ ایک جانور یا دو جانوروں کی سواری لینے یا کرایہ پر دینے میں مہایاۃ ہوئی یہ بھی ناجائز ہے۔ اور اسی طرح اگر گائے یا بھینس مشترک ہے یہ ٹھہرا کہ

پندرہ روز ایک کے یہاں رہے اور دودھ سے نفع اٹھائے اور پندرہ دن دوسرے کے یہاں رہے اور یہ دودھ سے نفع اٹھائے یہ ناجائز ہے اور دودھ جس کے یہاں کچھ زیادہ ہوا یہ زیادتی بھی اس کے لیے حلال نہیں اگر چہ دوسرے نے اجازت دے دی ہو اور کہہ دیا ہو کہ جو کچھ زیادتی ہو وہ تمہارے لیے حلال ہے، ہاں اس زیادتی کو خرچ کر دینے کے بعد اگر حلال کر دے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ضمان سے ابراء ہے اور یہ جائز ہے۔ (خانیہ، درمختار، کتاب قسمہ، بیروت)

مشترکہ درخت یا بکری میں مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ نَخْلٌ أَوْ شَجَرٌ أَوْ غَنَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَتَهَايَئَا عَلَى أَنْ يَأْخُذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا طَائِفَةً يَسْتَثْمِرُهَا أَوْ يَرْعَاهَا وَيَشْرَبُ أَلْبَانَهَا لَا يَجُوزُ) لِأَنَّ الْمُهَايَأَةَ فِي الْمَنَافِعِ ضَرُورَةُ أَنَّهَا لَا تَبْقَى فَيَتَعَذَّرُ قِسْمَتُهَا، وَهَذِهِ أَعْيَانٌ بَاقِيَةٌ تَرِدُ عَلَيْهَا الْقِسْمَةُ عِنْدَ حُصُولِهَا.

وَالْحِيلَةُ أَنْ يَبِيعَ حِصَّتَهُ مِنَ الْآخَرِ ثُمَّ يَشْتَرِيَ كُلَّهَا بَعْدَ مُضِيِّ نَوْبَتِهِ أَوْ يَنْتَفِعَ بِاللَّبَنِ بِمِقْدَارٍ مَعْلُومٍ اسْتِقْرَاضًا لِنَصِيبِ صَاحِبِهِ، إِذْ قَرْضُ الْمُشَاعِ جَائِزٌ.

ترجمہ

اور جب بندوں نے کھجور یا درخت یا بکری جو ان کے درمیان مشترکہ ہے ان کی اس شرط کے ساتھ مہایات کیں کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک حصہ ملے گا۔ وہ پھل کھائے یا بکریوں کو چراتے ہوئے ان کا دودھ پی لے۔ تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ منافعوں کے باقی نہ رہنے کے سبب مہایات کی اجازت دی گئی ہے پس ان میں تقسیم ناممکن ہوگی۔ اور یہ اشیاء باقی رہ جانے والے اعیان کے حکم میں ہیں۔ جن کے حاصل ہوتے ہی ان کی تقسیم کی جاتی ہے۔ اور حیلہ یہ ہوگا کہ وہ دوسرے شریک کو اپنا حصہ فروخت کر دے۔ اور اس کے بعد جب اس کی باری گزر جائے تو وہ اس ساری کو خرید ے یا معلوم مقدار کے برابر دودھ سے فائدہ حاصل کرتا رہے۔ اور یہ اپنے شریک کے حصے سے بطور قرض ایسا کرے گا۔ کیونکہ مشترکہ چیز میں قرض جائز ہے۔

درختوں کا بطور تبع زمین کی تقسیم میں داخل ہونے کا بیان

زمین کی تقسیم میں درخت تبعاً داخل ہو جاتے ہیں اگر چہ یہ ذکر نہ کیا گیا ہو کہ یہ زمین مع حقوق و مرافق کے تم کو دی گئی جس طرح بیع زمین میں درخت داخل ہوا کرتے ہیں اور زراعت اور پھل زمین کی تقسیم میں داخل نہیں اگر چہ حقوق و مرافق کا ذکر کر دیا ہو۔ اور اگر تقسیم میں یہ کہہ دیا کہ جو کچھ قلیل و کثیر اس میں ہے سب کے ساتھ تقسیم ہوئی تو زراعت اور پھل بھی داخل ہیں۔ جو کچھ سامان و متاع اُس میں ہیں اس کہنے سے بھی تقسیم میں داخل نہ ہوں گے۔ پرنالہ اور نالی اور راستہ اور آبپاشی کا حق تقسیم میں داخل ہوتے ہیں یا نہیں اس میں تفصیل ہے اگر یہ چیزیں دوسری جانب سے ہو سکتی ہیں تو داخل نہیں اور اگر نہیں ہو سکتیں اور وقت تقسیم علم میں ہے کہ یہ چیزیں تقسیم میں نہیں دی گئیں تو تقسیم جائز ہے اور یہ چیزیں نہیں ملیں گی اور اگر علم میں نہیں تو تقسیم باطل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب قسمہ، بیروت)

﴿یہ کتاب مزارعت کے بیان میں ہے﴾

کتاب مزارعت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب قسمہ کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں اور مزارعت چونکہ عقد قسمت میں سے نہیں ہے۔اس لئے اس کو قسمت کے بعد الگ بیان کیا ہے۔عنایہ شرح الہدایہ، کتاب مزارعت، بیروت)

کتاب قسمت کے بعد کتاب مزارعت کی فقہی مطابقت اس طرح بھی ہے کہ قسمت میں شرکاء آپس میں تقسیم کرتے ہیں اور اسی طرح مزارعت میں بھی مالک زمین اور مزارع آپس میں تقسیم میں کرتے ہیں۔لہذا ان دونوں کتابوں کو تقدم وتاخر کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

مزارعت کا فقہی مفہوم

اور کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی دو تہائیاں تقسیم ہو جائے گی اس کو مزارعت کہتے ہیں، اسی کو ہندوستان میں بٹائی پر کھیت دینا کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک مزارعت ناجائز ہے مگر فتوی قول صاحبین پر ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

اسلام میں مزارعت کے جائز وناجائز ہونے کی بحث

مزارعت کے بارے میں بعض لوگ فقہ حنفی کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہیں ۔اور غیر مقلدین محض مصنوعی وفنی جملوں سے استدلال کر کے عوام میں توہمات پھیلانے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ہم ذیل میں اس موضوع کے متعلق فقہ حنفی کی پاسبانی میں دیئے گئے دلائل اور وہ احادیث جن سے مزارعت کے بارے میں فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور غلط شرائط کی بنیاد پر مزارعت سے منع کیا اور نقصان دہ شرائط سے جب خالی تو مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔

شریعت میں مزارعت جائز ہے، احادیثِ مبارکہ میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا جواز ثابت ہے۔جن احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ایسی مزارعت پر محمول ہیں جن میں غلط شرائط لگادی گئی ہوں۔

بٹائی کے متعلق حدیثِ مخابرہ کی تحقیق

کیا اس حدیثِ مخابرہ میں بٹائی کی ممانعت آئی ہے؟

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ أنه زرع أرضًا فمرّ به النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو يسقيها

فسأله : لمن الزرع؟ ولمن الأرض؟ فقال : زرعي وبذري وعملي لي الشطر ولبني فلان الشطر . فقال : اربيتما، فرد الأرض على اهلها وخذ نفقتك . (سنن ابوداؤد، طبع ایچ ایم سعید)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک کھیتی کاشت کی، وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، جبکہ وہ اس کو پانی دے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: یہ کس کی کھیتی ہے اور کس کی زمین ہے؟ میں نے جواب دیا: کھیتی میرے بیج اور عمل کا نتیجہ ہے، اور آدھی پیداوار میری اور آدھی بنی فلاں کی ہوگی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ربا اور سود کا معاملہ کیا، زمین اس کے مالکوں کو واپس کردو اور اپنا خرچ ان سے لے لو۔

عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من لم يذر المخابرة فليوئذن بحرب من الله ورسوله (سنن ابوداؤد، طبع ایچ ایم سعید)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے، اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

یہ دونوں روایتیں چونکہ مولانا محترم کے مضمون میں محض برسبیل تذکرہ آگئی ہیں، اس لئے ان کے مالہ وماعلیہ سے بحث نہیں کی گئی۔ اس سے عام آدمی کو یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ اسلام میں مزاعت مطلقاً ربا کا حکم رکھتی ہے، اور جو لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں ان کے خلاف خدا اور رسول کی جانب سے اعلانِ جنگ ہے۔ لیکن اہلِ علم کو معلوم ہے کہ مزارعت اسلام میں مطلقاً ممنوع نہیں۔

مولانا کی تحریر کی وضاحت کے لئے تو اتنا اجمال بھی کافی ہے کہ مزارعت کی بعض صورتیں ناجائز ہیں، ان احادیث میں ان ہی سے ممانعت فرمائی گئی ہے، اور ان پر ربا (سود) کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مولانا موصوف اس اطلاق کی توجیہ کرنا چاہتے ہیں کہ: ربا کی مختلف قسمیں ہیں، جن میں قباحت و بُرائی کے اعتبار سے فرق وتفاوت ہے۔ احادیث میں بعض ایسے معاشی معاملات کو جن میں ربا سے ایک گونہ مشابہت ومماثلت پائی جاتی تھی ربا سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح مزارعت (کی ناجائز صورتوں) کو بھی ربا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن بعض ملاحدہ نے ان کو غلط محمل پر محمول کیا ہے، اس بنا پر ضروری ہوا کہ اس اجمال کی تفصیل بیان کی جائے اور ان روایتوں کا صحیح محمل بیان کیا جائے۔

ایک شخص جو اپنی زمین خود کاشت نہیں کرسکتا، یا نہیں کرتا، وہ اسے کاشت کے لئے کسی دُوسرے کے حوالے کردیتا ہے، اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

اوّل: یہ کہ وہ اسے ٹھیکے پر اُٹھادے اور اس کا معاوضہ زَرِ نقد کی صورت میں وصول کرے۔ اسے عربی میں کراء الأرض کہا جاتا ہے، فقہاء اسے اِجارات کے ذیل میں لاتے ہیں اور یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

دوم: یہ کہ مالک، زَرِ نقد وصول نہ کرے، بلکہ پیداوار کا حصہ مقرّر کرلے، اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔

یہ کہ زمین کے کسی خاص قطعے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کرلے، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے اور احادیثِ مخابرہ میں اسی

صورت کی ممانعت ہے، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

یہ کہ زمین کے کسی خاص قطعے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص نہ کرے، بلکہ یہ طے کیا جائے کہ کل پیداوار کا اتنا حصہ مالک کو ملے گا اور اتنا حصہ کاشتکار کو (مثلاً: نصف، نصف)۔

یہ صورت مخصوص شرائط کے ساتھ جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک جائز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت ہے،

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: عامل النبی صلی الله علیه وسلم خیبر بشطر ما یخرج منها من ثمر أو زرع (صحیح بخاری ج: ص:، صحیح مسلم ج: ص:، جامع ترمذی ص:، سنن ابوداؤد ص:، ابنِ ماجہ ص:، طحاوی ج: ص:(

الف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے یہ معاملہ طے کیا تھا کہ زمین (وہ کاشت کریں گے اور اس) سے جو پھل یا غلہ حاصل ہوگا اس کا نصف ہم لیا کریں گے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: اعطی رسول الله صلی الله علیه وسلم خیبر بالشطر ثم أرسل ابن رواحة فقاسمهم .(طحاوی ، سنن ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین نصف پیداوار پر اُٹھادی تھی، پھر عبداللہ بن رواحہ کو بٹائی کے لئے بھیجا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی زمین اللہ تعالیٰ نے فئے کے طور پر دی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یہودِ خیبر) کو حسبِ سابق بحال رکھا اور پیداوار اپنے لئے اور ان کے لئے نصف رکھی، اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اس کی تقسیم پر مامور فرمایا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان، سعد بن ابی وقاص، ابنِ عمرؓ، ابنِ عباس جیسے اکابر صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مزارعت کا معاملہ ثابت ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری دور تک مزارعت پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد مروی ہے۔ کنا لا نری بالخبر باسًا حتّٰی کان عام اول فزعم رافع أن نبی الله صلی الله علیه وسلم نفی عنه (صحیح مسلم)

ہم مزارعت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اب یہ پہلا سال ہے کہ رافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: کان ابن عمر رضی الله عنهما یکری مزارعه علٰی عهد النبی صلی الله علیه وسلم، وابی بکر، وعمر، وعثمان، وصدرًا من امارة معاویة ثم حدّث عن رافع بن خدیج ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن کراء المزارع . (صحیح بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کرائے (بٹائی) پر دیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں۔ پھر انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بتایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر اُٹھانے سے منع کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: عن طاؤس عن معاذ بن جبل : اکری الأرض علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمان علی الثلث والربع فهو یعمل به الی یومك هذا .

(ابن ماجه)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد تک میں زمین بٹائی پر دی تھی، پس آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ یمن سے متعلق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قاضی کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا۔ وہاں کے لوگ مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم فرمایا تھا، اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ خود بھی مزارعت کا معاملہ کیا۔ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ (حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) نے یمن کی اراضی میں جو طریقہ جاری کیا تھا، آج تک اسی پر عمل ہے۔

اس باب کی تمام روایات وآثار کا استیعاب مقصود نہیں، نہ یہ ممکن ہے، بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ دورِ نبوّت اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اکابر صحابہ کا اس پر عمل تھا اور مزارعت کے عدمِ جواز کا سوال کم از کم اس دور میں نہیں اُٹھا تھا، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مزارعت کی اجازت ہے اور احادیثِ مخابرہ میں جس مزارعت سے ممانعت فرمائی گئی ہے اس سے مزارعت کی وہ شکلیں مراد ہیں جو دورِ جاہلیت سے چلی آتی تھیں۔

بعض دفعہ ایک بات کسی خاص موقع پر مخصوص انداز اور خاص سیاق میں کہی جاتی ہے، جو لوگ اس موقع پر حاضر ہوں اور جن کے سامنے وہ پورا واقعہ ہو، جس میں وہ بات کہی گئی تھی، انہیں اس کے مفہوم کے سمجھنے میں دِقت پیش نہیں آئے گی، مگر وہی بات جب کسی ایسے شخص سے بیان کی جائے جس کے سامنے نہ وہ واقعہ ہوا ہے جس میں یہ بات کہی گئی تھی، نہ وہ متکلم کے اندازِ تخاطب کو جانتا ہے، نہ اس کے لب ولہجے سے واقف ہے، نہ کلام کے سیاق کی اسے خبر ہے، اگر وہ اس کلام کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھ پائے تو محلِ تعجب نہیں: شنیدہ کے بود مانند دیدہ یہی وجہ ہے کہ آیات کے اَسبابِ نزول کو علمِ تفسیر کا اہم شعبہ قرار دیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

والذی لا اله غیره! ما نزلت من اٰیة من کتاب الله الا وانا اعلم فیمن نزل واین نزلت، ولو اعلم مکان أحد أعلم بکتاب الله منی تناله المطایا لأتیته (الاتقان، النوع الثامن)

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا علم ہوتا جو مجھ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عالم ہو اور وہاں سواری جا سکتی تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔

اسی قسم کا ایک ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی نقل کیا گیا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے: واللہ! ما نزلت اٰیۃ الا وقد علمت فیم انزلت واین انزلت ان ربی وھب لی قلبًا عقولًا ولسانًا سؤلًا۔ (الاتقان، النوع الثمانون)

بخدا! جو آیت بھی نازل ہوئی، مجھے معلوم ہے کہ کس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ میرے رَبّ نے مجھے بہت سمجھنے والا دِل، اور بہت پوچھنے والی زبان عطا کی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ کا وعدہ پورا کرنے کے لئے جہاں قرآن مجید کے ایک ایک شوشے کو محفوظ رکھا، وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کے ایک ایک گوشے کی بھی حفاظت فرمائی، ورنہ خدا جانے ہم قرآن پڑھ پڑھ کر کیا کیا نظریات تراشا کرتے! اور یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین ؟ کے ہاں یہ اُصول تسلیم کیا گیا کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیک مفہوم سمجھنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ اکابر صحابہ ؟ نے اس پر کیسے عمل کیا اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اس کے کیا معنی سمجھے گئے۔

یہ اکابر صحابہ جو مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، مزارعت کی ممانعت ان کے لئے صرف شنیدہ نہیں تھی، دیدہ تھی۔ وہ یہ جانتے تھے کہ مزارعت کی کون سی قسمیں زمانہء جاہلیت سے رائج تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ممنوع قرار دیا۔ اور مزارعت کی کون سی صورتیں باہمی شقاق وجدال کی باعث ہو سکتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح فرمائی۔ مزارعت کی جائز و ناجائز صورتوں کو وہ گویا اسی طرح جانتے تھے جس طرح وضو کے فرائض وسنن سے واقف تھے۔ ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جو مزارعت کے کسی ناجائز معاملے پر عمل پیرا ہو، ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی نکیر کا سوال کب ہو سکتا تھا؟ یہ صورتِ حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک قائم رہی۔ مزارعت کے جواز وعدمِ جواز کا مسئلہ پوری طرح بدیہی اور روشن تھا، اور اس نے کوئی غیر معمولی نوعیت اختیار نہیں کی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد کچھ حالات ایسے پیش آئے جن سے یہ مسئلہ بدیہی کے بجائے نظری بن گیا، اور بحث وتمحیص کی ایک صورت پیدا ہو گئی۔ غالباً بعض لوگوں نے مسئلہ مزارعت کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ نہ رکھا اور مزارعت کی بعض ایسی صورتیں وقوع میں آنے لگیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکیر فرمائی اور مزارعت سے ممانعت کی احادیث بیان فرمادیں۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَارَعَةِ ـ

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ ـ

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ ـ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے منع فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

ادھر بعض لوگوں کو ان احادیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آئی، انہوں نے یہ سمجھا کہ ان احادیث کا مقصد ہر قسم کی مزارعت کی نفی کرنا ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ بحث ونظر کا موضوع بن گیا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت موجود تھے، انہوں نے اس نزاع کا فیصلہ کس طرح فرمایا؟ حدیث کی کتابوں میں ممانعت کی روایتیں تین صحابہ سے مروی ہیں: رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ اور ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہم۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی روایت اگرچہ نہایت مختصر اور مجمل ہے، تاہم اس میں یہ تصریح ملتی ہے کہ زمین کو زرِنقد پر اُٹھانے کی ممانعت نہیں ہے۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزارعة وأمر بالمواجرة، وقال: لا بأس بها۔ (صحیح مسلم، طحاوی، میں صرف پہلا جملہ ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور زرِنقد پر زمین دینے کا حکم فرمایا، اور فرمایا: اس کا مضائقہ نہیں۔

حضرت جابر اور حضرت رافع رضی اللہ عنہما کی روایات میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے، جس سے ان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اُلجھنیں پیدا ہوئی ہیں، تاہم مجموعی طور پر دیکھئے تو ان کی کئی قسمیں ہیں، اور ہر قسم کا الگ الگ محل ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی روایات کے بارے میں یہاں خاصے تنوع کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، حضراتِ محدثین اسے اِضطراب سے تعبیر کرتے ہیں۔

اِمام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حديث رافع حديث فيه اضطراب، يروى هذا الحديث عن رافع بن خديج عن عمومته، ويروى عنه عن ظهير بن رافع، وهو أحد عمومته، وقد روى هذا الحديث عنه على روايات مختلفة (جامع ترمذی)

اِمام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وأما حديث رافع بن خديج رضي الله عنه فقد جاء بألفاظ مختلفة اضطرب من اجلها (شرح معانی الآثار: ص: کتاب المزرعۃ والمساقاۃ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وقد اختلف الرواة في حديث رافع بن خديج اختلافًا فاحشًا۔ (حجة الله البالغه)

اوّل: بعض روایات میں ممانعت کا مصداق مزارعت کا وہ جاہلی تصور ہے جس میں یہ طے کر لیا جاتا تھا کہ زمین کے فلاں عمدہ اور زرخیز ٹکڑے کی پیداوار مالک کی ہوگی اور فلاں حصے کی پیداوار کاشتکار کی ہوگی، اس میں چند در چند قباحتیں جمع ہوگئی تھیں۔

اوّلاً: معاشی معاملات باہمی تعاون کے اُصول پر طے ہونے چاہئیں، اس کے برعکس یہ معاملہ سراسر ظلم واستحصال اور ایک

فریق کی صریح حق تلفی پر مبنی تھا۔

ثانیاً: یہ شرط فاسد اور مقتضائے عقد کے خلاف تھی، کیونکہ جب کسان کی محنت تمام پیداوار میں یکساں صرف ہوئی ہے تو لازم ہے کہ اس کا حصہ تمام پیداوار میں سے دیا جائے۔

ثالثاً: یہ قمار کی ایک شکل تھی، آخر اس کی کیا ضمانت ہے کہ مالک یا کسان کے لئے جو قطعہ مخصوص کر دیا گیا ہے، وہ بار آور بھی ہوگا؟

رابعاً: اس قسم کی غلط شرطوں کا نتیجہ عموماً نزاع وجدال کی شکل میں برآمد ہوتا ہے، ایسے جاہلی معاملے کو برداشت کر لینے کے معنی یہ تھے کہ اسلامی معاشرے کو ہمیشہ کے لئے جدال وقتال کی آماج گاہ بنا دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کے ہاں اکثر و بیشتر مزارعت کی یہی غلط صورت رائج تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی، غلط معاملے سے منع فرمایا اور مزارعت کی صحیح صورت پر عمل کر کے دکھایا۔ مندرجہ ذیل روایات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

عن رافع بن خديج حدّثني عمّاي انهم كانوا يكرُون الأرض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ينبُت على الأربعاء أو بشيء يستثنيه صاحب الأرض فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقلت لرافع: فكيف هي بالدينار والدراهم؟ فقال رافع: ليس بها باسٌ بالدينار والدراهم، وكانَّ الذى نُهى عن ذلك ما لو نظر فيه ذوُو الفهم بالحلال والحرام لم يجيزوه لما فيه من المخاطرة۔ (صحيح بخارى)

الف: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے چچا بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ زمین مزارعت پر دیتے تو یہ شرط کر لیتے کہ نہر کے متصل کی پیداوار ہماری ہوگی، یا کوئی اور استثنائی شرط کر لیتے (مثلاً: اتنا غلہ ہم پہلے وصول کریں گے، پھر بٹائی ہوگی)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت رافع سے کہا: اگر زرنقد کے عوض زمین دی جائے اس کا کیا حکم ہوگا؟ رافع نے کہا: اس کا مضائقہ نہیں الیث کہتے ہیں: مزارعت کی جس شکل کی ممانعت فرمائی گئی تھی، اگر حلال وحرام کے فہم رکھنے والے غور کریں تو کبھی اسے جائز نہیں کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اس میں معاوضہ ملنے نہ ملنے کا اندیشہ (مخاطرہ) تھا۔

حدثني حنظلة بن قيس الأنصارى قال: سألت رافع بن خديج عن كراء الأرض بالذهب والورق، فقال: لا بأس به، انما كان الناس يؤاجرون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم على الماذيانات واقبال الجداول وأشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا ويسلم هذا ويهلك هذا فلم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه، وأما شيء معلوم مضمون فلا بأس به۔ (صحيح مسلم ج: ص:)

ب: حنظلہ بن قیس کہتے ہیں: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: سونے چاندی (زرنقد) کے عوض زمین ٹھیکے پر دی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں! دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ

جومزارعت کرتے تھے (اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا) اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ زمین دار، زمین کے ان قطعات کو جو نہر کے کناروں اور نالیوں کے سروں پر ہوتے تھے، اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے، اور پیداوار کا کچھ حصہ بھی طے کر لیتے، بسا اوقات اس قطعہ کی پیداوار ضائع ہو جاتی اور اس کی محفوظ رہتی، کبھی برعکس ہو جاتا۔ اس زمانے میں لوگوں کی مزارعت کا بس یہی ایک دستور تھا، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے منع کیا، لیکن اگر کسی معلوم اور قابلِ ضمانت چیز کے بدلے میں زمین دی جائے تو اس کا مضائقہ نہیں۔

اس روایت میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ خاص طور پر توجہ طلب ہے: فلم یکن للناس کراء الا ھذا.
لوگوں کی مزارعت کا بس یہی ایک دستور تھا۔ اور ان کی بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے: ترجمہ: ان دنوں سونا چاندی نہیں تھے۔

اس کا مطلب واللہ اعلم یہی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے، ان دنوں زمین ٹھیکے پر دینے کا رواج تو قریب قریب عدم کے برابر تھا، مزارعت کی عام صورت بٹائی کی تھی، لیکن اس میں جاہلی قیود و شرائط کی آمیزش تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسِ مزارعت کو نہیں بلکہ مزارعت کی اس جاہلی شکل کو ممنوع قرار دیا اور مزارعت کی صحیح صورت معین فرمائی، یہ صورت وہی تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے معاملہ فرمایا، اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یقول : کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نأخذ الأرض بالثلث او الربع بالماذیانات فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین لیا کرتے تھے نصف پیداوار پر، تہائی پیداوار پر، اور نہر کے کناروں کی پیداوار پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے، شرط یہ ہوتی تھی کہ جو پیداوار گول (الساقیہ) پر ہوگی اور جو کنویں کے گرد و پیش پانی سے سیراب ہوگی، وہ ہم لیا کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی، اور فرمایا: سونے چاندی پر دیا کرو۔

عن نافع أن ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یکری مزارعہ علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر وعثمان وصدرًا من امارۃ معاویۃ ثم حدث عن رافع بن خدیج : أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن کراء المزارع، فذھب ابن عمر الی رافع وذھبت معہ فسألہ، فقال : نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن کراء المزارع، فقال ابن عمر : قد علمت أنا کنا نکری مزارعنا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما علی الأربعاء شیء من التبن ۔ (صحیح بخاری)

حضرت نافع کہتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک بھی۔ پھر ان سے بیان کیا گیا کہ رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابن عمرؓ، حضرت رافع کے پاس گئے، میں بھی ساتھ تھا، ان سے دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہماری مزارعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس پیداوار کے عوض ہوا کرتی تھی جو نہروں پر ہوتی تھی اور کچھ گھاس کے عوض، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے منع فرمایا تھا)۔

حضرت رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی ان روایات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مزارعت کی وہ جاہلی شکل کیا تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

نہی کی بعض روایات اس پر محمول ہیں کہ بعض اوقات زائد قیود و شرائط کی وجہ سے معاملہ کنندگان میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ تم اس قسم کی مزارعت کے بجائے زرِنقد پر زمین دیا کرو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مزارعت سے منع فرماتے ہیں، تو آپ ﷺ نے افسوس کے لہجے میں فرمایا۔

يغفر الله لرافع بن خديج، أنا والله أعلم بالحديث منه، انما رجُلان - قال مسدد: من الأنصار ثم اتفقا - قد اقتتلا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان كان هذا شأنكم فلا تكروا المزارع.

(سنن ابوداؤد، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ رافع کی مغفرت فرمائے، بخدا! میں اس حدیث کو ان سے بہتر سمجھتا ہوں۔ قصہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار کے دو شخص آئے ان کے مابین مزارعت پر جھگڑا تھا، اور نوبت مرنے مارنے تک پہنچ گئی تھی، (قد اقتتلا) آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا: ان كان هذا شأنكم فلا تكروا المزارع.

جب تمہاری حالت یہ ہے تو مزارعت کا معاملہ ہی نہ کرو۔ رافع نے بس اتنی بات سن لی: تم مزارعت کا معاملہ نہ کیا کرو۔

عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال: كان أصحاب المزارع يكرون في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم مزارعهم بما يكون على الساق من الزرع فجاؤا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاختصموا في بعض ذلك، فنهاهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يكروا بذلك وقال: اكروا بالذهب والفضة. (نسائي)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمین دار اپنی زمین اس پیداوار کے عوض جو نہروں پر ہوتی تھی، دیا کرتے تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مزارعت کے سلسلے میں جھگڑا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر مزارعت نہ کیا کرو، بلکہ سونے چاندی کے عوض دیا کرو۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص مقدمے کا فیصلہ فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں کو فہمائش کی تھی کہ وہ آئندہ مزارعت کے بجائے زرِ نقد پر زمین لیا دیا کریں۔

سوم: احادیثِ نہی کا تیسرا محمل یہ تھا کہ بعض لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد زمین تھی اور بعض ایسے محتاج اور ضرورت مند تھے کہ وہ دُوسروں کی زمین مزارعت پر لیتے، اس کے باوجود ان کی ضرورت پوری نہ ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو، جن کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اراضی تھی، ہدایت فرمائی تھی کہ وہ حسنِ معاشرت، مواسات، اسلامی اُخوت اور بلند اخلاق کا نمونہ پیش کریں اور اپنی زائد زمین اپنے ضرورت مند بھائیوں کے لئے وقف کر دیں، اس پر انہیں اللہ کی جانب سے جو اجر و ثواب ملے گا، وہ اس معاوضے سے یقیناً بہتر ہوگا جو اپنی زمین کا وہ حاصل کرتے تھے۔

عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم على أرض رجل من الأنصار قد عرف أنه محتاج، فقال: لمن هذه الأرض؟ قال: لفان أعطانيها بالأجر، فقال: لو منحها أخاه . فأتى رافع الأنصار، فقال: ان رسول الله نهاكم عن أمر كان لكم نافعًا وطاعة رسول الله أنفع لكم . (نسائی)

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کی زمین پر سے گزرے، یہ صاحب محتاجی میں مشہور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ زمین کس کی ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں شخص کی ہے، اس نے مجھے اُجرت پر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش! وہ اپنے بھائی کو بلاعوض دیتا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے، ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ایک ایسی چیز سے روک دیا ہے جو تمہارے لئے نفع بخش تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تمہارے لئے اس سے زیادہ نافع ہے۔

عن جابر رضي الله عنه : سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: من كانت له أرض فليهبها أو ليعرها .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کے پاس زمین ہو، اسے چاہئے کہ وہ کسی کو ہبہ کر دے یا عاریۃً دے دے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لأن يمنح أحدكم أخاه أرضه خير له من أن يأخذ عليها كذا و كذا .

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: البتہ یہ بات کہ تم میں سے ایک شخص

اپنے بھائی کو اپنی زمین کاشت کے لئے بلاعوض دے دے اس سے بہتر ہے کہ اس پر اتنا اتنا معاوضہ وصول کرے۔

یعنی ہم نے مانا کہ زمین تمہاری ملکیت ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ قانون کی کوئی قوت تمہیں ان کی مزارعت سے نہیں روک سکتی، لیکن کیا اسلامی اُخوت کا تقاضا یہی ہے کہ تمہارا بھائی بھوکوں مرتا رہے، اس کے بچے سسکتے رہیں، وہ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم رہے، لیکن تم اپنی ضرورت سے زائد زمین جسے تم خود کاشت نہیں کر سکتے، وہ بھی اسے معاوضہ لئے بغیر دینے کے لئے تیار نہ ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان بھائی کی ضرورت پورا کرنے پر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے کتنا اجر وثواب ملتا ہے؟ یہ چند ٹکے جو تم زمین کے عوض قبول کرتے ہو، کیا اس اَجر وثواب کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات مہاجرین کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد حضراتِ انصار نے اسلامی مہمانوں کی معاشی کفالت کا بارِ گراں جس خندہ پیشانی سے اُٹھایا، اِیثار ومروّت، ہمدردی وغم خواری اور اُخوت ومواسات کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا، نھی عن کراء الأرض کی احادیث بھی اسی سنہری معاشی کفالت کا ایک باب ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث پر یہ باب قائم کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے: **باب ما كان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يواسي بعضهم بعضًا في الزراعة والثمرة**۔ (صحیح بخاری)

ذرا غور کریں کہ ایک چھوٹا سا قصبہ (المدینہ) اس میں انصار کی کل آبادی ہی کتنی تھی؟ ان کا ذریعہ معاش کیا تھا؟ لے دے کر یہی زمینیں! جو اسلام سے پہلے خود ان کی اپنی ضروریات کے لئے بھی بصد مشکل کفالت کرتی ہوں گی، ان کی جاں نثاری و بلند ہمتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کر لیا تھا کہ ہم اپنی اور اپنے بال بچوں کی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی کفالت کریں گے۔ انہوں یہ عہد جس طرح نبھایا وہ سب کو معلوم ہے (رضی اللہ عنھم وارضاھم وجزاھم عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء) اطراف واکناف سے کھنچ کھنچ کر قافلوں کے قافلے یہاں جمع ہو رہے تھے اور حضراتِ انصار؟ أهلاً وسهلاً ومرحبًا کہہ کر ان کا استقبال فرما رہے تھے۔ کون اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ چھوٹی سی بستی اور اس کے یہ چند گنے چنے انصار الاسلام کتنے معاشی بوجھ کے نیچے دب گئے ہوں گے، لیکن صد آفرین ان وفا کیش فدائیوں کو! کہ ایک لمحے کے لئے انہوں نے اس بوجھ سے اُکتاہٹ کا احساس تک نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہمانوں کی خاطر اپنا سب کچھ پیش کر دیا، گویا ان کا اپنا کچھ نہیں تھا، جو کچھ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اور ان کی حیثیت محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارندوں کی تھی۔ سوچنا چاہئے کہ ان حالات میں انصار الاسلام کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: جس کے پاس زمین ہو وہ اپنے بھائی کو ہبہ کر دے یا اسے عاریۃً دے دے کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اسلام میں مزارعت کا باب ہی سرے سے مفقود ہے؟ ان احادیث کو مدینہ طیبہ کے معاشی دباؤ اور حضراتِ انصار کی کفالت اسلامیہ کے پس منظر میں پڑھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ان کا منشا یہ نہیں کہ اسلام میں مزارعت ناجائز ہے، (اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ؟ یہ معاملہ کیوں کرتے؟) بلکہ ان کا منشا یہ ہے کہ بقول سعدی۔ ہرچہ درویشاں را ایست وقف محتاجاں است

آپ اپنی ضرورت پوری کیجئے اور زائد از ضرورت کو ضرورت مندوں کے لئے حسبۃً للہ وقف کر دیجئے، یہ تھے احادیث نہی کے تین محمل، جس کی وضاحت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی، اور جن کا خلاصہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ ہے۔

وكان وجوه التابعين يتعاملون بالمزارعة، ويدل على الجواز حديث معاملة أهل خيبر واحاديث النهي عنها محمولة على الاجارة بما على الماذيانات أو قطعة معينة، وهو قول رافع رضي الله عنه، او على التنزيه والارشاد، وهو قول ابن عباس رضي الله عنهما، أو على مصلحة خاصة بذلك الوقت من جهة كثرة مناقشتهم في هذه المعاملة حينئذ، وهو قول زيد رضي الله عنه، والله اعلم! (حجة الله البالغه)

(صحابہ کرام کے بعد) اکابر تابعین مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، مزارعت کے جواز کی دلیل اہلِ خیبر سے معاملے کی حدیث ہے، اور مزارعت سے ممانعت کی احادیث یا تو ایسی مزارعت پر محمول ہیں جس میں نہروں کے کناروں (ماذیانات) کی پیداوار یا کسی معین قطعے کی پیداوار طے کرلی جائے، جیسا کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا تنزیہ وارشاد پر، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یا اس پر محمول ہیں کہ مزارعت کی وجہ سے بکثرت مناقشات پیدا ہو گئے تھے، اس مصلحت کی بنا پر اس سے روک دیا گیا، جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، واللہ اعلم!

قریب قریب یہی تحقیق حافظ ابنِ جوزی نے التحقیق میں، اور امام خطابی نے معالم السنن میں کی ہے، مگر اس مقام پر حافظ تورپشتی شارح مصابیح (رحمہ اللہ) کا کلام بہت نفیس و متین ہے، وہ فرماتے ہیں۔

مزارعت کی احادیث جو مؤلف (صاحب مصابیح) نے ذکر کی ہیں اور جو دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں، بظاہر ان میں تعارض واختلاف ہے، ان کی جمع وتطبیق میں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے نہی مزارعت کے باب میں کئی حدیثیں سنی تھیں جن کے محمل الگ الگ تھے، انہوں نے ان سب کو ملا کر روایت کیا، یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کبھی کہتے ہیں: میرے چچاؤں نے مجھ سے بیان کیا، کبھی کہتے ہیں: میرے دو چچاؤں نے مجھے خبر دی بعض احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ غلط شرائط لگا لیتے تھے اور نا معلوم اُجرت پر معاملہ کرتے تھے، چنانچہ اس کی ممانعت کر دی گئی۔ بعض کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی اُجرت میں ان کا جھگڑا ہو جاتا تا آنکہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اگر تمہاری یہ حالت ہے تو مزارعت کا معاملہ ہی نہ کرو یہ بات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ بعض احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلمان اپنے بھائی سے زمین کی اُجرت لے، کبھی ایسا ہوگا کہ آسمان سے برسات نہیں ہوگی، کبھی زمین کی روئیدگی میں خلل ہوگا، اندریں صورت اس بے چارے کا مال ناحق جاتا رہے گا، اس سے مسلمانوں میں باہمی نفرت وبغض کی فضا پیدا ہوگی، یہ مضمون حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ: جس کی زمین ہو، وہ خود کاشت کرے یا کسی بھائی کو کاشت کے لئے

دے دے تاہم یہ بطور قانون نہیں بلکہ مروّت ومواسات کے طور پر ہے۔ بعض احادیث میں ممانعت کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری پر فریفتہ ہونے، اس کی حرص کرنے اور ہمہ تن اسی کے ہو رہنے کو ان کے لئے پسند نہیں فرمایا، کیونکہ اس صورت میں وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بیٹھ رہتے، جس کے نتیجے میں ان سے غنیمت وفئی کا حصہ فوت ہوجاتا (آخرت کا خسارہ مزید برآں رہا) اس کی دلیل ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(اشارة الی ما رواه البخاری من حدیث ابی أمامة رضی الله عنه: لا یدخل هذا بیتا الا دخله الذل) .

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں مزارعت نہ مطلقاً جائز ہے، نہ مطلقاً ممنوع، بلکہ اس بات کی تمام احادیث کا مجموعی مفاد کج دار ومریز کی تلقین ہے، حضرات فقہائے اُمت نے اس باب کی نزاکتوں کو پوری طرح سمجھا، چنانچہ تمام فقہی مسالک میں کج دار ومریز کی دقیق رعایت نظر آئے گی، اور یہ بحث وتحقیق کا ایک الگ موضوع ہے۔

مزارعت کا تہائی یا چوتھائی پر باطل ہونے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : الْمُزَارَعَةُ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بَاطِلَةٌ) اعْلَمْ أَنَّ الْمُزَارَعَةَ لُغَةً : مُفَاعَلَةٌ مِنْ الزَّرْعِ .وَفِي الشَّرِيعَةِ : هِيَ عَقْدٌ عَلَى الزَّرْعِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ .

وَهِيَ فَاسِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : هِيَ جَائِزَةٌ لِمَا رُوِيَ أَنَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ عَلَى نِصْفِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ) وَلِأَنَّهُ عَقْدُ شَرِكَةٍ بَيْنَ الْمَالِ وَالْعَمَلِ فَيَجُوزُ اعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَةِ وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَةِ ، فَإِنَّ ذَا الْمَالِ قَدْ لَا يَهْتَدِي إلَى الْعَمَلِ وَالْقَوِيُّ عَلَيْهِ لَا يَجِدُ الْمَالَ ، فَمَسَّتْ الْحَاجَةُ إلَى انْعِقَادِ هَذَا الْعَقْدِ بَيْنَهُمَا بِخِلَافِ دَفْعِ الْغَنَمِ وَالدَّجَاجِ وَدُودِ الْقَزِّ مُعَامَلَةً بِنِصْفِ الزَّوَائِدِ لِأَنَّهُ لَا أَثَرَ هُنَاكَ لِلْعَمَلِ فِي تَحْصِيلِهَا فَلَمْ تَتَحَقَّقْ شَرِكَةٌ .

وَلَهُ مَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ الْمُخَابَرَةِ وَهِيَ الْمُزَارَعَةُ) وَلِأَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ بِبَعْضِ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ فَيَكُونُ فِي مَعْنَى قَفِيزِ الطَّحَّانِ ، وَلِأَنَّ الْأَجْرَ مَجْهُولٌ أَوْ مَعْدُومٌ وَكُلُّ ذَلِكَ مُفْسِدٌ ، وَمُعَامَلَةُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَهْلَ خَيْبَرَ كَانَ خَرَاجَ مُقَاسَمَةٍ بِطَرِيقِ الْمَنِّ وَالصُّلْحِ وَهُوَ جَائِزٌ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر مزارعت باطل ہے۔ اور مزارعت لغت کے اعتبار سے یہ باب

مفاعلہ سے مصدر ہے اور اصطلاح شرع میں بعض حصے پر زراعت کرنے کا نام مزارعت ہے۔ اور یہ امام صاحب کے نزدیک فاسد ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس کے جواز بنیاد نقلی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ نصف مقدار پر پھل یا کھیتی کا معاملہ کیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مزارعت یہ کام اور مال کے درمیان شرکت والا عقد ہے۔ پس مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا جائے گا۔ اور ایک اجتماعی ضرورت کو دور کرتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات مال والا کام نہیں کر سکتا اور جو بندہ کام کر سکتا ہے اس کے پاس مال نہیں ہوتا پس ان دونوں کے درمیان اسی عقد کو منعقد کرنے ضرورت پڑے گی۔ جبکہ نصف زوائد کے ساتھ بکری، مرغی اور ریشم کے کیڑوں کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں پر حصول زوائد میں کوئی اثر نہیں ہے پس ان چیزوں میں شرکت ثابت نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل وہی روایت ہے جو آپ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مخابرہ سے منع کیا ہے اور وہ مزارعت ہے۔ کیونکہ مزارعت کا عقد یہ انسان کے کسی عمل سے پیدا ہونے والے بعض حصے کو اجرت پر رکھنا ہے۔ پس یہ قفیز طحان کے معنی میں ہے کیونکہ اس کی اجرت نہ معلوم ہے یا پھر اجرت ہی نہیں ہے۔ لہذا ہر طرح سے فاسد ہے۔ جبکہ اہل خیبر سے نبی کریم ﷺ کا معاملہ یہ مصالحت کے طور پر ان سے مقاسمت خراج کے مسائل سے ہے اور وہ جائز ہے۔

تین چوتھائی پر مزارعت کرنے فقہی مذاہب

قیس بن مسلم نے بیان کیا اور ان سے ابوجعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ حضرت علی اور سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود، اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابوبکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ سب بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) مہیا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں اور اگر تخم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔

زہری رحمہ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کپاس اگر آدھی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تہائی، چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک معین مدت کے لیے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس باب کے ذیل میں کئی ایک اثر مذکور ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ کہ ابوجعفر مذکور امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے جو

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے والد ہیں۔ حضرت علی اور سعد اور ابن مسعود اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے اثروں کو ابن ابی شیبہ نے اور قاسم کے اثر کو عبدالرزاق نے اور عروہ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے امام محمد باقر سے نکالا۔ اس میں یہ ہے ان سے بٹائی کو پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ابوبکر اور عمر اور علی سب کے خاندان والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے اور ابن سیرین کے اثر کو سعد بن منصور نے وصل کیا اور عبدالرحمٰن بن اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور نسائی نے وصل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور طحاوی نے وصل کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ مزارعت اور مخابرہ دونوں ایک ہیں۔ بعض نے کہا جب تخم زمین کا مالک دے تو وہ مزارعت ہے اور جب کام کرنے والا تخم اپنے پاس سے ڈالے تو وہ مخابرہ ہے۔ بہر حال مزارعت اور مخابرہ امام احمد اور خزیمہ اور ابن منذر اور خطابی کے نزدیک درست ہے اور باقی علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب امام احمد کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ حسن بصری کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا ہے اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے وصل کیا اور ابراہیم کے قول کو ابوبکر اثرم نے اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطا اور قتادہ اور حکم اور زہری کے بھی اقوال کو انہوں نے وصل کیا۔

مطلب یہ ہے کہ مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً فی بیگھہ لگان بصورت روپیہ مقرر کر لیا جائے۔ یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ ایک صورت یہ کہ مالک زمین کا کوئی قطعہ اپنے لیے خاص کر لے کہ اس کی پیداوار خاص میری ہوگی یا مالک غلہ طے کر لے کہ پیداوار کچھ بھی ہو میں اتنا غلہ لوں گا۔ یہ صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ معاملہ کرتے وقت دونوں فریق ناواقف ہیں۔ مستقبل میں ہر دو کے لیے نفع ونقصان کا احتمال ہے۔ اس لیے شریعت نے ایسے دھوکے کے معاملہ سے روک دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے یہ صورت بہر حال جائز ہے اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں: والحق ان البخاری انما اراد بسیاق هذه الآثار الاشارة الى ان الصحابة لم ينقل عنهم خلاف في الجواز خصوصاً اهل المدينة فيلزم من يقدم عملهم على الاخبار المرفوعة ان يقولوا بالجواز على قاعدتهم (فتح الباری) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آثار کے یہاں ذکر کرنے سے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام سے جواز کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے خاص طور پر مدینہ والوں سے ہو۔

مزارعت فاسدہ کے سبب عامل کو اجرت مثلی ملنے کا بیان

(وَإِذَا فَسَدَتْ عِنْدَهُ فَإِنْ سَقَى الْأَرْضَ وَكَرَبَهَا وَلَمْ يَخْرُجْ شَيْءٌ مِنْهُ فَلَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى إجَارَةٍ فَاسِدَةٍ ، وَهَذَا إذَا كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ صَاحِبِ الْأَرْضِ .
وَإِذَا كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِهِ فَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِ الْأَرْضِ وَالْخَارِجُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ

لِأَنَّهُ نَمَاءُ مِلْكِهِ وَلِلْآخَرِ الْأَجْرُ كَمَا فَصَّلْنَا ، إِلَّا أَنَّ الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَيْهَا وَلِظُهُورِ تَعَامُلِ الْأُمَّةِ بِهَا . وَالْقِيَاسُ يُتْرَكُ بِالتَّعَامُلِ كَمَا فِي الِاسْتِصْنَاعِ

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور جب کسی کاشتکار نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو سیراب کیا لیکن اس میں کوئی پیداوار نہ ہوئی۔ تو اس کو اجرت مثلی مل جائے گی۔ کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ کے حکم میں ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب بیج زمین کے مالک کی جانب سے ہو اور جب بیج اس کاشتکار کی جانب سے ہے تو اس کے ذمہ پر زمین کی اجرت مثلی واجب ہوگی۔ جبکہ پیداوار دونوں صورتوں میں بیج ڈالنے والے کیلئے ہوگی۔ کیونکہ اس کی ملکیت میں اضافے کا سبب وہی ہے۔ جبکہ دوسرے کیلئے اجرت ہوگی۔ جس طرح ہم نے اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ مگر فتویٰ صاحبین کے قول کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ عوام مزارعت کی ضرورت مند ہے۔ اور اسی پر امت مسلمہ کا عمل ہے۔ اور تعامل کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح استصناع میں ہوتا ہے۔ (مسئلہ استصناع میں عرف کے دلائل شرح ہدایہ جلد نہم میں ملاحظہ کریں)

شرح

مزارعت فاسدہ کے یہ احکام ہیں۔ جو کچھ اس صورت میں پیداوار ہو اس کا مالک تنہا وہ شخص ہے جس کے بیج ہیں پھر اگر بیج مزارع کے ہیں تو یہ مالکِ زمین کو زمین کی اُجرتِ مثل دے گا اور اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں تو یہ مزارع کو اس کے کام کی اُجرت مثل دے گا اور اگر بیل بھی مالکِ زمین ہی کے ہیں تو زمین اور بیل دونوں کی اُجرت مثل اس کو ملے گی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اُجرت مثل اوتنی ہی دی جائے جو مقرر شدہ سے زائد نہ ہو یعنی اگر مقرر شدہ سے زائد ہوتی ہو تو اوتنی ہی دیں جو مقرر ہے یعنی مثلاً نصف پیداوار کی برابر اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ پابندی نہیں بلکہ جتنی بھی اُجرت مثل ہو اگرچہ مقرر شدہ سے زیادہ ہو وہی دی جائے گی۔

مزارعت فاسدہ میں اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں اور پیداوار اس نے لی یہ اس کے لیے حلال وطیب ہے اور اگر مزارع کے بیج تھے اور پوری پیداوار اس نے لی تو اس کے لیے فقط اوتنا ہی طیب ہے جو بیج اور لگان کے مقابل میں ہے باقی کو صدقہ کرے۔

مزارعت کے صحیح ہونے کیلئے شرائط کا بیان

(ثُمَّ الْمُزَارَعَةُ لِصِحَّتِهَا عَلَى قَوْلِ مَنْ يُجِيزُهَا شُرُوطٌ : أَحَدُهَا كَوْنُ الْأَرْضِ صَالِحَةً لِلزِّرَاعَةِ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ لَا يَحْصُلُ بِدُونِهِ (وَالثَّانِي أَنْ يَكُونَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالْمُزَارِعُ مِنْ أَهْلِ الْعَقْدِ وَهُوَ لَا يَخْتَصُّ بِهِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ مَا لَا يَصِحُّ إِلَّا مِنَ الْأَهْلِ (وَالثَّالِثُ بَيَانُ الْمُدَّةِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ عَلَى مَنَافِعِ الْأَرْضِ أَوْ مَنَافِعِ الْعَامِلِ وَالْمُدَّةُ هِيَ الْمِعْيَارُ لَهَا لِيُعْلَمَ بِهَا

(وَالرَّابِعُ بَيَانُ مَنْ عَلَيْهِ الْبَذْرُ) قَطْعًا لِلْمُنَازَعَةِ وَإِعْلَامًا لِلْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ مَنَافِعُ الْأَرْضِ أَوْ مَنَافِعُ الْعَامِلِ .

(وَالْخَامِسُ بَيَانُ نَصِيبِ مَنْ لَا بَذْرَ مِنْ قِبَلِهِ) لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّهُ عِوَضًا بِالشَّرْطِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَعْلُومًا ، وَمَا لَا يُعْلَمُ لَا يَسْتَحِقُّ شَرْطًا بِالْعَقْدِ .

(وَالسَّادِسُ أَنْ يُخَلِّيَ رَبُّ الْأَرْضِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعَامِلِ ، حَتَّى لَوْ شَرَطَ عَمَلَ رَبِّ الْأَرْضِ يُفْسِدُ الْعَقْدَ) لِفَوَاتِ التَّخْلِيَةِ (وَالسَّابِعُ الشَّرِكَةُ فِي الْخَارِجِ بَعْدَ حُصُولِهِ) لِأَنَّهُ يَنْعَقِدُ شَرِكَةً فِي الِانْتِهَاءِ ، فَمَا يَقْطَعُ هَذِهِ الشَّرِكَةَ كَانَ مُفْسِدًا لِلْعَقْدِ (وَالثَّامِنُ بَيَانُ جِنْسِ الْبَذْرِ) لِيَصِيرَ الْأَجْرُ مَعْلُومًا .

ترجمہ

اور جواز مزارعت والوں نے مزارعت کیلئے چند شرائط کو بیان کیا ہے۔(۱) وہ زمین کاشتکاری کے قابل ہو کیونکہ اس کے سوا کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔(۲) زمین کا مالک اور کاشتکار یہ دونوں اہل عقد میں سے ہوں۔اور یہ شرط صرف اسی عقد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کسی بھی عقد کے ساتھ صحیح ہوتی ہے۔

(۳) مدت کو بیان کرنا کیونکہ زمین اور کام کرنے والے کیلئے منافع پر عقد کرنا ہے۔اور منافع کا معیار مدت ہے۔تاکہ اس مدت کے ذریعے منافع کا پتہ چل سکے۔(۴) وہ آدمی صراحت کے طور پر بیان کرے کہ بیج کس پر ہے، تاکہ جھگڑا ختم کیا جائے۔اور معقود علیہ کو بتایا جائے کہ یہ زمین یا کاشتکاری نفع کے درمیان ہے۔

(۵) اور وہ حصہ بھی بیان کرے جس کی جانب سے بیج نہ ہو کیونکہ وہ شرط کے طور پر عوض کا حقدار بنے گا۔پس اس کا معلوم ہونا لازم ہے۔کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو وہ عقد کے سبب شرط بن کر حقدار نہیں ہوا کرتی۔(قاعدہ فقہیہ)

(۶) زمین کا مالک زمین کو مزارع کے حوالے کردے اور اپنا عمل دخل ختم کردے۔حتیٰ کہ جب زمین والے نے کام کرنے کی کوئی شرط لگائی تو عمل دخل ہونے کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا۔

(۷) پیداوار ہو جانے کے بعد اس میں شرکت ہو کیونکہ یہ عقد انتہائی اعتبار سے شرکت بن کر منعقد ہوا ہے۔لہذا اس عقد کو ختم کرنے والی چیز مفسد ہوگی۔(۸) بیج کی جنس کو بیان کرنا ہے۔اس لئے کہ اجرت کا علم ہو سکے۔

شرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ زمین کا مالک یا خود کاشت کرے یا کسی دوسرے ضرورت مند بھائی کو مفت کاشت کے لئے دے دے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مزارعت یعنی بٹائی پر زمین دینا جائز نہیں، لیکن

بعض صورتوں میں مجبوری ہوتی ہے اور اس کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ پس صاحبین کے نزدیک بٹائی پر زمین دی جاسکتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک مزارعت کے جواز کے لئے آٹھ شرائط ہیں۔

1۔ زمین قابل کاشت ہو

2۔ مالک و مزارع اہل عقد ہوں

3۔ مدت بیان کی جائے

4۔ یہ بات واضح کی جائے کہ بیج کس کے ذمہ ہوگا؟

5۔ جس کے ذمہ بیج نہیں اس کے حصہ کی وضاحت

6۔ مالک، زمین مزارع کے سپرد کرے اور اپنا عمل دخل یا تصرف نہ کرے

7۔ پیداوار حاصل ہونے پر اس میں شرکت مقررہ حصہ

8۔ بیج کی جنس کا تعین کرنا کہ کیا بوئے گا؟

ہمارے علمائے احناف کا فتویٰ صاحبین پر ہے، البتہ یہ یادر ہے کہ آج کل کی زمینداری اور جاگیرداری کی بنیاد کسی اصول عدل پر نہیں، سراسر ظلم پر ہے۔ ظالم حکمرانوں نے مخالف حریت پسند عوام سے زمین چھین کر اپنے پسندیدہ لوگوں میں بطور رشوت تقسیم کی ہے۔ نہ وہ حکمران اس کے جائز مالک تھے نہ اس بندر بانٹ کے مجاز۔ لہٰذا اس زمینداری و جاگیرداری کا صورت جواز سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سراسر ظالمانہ وغاصبانہ دست برد کا نتیجہ ہے۔ یہ نہ امام صاحب کے نزدیک جائز ہے نہ صاحبین کے نزدیک۔

مسلک صاحبین کے مطابق صرف وہ مزارعت جائز ہے جو غصب ونہب سے پاک ہے اور شرعی اصولوں پر مبنی ہو۔ آپ کی زمین بظاہر حلال نظر آتی ہے، لہٰذا مسلک صاحبین کے مطابق آپ شرائط بالا کے تحت بٹائی پر دے سکتے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک مزارعت کی صور اربعہ کا بیان

قَالَ (وَهِيَ عِنْدَهُمَا عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ : إنْ كَانَتْ الْأَرْضُ وَالْبَذْرُ لِوَاحِدٍ وَالْبَقَرُ وَالْعَمَلُ لِوَاحِدٍ جَازَتْ الْمُزَارَعَةُ) لِأَنَّ الْبَقَرَ آلَةُ الْعَمَلِ فَصَارَ كَمَا إذَا اسْتَأْجَرَ خَيَّاطًا لِيَخِيطَ بِإِبْرَةِ الْخَيَّاطِ ، (وَإِنْ كَانَ الْأَرْضُ لِوَاحِدٍ وَالْعَمَلُ وَالْبَقَرُ وَالْبَذْرُ لِوَاحِدٍ جَازَتْ) لِأَنَّهُ اسْتِئْجَارُ الْأَرْضِ بِبَعْضٍ مَعْلُومٍ مِنْ الْخَارِجِ فَيَجُوزُ كَمَا إذَا اسْتَأْجَرَهَا بِدَرَاهِمَ مَعْلُومَةٍ (وَإِنْ كَانَتْ الْأَرْضُ وَالْبَذْرُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ وَالْعَمَلُ مِنْ آخَرَ جَازَتْ) لِأَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُ لِلْعَمَلِ بِآلَةِ الْمُسْتَأْجِرِ فَصَارَ كَمَا إذَا اسْتَأْجَرَ خَيَّاطًا لِيَخِيطَ ثَوْبَهُ بِإِبْرَتِهِ أَوْ طَيَّانًا لِيُطَيِّنَ بِمَرِّهِ (وَإِنْ كَانَتْ الْأَرْضُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ وَالْبَذْرُ وَالْعَمَلُ لِآخَرَ فَهِيَ بَاطِلَةٌ) وَهَذَا الَّذِي

ذَكَرَهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ أَيْضًا ،لِأَنَّهُ لَوْ شَرَطَ الْبَذْرَ وَالْبَقَرَ عَلَيْهِ يَجُوزُ فَكَذَا إِذَا شُرِطَ وَحْدَهُ وَصَارَ كَجَانِبِ الْعَامِلِ .وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ مَنْفَعَةَ الْبَقَرِ لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ مَنْفَعَةِ الْأَرْضِ .

لِأَنَّ مَنْفَعَةَ الْأَرْضِ قُوَّةٌ فِي طَبْعِهَا يَحْصُلُ بِهَا النَّمَاءُ ، وَمَنْفَعَةُ الْبَقَرِ صَلَاحِيَةٌ يُقَامُ بِهَا الْعَمَلُ كُلُّ ذَلِكَ بِخَلْقِ اللَّهِ تَعَالَى فَلَمْ يَتَجَانَسَا فَتَعَذَّرَ أَنْ تُجْعَلَ تَابِعَةً لَهَا ، بِخِلَافِ جَانِبِ الْعَامِلِ لِأَنَّهُ تَجَانَسَتْ الْمَنْفَعَتَانِ فَجُعِلَتْ تَابِعَةً لِمَنْفَعَةِ الْعَامِلِ .

وَهَاهُنَا وَجْهَانِ آخَرَانِ لَمْ يَذْكُرْهُمَا : أَحَدُهُمَا أَنْ يَكُونَ الْبَذْرُ لِأَحَدِهِمَا وَالْأَرْضُ وَالْبَقَرُ وَالْعَمَلُ لِآخَرَ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَتِمُّ شَرِكَةً بَيْنَ الْبَذْرِ وَالْعَمَلِ وَلَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ .وَالثَّانِي أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْبَذْرِ وَالْبَقَرِ .

وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ عِنْدَ الِانْفِرَادِ فَكَذَا عِنْدَ الِاجْتِمَاعِ ، وَالْخَارِجُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ فِي رِوَايَةٍ اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْمُزَارَعَاتِ الْفَاسِدَةِ ، وَفِي رِوَايَةٍ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ وَيَصِيرُ مُسْتَقْرِضًا لِلْبَذْرِ قَابِضًا لَهُ لِاتِّصَالِهِ بِأَرْضِهِ .

ترجمہ

صاحبین نے کہا ہے کہ مزارعت کے چار طریقے ہیں۔(۱) جب بیج اور زمین ایک شخص کی ہے جبکہ بیل اور محنت دوسرے شخص کی ہے تو ایسی مزارعت جائز ہے۔ کیونکہ بیل کام کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے درزی کو اجرت پر رکھا ہے کہ اپنی سوئی کے ذریعے سلائی کرائے۔(۲) اور جب زمین ایک شخص کی ہے جبکہ بیل، کام اور بیج دوسرے آدمی کا ہے۔ تو ایسی مزارعت بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ پیداوار کی کچھ معین مقدار پر زمین کو اجرت پر لیا گیا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے معلوم دراہم کے بدلے میں زمین کو اجرت پر لیا ہے۔

(۳) اور جب زمین، بیل اور بیج ایک آدمی کا ہے جبکہ کام صرف دوسرے آدمی کا ہے تو ایسی مزارعت بھی جائز ہے۔ کیونکہ زمین دینے والے نے کام کرنے والے کو بطور ذریعہ کے کام دیا ہوا ہے تو یہ ایسے ہی ہوگا جس طرح کسی نے اپنی سوئی دیکر درزی سے کپڑے سلوائے ہوں اور درزی کو اجرت پر لیا ہے۔ یا اس نے کسی کاریگر کا اجرت پر لیا ہے کہ وہ مکان کے مالک کے آزاروں سے پلستر کر دے۔

(۴) اور جب زمین اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا ہے تو ایسی مزارعت باطل ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے

ظاہر الروایت کے مطابق یہ قول ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ مزارعت بھی درست ہے۔ کیونکہ جب مالک بیج اور بیل ان دونوں کی شرط لگائے تو جائز ہے تو یہ بھی اسی طرح جائز ہوگی۔ جس طرح صرف بیل کی شرط لگائی جائے۔ پس یہ کام کرنے والے کی جانب سے شرط لگانے کی طرح ہو جائے گا۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ بیل کا نفع یہ منفعت زمین کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ زمین کا نفع ایک فطری طور پر طاقت یافتہ ہے۔ جس سے اضافہ ہوتا ہے جبکہ بیل کا نفع یہ ایک کرنے کی حد تک طاقت رکھنے والا ہے۔ اور ہر ایک اللہ کی مخلوق ہے۔ پس ان دونوں کے منافع ایک جنس سے نہ ہوں۔ اور بیل کے منافع کو زمین کے منافع کے تابع کرنا بھی مشکل ہے بہ خلاف عامل کی جانب سے جب ہو کیونکہ وہاں دونوں منافع ایک ہی جنس کے ہیں پس بیل کے منافع کو عامل کے منافع کے تابع کر دیا جائے گا۔

اور اسی مقام پر مزارعت کے باطل ہونے کی صورتیں اور بھی ہیں جن کو صاحب قدوری نے ذکر نہیں کیا ہے اور ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بیج ایک شخص کا ہے جبکہ زمین، بیل اور کام دوسرے آدمی کا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عقد بیج اور کام کے درمیان شرکت بن کر مکمل ہوا ہے حالانکہ اس کیلئے شرعی حکم موجود نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب اس عقد کو بیج اور بیل کے درمیان اکٹھا کر دیا جائے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ انفرادی طور پر درست نہیں ہے۔ لہٰذا اجتماعی طور پر بھی درست نہ ہوگا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں پیداوار بیج والے کو ملے گی اور اس کو مزارعت فاسدہ پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق پیداوار زمین کے مالک کیلئے ہوگی۔ اور وہ بیج کا قرض لینے والا بنے گا۔ اور وہ اس طرح کہ وہ اپنی زمین کے ساتھ اتصال بیج کے سبب اس پر قبضہ کرنے والا ہے۔

مزارعت کی فاسد صورتوں کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شرائط سے مزارعت فاسد ہو جاتی ہے۔ پیداوار کا ایک کے لیے مخصوص ہونا۔ مالک زمین کے کام کرنے کی شرط۔ ہل بیل مالک زمین کے ذمہ شرط کر دینا۔ کھیت کاٹنا اور ڈھو کر خرمن میں پہنچانا پھر دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسہ اوڑا کر جدا کرنا ان سب کو مزارع پر شرط کرنا مفسد ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اور یہاں کا عرف یہ ہے کہ یہ چیزیں بھی مزارع ہی کرتا ہے مگر رواج یہ ہے کہ ان سب چیزوں میں مزدوری جو کچھ دی جاتی ہے وہ مشترک غلہ سے دی جاتی ہے مزارع اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ ان تمام مصارف کے بعد جو کچھ غلہ بچتا ہے وہ حسب قرارداد تقسیم ہوتا ہے۔ ایک کو غلہ ملے گا اور دوسرے کو صرف بھوسا۔ غلہ بانٹا جائے گا اور بھوسا وہ لے گا جس کے بیج نہیں ہیں مثلاً مالک زمین۔ بھوسا بانٹا جائے گا اور غلہ صرف ایک کو ملے گا۔ اور اگر یہ شرط ہے کہ غلہ بٹے گا اور بھوسا اُس کو ملے گا جس کے بیج ہیں جیسا یہاں کا یہی عرف ہے کہ مزارع ہی بیج دیتا ہے اور بھوسہ لیتا ہے یہ صورت صحیح ہے۔ اور اسی طرح اگر بھوسے کے متعلق کچھ ذکر ہی نہ آیا کہ اس کو کون لے گا یہ بھی صحیح ہے مگر اس صورت میں بھوسا کون لے گا اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ بھی بٹے گا دوسرا یہ کہ جس کے بیج ہیں اسے ملے گا یہی

ظاہر الروایہ ہے اور یہاں کا عرف دوسرے قول کے موافق ہے۔

اور ایک شخص کی زمین اور بیج اور دوسرا شخص اپنے ہل بیل سے جوتے بوئے گا یا ایک کی فقط زمین باقی سب کچھ دوسرے کا یعنی بیج بھی اسی کے اور ہل بیل بھی اسی کے اور کام بھی یہی کریگا یا مزارع صرف کام کریگا باقی سب کچھ مالک زمین کا، یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ اور اگر یہ ہو کہ زمین اور بیل ایک کے اور کام کرنا اور بیج مزارع کے ذمہ یا یہ کہ بیل اور بیج ایک کے اور زمین اور کام دوسرے کا یا یہ کہ ایک کے ذمہ فقط بیل یا بیج باقی سب کچھ دوسرے کا یہ چاروں صورتیں ناجائز و باطل ہیں۔

(درمختار، کتاب مزارعت، بیروت)

جواز مزارعت کے فقہی استدلال کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس زمین ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس میں خود کاشت کرے یا خود کاشت نہ کر سکے) تو اپنے کسی بھائی کو عاریۃً دیدے اور اگر یہ دونوں ہی باتیں پسند نہ ہوں تو پھر چاہئے کہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 197)

شیخ مظہر فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کے پیش نظر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے مال سے نفع حاصل کرے لہذا جس شخص کے پاس زمین ہو اسے چاہئے کہ وہ اس میں خود کھیتی باڑی کرے تا کہ اس سے پیداوار ہو اور اس کی وجہ سے اسے نفع ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو پھر وہ اس زمین کو اپنے کسی مستحق مسلمان بھائی کو عاریۃ دیدے تا کہ وہ اس میں محنت مشقت کر کے اپنا پیٹ بھرے اس صورت میں انسانی اخلاق و ہمدردی کا ایک تقاضہ بھی پورا ہو گا اور اسے ثواب بھی ملے گا لیکن اگر وہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت پسند نہ کرے تو پھر اپنی زمین کو اپنے پاس رہنے دے یہ آخری حکم گویا ان دونوں صورتوں کو ترک کرنے اور مزارعت کو اختیار کرنے پر از راہ تنبیہ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نہ تو اپنی زمین سے مالی فائدہ حاصل کرے کہ اس پر خود کاشت کرے اور نہ کسی مسلمان بھائی کو عاریۃ دے کر اس سے روحانی نفع حاصل کرے تو پھر بہتر یہی ہے کہ وہ اس زمین کو یوں ہی چھوڑ دے کسی کو بطور مزارعت نہ دے نیز اس میں ایسے لوگوں کے لئے بھی تنبیہ ہے جو اپنے مال سے نہ تو خود ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسرے کو نفع پہچاتے ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ تو پھر چاہئے کہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کی زمین عاریۃ قبول کرنے سے انکار کر دے تو اپنی زمین اپنے پاس رہنے دے اس صورت میں یہ حکم اباحت کے طور پر ہوگا۔

مدت معلومہ کے بغیر مزارعت کے صحیح نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْمُزَارَعَةُ إلَّا عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ) لِمَا بَيَّنَّا (وَأَنْ يَكُونَ الْخَارِجُ شَائِعًا بَيْنَهُمَا) تَحْقِيقًا لِمَعْنَى الشَّرِكَةِ (فَإِنْ شَرَطَا لِأَحَدِهِمَا قُفْزَانًا مُسَمَّاةً فَهِيَ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ بِهِ تَنْقَطِعُ الشَّرِكَةُ لِأَنَّ الْأَرْضَ عَسَاهَا لَا تُخْرِجُ إلَّا هَذَا الْقَدْرَ ، فَصَارَ كَاشْتِرَاطِ دَرَاهِمَ

نہیں۔اور اسی طرح اگر یہ طے ہوا کہ دونوں میں ایک کو پہلے پیداوار کا دسواں حصہ دیا جائے اُس کے بعد اس طرح تقسیم ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔(درمختار، کتاب مزارعت، بیروت)

کاشتکاری کی زمین مالک میں ملکیت کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر زمین مملوک ہے۔جیسے عام دیہات کی زمین کہ زمیندار کی ملک ہوتی ہے تو اس میں شرعاً ہرگز کبھی کسی طرح کاشت کار کو حق قرار ثابت نہ ہوگا اگر چہ اس نے اس میں باغ بھی لگایا، عمارت بھی بنائی ہو، جب اجارہ یعنی اس کے پٹہ کی مدت ختم ہوگئی زمیندار کو اختیار ہوگا کہ زمین اس سے نکال لے اور اس کے درخت وعمارت کی نسبت اسے حکم دے کہ زمین خالی کردے۔

اور درختوں کے کاٹنے عمارت کے کھودنے میں زمین کا زیادہ نقصان دیکھے تو کٹے کھودنے کے بعد جو قیمت ان درختوں اور عمارت کی ہو اس سے کٹوانے کھدوانے کی اجرت مجرا کر کے کاشتکار کو دے دے، اور پیڑ اور عمارت خود لے لے، اور اگر کاشت کار سے کوئی مدت معین نہیں ٹھہری، یونہی سال بسال کاشت کرتا ہے تو ہر ختم سال پر زمیندار کو زمین خالی کرانے اور آئندہ اسے زراعت کی ممانعت کردینے کا اختیار ہوگا اگر چہ کاشت کرتے پچاس برس گزر گئے ہوں، (فتاویٰ رضویہ، کتاب مزارعت، لاہور)

اور عقود دریہ میں ہے تجنیس میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی دکان میں رہائشی انتظام کر رکھا تھا تو اس رہائشی شخص سے کسی تیسرے شخص نے اس کا وہ رہائشی انتظام خرید لیا کچھ مال کے بدلے قبضہ لیا تو دکان کے مالک کو حق ہے کہ وہ اس مشتری کو رہائش اٹھانے پر مجبور کردے اگر چہ مشتری کو ضرر بھی ہو کیونکہ مشتری نے اس کی ملکیت کو مشغول کر رکھا ہے۔

(العقود والدریہ، کتاب المساقات)

پانی کے کھالوں پر شرط لگا کر مزارعت کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا إذَا شَرَطَا مَا عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَالسَّوَاقِي) مَعْنَاهُ لِأَحَدِهِمَا ، لِأَنَّهُ إذَا شَرَطَ لِأَحَدِهِمَا زَرْعَ مَوْضِعٍ مُعَيَّنٍ أَفْضَى ذَلِكَ إلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ ، لِأَنَّهُ لَعَلَّهُ لَا يَخْرُجُ إلَّا مِنْ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ ، وَعَلَى هَذَا إذَا شَرَطَ لِأَحَدِهِمَا مَا يَخْرُجُ مِنْ نَاحِيَةٍ مُعَيَّنَةٍ وَلِآخَرَ مَا يَخْرُجُ مِنْ نَاحِيَةٍ أُخْرَى (وَكَذَا إذَا شَرَطَ لِأَحَدِهِمَا التِّبْنَ وَلِلْآخَرِ الْحَبَّ) لِأَنَّهُ عَسَى أَنْ يُصِيبَهُ آفَةٌ فَلَا يَنْعَقِدُ الْحَبُّ وَلَا يَخْرُجُ إلَّا التِّبْنُ (وَكَذَا إذَا شَرَطَا التِّبْنَ نِصْفَيْنِ وَالْحَبُّ لِأَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ) لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ فِيمَا هُوَ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الْحَبُّ (وَلَوْ شَرَطَ الْحَبَّ نِصْفَيْنِ وَلَمْ يَتَعَرَّضَا لِلتِّبْنِ صَحَّتْ) لِاشْتِرَاطِهِمَا الشَّرِكَةَ فِيمَا هُوَ

مَعْدُودَةٍ لِأَحَدِهِمَا فِي الْمُضَارَبَةِ ، وَكَذَا إِذَا شَرَطَا أَنْ يَرْفَعَ صَاحِبُ الْبَذْرِ بَذْرَهُ وَيَكُونَ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ ، لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ فِي بَعْضٍ مُعَيَّنٍ أَوْ فِي جَمِيعِهِ بِأَنْ لَمْ يُخْرِجْ إِلَّا قَدْرَ الْبَذْرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا شَرَطَا رَفْعَ الْخَرَاجِ ، وَالْأَرْضُ خَرَاجِيَّةٌ وَأَنْ يَكُونَ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ مُعَيَّنٌ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا شَرَطَ صَاحِبُ الْبَذْرِ عُشْرَ الْخَارِجِ لِنَفْسِهِ أَوْ لِلْآخَرِ وَالْبَاقِي بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ مُعَيَّنٌ مُشَاعٌ فَلَا يُؤَدِّي إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ ، كَمَا إِذَا شَرَطَا رَفْعَ الْعُشْرِ ، وَقِسْمَةُ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا وَالْأَرْضُ عُشْرِيَّةٌ .

ترجمہ

اور مدت معلومہ کے بغیر مزارعت صحیح نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ ایسی پیداوار دونوں کے درمیان مشترکہ ہے اور یہ شرکت کا معنی ثابت کر رہی ہے۔ پس جب ان دونوں میں سے کسی نے اپنے معلوم قفیز کی شرط لگائی تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس طرح شرط سے شرکت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے زمین اتنی مقدار سے زیادہ پیداوار نہ دے اور یہ مضاربت میں شرکا باطل ہے کسی ایک کیلئے شمار کردہ دراہم کو نکالنے والی شرط کی طرح ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب ان دونوں نے یہ شرط لگائی کہ بیج والا آدمی اپنے بیج کو لے جائے گا اور بقیہ ان کے درمیان نصف نصف ہوگا کیونکہ یہ شرط بھی معین مقدار میں یا پیداوار میں کچھ شرکت ختم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس طرح ہوگا کہ جب پیداوار میں صرف بیج آیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جب دونوں نے خراجی زمین میں خراج اٹھانے اور بقیہ کو اپنے درمیان مشترکہ ہونے کی شرط لگائی ہے اور یہ مسئلہ اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ جس میں بیج والا پیداوار کے دسویں حصے کو اپنے لیے اور دوسروں کیلئے شرط لگائے اور بقیہ ان کے درمیان مشترکہ ہو کیونکہ یہ معین مشاع ہے پس یہ شرکت کو ختم کرنے کا سبب نہ ہوگا جس طرح جب ان دونوں نے عشری زمین میں عشر لے جانے والے کے بعد بقیہ کو آپس میں تقسیم کرنے شرط بیان کی ہو۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک کو کیا ملے گا اس کا عقد میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دونوں کی شرکت ہو اگر فقط ایک کو دینا قرار پایا تو عقد صحیح نہیں۔ اور یہ شرط کہ دوسری چیز میں سے دیا جائے گا اس سے بھی شرکت نہ ہوئی۔ اور جو مقدار ہو ہر ایک کے لیے اوس کا متعین ہو جانا ضرور ہے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی اور جو کچھ حصہ ہو وہ جز وشائع ہو لہذا اگر ایک کے لیے یہ ٹھہرا کہ ایک من یا دو من دیے جائیں گے تو صحیح نہیں۔ اور اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ بیج کی مقدار نکالنے کے بعد باقی کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا تو مزارعت صحیح نہ ہوئی۔ اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ کھیت کے اس حصہ کی پیداوار فلاں لے گا اور باقی فلاں یا باقی کو دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہ مزارعت صحیح نہیں۔ اور اگر یہ ٹھہرا کہ زمین کا عشر نکال کر باقی کو تقسیم کیا جائے گا تو حرج

زمین پر کاشت کرے پھر اس متعین قطعہ کی جو کچھ پیداوار ہوگی وہ تو مالک لے لے گا اور باقی زمین کی پیداوار کاشت کرنیوالا لے گا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا کیونکہ اس میں نقصان اور فریب میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا تھا)

حدیث کے راوی حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع سے پوچھا کہ درہم و دینار کے عوض مزارعت کا کیا حکم ہے (یعنی اپنی زمین کسی کو کاشت کرنے کے لئے دیدی جائے اور اس کے عوض بطور لگان روپے لئے جائیں تو کیا حکم ہے حضرت رافع نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جس چیز سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (یعنی مزارعت کی مذکورہ دونوں صورتیں) وہ ایسی چیز ہے کہ اگر حرام وحلال کی سمجھ رکھنے والا شخص اس میں غور کرے تو نقصان پہنچنے کے خوف سے اسے پسند نہ کرے (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 194)

اپنی زمین کو کاشت کے لئے دینے کی جو دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں اور جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ ان علماء کے نزدیک بھی محل نہی ہیں جو مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

مزارعت کے سلسلے میں چونکہ مختلف احادیث منقول ہیں اس لئے جو علماء مزارعت کو جائز کہتے ہیں وہ بھی اپنے مسلک کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور وہ علماء بھی حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں جن کے نزدیک مزارعت جائز نہیں ہے گویا دونوں طرف کے علماء کے لئے تاویل کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے اکثر علماء مزارعت کو جائز کہتے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں لیکن حنفیہ کے دو جلیل القدر ائمہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد چونکہ جواز ہی کے قائل ہیں پھر یہ کہ دفع ضرورت کی مصلحت بھی پیش نظر ہے اس لئے حنفی مسلک میں بھی فتوی اسی بات پر ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

دونوں کا نصف نصف دانوں پر مزارعت کرنے کا بیان

(وَلَوْ شَرَطَا الْحَبَّ نِصْفَيْنِ وَالتِّبْنَ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ صَحَّتْ) لِأَنَّهُ حُكْمُ الْعَقْدِ (وَإِنْ شَرَطَا التِّبْنَ لِلْآخَرِ فَسَدَتْ) لِأَنَّهُ شَرْطٌ يُؤَدِّي إلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ بِأَنْ لَا يَخْرُجَ إلَّا التِّبْنُ وَاسْتِحْقَاقُ غَيْرِ صَاحِبِ الْبَذْرِ بِالشَّرْطِ .

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتْ الْمُزَارَعَةُ فَالْخَارِجُ عَلَى الشَّرْطِ) لِصِحَّةِ الِالْتِزَامِ (وَإِنْ لَمْ تُخْرِجْ الْأَرْضُ شَيْئًا فَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ) لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّهُ شَرِكَةً ، وَلَا شَرِكَةَ فِي غَيْرِ الْخَارِجِ ، وَإِنْ كَانَتْ إجَارَةً فَالْأَجْرُ مُسَمًّى فَلَا يَسْتَحِقُّ غَيْرَهُ ، بِخِلَافِ مَا إذَا فَسَدَتْ لِأَنَّ أَجْرَ الْمِثْلِ فِي الذِّمَّةِ وَلَا تَفُوتُ الذِّمَّةُ بِعَدَمِ الْخَارِجِ قَالَ (وَإِذَا فَسَدَتْ فَالْخَارِجُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ) لِأَنَّهُ نَمَاءُ مِلْكِهِ ، وَاسْتِحْقَاقُ الْأَجْرِ بِالتَّسْمِيَةِ وَقَدْ فَسَدَتْ فَبَقِيَ النَّمَاءُ كُلُّهُ

الْمَقْصُودُ ، (ثُمَّ التِّبْنُ يَكُونُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ) لِأَنَّهُ نَمَاءُ بَذْرِهِ وَفِي حَقِّهِ لَا يَحْتَاجُ إِلَى الشَّرْطِ .وَالْمُفْسِدُ هُوَ الشَّرْطُ ، وَهَذَا سُكُوتٌ عَنْهُ .

وَقَالَ مَشَايِخُ بَلْخِي رَحِمَهُمُ اللَّهُ : التِّبْنُ بَيْنَهُمَا أَيْضًا اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ فِيمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ الْمُتَعَاقِدَانِ ، وَلِأَنَّهُ تَبَعٌ لِلْحَبِّ وَالتَّبَعُ يَقُومُ بِشَرْطِ الْأَصْلِ .

ترجمہ

اور جب ان دونوں نے کھالوں کے ذریعے پیداوار پر شرط لگادی یعنی وہ ایک کیلئے ہوگا اور جب کسی ایک کیلئے خاص جگہ مزارعت کرنے کی شرط لگائی جائے۔تو ایسی شرط شرکت کو ختم کرنے کا سبب بنے گی۔کیونکہ ممکن ہے اسی خاص جگہ سے پیداوار ہو۔ اور اسی طرح جب کسی ایک جانب سے طرف سے پیداوار کی شرط لگائی ہو۔اور دوسرے کیلئے دوسری جانب کی شرط لگائی ہو۔اور اسی طرح ایک کیلئے بھوسے کی شرط جبکہ دوسرے کیلئے گندم کی شرط لگائی۔کیونکہ ہوسکتا ہے زراعت کسی آفت کے سبب دانے نہ دے بلکہ بھوسہ ہی نکلے۔اور اسی طرح جب بھوسہ کو نصف نصف کرنے کی شرط لگائی گئی ہے اور دانہ ان میں سے کسی ایک کیلئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ ایسی شرط مقصد یعنی شرکت کو ختم کرنے کا سبب بن جائے گی۔

اور جب ان دونوں نے دانوں کو نصف نصف کرنے کی شرط لگائی ہے اور بھوسے کا کوئی تعین نہ کیا تو مزارعت درست ہوگی۔ کیونکہ شرکت کا مقصود صرف دانوں میں ہے۔اور بھوسہ بیج والے کو ملے گا۔کیونکہ وہ اس کی ملکیت میں اضافہ ہے۔کیونکہ اس کے حق میں شرط لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور شرط ہی فساد کرنے والی ہے۔جو یہاں پر ظاہر ہونے والا ہے۔

مشائخ بلخ کے فقہاء نے کہا ہے کہ غیر منصوص چیزوں میں دلیل عرف پر قیاس کرتے ہوئے بھوسہ بھی ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا۔کیونکہ بھوسہ بھی دانوں کے تابع ہے۔اور تابع اصل کی شرط کے ساتھ قائم ہونے والا ہے۔

شرح

حضرت حنظلہ ابن قیس تابعی حضرت رافع بن خدیج صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی رافع نے فرمایا کہ مجھے میرے دو چچاؤں نے بتایا کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مانے میں صحابہ کرام نالیوں پر ہونیوالی پیداوار کے عوض اپنی زمین اجرت پر دیا کرتے تھے (یعنی صحابہ اپنی زمین کو کسی دوسرے شخص کو اس شرط کے ساتھ اجرت پر دیدیا کرتے تھے کہ وہ شخص اپنی محنت اور اپنا تخم لگا کر اس میں کاشت کرے اور اس زمین کی پانی کی نالیوں کے کناروں پر جو کچھ پیدا ہوگا وہ اس زمین کی اجرت میں مالک کا حق ہوگا اور اس کے علاوہ باقی زمین کی پیداوار کاشت کرنے والے کا حق ہوگا یا اپنی زمین کو اس قطعہ کی پیداوار کے عوض اجرت پر دیتے تھے جسے مالک اپنے لئے علیحدہ کر لیتا تھا (یعنی زمین کو اجرت پر دینے کی دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی زمین جب کسی کو کاشت کے لیے دیتے تو اس کا کوئی قطعہ اپنے لئے متعین کر دیتے تھے اور یہ طے ہو جاتا تھا کہ کاشت کرنیوالا اپنی محنت اور اپنا تخم لگا کر پوری

لِصَاحِبِ الْبَذْرِ .

ترجمہ

اور جب ان دونوں نے دانوں کے بارے میں نصف نصف کی شرط لگائی اور بھوسہ بیج والے کیلئے ہے تو مزارعت درست ہے کیونکہ اس عقد کے بارے میں حکم اسی طرح ہے۔اور جب دوسرے شخص کیلئے بھوسے کی شرط لگادی تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جو شرکت کو ختم کرنے کا سبب بننے والی ہے۔کیونکہ جب صرف بھوسہ ہی بن گیا۔اور بیج والے کے سوا بھوسہ کسی شرط کے سبب ثابت ہوا کرتا ہے۔

اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پیداوار شرط کے مطابق ہوگی۔کیونکہ وہی لازم کرنے میں صحیح ہے۔اور جب زمین میں کوئی پیداوار ہی نہیں ہوئی ہے۔تو کام کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا۔کیونکہ وہ شرکت کے سبب حقدار بنا تھا اور پیداوار کے سوا تو کوئی شرکت ہی نہیں ہے۔اور جب وہ اجارہ ہو تو پھر مزدوری معین ہے۔پس کام کرنے والے عدم ذکر والی اجرت کا حقدار نہ بنے گا۔بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مزارعت فاسد ہو جائے کیونکہ اجر مثلی ذمہ داری کے طور پر واجب ہوتا ہے جبکہ پیداوار ی نہ ہونے کے سبب ذمہ داری ختم ہو چکی ہے۔

اور جب مزارعت فاسد ہو جائے تو پیداوار بیج والے کیلئے ہوگی۔کیونکہ اس کے سبب اس کی ملکیت میں اضافہ ہے۔جبکہ دوسرے کا حق ذکر کرنے کے سبب معین ہوا تھا اور جب تسمیہ ختم ہو چکا ہے تو سارے کا سارا اضافہ بیج والے کیلئے ہوگا۔

طے شدہ تقسیم مزارعت میں کمی بیشی کرنے کا بیان

مزارعت ہو جانے کے بعد پیداوار کی تقسیم جس طرح طے پاگئی ہے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے یا نہیں مثلاً نصف نصف تقسیم کرنا طے پایا تھا اب ایک تہائی دو تہائیاں لینا دینا چاہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کمی یا بیشی مالک زمین کی طرف سے ہوگی یا مزارع کی طرف سے اور بہر صورت بیج مالکِ زمین کے ہیں یا مزارع کے۔اگر کھیت طیار ہو گیا اور بیج مزارع کے ہیں اور پہلے مزارعت نصف پر تھی اب کاشتکار مالکِ زمین کا حصہ بڑھانا چاہتا ہے اسے دو تہائیاں دینا چاہتا ہے یہ ناجائز ہے بلکہ پیداوار اسی طور پر تقسیم ہوگی جو طے ہے اور اگر مالکِ زمین مزارع کا حصہ بڑھانا چاہتا ہے بجائے نصف اس کو دو تہائیاں دینا چاہتا ہے یہ جائز ہے اور اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں اور یہ مزارع کا حصہ زیادہ کرنا چاہتا ہے یہ ناجائز ہے اور مزارع مالکِ زمین کا حصہ زیادہ کرنا چاہتا ہے یہ جائز ہے اور اگر فصل طیار ہونے سے پہلے کمی بیشی کرنا چاہتے ہیں تو مطلقاً جائز ہے مزارع کی طرف سے ہو یا مالکِ زمین کی طرف سے بیج اس کے ہوں یا اس کے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

زمین والے کی جانب سے بیج ہونے پر مثلی اجرت کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ رَبِّ الْأَرْضِ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ لَا يُزَادُ عَلَى مِقْدَارِ مَا

شَرَطَ لَهُ مِنَ الْخَارِجِ) لِأَنَّهُ رَضِيَ بِسُقُوطِ الزِّيَادَةِ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ بَالِغًا مَا بَلَغَ ، لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَافِعَهُ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ فَتَجِبُ عَلَيْهِ قِيمَتُهَا إِذْ لَا مِثْلَ لَهَا) وَقَدْ مَرَّ فِي الْإِجَارَاتِ (وَإِنْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ الْعَامِلِ فَلِصَاحِبِ الْأَرْضِ أَجْرُ مِثْلِ أَرْضِهِ) لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَافِعَ الْأَرْضِ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ فَيَجِبُ رَدُّهَا وَقَدْ تَعَذَّرَ . وَلَا مِثْلَ لَهَا فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهَا .

وَهَلْ يُزَادُ عَلَى مَا شَرَطَ لَهُ مِنَ الْخَارِجِ ؟ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ (وَلَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْأَرْضِ وَالْبَقَرِ حَتَّى فَسَدَتِ الْمُزَارَعَةُ فَعَلَى الْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِ الْأَرْضِ وَالْبَقَرِ) هُوَ الصَّحِيحُ ، لِأَنَّ لَهُ مَدْخَلًا فِي الْإِجَارَةِ وَهِيَ إِجَارَةٌ مَعْنًى (وَإِذَا اسْتَحَقَّ رَبُّ الْأَرْضِ الْخَارِجَ لِبَذْرِهِ فِي الْمُزَارَعَةِ الْفَاسِدَةِ طَابَ لَهُ جَمِيعُهُ) لِأَنَّ النَّمَاءَ حَصَلَ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ لَهُ (وَإِنِ اسْتَحَقَّهُ الْعَامِلُ أَخَذَ قَدْرَ بَذْرِهِ وَقَدْرَ أَجْرِ الْأَرْضِ وَتَصَدَّقَ بِالْفَضْلِ) لِأَنَّ النَّمَاءَ يَحْصُلُ مِنَ الْبَذْرِ وَيَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ ، وَفَسَادُ الْمِلْكِ فِي مَنَافِعِ الْأَرْضِ أَوْجَبَ خُبْثًا فِيهِ . فَمَا سُلِّمَ لَهُ بِعِوَضٍ طَابَ لَهُ وَمَا لَا عِوَضَ لَهُ تَصَدَّقَ بِهِ

ترجمہ

اور جب زمین والے کی جانب سے بیج ہے تو کام کرنے والے کیلئے مثلی اجرت ہوگی۔ جس کو شرط میں معین کردہ مقدار سے زیادہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ عامل اس زیادتی کو ساقط کرنے پر رضامند نہ ہوگا۔ اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ خواہ وہ جہاں تک جائے کیونکہ زمین کے مالک نے عقد فاسد کے سبب عامل کے منافع کو پایا ہے۔ پس اس پر منافع کی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ منافع کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ اجارات میں بیان کردیا گیا ہے۔

اور جب بیج کام کرنے والے کی جانب سے ہے تو زمین کے مالک کیلئے اس کی زمین کا مثلی اجر یعنی کرایہ ہوگا۔ کیونکہ عامل نے عقد فاسد کے سبب زمین سے منافع حاصل کیے ہیں۔ پس منافع کا واپس کرنا لازم ہے۔ لیکن وہ مشکل ہے۔ اور منافع کا کوئی مثل ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت کو واپس کرنا لازم ہے۔ اور پیداوار کی شرط کردہ مقدار سے زیادہ کیا جائے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب زمین اور بیل کو جمع کردیا گیا ہے حتیٰ کہ مزارعت فاسد ہوچکی ہے تو عامل پر اس زمین اور بیل کی مثلی اجرت ہوگی۔ اور

صحیح بھی یہی ہے کیونکہ اجارہ میں بیل کا عمل دخل ہوتا ہے۔اور رہی مزارعت تو یہ بھی اجارہ کے حکم میں ہے۔

اور جب مزارعت فاسدہ کے سبب زمین کا مالک اپنے بیج کے سب پیداوار کا حقدار بن گیا ہے تو اس کیلئے پوری پیداوار حلال ہو جائے گی۔ کیونکہ اسی کی ملکیت والی زمین میں اضافہ ہوا ہے۔اور جب عامل پیداوار کا مستحق بنا ہے تو وہ اپنی زمین اور اجرت کے مقدار لے کر زائد کو صدقہ کردے۔ کیونکہ اضافہ بیج کے سبب حاصل ہونے والا ہے۔اور منافع زمین میں ملکیت کا فساد کرتے ہوئے خباثت پیدا کر دیتے ہیں۔تو عوض کے بدلے میں ملنے والا بدلہ اس کے لئے حلال ہوگا۔جس کا بدلہ نہیں ہے اس کو وہ صدقہ کرے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مالکِ زمین نے مزارع سے کہا کہ تم اپنے بیجوں سے کاشت کرو دونوں نصف نصف لیں گے اور مزارع نے دوسرے کو دے دی کہ تم اپنے بیج سے کاشت کرو اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دو تہائیاں تمہاری اس صورت میں مزارعِ دوم حسب شرط دو تہائیاں لے گا اور ایک تہائی مالکِ زمین لے گا اور مالکِ زمین مزارع اول سے تہائی زمین کی اُجرت (لگان) لے گا اور اگر بیج مزارعِ اول ہی نے دیے مگر مزارعِ دوم کے لیے پیداوار کی دو تہائیاں دینا طے پایا اس صورت میں بھی وہی حکم ہے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کاشت کے لیے دوسرے کو زمین دی اور یہ ٹھہرا کہ بیج دونوں کے ہوں گے اور بیل کاشتکار کے ہوں گے اور پیداوار دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو جائے گی کاشتکار نے ایک دوسرے شخص کو اپنے حصہ میں شریک کر لیا کہ یہ بھی اس کے ساتھ کام کریگا اس صورت میں مزارعت اور شرکت دونوں فاسد ہیں۔ جتنے جتنے دونوں کے بیج ہوں اسی حساب سے غلہ دونوں میں تقسیم ہوگا اور مالک زمین مزارع اول سے نصف زمین کی اُجرت مثل لے گا اور یہ دوسرا شخص بھی مزارع اول سے اپنے کام کی اُجرت مثل لے گا۔اور مزارع اول اپنے بیج کی قدر اور جو کچھ زمین کی اُجرت اور کام کی اُجرت دے چکا ہے ان کی قیمت کا غلہ رکھ لے باقی کو صدقہ کر دے۔اور اگر کاشتکار نے دوسرے کو شریک نہ کیا ہو جب بھی فاسد ہے اور وہی احکام ہیں جو مذکور ہوئے۔(درمختار، کتاب مزارعت، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

اور کاشتکار کو مزارعت پر زمین دی کاشتکار یہ چاہتا ہے کہ دوسرے شخص کو مزارعت پر دے دے اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں تو ایسا نہیں کر سکتا جب تک مالک زمین سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ حاصل کرے دلالۃً اجازت کی یہ صورت ہے کہ اس نے کہہ دیا ہو تم اپنی رائے سے کام کرو اور بغیر اجازت اس نے دوسرے کو دے دی تو ان دونوں کے مابین حسب شرائط غلہ تقسیم ہوگا اور مالکِ زمین بیج کا تاوان لے گا پہلے سے لے گا تو وہ دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا اور دوسرے سے لے گا تو وہ پہلے سے رجوع کریگا اور زراعت کی وجہ سے زمین میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ مزارع دوم سے مالکِ زمین وصول کریگا پھر اس صورت میں مزارع اول کو پیداوار کا جو حصہ ملا ہے اس میں سے اتنا حصہ اس کے لیے جائز ہے جو تاوان میں دے چکا ہے باقی کو صدقہ کر دے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

مزارعت میں بیج والے کو کام پر مجبور نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عُقِدَتْ الْمُزَارَعَةُ فَامْتَنَعَ صَاحِبُ الْبَذْرِ مِنْ الْعَمَلِ لَمْ يُجْبَرْ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْمُضِيُّ فِي الْعَقْدِ إلَّا بِضَرَرٍ يَلْزَمُهُ.

فَصَارَ كَمَا إذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَهْدِمَ دَارِهِ (وَإِنْ امْتَنَعَ الَّذِي لَيْسَ مِنْ قِبَلِهِ الْبَذْرُ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى الْعَمَلِ) لِأَنَّهُ لَا يَلْحَقُهُ بِالْوَفَاءِ بِالْعَقْدِ ضَرَرٌ وَالْعَقْدُ لَازِمٌ بِمَنْزِلَةِ الْإِجَارَةِ ، إلَّا إذَا كَانَ عُذْرٌ يُفْسَخُ بِهِ الْإِجَارَةَ فَيُفْسَخُ بِهِ الْمُزَارَعَةَ .

قَالَ (وَلَوْ امْتَنَعَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالْبَذْرُ مِنْ قِبَلِهِ وَقَدْ كَرَبَ الْمُزَارِعُ الْأَرْضَ فَلَا شَيْءَ لَهُ فِي عَمَلِ الْكِرَابِ) قِيلَ هَذَا فِي الْحُكْمِ ، فَأَمَّا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى يَلْزَمُهُ اسْتِرْضَاءُ الْعَامِلِ لِأَنَّهُ غَرَّهُ فِي ذَلِكَ .

ترجمہ

اور جب مزارعت طے ہوگئی اور اس کے بعد بیج والے نے کام کرنے سے انکار کردیا ہے تو اس کا کام پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ عقد کو نافذ کرنا یہ نقصان اٹھانے کے سوا ممکن نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اجیر رکھا ہے اور وہ عمارت کو گرائے اور وہ بندہ انکار کردے۔ اور جس کی جانب سے بیج نہ ہو تو اس کو حاکم کام کرنے پر مجبور کرے گا۔ کیونکہ اس طرح عقد مکمل کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور یہ عقد اجارہ کی طرح لازم ہے۔ ہاں البتہ جب اس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہوا جس کے سبب سے اجارہ کو ختم کردیا جاتا ہے تو ایسے ہی کسی عذر کے سبب مزارعت کو بھی ختم کردیا جائے گا۔

اور جب رب الارض مزارعت کرنے سے رک گیا اور بیج بھی اسی کا ہے۔ جبکہ مزارع نے زمین میں ہل چلانا شروع کردیا ہے تو اس مزارع کو ہل چلانے کے بدلے میں کوئی چیز نہ ملے گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قضاء کے اعتبار سے ہے۔ جبکہ جو معاملہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے وہ یہ ہے مالک زمین اس عامل کو راضی کرے۔ کیونکہ اس نے عامل کے ساتھ معاملہ کرنے میں دھوکہ کیا ہے۔

عاقدین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب مزارعت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَطَلَتْ الْمُزَارَعَةُ) اعْتِبَارًا بِالْإِجَارَةِ ، وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ فِي الْإِجَارَاتِ ، فَلَوْ كَانَ دَفَعَهَا فِي ثَلَاثِ سِنِينَ فَلَمَّا نَبَتَ الزَّرْعُ فِي السَّنَةِ الْأُولَى وَلَمْ يَسْتَحْصِدْ الزَّرْعَ حَتَّى مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ تَرَكَ الْأَرْضَ فِي يَدِ الْمُزَارِعِ حَتَّى

يَسْتَحْصِدَ الزَّرْعَ وَيَقْسِمَ عَلَى الشَّرْطِ ، وَتَنْتَقِضُ الْمُزَارَعَةُ فِيمَا بَقِيَ مِنَ السَّنَتَيْنِ لِأَنَّ فِي إبْقَاءِ الْعَقْدِ فِي السَّنَةِ الْأُولَى مُرَاعَاةً لِلْحَقَّيْنِ ، بِخِلَافِ السَّنَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ ضَرَرٌ بِالْعَامِلِ فَيُحَافَظُ فِيهِمَا عَلَى الْقِيَاسِ (وَلَوْ مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ قَبْلَ الزِّرَاعَةِ بَعْدَ مَا كَرَبَ الْأَرْضَ وَحَفَرَ الْأَنْهَارَ انْتَقَضَتْ الْمُزَارَعَةُ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إبْطَالُ مَالٍ عَلَى الْمُزَارِعِ (وَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ بِمُقَابَلَةِ مَا عَمِلَ) لِمَا نُبَيِّنُهُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

اور جب دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے۔تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔اور اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے اجارات میں اس کی تاویل گزر چکی ہے۔اور اسی طرح جب کسی شخص نے زمین کو تین سال کیلئے دیا ہےاور سال اول میں کھیتی اگ آئی ہے لیکن اس کی کٹائی نہیں ہوئی۔کیونکہ رب الارض فوت ہو گیا تھا۔تو اس زمین کو کاشتکار کے حوالے کر دیا جائے گا۔یہاں تک کہ وہ کھیتی کی کٹائی کر کے اس کو حصہ کے مطابق تقسیم کرے۔اور اس کے باقی دو سالوں میں عقد مزارعت ختم ہو جائے گا۔کیونکہ سال اول میں دونوں کے حق کے باقی رہنے میں فائدہ ہے بہ خلاف دوسرے اور تیسرے سال کے کیونکہ ان میں عامل کا کوئی نقصان نہیں ہے۔پس اس میں قیاس کی مخالفت کو اپنایا جائے گا۔

اور جب عامل کا زمین میں کھالے بنانے اور ہل چلانے سے قبل ہی رب الارض فوت ہو چکا ہے تو مزارعت ختم ہو جائے گی۔کیونکہ اس میں کاشتکار کے مال کو باطل کرنا نہ ہوگا اور کام کے بدلے میں عامل کو کچھ نہ ملے گا۔جس طرح ان شاء اللہ ہم اس کو بیان کر دیں گے۔

شرح

اور جن دو شخصوں کے مابین مزارعت ہوئی ان میں کسی کے مر جانے سے مزارعت فسخ ہو جائے گی جیسا کہ اجارہ کا حکم تھا پھر اگر مثلاً تین سال کے لیے مزارعت پر زمین دی تھی اور پہلے سال میں کھیت بونے اور اوگنے کے بعد مالکِ زمین مر گیا اور کھیت ابھی کاٹنے کے قابل نہیں ہوا تو زمین مزارع کے پاس اس وقت تک چھوڑ دی جائے گی کہ فصل طیار ہو جائے اس صورت میں پیداوار حسب قرار تقسیم ہوگی اور دوسرے تیسرے سال کے حق میں مزارعت فسخ ہو جائے گی۔

مالک زمین کا قرض میں زمین کو فروخت کرنے کا بیان

(وَإِذَا فُسِخَتْ الْمُزَارَعَةُ بِدَيْنٍ فَادِحٍ لَحِقَ صَاحِبَ الْأَرْضِ فَاحْتَاجَ إلَى بَيْعِهَا جَازَ) كَمَا فِي الْإِجَارَةِ (وَلَيْسَ لِلْعَامِلِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِمَا كَرَبَ الْأَرْضَ وَحَفَرَ الْأَنْهَارَ بِشَيْءٍ) لِأَنَّ الْمَنَافِعَ إنَّمَا تَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ وَهُوَ إنَّمَا قُوِّمَ بِالْخَارِجِ فَإِذَا انْعَدَمَ الْخَارِجُ لَمْ يَجِبْ

شَيْءٌ) (وَلَوْ نَبَتَ الزَّرْعُ وَلَمْ يُسْتَحْصَدْ لَمْ تُبَعِ الْأَرْضُ فِي الدَّيْنِ حَتَّى يُسْتَحْصَدَ الزَّرْعُ) لِأَنَّ فِي الْبَيْعِ إِبْطَالَ حَقِّ الْمُزَارِعِ ، وَالتَّأْخِيرُ أَهْوَنُ مِنَ الْإِبْطَالِ (وَيُخْرِجُهُ الْقَاضِي مِنَ الْحَبْسِ إِنْ كَانَ حَبَسَهُ بِالدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَمَّا امْتَنَعَ بَيْعُ الْأَرْضِ لَمْ يَكُنْ هُوَ ظَالِمًا وَالْحَبْسُ جَزَاءُ الظُّلْمِ) .

ترجمه

اور جب رب الارض کو زیادہ قرض کے سبب مزارعت کو ختم کرنا پڑا اور زمین کو بیچ دینے کی حالت میں چلا گیا ہے اور اس نے زمین کو فروخت کر دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ جس طرح اجارہ کا حکم ہے۔ اور کھالے بنانے اور ہل چلانے کے بدلے میں عامل کو کوئی مزدوری نہ ملے گی۔ کیونکہ منافع عقد سے قیمتی ہوا کرتے ہیں اور عقد پیداوار سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جب پیداوار ہی نہیں ہے تو کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

اور جب کھیتی کے اگ جانے کے بعد اس کی کٹائی نہیں ہوئی تو اب زمین کو قرض میں فروخت نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اب کھیتی کو کاٹ لیا جائے گا۔ کیونکہ بیچنے میں مزارع کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ جبکہ تاخیر کرنا یہ باطل سے زیادہ آسان ہے اور جب قاضی کے دین کے سبب مالک زمین کو قید کر دیا ہے کیونکہ جب زمین کو بیچنا مشکل ہو گیا تو اب مالک زمین ظلم کرنے والا نہ ہوگا۔ اور قید یہ زیادتی کی سزا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مالکِ زمین پر دَین ہے اور سوا اس زمین کے جس کو مزارعت پر دے چکا ہے کوئی مال نہیں ہے جس سے دَین ادا کیا جائے اگر ابھی فقط عقدِ مزارعت ہی ہوا ہے کاشتکار نے کھیت بویا نہیں ہے تو زمین دَین کی ادا کے لیے بیع کر دی جائے اور مزارعت فسخ کر دی جائے اور اگر کھیت بویا جا چکا ہے مگر ابھی اوگا نہیں ہے جب بھی بیع ہو سکتی ہے اور دیانت کا حکم یہ ہے کہ مزارع کو کچھ دے کر راضی کر لیا جائے اور زراعت اوگ چکی ہے مگر ابھی طیار نہیں ہوئی ہے تو بغیر اجازت مزارع نہیں بیچی جا سکتی وہ اگر اجازت دے دے تو اب بیچنا جائز ہے۔ اور اس میں دو صورتیں ہیں صرف زمین کی بیع ہو یا زمین و زراعت دونوں کی ہو اگر دونوں کی بیع ہو اور مزارع نے اجازت دے دی تو دونوں میں بیع نافذ ہو گی اور اس صورت میں ثمن کو قیمت زمین اور قیمت زراعت پر تقسیم کریں جو حصہ زمین کے مقابل میں ہو وہ مالکِ زمین کا ہے اور جو حصہ زراعت کے مقابل میں ہے دونوں پر حسب قرارداد تقسیم کیا جائے۔ اور اگر مزارع نے اجازت نہیں دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے یا زراعت طیار ہونے کا انتظار کرے۔ اور اگر صرف زمین کی بیع ہوئی ہے اور مزارع نے اجازت دے دی تو زمین مشتری کی ہے اور زراعت بائع و مزارع کی ہے۔ اور اگر مزارع نے اجازت نہیں دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر دے یا انتظار کرے اور اگر مالکِ زمین نے زمین اور

زراعت کا اپنا حصہ بیع کیا تو اس میں بھی وہی دو صورتیں ہیں۔ اور مزارع یہ چاہے کہ بیع کو فسخ کر دے یہ حق اسے حاصل نہیں۔ (درمختار، کتاب مزارعت، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

فصل تیار ہونے کے بعد دین ادا کرنے کے لیے زمین بیچی گئی اگر صرف زمین کی بیع ہوئی تو بلا توقف جائز ہے اور اگر زمین اور پوری زراعت بیع کر دی تو زمین اور زراعت کے اس حصہ میں جو مالک زمین کا ہے بیع جائز ہے اور مزارع کے حصہ میں اس کی اجازت پر موقوف ہے اور فرض کرو مزارع نے اجازت نہیں دی اور مشتری کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ زمین مزارعت پر ہے تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ صرف بائع کے حصہ پر قناعت کرے اور حصہ مزارع کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہو وہ کم کر دے اور چاہے تو بیع فسخ کر دے کہ اس نے پوری زراعت خریدی تھی فقط اتنا ہی حصہ اسے خریدنا مقصود نہ تھا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

مدت مزارعت تک کھیتی کی کٹائی نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُزَارَعَةِ وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ كَانَ عَلَى الْمُزَارِعِ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ مِنْ الْأَرْضِ إلَى أَنْ يُسْتَحْصَدَ وَالنَّفَقَةُ عَلَى الزَّرْعِ عَلَيْهِمَا عَلَى مِقْدَارِ حُقُوقِهِمَا) مَعْنَاهُ حَتَّى يُسْتَحْصَدَ ، لِأَنَّ فِي تَبْقِيَةِ الزَّرْعِ بِأَجْرِ الْمِثْلِ تَعْدِيلَ النَّظَرِ مِنْ الْجَانِبَيْنِ فَيُصَارُ إلَيْهِ ، وَإِنَّمَا كَانَ الْعَمَلُ عَلَيْهِمَا لِأَنَّ الْعَقْدَ قَدْ انْتَهَى بِانْتِهَاءِ الْمُدَّةِ وَهَذَا عَمَلٌ فِي الْمَالِ الْمُشْتَرَكِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالزَّرْعُ بَقْلٌ حَيْثُ يَكُونُ الْعَمَلُ فِيهِ عَلَى الْعَامِلِ ، لِأَنَّ هُنَاكَ أَبْقَيْنَا الْعَقْدَ فِي مُدَّتِهِ وَالْعَقْدُ يَسْتَدْعِي الْعَمَلَ عَلَى الْعَامِلِ ، أَمَّا هَاهُنَا الْعَقْدُ قَدْ انْتَهَى فَلَمْ يَكُنْ هَذَا إبْقَاءَ ذَلِكَ الْعَقْدِ فَلَمْ يَخْتَصَّ الْعَامِلُ بِوُجُوبِ الْعَمَلِ عَلَيْهِ (فَإِنْ أَنْفَقَ أَحَدُهُمَا بِغَيْرِ إذْنِ صَاحِبِهِ وَأَمْرِ الْقَاضِي فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ) لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ .

ترجمہ

اور جب مزارعت کی مدت ختم ہو چکی ہے اور کھیتی کی ابھی کٹائی بھی نہیں ہوئی ہے تو کھیتی کو کاٹنے تک عامل کیلئے اجرت مثلی واجب ہو گی۔ اور کھیتی کا خرچ عقد کرنے والوں کے حقوق کے حساب سے ان دونوں پر لازم ہو گا کیونکہ جب تک کھیتی کو کاٹ نہ دیا جائے۔ کیونکہ مثلی اجرت کے بدلے کھیتی کا باقی چھوڑنے کی صورت میں مہربانی دونوں کی جانب سے برابر ہے۔ پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ اور وہ کام ان دونوں پر ہو گا۔ کیونکہ مدت کے ختم ہو جانے کے سبب عقد ختم ہو جائے گا۔ اور یہ مشترکہ مال کا عمل ہے۔ اور یہ اس مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب مالک زمین فوت ہو جائے اور کھیتی ابھی تک پکی نہیں ہے۔ پس وہاں عامل پر کام کرنا ہو گا

کیونکہ وہاں ہم نے عقد کی مدت تک اس کو باقی رکھا ہے۔ اور عقد عامل سے کام کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہاں عقد کو ختم دیا جائے گا۔ پس یہاں اس عقد کو باقی رکھنا نہ ہوگا اور عامل کام کو اپنے اوپر لازم کرنے میں خاص نہ ہوگا۔ اور جب کسی شخص نے اپنے شریک کی اجازت اور قاضی کے حکم کے بغیر اس میں سے کچھ خرچ کیا ہے تو وہ احسان کے طور پر ہوگا۔ کیونکہ اس کو اپنے ساتھ والے پر ولایت حاصل نہیں ہے۔

شرح

اور جب مدت پوری ہوگئی اور ابھی فصل تیار نہیں ہے تو مدت کے بعد جتنوں دنوں تک زراعت طیار نہ ہوگی اوتنے دنوں کی مزارع کے ذمہ نصف زمین کی اُجرتِ مثل واجب ہے اور مدت کے بعد زراعت پر جو کچھ صرف ہوگا وہ دونوں کے ذمہ ہوگا کیونکہ عقدِ مزارعت ختم ہو چکا اب یہ زراعت دونوں کی مشترک چیز ہے لہٰذا خرچ بھی دونوں کے ذمہ مگر یہ ضرور ہے کہ جو کچھ ایک خرچ کرے وہ دوسرے کی اجازت سے ہو یا حکم قاضی سے بغیر اس کے جو کچھ خرچ کیا مُتبرّع ہے اس کا معاوضہ نہیں ملے گا۔

اور جب مدت ختم ہوگئی مالکِ زمین یہ چاہتا ہے کہ یہی کچی کھیتی کاٹ لی جائے یہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر مزارع کچی کاٹنا چاہتا ہے تو مالکِ زمین کو اختیار دیا جائے گا کہ کچا کھیت کاٹ کر دونوں بانٹ لیں یا مزارع کے حصہ کی قیمت دے کر کل زراعت لے لے یا کھیت پر اپنے پاس سے صرف کرے اور طیار ہونے پر اس کے حصہ سے وصول کرے۔

مالک زمین کو کچی فصل کٹوانے کی اجازت نہ ہونے کا بیان

(وَلَوْ أَرَادَ رَبُّ الْأَرْضِ أَنْ يَأْخُذَ الزَّرْعَ بَقْلًا لَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ) لِأَنَّ فِيهِ إِضْرَارًا بِالْمُزَارِعِ ، (وَلَوْ أَرَادَ الْمُزَارِعُ) أَنْ يَأْخُذَهُ بَقْلًا قِيلَ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ اقْلَعْ الزَّرْعَ فَيَكُونُ بَيْنَكُمَا أَوْ أَعْطِهِ قِيمَةَ نَصِيبِهِ أَوْ أَنْفِقْ أَنْتَ عَلَى الزَّرْعِ وَارْجِعْ بِمَا تُنْفِقُهُ فِي حِصَّتِهِ ، لِأَنَّ الْمُزَارِعَ لَمَّا امْتَنَعَ مِنْ الْعَمَلِ لَا يُجْبَرُ عَلَيْهِ ، لِأَنَّ إبْقَاءَ الْعَقْدِ بَعْدَ وُجُودِ الْمُنْهِي نَظَرٌ لَهُ وَقَدْ تَرَكَ النَّظَرَ لِنَفْسِهِ .

وَرَبُّ الْأَرْضِ مُخَيَّرٌ بَيْنَ هَذِهِ الْخِيَارَاتِ لِأَنَّ بِكُلِّ ذَلِكَ يُسْتَدْفَعُ الضَّرَرُ (وَلَوْ مَاتَ الْمُزَارِعُ بَعْدَ نَبَاتِ الزَّرْعِ فَقَالَتْ وَرَثَتُهُ نَحْنُ نَعْمَلُ إلَى أَنْ يُسْتَحْصَدَ الزَّرْعُ وَأَبَى رَبُّ الْأَرْضِ فَلَهُمْ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ (وَلَا أَجْرَ لَهُمْ بِمَا عَمِلُوا) لِأَنَّا أَبْقَيْنَا الْعَقْدَ نَظَرًا لَهُمْ ، فَإِنْ أَرَادُوا قَلْعَ الزَّرْعِ لَمْ يُجْبَرُوا عَلَى الْعَمَلِ لِمَا بَيَّنَّا ، وَالْمَالِكُ عَلَى الْخِيَارَاتِ الثَّلَاثِ لِمَا بَيَّنَّا .

ترجمہ

اور جب زمین کے مالک نے کچی فصل کٹوانا چاہی تو اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس میں کاشتکار کا نقصان ہے۔ اور جب مزارع کچی فصل کٹوانا چاہے تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ کھیتی کو کٹوا لے اس کے بعد وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہو جائے گی۔ یا پھر مزارع کو وہ اس کا حصہ ادا کرے۔ یا پھر تم کھیتی میں خرچ کرو۔ اور مزارع کے کچھ حصے میں تم کچھ خرچ کرو گے تو اس کو واپس لے لینا۔ کیونکہ مزارع جب کام سے رک جائے گا تو اس کو مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ عقد کو ختم کرنے والی چیز کے بعد بھی عقد باقی رکھنے میں مزارع کیلئے مہربانی ہے۔ جبکہ اس کو وہ خود چھوڑنے والا ہے۔ جبکہ مالک زمین کو ان خیارات میں اختیار ہوگا کیونکہ وہ ہر اختیار کے سبب نقصان کو دور کر سکتا ہے۔

اور جب کھیتی کے اُگ جانے کے بعد مزارع فوت ہوگیا ہے اور اس کے ورثاء نے کہا ہے کہ کھیتی کی کٹائی تک اس میں ہم کام کریں گے۔ اور مالک زمین نے اس پر انکار کردیا ہے تو ورثاء کیلئے کام کرنے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ زمین کے مالک کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور ورثاء کو کام کرنے میں کوئی اجرت نہ ملے گی۔ کیونکہ ہم نے مہربانی کے سبب اس عقد کو باقی رہنے دیا ہے۔ اور اس کے بعد جب وہ فصل کو کاٹنا چاہیں تو ان کو کام پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں، جبکہ زمین کا مالک انہی تین اختیارات کا مالک ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

ایک شخص مرگیا اور اوس نے بی بی اور نابالغ اور بالغ اولادیں چھوڑیں یہ سب چھوٹے بڑے ایک ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورت سب کی نگہداشت کرتی ہے بڑے لڑکوں نے زمین مشترک یا دوسرے سے زمین لے کر اوس میں کاشت کی اور جو کچھ غلہ پیدا ہوا مکان پر لائے اور یکجائی طور پر سب کے خرچ میں آیا جیسا کہ عموماً دیہاتوں میں ایسا ہوتا ہے۔ یہ غلہ آیا مشترک قرار پائے گا یا صرف بڑے لڑکوں کا ہوگا جنھوں نے کاشت کی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مشترک بیج بوئے گئے ہیں اور سب کی اجازت سے بوئے ہیں یعنی جو اون میں بالغ ہیں اون سے اجازت حاصل کرلی ہے اور جو نابالغ ہیں اون کے وصی سے اجازت لے لی ہے تو پیداوار مشترک ہے اور اگر بڑوں نے خود اپنے بیج سے کاشت کی ہے یا مشترک سے کی ہے مگر اجازت نہیں لی ہے تو غلہ ان کاشت کرنے والوں کا ہے دوسرے اس میں شریک نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

فصل کٹوائی کی اجرت دونوں پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ أُجْرَةُ الْحَصَادِ وَالرِّفَاعِ وَالدِّيَاسِ وَالتَّذْرِيَةِ عَلَيْهِمَا بِالْحِصَصِ .فَإِنْ شَرَطَاهُ فِي الْمُزَارَعَةِ عَلَى الْعَامِلِ فَسَدَتْ) وَهٰذَا الْحُكْمُ لَيْسَ بِمُخْتَصٍّ بِمَا ذَكَرَ مِنْ الصُّورَةِ وَهُوَ انْقِضَاءُ الْمُدَّةِ وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ بَلْ هُوَ عَامٌّ فِي جَمِيعِ الْمُزَارَعَاتِ

وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّ الْعَقْدَ يَتَنَاهَى بِتَنَاهِي الزَّرْعِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ فَيَبْقَى مَالٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا وَلَا عَقْدَ فَيَجِبُ مُؤْنَتُهُ عَلَيْهِمَا .

ترجمہ

اوراسی طرح فصل کی کٹائی، کھلیان بنانے اور گاہنے اور پیداوار کو بھوسہ سے الگ کرنے کی مزدوری ان پر دونوں کے حصہ کے حساب سے ہوگی۔اوراس کے بعد جب عقد کرنے والوں نے مزارعت میں ان چیزوں کوشرط کے ساتھ مشروط کردیا ہے۔تواس طرح مزارعت فاسد ہوجائے گی۔اور یہ حکم صرف اسی صورت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام قسم کی مزارعت میں داخل ہے اوراس کی دلیل یہ ہے کہ جب کھیتی کے پک جانے کے ساتھ مقصد حاصل ہوجانے کیوجہ سے عقد مکمل ہوجاتا ہے۔اور عقد کرنے والوں کے درمیان میں مال مشترکہ بچ جاتا ہے اوراسکے سوا کوئی عقد نہیں رہتا کیونکہ اس کا خرچ انہی دونوں پر ہے۔

شرح

ایک شریک نے زمین کی کاشت کی تو وہ دوسرے شریک کے نصف حصہ کے نقصان کا ضمان دے گا۔بشرطیکہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غاصب ہے(مز)اور مز رحمۃ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہوتو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے۔اوراگر دوسرے سال بھی زراعت کرنا چاہے تو اسی حصہ کو کاشت کرے،اور فتوی یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے مفید ہے نقصان دہ نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آجائے تو اس کو حق ہوگا کہ وہ بھی اتنی ہی مدت کل زمین کو اپنے کاشت کرے یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالۃ رضا ہے۔اوراگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے۔یا ترک زراعت مفید ہے اور زمین کے لئے مزید قوت کا بعث ہے تو پھر حاضر شریک کو کوئی چیز کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضا ثابت نہیں ہے۔یوں "تفقط" میں ہے۔(جامع الفصولین الفصل الثالث، بیروت)

عقد مزارعت میں غیر متقاضی شرط کے ہونے کا بیان

وَإِذَا شَرَطَ فِي الْعَقْدِ ذَلِكَ وَلَا يَقْتَضِيهِ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِهِمَا يَفْسُدُ الْعَقْدُ كَشَرْطِ الْحَمْلِ أَوْ الطَّحْنِ عَلَى الْعَامِلِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ إذَا شَرَطَ ذَلِكَ عَلَى الْعَامِلِ لِلتَّعَامُلِ اعْتِبَارًا بِالِاسْتِصْنَاعِ وَهُوَ اخْتِيَارُ مَشَايِخِ بَلْخِي .

قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ : هَذَا هُوَ الْأَصَحُّ فِي دِيَارِنَا .فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ قَبْلَ الْإِدْرَاكِ كَالسَّقْيِ وَالْحِفْظِ فَهُوَ عَلَى الْعَامِلِ ، وَمَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ الْإِدْرَاكِ

قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَالْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَأَشْبَاهِهِمَا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ ، وَمَا كَانَ بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا .

وَالْمُعَامَلَةُ عَلَى قِيَاسِ هَذَا مَا كَانَ قَبْلَ إِدْرَاكِ الثَّمَرِ مِنْ السَّقْيِ وَالتَّلْقِيحِ وَالْحِفْظِ فَهُوَ عَلَى الْعَامِلِ ، وَمَا كَانَ بَعْدَ الْإِدْرَاكِ كَالْجِدَادِ وَالْحِفْظِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا ؛ وَلَوْ شَرَطَ الْجِدَادَ عَلَى الْعَامِلِ لَا يَجُوزُ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ لَا عُرْفَ فِيهِ .

وَمَا كَانَ بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُ مَالٌ مُشْتَرَكٌ وَلَا عَقْدَ ، وَلَوْ شَرَطَ الْحَصَادَ فِي الزَّرْعِ عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ لَا يَجُوزُ بِالْإِجْمَاعِ لِعَدَمِ الْعُرْفِ فِيهِ ، وَلَوْ أَرَادَا فَصْلَ الْقَصِيلِ أَوْ جَدَّ التَّمْرِ بُسْرًا أَوْ الْتِقَاطَ الرُّطَبِ فَذَلِكَ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُمَا أَنْهَيَا الْعَقْدَ لَمَّا عَزَمَا عَلَى الْفَصْلِ وَالْجِدَادِ بُسْرًا فَصَارَ كَمَا بَعْدَ الْإِدْرَاكِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب مزارعت کے عقد کو کسی ایسی چیز کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جو عقد میں تقاضہ کرنے والی نہیں ہے اور اس میں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کو فائدہ ہو تو وہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ جس طرح اٹھا کرلانے اور پیسنے کی شرط عامل پر ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب یہ عامل پر مشروط ہے تو اس کو استصناع پر قیاس کرتے ہوئے درست قرار دیا جائے گا۔ اور مشائخ بلخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے علاقوں میں زیادہ صحیح یہی ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کام کھیتی کے پک جانے سے قبل ہے جس طرح پانی لگانا اور فصل کی حفاظت کرنا ہے۔ تو وہ عامل کے ذمہ داری ہے اور جو کام فصل پک جانے کے بعد اور تقسیم سے پہلے ہے ظاہر الروایت کے مطابق وہ ان دونوں پر ہوگا۔ اور جو کام فصل پک جانے کے بعد کا ہے جس طرح پھل توڑنا ہے۔ اور ان کی حفاظت کرنا ہے تو یہ ان دونوں کی ذمہ داری پر ہے۔

اور اکیلے عامل کیلئے پھل توڑنے شرط لگائی ہے تو یہ بہ اتفاق جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں کوئی رواج نہیں ہے۔ اور وہ کام جو تقسیم کے بعد ہے۔ وہ دونوں عقد کرنے والوں پر ہے۔ کیونکہ وہ مال مشترکہ ہے۔ وہ عقد نہیں ہے۔ اور جب کھیتی کی کٹائی میں شرط زمین والے نے لگائی ہے تو یہ بھی بہ اتفاق درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں کوئی عرف نہیں ہے۔ اور جب عقد کرنے والوں نے کچی کھیتی کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے یا گدرائی ہوئی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے یا پکی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ کام ان دونوں کے ذمہ پر ہوگا کیونکہ جس وقت ان دونوں نے پکی کھیتی کو کاٹنے اور گدرائی ہوئی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے تو پس اس طرح عقد ختم ہو چکا ہے پس

یہ فصل پکنے کے بعد والے حکم کی طرح ہو جائے گا۔

شرح

علامہ امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زراعت تیار ہونے سے پہلے جو کچھ کام ہوگا مثلاً کھیت جوتنا، بونا، پانی دینا، حفاظت کرنا وغیرہ یہ سب مزارع کے ذمہ ہے چاہے وہ خود کرے یا مزدوروں سے کرائے اور دوسری صورت میں مزدوری اوی کے ذمہ ہوگی۔ اور جو کام زراعت طیار ہونے کے بعد کے ہیں مثلاً کھیت کاٹنا اوسے لاکر خرمن میں جمع کرنا دائیں چلانا بھوسا اوڑانا وغیرہ اس کے متعلق ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ دونوں کے ذمہ ہیں کیونکہ مزارع کا کام فصل طیار ہونے پر ختم ہوگیا مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ کام بھی مزارع کے ذمہ ہیں اور بعض مشائخ نے اسی کو اختیار فرمایا کہ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ اور جو کام تقسیم کے بعد ہے مثلاً غلہ مکان پر پہنچانا یہ بالاتفاق دونوں کے ذمہ ہے مزارع اپنا غلہ خود لے جائے اور مالک اپنا غلہ اپنے گھر لائے یا دونوں اپنے اپنے مزدوروں سے اوٹھوالے جائیں۔

قسم دوم یعنی فصل تیار ہونے کے بعد جو کام ہیں ان کے متعلق مزارع کے کرنے کی شرط کرلی تو یہ شرط صحیح ہے اس کی وجہ سے مزارعت فاسد نہیں ہوگی تنویر میں اس قول کو اصح کہا اور درمختار، کتاب مزارعت، بیروت میں مُلتقی سے اسی پر فتویٰ ہونا بتایا۔

مگر ہندوستان میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ فصل طیار ہونے کے بعد مزدوروں سے کام کراتے ہیں اور مزدوری اسی غلہ میں سے دی جاتی ہے یعنی کھیت کاٹنے والے اور دائیں چلانے والے وغیرہ کو جو کچھ مزدوری دی جاتی ہے وہ کوئی اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ اسی غلہ کی کچھ مقدار مزدوری میں دی جاتی ہے یہ طریقہ کہ جس کام کو کیا اوسی میں سے مزدوری دی جائے اگرچہ ناجائز ہے جس کو ہم اجارہ میں بیان کرچکے ہیں مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ فصل کی طیاری کے بعد جو کام کیا جائے گا یہاں کے عرف کے مطابق وہ تنہا مزارع کے ذمہ نہیں ہے بلکہ دونوں کے ذمہ ہے کیونکہ مزدوری میں دونوں کی مشترک چیز دی جاتی ہے۔

(بہار شریعت، کتاب مزارعت، لاہور)

حضرت عمرو ابن دینار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤس تابعی سے کہا کہ اگر آپ مزارعت کو ترک کردیتے تو بہتر تھا کیونکہ علماء کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے کہا کہ عمرو! میں اپنی زمین کاشت کرنے کے لئے لوگوں کو دیتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں اور سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس نے مجھے بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے کسی بھائی کو اپنی زمین کاشت کرنے کے لئے دیدینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر اس زمین کا کوئی لگان وغیرہ متعین کرکے لے لیا جائے

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 196)

مطلب یہ ہے کہ مزارعت میں تو یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیا جاتا ہے اور کچھ لیا جاتا ہے یعنی اپنی زمین دی جاتی ہے اور اس کے عوض اس کی پیداوار میں سے کچھ حصہ متعین کرکے لیا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس اگر کسی کے ساتھ احسان کیا جائے بایں طور کہ اسے اپنی

زمین بغیر کچھ لئے بطور رعایت دی جائے تو وہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ بہتر ہے۔

مزارعت ومساقات میں فرق کا بیان

مزارعت اور معاملہ میں بعض باتوں میں فرق ہے۔ معاملہ عقد لازم ہے دونوں میں سے کوئی بھی اس سے انحراف نہیں کرسکتا۔ ہر ایک کو پابندی پر مجبور کیا جائے گا اگر مدت پوری ہوگئی اور پھل طیار نہیں ہیں تو باغ عامل ہی کے پاس رہے گا اور ان زائد دنوں کی اوسے اُجرت نہیں ملے گی اور عامل کو بھی بلا اُجرت اتنے دنوں کام کرنا ہوگا اور مزارعت میں مالک زمین اُتنے دنوں کی اُجرت لے گا اور مزارع بھی ان زائد دنوں کے کام کی اُجرت لے گا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

كتاب المساقاة

﴿یہ کتاب مساقات کے بیان میں ہے﴾

کتاب مساقات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے مزارعت کی کتاب کے بعد مساقات کی کتاب کو بیان کیا ہے۔اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ مزارعت میں لوگوں کو کثرت سے واسطہ پڑتا ہے۔اور کتاب مزارعت کی فقہی جزئیات کتاب مساقات سے زائد ہیں اس لئے کتاب مزارعت کو مقدم ذکر کیا ہے اور کتاب مساقات کو مزارعت کے بعد میں ذکر کیا ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب مساقات، حقانیہ ملتان)

مساقات کا فقہی مفہوم

اور کسی شخص کا باغ یا درخت کسی کو اس لیے دینا کہ اس کی خدمت کرے اور جو کچھ اوس سے پیداوار ہوگی اس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا اس کو مساقاۃ کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام معاملہ بھی ہے۔جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باغات یہودیوں کو دے دیے تھے کہ ان باغات کے کام کریں اور جو کچھ پھل ہوں گے اون میں سے نصف اون کو دیے جائیں گے۔جس طرح مزارعت جائز ہے معاملہ بھی جائز ہے۔

جواز مساقات کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجوروں کے درخت اور وہاں کی زمین اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کر دی کہ وہ اس میں اپنی جان اور اپنا مال لگائیں اور اسکا آدھا پھل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 192)

اور بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو یعنی وہاں کی زمین اور درخت کو اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کر دیا تھا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کاشت کاری کریں اور پھر اس کی پیداوار کا آدھا حصہ یہودیوں کا حق ہوگا اور آدھا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں گے۔

خیبر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ سے تقریبا ۶۰ میل شمال میں ایک حرے کے درمیان واقع ہے پہلے یہ ایک مشہور مقام رہ چکا ہے جہاں یہودیوں کی بود باش تھی لیکن اب یہ بستی چند گاؤں کا مجموعہ ہے چونکہ اس کی آب و ہوا اچھی نہیں ہے اس لئے یہاں لوگ اقامت اختیار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اسکے علاقہ میں کھجور وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔

بہر حال یہ حدیث علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ کے تمام علماء کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ مساقات ومزارعت جائز ہے حضرت امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی زمین اور درختوں کو وہاں کے یہودیوں کو دینا مساقات ومزارعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ خیبر کی زمین اور وہاں کے درخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں نہیں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور مساقات ومزارعت وہاں کے یہودیوں کو دیتے بلکہ وہ زمین بھی یہودیوں ہی کی ملکیت تھی اور وہاں کے درختوں کے مالک بھی یہودی ہی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی املاک کو انہیں کے حوالے کیا اور اس کی پیداوار کا نصف بطور خراج اپنے لئے مقرر فرمایا چنانچہ خراج کی دو قسمیں ہیں (۱) خراج مؤظف (۲) خراج مقاسمت۔

خراج مؤظف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اسلامی مملکت کی طرف سے جن لوگوں پر خراج عائد کیا جاتا ہے ان سے سربراہ مملکت ہر سال کچھ مال لینا مقرر کر لیتا ہے جیسا کہ اہل نجران سے ہر سال بارہ سو حلے یعنی جوڑے لئے جاتے تھے۔

خراج مقاسمت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جن لوگوں پر خراج عائد کیا جاتا ہے ان کی زمین کی پیداوار ان لوگوں اور اسلامی حکومت کی درمیان کسی مقررہ مقدار میں تقسیم ہوتی ہے جیسا کہ اہل خیبر کے ساتھ ہوا کہ ان کی زمین اور درختوں کی نصف پیداوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے لیتے تھے۔

جواز مساقات کی شرائط کا بیان

اور اس کے جواز کے شرائط یہ ہیں۔ (۱) عاقدین کا عاقل ہونا (۲) جو پیداوار ہو وہ دونوں میں مشترک ہو اور اگر فقط ایک کے لیے پیداوار مخصوص کر دی گئی تو عقد فاسد ہے (۳) ہر ایک کا حصہ مشاع ہو جس کی مقدار معلوم ہو مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی۔ (۴) باغ یا درخت عامل کو سپرد کر دینا یعنی مالک کا قبضہ اوس پر نہ رہے۔ اور اگر یہ قرار پایا کہ مالک بھی اوس میں کام کریگا تو معاملہ فاسد ہے۔ (۵) جو درخت مساقاۃ کے طور پر دیے گئے وہ ایسے ہوں کہ عامل کے کام کرنے سے اوس میں زیادتی ہو سکے یعنی اگر پھل پورے ہو چکے جتنا بڑھنا تھا بڑھ چکے صرف پکنا ہی باقی رہ گیا ہے تو یہ عقد صحیح نہیں۔ بعض شرائط ایسے ہیں جن کی وجہ سے معاملہ فاسد ہو جائے گا مثلاً یہ کہ کل پیداوار ایک کو ملے گی یا پیداوار میں سے اتنا مالک یا عامل لے گا اوس کے بعد نصف نصف تقسیم ہوگی۔ عامل کے ذمہ پھل توڑنا وغیرہ جو کام پھل طیار ہونے کے بعد ہوتے ہیں شرط کر دینا یا یہ کہ تقسیم کے بعد عامل اون کی حفاظت کرے یا مالک کے مکان پر پہنچائے۔ ایسے کسی کام کی شرط کر دینا جس کی منفعت مدت معاملہ پوری ہونے کے بعد باقی رہے مثلاً پیڑوں میں کھات ڈالنا انگوروں کے لیے چھپر بنانا باغ کی زمین کھودنا یا اس میں نئے پودے لگانا ہیں۔ معاملہ اونھیں پیڑوں کا ہو سکتا ہے جو ایک سال یا زیادہ تک باقی رہ سکیں اور جو ایسے نہیں ہیں اون کا معاملہ جائز نہیں۔ بیگن اور مرچ کے درختوں میں معاملہ ہو سکتا ہے کہ یہ مدتوں باقی رہتے اور پھلتے رہتے ہیں۔ (فتاوی شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

جز ثمر کے ساتھ مساقات کے باطل ہونے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : الْمُسَاقَاةُ بِجُزْءٍ مِنْ الثَّمَرِ بَاطِلَةٌ ، وَقَالَا : جَائِزَةٌ إذَا ذَكَرَ مُدَّةً مَعْلُومَةً

وَسَمَّى جُزْءًا مِنَ الثَّمَرِ مُشَاعًا) وَالْمُسَاقَاةُ : هِيَ الْمُعَامَلَةُ وَالْكَلَامُ فِيهَا كَالْكَلَامِ فِي الْمُزَارَعَةِ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : الْمُعَامَلَةُ جَائِزَةٌ ، وَلَا تَجُوزُ الْمُزَارَعَةُ إلَّا تَبَعًا لِلْمُعَامَلَةِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي هَذَا الْمُضَارَبَةُ ، وَالْمُعَامَلَةُ أَشْبَهُ بِهَا لِأَنَّ فِيهِ شَرِكَةً فِي الزِّيَادَةِ دُونَ الْأَصْلِ .وَفِي الْمُزَارَعَةِ لَوْ شَرَطَا الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ دُونَ الْبَذْرِ بِأَنْ شَرَطَا رَفْعَهُ مِنْ رَأْسِ الْخَارِجِ تَفْسُدُ ، فَجَعَلْنَا الْمُعَامَلَةَ أَصْلًا ، وَجَوَّزْنَا الْمُزَارَعَةَ تَبَعًا لَهَا كَالشُّرْبِ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ وَالْمَنْقُولِ فِي وَقْفِ الْعَقَارِ ، وَشَرْطُ الْمُدَّةِ قِيَاسٌ فِيهَا لِأَنَّهَا إجَارَةٌ مَعْنًى كَمَا فِي الْمُزَارَعَةِ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ پھل کے کسی حصے کے ساتھ مساقات کرنا باطل ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے اس کی مدت کو بیان کر دیا جائے اور پھل کا کوئی حصہ شیوع کے طور پر معین کیا جائے۔اور درختوں کے معاملے کا نام مساقات ہے اور اس کی بحث مزارعت کی طرح ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مساقات جائز ہیں اور مزارعت مساقات کے تابع ہو کر جائز ہے۔کیونکہ اس میں قانون مضاربت ہے۔اور مساقات اس کے مشابہ زیادہ ہے۔کیونکہ مساقات میں زیادتی کے ساتھ شرکت ہوا کرتی ہے۔جبکہ اصل میں نہیں ہے۔

اور مزارعت میں جب صرف بیج کے علاوہ نفع میں شرکت کے ساتھ مشروط کیا جائے کہ پیداوار کو اٹھانے میں شرط لگائی جائے تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔پس اسی دلیل کے سبب ہم نے مساقات کو اصل قرار دیا ہے۔اور اسی کے تابع کرتے ہوئے مزارعت کو اس کے تابع کر دیا ہے۔جس طرح زمین کی بیع میں شرب اور زمین کے وقف میں منقولہ چیز ہے۔اور مساقات کی مدت کو شرط پر قیاس کیا گیا ہے۔کیونکہ وہ اجارت کے حکم میں ہے جس مزارعت اجارہ کے حکم میں ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی شخص کے باغ سے گٹھلی اوڑ کر دوسرے کی زمین میں چلی گئی اور یہاں جم گئی اور پیڑ ہو گیا جیسا کہ خود رو درختوں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ ادھر اودھر سے بیج آ کر جم جاتا ہے یہ درخت اوس کا ہے جس کی زمین ہے اس کا نہیں ہے جس کی گٹھلی ہے کیوں کہ گٹھلی کی کوئی قیمت نہیں ہے اسی طرح شفتالو یا آم یا اسی قسم کے دوسرے پھل اگر دوسرے کی زمین میں گرے اور جم گئے یہ درخت بھی مالکِ زمین کے ہوں گے کہ پہلے یہ پھل سڑیں گے اوس کے بعد جمیں گے اور جب سڑ کر اوپر کا حصہ جاتا رہا تو فقط گٹھلی باقی رہی جس کی کوئی قیمت نہیں۔(درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

مدت بیان نہ کرنے میں بطور استحسان مساقات کے جواز کا بیان

وَفِي الِاسْتِحْسَانِ : إذَا لَمْ يُبَيِّنْ الْمُدَّةَ يَجُوزُ وَيَقَعُ عَلَى أَوَّلِ ثَمَرٍ يَخْرُجُ ، لِأَنَّ الثَّمَرَ لِإِدْرَاكِهَا وَقْتٌ مَعْلُومٌ وَقَلَّمَا يَتَفَاوَتُ وَيَدْخُلُ فِيمَا مَا هُوَ الْمُتَيَقَّنُ ، وَإِدْرَاكُ الْبَذْرِ فِي أُصُولِ الرَّطْبَةِ فِي هَذَا بِمَنْزِلَةِ إدْرَاكِ الثِّمَارِ ، لِأَنَّ لَهُ نِهَايَةً مَعْلُومَةً فَلَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ الْمُدَّةِ ، بِخِلَافِ الزَّرْعِ لِأَنَّ ابْتِدَاءَهُ يَخْتَلِفُ كَثِيرًا خَرِيفًا وَصَيْفًا وَرَبِيعًا ، وَالِانْتِهَاءُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ فَتَدْخُلُهُ الْجَهَالَةُ ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا دَفَعَ إلَيْهِ غَرْسًا قَدْ عَلِقَ وَلَمْ يَبْلُغْ الثَّمَرَ مُعَامَلَةً حَيْثُ لَا يَجُوزُ إلَّا بِبَيَانِ الْمُدَّةِ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتُ بِقُوَّةِ الْأَرَاضِي وَضَعْفِهَا تَفَاوُتًا فَاحِشًا ، وَبِخِلَافِ مَا إذَا دَفَعَ نَخِيلًا أَوْ أُصُولَ رُطْبَةٍ عَلَى أَنْ يَقُومَ عَلَيْهَا أَوْ أَطْلَقَ فِي الرُّطْبَةِ تَفْسُدُ الْمُعَامَلَةُ ، لِأَنَّهُ لَيْسَ لِذَلِكَ نِهَايَةٌ مَعْلُومَةٌ ، لِأَنَّهَا تَنْمُو مَا تُرِكَتْ فِي الْأَرْضِ فَجُهِلَتْ الْمُدَّةُ (وَيُشْتَرَطُ تَسْمِيَةُ الْجُزْءِ مُشَاعًا) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْمُزَارَعَةِ إذْ شَرْطُ جُزْءٍ مُعَيَّنٍ يَقْطَعُ الشَّرِكَةَ .

ترجمہ

اور اگر مساقات میں مدت بیان نہیں کی ہے تو یہ استحسان کے جائز ہے۔ اور پہلے پیدا شدہ پھلوں پر عقد واقع ہو جائے گا۔ کیونکہ پھل ایک مقررہ وقت پر پک جاتے ہیں۔ جس میں تھوڑا بہتا فرق ہوتا ہے۔ اور مساقات میں وہ پھل شامل ہیں جو یقینی ہیں۔

اور بریسم کی جڑوں میں بیج کا پک جانا یہ بھی مدت بیان کیے بغیر والے پھلوں کے حکم میں ہے۔ کیونکہ بیج کے پک جانے انتہائی مدت معین ہے۔ پس مدت کو بیان کرنا یہ شرط نہ ہوگا۔ بہ خلاف اس کھیتی کے کیونکہ وہ گرمی وسردی (بہار) کے موسم میں مختلف ہوتی رہتی ہے۔ اور کسی چیز کی انتہاء یہ ابتداء کی بناء پر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح کھیتی میں جہالت داخل ہو جائے گی۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے بھی خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے مساقات کے طور پر کسی کو درخت دیا ہے اور وہ اُگ آیا ہے لیکن وہ پھل دینے کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ تو ایسی صورت مدت کو بیان کرنے کے سوا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ زمین کے طاقتور ہونے یا کمزور ہونے کی وجہ سے بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے بھی خلاف ہے کہ جب کھجور یا بریسم کی جڑوں کو اپنی نگہداشت کی شرط دے دیا جائے۔ یا پھر اس نے مطلق طور پر بریسم کو دیا ہے تو بھی مساقات فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی کوئی انتہاء بھی معین نہیں ہے جب تک زمین رہے گی بریسم کا اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ تو اس طرح یہ مدت نہ معلوم رہے گی۔ جبکہ شیوع کے طور پر ایک حصے کو معین کرنا شرط ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم مزارعت میں بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معینہ جز کی شرط یہ

شرکت کو ختم کرنے والی ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معاملہ میں مدت بیان کرنا ضروری نہیں بغیر بیان مدت بھی معاملہ صحیح ہے اور اس صورت میں پہلی مرتبہ پھل طیار ہونے پر معاملہ ختم ہوگا اور ترکاریوں میں بیج تیار ہونے پر ختم ہوگا جب کہ بیج مقصود ہوں ورنہ خود ترکاریوں کی پہلی فصل ہو جانے پر معاملہ ختم ہوگا اور اگر مدت ذکر نہیں کی گئی اور اوس سال پھل پیدا ہی نہ ہوئے تو معاملہ فاسد ہے۔ (درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

فوات مقصود والی مدت کے سبب مساقات کے فاسد ہونے کا بیان

(فَإِنْ سَمَّيَا فِي الْمُعَامَلَةِ وَقْتًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ الثَّمَرُ فِيهَا فَسَدَتْ الْمُعَامَلَةُ) لِفَوَاتِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الشَّرِكَةُ فِي الْخَارِجِ (وَلَوْ سَمَّيَا مُدَّةً قَدْ يَبْلُغُ الثَّمَرُ فِيهَا وَقَدْ يَتَأَخَّرُ عَنْهَا جَازَتْ) لِأَنَّا لَا نَتَيَقَّنُ بِفَوَاتِ الْمَقْصُودِ، ثُمَّ لَوْ خَرَجَ فِي الْوَقْتِ الْمُسَمَّى فَهُوَ عَلَى الشَّرِكَةِ لِصِحَّةِ الْعَقْدِ، وَإِنْ تَأَخَّرَ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ الْمِثْلِ لِفَسَادِ الْعَقْدِ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ الْخَطَأُ فِي الْمُدَّةِ الْمُسَمَّاةِ فَصَارَ كَمَا إذَا عَلِمَ ذَلِكَ فِي الِابْتِدَاءِ، بِخِلَافِ مَا إذَا لَمْ يَخْرُجْ أَصْلًا لِأَنَّ الذَّهَابَ بِآفَةٍ فَلَا يَتَبَيَّنُ فَسَادُ الْمُدَّةِ فَيَبْقَى الْعَقْدُ صَحِيحًا، وَلَا شَيْءَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ.

ترجمہ

اور جب ان دونوں عقد کرنے والوں نے مساقات کیلئے کوئی ایسا ٹائم مقرر کیا ہے کہ وہ مدت معلوم ہے لیکن اس مدت میں پھل نہیں پک سکیں گے تو مقصد فوت ہونے کی وجہ سے مساقات فاسد ہو جائے گا۔ اور جب انہوں نے ایسی مدت کا معین کیا ہے جس میں بعض اوقات پھل پک جاتا ہے اور بعض اوقات اس میں دیر ہو جاتی ہے۔ تو عقد کے درست ہونے کی وجہ سے وہ شرکت کے مطابق ہوگا۔ اور جب وہ مؤخر ہوا ہے فساد عقد کے سبب عامل کو مثلی مزدوری ملے گی۔ کیونکہ معین کردہ مدت میں غلطی واضح ہو چکی ہے۔ لہذا ایسا اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ جس طرح شروع سے اس کا علم ہی نہ ہو۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب پھل بالکل ظاہر ہی نہ ہوں۔ کیونکہ پھل کا ختم ہو جانا یہ سماوی آفت کے سبب سے ہے۔ پس مدت کا فساد ظاہر نہ ہوگا۔ اور عقد سلامتی کے ساتھ باقی رہ جائے گا۔ اور دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کیلئے بھی کچھ لینے کا اختیار نہ ہوگا۔

شرح

اور جب معاملہ میں مدت ذکر ہوئی مگر معلوم ہے کہ اس مدت میں پھل نہیں پیدا ہوں گے تو معاملہ فاسد ہے اور اگر ایسی مدت

ذکر کی جس میں احتمال ہے کہ پھل پیدا ہوں یا نہ ہوں تو معاملہ صحیح ہے۔ پھر اس صورت میں اگر پھل آ گئے تو جو شرائط ہیں ان پر عمل ہوگا اور اگر اس مدت میں نہیں آئے بلکہ مدت پوری ہونے کے بعد پھل آئے تو معاملہ فاسد ہے اور اس صورت میں عامل کو اُجرت مثل ملے گی یعنی ابتدا سے پھل طیار ہونے تک کی اُجرت مثل پائے گا اور اگر اس صورت میں کہ مدت مذکور ہوئی اور یہ احتمال تھا کہ پھل آئیں گے مگر اوس سال بالکل پھل نہیں آئے نہ مدت میں نہ بعد مدت تو عامل کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ یہ معاملہ صحیح ہے فاسد نہیں ہے کہ اُجرت مثل دلائی جائے اور اگر اوس مدت معینہ میں کچھ پھل نکلے کچھ بعد میں نکلے تو جو پھل مدت کے اندر پیدا ہوئے اُن میں عامل کو حصہ ملے گا بعد والوں میں نہیں۔ (درمختار، کتاب مساقات، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب مساقات، بیروت)

عمومی طور پائے جانے والے درختوں میں جوازِ مساقات کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْمُسَاقَاةُ فِي النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالْكَرْمِ وَالرِّطَابِ وَأُصُولِ الْبَاذِنْجَانِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْجَدِيدِ : لَا تَجُوزُ إلَّا فِي الْكَرْمِ وَالنَّخْلِ ، لِأَنَّ جَوَازَهَا بِالْأَثَرِ وَقَدْ خَصَّهُمَا وَهُوَ حَدِيثُ خَيْبَرَ .

وَلَنَا أَنَّ الْجَوَازَ لِلْحَاجَةِ وَقَدْ عَمَّتْ ، وَأَثَرُ خَيْبَرَ لَا يَخُصُّهُمَا لِأَنَّ أَهْلَهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فِي الْأَشْجَارِ وَالرِّطَابِ أَيْضًا ، وَلَوْ كَانَ كَمَا زَعَمَ فَالْأَصْلُ فِي النُّصُوصِ أَنْ تَكُونَ مَعْلُولَةً سِيَّمَا عَلَى أَصْلِهِ (وَلَيْسَ لِصَاحِبِ الْكَرْمِ أَنْ يُخْرِجَ الْعَامِلَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ) لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ عَلَيْهِ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَقْدِ (وَكَذَا لَيْسَ لِلْعَامِلِ أَنْ يَتْرُكَ الْعَمَلَ بِغَيْرِ عُذْرٍ) بِخِلَافِ الْمُزَارَعَةِ بِالْإِضَافَةِ إلَى صَاحِبِ الْبَذْرِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ .

قَالَ (فَإِنْ دَفَعَ نَخْلًا فِيهِ تَمْرٌ مُسَاقَاةً وَالتَّمْرُ يَزِيدُ بِالْعَمَلِ جَازَ وَإِنْ كَانَتْ قَدْ انْتَهَتْ لَمْ يَجُزْ) وَكَذَا عَلَى هَذَا إذَا دَفَعَ الزَّرْعَ وَهُوَ بَقْلٌ جَازَ ، وَلَوْ اُسْتُحْصِدَ وَأَدْرَكَ لَمْ يَجُزْ ، لِأَنَّ الْعَامِلَ إنَّمَا يَسْتَحِقُّ بِالْعَمَلِ ، وَلَا أَثَرَ لِلْعَمَلِ بَعْدَ التَّنَاهِي وَالْإِدْرَاكِ ، فَلَوْ جَوَّزْنَاهُ لَكَانَ اسْتِحْقَاقًا بِغَيْرِ عَمَلٍ وَلَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ ذَلِكَ لِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ إلَى الْعَمَلِ .

ترجمہ

کھجور کے درختوں، عمومی درختوں، انگور، سبزیوں اور بینگن کے درختوں میں مساقات کرنا جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مساقات صرف کھجور اور انگور میں جائز ہے۔ کیونکہ ان میں مساقات حدیث سے ثابت ہے۔ اور اس میں ان دونوں کو

خاص کیا گیا ہے۔اور وہ حدیث،حدیث خیبر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مساقات کا جواز یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت عام ہے اور حدیث خیبر یہ کھجور اور انگور کو خاص کرنے والی نہیں ہے۔ کیونکہ اہل خیبر درختوں اور سبزیوں کی مساقات بھی تو کرتے تھے۔اور اگر یہ مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح فقہ شافعی والوں نے بیان کیا ہے تو نصوص کا علت کے معلول ہونا یہ ان کی اصل ہے۔(قاعدہ فقہیہ)اور خاص طور پر یہ اصل امام شافعی علیہ الرحمہ کے موافق ہے۔

اور کسی مالک انگور کو سوائے کسی مجبوری کے عامل کو نکال دینے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ عقد مکمل ہونے کے سبب اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔اور اسی طرح کسی مجبوری کے سوا عامل کو بھی کام کو ترک کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ جبکہ مزارعت میں بیج والے کا مسئلہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں بیج والے کی جانب نسبت کی گئی ہے۔اور اس کی تفصیل ہم بیان کرآئے ہیں۔

اور جب مساقات میں کھجور کے درخت نے پھل دیا ہے اور کام کرنے کے سبب کھجوروں میں اضافہ ہوا ہے۔تو یہ جائز ہے۔ اور جب یہ کھجوریں انتہاء کو پہنچ گئی ہیں تو اب جائز نہ ہوگا۔اور اسی طرح جب کچی کھیتی دی اور وہ کھیتی کٹائی کے قابل نہ ہوئی اور جب وہ پک جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ کام کرنے کے سبب عامل مزدوری کا حقدار بنا ہے۔ جبکہ انتہاء تک پہنچ جانے اور پک جانے کے بعد کام کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اور اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو یہ کام کرنے کے سوا حقدار بنتا ہے جس کی شریعت میں کوئی اجازت نہیں ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب وہ انتہاء تک پہنچنے سے پہلے والی صورت ہو۔ کیونکہ وہاں کام کی ضرورت ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ترکاریوں کے درخت معاملہ کے طور پر دیے کہ جب تک پھلتے رہیں کام کرو اور اتنا حصہ تم کو ملا کریگا یہ معاملہ فاسد ہے اور اسی طرح باغ دیا اور کہہ دیا کہ جب تک یہ پھلتا رہے کام کرو اور نصف لیا کرو یہ معاملہ فاسد ہے کہ مدت نہ بیان کرنے کی صورت میں صرف پہلی فصل پر معاملہ ہوتا ہے۔(درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ترکاریوں کے درخت کا معاملہ کیا اور اب ان میں سے ترکاریوں کے نکلنے کا وقت ختم ہو چکا بیج لینے کا وقت باقی ہے جیسے میتھی، پالک، سویا، وغیرہ جب اس حد کو پہنچ جائیں کہ ان سے ساگ نہیں لیا جاسکتا بیج لیے جاسکتے ہیں اور یہ بیج کام کے ہوں ان کی خواہش ہوتی ہو اور عامل سے کہہ دیا کہ کام کرے آدھے بیج اوسے ملیں گے یہ معاملہ صحیح ہے اگرچہ مدت نہ ذکر کی جائے اور اس صورت میں وہ پیڑ مالک کے ہوں گے صرف بیجوں کی تقسیم ہوگی اور اگر پیڑوں کی تقسیم بھی مشروط ہو تو معاملہ فاسد ہے۔(درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ درختوں میں پھل آچکے ہیں ان کو معاملہ کے طور پر دینا چاہتا ہے مگر ابھی وہ پھل تیار نہیں ہیں عامل کے کام کرنے سے اون میں زیادتی ہوگی تو معاملہ صحیح ہے اور اگر پھل بالکل پورے ہو چکے ہیں اب ان کے بڑھنے کا

وقت ختم ہو چکا تو معاملہ صحیح نہیں۔ (درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

معاملہ میں عامل کو نصف سے زائد دینے کا بیان

اور جب دو شخص باغ میں شریک ہیں ایک نے دوسرے کو بطور معاملہ دے دیا یہ معاملہ فاسد ہے جب کہ عامل کو نصف سے زیادہ دینا قرار پایا اور اس صورت میں دونوں نصف نصف تقسیم کر لیں اور اگر یہ شرط ٹھہری ہے کہ دونوں نصف نصف لیں گے تو معاملہ جائز ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مساقات، بیروت)

دو شخصوں کو معاملہ پر دیا اور یہ ٹھہرا کہ تینوں ایک ایک تہائی لیں گے یہ جائز ہے اور اگر یہ ٹھہرا کہ مالک ایک تہائی لے گا اور ایک عامل نصف لے گا اور دوسرا عامل چھٹا حصہ لے گا یہ بھی جائز ہے۔

اور جب دو شخصوں کا باغ ہے اسے معاملہ پر دیا یوں کہ نصف عامل لے گا اور نصف میں وہ دونوں یہ جائز ہے اور اگر یہ شرط ہوئی کہ نصف ایک حصہ دار لے گا اور دوسرے نصف میں عامل اور دوسرا حصہ دار دونوں شریک ہوں گے یہ نا جائز ہے۔

اور جب کاشتکار نے بغیر اجازت زمیندار پیڑ لگا دیا جب درخت بڑا ہو گیا تو زمیندار کہتا ہے میرا ہے اور کاشتکار کہتا ہے میرا۔ اگر زمیندار نے یہ اقرار کر لیا ہے کہ کاشتکار ہی نے لگایا ہے اور پودہ بھی اوسی کا تھا تو کاشتکار کو ملے گا مگر دیانۃ اوس کے لیے یہ درخت جائز نہیں کیوں کہ بغیر اجازت لگایا ہے اور اگر اجازت لے کر لگاتا اور مالک زمین شرکت کی بھی شرط نہ کرتا تو کاشتکار کے لیے دیانۃ بھی جائز ہوتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مساقات، بیروت)

فاسد مساقات پر عامل کو مثلی اجرت دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا فَسَدَتْ الْمُسَاقَاةُ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ . وَصَارَ كَالْمُزَارَعَةِ إذَا فَسَدَتْ .

قَالَ (وَتَبْطُلُ الْمُسَاقَاةُ بِالْمَوْتِ) لِأَنَّهَا فِي مَعْنَى الْإِجَارَةِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِيهَا ، فَإِنْ مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالْخَارِجُ بُسْرٌ فَلِلْعَامِلِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهِ كَمَا كَانَ يَقُومُ قَبْلَ ذَلِكَ إلَى أَنْ يُدْرِكَ الثَّمَرَ ، وَإِنْ كَرِهَ ذَلِكَ وَرَثَةُ رَبِّ الْأَرْضِ اسْتِحْسَانًا فَيَبْقَى الْعَقْدُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ ، وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلَى الْآخَرِ (وَلَوْ الْتَزَمَ الْعَامِلُ الضَّرَرَ يَتَخَيَّرُ وَرَثَةُ الْآخَرِ بَيْنَ أَنْ يَقْسِمُوا الْبُسْرَ عَلَى الشَّرْطِ وَبَيْنَ أَنْ يُعْطُوهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ مِنْ الْبُسْرِ وَبَيْنَ أَنْ يُنْفِقُوا عَلَى الْبُسْ حَتَّى يَبْلُغَ فَيَرْجِعُوا بِذَلِكَ فِي حِصَّةِ الْعَامِلِ مِنْ الثَّمَرِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ إلْحَاقُ الضَّرَرِ بِهِمْ ، وَقَدْ بَيَّنَّا نَظِيرَهُ فِي الْمُزَارَعَةِ (وَلَوْ مَاتَ الْعَامِلُ فَلِوَرَثَتِهِ أَنْ يَقُومُوا عَلَيْهِ وَإِنْ كَرِهَ رَ

الْأَرْضِ) لِأَنَّ فِيهِ النَّظَرَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ (فَإِنْ أَرَادُوا أَنْ يَصْرِمُوهُ بُسْرًا كَانَ صَاحِبُ الْأَرْضِ بَيْنَ الْخِيَارَاتِ الثَّلَاثَةِ) الَّتِي بَيَّنَّاهَا .

ترجمہ

اور جب مساقات فاسد ہو جائے تو عامل کو مثلی مزدوری ملے گی۔ کیونکہ یہ فاسد اجارے کے حکم میں ہے۔ اور فاسد مساقات یہ فاسد مزارعت کی طرح ہے۔

اور موت کے سبب عقد مساقات باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اجارے کے حکم میں ہے اور اجارہ میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔
اور جب مالک زمین فوت ہوا اور پیداوار ابھی گدرائی ہوئی ہے۔ تو عامل کیلئے یہ حکم ہوگا کہ وہ فصل کے پک جانے تک حسب معمول اس کی نگرانی کرے۔ خواہ مالک کے ورثاء اس کو پسند نہ کریں اور یہ حکم دلیل استحسان کے مطابق ہے۔ پس عامل سے نقصان کو دور کرنے کیلئے یہ عقد باقی رہے گا۔ کیونکہ اس میں دوسرا کوئی نقصان نہیں ہے۔
اور جب عامل نقصان کو لازم کرے تو دیگر ورثاء شرط گدر پر تقسیم کرنے میں عامل کو اس کے حصے کی قیمت دینے میں مختار ہوں گے۔ اس گدر کے پکنے تک اس کا خرچہ دینے اور اس کے بعد عامل کے حصہ کے مطابق کھجور لینے کے درمیان بھی اختیار میں ہوں گے۔ کیونکہ عامل کیلئے مالک زمین کے ورثاء کو نقصان دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور اس کی مثال ہم مزارعت میں بیان کر آئے ہیں۔

اور جب عامل فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو نگرانی کرنے کا اختیار ہوگا۔ اگرچہ مالک زمین اسکو پسند نہ کرے کیونکہ یہ دونوں کی جانب سے رعایت ہے۔ اور اگر عامل کے ورثاء گدرائے ہوئے پھل کو لینا چاہیں تو زمین کا مالک انہی تین قسم اختیارات میں رہے گا جن کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مرنے کی صورت میں اگرچہ معاملہ فسخ ہو جاتا ہے مگر دفعِ ضرر کے لیے عقد کو پھل طیار ہونے تک باقی رکھا جائے گا لہٰذا عامل کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ اگر یہ چاہیں کہ پھل طیار ہونے تک ہم کام کریں گے تو اُن کو ایسا موقع دیا جائے گا اگرچہ مالکِ زمین ان کو دینے سے انکار کرتا ہو۔
اور اگر ورثہ کام کرنا نہ چاہتے ہوں کہتے ہوں کہ کچے ہی پھل توڑ کر تقسیم کر دیے جائیں تو اون کو کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ اس صورت میں مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ یہ بھی اگر یہی چاہتا ہو تو توڑ کر تقسیم کر لیں یا ورثۂ عامل کو اون کے حصہ کی قیمت دے دے یا خود اپنے صرفہ سے کام کرائے اور طیار ہونے کے بعد صرفہ اون کے حصہ سے منہا کر کے باقی پھل اون کو دے دے۔
(فتاویٰ شامی، کتاب مساقات، بیروت)

انتقال عاقدین کے سبب ورثاء عامل کے اختیار کا بیان

(وَإِنْ مَاتَا جَمِيعًا فَالْخِيَارُ لِوَرَثَةِ الْعَامِلِ) لِقِيَامِهِمْ مَقَامَهُ ، وَهَذَا خِلَافَةٌ فِي حَقٍّ مَالِيٍّ وَهُوَ تَرْكُ الثِّمَارِ عَلَى الْأَشْجَارِ إِلَى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ لَا أَنْ يَكُونَ وَارِثُهُ فِي الْخِيَارِ (فَإِنْ أَبَى وَرَثَةُ الْعَامِلِ أَنْ يَقُومُوا عَلَيْهِ كَانَ الْخِيَارُ فِي ذَلِكَ لِوَرَثَةِ رَبِّ الْأَرْضِ) عَلَى مَا وَصَفْنَا .

ترجمہ

اور جب دونوں عقد مساقات کرنے والے فوت ہوجائیں تو اس عامل کے ورثاء کو اختیار ہوگا کیونکہ وہی اس کے نائب ہیں۔ اور یہ حق مالی نیابت میں ہے۔ اور یہ حق پھلوں کے پکنے تک ان کو درختوں پر رہنے دینا ہے۔ کیونکہ خیار میں وراثت نہیں ہوتی۔ مگر جب عامل کے ورثاء اس کی نگرانی سے انکار کردیں تو اب اس میں مالک زمین کے ورثاء کیلئے اختیار ہوگا۔ جس کو ہم بیان کرآئے ہیں

مدت معاملہ ختم ہونے پر پھلوں کی نگرانی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُعَامَلَةِ وَالْخَارِجُ بُسْرٌ أَخْضَرُ فَهَذَا وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ ، وَلِلْعَامِلِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهَا إِلَى أَنْ يُدْرِكَ لَكِنْ بِغَيْرِ أَجْرٍ) لِأَنَّ الشَّجَرَ لَا يَجُوزُ اسْتِئْجَارُهُ ، بِخِلَافِ الْمُزَارَعَةِ فِي هَذَا لِأَنَّ الْأَرْضَ يَجُوزُ اسْتِئْجَارُهَا ، وَكَذَلِكَ الْعَمَلُ كُلُّهُ عَلَى الْعَامِلِ هَاهُنَا وَفِي الْمُزَارَعَةِ فِي هَذَا عَلَيْهِمَا ، لِأَنَّهُ لَمَّا وَجَبَ أَجْرُ مِثْلِ الْأَرْضِ بَعْدَ انْتِهَاءِ الْمُدَّةِ عَلَى الْعَامِلِ لَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ الْعَمَلَ وَهَاهُنَا لَا أَجْرَ فَجَازَ أَنْ يَسْتَحِقَّ الْعَمَلَ كَمَا يَسْتَحِقُّ قَبْلَ انْتِهَائِهَا .

ترجمہ

اور جب معاملہ کی مدت ختم ہوگئی ہے اور پھل ابھی گدرائے ہوئے ہیں اور اس طرح یہ پہلی صورت کی طرح ہوگا۔ اور ان کے پک جانے تک عامل کو نگرانی کرنے کا اختیار رہے گا۔ مگر اجرت نہ ہوگی کیونکہ درختوں کا اجارہ پر لینا جائز نہیں ہے۔ جبکہ مزارعت میں اجرت پر لینا جائز ہے۔ اور اگرچہ مدت بھی ختم ہوجائے۔ کیونکہ زمین کو اجارہ پر لینا درست ہے۔

اور ایسے ہی یہاں پر سارا کام عامل پر ہوگا۔ جبکہ مزارعت میں ان دونوں پر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ مدت کے ختم ہوجانے کے بعد عامل کو زمین میں کام کرنے پر مثلی مزدوری دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کام کرنے کا حقدار نہیں تھا۔ جبکہ یہاں کوئی مزدوری نہیں ہے لہذا عامل کا کام کیلئے حقدار بننا درست ہوا۔ جس طرح مدت کے ختم ہوجانے سے قبل وہ کام کرنے میں حقدار تھا۔

شرح: حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن روحہ کو بھیجتے تھے خیبر کی طرف وہ پھلوں کا اور زمینوں کا اندازہ کر دیتے تھے ایک بار یہودیوں نے اپنی عورتوں کا زیور جمع کیا اور عبداللہ بن روحہ کو دینے لگے یہ لے مگر ہمارے محصول میں کمی کر دو عبداللہ بن روحہ نے کہا اے یہود خدا کی ساری مخلوق میں میں تم کو زیادہ برا سمجھتا ہوں اس پر بھی میں نہیں چاہتا کہ تم پر ظلم کروں اور جو تم مجھے رشوت دیتے ہو وہ حرام ہے اس کو ہم لوگ نہیں کھاتے اس وقت یہودی کہنے لگے اس وجہ سے اب تک آسمان اور زمین قائم ہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی ایسی زمین کی مساقات کرے جس میں درخت بھی ہوں انگور کے یا کھجور کے اور خالی زمین بھی ہو تو اگر خالی زمین ثلث یا ثلث سے کم ہو تو مساقات درست ہے۔

اور اگر خالی زمین زیادہ ہو اور درخت ثلث یا ثلث سے کم میں ہوں تو ایسی زمین کا کرایہ دینا درست ہے مگر مساقات درست نہیں کیونکہ لوگوں کا یہ دستور ہے کہ زمین میں مساقات کیا کرتے ہیں اور اس میں تھوڑی سی زمین میں درخت بھی رہتے ہیں یا جس مصحف یا تلوار میں چاندی لگی ہو اس کو چاندی کے بدلے میں بیچنے میں یا ہار یا انگوٹھی کو جس میں سونا بھی ہو سونے کے بدلے میں بیچتے ہیں اور ہمیشہ سے لوگ اس قسم کی خرید و فروخت کرتے چلے آئے ہیں۔

اور اس کی کوئی حد نہیں مقرر کی کہ اس قدر سونا یا چاندی ہو تو حلال ہے اور اس سے زیادہ ہو تو حرام ہے مگر ہمارے نزدیک لوگوں کے عملدرامد کے موافق یہ حکم ٹھہرا ہے کہ جب مصحف یا تلوار یا انگوٹھی میں سونا چاندی ثلث قیمت کے برابر ہو یا اس سے کم تو اس کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں درست ہے ورنہ درست نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1297)

اعذار کے سبب مساقات کے فسخ ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَتُفْسَخُ بِالْأَعْذَارِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْإِجَارَاتِ ، وَقَدْ بَيَّنَّا وُجُوهَ الْعُذْرِ فِيهَا . وَمِنْ جُمْلَتِهَا أَنْ يَكُونَ الْعَامِلُ سَارِقًا يَخَافُ عَلَيْهِ سَرِقَةَ السَّعَفِ وَالثَّمَرِ قَبْلَ الْإِدْرَاكِ لِأَنَّهُ يُلْزِمُ صَاحِبَ الْأَرْضِ ضَرَرًا لَمْ يَلْتَزِمْهُ فَتُفْسَخُ بِهِ .

وَمِنْهَا مَرَضُ الْعَامِلِ إذَا كَانَ يُضْعِفُهُ عَنْ الْعَمَلِ ، لِأَنَّ فِي إلْزَامِهِ اسْتِئْجَارَ الْأُجَرَاءِ زِيَادَةَ ضَرَرٍ عَلَيْهِ وَلَمْ يَلْتَزِمْهُ فَيُجْعَلُ ذَلِكَ عُذْرًا ، وَلَوْ أَرَادَ الْعَامِلُ تَرْكَ ذَلِكَ الْعَمَلِ هَلْ يَكُونُ عُذْرًا ؟ فِيهِ رِوَايَتَانِ . وَتَأْوِيلُ إحْدَاهُمَا أَنْ يَشْتَرِطَ الْعَمَلَ بِيَدِهِ فَيَكُونَ عُذْرًا مِنْ جِهَتِهِ ،

ترجمہ

اور اعذار کے سبب عقد مساقات ختم ہو جاتا ہے۔ اسی دلیل سبب جس کو ہم اجارات میں بیان کر آئے ہیں۔ اور اجارات میں

ہم نے اعذار کے اسباب کو بھی بیان کردیا ہے۔ اور انہی میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب عامل چور ہے جس کے بارے میں پھل پک جانے سے پہلے اور شاخوں کے پک جانے سے پہلے چوری کا خدشہ ہے کیونکہ اس وجہ سے مالک زمین کو ایسا نقصان لاحق ہوگا جس کو وہ لازم کرنے والا نہ تھا۔ پس اس نقصان کے سبب یہ عقد ختم ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب عامل بیمار ہے اور وہ کام کرنے کے وجہ سے کمزور ہو جائے گا۔ کیونکہ مزدوروں کو مزدوری پر لینے کو لازم کرنے میں عامل زیادہ نقصان ہے۔ جبکہ اس نے اس کو لازم نہیں کیا ہے۔ پس اس کو بھی عذر سمجھا جائے گا۔ اور عامل کے کام کو ترک کرنے میں عذر ہے یا نہیں تو اس میں دو روایات ہیں۔

ان میں سے ایک کا معنی یہ ہے کہ جب کام کی شرط عامل کے ہاتھ سے طے ہوئی ہے تو اب یہ اس کی جانب سے عذر بن جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب خربوزہ یا تربوز کی باقی ماندہ مالک نے پھل توڑنے کے بعد چھوڑ دیئے ہیں اگر چھوڑنے کا یہ مقصد ہے کہ جس کا جی چاہے وہ باقی پھلوں کو لے جائے تو لوگوں کو اوس کے پھل لینا جائز ہے جیسا کہ عموماً آخر فصل میں ایسا کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح کھیت کٹنے کے بعد جو کچھ بالیں یا دانے گرتے ہیں اگر مالک نے لوگوں کے لیے چھوڑ دیے تو لینا جائز ہے۔

اور عامل پر لازم ہے کہ اپنے کو حرام سے بچائے مثلاً باغ کے درخت خشک ہو گئے تو اُن کا جلانا عامل کے لیے جائز نہیں۔ اور اسی طرح سوکھی شاخیں توڑ کر ان سے کھانا پکانا جائز نہیں اور اسی طرح چھپر ٹھیاں اور اس کے بانس پھونس کو جلانا جائز نہیں۔ اور اسی طرح مہمان یا ملاقاتی آجائے تو پھلوں سے اوس کی تواضع جائز نہیں ان سب میں مالک کی اجازت درکار ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب مساقات، بیروت)

خالی زمین مقررہ مدت تک درخت لگانے کا بیان

(وَمَنْ دَفَعَ أَرْضًا بَيْضَاءَ إلَى رَجُلٍ سِنِينَ مَعْلُومَةً يَغْرِسُ فِيهَا شَجَرًا عَلَى أَنْ تَكُونَ الْأَرْضُ وَالشَّجَرُ بَيْنَ رَبِّ الْأَرْضِ وَالْغَارِسِ نِصْفَيْنِ لَمْ يَجُزْ ذَلِكَ) لِاشْتِرَاطِ الشَّرِكَةِ فِيمَا كَانَ حَاصِلًا قَبْلَ الشَّرِكَةِ لَا بِعَمَلِهِ (وَجَمِيعُ الثَّمَرِ وَالْغَرْسِ لِرَبِّ الْأَرْضِ وَلِلْغَارِسِ قِيمَةُ غَرْسِهِ وَأَجْرُ مِثْلِهِ فِيمَا عَمِلَ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى قَفِيزِ الطَّحَّانِ : إذْ هُوَ اسْتِئْجَارٌ بِبَعْضِ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ وَهُوَ نِصْفُ الْبُسْتَانِ فَيَفْسُدُ وَتَعَذَّرَ رَدُّ الْغِرَاسِ لِاتِّصَالِهَا بِالْأَرْضِ فَيَجِبُ قِيمَتُهَا وَأَجْرُ مِثْلِهِ لِأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ فِي قِيمَةِ الْغِرَاسِ لِتَقَوُّمِهَا

بِنَفْسِهَا وَفِي تَخْرِيجِهَا طَرِيقٌ آخَرُ بَيَّنَّاهُ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى ، وَهَذَا أَصَحُّهُمَا ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جس شخص نے مقررمدت تک کیلئے کسی خالی زمین میں کوئی درخت لگایا ہے۔اور اس میں شرط یہ لگائی کہ درخت زمین کے مالک اور لگانے والے کے درمیان نصف نصف ہوں گے۔تو یہ جائز نہ ہوگا۔تو شرکت اس چیز میں بطور شرط ہے۔جو شرکت حالانکہ وہ شرکت سے پہلے حاصل ہے۔جبکہ وہ عامل کے کام کے سبب سے نہیں ہے۔سارا پھل اور درخت مالک کیلئے ہوگا۔اور درخت لگانے والے کو ان درختوں کی قیمت اور ان پر کام کرنے کی اجرت مثلی ملے گی۔

کیونکہ یہ قفیز طحان کے حکم میں ہے۔کیونکہ یہ کام کرنے والے کے عمل سے پیدا ہونے والی بعض چیز کے عوض میں یعنی نصف باغ اجرت پر لینا ہے۔پس یہ عقد فاسد ہو جائے گا جبکہ درختوں کو واپس کرنا ناممکن ہے۔کیونکہ وہ زمین سے ملے ہوئے ہیں۔پس ان کی قیمت اور کام کرنے والے کیلئے مثلی اجرت واجب ہوگی۔کیونکہ درختوں کے بہ ذات خود تقویم ہونے کے سبب وہ مثلی اجرت والے درختوں میں شامل نہ ہوں گے۔

اور اسی مسئلہ کی تخریج کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔جس کو ہم نے کفایہ منتہی میں بیان کر دیا ہے۔مگر ان دونوں میں سے صحیح زیادہ یہی ہے۔اور اللہ ہی سب سے زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور کسی شخص کو خالی زمین دی کہ اس میں درخت لگائے پھل اور درخت دونوں نصف نصف تقسیم ہو جائیں گے یہ جائز ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ زمین و درخت دونوں چیزیں دونوں کے مابین تقسیم ہوں گی تو یہ معاملہ ناجائز ہے اور اس صورت میں پھل اور درخت مالکِ زمین کے ہوں گے اور دوسرے کو پودوں کی قیمت ملے گی اور اُجرت مثل۔اور قیمت سے مراد اوس روز کی قیمت ہے جس دن لگائے گئے۔(درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص کے باغ سے گٹھلی اڑ کر دوسرے کی زمین میں چلی گئی اور یہاں جم گئی اور پیڑ ہو گیا جیسا کہ خودرو درختوں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ ادھر ادھر سے بیج آ کر جم جاتا ہے یہ درخت اوس کا ہے جس کی زمین ہے اس کا نہیں ہے جس کی گٹھلی ہے کیوں کہ گٹھلی کی کوئی قیمت نہیں ہے اسی طرح آم یا اسی قسم کے دوسرے پھل اگر دوسرے کی زمین میں گرے اور جم گئے یہ درخت بھی مالکِ زمین کے ہوں گے کہ پہلے یہ پھل سڑیں گے اوس کے بعد جمیں گے اور جب سڑ کر اوپر کا حصہ جاتا رہا تو فقط گٹھلی باقی رہی جس کی کوئی قیمت نہیں۔(درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

اگر مدت اجارہ ختم ہو گئی ہو تو مستاجر اپنے دخل کو ختم کرتے ہوئے درختوں کو اکھاڑ کر خالی زمین مالک کو واپس کرے مگر یہ کہ

اگر مالک اکھڑے درختوں اور تعمیر کی قیمت کو برداشت کر کے خود ان کا مالک بن جائے،

بحر میں فرمایا کہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مستاجر کو درخت اکھاڑنا لازم نہیں اگر ملک قیمت دینے کو تیار ہو لیکن اگر درخت اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو پھر مالک جبرا درخت لے سکے گا ورنہ مستاجر کی رضا سے درختوں کا مالک بن سکے گا۔

(درمختار، کتاب الاجارۃ، بیروت)

عامل کا غلاموں سے مساقات کے سوا کوئی کام لینے کی ممانعت

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر عامل زمین کے مالک سے یہ شرط کرے کہ کام کاج کے واسطے جو غلام پہلے مقرر تھے وہ میرے پاس بھی مقرر رکھنا تو اس میں کچھ قباحت نہیں کیونکہ اس میں عامل کی کچھ منفعت نہیں ہے صرف اتنا فائدہ ہے کہ اس کے ہونے سے عامل کو محنت کم پڑے گی اگر وہ نہ ہوتے تو محنت زیادہ پڑتی۔

اس کی ایسی ہے کہ ایک مساقات ان درختوں میں ہو کہ جن میں پانی چشموں سے آتا ہے اور ایک مساقاۃ ان درختوں میں ہو کہ نہاں پانی بھر کر اونٹ پر لانا پڑتا ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ ایک میں محنت زیادہ ہے اور دوسرے میں کم۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عامل کو یہ نہیں پہنچتا کہ ان غلاموں سے اور کوئی کام لے یا مالک سے اس کی شرط کرلے۔حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عامل کو یہ درست نہیں کہ مالک سے ان غلاموں کی شرط کرلے جو پہلے سے باغ میں مقرر نہ تھے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زمین کے مالک کو یہ درست نہیں کہ جو غلام پہلے سے باغ میں مقرر تھے ان میں سے کسی غلام کے نکال لینے کی شرط مقرر کرے بلکہ اگر کسی غلام کو نکالنا چاہے تو مساقات کے اول نکال لے اسی طرح اگر کسی کو شریک کرنا چاہے تو مساقات کے اول شریک کرلے بعد اس کے مساقات کرے۔(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1298)

سونے چاندی کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا بیان

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کھیتوں کے کرایہ دینے سے حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر سونے یا چاندی کے بدلے میں کرایہ کردے انہوں نے کہا کچھ قباحت نہیں۔(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1299)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ابن شہاب نے پوچھا زمین کو کرایہ پر دینا سونے یا چاندی کے بدلے میں درست ہے کہا ہاں کچھ قباحت نہیں۔(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1300)

حضرت ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ کھتیوں کا کرایہ دینا کیسا ہے انہوں نے کہا کچھ قباحت نہیں سونے یا چاندی کے بدلے میں ابن شہاب نے کہا کیا تم کو رافع بن خدیج کی حدیث نہیں پہنچی سام نے کہا رافع نے زیادتی کی اگر میرے

پاس زمین مزروعہ ہوتی تو میں اس کو کرایہ دیتا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عورف نے ایک زمین کرایہ کو لی ہمیشہ ان کے پاس رہی مرے دم تک ان کے بیٹے نے کہا ہم اس کو اپنی ملک سمجھتے تھے اس وجہ سے کہ مدت تک ہمارے پاس رہی جب عبدالرحمٰن مرنے لگے تو انہوں نے کہا وہ کرایہ کی ہے اور حکم کیا کہ کرایہ ادا کرنے کا جوان پر باقی تھا سونے یا چاندی کی قسم سے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1301)

شرح ہدایہ کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! شرح ہدایہ جلد سیزدہم آج بروز پیر بمطابق یکم اپریل ۲۰۱۳ء کو مکمل ہوگئی ہے۔ یہ جلد اس لئے بھی جلد مکمل ہوئی کہ اس کا بہت سارا کام بارھویں جلد کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے دنیا وآخرت میں سرخرو ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے تصدق سے اس کتاب کے جملہ قارئین اور اہل فقہ سے محبت وعقیدت رکھنے والوں کو صراط مستقیم کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔

محمد لیاقت علی رضوی

﴿چک سنتیکا بہاولنگر﴾